رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو تم کو دیں اُس کو لے لو اور جس سے منع کریں اُس سے باز رہو۔ (سورۃ الحشر)

سُنَنِ النّسائی شَرِیف

تصنیف

امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی

معہ

شرح النّسائی

اردو جلد دوم

ترجمہ و تشریح

مولانا خلیل الرحمن صاحب

صدر المدرسین دار العلوم الاسلامیہ، ٹنڈو الہیار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو تم کو دیں اس کو لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔ (سورۃ الحشر)

سُنَن النّسائی شَرِیف

تصنیف

امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب النّسائی

معہ

شرح النّسائی

جلد دوم

مولانا خلیل الرحمن صاحب
صدر المدرسین دار العلوم الاسلامیہ، ٹنڈو الہیار، حیدرآباد، سندھ

ناشر
زمزم پبلشرز
نزد مقدس مسجد اردو بازار، کراچی

کتاب کا نام ـــــ سنن النسائی شریف جلد دوم

تاریخ اشاعت ـــــ دسمبر ۲۰۰۹

باہتمام ـــــ احباب زمزم پبلشرز

مطبع ـــــ احباب زمزم پبلشرز

ناشر ـــــ زمزم پبلشرز کراچی

شاہ زیب سینٹر نز د مقدس مسجد، اُردو بازار کراچی

فون: 021-32760374

فیکس: 021-32725673

ای میل: zamzam01@cyber.net.pk

ویب سائٹ: http://www.zamzampub.com

ملنے کے دیگر پتے

- مکتبہ بیت العلم، اردو بازار کراچی۔ فون: 32726509
- دارالاشاعت، اُردو بازار کراچی
- قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی
- مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار لاہور
- مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ
- مکتبہ علمیہ، علوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

- **Madrassah Arabia Islamia**
  1 Azaad Avenue P.O Box 9786-1750
  Azaadville South Africa
  Tel : 00(27)114132786
- **Azhar Academy Ltd.**
  54-68 Little Ilford Lane
  Manor Park London E12 5QA
  Phone: 020-8911-9797
- **ISLAMIC BOOK CENTRE**
  119-121 Halliwell Road, Bolton Bl1 3NE
  U.S.A
  Tel/Fax : 01204-389080

﴿عرض مؤلف﴾

واضح رہے کہ اس شرح النسائی کی دوسری جلد کو ایک مکتبہ کے مالک نے کافی عرصہ پہلے چھپوایا تھا جس کی کتابت ایک نالائق کاتب سے کرائی تھی اس کی تصحیح کرتے کرتے احقر کی طبیعت اکتا گئی اس لئے اس کی تصحیح اچھی طرح سے نہ ہوسکی علاوہ اس کے احقر سے بھی اس کے ترجمہ وتشریح میں کہیں کہیں غلطیاں ہوئی ہیں۔ بہرحال ان وجوہ کی بناء پر شرح النسائی کی دوسری جلد میں جو ایک مالک مکتبہ نے بہت زمانے پہلے چھپوائی تھی کافی غلطیان نکلی ہیں اب کافی توجہ اور محنت کے ساتھ حتی المقدور ان کی اصلاح کردی گئی ہے اور محترم دوست وخیرخواہ مالک زمزم پبلشرز مولانا محمد رفیق صاحب طبع کرارہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو سعادت دارین سے نوازے۔

قارئین حضرات احقر نے غلطیوں کی اصلاح میں بہت کوششیں کی ہیں پھر بھی اگر کہیں کوئی غلطی نظر آجائے تو احقر کو مطلع فرمائیں آئندہ طباعت میں اس کی اصلاح کردی جائے گی ان شاءاللہ تعالیٰ۔

طالب دعاء
احقر خلیل الرحمٰن قطبی غفرلہ

فہرست مضامین

◇◇◇◇◇

من ادرک رکعة من الصلوة

جس نے ایک رکعت پائی نماز سے اسکا کیا حکم ہے

اخبرنا قتيبة عن مالک عن ابن شهاب عن ابی سلمة عن ابی هريرة ان رسول الله عليه وسلم قال من ادرک من الصلوة رکعة فقد ادرک الصلوة.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے نماز سے ایک رکعت پائی تو اس نے نماز کو پالیا۔

اخبرنا اسحق ابن ابراهيم قال حدثنا عبد الله بن ادريس قال حدثنا عبيد الله بن عمرعن الزهری عن ابی سلمة عن ابی هريرة عن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال من ادرک من الصلوة رکعة فقد ادركها.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے نماز سے ایک رکعت پائی تو اس نے نماز کو پالیا۔

اخبرنی يزيد بن محمد بن عبد الصمد قال حدثنا هشام العطار قال حدثنا اسمٰعيل وهوا بن سماعة عن موسیٰ بن اعين عن ابی عمرو الا و زاعی عن الزهری عن ابی سلمة عن ابی هريرة ان النبی صلی الله عليه وسلم قال من ادرک من الصلوة رکعة فقد ادرک الصلوة.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے نماز سے ایک رکعت پائی تو اس نے نماز کو پالیا۔

اخبرنی شعيب بن شعيب بن اسحق قال حدثنا ابو المغيرة قال حدثنا الا و زاعی عن الزهری عن سعيد بن المسيب عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم من ادرک من الصلوة رکعة فقد ادركها.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے نماز سے ایک رکعت پائی تو اس نے نماز کو پالیا۔

اخبرنی موسیٰ بن سليمان بن اسمٰعيل بن القاسم قال حدثنابقية عن يونس قال حدثنی الزهری عن سالم عن ابيه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال من ادرک رکعة من الجمعة اوغيرها فقد تمت صلاته.

حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ نبی کریم صلی اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ جس نے جمعہ سے یا جمعہ کے علاوہ کسی اور نماز سے ایک رکعت پائی تو اس کی نماز پوری ہوگئی۔

اخبرنامحمد بن اسمٰعیل الترمذی قال حدثنا ایوب بن سلیمان قال حدثنا ابو بکر عن سلیمان بن بلال عن یونس عن ابن شهاب عن سالم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من ادرک رکعة من صلوة من الصلوات فقد ادرکها الا انه یقضی مافاتهٗ.

حضرت سالم ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے نمازوں میں سے کسی نماز سے ایک رکعت پائی تو اس نے نماز کو پالیا۔ مگر جو رکعتیں فوت ہوگئیں ان کو امام کے سلام کے پھیرنے کے بعد ادا کرلے۔

تشریح :عنوان کے تحت کی ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نے ایک رکعت پائی اس کی نماز پوری ہوگئی۔ حالانکہ یہ کسی امام کا قول نہیں لہٰذا بغیر تاویل کے کوئی مطلب نہیں بنے گا۔ علماء نے اس کے دو معنی بیان کئے ہیں ایک تو یہاں رکعت سے رکوع مراد ہے اور صلوۃ سے رکعت مراد ہے یعنی جس نے امام کو رکوع میں پایا تو اس رکعت کو پالیا یہی مسلک جمہور علماء کا ہے، دوسرے یہ کہ جس نے امام کے ساتھ ایک رکعت پائی تو اس کو با جماعت نماز کی فضیلت اور اس کا ثواب مل گیا، مگر ہر صورت میں باقی ناقص نماز کو پورا کیا جائے چنانچہ گزری ہوئی رکعتوں کی تکمیل ضروری ہونے کو صراحت کے ساتھ آخری حدیث کے الفاظ ''الا انه یقضی مافاتهٗ '' نے بتادیا ہے اور حدیث میں رکعت کی جو قید آئی ہے وہ احترازی نہیں کیونکہ بعض روایات میں آیا ہے ''من ادرک رکعة و رکعتین و سجدة ''تو اس روایت سے واضح ہوگیا کہ حدیث باب میں رکعت کی قید احترازی نہیں۔

علامہ عینیؒ نے بعض شافعیہ سے نقل کیا ہے کہ ذکر رکعت سے حضور ﷺ کی مراد بعض صلوۃ ہے کیونکہ حضور سے ''من ادرک رکعةً و رکعتین و سجدة'' بھی مروی ہے البتہ چونکہ غالباً ادراک کی معرفت اور اس کا متحقق ہونا کم از کم ایک رکعت سے ہوسکتا ہے اس لئے روایت میں لفظ رکعۃ کا ذکر فرمایا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

بہرحال باب کی حدیث مسبوق کے حق میں وارد ہوئی ہے جس کا ثبوت مسلم کی روایت سے ہوتا ہے اس میں آیا ہے ''من ادرک رکعة من الصلوة مع الامام الخ '' یہ روایت واضح طور پر بتلا رہی ہے کہ مسبوق کے بارے میں وارد ہوئی ہے، لہٰذا باب کی حدیث بھی مسبوق کے حق میں وارد ہوئی ہے۔ (امانی الاحبار، مرقاۃ)

الساعات التی نهی عن الصلوٰة فیها

جن اوقات میں نماز سے منع کیا گیا ہے ان کا بیان

اخبرنا قتیبة عن مالک عن زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن عبد اللہ الصنابحی ان رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم قال الشمس تطلع و معھا قرن الشیطان فاذا ارتفعت فارقھا فاذا استوت قارنھا فاذا زالت فارقھا فاذا دنت للغروب قارنھا فاذا غربت فارقھا و نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الصلوۃ فی تلک الساعات.

حضرت عبداللہ صنابحی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آفتاب طلوع ہوتا ہے اور شیطان اس کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے جب آفتاب بلند ہوتا ہے تو اس سے الگ ہو جاتا ہے پھر جب آفتاب عین سر پر ہوتا ہے تو اس کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے پھر جب ڈھلتا ہے تو اس سے جدا ہو جاتا ہے پھر جب غروب کے قریب ہوتا ہے تو شیطان آفتاب کے سامنے کھڑا ہوتا ہے پھر جب غروب ہوتا ہے تو اس سے جدا ہو جاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ان وقتوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

اخبرنا سوید بن نصر قال حدثنا عبد اللہ عن موسیٰ بن علی بن رباح قال سمعت عقبۃ ابن عامر الجھنی یقول ثلاث ساعات کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینھانا ان نصلی فیھن او نقبر فیھن موتانا حین طلع الشمس بازغۃ حتی ترتفع و حین یقوم قائم الظھیرۃ حتی تمیل وحین تضیف الشمس للغروب حتی تغرب.

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تین اوقات ہیں ان میں ہمیں رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے اور مردوں کو دفن کرنے سے منع فرماتے تھے جس وقت آفتاب طلوع ہوتا ہے یہاں تک کہ بلند ہو جائے اور جس وقت ٹھیک دوپہر کو عین سر پر کھڑا ہوتا ہے یہاں تک ڈھل جائے اور جس وقت آفتاب ڈوبنے لگے یہاں تک کہ غروب ہو جاوے۔

تشریح: حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ حدیث باب میں جن تین اوقات میں نماز سے منع کیا گیا ہے، ان اوقات میں فرائض ہوں یا نوافل کوئی نماز جائز نہیں ہے۔

حدیث باب سے مسلک حنفیہ کی تائید ہوتی ہے اور چونکہ حدیث میں کسی مکان کی قید نہیں اس لئے نماز کی ممانعت ہر جگہ ہے خواہ مکہ میں ہو یا اور کہیں اس لئے حدیث باب امام شافعیؒ پر حجت ہے کیونکہ انہوں نے فوائت اور مکہ کی تخصیص کی ہے ان کا قول یہ ہے کہ حدیث میں جو ممانعت آئی ہے وہ قضاء شدہ نماز کے علاوہ اور نمازوں کے لئے ہے لہٰذا ان اوقات ثلثہ میں قضاء نمازوں کا ادا کرنا منع نہیں ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جو کوئی نماز سے سو گیا یا اس کو بھول گیا تو اس کو جس وقت یاد آ جائے پڑھ لے یہی اس کا وقت ہے۔ (رواہ البخاری ومسلم)

یہ حدیث عام ہے جو تمام اوقات کو شامل ہے لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ ان اوقات ثلثہ میں قضاء نمازوں کا پڑھنا منع نہیں ہے اور مکہ کی تخصیص کی ہے اس لئے امام موصوف کہتے ہیں کہ سوائے مکہ کے ہر جگہ ان اوقات میں نوافل مکروہ ہیں مگر مکہ میں مکروہ نہیں اس کی دلیل میں ترمذی وابوداؤد کی حدیث پیش کرتے ہیں جس کو حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اے عبد مناف کی اولاد تم کسی کو جو خانہ کعبہ کا طواف کرے اور نماز پڑھے جس وقت چاہے دن میں یا

رات میں نہ منع کرو، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ میں جب چاہے نوافل پڑھ سکتے ہیں کوئی ممانعت نہیں اس استدلال کا جواب ابن ہمامؒ اور صاحب بحرؒ نے یہ دیا ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ممانعت نماز کی عام ہدایت ملتی ہے کہ کوئی بھی نماز مذکورہ تین اوقات میں جائز نہیں ہے اس سے حدیث من نام عن صلوٰۃ الخ کی وجہ سے فوت شدہ فرائض کو خارج کر کے ان اوقات میں ادائیگی کو جائز کہنے کا حاصل یہ ہوگا کہ حدیث ''من نام عن صلوٰۃ الخ'' کو عموم ہی کے لئے مخصص قرار دیا جائے جس کا دارمدار مقارنت پر ہے یعنی جب تک دونوں کا ایک وقت میں ہونا ظاہر نہ ہو جائے اس وقت تک عام کو مخصوص عنہ البعض نہیں قرار دیا جا سکتا اور چونکہ یہاں دونوں حدیثوں کا ایک زمانے میں واقع ہونا معلوم نہیں ہوا اس لئے ''من نام عن صلوٰۃ الخ'' کو عموم نہی کے لئے مخصص نہیں قرار دیا جا سکتا اور بالفرض اگر دونوں حدیثوں کا زمانہ مقارن ہونا ضروری نہ بھی ہو تب بھی یہاں عموم نہی کے لئے مخصص ہوگا جیسے امام شافعیؒ اور انکے موافقین کہتے ہیں تو حدیث ''من نام عن صلوٰۃ الخ'' نماز کے حق میں خاص اور اوقات کے حق میں عام ہے اب اگر اس حدیث کے ذریعہ حدیث عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی تخصیص ہوئی ہے تو حدیث عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے اس کی تخصیص ہوگی کیونکہ حدیث ''من نام عن صلوٰۃ'' عام اوقات کو شامل ہے اور حدیث عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ تین اوقات کی تخصیص کرتی ہے، اب دونوں متعارض ہیں یعنی ایک دوسرے کے برخلاف ہیں اوقات مکروھہ میں فوت شدہ نماز کے بارے میں کیونکہ حدیث عقبہ بن عامر کی تخصیص تقاضا کرتی ہے کہ اوقات ثلاثہ میں فوت شدہ نماز جائز نہ ہو اور حدیث ''من نام عن صلوٰۃ الخ'' سے اس کی تخصیص عموم صلوٰۃ سے تقاضا کرتی ہے کہ ان اوقات میں فوت شدہ نماز جائز ہو تو اس صورت میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ وہ محرم ہے۔

(فتح القدیر : ۱۶۳ ۱. بحر الرائق : ۲۶۳)

مصنف کوکب دریؒ نے یہ جواب دیا ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ یہاں شوافع نے اپنے اصولی قول کو چھوڑ دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ایسا کوئی عام نہیں جس سے بعض کو خاص نہ کیا گیا ہو مگر یہاں اس پر عمل نہیں کیا بلکہ فوت شدہ نماز کی قضاء سے متعلق ارشاد ''فلیصلھا اذا ذکرھا'' کو اپنے عموم پر جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ فوت شدہ نماز کو جب کبھی یاد آ جائے خواہ مکروہ وقت میں ہو یا غیر مکروہ وقت میں ہر حالت میں پڑھ لینا چاہئے کیا آپ دیکھتے نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قولِ مذکور ادائے صلاۃ میں نص ہے اور بیان وقت میں ظاہر ہے اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ وغیرہ کی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اوقات مکروہہ میں نماز سے منع فرمانا نص ہے بیان وقت میں ایسا وقت جس میں نماز سے اجتناب ضروری ہے لہٰذا تذکر فائتہ والی حدیث ممانعت والی حدیث کا کس طرح معارض ہو سکتی ہے اسی لئے ہم نے حدیث نہی کو حدیث امر پر ترجیح دی ایک اور جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ حدیث ''من نام عن صلوۃ الخ'' عام ہے اس سے وقت مکروہ کو دوسری حدیث کی بناء پر خاص کر لیا گیا بعض شارحین نے یہ جواب دیا ہے کہ حدیث ''من نام عن صلوۃ'' سے استدلال کرتے ہوئے شوافع جو کہتے ہیں کہ جو شخص طلوع آفتاب کے وقت بیدار ہوا وہ اس حدیث کی دلالت سے اس وقت نماز پڑھ سکتا ہے ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ بخاری و مسلم وغیرہ میں اس کے معارض حضرت ابن

عمر ﷺ اور حضرت عائشہ ﷺ کی حدیث موجود ہے کہ تم میں سے کوئی قصد کر کے یہ عمل نہ کرے کہ آفتاب طلوع ہوتے وقت یا غروب کے وقت نماز پڑھے تو ان روایات میں صراحت سے منع کر دیا گیا ہے اور یہ بات واضح ہے کہ جو شخص طلوع آفتاب کے وقت بیدار ہوا وہ اپنے قصد سے اس وقت نماز پڑھے گا جس کی ممانعت پر روایات مذکورہ دلالت کر رہی ہیں اب حنیفہ کے واسطے عنوان کے تحت کی حدیثیں بلا معارضہ باقی رہیں جن سے ثابت ہوا کہ تینوں اوقات مذکورہ میں کوئی نماز فرض ہو یا نفل ممنوع ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

اب رہا حضرت جبیر بن مطعم ﷺ وغیرہ کی حدیث کا جواب جس سے امام شافعیؒ نے خانہ کعبہ میں نوافل کے جواز پر استدلال کیا ہے ٹھیک ہے اس حدیث کو ترمذی نے صحیح کہا اور ان کے علاوہ ابن حبان وابن خزیمہ ونسائی وغیرھم نے بھی روایت کی تو حدیث کی صحت میں کوئی شبہ نہیں ہے لیکن یہ عام ہے اوقات میں بھی اور نماز میں بھی اور عنوان کے تحت کی حدیث عقبہ خاص ہے لہٰذا یہ مخصص ہوگی کہ خصوصاً امام شافعیؒ کے اصول پر اور اگر ہم مان بھی لیں کہ تخصیص نہ سہی تو ہم کہتے ہیں کہ حضرت جبیر بن مطعم ﷺ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اوقات مکروہہ میں جواز نوافل کو بھی شامل ہے اور حدیث باب سے صراحۃ معلوم ہوتا ہے کہ ان اوقات میں نماز منع ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب مباح کرنے والی نص اور صراحت سے حرام ثابت کرنے والی نص جمع ہوں تو حرام کرنے والی نص کو ترجیح دی جاتی ہے لہٰذا باب کے تحت کی حدیث مقدم ہوگی۔ (فتح القدیر و بحر الرائق صفحہ مذکورہ)

اور حضرت عقبہ ﷺ کی حدیث باب سے نماز جنازہ کی ممانعت بھی ثابت ہوتی ہے چنانچہ اس حدیث میں آیا ہے کہ ''او نقبر فیھن موتانا'' جس سے ان اوقات مکروہہ میں نماز جنازہ کی ممانعت معلوم ہوتی ہے لیکن علماء کی ایک جماعت نے حدیث کو اس کے ظاہر پر محمول کیا ہے اور انہوں نے کہا کہ ان اوقات میں دفن کرنا مکروہ ہے اور یہی قول بیہقیؒ کا بھی ہے چنانچہ انہوں نے کہا کہ اس حدیث سے نماز جنازہ کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی دفن کرنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے اور ابوداؤدؒ نے بھی ایک باب قائم کیا ہے کہ طلوع وغروب کے وقت دفن کرنے میں جو حدیث آئی اس کا بیان پھر اس کے ماتحت حضرت عقبہ ﷺ کی یہی حدیث بیان کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے یہاں بھی ''ان نقبر فیھن موتانا'' سے دفن کی ممانعت مراد ہے لیکن اکثر علماء نے کہا کہ ان اوقات میں نماز جنازہ بھی مکروہ ہے اور یہی قول ابن عمر ﷺ سے مروی ہے اور یہی قول عطاء وثوری ونخعی وامام ابوحنیفہ اور احمد اور اسحٰق رحمھم اللہ کا ہے اور ترمذیؒ نے اسی پر حدیث کو محمول کر کے باب باندھا ہے کہ جو آفتاب طلوع اور غروب کے وقت نماز جنازہ کی کراہت میں مروی ہے اور علامہ طیبیؒ نے ابن مبارک سے نقل کیا ہے کہ ''ان نقبر فیھن موتانا'' سے مراد نماز جنازہ ہے اور اسی طرح ابن ملکؒ نے بھی فرمایا ہے کیونکہ ان اوقات میں دفن مکروہ نہیں ہے اب رہا یہ سوال کہ کس دلیل سے تم نے نماز جنازہ پر محمول کیا ہے تو جواب یہ ہے کہ امام ابوحفص عمر بن شاہینؒ نے کتاب الجنائز میں بواسطہ موسیٰ بن علی عن ابیہ حدیث عقبہ بن عامر ﷺ روایت کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ہم کو منع فرمایا کہ ہم اپنے مردوں پر نماز پڑھیں تین اوقات میں سورج طلوع ہونے کے وقت الی آخر الحدیث، اور بیہقیؒ نے کتاب المعرفۃ میں فرمایا کہ اس حدیث کو روح بن قاسم نے بھی موسیٰ بن علی

عن ابیہ کے طریق سے روایت کیا ہے مگر اس میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے علی نے ان سے پوچھا کہ اگر رات میں دفن کیا جائے تو کیا حکم ہے تو حضرت عقبہ نے جواب دیا کہ ہاں جائز ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رات ہی میں دفن ہوئے تو اس حدیث کی بناء پر "او نقبر فیھن موتانا " سے نماز جنازہ مراد ہونیکو ترجیح دی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (حاشیہ شرح النقایہ : ۱/ ۵۶)

النھی عن الصلٰوۃ بعد الصبح

صبح کے بعد نماز سے منع کرنے کا بیان

اخبرنا قتیبة عن مالک عن محمد بن یحییٰ بن حبان عن الا عرج عن ابی ھریرة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن الصلوة بعد العصر حتی تغرب الشمس و عن الصلوة بعد الصبح حتی تطلع الشمس.

اعرج حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد نماز سے منع فرمایا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوجائے اور فجر کے بعد بھی نماز سے منع فرمایا یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہوجائے۔

اخبرنا احمد بن منیع قال حد ثنا ھیشم قال انبانا منصور عن قتادة قال حدثنا ابو العالیة عن ابن عباس قال سمعت غیر واحد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم منھم عُمر و کان من احبھم الی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن الصلوة بعد الفجر حتی تطلع الشمس وعن الصلوة بعد العصر حتی تغرب الشمس.

ابوالعالیہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے اصحاب سے جن میں سے عمر رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور وہ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تھے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے بعد نماز سے منع فرمایا یہاں تک کہ سورج طلوع ہوجاوے اور عصر کے بعد بھی نماز سے منع فرمایا یہاں تک کہ سورج غروب ہوجاوے۔

تشریح: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ان اوقات مکروہہ مذکورہ کے علاوہ اور دو وقتوں میں بھی یعنی طلوع فجر اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے حالانکہ اس عنوان کے تحت کی حدیث کے برعکس ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ فجر کے بعد نماز درست ہے چنانچہ قیس بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور نماز کی تکبیر کہی گئی اور میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی پھر جب آپ واپس تشریف لے جانے لگے تو مجھے نماز پڑھتے دیکھا آپ نے فرمایا بھلا اے قیس کیا دو نمازیں ساتھ ہی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے فجر کی دو رکعتیں نہیں پڑھی تھیں ان کو ادا کررہا ہوں آپ نے فرمایا کہ اب نہیں ابوداؤد کی روایت میں ہے "فسکت رسول صلی اللہ علیہ وسلم "اور ترمذی کی روایت میں ہے "فلا

اذن ''ارشادفرمایا، اب اس کی مراد میں حنفیہ اور شافعیہ کے درمیان اختلاف ہوا حضرات شوافع اس کے معنی یہ بتاتے ہیں ''فلا بأس اذن ''یعنی جبکہ یہ بات ہے جوتم نے بتائی تو اب کوئی حرج نہیں ہے جس سے معلوم ہوا کہ اگر فجر کی دو رکعت سنت نہ پڑھی ہو تو فرض کے بعد پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے یہ امام شافعیؒ کا قول جدید ہے انہوں نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے ان کا قول قدیم حنفیہ کے موافق ہے حنفیہ اور جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ سنت فجر کو فرض کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے پڑھنا درست نہیں ہے، جمہور علماء کی دلیل اس عنوان کے تحت کی حدیث ہے جو حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے یہ حدیث متواتر ہے اس کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت نے جن کی تعداد اکتیس (۳۱) تک پہنچ جاتی ہے روایت کیا ہے اور علامہ عینیؒ نے ابن بطالؒ سے اس کے تواتر کو نقل کیا ہے اسی طرح امام طحاویؒ نے بھی اس کو متواتر قرار دیا ہے اس سے واضح طور پر فرض کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے سنت فجر کی ممانعت ثابت ہوتی ہے نیز مسلک جمہور کی تائید اس حدیث قولی سے بھی ہوتی ہے، جس کو امام ترمذیؒ نے ''**باب ماجاء فی اعادتهما بعد طلوع شمس** ''کے تحت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں ''**قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من لم يصل ركعتى الفجر فليصلهمابعد ماتطلع الشمس** ''نیز مسلک جمہور کی تائید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے بھی ہوتی ہے، جس کو امام ابوداوٗدؒ نے ''**باب المسح على الخفين** ''کے تحت حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک سے واپسی کے وقت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی یعنی دوسری رکعت میں ان کی اقتدا کی جب انہوں نے سلام پھیرا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور جو رکعت رہ گئی تھی صرف وہ ادا فرمائی جس سے معلوم ہوا کہ اس موقع پر اس رکعت کی تکمیل کے بعد سنت فجر نہیں پڑھی، یہ دلیل علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے نقل کرنے کے بعد مصنف معارف السننؒ نے ۴/ ۹۷ میں لکھا ہے کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہمارے شیخ کا یہ استدلال مضبوط استدلال ہے ان کے علاوہ کسی اور شارح کی توجہ اس استدلال کی طرف نہیں گئی۔

اب رہا یہ سوال کہ حضرت قیس بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب کیا ہوگا تو جمہور علماء اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں کیونکہ اس حدیث کا لفظ ''**فلا اذن** ''سے صراحتہ مدعا ثابت نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کے جو معنی امام شافعیؒ نے اپنے قول کے ثبوت میں بیان کئے ہیں اس کے علاوہ اس کے اندر ایک اور احتمال یہ بھی ہے کہ اس سے انکار بھی مراد ہوسکتا ہے جس کا مطلب یہ ہوا ''**لا صلوة اذن یا لا تصل اذن** ''کہ ان دونوں رکعتوں کو اس وقت مت پڑھا کرو، اور اس کی نظیر موجود ہے کہ حدیث میں '' **فلااذن** '' کا لفظ انکار کے لئے آیا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم ۲/ ۳۷ ''**باب كراهة تفضيل بعض الا و لاد فى الهبة** ''کے تحت حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس واقعہ کا ذکر آیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میرے والد نے عرض کیا کہ میں نے اپنے بیٹے نعمان کو ایک غلام بخش دیا حضور نے فرمایا کیا تم نے اسی طرح اپنے سب بیٹوں کو دیدیا میرے والد نے جواب دیا نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو

کہ تمہارے سب بیٹے تم سے برابر سلوک کریں اور تمہاری اطاعت کریں میرے والد نے کہا جی ہاں اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "فلا اذن" یعنی اگر تم یہ چاہتے ہو تو اکیلے اس بیٹے کو غلام نہ دو سب بیٹوں کو برابر دو، اس سے معلوم ہوا کہ یہاں "فلا اذن" اقرار کیلئے نہیں بلکہ انکار کیلئے ہے اسی طرح حدیث قیس بن عمرو رضی اللہ عنہ میں بھی "فلا اذن" سے انکار مراد ہو سکتا ہے اور جب حضرت قیس بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث میں "فلا اذن" کا لفظ صریح طور پر اقرار اور اجازت پر دلالت نہیں کرتا بلکہ وہ دو معنوں کا احتمال رکھتا ہے تو اس حالت میں اس سے استدلال کیسے صحیح ہو گا "اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال" شوافع کی طرف سے اگر کوئی یہ کہے کہ مدار استدلال "فسکت رسول الله ﷺ" کے الفاظ ہیں یہی الفاظ ابوداؤد کی روایت میں آئے ہیں حضور اکرم ﷺ کے سکوت سے معلوم ہوا کہ صبح کے فرض کے بعد سنت فجر کی قضاء جائز ہے اس لئے "فلا اذن" کا لفظ اقرار واجازت کے لئے ہے نہ کہ انکار کے لئے اس کے جواب میں حنفیہ کہتے ہیں کہ اس میں شبہ نہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے قیس بن عمرو رضی اللہ عنہ کے اس قصہ میں صرف "فلا اذن" کا لفظ فرمایا تھا اس کو روایت کرنے والے نے مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے تو ہو سکتا ہے کہ راویوں نے لفظ "فلا اذن" سے اقرار سمجھ لیا ہو اس لئے انہوں نے اپنی سمجھ کے مطابق روایت بالمعنی کے طور پر فسکت کا لفظ بیان کر دیا اس لئے ایسی روایت سے فریق مخالف کا فجر کے فرض کے بعد سنت فجر کے جواز پر استدلال صحیح نہیں ہے اس سے استدلال اس صورت میں صحیح ہوتا اگر وہ حضور اکرم ﷺ کا قول ہوتا جبکہ حضور کا فرمودہ قول صرف "فلا اذن" ہے سوائے اس کے باقی الفاظ راویوں کی تعبیرات ہیں انہوں نے جیسا سمجھا ویسا ہی بیان کر دیا اور پیچھے گذر چکا ہے کہ "فلا اذن" سے قطعی طور پر اقرار اور اجازت کا ثبوت نہیں ہوتا ہے بلکہ اس لفظ کے اندر اقرار وانکار دونوں کا احتمال موجود ہے اور حنفیہ نے "فلا اذن" کا جو مفہوم بیان کیا ہے وہ امام شافعیؒ کے بیان کردہ مفہوم سے کمزور نہیں ہے بلکہ قواعد عربیت کے لحاظ سے دونوں برابر ہیں اس لئے اس سے استدلال کیسے صحیح ہو گا اور اگر ہم مان بھی لیں کہ استدلال کا مدار حضور ﷺ کا سکوت ہے جس پر "فسکت" کا لفظ دلالت کر رہا ہے تب بھی اس سے عموم حکم پر استدلال نہیں ہو سکتا اس لئے کہ حضرت قیس بن عمرو رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی پھر جب فرض کے بعد سنت فجر جو ان سے چھوٹ گئی تھی پڑھی تو ان سے حضور ﷺ نے فرمایا "اصلاتان معًا" قیس کیا دو نمازیں ساتھ ہی اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ قیس بن عمرو رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر سکوت نہیں فرمایا بلکہ اس پر حضور نے پہلے انکار فرمایا پھر جب قیس بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنا عذر بیان کیا کہ میں فجر کی سنت پڑھ نہیں سکا اسے اب پڑھ لیا اور حضور نے سنت فجر کی محافظت پر ان کی رغبت اور حرص محسوس کی تو ان کے اپنے اجتہاد کے مطابق کئے ہوئے عمل پر ان کی حسن نیت اور شدت حرص کو محسوس کرتے ہوئے سکوت اختیار فرمایا، بہر حال حضرت قیس بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تعلق ایک جزئی فعل کی حکایت سے ہے جس میں عموم ہوتا نہیں بلکہ وہ فعل ان کے ساتھ مخصوص مانا جائے گا کسی اور کو درست نہیں جیسا کہ اس جیسے واقعات کے بارے میں یہی کہا جاتا ہے کہ "حکایة حال لاعموم لها" تو یہاں بھی اس واقعہ کا ایسا ہی حال ہے اس توجیہہ مذکور سے حضرت قیس بن عمرو کے واقعہ والی حدیث کا ممانعت والی حدیث سے تعارض ختم ہو جاتا ہے

اور دونوں قسم کی روایات میں تطبیق ہوجاتی ہے۔(واللہ اعلم بالصواب)

علاوہ اس کے حضرت قیس بن عمرو کی حدیث کا ایک اور جواب یہ ہے کہ اگر چہ اس حدیث کو ابن خزیمہؒ اور ابن حبانؒ وغیرہما نے بطریق موصول نقل کیا ہے لیکن اکثر محدثین نے اس کو بطور مرسل نقل کیا ہے اور امام ابوداؤدؒ نے مرسل ہونے کو ترجیح دی ہے اسی طرح امام ترمذیؒ نے بھی مرسل ہونے کو ترجیح دی ہے انہوں نے فرمایا کہ اس حدیث کی سند متصل نہیں ہے اس لئے کہ قیس بن عمرو سے نقل کرنے والے محمد بن ابراہیم نے ان سے نہیں سنا بہر حال اس حدیث کی اسناد بلحاظ ارسال واتصال مضطرب ہے اور اس کا لفظ بھی مضطرب ہے کسی روایت میں '' فلااذن '' اور کسی روایت میں ''فسکت رسول اللہ ﷺ '' کا لفظ آیا ہے اور اس کے معنی میں بھی اضطراب ہے، نیز حدیث قیس بن عمرو ؓ بخاریؒ ومسلمؒ کی صحیح اور اجماعی روایت کے بھی خلاف ہے، جس کو حضرت ابوسعید خدری ؓ کی وساطت سے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے'' **لاصلوۃ بعد الصبح حتی تطلع الشمس الخ** ''اسی طرح حضرت ابوہریرہ اور ابن عباس ؓ کی احادیث نہی کے بھی خلاف ہے جن کو امام نسائیؒ نے اس عنوان کے تحت بیان کیا ہے اور حدیث قیس بن عمروان قوی الاسناد قولی روایات کا مقابلہ نہیں کرسکتی اس لئے ان کو قیس بن عمرو کی حدیث پر ترجیح دی جائے گی جیسا کہ علماء حدیث کا یہی طریقہ ہے اور اگر ہم مان بھی لیں کہ اس جیسی حدیث مقابلہ کرسکتی ہے اس لئے حضرت قیس بن عمرو کی حدیث سے ممانعت کے حکم عام کو مخصوص کیا جائے گا تب بھی اس کو دلیل میں پیش کرنا صحیح نہیں اسلئے کہ ضابطہ یہ ہے کہ جب مبیح اور محرم میں تعارض ہوتو ترجیح محرم کو ہوتی ہے اس لئے زیر بحث مسئلہ میں ممانعت والی احادیث کو حضرت قیس بن عمرو کی حدیث پر ترجیح دی جائے گی۔(معارف السنن از: ۸۹/۴ تا ۹۸)

باب النھی عن الصلوۃ عند طلوع الشمس

سورج طلوع ہوتے وقت نماز کی ممانعت کا بیان

اخبرنا قتیبة بن سعید عن مالک عن نافع عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال لا یتحرا احد کم فیصلی عند طلوع الشمس و عند غروبھا.

حضرت ابن عمر ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس کا قصد نہ کرے کہ سورج نکلنے اور غروب کے وقت نماز پڑھے۔

اخبرنا اسمعیل بن مسعود انبانا خالد حدثنا عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نھی ان یصلی مع طلوع الشمس اوغروبھا.

حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورج طلوع ہونے اور غروب کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

تشریح: اس حدیث کی بنا پر امام شافعیؒ نے فرمایا کہ تحیۃ المسجد اور قضاء کر کے ان وقتوں میں پڑھنا درست نہیں اور اگر اتفاقاً پڑھ لے تو جائز ہے حنفی علماء کہتے ہیں کہ مقصود اس حدیث سے ان وقتوں میں نماز پڑھنے سے منع کرنا ہے اس لئے کوئی نماز خواہ فرض ہو یا نفل طلوع اور غروب آفتاب کے وقت جائز نہیں ہے مگر اسی دن کی عصر اگر کسی نے نہیں پڑھی حتی کہ غروب کا وقت ہو گیا تو وہ پڑھ لے۔ (مظاهر حق)

النهى عن الصلوٰة نصف النهار

ٹھیک دوپہر کے وقت نماز کی ممانعت کا بیان

اخبرنا حميد بن مسعدة قال حدثنا سفيان وهو ابن حبيب عن موسٰى بن علي عن ابيه قال سمعت عقبة بن عامر يقول ثلاث ساعات كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينهانا ان نصلي فيهن او نقبر فيهن موتانا حين تطلع الشمس بازغة حتى ترفع و حين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل وحين تضيف للغروب حتى تغرب.

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تین اوقات ایسے ہیں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھنے اور مردوں کو دفن کرنے سے منع فرماتے تھے جس وقت آفتاب طلوع ہو یہاں تک کہ بلند ہو جائے اور جس وقت آفتاب سر کی سیدھ پر آ جائے یہاں تک کہ ڈھل جائے اور جس وقت غروب کے لئے مائل ہو جائے یہاں تک کہ غروب ہو جائے۔

تشریح: اس حدیث کی تشریح پیچھے عنوان ''الساعات التی نهی عن الصلوٰة فيها'' کے تحت گزر چکی ہے یہاں صرف اتنی بات عرض کرنی ہے کہ شریعت نے نصف النہار یعنی دوپہر کو نماز پڑھنے سے اس لئے منع کیا ہے تا کہ خدا پرستاروں کی عبادت آفتاب پرستاروں کی عبادت سے مشابہ نہ ہو جائے امام شافعیؒ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن دوپہر کو نفل نماز پڑھنی درست ہے ان کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوپہر کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ''الا يوم الجمعة'' مگر جمعہ کے دن یعنی ممانعت سے استثنا بتا رہا ہے کہ جمعہ کے دن دوپہر کو نفل پڑھنا جائز ہے اس مسئلہ میں امام ابو یوسفؒ نے امام شافعیؒ کی موافقت کی ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک درست نہیں اس لئے کہ ممانعت کی حدیثیں عام اور مشہور ہیں اور یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جس سے امام شافعیؒ نے استدلال کیا ہے امام اعظم کے نزدیک ضعیف ہے بلکہ شوافع کے نزدیک بھی ضعیف ہے چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ اس حدیث کو امام شافعیؒ وغیرہ نے روایت کیا ہے اس کی سند میں کلام ہے اس لئے یہ حدیث ان احادیث مشہورہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی جن سے ممانعت ثابت ہوتی ہے اور اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ حدیث ثابت ہے پھر بھی اس سے استدلال اس لئے صحیح نہیں کہ جب حدیث مبیح اور محرم میں تعارض ہو تو مبیح پر محرم کو ترجیح ہوتی ہے اس ضابطہ کے مطابق یہاں زیر بحث مسئلہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ممانعت والی حدیثوں کو

ترجیح دی جائی گی۔(مرقاة:۴۸/۳)

النهی عن الصلوٰة بعد العصر

عصر کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت کا بیان

اخبرنا مجاهد بن موسی قال حدثنا ابن عيينة عن ضمرة ابن سعيد سمع ابا سعيد الخدری يقول نهی رسول اللهﷺ صلی الله عليه وسلم عن الصلوة بعد الصبح حتی الطلوع و عن صلوة بعد العصر حتی الغروب.

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کے بعد آفتاب طلوع ہونے تک نماز پڑھنے سے اور عصر کے بعد غروب آفتاب تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

حدثنا عبد الحميد بن محمد قال حدثنا مخلد بن يزيد عن ابن جريج عن ابن شهاب عن عطاء بن يزيد انه سمع ابا سعيد الخدری يقول سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول لا صلوة بعد الفجر حتی تبزغ الشمس ولا صلوة بعد العصر حتی تغرب الشمس.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ فجر کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ آفتاب نکلے اور عصر کے بعد کوئی نماز درست نہیں یہاں تک آفتاب غروب ہو۔

اخبرنی محمود بن غيلان حدثنا الوليد قال اخبرنی عبد الرحمٰن بن نمر عن ابن شهاب عن عطا بن يزيد عن ابی سعيد الخدری عن رسول الله صلی الله عليه وسلم بنحوه.

عطاء بن یزیدؒ نے بھی مثل حدیث سابق کے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے۔

اخبرنا احمد بن حرب قال حدثنا سفيان عن هشام بن حجير عن طاؤس عن ابن عباس ان النبی صلی الله عليه وسلم نهی عن الصلوة بعد العصر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

اخبرنا محمد بن عبد الله بن المبارک المخزومی قال حدثنا الفضل بن عنبسة قال حدثنا وهيب عن ابن طاؤس عن ابيه قال قالت عائشة رضی الله عنها اوهم عمر رضی الله عنه انما نهی رسول الله صلی الله عليه وسلم قال لا تتحروا بصلاتكم طلوع الشمس ولا غروبها فانها تطلع بين قرنی شيطان.

ابن طاؤس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا (کہ عصر اور فجر کے بعد

نماز کی ممانعت کے بارے میں جو حدیث وارد ہوئی ہے) اس کا مفہوم سمجھنے میں عمر بن خطاب ﷺ سے غلطی ہوگئی سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم طلوع آفتاب اور غروب کے وقت نماز کا قصد نہ کرو کیونکہ آفتاب شیطان کے سر کے دونوں جانبوں کے درمیان نکلتا ہے۔

اخبرنا عمرو بن علي قال حدثنا يحيٰى ابن سعيد قال حدثنا هشام بن عروة قال اخبرني ابى قال اخبرني ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا طلع حاجب الشمس فاخرو ا الصلوة حتى تشرق و ا ذا غاب حاجب الشمس فاخرو االصلوة حتى تغرب.

عروة کہتے ہیں مجھ سے ابن عمر ﷺ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب سورج کا کنارہ نکلے تو نماز کو مؤخر کردو یہاں تک کہ طلوع ہو جائے اور جب سورج کا کنارہ غائب ہو تو نماز کو مؤخر کردو یہاں تک کہ غروب ہو جاوے۔

اخبرنا عمرو بن منصور قال انبانا آدم ابن ابى اياس قال حدثنا الليث بن سعد قال حدثنا معاية بن صالح قال اخبرني ابو يحيى سليم بن عامر و ضمرة بن حبيب و ابو طلحة نعيم بن زيادقالو اسمعنا ابا امامة الباهلى يقول سمعت عمرو بن عبسة يقول قلت يا رسول الله هل من ساعة اقرب من الاخرى اوهل من ساعة يبتغى ذكرها قال نعم ان اقرب مايكون الرب عزوجل من العبد جوف الليل الآخر فان استطعت ان تكون ممن يذكروا الله عزوجل فى تلك الساعة فكن فان الصلوٰة محضورة مشهودة الى طلوع الشمس فانها تطلع بين قرني الشيطان وهى ساعة صلوة الكفار فدع الصلوة حتى تر تفع قيد رمح و يذهب شعاعها ثم الصلوة محضورة مشهودة حتى تعدل الشمس اعتدال الرمح بنصف النهار فانها ساعة تفتح فيها ابواب جهنم و تسجر فدع الصلاة حتى يفئى الفئى ثم صلوة محضورة مشهودة حتى تغيب الشمس فانها تغيب بين قرني شيطان وهى صلوة الكفار.

حضرت عمرو بن عبسہ ﷺ کہتے ہیں میں نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ کیا کوئی ایسا وقت ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندہ سے بہت قریب ہوتا ہے یا کوئی ایسا وقت ہے جس میں ذکر الٰہی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی طلب کی جائے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جی ہاں بے شک بزرگ و برتر پرودگار اپنے بندے سے پچھلی رات کے حصے میں بہت قریب ہوتا ہے اگر تجھ سے ہو سکے کہ تو ان لوگوں میں سے ہو جو اس وقت میں اللہ عزوجل کو یاد کرتے ہیں تو ان میں سے ہونیکی کوشش کر اس لئے کہ اس وقت کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور نمازی کے لئے گواہی دیتے ہیں سورج نکلنے تک کیونکہ سورج شیطان کے سر کے دونوں جانبوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے اور طلوع آفتاب کا وقت کافروں کی عبادت کا وقت ہے اس لئے آفتاب بقدر فاصلہ نیزہ کے بلند ہونے تک نماز چھوڑ دے پھر نماز پڑھ یعنی اشراق کی اس وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور نمازی کے لئے گواہی دیتے ہیں یہاں تک کہ آفتاب سیدھا ہو جائے مثل سیدھا ہونے نیزے کے یعنی ٹھیک دوپہر ہو جاوے اس

لئے کہ اس وقت میں جہنم کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور دوزخ گرم کی جاتی ہے اس وقت نماز چھوڑ دے یہاں تک کہ سایہ ایک طرف مائل ہو جائے پھر نماز پڑھ یعنی ظہر کی اسلئے فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور گواہی دیتے ہیں یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو جائے اس لئے کہ وہ شیطان کے سر کے دونوں جانبوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور یہ وقت کافروں کی عبادت کا ہے۔

تشریح: ان حدیثوں سے عصر اور فجر کے بعد بغیر استثناء کے نماز سے ممانعت ثابت ہوتی ہے کون سی نماز سے ممانعت فرمائی گئی ہے حدیث میں اس کی کوئی تفصیل نہیں بظاہر اس کے عموم سے کوئی بھی نماز ہو صبح اور عصر کے بعد پڑھنے سے ممانعت معلوم ہوتی ہے لیکن فقہانے تفصیل کی ہے کہ فرائض کی قضاء عصر اور فجر کی نماز کے بعد جائز ہے اس بارے میں چاروں اماموں کا اتفاق ہے اور نوافل جائز ہیں یا نہیں اس میں امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کا مسلک یہ ہے کہ عصر اور فجر کی نماز کے بعد نماز نفل پڑھنا جائز نہیں اس کی وجہ مصنف ہدایہؒ نے یہ بیان کی ہے کہ فجر اور عصر کے بعد نوافل کی ممانعت اس وجہ سے نہیں کہ ان دونوں وقتوں کے اندر کوئی کراہت ہے بلکہ اس وجہ سے کہ عصر اور فجر کے بعد کا تمام وقت گویا اپنے فرض وقتی میں مشغول ہو جاوے اس لئے اس کے ساتھ کوئی اور نماز ملانا مکروہ ہے لیکن یہ ممانعت اس معنی کے لحاظ سے نوافل کے حق میں ظاہر ہوگی اور ایسی نمازوں کو شامل نہ ہوگی جو فرائض ہیں اگر چہ قضاء ہیں یا واجب ذاتی ہیں واجب ذاتی سے مراد ہر وہ عمل ہے جو ابتداء میں واجب ہی مشروع ہوا نہ کہ وہ اصل میں نفل مشروع ہوئی تھی پھر کسی عارض کی وجہ سے واجب ہو گئی جیسے نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت تو فقہاء کے نزدیک عصر اور فجر کی نماز کے بعد سجدہ تلاوت اور نماز جنازہ اور فرائض کی قضا میں کوئی حرج نہیں ہے ہاں نوافل سے روکتے ہیں حتیٰ کہ احناف کے نزدیک طواف کے بعد کی دونوں رکعتوں کو بھی عصر اور فجر کے بعد ادا کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ ان کا واجب ہونا واجب ذاتی کی وجہ سے نہیں بلکہ ختم طواف کی وجہ سے ہوا جو طواف کرنے والے کا فعل ہے، لہٰذا سجدہ تلاوت اور طواف کی دونوں رکعتوں کے درمیان واضح فرق معلوم ہو گیا کہ سجدہ تلاوت اور نماز جنازہ واجب لعینہ کی قسم سے ہے اور طواف کی دونوں رکعتوں کا واجب ہونا غیر کی جہت سے ہے اور وہ ختم طواف ہے جو طواف کرنے والے کا فعل ہے اور اس قول مذکور میں امام ابوحنیفہؒ منفرد نہیں بلکہ مجاہد وسعید بن جبیر وحسن بصری وسفیان ثوری وابویوسف ومحمد اور امام مالک رحمہم اللہ کا یہی قول ہے کہ عصر اور فجر کے بعد طواف کی دونوں رکعتیں مکروہ ہیں۔ (معارف السنن: ۲ /۱۲۵ بحوالۃ عمدۃ القاری)

امام ابوحنیفہ امام مالک وغیرہم کے اس قول کی دلیل آثار صحابہ ہیں صحابہ کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ فجر اور عصر کے بعد طواف کی رکعتیں ممنوع ہیں چنانچہ منقول ہے کہ حضرت عمرؓ نے فجر کی نماز کے بعد طواف کیا مگر نماز نہیں پڑھی حتی کہ ذی طوی کے پاس پہنچے ذی طوی باب مکہ کے پاس ایک جگہ کا نام ہے پھر سورج بلند ہونے کے بعد طواف کی دو رکعتیں پڑھیں، شرح النقایۃ ۵۷۔ اور امام بخاریؒ نے بھی اس کو "باب الطواف بعد الصبح والعصر" کے تحت بطور تعلیق روایت کیا ہے۔ (بخاری: ۱ /۲۲۰)

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اثر سے بھی مسلک حنفیہ کی تائید ہوتی ہے اس اثر کو ابن ابی شیبہ نے محمد بن فضیل سے وہ

عبدالملک سے وہ عطاء سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب تم فجر اور عصر کی نماز کے بعد طواف کا ارادہ کرو تو طواف کر سکتے ہو مگر طواف کی دو رکعتیں مؤخر کردو اور غروب آفتاب یا طلوع کے بعد پڑھ لیا کرو۔(فتح الباری : ۳/۳۹۲)

حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا اس کی اسناد حسن ہے بہر حال ان آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد طواف کی دونوں رکعتیں ممنوع ہیں کیونکہ اگر نماز فجر کے بعد ان کا پڑھنا جائز ہوتا تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طلوع آفتاب تک کیوں تاخیر فرمائی نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عصر اور فجر کے بعد طواف کرنے والے کو طواف کی دو رکعتیں غروب آفتاب اور طلوع کے بعد پڑھنے کا کیوں حکم دیا ظاہر بات ہے کہ تاخیر نماز کی وجہ عصر اور فجر کی نماز کے بعد ممانعت عن الصلوۃ کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے اب رہا فرائض کی قضاء کا جواز جس پر سب متفق ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس پر پوری امت کا اجماع ہے اس سے انکار نہیں ہوسکتا اس لئے عصر اور فجر کی نماز کے بعد فرائض کی قضاء جائز ہے۔(واللہ تعالیٰ اعلم)

ترجمہ کے تحت پانچویں حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ''اوھم عمر رضی اللہ عنہ الخ''نقل کیا ہے اس کلام سے ان کی غرض کیا تھی اس کی وضاحت علامہ سندھیؒ نے حاشیہ میں کی ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عصر اور فجر کے بعد مطلقاً نماز سے منع کرتے تھے اور جو شخص عصر کے بعد نماز پڑھتا اس کو مارتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات سے کہ وہ عصر کے بعد نماز پڑھنے کو ناجائز سمجھتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا متفق نہ تھیں اس لئے انہوں نے اپنے اس کلام سے بتلادیا کہ عصر اور فجر کے بعد نماز کی ممانعت کے بارے میں جو روایت آئی ہے اس کی مراد سمجھنے میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے غلطی ہوگئی ہے اس کی وہ مراد نہیں ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمجھ بیٹھے ہیں اس روایت کی صحیح مراد یہ ہے کہ تحری بالصلاۃ سے منع کیا گیا ہے اور تحری کا معنی ہے قصد کرنا اور زیادہ بہتر چیز کی طلب میں کوشش کرنا اور قول یا فعل سے تخصیص شی کا عزم کرنا تو درحقیقت اس ممانعت والی روایت میں عصر اور فجر کے بعد دونوں وقتوں کی تعظیم و تخصیص اور ان دونوں وقتوں کو عبادت کے لئے زیادہ بہتر اور مناسب اعتقاد کرکے مخصوص کر لینے سے منع کیا گیا۔یا ہوسکتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد یہی ہو کہ عصر اور فجر کے بعد نماز سے مطلقاً منع نہیں کیا گیا البتہ ایک خاص وقت یعنی طلوع اور غروب آفتاب کے وقت نماز سے منع کیا گیا ہے بہر حال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو فرمایا وہ اپنے علم اور فہم کے مطابق فرمایا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارکہ سے ایسا سمجھا ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کے اطلاق پر دوسرے صحابہ نے ان کی موافقت کی ہے اس بنا پر ان کی روایت صحیح ہے کہ عصر اور فجر کے بعد نماز سے ممانعت والی روایت میں اطلاق مراد ہے کہ تحری یعنی قصد عمدی ہو یا نہ ہو بہر صورت نماز کی ممانعت ہے اور بعض روایت میں جس قید تحری کا ذکر آیا ہے وہ نفی اطلاق پر دلالت نہیں کرتی ہے بلکہ شاید اس قید تحری کا ذکر ممانعت میں تاکید و تشدید کے پیش نظر کیا ہو۔

(حاشیہ النسائی: ۲۷۸)

امام بیہقیؒ نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا قول مذکور ''واللہ اعلم''اس بناء پر فرمایا تھا کہ انہوں نے رسول

اللہ ﷺ کوظہر کی دو رکعتیں پڑھتے دیکھا تھا اورعصر کے بعد ان دونوں رکعتوں کوبطور قضاء پڑھنا حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ثابت ہے اور حضور ﷺ کی شان یہ تھی کہ جب کوئی عمل کرتے تو اس پر مداومت فرماتے تھے اب رہا حکم ممانعت کا بعد العصر تو وہ حضور اکرم ﷺ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کی روایات سے ثابت ہے اس جواب کو امانی الاحبار میں نقل کیا ہے۔

ترجمہ کے ماتحت کی آخری حدیث جو حضرت عمرو بن عبسة سلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس سے مسلک حنفیہ کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس حدیث میں تین اوقات یعنی طلوع آفتاب کے وقت اور غروب آفتاب کے وقت اور دوپہر کے وقت بغیر استثناء کے نماز سے ممانعت مذکور ہے فرائض ہوں یا نوافل کوئی بھی نماز ان اوقات میں جائز نہیں ہے اور ہر جگہ ممانعت ہے خواہ مکہ میں ہو یا کہیں اور جگہ ہو یہی حنفیہ کا مسلک ہے تو اس حدیث سے ان کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔

الرخصة فی الصلٰوة بعد العصر

عصر کے بعد نماز کی اجازت ہے

اخبرنا اسحٰق بن ابراهیم قال حدثنا جریر عن منصور عن هلال بن یساف عن وهب ابن الاجدع عن علی قال نهی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عن الصلوة بعد العصر الا ان تکون الشمس بیضاءِ نقیة مرتفعة.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کے بعد نماز سے منع فرمایا مگر یہ کہ آفتاب سفید اور بلندی پر

اخبرنا عبیداللہ بن سعید قال حدثنا یحیٰی عن هشام قال اخبرنی ابی قال قالت عائشة ماترک رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم السجدتین بعد العصر عندی قط.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعتوں کو میرے پاس کبھی نہیں چھوڑا۔

اخبرنی محمد بن قدامة قال حدثنا جریر عن مغیرة عن ابراهیم عن الاسود قال قالت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها مادخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بعد العصر الا صلاهما.

اسود سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ عصر کے بعد میرے پاس تشریف نہیں لاتے مگر دو رکعتیں پڑھتے۔

اخبرنا اسمٰعیل بن مسعود عن خالد بن الحارث عن شعبة عن ابی اسحٰق قال سمعت مسروقا

والاسود قالا نشهد علی عائشة انها قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان عندی بعد العصر صلاهما.

ابی اسحاق سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے مسروق اور اسود سے سنا کہ ان دونوں نے کہا کہ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس بات پر گواہی دیتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ عصر کے بعد میرے پاس ہوتے تو ان دونوں رکعتوں کو پڑھتے۔

اخبرنا علی بن حجر قال انبانا علی بن مسهر عن ابی اسحق عن عبد الرحمٰن بن الاسود عن ابیه عن عائشة قالت صلاتان ماترکهما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتی سراً ولا علانیة رکعتان قبل الفجر ورکعتان بعد العصر.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ دو نمازیں ہیں کہ رسول اکرم ﷺ ان کو میرے گھر میں نہ پوشیدہ طور پر چھوڑتے اور نہ علانیہ طور پر دو رکعتیں فجر کی نماز سے پہلے اور دو رکعتیں عصر کے بعد۔

اخبرنا علی بن حجر قال حدثنا اسماعیل قال حدثنا محمد بن ابی حرملة عن ابی سلمة انه سال عائشة عن السجدتین اللتین کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلیهما بعد العصر فقالت انه کان یصلیهما قبل العصر ثم انه' شغل عنهما او نسیهما فصلاهما بعد العصر و کان اذا صلی صلاة اثبتها.

ابی سلمہ سے روایت ہے اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان دونوں رکعتوں کے متعلق پوچھا جن کو رسول اللہ ﷺ عصر کے بعد پڑھا کرتے تھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ ان کو عصر سے پہلے پڑھتے تھے پھر ایک مرتبہ آپ مشغول کر لئے گئے یا آپ بھول گئے (جس کی وجہ سے یہ دو رکعتیں فوت ہو گئیں) پھر انکو عصر کے بعد پڑھا اور آپ کی شان یہ تھی کہ جب کوئی نماز شروع کرتے تو اس پر مداومت فرماتے تھے۔

اخبرنی محمد بن عبد الاعلی قال حدثنا المعتمر قال سمعت معمرا عن یحیی بن ابی کثیر عن ابی سلمة بن عبد الرحمن عن ام سلمة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی فی بیتها بعد العصر رکعتین مرة واحدة وانها ذکرت ذلک له فقال هما رکعتان کنت اصلیهما بعد الظهر فشغلت عنهما حتی صلیت العصر.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ عصر کے بعد میرے گھر میں دو رکعتیں پڑھیں تو میں نے آپ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ وہی دونوں رکعتیں ہیں جن کو میں ظہر کے بعد پڑھتا تھا پس میں وہ دو رکعتیں کام میں لگے رہنے کی وجہ سے نہ پڑھ سکا یہاں تک کہ میں نے عصر کی نماز پڑھ لی۔

اخبرنا اسحق بن ابراهیم قال انبأنا وکیع قال حدثنا طلحة بن یحیی عن عبید اللہ بن عبد اللہ عن

عتبة عن ام سلمة قالت شغل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الرکعتین قبل العصر فصلا هما بعد العصر.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ مشغول کر لئے گئے عصر سے پہلے کی دو رکعت سے پھر ان کو عصر کے بعد پڑھا۔

تشریح: عصر کے بعد نوافل اور طواف کی دو رکعتوں کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں اس بارے میں پچھلے عنوان کے تحت امام ابو حنیفہؒ وامام مالک اور اکثر علماء کا قول پوری تفصیل سے گزر چکا ہے، اب رہا امام شافعیؒ کا مسلک تو اس سلسلہ میں ان کا مسلک یہ ہے کہ ایسے سنن اور نوافل جو ذوات الاسباب ہوں انہیں عصر اور فجر کے بعد پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ذات السبب سے مراد وہ نماز ہے جس کا سبب مقدم ہو مثال کے طور پر نذر کی نماز اور فوت شدہ نماز کی قضاء اگر چہ وہ نفل ہو اور تحیۃ الوضوء اور طواف کی دو رکعتیں وغیرھا اور نوافل مطلقہ جن کا کوئی سبب نہ ہو مکروہ ہیں مگر مکہ میں وہ بھی جائز ہیں تو ذات السبب اور غیر ذات السبب کی یہ تفصیل امام شافعیؒ کے یہاں ہے، ان کے اس مسلک کی بنیاد حضرت کریب کی حدیث ہے جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے یہ حدیث صحیح مسلم اور بخاری میں ہے اسی سے امام شافعی نے اپنے مسلک پر استدلال کیا ہے اس حدیث میں پورا واقعہ بیان کیا گیا ہے اس میں ہے کہ کریب کہتے ہیں کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پہلے سنا کہ آپ نے بعد عصر کے نماز سے ممانعت فرمائی پھر میں نے دیکھا کہ آپ نے دو رکعتیں پڑھیں تو میں نے آپ سے اس کے متعلق دریافت کیا آپ نے جواب دیا میرے پاس عبد القیس کا وفد احکام دین سیکھنے کے لئے آیا تھا تو ظہر کے بعد کی دو رکعتوں کے پڑھنے سے مجھے مشغول کر لیا تو یہ وہی دونوں ہیں بعض روایات میں آیا ہے کہ صدقہ کا مال آیا تھا اس کو تقسیم کرنے میں ظہر کی رکعتیں قضا ہو گئیں تھیں ان کو ادا کیا ہے اس میں کوئی اشکال کی بات نہیں کیونکہ عبد القیس کے لوگ جب حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے تھے اہل بحرین کی طرف سے مال مصالحت بھی اپنے ساتھ لائے تھے بہر حال یہ نماز امام شافعیؒ کے قول کے مطابق ذوات الاسباب میں سے تھی اس لئے عصر کے بعد ذات السبب والی نماز کا جواز اس حدیث سے ثابت ہوا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح فرائض کی قضاء کی جاتی ہے اسی طرح سنت کی قضاء بھی سنت ہے یہی قول امام شافعیؒ کا ہے جیسا کہ ابن الملک نے اس کا ذکر کیا ہے۔ احناف نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ دراصل یہ دو رکعتیں نبی کریم ﷺ ظہر کے بعد پڑھتے تھے ایک روز بحرین کے مال کے تقسیم کرنے میں ظہر کی یہ دو رکعتیں قضاء ہو گئی تھیں آپ نے ان کو بطور تدارک عصر کے بعد پڑھا تو اس حدیث سے اتنا ہی ثابت ہے کہ آپ نے پڑھیں یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ ہمیشہ پڑھتے تھے بلکہ نسائی وغیرہ میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے الفاظ ''مرۃ واحدۃ'' اور دوسری روایت کے الفاظ ''فلم اره یصلیهما قبل ولا بعد'' سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے یہ دو رکعتیں عصر کے بعد ایک مرتبہ پڑھی تھیں ہمیشہ نہیں پڑھتے تھے البتہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ان دونوں رکعتوں پر مداومت فرماتے تھے لیکن ان سے کئی طرح

کی روایات آئی ہیں وہ اپنی بلا واسطہ روایت میں مداومت ثابت کررہی ہیں لیکن ان کی روایات میں اضطراب معلوم ہوتا ہے چنانچہ حدیث کریب میں آیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابن عباس ومسور بن مخرمہ اور عبدالرحمن ازہر رضی اللہ عنہم نے مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان دورکعتیں کی تحقیق کے لئے بھیجا جو رسول اکرم ﷺ عصر کے بعد پڑھتے تھے اور میں نے اس سلسلے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کرو کیونکہ صاحب واقعہ وہی ہیں ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''لیس عندی صلاھما ولکن حدثتنی ام سلمة الخ ''ایک اور روایت میں آیا ہے'' لا ادری سلوا ام سلمة '' مجھے اس واقعہ کا علم نہیں ہے کہ رسول اکرم ﷺ عصر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے یا نہیں اس کے متعلق ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کرو تو ان روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان دورکعتوں کا علم نہ تھا پھر اس کے برخلاف خود ہی فرماتی ہیں کہ حضور نے ان دورکعتوں پر مداومت فرمائی ہے چنانچہ وہ فرماتی ہیں کہ دو رکعتیں ہیں ان کو رسول اکرم ﷺ نہ پوشیدہ اور نہ علانیہ کسی حالت میں نہیں چھوڑتے دو رکعتیں نماز صبح سے پہلے اور دو رکعتیں بعد عصر کے (رواہ البخاری و مسلم) یعنی ان دورکعتوں پر مواظبت فرماتے تھے اور ان سے مواظبت نہ کرنیکی حدیث بھی مروی ہے چنانچہ وہ فرماتی ہین کہ رسول اکرم ﷺ سے دو رکعتیں قبل عصر کے فوت ہوگئیں، پھر جب واپس گھر تشریف لائے تو ان دورکعتوں کو ادا کیا پھر اس کے بعد نہیں پڑھا۔(رواہ الطبرانی فی الاوسط)

اور تمام روایات میں صحیح روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ عصر کے بعد ان کے گھر میں دو رکعت پڑھتے تھے اور ان دونوں رکعتوں پر مواظبت فرماتے تھے۔ اور مواظبت کا مطلب یہ ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف لے جاتے تو ان دورکعتوں کو پڑھتے اور اگر کسی دوسری بیوی کے یہاں تشریف لے جاتے یا سفر میں ہوتے تو ان کو نہیں پڑھتے اب یہ بات سمجھ سے باہر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک عمل شروع فرمایا پھر اس کو برقرار رکھنے کی غرض سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف رکھنے کی حالت میں اس پر مداومت فرماتے نہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں اس عمل کو ہمیشہ کرتے اور نہ ان کے علاوہ کسی اور بیوی کے گھر میں حالانکہ اوپر کی روایات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان دونوں رکعتوں کے متعلق علم نہ ہونے کی یا اپنے گھر میں مداومت نہ کرنے کی خبر دی ہے تو اس تفصیل مذکور سے ثابت ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات مضطرب ہیں یعنی قابل وثوق نہیں اسی لئے امام ترمذیؒ نے ''باب ماجاء فی الصلوة بعد العصر '' کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پر ترجیح دی ہے اور فرمایا'' وقدروی غیر واحد عن النبی ﷺ انہ صلی بعد العصر رکعتین و حدیث ابن عباس اصح ''اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ''ثم لم یعد ھما '' کی زیادتی ہے جس سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ان دو رکعتوں پر مداومت نہیں فرمائی صرف ایک مرتبہ عصر کے بعد پڑھی تھی بلکہ اس سے بھی واضح الفاظ ''مرة واحدة ''حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ ظہر کی دو رکعت سنت جو رہ گئی تھی اسے نبی کریم ﷺ نے عصر کے بعد صرف ایک مرتبہ پڑھا بہرحال حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث الفاظ اور معنی کے لحاظ سے مضطرب ہونے کی وجہ سے قابل اعتماد نہیں رہی لیکن قابل وثوق والی حدیثیں جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا وغیرھم سے مروی ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ظہر کی دو رکعتیں جو بوجہ گروہ عبدالقیس کے رہ گئی تھیں ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تلافی عصر کے بعد ادا فرمایا حالانکہ یہ بظاہر حدیث ممانعت کے خلاف ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے یعنی نوافل سے خواہ سنت ہو یا اور کسی قسم کی نفل ہو جیسا کہ حضرت ابن عباس، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی متواتر حدیثوں میں اس ممانعت کا بیان آیا ہے اور ان حدیثوں کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں رکعتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے تھیں امت کے لئے وہی ضابطہ ہے جو ممانعت والی حدیثوں میں بیان کیا گیا ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کہ یا رسول اللہ اگر ظہر کی دو رکعتیں فوت ہو جائیں تو کیا ہم بھی اس کی قضاء کریں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔

(رواہ الطحاوی واحمد و ابن حبان)

اس حدیث کو اگر چہ بیہقی نے ضعیف کہا تو کوئی حرج نہیں علامہ سیوطیؒ نے خصائص الکبری میں اس کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ ہیثمیؒ نے کہا رجال احمد صحیح کے رجال ہیں نیز اس حدیث کے لئے شاہد موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دو رکعتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے تھیں وہ شاہد حضرت عائشہ کی حدیث ہے جس کو ذکوان نے ان سے روایت کیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے اور دوسروں کو ان سے منع کرتے اور آپ روزہ پے در پے رکھتے اور دوسروں کو اس سے منع فرماتے۔ **(رواہ ابو دائود)**

بہرحال جب ان روایات سے ثابت ہوا کہ وہ دو رکعتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے تھیں تو پھر حدیث کریب عن ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے عصر کے بعد ذات السبب والی نماز کی عدم کراہت پر استدلال کیسے صحیح ہوگا جیسا کہ امام شافعیؒ اور ان کے متبعین نے اس حدیث سے عصر کے بعد ذات السبب والی نماز کے جواز پر استدلال کیا ہے جس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے امام شافعیؒ کے متبعین کہتے ہیں کہ خصوصیت باعتبار مداومت کے ہے نہ کہ اصل قضاء کے اعتبار سے جیسے بیہقی وغیرہ کا خیال ہے اس کے جواب میں حنیفہ کہتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایات جو ہم نے بیان کی ہیں وہ نفس اختصاص پر دلالت کرتی ہیں اور خود راوی حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بھی یہی سمجھا ہے کہ اصل قضاء صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھی امت کے لوگ اس میں شریک نہ تھے اسی لئے تو جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے یہ بات کہی "**ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلیھما بعد العصر**" تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر انکار کرتے ہوئے کہا "**یغفر اللہ لعائشة لقد وضعت امری علی غیر موضعہ**" پھر اصل واقعہ اور جس سبب سے عصر کے بعد رکعتیں پڑھی تھیں اس کی وضاحت کی اور پورا واقعہ بیان کرنے کے بعد یہ بھی کہا "**ما رأیتہ صلاھما قبل ولا بعد**" کہ میں نے ان دو رکعتوں کو نہ آج کے دن سے پہلے پڑھتے دیکھا اور نہ آج کے دن کے بعد پورا واقعہ مسند احمد: ۶/ ۲۲۹ پر مذکور ہے۔

غرض کہ حضرت ام سلمہ ﷺ کی روایات سے بیہقی وغیرہ کا دعویٰ مذکور بے وزن ثابت ہو گیا اور علامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ صرف حنفیہ ہی نہیں بلکہ شوافع میں سے بہت سے لوگ جیسے علامہ خطابیؒ اور ماوردیؒ اور سیوطیؒ وغیرھم نے بیہقیؒ کے دعوے مذکور سے اتفاق نہیں کیا بلکہ انہوں نے کہا کہ ان دو رکعتوں کی قضاء بعد عصر حضور اکرم ﷺ کی خصوصیات میں سے تھی علاوہ اس کے یہ بات بھی کہ حدیث مذکور میں عام فعل بیان نہیں کیا گیا بلکہ ایک خاص فعل کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عصر کے بعد ایک مرتبہ دو رکعتیں پڑھیں اور افعال جزئیہ کے اندر خصوصیت وغیرہ کے احتمالات ہوتے ہیں اس لئے وہ ان قواعد عامہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے جو عصر کے بعد نماز کی ممانعت والی حدیثوں میں بیان کئے گئے ہیں اور وہ حدیثیں تواتر کی حد تک پہنچ چکی ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ عصر کی نماز کے بعد نوافل کی ممانعت ہے اور وہ ممانعت بھی عام ہے لہٰذا ذات السبب اور غیر ذات السبب کا دعویٰ بلا دلیل ہے اور عام حکم ممانعت کے منافی ہے اور نبی کریم ﷺ کا ایک مرتبہ عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنا وہ آپ کے لئے مخصوص تھا۔
واللہ تعالیٰ اعلم (فتح الملهم: ۲/۳۷۵، معارف السنن: ۲/۱۳۲، ۱۳۸)

امام نسائی نے ترجمہ کے تحت جو حدیث پیش کی ہے اگر اس سے ان کا مقصد امام شافعیؒ کے مسلک کی تائید ہے تو اس حدیث سے اس کا ثبوت مشکل ہے کیونکہ اس حدیث میں کوئی صریح لفظ ایسا نہیں جو اس مسلک پر دلالت کرتا ہو بلکہ مصنفؒ نے اس حدیث سے بعد عصر نماز کے جواز پر جملہ استثنائیہ سے استدلال کیا ہے جو اثبات دعویٰ کے لئے کافی نہیں چنانچہ علامہ سندھیؒ نے اس حدیث سے استدلال کے جواب میں فرمایا کہ بظاہر اس جملہ استثنائیہ کے مفہوم سے عصر کے بعد جبکہ سورج صاف ستھرا ہو جواز صلوۃ معلوم ہوتا ہے لیکن وہ ایک قوم یعنی حنفیہ وغیرہ کے نزدیک معتبر نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک دلالت اطلاق اس مقید بالاستثناء والی روایت سے زیادہ قوی ہے یعنی جن احادیث سابقہ سے عصر کے بعد مطلقاً نفل نماز کی ممانعت ثابت ہوتی ہے وہ زیادہ مضبوط ہیں اس استثناء والی روایت سے اس لئے حدیث باب سے عصر کے بعد جبکہ سورج صاف ستھرا ہو جواز صلاۃ پر استدلال جمہور علماء کے یہاں غیر معتبر ہے اب رہا یہ سوال کہ آپ کی اس تاویل سے تو استثناء کا ہی بے کار ہونا لازم آتا ہے تو ہم کہیں گے کہ صحت استثناء کے لئے بعض افراد صلوۃ کا جواز کافی ہے جیسے فرائض کی قضاء عصر کے بعد جائز ہے جبکہ سورج صاف ستھرا اور بلندی پر ہو غرض کہ عصر کے بعد مطلقاً ممانعت صلوۃ کے قائلین نے اس حدیث کو ترک نہیں کیا بلکہ اس کو بعض افراد صلوۃ پر محمول کیا ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم (حاشیہ النسائی: ۱/۲۸۰)**

علاوہ اس کے اگر مصنفؒ کی مراد ذات السبب نماز کی ادائیگی کو جائز قرار دینا ہے تو پھر اس روایت کے اور ترجمہ کے درمیان کوئی مناسبت معلوم نہیں ہوتی ہے کیونکہ شوافع کے یہاں عصر کے بعد ذوات الاسباب نماز کی ادائیگی کے جواز میں "الا ان تکون الشمس الخ" کی کوئی قید نہیں ہے بلکہ ان کے نزدیک تو عصر کے بعد مطلقاً ذوات الاسباب نماز کی ادائیگی جائز ہے۔
(واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

بعض حضرات نے اس حدیث کی ایک اور اچھی توجیہ کی ہے اس توجیہ پر حدیث مذکور کا بعد عصر جواز نفل سے کوئی تعلق

نہیں ہے چنانچہ مصنف بذل المجھود نے ۲/ ۲۶۸ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے عصر کے بعد نماز سے منع فرمایا لیکن اگر آفتاب صاف ستھرا اور بلندی پر ہو تب نماز کی اجازت ہے تو اس حدیث میں نماز سے مراد عصر کا فرض ہے اب اس حدیث کا ان حدیثوں سے تعارض نہ ہوگا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ سے بعد عصر نماز کی ممانعت کے بارے میں روایت کی ہیں جیسے امام طحاویؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے عصر کے بعد مکہ کے راستہ میں دو رکعتیں پڑھیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلایا اور عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے پر ناراضگی کا اظہار فرمایا پھر فرمایا کہ خدا کی قسم تمہیں معلوم ہے کہ حضور اکرم ﷺ ہم کو عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے سے منع فرماتے تھے نیز طحاویؒ نے ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ہر نماز کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے مگر فجر اور عصر کے بعد نہیں پڑھتے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث باب کا محمل و مصداق سوائے فرض عصر کے اور کچھ نہیں۔

حاصل بحث یہ ہے کہ علامہ رحمہ اللہ کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ آپ نے حدیث باب کو عصر کے فرض پر محمول کیا ہے لیکن نسائی کے ترجمہ اور اس کے ماتحت کی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حدیث باب فرض عصر پر محمول نہیں ہے بلکہ قضائے فرض اور ایسے سنن و نوافل جو ذوات الاسباب ہوں ان پر محمول ہے۔(واللہ اعلم بالصواب)

الرخصة فی الصلوٰة قبل غروب الشمس

اس بات کے بیان میں کہ سورج غروب ہونے سے پہلے نماز کی اجازت ہے

اخبرنا عثمان بن عبداللہ قال حدثنا عبیداللہ بن معاذ قال انبانا ابی قال حدثنا عمران ابن حدیر قال سالت لا حقا عن الرکعتین قبل غروب الشمس فقال کان عبد اللہ بن الزبیر یصلیهما فارسل الیه معاویة ماھا تان الرکعتان عند غروب الشمس فاضطر الحدیث الی ام سلمة فقالت ام سلمة ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کان یصلی رکعتین قبل العصر فشغل عنهما فرکعهما حین غابت الشمس فلم اره یصلیهما قبل ولا بعد.

عمران بن حدیر کہتے ہیں کہ میں نے لاحق سے غروب آفتاب سے پہلے دو رکعت پڑھنے کو پوچھا اس نے جواب دیا کہ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ عصر کے بعد دو رکعت پڑھا کرتے تھے پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس کسی کو بھیج کر دو رکعتوں کا حال دریافت کیا کہ سورج غروب ہونے سے پہلے یہ دو رکعتیں کیسی ہیں جو تم پڑھتے ہو اس کے جواب میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے حدیث پیش کی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ عصر سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ مشغول کر لیے گئے جس کی وجہ سے وہ دو رکعتیں رہ گئیں پھر آپ نے دو رکعتوں کو عصر کے بعد پڑھا اور میں نے نہ آج سے پہلے ان دو رکعتوں کو عصر کے بعد پڑھتے دیکھا اور نہ آج کے بعد۔

تشریح : پچھلے عنوان کے تحت گزر چکا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ عصر کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں دو رکعتیں پڑھیں لہٰذا اس واقعہ کا مدار حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے علم پر ہے نہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد پر اور یہ تسلیم شدہ بات ہے اور محاورہ میں بولا جاتا ہے کہ "ان القول ماقالت حذام" اسی لئے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جس بات کی خبر دی ہے وہی یقینی خبر ہے اسی کا اعتبار ہوگا اور ان کے بیان سے نہ مداومت علی رکعتین بعد العصر ثابت ہوتی ہے اور نہ تشریع عام کیونکہ حدیث باب میں وہ واضح طور پر فرماتی ہیں "فلم اره یصلیهما قبل و لا بعد" اور یہ بھی فرماتی ہیں کہ دوسروں کو ان دو رکعتوں سے منع فرماتے تھے اب یہ اور بات ہے کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ اپنے اجتہاد سے آنحضرت ﷺ کے عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کے عمل سے تشریع عام سمجھ کر خود بھی بعد العصر دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے مگر ان کا یہ اجتہاد صحیح نہ تھا اگر ان کا اجتہاد صحیح ہوتا تو پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ ان کے قول پر کیوں انکار فرمایا چنانچہ مسند احمد: ۱۱۳/۶ میں آیا ہے کہ یزید بن ابی زیاد کے سوال پر حضرت عبداللہ بن حارث نے رکعتین بعد العصر کا واقعہ بیان کیا ہے اور اسی حدیث میں ہے کہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ "الیس قد صلاهما لا ازال اصلیهما" کیا نبی ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعتیں نہیں پڑھیں میں تو انہیں ہمیشہ پڑھتا رہوں گا، اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "انک لمخالف لاتزال تحب الخلاف مابقیت" دیکھو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کلام سے نہایت تاکید کے ساتھ ابن الزبیر کے اس خیال کو مسترد فرما دیا جو انہوں نے اپنے اجتہاد سے قائم کیا تھا نیز مروان نے بھی حضرت ابن الزبیر کے اس اجتہادی قول و فعل پر انکار کیا تھا جو مسند احمد: ۲۲۹/۶ میں عبدالرحمٰن بن حارث بن ھشام کی روایت سے بیان کیا گیا ہے۔

احقر نے یہاں اجمالی طور پر یہ واقعہ بیان کیا ہے کسی کو مفصل واقعہ دیکھنا ہو تو وہاں ملاحظہ کرے، بہرحال ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد سے جو رائے قائم کر لی تھی کہ رسول اکرم ﷺ کا عصر کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں دو رکعتیں پڑھنے کا عمل عام شرعی احکام کی طرح ہے جس کی بنا پر انھوں نے کہا تھا "الیس قد صلاهما لا ازال اصلیهما" ان کا یہ خیال درست نہ تھا بلکہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بیان سے جو ثابت ہو رہا ہے وہی صحیح ہے کہ وہ دو رکعتیں حضور اکرم ﷺ کی خصوصیات سے تھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (معارف السنن: ۱۳۵/۲ تا ۱۳۷)

الرخصة فی الصلٰوة قبل المغرب

نمازِ مغرب سے پہلے نماز کی اجازت کا بیان

اخبرنا علی بن عثمان بن محمد بن سعید بن عبد اللہ بن نفیل قال حدثنا سعید بن عیسٰی قال حدثنا عبدالرحمن بن القاسم قال حدثنا بکر بن مضر عن عمرو بن الحارث عن یزید ابن ابی حبیب ان ابا الخیر حدثه ان ابا تمیم الجیشانی قام لیرکع رکعتین قبل المغرب فقلت لعقبة بن عامر انظر الی هذا

ایُّ صلوۃ یصلی فالتفت الیه فرآہ فقال ھذہٖ صلوۃ کنا نصلیھا علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم.

راوی حدیث ابوالخیر نے یزید بن ابی حبیب سے بیان کیا کہ ابوتمیم جیشانی مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو میں نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے کہا دیکھو اس شخص کی طرف ایسے وقت میں کونسی نماز پڑھ رہا ہے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف دیکھا پھر کہا یہ وہی نماز ہے جو ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پڑھتے تھے۔

تشریح: مغرب کی اذان کے بعد اقامت شروع ہونے سے پہلے نفل پڑھی جائے یا نہیں اس مسئلہ میں اختلاف ہے زیادہ صحیح قول کے مطابق امام شافعیؒ کے نزدیک دو رکعتیں مغرب کے فرض سے پہلے مستحب ہیں امام احمد کا قول المغنی: ۱/۰۷ ۷ میں نقل کیا گیا ہے کہ ان کے یہاں جائز ہے لیکن امام ترمذیؒ نے "**باب ماجاء فی الصلوۃ قبل المغرب**" کے تحت لکھا ہے کہ امام احمدؒ اور اسحاقؒ نے فرمایا "**ان صلاھما فحسن وھذا عند ھما علی الا ستحباب**" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی مستحب ہے۔

اسی طرح حافظ ابن حجرؒ نے بھی استحباب کا قول فتح الباری میں نقل کیا ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام احمدؒ کا قول بھی امام شافعیؒ کے قول کی طرح ہے کہ مستحب ہے، امام ابوحنیفہؒ وامام مالکؒ اور سلف میں سے بہت سے حضرات نے قول استحباب سے انکار کیا ہے اس کو ابن ہمامؒ نے فتح القدیر: ۱/۳۱۷ میں نقل کیا ہے اور انہوں نے بڑی تفصیلی بحث سے عدم استحباب کو ثابت کیا ہے اور لکھا ہے کہ نہ مکروہ ہے اور نہ مندوب ہاں مباح ہے اگر کوئی پڑھے تو کوئی حرج نہیں اور نہ پڑھے تو کوئی حرج نہیں سرخسی وغیرہ نے مکروہ بتایا ہے بظاہر مکروہ تنزیہی ہوگی، فریق اول یعنی امام شافعیؒ وغیرہ نے بخاری کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "**صلوا قبل المغرب الحدیث**" اور ابوداؤد کی روایت میں ہے "**صلوا قبل المغرب رکعتین**" تیسری مرتبہ فرمایا "**لمن شاء کراھیة ان یتخذھا الناس سنة**" کہ جو شخص پڑھنا چاہے وہ مغرب میں ادائے فرض سے پہلے دو رکعتیں پڑھ سکتا ہے یہ بات اس خوف کے پیش نظر فرمائی کہ کہیں لوگ ان دو رکعتوں کو سنت کا درجہ دینے نہ لگیں۔

امام شافعی کے متبعین کہتے ہیں کہ ارشاد مذکور "**کراھیة ان یتخذ ھا الخ**" سے ان دو رکعتوں کے استحباب کی نفی مقصود نہیں ہے کیونکہ جو چیز مستحب نہیں ہوتی بصورت امر اس کا حکم دینا ممکن نہیں ہے بلکہ یہ حدیث دوسرے دلائل کے مقابلہ میں ان دونوں رکعتوں کے استحباب پر بہت مضبوط دلیل ہے اور یہاں سنت کا معنی ہے شریعت اور طریقہ لازمہ تو اس ارشاد مذکور سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ بتانا ہے کہ مغرب سے پہلے دو رکعتوں کا درجہ موکدہ سنتوں کے درجہ سے کم ہے استحباب کی نفی مقصود نہیں ہے اسی لئے بہت سے شوافع نے مغرب سے پہلے دو رکعتوں کو موکدہ سنتوں میں سے شمار نہیں کیا، امام شافعیؒ وغیرہ کی ایک اور دلیل وہ حدیث بھی ہے جس کو حافظ محمد بن نصر نے قیام اللیل میں عبدالوارث بن عبدالصمد بن عبدالوارث بن سعید کی سند سے بیان کیا ہے اسی حدیث میں عبداللہ مزنی نے ابن بریدہ سے بیان کرتے ہوئے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھیں پھر فرمایا "**صلوا قبل المغرب رکعتین**" پھر تیسری دفعہ فرمایا "**لمن شاء خاف ان یحسبھا الناس**

سنة ''اس حدیث کے متعلق علامہ احمد بن مقریزی نے اپنی مختصر میں فرمایا ''هذا اسناد صحيح على شرط مسلم '' اور ابن حبان کی ایک دوسری صحیح حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھیں۔

حاصل بحث کا یہ ہے کہ ان دلائل مذکورہ سے امام شافعی کے مسلک کی تائید ہوتی ہے کہ وہ اور ان کے ہم خیال حضرات کہتے ہیں کہ ان روایات مذکورہ سے مغرب سے پہلے دو رکعتوں کے استحباب کا ثبوت ہوتا ہے، امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ چونکہ منع کرتے ہیں جیسا کہ اوپر ہم ان کا قول نقل کر چکے ہیں اس لئے احناف میں سے بعض حضرات نے ان احادیث مذکورہ سے امام شافعیؒ کے استدلال کا یہ جواب دیا ہے کہ ان احادیث مذکورہ سے مغرب سے پہلے دو رکعتوں کے استحباب پر استدلال کرنا ایک کمزور استدلال ہے کیونکہ ان احادیث مذکورہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تعارض ہوتا ہے چنانچہ حضرت طاؤسؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مغرب سے پہلے دو رکعتوں کے بارے میں سوال کیا گیا انہوں نے فرمایا ''ما رايت احداً على عهد رسول الله ﷺ يصليهما ورخص في الركعتين بعد العصر ''اس حدیث کو ابوداؤد اور منذری نے اپنی مختصر میں نقل کرنے کے بعد سکوت اختیار کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث ان کے ہاں صحیح ہے اور امام نووی نے بھی خلاصہ میں فرمایا ''اسناد حسن كمافي تخريج الهداية''۔

اب جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ثابت ہوئی تو اس کا تعارض صحیح بخاری کی اس حدیث مذکور سے ہوا جس سے امام شافعیؒ نے اپنے مسلک پر استدلال کیا ہے اور چونکہ اکابر صحابہ یعنی ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا عمل ابوداؤد کی حدیث مذکور کے مطابق ہے جیسا کہ امام نوویؒ نے اس کی تصریح کی ہے، اور حافظ ابن حجر نے بھی اس کو محمد بن نصر وغیرہ سے نقل کیا ہے اس لئے ابوداؤد کی حدیث کو ترجیح دی جائے گی صحیح بخاری کی حدیث پر، کوئی کہہ سکتا ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث قابل ترجیح ہے کیونکہ وہ زیادہ صحیح اسناد سے مروی ہے، یہ درست ہے لیکن یہاں اس وجہ مذکور کی بناء پر حدیث ابی داؤد کو ترجیح دی جائے گی۔

اس کے علاوہ حضرت ابراہیم نخعیؒ کی حدیث مرسل بھی مغرب سے پہلے دو رکعتوں کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے اس میں آیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مغرب سے پہلے دو رکعتیں نہیں پڑھتے تھے یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے کوئی حرج نہیں کیونکہ حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے ابراہیم نخعیؒ کے مراسیل کو صحیح قرار دیا ہے۔

(كما في التهذيب)

اور امام احمدؒ نے اس کے متعلق '' لاباس بها ''فرما کر اس کی توصیف و توثیق کی ہے بلکہ ابن معینؒ نے ان کے مراسیل کو سعید بن مسیب کے مراسیل پر ترجیح دی ہے۔ (كمافي مقدمه فتح الملهم)

غرض کہ ان روایات کے پیش نظر احناف میں سے بعض حضرات نے مغرب سے پہلے دو رکعتوں کے استحباب کے قول کو ناقابل قبول قرار دیا ہے، لیکن علامہ سندھیؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جواب مذکور ضعیف ہے انہوں نے نسائی کے حاشیہ میں

لکھا ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ نماز مغرب سے پہلے دو رکعتیں جائز ہیں بلکہ مندوب ہیں اور جو لوگ منع کرتے ہیں ان کے پاس کوئی شافی وکافی جواب نہیں ہے۔ ۱/۲۸۳

اور یہی بات علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تقریر سے بھی معلوم ہوتی ہے انہوں نے بعض حضرات کا جواب مذکور نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ جب یہ بات ثابت شدہ ہے کہ ہمارے علماء حنفیہ کے نزدیک مغرب سے پہلے دو رکعتیں مکروہ ہونے کی وجہ تاخیر مغرب ہے کہ دو رکعتیں پڑھنے سے فرض مغرب کی تاخیر لازم آتی ہے اور تاخیر مکروہ ہے مگر تھوڑی سی تاخیر ہو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اس کو عرف شرع میں تاخیر نہیں سمجھی جاتی جیسا کہ تاخیر قلیل مستثنیٰ ہونے کی بات درمختار وغیرہ کی عبارت سے بھی معلوم ہوتی ہے اور ان دونوں رکعتوں کو مختصر سورتوں سے ادا کرنے کی صورت میں محققین علماء کے یہاں کوئی کراہت لازم نہیں آتی ہے لہٰذا ان دونوں رکعتوں کی حیثیت اباحت کے درجہ میں ہے اور اگر احادیث سے استحباب بھی ثابت ہو جاوے تب بھی ہمارے مذہب کے خلاف نہیں ہے بشرطیکہ تخفیف رکعتیں کی رعایت کی جاوے، زیادہ سے زیادہ بات صرف اتنی ہے کہ ایک چیز جس سے فقہ خاموش ہے اس کو حدیث نے بتایا کیونکہ مغرب سے پہلے دو رکعت نفل کا پڑھنا نبی کریم ﷺ کے فعل سے ثابت ہے جیسے ابن حبان اور محمد بن نصر کی حدیث مذکور میں اس کا بیان ہے اور بخاری و مسلم کی قولی اور عام حدیث ''**بین کل اذانین صلوة**'' سے ثابت ہوتا ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان ہر ایک وقت میں نماز ہے اور خاص طور سے مغرب سے پہلے جیسے بخاری کی حدیث میں آیا ہے ''**صلوا قبل المغرب ثلاثا**'' ''مغرب سے پہلے نماز پڑھ لیا کرو یہ بات تین مرتبہ فرمائی اور نبی کریم ﷺ کی تقریر سے بھی دو رکعتیں قبل المغرب کا ثبوت ہوتا ہے جیسے صحیح مسلم وغیرہ کی حدیثوں میں آیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کہتے ہیں ہم مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے اور حضور اکرم ﷺ دیکھتے تھے اور منع نہ فرماتے تو حضور کی تقریر سے ان دونوں رکعتوں کا جواز ثابت ہوا اور اگر کوئی ابن حبان کی حدیث فعلی کے متعلق یہ دعویٰ کرے کہ ہو سکتا ہے حضور اکرم ﷺ سے کوئی نماز فوت ہوگئی ہو آپ نے اس کو مغرب سے پہلے بطور قضاء پڑھ لیا ہو تو اس کے دعویٰ کو محمد بن نصر کی حدیث مسترد کر دیتی ہے کیونکہ اس میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھیں پھر فرمایا ''**صلوا قبل المغرب رکعتین الحدیث**''

اور ابوداؤد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں مغرب سے پہلے دو رکعتوں کے بارے میں ان کا جو قول نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں کسی کو مغرب سے پہلے ان دو رکعتوں کو پڑھتے نہیں دیکھا۔

واللہ اعلم شاید ان دونوں رکعتوں سے مراد وہی ظہر کی سنت دو رکعتیں ہوں جن کو رسول اکرم ﷺ عصر کے بعد غروب آفتاب سے پہلے پڑھتے تھے، اس میں کوئی اشکال کی بات نہیں جس طرح سنت ظہر کے متعلق ''**انھا قبل العصر**'' کہنا صحیح ہے اس طرح یہاں راوی حدیث نے بعد عصر کی نماز کو قبل المغرب سے تعبیر کیا ہے، تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کلام مذکور سے بتلا دیا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے کسی کو بعد عصر غروب آفتاب سے پہلے ان دونوں رکعتوں کو پڑھتے

ہوئے نہیں دیکھا۔

اور اگر یہ مطلب نہ ہو جو ہم نے بیان کیا تو پھر بقول بعض حضرات مانعین کے اگر فرض مغرب سے پہلے دو رکعتیں مراد لی جائیں جو بہت سے صحابہ ﷺ مسجد نبوی میں کھلم کھلا پڑھا کرتے تھے اس کا حضرت ابن عمر ﷺ جیسے جلیل القدر شخص سے پوشیدہ رہنا عقل سے بہت بعید اور محال بات ہے، اور ابراہیم نخعیؒ سے جو مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر ﷺ ان دونوں رکعتوں کو نہیں پڑھتے تھے شاید اس سے ان کی مراد ان دونوں رکعتوں کے اہتمام اور مواظبت کی نفی ہے جس طرح موکدہ سنتوں کا اہتمام اور ان پر مواظبت فرماتے تھے اس طرح کا اہتمام نہ فرماتے اور بخاری و مسلم کی وہ روایت جو اوپر آ چکی ہے اس کو بزار اور بیہقی اور ابن حزم نے محلیٰ میں حیان بن عبید اللہ کے واسطہ سے وہ ابن بریدۃ سے وہ اپنے والد سے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے اس میں "بین کل اذانین صلوٰۃ" کے بعد "الا المغرب" اور ایک روایت میں "ماخلا المغرب" آیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھنا جائز نہیں ہے۔

مگر حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ اس استثناء کی زیادتی شاذ ہے کیونکہ حیان بن عبید اللہ اگر چہ بزار وغیرہ کے نزدیک صدوق ہے لیکن اس حدیث کی اسناد اور متن میں ان حفاظ حدیث کی مخالفت کی ہے جو عبد اللہ بن بریدۃ کے اصحاب میں سے ہیں اور اس حدیث کے متعدد طریقوں میں سے اسماعیلی نے جس طریق سے روایت کی ہے اس میں آیا ہے "وکان بریدۃ یصلی رکعتین قبل صلوۃ المغرب" اب اگر استثناء محفوظ ہوتا تو حضرت بریدۃ اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف نہ کرتے تو معلوم ہوا کہ "الا المغرب یا ماخلا المغرب" کی زیادتی شاذ ہے اس کی بنیاد پر استدلال درست نہیں۔

بعض محدثین نے اس زیادتی کو صحیح قرار دینے کے لئے یہ تاویل کی ہے کہ یہ زیادتی چونکہ ثقہ راوی کی طرف سے ہے اس لئے اس کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ ابن بریدۃ کو یہ حدیث دو سندوں سے پہنچی ہے انہوں نے اس کو ابن مغفل سے بغیر زیادتی کے سنا اور اپنے والد سے زیادتی کے ساتھ اور ثقات کی زیادتی مقبول ہے، لیکن علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا خیال ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے جو کچھ فرمایا کہ یہ زیادتی شاذ ہے وہی درست ہے۔ (فتح الملهم: ۳۷۸،۳۷۷)

الصلوٰة بعد طلوع الفجر

طلوع فجر کے بعد نماز کا بیان

اخبرنا احمد بن عبد الله بن الحكم قال حدثنا محمد بن جعفر قال حدثنا شعبة عن زيد بن محمد قال سمعت نافعا يحدث عن ابن عمر عن حفصة انها قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا طلع الفجر لا يصلى الا ركعتين خفيفتين.

زید بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے نافع سے سنا وہ حدیث بیان کرتے تھے ابن عمر ﷺ سے اور وہ حفصہ سے حضرت

حفصہ ﷺ فرماتی ہیں جب فجر طلوع ہوتی تو رسول اکرم ﷺ فرض سے پہلے سوائے ہلکی دو رکعتوں کے اور کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے۔

تشریح : دلائل شرعی سے معلوم ہوتا ہے کہ طلوع فجر کے بعد فرض سے پہلے سنت فجر کے علاوہ کسی اور نماز کی گنجائش نہیں ہے چنانچہ اس روایت میں حضرت حفصہ ﷺ فرماتی ہیں کہ سب سے زیادہ عبادت کے ساتھ تعلق اور محبت رکھنے کے باوجود رسول اکرم ﷺ فرض فجر سے پہلے جب فجر طلوع ہوتی سوائے سنت فجر کے اور کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے نیز اس حدیث سے بھی طلوع فجر کے بعد نماز فجر سے پہلے سنت فجر سے زیادہ نفل پڑھنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے جس کو امام احمدؒ اور ابوداؤدؒ نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے ''**لا صلوۃ بعد الصبح الا رکعتین**''۔

نیز طبرانی کی روایت میں آیا ہے ''**اذا طلع الفجر فلا تصلوا الا رکعتین**'' غرض ان حدیثوں سے واضح طور پر امر مذکور کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، فقہا میں سے بعض حضرات نے مثلاً صاحب بحر نے حکم ممانعت کے ساتھ قصداً کی قید لگائی ہے انہوں نے یہ قید ظہیریہ کی عبارت کے پیش نظر لگائی ہے ظہیریہ میں ہے اگر کسی شخص نے طلوع فجر سے پہلے آخر رات میں نفل شروع کی پھر جب اس نے ایک رکعت پڑھی تو فجر طلوع ہوگئی اس صورت میں بعض علماء کہتے ہیں کہ نماز کو توڑ دے اور بعض کہتے ہیں کہ ایک رکعت ملا کر نماز کو تمام کرلے اور زیادہ صحیح یہی ہے کہ نماز کو نہ توڑے بلکہ تمام کرلے اور زیادہ صحیح قول کے مطابق یہ دو رکعتیں سنت فجر کے قائم مقام نہ ہوگی غرض کہ ''**ومنع عن التنفل بعد طلوع الفجر قبل صلوٰۃ الفجر باکثرمن سنۃ الفجر**'' کے ساتھ قصداً کی قید لگا کر **ظھیریۃ** میں بیان کردہ صورت مذکورہ کے حکم سے احتراز کیا ہے کیونکہ یہ بلا قصد ہے (بحرالرائق) اسی لئے تو ایک رکعت ملا کر پورا کرلینا افضل ہے۔

اباحۃ الصلوٰۃ الی ان یصلی الصبح

صبح کی نماز پڑھنے تک نماز جائز ہونے کا بیان

اخبرنی الحسن بن اسماعیل بن سلیمان و ایوب بن محمد قالا حدثنا حجاج بن محمد قال ایوب حدثنا وقال حسن اخبرنی شعبۃ عن یعلی بن عطاء عن یزید بن طلق عن عبد الرحمن بن البیلمانی عن عمرو بن عبسۃ قال اتیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ من اسلم معک قال حروعبد قلت ھل من ساعۃ اقرب الی اللہ عزوجل من اخریٰ قال نعم جوف اللیل الاخر فصل ما بدالک حتی تصلی الصبح ثم انتہ حتی تطلع الشمس ومادامت وقال ایوب فما دامت کانھا حجفۃ حتی تنتشر ثم صل مابدالک حتی یقوم العمود علی ظلہ ثم انتہ حتی تزول الشمس فان جھنم تسجر نصف النھار ثم صل مابدالک حتی تصلی العصر ثم انتہ حتی تغرب الشمس فانھا تغرب بین قرنی شیطان وتطلع بین

قرنی شیطان.

حضرت عمرو بن عبسۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا پھر عرض کیا یارسول اللہ کون لوگ آپ کے تابعدار ہوئے ہیں آپ نے جواب دیا آزاد اور غلام (آزاد سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور غلام سے مراد حضرت بلال رضی اللہ عنہ) میں نے عرض کیا کوئی ایسا وقت ہے جس میں بندہ اللہ بزرگ و برتر سے بہت قریب ہوتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا ہاں رات کے آخری حصے میں لہٰذا اس مبارک وقت میں صبح کی نماز کا وقت آنے تک تم سے جتنی عبادت ہوسکے پڑھ لیا کرو پھر صبح کی نماز پڑھنے کے بعد رک جاؤ یہاں تک کہ سورج طلوع ہوجائے اسی طرح نماز سے رک جاؤ یہاں تک کہ سورج اس حالت میں ہو گویا وہ چمڑے کی ڈھال ہے (یعنی عدم حرارت کی وجہ سے اس کی طرف دیکھنا ممکن ہونے میں گویا وہ ڈھال کی طرح ہے) یہاں تک کہ اس کی شعاع پھیل جائے پھر نماز پڑھو جو کچھ تم سے ہوسکے پھر ٹھیک دوپہر کے وقت میں جب کہ آفتاب ڈھلا بھی نہیں ہے نماز سے باز رہو یہاں تک کہ آفتاب ڈھل جائے کیونکہ جہنم نصف نہار کے وقت گرم کی جاتی ہے پھر نماز پڑھو تم سے جتنی بسہولت ہوسکے یہاں تک کہ تم عصر کی نماز پڑھ لو پھر آفتاب غروب ہونے تک نماز سے باز رہو کیونکہ آفتاب شیطان کے سر کے دونوں جانبوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور طلوع ہوتا ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ ہر حالت میں بندے سے قریب ہے مگر حدیث کے الفاظ ''قال نعم جوف اللیل الاخر'' جو حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمائے تھے سے معلوم ہوتا ہے کہ رات کے اس خاص وقت میں بہت زیادہ قریب ہوتا ہے یعنی بندے سے راضی ہوتا ہے اور دعا قبول کرتا ہے اسی لئے فرمایا فصل مابدا لک، کہ تم جتنی نماز بسہولت پڑھ سکتے ہو آخر شب میں پڑھو۔

رہا یہ سوال نماز شب کی اجازت کب تک ہے تو حدیث کے الفاظ ''حتی تصلی الصبح'' سے معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی نماز کے وقت سے پہلے تک نماز شب جائز ہے طلوع فجر کے بعد نماز صبح سے پہلے سوائے دو رکعت سنت فجر کے اور کسی نماز نفل کی اجازت نہیں جس کی دلیل وہ احادیث ہیں جو عنوان سابق کے تحت گزر چکی ہیں، دوسری بات جو اس حدیث سے ثابت ہو رہی ہے کہ اس سے مسلک حنفیہ کی تائید ہوتی ہے کہ فرائض ہوں یا نوافل خواہ مکہ میں ہوں یا کسی دوسری جگہ میں ان تین اوقات میں جو حدیث میں مذکور ہوئے ہیں جائز نہیں ہیں۔

اباحة الصلوٰة فی الساعات کلها بمکة

مکہ میں تمام اوقات میں نماز پڑھنا جائز ہے

اخبرنا محمد بن منصور قال حدثنا سفیان قال سمعت من ابی الزبیر قال سمعت عبد اللہ ابن باباہ یحدث عن جبیر بن مطعم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا بنی عبد مناف لاتمنعو احد اطاف بھذا

البيت وصلى أية ساعة شاء من ليل او نهار.

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبد مناف کے بیٹو کسی کو مت منع کرو جو اس گھر یعنی خانہ کعبہ کا طواف کرے اور جس وقت چاہے نماز پڑھے رات میں یا دن میں۔

تشریح: اس حدیث کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے کیونکہ تمام راوی قابل اعتماد ہیں اور امام نسائیؒ کے علاوہ ابن حبانؒ اور ابن خزیمہؒ وغیرہ نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے اس کو صحیح کہا، بظاہر اس حدیث سے امام شافعیؒ کے مذہب کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ساعت میں خواہ طلوع کا وقت ہو یا ٹھیک دوپہر کا یا غروب کا یا ان کے علاوہ کوئی اور وقت ہو بہر صورت نماز جائز ہے اور یہی امام شافعیؒ کا مسلک ہے ان کے یہاں اوقات مکروہہ میں بھی مکہ میں نوافل جائز ہیں، تو آپ نے حدیث کے عموم سے اپنے مسلک پر استدلال کیا ہے کیونکہ ''**أية ساعة شاء من ليل او نهار**'' کے یہ الفاظ طلوع وغروب اور ٹھیک نصف نہار سب کو شامل ہیں۔

لیکن امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ وغیرہم ان اوقات مذکورہ میں نوافل جائز نہ ہونے کے قائل ہیں خواہ مکہ میں ہو یا کہیں اور جگہ ہو، عدم جواز میں مکۃ المکرمہ کا حکم بھی تمام شہروں کا سا ہے، امام ابوحنیفہؒ وغیرہ نے اپنے مسلک کے ثبوت میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کی ہے اس حدیث کو سوائے امام بخاریؒ کے سب حفاظ حدیث نے روایت کیا ہے اس میں آیا ہے کہ تین اوقات ہیں جن میں ہم کو نماز پڑھنے اور مردے کو دفن کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی طلوع آفتاب کے وقت یہاں تک کہ بلند ہو جائے اور زوال آفتاب کے وقت یہاں تک ڈھل جاوے اور غروب آفتاب کے وقت یہاں تک غروب ہو جاوے۔

اس حدیث سے واضح طور پر بغیر کسی مکان کی قید کے ہر جگہ ان اوقات مذکورہ میں نوافل کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، اور حنفیہ کے یہاں تو ان اوقات میں فرائض کی بھی ممانعت ہے دلیل یہی حدیث ہے نیز حضرت عمرو بن عبسۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث جو پچھلے عنوان کے تحت گزر چکی ہے اس سے بھی مسلک حنفیہ کی تائید ہوتی ہے اس میں ان تینوں اوقات میں نماز کی ممانعت مذکور ہے علاوہ اس کے ان اوقات مذکورہ میں نماز کی ممانعت میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے بخاری و مسلم وغیرہ میں احادیث مروی ہیں، اس حدیث باب کا جس سے امام شافعیؒ نے استدلال کیا ہے جواب یہ ہے کہ ایک تو نماز و طواف کا حکم ہے اور ایک عبد مناف کے بیٹوں کو حکم ہے کیونکہ وہ محافظین تھے خانہ کعبہ کی خدمت اور دربانی ان کو حاصل تھی تو نمازیوں کے لئے یہ ضابطہ بتلا دیا ہے کہ ان اوقات مکروہہ میں نماز ممنوع ہے اور محافظین کو یہ حکم دیا کہ تمہیں طواف کرنے والوں اور نمازیوں کو روکنے کا کوئی حق نہیں اور یہ ایسا ہے جیسا کہ زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو حکم دیا ''**فاياك و كرائم الاموال**'' کہ چھانٹ کر ان کا اچھا مال نہ لیجئے اور آگے فرمایا ''**اتق دعوة المظلوم**'' تو ایک طرف مصدقین کو یہ ہدایت فرمادی اور دوسرے فریق یعنی متصدقین سے فرمایا کہ مصدق کو راضی کر کے واپس کرو حتی کہ سوال ہوا ''**و ان ظلمونا**'' فرمایا ''**وان ظلموكم**'' تو کیا ظلم کی اجازت دیدی؟ نہیں

بلکہ دنیا کا دستور یونہی ہوتا ہے اگر زکوۃ دینے والوں کو اس کی ہدایت نہ فرماتے کہ زکوۃ کا مال عامل کے روبرو حاضر کردو کوئی چیز درمیان میں مانع نہ رکھو اور پوری زکوۃ ادا کر کے زکوۃ لینے والوں کو راضی کردو اگر چہ محبت مال کے سبب سے تمہارا یہ خیال ہو کہ زکوۃ لینے والوں نے ہمارا مال کم کردیا تو ممکن تھا کہ زکوۃ دینے والے متوسط درجہ کا جانور بھی نہ دیتے اور اگر وصول کرنے والوں کو چھانٹ کر عمدہ مال لینے سے بچنے کی ہدایت نہ فرماتے تو ممکن تھا کہ وہ سب سے عمدہ مال لوٹ کھسوٹ کر لے آتے تو دونوں کو راہ اعتدال پر قائم رہنے کی ہدایت فرمادی اس طرح یہاں چونکہ خانہ کعبہ کی دربانی اور سقایہ وغیرہ امور عبد مناف کے بیٹوں کے ذمہ تھے اور وہ شاید گاہ بگاہ بعض لوگوں کو طواف سے روکتے ہونگے اس لئے ان کو سمجھادیا کہ مت منع کرو کسی کو جو خانہ کعبہ کا طواف کرنا چاہے اور وہاں نماز پڑھنا چاہے جس وقت چاہے رات کو یا دن کو۔

دوسری طرف حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ وغیرہ کی حدیثوں میں ایک ضابطہ بیان فرما کر تنبیہ کردی کہ کوئی شخص حدیث مذکور کے الفاظ" وصلی ایة ساعة شاء " سے یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب اور ٹھیک دوپہر کی حالت میں بھی خانہ کعبہ کے اندر نماز جائز ہوگی بلکہ اس ضابطہ کا تقاضہ یہ ہے کہ خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنے والے بھی اوقات مکروہہ میں نماز سے اجتناب کریں کیونکہ یہ اوقات کفار کی عبادت کے ہیں اور حدیث میں آیا ہے کہ آفتاب شیطان کے دوقرن کے درمیان طلوع ہوتا ہے اور غروب ہوتا ہے تو عموم علت کی وجہ سے کراہت میں مکہ اور دوسرے شہروں میں کوئی فرق نہیں ہے (واللہ تعالیٰ اعلم)

ابن ملک رحمہ اللہ نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ ارشاد مبارک" وصلی ایة ساعة شاء " سے مراد حضور اکرم ﷺ کی یہ تھی کہ اوقات غیر مکروہہ میں جس وقت چاہے نماز پڑھنے والوں کو مت منع کرو، اس تاویل سے روایات میں تطبیق ہوجاتی ہے۔(مرقاة: ۴۸/۳، شرح نقایہ: ۵۶/۱ مع زیادة من الجامع)

علامہ سندھی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ارشاد مبارک" ایة ساعة شاء "ظرف ہے" لا تمنعوا احدا " طاف اور صلی کا ظرف نہیں اب حدیث کا مطلب یہ ہوگا اے عبد مناف کے بیٹو جب کوئی شخص مسجد میں طواف اور نماز کے لئے داخل ہونا چاہے جس وقت میں بھی ہو تو تم اس کو مسجد حرام میں دخول کے وقت منع نہ کرو تو اس توجیہ کے مطابق حدیث کا ترجمہ سے کوئی رابطہ نہیں ہے اس لئے مصنف رحمہ اللہ کا اس حدیث سے اپنے دعوی پر استدلال اشکال سے خالی نہیں ہے، عجیب بات ہے کہ مصنف رحمہ اللہ نے اس حدیث سے مکہ میں تمام اوقات میں جواز صلوۃ پر کیسے استدلال کیا حالانکہ یہ بات ظاہر ہے کہ جس وقت امام نماز جمعہ پڑھا رہا ہو یا جمعہ کے دن خطبہ پڑھ رہا ہو یا جس وقت پانچ نمازوں میں سے کوئی نماز پڑھا رہا ہو، ان حالات میں مردوں کے لئے طواف اور نماز کی اجازت نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (حاشیہ النسائی: ۲۸۴/۱)

الوقت الذی یجمع فیه المسافر بین الظهر والعصر

اس وقت کا بیان جس میں مسافر ظہر اور عصر کی نماز اکٹھی پڑھے!

اخبرنا قتیبة قال حدثنا مفضل عن عقیل عن ابن شهاب عن انس بن مالک قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا ارتحل قبل ان تزیغ الشمس اخر الظهر الی وقت العصر ثم نزل فجمع بینهما فان زاغت الشمس قبل ان یرتحل صلی الظهر ثم رکب.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب ڈھلنے سے پہلے کوچ کرتے تو ظہر کو عصر کے وقت تک موخر کرتے پھر سواری سے اترتے اور ظہر اور عصر کو ایک ساتھ پڑھتے اور اگر کوچ کرنے سے پہلے آفتاب ڈھل جاتا تو ظہر کی نماز پڑھتے پھر سوار ہوتے۔

اخبرنا محمد بن سلمة والحارث بن مسکین قراءة علیه وانا اسمع واللفظ له عن ابن القاسم قال حدثنی مالک عن ابی الزبیر المکی عن ابی الطفیل عامر بن واثلة ان معاذ بن جبل اخبره انهم خرجوا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم عام تبوک فکان رسول الله صلی الله علیه وسلم یجمع بین الظهر والعصر والمغرب والعشاء فاخر الصلوة یوما ثم خرج فصلی الظهر والعصر جمیعا ثم دخل ثم خرج فصلی المغرب والعشاء.

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ابوالطفیل عامر بن واثلہ کو بتایا کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک کے سال نکلے تو آپ ظہر وعصر کے درمیان اور مغرب وعشاء کے درمیان جمع کرتے پس ایک دن نماز کو مؤخر فرمایا پھر تشریف لائے پھر ظہر اور عصر کو ایک ساتھ ادا فرمایا پھر داخل ہوئے خیمہ کے اندر پھر تشریف لائے پھر مغرب اور عشاء اکٹھی پڑھی۔

تشریح: عنوان کے تحت کی روایات کے پیش نظر امام نسائیؒ بتلا رہے ہیں کہ جمع بین الصلاتین یعنی ظہر اور عصر کا ایک ہی وقت میں جمع کرنا بوجہ عذر سفر کے مسافر کے لئے جائز ہے، آگے ایک اور عنوان مغرب اور عشاء اکٹھی پڑھنے کے سلسلہ میں قائم کریں گے ہمارے اور شوافع وغیرہم کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب کے یہاں دو فرضوں کا ایک ہی وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے مگر موسم حج میں عرفہ میں ظہر اور عصر اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کا جمع کرنا جائز ہے ان دونوں جگہوں کے علاوہ کسی حالت میں بھی دو فرضوں کا حقیقتاً ایک ہی وقت میں جمع کرنا قرآن حکیم اور احادیث متواترہ کے خلاف ہے۔

احناف اپنے مسلک پر آیات قرآنی اور احادیث متواترہ سے استدلال کرتے ہیں قرآن پاک میں ہے ''ان الصلوة کانت علی المومنین کتابا موقوتا'' ''نماز مسلمانوں پر فرض کی گئی ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے دوسری دلیل ارشاد قرآنی ہے ''حافظوا

علیٰ الصلوات ای اذوھافی اوقاتھا ''یعنی نمازوں کو ان کے اوقات مقررہ میں ادا کیا کرو، تیسری دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے ''فخلف من بعد ھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ الآیۃ ''یعنی پھر ان نیک لوگوں کے پیچھے ان کے جانشین ایسے نالائق ہوئے جنہوں نے نماز کو برباد کیا الخ، اکثر سلف کا یہ قول ہے کہ نماز میں تاخیر کردی یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت آ گیا تو ان آیات سے معلوم ہوا کہ نماز کی حد بندی کردی گئی اور اس کے لئے وقت مقرر ہے جس کو توڑنا ہرگز صحیح نہ ہوگا ان آیات کے تقاضے اس صورت میں پورے ہوسکتے ہیں جبکہ ہر نماز کو اس کے وقت مقررہ پر ادا کیا جائے نیز احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ تمام نمازوں کے لئے اوقات مقرر ہیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کسی نماز کو بے وقت پڑھا ہو سوائے مقام مزدلفہ کے وہاں مغرب اور عشاء کو ملا دیا اور صبح کی نماز دوسرے روز اس کے وقت سے پہلے یعنی غلس میں پڑھی، مقام عرفہ کی جمع ظہر وعصر کو شہرت کی وجہ سے بیان نہیں کیا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان دونوں مقامات کے علاوہ کسی اور حالت میں جمع حقیقی جائز نہیں ہے یہ حدیث بخاری ومسلم میں ہے، دوسری حدیث صحیح مسلم میں ''لیلۃ التعریس کی ''نماز صبح قضاء ہوجانے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے گھبرانے کا واقعہ مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سوجانے میں کچھ کوتاہی نہیں ہے اور ہماری ارواح تو اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں جب اس نے چاہا تو ان کو چھوڑا اور کوتاہی اور تقصیر تو جاگنے میں ہے یوں کہ نماز کو تاخیر کرے حتی کہ دوسری نماز کا وقت آ جاوے، یہ حدیث واضح طور پر بتلارہی ہے کہ حضور ﷺ نے اختیاری حالت میں بے وقت کبھی نماز نہیں پڑھی اور یہ کہ ایک نماز کو دوسرے وقت میں لے جانا تقصیر ہے، نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''من جمع بین الصلوٰتین فقداتی باباً من الکبائر ''جس نے دو نمازوں کو جمع کیا وہ کبائر کے ایک دروازہ میں گھس گیا، علامہ ابن کثیرؒ نے اس کی اسناد کو جید قرار دیا۔

معلوم ہوا کہ دو فرضوں کا حقیقتاً ایک ہی وقت میں جمع کرنا کبائر میں سے ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عامل کو لکھا کہ تین چیزیں کبائر میں سے ہیں ایک ''جمع بین الصلوٰتین '' دوسری ''فرار من الزحف ''یعنی جہاد میں کفار سے بھاگنا تیسری ''نھبی ''یعنی لوٹ مار، بقول زیلعی حاکم نے اس کو بطور مسند ابوقتادہ عدوی سے بیان کیا ہے۔

غرض کہ ان آیات مبارکہ اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے عرفات اور مزدلفہ کے دو فرضوں کا ایک ہی وقت کے اندر بوجہ عذر کے جمع کرنا خواہ عذر سفر کا ہو یا مرض وغیرہ کا احناف اور ان کے موافقین تمام اہل علم کے یہاں جائز نہیں یہاں پر ایک شبہ یہ کہ عرفات اور مزدلفہ میں جمع کرنا کیوں جائز ہے اس کا جواب یہ ہے کہ وہ بھی تواتر کے ساتھ ثابت ہے مثل تواتر قرآن کے، قرآن کو تو اس وجہ سے متواتر کہتے ہیں کہ متصل ومتسق ہزاروں انسانوں سے ہم تک پہنچا اور وہ ہمیشہ پہونچاتے رہے لیکن اگر کوئی سند پوچھے تو ایک سند بھی متصل نہ ملے گی مگر اس کی قطعیت احادیث سے جو سند سے ملی ہوں بہت بڑھی ہوئی ہے تو متواتر کے لئے سلسلہ اسناد ضروری نہیں لہٰذا جس طرح قرآن تواتر کے ساتھ ثابت ہے اسی طرح جمع بین الصلوٰتین عرفات اور مزدلفہ میں بھی بتواتر ثابت ہے کیونکہ ہر سال لاکھوں حاجی آتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں لہٰذا وہ مستثنیٰ ہے۔

بعض اہل علم کا قول ہے کہ سفر کی حالت میں ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کا دونوں میں سے کسی ایک وقت میں جمع کرنا جائز ہے امام شافعیؒ وامام احمدؒ واسحاقؒ اور ابن قدامہ کے بیان کے مطابق امام مالکؒ کا بھی یہ قول آیا ہے اور مشہور قول امام مالکؒ کا یہ ہے کہ جمع بین الصلوتین کا جواز سفر میں تعجیل کے ساتھ مخصوص ہے، اس کو علامہ عینیؒ نے اپنے شیخ کے حوالہ سے بیان کیا ہے علاوہ اس کے اور احناف کے قول مذکور کے اور بھی چار اقوال اپنے شیخ کے حوالہ سے عمدۃ القاری میں نقل کئے ہیں وہاں دیکھ لیں۔

پھر امام شافعیؒ وغیرہ کے نزدیک جمع تقدیم کے لئے کچھ شرائط ہیں کہ اگلی نماز جیسے عصر کو مقدم کر کے ظہر کے ساتھ پڑھے تو اس کے لئے یہ شرائط ہیں کہ ظہر کو مقدم کرے اور ظہر کی نماز سے فارغ ہونے سے پہلے عصر کو اس کے ساتھ جمع کرنے کی نیت کرے اور دونوں میں اس قدر فصل نہ کرے جس کو لوگ عرف میں جدا کرنا سمجھتے ہیں اور ترتیب کی رعایت کرے اور جمع تاخیر کے لئے شرط یہ ہے کہ ظہر کا وقت خارج ہونے سے پہلے ظہر کو عصر کے ساتھ جمع کرنے کی نیت کرے، ان شرائط کا ذکر امام نوویؒ وغیرہ نے کیا ہے امام شافعیؒ وغیرہ اپنے مسلک پر ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں جو جمع بین الصلاتین کے بارے میں آئی ہیں جیسے حدیث باب میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے جب زوال آفتاب سے پہلے رسول اکرم ﷺ کوچ فرماتے تو ظہر کو وقت عصر تک موخر فرماتے پھر وقت عصر ہو جانے کے بعد سواری سے اترتے پھر ظہر اور عصر کی نماز اکٹھی ادا فرماتے اور اگر کوچ کرنے سے پہلے آفتاب ڈھل جاتا تو ظہر کی نماز پڑھتے پھر سوار ہوتے یعنی ظہر کے وقت میں ظہر اور عصر کے درمیان جمع نہ فرماتے بلکہ صرف ظہر کی نماز پڑھ کر روانہ ہو جاتے اس حدیث کے آخری الفاظ "فان زاغت الشمس الخ" سے واضح طور پر جمع تقدیم کی نفی ہوگئی ہے۔

لہٰذا اس سے امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کے قول کی تائید ہوتی ہے کیونکہ ان کے یہاں جمع تقدیم کا کوئی ثبوت نہیں ہے بلکہ اس قول میں ابن حزمؒ بھی ہمارے موافق ہیں جیسا کہ علامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ ان کے نزدیک بھی جمع تقدیم درست نہیں اور امام بخاریؒ کے قائم کردہ ترجمہ "باب تاخیر الظهر الی العصر" سے اسی طرح ابواب السفر میں جو تراجم رکھے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی جمع تقدیم کے قائل نہیں ہیں۔ (فتح الباری: ۲/ ۴۸۰ .عمدۃ القاری: ۳/ ۵۷۳، ۵۷۴)

اب رہا جمع تاخیر تو بظاہر اس حدیث سے اس کا جواز معلوم ہو رہا ہے، دوسری حدیث اپنے مسلک کے ثبوت میں یہ پیش کی ہے جو عنوان کے تحت امام نسائیؒ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کی ہے یہ حدیث انہی الفاظ کے ساتھ جو نسائی کی روایت میں ہے امام ابوداؤدؒ نے بھی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کی ہے اس حدیث سے استدلال اس طرح کیا ہے کہ حدیث جمع تقدیم وجمع تاخیر دونوں کو شامل ہے اور واقعہ سفر کا ہے لہٰذا بحالت سفر جمع بین الصلاتین خواہ بطریق تقدیم ہو یا بطریق تاخیر درست ہے، اور تیسری دلیل ان کی (یعنی جمع الصلوتین فی السفر کے قائلین کی) وہ حدیث ہے جو ابوداؤدؒ نے بسند مالک بن انس عن ابی الزبیر عن جابر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے اور اس کو اسی سند سے امام نسائیؒ نے بھی آگے عنوان "الوقت الذی یجمع فیه المسافر بین المغرب والعشاء" کے تحت روایت کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں "قال غابت الشمس و

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ فجمع بین الصلوتین بسرف ''چوتھی دلیل ان حضرات کی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کو امام ترمذی اور ابوداؤد وغیرھما نے روایت کیا ہے اسی حدیث میں جمع تقدیم اور جمع تاخیر دونوں کا بیان آیا ہے اس بناء پر وہ اس حدیث کو اپنے مسلک کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں علاوہ اس کے ان حضرات نے جمع بین الصلاتین کے جواز پر قیاس سے استدلال کیا ہے، اور قیاس عرفہ اور مزدلفہ میں دو فرضوں کو ایک ساتھ پڑھنے پر کیا ہے کیونکہ حاجی لوگ اپنی عبادات میں مشغول رہتے ہیں اس لئے ان کی سہولت اور آسانی کے لئے عرفہ اور مزدلفہ میں دو نمازوں کو ایک وقت میں ایک ساتھ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے تا کہ وقوف کے لئے اطمینان سے وقت مل جائے اور یہ سبب ہر سفر میں موجود ہے لہٰذا مسافر کے لئے بھی دو فرضوں کا ایک وقت میں جمع کرنا جائز ہوگا۔

ان دلائل مذکورہ کے جوابات امام ابوحنیفہؒ اور جمہور علماء کی طرف سے یہ ہیں کہ پہلی دلیل میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی جو حدیث پیش کی ہے اس کا جواب علامہ سندھیؒ نے یہ دیا ہے کہ '' الی وقت العصر '' کا لفظ جو حدیث میں آیا ہے اس کے معنیٰ ''الی قرب وقت العصر '' کے ہیں اور اس جمع بین الصلوتین کو جمع فعلی پر محمول کیا جائے نہ کہ جمع حقیقی وقتی پر، فعلی صوری جمع یوں ہوگی کہ ظہر کو اس کے آخر وقت میں اس طرح پڑھے کہ نماز سے فارغ ہونے کے ساتھ ہی ادھر ظہر کا وقت ختم ہوگیا ادھر عصر کا وقت داخل ہوگیا تو دونوں کے ڈانڈے مل گئے پھر عصر کی نماز اس کے اول وقت میں پڑھے۔(واللہ تعالیٰ اعلم)

اس جواب کی تائید میں ہم اور کچھ تفصیل سے بحث کریں گے تا کہ انصاف پسند اور حقیقت شناس شخص کو تمام اقوال میں سے قول حنفیہ ہی اقرب الی الاعتدال اور ارجح ہونا معلوم ہو جائے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ قرآن پاک کی آیات اور احادیث متواترہ جو ہم پیچھے احناف کے دلائل کے تحت نقل کر چکے ہیں ان سے اور اجماع سے ثابت ہے کہ نمازوں کے اوقات مقرر ہیں اور جو چیز کتاب اللہ اور احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہو اس کے خلاف ہرگز نہیں ہوسکتا، اب اگر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں جمع بین الصلوتین کو جمع حقیقی وقتی پر حمل کریں تو اس سے آیات قرآنیہ قطعیہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ کی صحیح اور متواتر حدیثوں کی مخالفت لازم آئے گی جو بالکل ناجائز ہے۔

لہٰذا عنوان کے تحت کی حدیث مذکور جس کے راوی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں جمع فعلی صوری پر محمول ہے اس سے کتاب اللہ کی موافقت کے ساتھ ساتھ احادیث میں بھی توفیق وتطبیق حاصل ہو جاتی ہے، علاوہ اس کے جمع بین الصلوتین سے جمع حقیقی مراد ہے یا جمع فعلی صوری اس کو خود راوی حدیث زیادہ جانتے ہیں اور حدیث کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کی کیفیت بیان کردی چنانچہ بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ سفر میں جمع بین الصلوتین کا ارادہ فرماتے تو ظہر کو اس کے آخر وقت تک مؤخر کر دیتے پھر ظہر پڑھتے اور عصر کو اس کے اول وقت میں پڑھتے اور مغرب کو اس کے آخر وقت میں پڑھتے اور عشاء کو اس کے اول وقت میں پڑھتے اور کہتے تھے'' ھکذا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجمع بین الصلاتین فی السفر ''اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں دو نمازوں کو جمع فرماتے تھے۔(مجمع الزوائد)

اب قابل غور بات یہ ہے کہ جمع کی حدیث کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خود ہی صراحت کردی کہ میں نے جمع بین الصلاتین کی جو حدیث بیان کی اس سے جمع فعلی مراد ہے اور انہوں نے اس کیفیت مذکورہ کے ساتھ پڑھنے کی نسبت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث باب میں جمع بین الصلوتین جمع فعلی صوری پر محمول ہے اور یہی توجیہہ زیادہ قابل ترجیح اور قابل قبول ہے۔

دوسری دلیل میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی جو حدیث پیش کی ہے اس حدیث میں واضح طور پر جمع تقدیم کا کوئی ذکر نہیں بلکہ جمع تقدیم کے احتمال کے ساتھ اس کے غیر کا بھی احتمال ہے اور چونکہ یہاں کوئی ایسا قرینہ بھی نہیں جس کی بناء پر جمع تقدیم پر محمول کرنا صحیح ہو اس لئے حدیث کو جمع تقدیم پر محمول نہیں کرسکتے بلکہ ہمارے نزدیک جمع فعلی پر محمول ہے اس کی تعیین پر وہ حدیث دلالت کررہی ہے جو طبرانی نے اوسط میں بطریق غصن بن اسماعیل حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اس میں آیا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک کے سال نکلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظہر وعصر کے درمیان جمع کرتے ظہر کو آخر وقت میں اور عصر کو اول وقت میں پڑھتے پھر آگے چلتے اور مغرب کو اس کے آخر وقت میں پڑھتے یعنی مغرب کو شفق غائب ہونے سے پہلے پڑھ لیتے اور عشاء کو شفق غائب ہونے کے بعد اول وقت میں پڑھتے، یہ حدیث بتارہی ہے کہ ابو الطفیل کی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت میں ''جمع بین الظھر و العصر'' اور ''جمع بین المغرب و العشاء'' سے جمع فعلی صوری مراد ہے نہ کہ جمع حقیقی وقتی۔

لیکن اشکال یہ ہے کہ ابوداؤد اور ترمذی کی ایک روایت سے جمع تقدیم کا جواز ثابت ہوتا ہے چنانچہ ابوداؤد اور ترمذی وغیرہما نے قتیبہ سے وہ لیث سے وہ یزید بن ابی حبیب سے وہ ابوطفیل سے وہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے سفر میں نماز اس طرح پڑھتے تھے کہ جب آپ زوال آفتاب سے پہلے روانہ ہوجاتے تو ظہر کو عصر تک مؤخر کرتے پھر دونوں کو ایک ساتھ پڑھتے اور جب زوال آفتاب کے بعد کوچ کرتے تو ظہر وعصر کی نماز اکٹھی پڑھتے پھر روانہ ہوتے اور جب مغرب سے پہلے کوچ کرتے تو مغرب کو مؤخر کرتے یہاں تک کہ اس کو عشاء کے ساتھ پڑھتے اور جب مغرب کے بعد کوچ کرتے تو عشاء کو جلدی مغرب کے ساتھ پڑھتے۔ اس حدیث سے بظاہر جمع تقدیم کا جواز ثابت ہورہا ہے، حنفیہ اور جمہور کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو اکثر محدثین نے معلول قرار دیا ہے اور ابوداؤد نے کہا کہ اس حدیث کو تنہا قتیبہ نے روایت کیا ہے کیونکہ لیث سے روایت کرنے والے ثقات حفاظ نے جمع تقدیم کا ذکر نہیں کیا، لہٰذا یہ حدیث شاذ ہے نیز ابو داؤد نے یہ بھی کہا کہ یہ حدیث منکر ہے اور جمع تقدیم کے ثبوت میں کوئی مضبوط حدیث نہیں تو ان کا یہ قول اس حدیث کے ضعیف ہونے پر دلیل ہے، اور امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث قتیبہ غریب ہے اہل علم کے نزدیک معروف حدیث وہ ہے جس کو امام مسلم نے ابوالزبیر عن ابی الطفیل عن معاذ کے طریق سے روایت کیا ہے اس میں جمع تقدیم کا ذکر ہی نہیں۔

اور حاکم نے علوم الحدیث میں ص ۱۲۰ امام بخاری سے نقل کیا ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے قتیبہ بن سعید سے پوچھا کہ

آپ نے لیث بن سعد سے یزید بن ابی حبیب کی حدیث کو کس سے لکھا انہوں نے جواب دیا خالد مدائنی سے امام بخاری نے فرمایا ''وکان خالد المدائنی یدخل الا حادیث علی الشیوخ ''غرض کہ حاکم نے طویل کلام کے بعد کہا کہ ہم بہت غور و خوض کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ حدیث موضوع ہے البتہ قتیبہ بن سعید ثقہ اور معتبر ہیں ان کے مستند اور قابل اعتماد ہونے میں کوئی شبہ نہیں، ابن حزمؒ نے کہا کہ یہ حدیث جمع تقدیم کے باب میں بہت ہی کمزور قسم کی حدیث ہے جس کی چند وجہیں اپنی کتاب محلی میں لکھی ہیں پھر آگے چل کر لکھا ہے کہ اگر حدیث صحیح بھی ہو تب بھی اس میں ہمارے قول کے خلاف کوئی بات نہیں اس صورت میں وہ جمع فعلی صوری پر محمول ہے۔

تیسری حدیث جس سے جمع حقیقی کے قائلین نے اپنے مسلک پر استدلال کیا اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں جمع بین الصلاتین کی جو صورت بیان کی ہے یہ تو حضور اکرم ﷺ کی اس عادۃ معروفہ کے خلاف ہے جو سفر کی حالت میں تھی سفر میں آپ ﷺ نماز کس طرح پڑھتے تھے اس کو حضرت ابن عباس اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ وغیرھما نے اس طرح نقل کیا ہے کہ جب اپنی منزل میں مغرب کا وقت ہو جاتا تو آپ ﷺ مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ پڑھتے اور اگر منزل میں مغرب کا وقت نہ ہوتا تو سوار ہو کر روانہ ہوتے یہاں تک کہ جب عشاء کا وقت ہوتا تو اترتے پھر مغرب اور عشاء ایک ساتھ پڑھتے ،لہٰذا یہ بات عقل سے بہت ہی بعید ہے کہ مکہ میں مغرب کا وقت ہو جائے اس کے باوجود مغرب کی نماز پڑھے بغیر روانہ ہو جائیں پھر مقام سرف میں مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ پڑھیں اس کو عقل بالکل تسلیم نہیں کرتی ظاہر یہی ہے کہ جب سورج چھپنے کے قریب ہوا تو غروب کا لفظ اس پر مبالغۃً بولا گیا ہے، اس کی تائید ابن جریر کی روایت کے الفاظ سے ہوتی ہے کہ اس میں آیا ہے'' خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم من مكه عند غروب الشمس حتی اتی سرف۔ کنز العمال'' ۲۴۲/۴۔تو دیکھئے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ مکہ سے غروب آفتاب سے کچھ پہلے نکل گئے تھے جب کہ آپ کی رفتار میں تیزی تھی کیونکہ حضور ادائے نماز کا بہت اہتمام فرماتے تھے، حتی کہ آپ مغرب کے آخر وقت میں مقام سرف پہنچ گئے اور مغرب اس کے آخر وقت میں اور عشاء کی نماز اول وقت میں ادا فرمائی اور یہ حضور کے لئے ناممکن یا کوئی مشکل بات نہ تھی خصوصاً جب کہ سفر اپنی اونٹنی قصواء پر ہوتا تھا جس کی تیز رفتاری مشہور تھی۔ (واللہ تعالی اعلم)

غرض کہ تیسری حدیث جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کی ہے اور جس سے امام شافعیؒ وغیرہ نے جمع حقیقی کے جواز پر استدلال کیا ہے وہ درست نہیں کیونکہ اسے جمع حقیقی پر محمول کرنے سے اشکال وارد ہوتا ہے اور احادیث کے درمیان تعارض پیدا ہوتا ہے اور حنفیہ نے حدیث مذکور کی جو تفصیل اور توجیہ کی ہے اس سے تعارض ختم ہو جاتا ہے اور سب روایات پر عمل ہو جاتا ہے کیونکہ ان کے یہاں خواہ حدیث مذکور ہو یا جمع کی کوئی اور حدیث ہو جمع فعلی پر محمول ہے۔

اور چوتھی حدیث سے استدلال کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے متعلق حاکمؒ نے کہا کہ ابوطفیل کی حدیث موضوع ہے اس لئے امام طحاویؒ نے اس روایت کو ابوالطفیل سے نقل نہیں کیا مزید تفصیل اس حدیث کے ناقابل استدلال ہونے کی دوسری دلیل

کے تحت گزر چکی ہے، اب رہا امام شافعیؒ وغیرہ کے قیاس کا جواب انہوں نے سفر کی حالت میں جمع بین الصلاتین جائز ہونے کو عرفہ اور مزدلفہ میں ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو ایک ساتھ پڑھنے پر قیاس کیا ہے جس کا سبب انہوں نے یہ بتایا کہ حاجی لوگ مناسک حج میں مشغول رہتے ہیں اس لئے ضرورت کی بناء پر عرفہ اور مزدلفہ میں ان کے لئے جمع بین الصلاتین جائز رکھا گیا ہے اور یہ علت ہر سفر میں موجود ہے لہٰذا سفر میں بھی جمع جائز ہونا چاہئے، تو اس کا جواب امام طحاویؒ نے یہ دیا ہے کہ قیاس مذکور صحیح نہیں کیونکہ سب اس پر متفق ہیں اگر امام عرفہ میں ظہر اور عصر کو اپنے اپنے وقت مقررہ پر پڑھے اور اسی طرح مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو اپنے اپنے مقررہ وقت میں ادا کرے تو جائز ہوگی لیکن ترک سنت کی وجہ سے گناہ گار ہوگا اور کوئی مقیم یا مسافر عرفہ اور مزدلفہ کے علاوہ کسی اور مقام میں ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو ان کے اوقات مقررہ میں پڑھے تو وہ گناہ گار نہیں ہوتا۔

اس سے ثابت ہوا کہ عرفہ اور مزدلفہ جمع کے حکم کے ساتھ مخصوص ہیں کہ صرف ان دونوں مقام میں جمع بین الصلاتین مشروع ہے ان کے علاوہ اور مقام میں جمع بین الصلاتین کا حکم نہیں ہے، اور امام شافعیؒ وغیرہ نے جو علت بیان کی ہے وہ قابل تسلیم نہیں بلکہ عرفہ اور مزدلفہ میں جمع بین الصلاتین کی علت ہمیں معلوم نہیں جس طرح دوسرے مناسک حج کی علت ہمیں معلوم نہیں ہے بلکہ یہ فرق مذکور اشارہ کرتا ہے کہ جمع کی علت وہ نہیں جو امام شافعیؒ نے بیان کی ہے اس جمع کا ثبوت غیر معقول المعنی ہے اس کا ثبوت دلیل اجماع اور ایسی احادیث سے ہے جو تواتر کی حد تک پہنچ چکی ہیں، شیخ محی الدین عربیؒ نے کہا کہ قول راجح میرے نزدیک یہ ہے کہ عرفہ اور مزدلفہ کے علاوہ کسی اور مقام میں جمع بین الصلاتین جائز نہیں ہے کیونکہ بغیر شک وشبہ اور اختلاف کے نص قرآنی قطعی سے نماز کے اوقات ثابت ہیں اور نماز کو اسکے وقت سے خارج کردینا صحیح نہیں ہے اور ہر وہ حدیث جو جمع کے بارے میں وارد ہوئی ہے وہ محتمل ہے یا متکلم فیہ ہے یا صحیح ہے مگر صریح نص نہیں ہے لہٰذا ایسی حدیثوں کے ذریعہ سے نماز کو اس کے وقت مقررہ سے آگے پیچھے کرنا ہرگز صحیح نہیں ہے سوائے عرفہ اور مزدلفہ کے، جمع بین الصلاتین حقیقتاً ناجائز ہونے میں احناف کا مسلک زیادہ راجح اور مضبوط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتح الملهم، معارف السنن ، امانی الاحبار)

بیان ذٰلک

جمع بین الصلاتین کس حالت میں جائز ہے اس کی وضاحت

اخبرنا محمد بن عبد الله بن بزيع قال حدثنا يزيد بن زريع قال حدثنا كثير بن قاروند اقال سألت سالم بن عبد الله عن صلاة أبيه في السفر و سألناه هل كان يجمع بين شئى من صلاته في سفره فذكر أن صفية بنت ابى عبيد كانت تحته فكتبت اليه وهو في زراعة له انى فى آخر يوم من ايام الدنيا و اول يوم من الآخرة فركب فاسرع السير اليها حتى اذا حانت صلاة الظهر قال له المؤذن الصلاة يا ابا عبد الرحمٰن فلم يلتفت حتى اذا كان بين الصلاتين نزل فقال أقم فاذا سلمت قأقم فصلى ثم ركب حتى اذا

غابت الشمس قال له المؤذن الصلاة فقال کفعلک فی صلاة الظهر والعصر ثم سار حتی اذا اشتبکت النجوم نزل ثم قال للمؤذن اقم فاذا سلمت فاقم فصلی ثم انصرف فالتفت الینافقال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا حضر احدکم الا مر الذی یخاف فوته فلیصل ھٰذہ الصلوٰة.

کثیر بن قاروندا کہتے ہیں کہ میں نے سالم بن عبداللہ سے سفر میں ان کے والد کی نماز کے متعلق دریافت کیا کہ سفر میں دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے تھے یا نہیں تو سالم نے بیان کیا کہ ابوعبید کی بیٹی صفیہ میرے والد کے نکاح میں تھی ایک مرتبہ عبداللہ اپنی کھیتی میں تھے صفیہ نے ان کے پاس تحریر لکھ کر بھیجی کہ اب میرا ایام دنیا میں سے آخری دن اور ایام آخرت میں سے اول روز ہے یہ اطلاع پاتے ہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سواری کے جانور پر سوار ہوئے اور سواری کی رفتار کو تیز کیا تا کہ صفیہ کے پاس جلدی پہنچ سکیں دوران سفر نماز ظہر کا وقت آ گیا مؤذن نے ان سے کہا کہ اے ابوعبدالرحمن نماز کا وقت ہو گیا اس پر انہوں نے کوئی توجہ نہیں دی یہاں تک کہ ظہر کو عصر تک مؤخر کر دیا پھر اترے اور مؤذن سے کہا تکبیر پڑھو اس نے تکبیر کہی تو حضرت عبداللہ نے ظہر کی نماز پڑھی پھر تکبیر کہی تو عصر پڑھی اس طرح سے دونوں نمازوں کو جمع کر کے ایک ساتھ پڑھا پھر سوار ہوئے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا مؤذن نے ان کو نماز مغرب کی اطلاع دی انہوں نے جواب دیا ظہر اور عصر کی نماز میں جس طرح کیا تھا ویسا کرنا پھر آگے چلتے رہے یہاں تک کہ جب ستارے گنجان چمکنے لگے تو سواری سے اترے پھر مؤذن سے کہا اقامت کہو اور جب میں سلام پھیرلوں تو پھر اقامت کہنا تو اسطرح سے مغرب اور عشاء دونوں کو ایک ساتھ ادا کیا پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ہماری طرف التفات کیا اور کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو کوئی اہم حاجت پیش آئے جس کے فوت ہونیکا اندیشہ رکھتا ہو تو وہ اس طرح سے دو نمازوں کو ایک ساتھ پڑھے۔

تشریح: پچھلے عنوان کے تحت کی حدیث سے ثابت کیا ہے کہ ظہر اور عصر کا جمع کرنا اور مغرب وعشاء کا جمع کرنا مسافر کے لئے جائز ہے اب یہ عنوان قائم کر کے اور اس کے ماتحت کی روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قصہ نقل کر کے بتانا چاہتے ہیں کہ مسافر کے لئے دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنے کی جو اجازت ہے وہ ہر حالت میں نہیں بلکہ خاص حالت میں ہے اور وہ خاص حالت یہ ہے کہ مسافر کو کوئی زیادہ اہم ضروری کام پیش آ جائے جس کی وجہ سے اس کو رفتار میں جلدی ہو تو ایسی صورت میں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنے کی اجازت ہے جس پر عنوان کے تحت کی روایت دلالت کر رہی ہے کیونکہ اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا جو سفر بیان کیا گیا ہے وہ خاص قسم کا سفر تھا وہ اپنی زمین پر گئے ہوئے تھے جو مکہ مدینہ کے بیچ میں تھی ادھر ان کی بیوی صفیہ جو ابوعبید بن مسعود ثقفی کی بیٹی تھی سخت بیمار ہو گئی حتیٰ کہ لب جان ہو گئی اس نے اپنی نازک حالت کی اطلاع بذریعہ تحریر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دی آپ اس پریشان کن خبر پاتے ہی سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے اور چونکہ ان کو رفتار میں جلدی تھی اس لئے اس سفر میں آپ نے جمع بین الصلاتین کیا تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمع کی اجازت کے لئے خاص قسم کا سفر ہونا شرط ہے جس سے امام مالکؒ کے قول کی تائید ہوتی ہے انہوں نے فرمایا مسافر دو نمازوں کو

جمع کر کے ایک وقت میں نہیں پڑھ سکتا ''الا ان یجدبہ السیر'' مگر سفر خاص کی صورت میں یعنی مسافر کو رفتار میں جلدی ہو تو جمع کر کے پڑھ سکتا ہے اس قول کو ابن قاسم نے امام مالکؒ سے نقل کیا ہے جیسا کہ ابن رشد نے اس کا ذکر کیا ہے لیکن امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا بھی ایک قول یہ ہے کہ جمع بین الصلاتین کے جواز کے لئے خاص قسم کا سفر ہونے کی شرط نہیں ہے بلکہ کسی بھی نوعیت کا سفر ہو۔

بہرصورت مسافر کے لئے جمع بین الصلاتین جائز ہے امام شافعیؒ کے قول کی تائید حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہوتی ہے اور امام مالکؒ کا قول اس سے رد ہو جاتا ہے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے سفر میں نماز کو مؤخر فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیمہ سے باہر تشریف لائے اور ظہر وعصر کو ایک ساتھ پڑھا پھر خیمہ میں داخل ہوئے پھر باہر تشریف لائے اور مغرب وعشاء کو بھی ایک ساتھ ادا فرمایا یہ حدیث بغیر اسراع فی السیر کے جمع کے جواز پر دلالت کر رہی ہے اور امام شافعیؒ نے الام میں لکھا ہے کہ حدیث کے الفاظ ''ثم دخل وخرج'' سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس منزل پر قیام کئے بغیر دخول وخروج نہیں ہو سکتا لہٰذا مسافر کیلئے جمع بین الصلاتین ہر حالت میں جائز ہے خواہ کہیں بھی اس کا قیام ہو یا سفر جاری رکھنے والا ہو خاص قسم کے سفر کی شرط کے ساتھ مشروط کرنا صحیح نہیں۔

اور فتح الباری میں علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث نے اشتباہ کو بالکل ختم کر دیا ہے اور اس سے ان حضرات کے قول کی خوب اچھی طرح تردید ہو رہی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ مسافر کے لئے جمع بین الصلاتین جائز نہیں ہے مگر اس کے لئے جائز ہے جس کو رفتار میں جلدی ہو جیسا کہ امام مالکؒ اس کے قائل ہوئے ہیں، غرض کہ جمع کے جواز کے لئے رفتار میں اسراع کی شرط وعدم شرط کا اختلاف امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے درمیان ہے ورنہ جواز جمع کے قائلین سب اس پر متفق ہیں کہ مشقت سفر کے سبب سے مسافر کے لئے جمع بین الصلاتین جائز ہے اور اس کے جواز کو ان احادیث سے ثابت کیا ہے جو سفر کے دوران وارد ہوئی ہیں اور ان میں سے ایک یہ حدیث بھی ہے جو عنوان کے تحت نقل کی گئی ہے اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فعل نقل کیا ہے کہ انہوں نے ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو جمع کر کے پڑھا ہے امام شافعیؒ اور امام احمدؒ وغیرہ نے اس کو جمع حقیقی پر محمول کیا ہے، حضرات احناف اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قصہ ایک ہی قصہ ہے اس کو مختلف راویوں نے نقل کیا ہے اور اس واقعہ کے باعث انہوں نے جو سفر کیا اس میں جمع بین الصلاتین کیا ہے مگر جمع حقیقی پر اس حدیث سے استدلال نہیں ہو سکتا کیونکہ حدیث کے الفاظ ''حتی اذا کان بین الصلوتین الخ'' واضح طور پر جمع حقیقی اختیار کرنے پر دلالت نہیں کرتے ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ظہر کے آخری وقت میں بطور تقدیم کے ظہر اور عصر کو ایک ساتھ پڑھا ہو اور اس کا بھی امکان ہے کہ انہوں نے جمع فعلی صوری کی ہو جمع تاخیر کا یہاں پر کوئی امکان نہیں اس لئے کہ الفاظ حدیث اس کی موافقت میں نہیں ہیں۔

اب ان محتملات میں سے کسی ایک معنی کی یعنی جمع حقیقی کی تعیین بلا دلیل ہوگی جو درست نہیں ہے، نیز قطعی نص قرآنی ''اِنَّ

الصلوٰة کانت علی المومنین کتاباً موقوتا ''اور سنت متواترہ کے خلاف ہے اس لئے جمع تقدیم حقیقی پر محمول نہیں کر سکتے اور اگر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اس فعل مذکور کو جمع فعلی پر محمول کیا جائے تو کوئی اشکال نہیں کیونکہ جمع فعلی پر محمول کرنے سے نہ تو کتاب اللہ کی مخالفت لازم آتی ہے اور نہ سنت متواترہ کی، تو گویا کتاب اللہ کی آیات اور احادیث متواترہ اس کی تائید میں ہیں بلکہ خود حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بعض روایات میں اس کی صراحت کر دی دیکھو اس حدیث میں مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھنے کا بیان آیا ہے کس طرح جمع کیا اس کی کیفیت نافع اور عبداللہ بن واقد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کی ہے کہ مؤذن نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو وقت نماز کی اطلاع دی تو انہوں نے کہا کہ چلتے رہو چلتے رہو یہاں تک کہ شفق غائب ہونے سے پہلے اترے اور مغرب کی نماز پڑھی پھر انتظار کیا یہاں تک کہ شفق چھپ گیا اور عشاء کی نماز پڑھی پھر کہا بے شک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی کام کے پیش نظر رفتار میں جلدی ہوتی تو اسی طرح کرتے جس طرح میں نے کیا ہے۔

اس حدیث کو ابوداؤد اور دارقطنی وغیرہما نے محمد بن فضیل کے طریق سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے نافع اور عبداللہ بن واقد سے روایت کیا ہے اور نیموی نے کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے اس روایت سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے مغرب اور عشاء میں جمع فعلی صوری کی تھی کہ مغرب کو اس کے آخری وقت میں اور عشاء کو اس کے اول وقت میں پڑھا کیونکہ راوی نے اس حدیث میں شفق غائب ہونے تک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا انتظار کرنا صریح طور پر بیان کیا ہے اور جب یہاں جمع فعلی اختیار کی تو ظاہر بات ہے کہ ظہر اور عصر میں بھی جمع فعلی کی ہوگی کیونکہ واقعہ ایک ہے اسی کی وجہ سے سفر پیش آیا ہے تو ایک ہی سفر میں مغرب اور عشاء میں جمع فعلی اور ظہر وعصر میں جمع حقیقی کیونکر صحیح ہو سکتی ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس طرح کرتے جس طرح میں نے کیا ہے کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔

بہرحال ان قرائن وشواہد کی بناء پر ہم کہتے ہیں کہ اس عنوان کے تحت کی حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے جمع بین الصلاتین کو جمع فعلی صوری پر محمول کیا جائے گا اور جمع فعلی پر محمول ہونے کی صورت میں ان قواعد شرعیہ اور اصول واضحہ کی خلاف ورزی نہیں ہوتی جو آیت قرآنی ''ان الصلوة کانت علی المومنین کتاباً موقوتا ''میں مذکور ہیں جس کا تقاضا ہے کہ ہر نماز کا جدا جدا وقت ہے جہاں تک ممکن ہو اس کے وقت سے نہ ٹالا جائے اور بخاری ومسلم میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ''ما صلی رسول الله صلی الله علیه وسلم صلاة لغیر میقاتها الا صلاتین الخ ''میں بیان کئے گئے ہیں بلکہ تمام نصوص پر بدون تاویل کے عمل ہو جاتا ہے۔

الوقت الذی یجمع فیه المقیم

اس وقت کا بیان جس میں مقیم دو نمازیں اکٹھی پڑھے

اخبرنا قتیبة قال حدثنا سفیان عن عمرو عن جابر بن زید عن ابن عباس قال صلیت مع النبی صلی

الله علیه وسلم بالمدینة ثمانیاً جمیعاً و سبعاً جمعیا اخر الظهر و عجل العصر واخر المغرب و عجل العشاء.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ میں اکٹھی آٹھ رکعتیں پڑھیں اور اکٹھی سات رکعتیں پڑھیں ظہر کو آخری وقت میں پڑھتے اور عصر کو جلدی پڑھتے اور مغرب کو تاخیر کرتے اور عشاء کو جلدی پڑھتے۔

اخبرنا ابو عاصم خشیش بن اصرم قال حدثنا حبان ابن هلال حدثنا حبیب وهو ابن ابی حبیب عن عمرو بن هرم عن جابر بن زید عن ابن عباس انه صلی بالبصرة الا ولی والعصر لیس بینهما شیئی والمغرب والعشاء لیس بینهما شیئی فعل ذلک من شغل وزعم ابن عباس انه صلی مع رسول الله صلی الله علیه وسلم بالمدینة الا ولی والعصر ثمان سجدات لیس بینهما شیئی.

جابر بن زید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بصرہ میں ظہر وعصر کی نماز پڑھی دونوں کے درمیان کوئی چیز نہ تھی اور مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی دونوں کے درمیان کوئی چیز نہ تھی انہوں نے ایسا دینی کام میں مشغول رہنے کی وجہ سے کیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ مدینہ میں ظہر اور عصر کی آٹھ رکعتیں پڑھیں ان کے درمیان کوئی چیز نہ تھی۔

تشریح :احادیث میں جس طرح سفر میں دونمازوں کو ایک ساتھ پڑھنے کا بیان آیا ہے اسی طرح حضر اور اقامت کی حالت میں بھی جمع بین الصلاتین کا بیان آیا ہے جیسا کہ عنوان کے تحت حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ میں ظہر کی چار رکعتیں اور عصر کی چار رکعتیں ایک ساتھ پڑھیں اور سات رکعتیں یعنی مغرب کی تین رکعتیں اور عشاء کی چار رکعتیں ایک ساتھ پڑھیں یہاں جمع حقیقی کا تصور تک نہیں ہوسکتا خود راوی ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر سے جمع فعلی صوری متعین ہوگئی وہ فرماتے ہیں کہ ''اخر الظهر و عجل العصر الخ '' کہ ظہر کو اس کے آخری وقت میں اور عصر کو اس کے اول وقت میں ادا فرمایا اور مغرب کو اس کے آخری وقت میں اور عشاء کو اول وقت میں ادا فرمایا۔

اب کوئی ابہام نہیں رہا بالکل صراحت کردی کہ جمع فعلی متعین ہے، اور اس کے شواہد ہیں چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ نے کسی نماز کو بے وقت پڑھا ہو (یعنی بحالت اختیاری) سوائے مقام مزدلفہ کے وہاں مغرب وعشاء کو ایک ساتھ پڑھا اور صبح کی نماز پڑھی دوسرے روز اس کے وقت سے پہلے یعنی غلس میں (رواہ مالک فی الموطا والبخاری وغیرهما) تو دیکھو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مطلق

جمع کی نفی کردی اور جمع کو مقام مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز اکٹھی پڑھنے پر منحصر کردیا حالانکہ خود حضرت ابن مسعود ﷺ نے حدیث الجمع بالمدینہ روایت کی ہے جس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جمع بین الصلاتین جو مدینہ میں واقع ہوا تھا وہ فعلی اور صوری تھا نہ کہ جمع حقیقی اور اگر جمع حقیقی پر محمول کیا جائے تو ان کی روایت میں تعارض پیدا ہوگا اور اس توجیہہ مذکور پر تعارض ختم ہوکر ان کی دونوں قسم کی روایات میں موافقت پیدا ہو جاتی ہے، نیز ابن جریر نے حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے آپ ﷺ ظہر کو اس کے آخر وقت میں اور عصر کو اس کے اول وقت میں جمع کر کے پڑھتے اور مغرب کو اس کے آخر وقت میں اور عشاء کو اس کے اول وقت میں جمع کر کے پڑھتے یہی جمع صوری ہے اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے مدینہ میں رسول اکرم ﷺ کے جمع بین الصلاتین کو بیان کیا ہے اور جمع کی صورتوں میں سے کونسی صورت تھی اس کو حدیث نے متعین کردیا ہے کہ جمع فعلی صوری تھی یعنی مدینہ میں ظہر کی نماز اس کے آخر وقت میں عصر کی نماز اول وقت میں پڑھی تو صورت میں جمع ہوئی لیکن درحقیقت دونوں نمازیں اپنے وقت میں پڑھیں۔

اسی طرح مغرب اور عشاء میں جمع فرمایا اس توجیہہ کو حنفیہ اور بہت سے علماء محققین مثلاً حافظ ابن حجرؒ علامہ عینیؒ اور شوکانیؒ وغیرہم نے راجح اور مختار بتایا ہے جس سے انکار کرنا خلاف عدل ہے، تعجب ہے کہ امام نوویؒ نے کہا کہ یہ توجیہہ ضعیف ہے یا باطل کیونکہ ظاہر حدیث کے مخالف ہے، اس کے جواب میں حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ جس توجیہہ کو نوویؒ ضعیف قرار دے رہے ہیں یہ وہ توجیہہ ہے جس کو بڑے بڑے محدثین قرطبیؒ اور امام الحرمین وغیرہم نے راجح قرار دیا ہے۔

اور متقدمین میں سے ابن ماجشونؒ اور طحاویؒ وغیرہما نے اس توجیہہ کے حق ہونے پر اظہار یقین کیا ہے، حتی کہ قاضی شوکانی گو ظاہر پر بہت جمود کرنے والوں میں ہیں وہ بھی حضرت ابن عباس ﷺ کی حدیث مذکور کی شرح میں بول اٹھے کہ یہاں پر جمع فعلی صوری کے علاوہ اور کچھ نہیں بہرحال راوی حدیث حضرت ابن عباس ﷺ کی تشریح اور حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر ﷺ کی روایات کے پیش نظر عنوان کے تحت نقل کردہ حدیث کی یہ توجیہہ درست ہے کہ جمع سے مراد جمع فعلی صوری ہے اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے

اب رہی یہ بات کہ اس جمع سے حضور اکرم ﷺ کا مقصد کیا تھا اس کے متعلق راوی حدیث حضرت ابن عباس ﷺ سے سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا ''اراد ان لا یحرج امته'' کہ حضور ﷺ نے اپنی امت سے حرج دور کرنے کے لئے جمع فرمایا معلوم ہوا کہ بغیر کسی عذر کے حضر میں جمع فرمایا اور مقصد جمع بین الصلاتین کا خود راوی حدیث حضرت ابن عباس ﷺ نے بیان کردیا لہٰذا مدینہ میں جس جمع بین الصلاتین کا بیان ابن عباس ﷺ کی حدیث میں آیا ہے اس کا سبب مرض اور مطر یعنی بارش وغیرہ کو قرار دینا درست نہیں۔

چنانچہ امانی الاحبار میں الجوہر النقی کے حوالہ سے ابن المنذر کا قول نقل کیا گیا ہے انہوں نے کہا کہ ابن عباس ﷺ کی

حدیث کومرض اور مطر اور سفر وغیرہ اعذار میں سے کسی عذر پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے خود ہی جمع کی علت بتادی کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی امت سے حرج کو دور کرنے کے لئے مدینے میں جمع بین الصلاتین فرمایا اور خود ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تشریح سے متعین ہوگیا کہ فعل اور صورت میں جمع فرمایا، مگر حقیقت میں ہر ایک نماز اپنے وقت میں ادا ہوئی اس میں کیا اشکال ہے، شریعت میں اس کی نظیر موجود ہے، لہٰذا بعض متاخرین کا یہ قول کہ لسان شریعت میں اس کی کوئی نظیر نہیں غلط ہے کیونکہ شریعت میں اس کی نظیر موجود ہے جیسا کہ مستحاضہ عورت کے لئے فرمایا کہ ظہر اور عصر کو ایک غسل کے ساتھ جمع کر کے ظہر کو اس کے آخری وقت میں اور عصر کو اسکے اول وقت میں پڑھ لو ایسے ہی مغرب اور عشاء میں یہاں بالاتفاق جمع فعلی صوری مراد ہے تو معلوم ہوا کہ جمع لسان شریعت میں جمع صوری پر بھی بولا جاتا ہے۔(فتح الملهم: ٢/٢٦٦ .اماني الاحبار ٢/٣١٦)

عنوان کے تحت دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں صلوٰۃ اولیٰ یعنی نماز ظہر اور عصر ایک ساتھ پڑھی دونوں کے درمیان کسی سنت وغیرہ کا فاصلہ نہ تھا، اولیٰ سے مراد ظہر کی نماز ہے اس کو اولیٰ سے اس لئے تعبیر کرتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے سب سے پہلے جس نماز کی نبی کریم ﷺ کو تعلیم دی تھی وہ نماز ظہر تھی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مغرب اور عشاء کی نماز بھی اکٹھی پڑھی، صحیح مسلم وغیرہ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں تقریر فرمائی تھی اور تقریر بہت طویل تھی جس کی وجہ سے تاخیر ہوگئی اور اوپر کی تفصیل مذکور سے معلوم ہو چکا ہے کہ وہ حضر میں جمع فعلی صوری کو جائز سمجھتے تھے۔

لہٰذا اس حدیث میں ان کے جمع بین الصلاتین کو بھی جمع فعلی صوری پر محمول کیا جائے گا کیونکہ اس حدیث میں جمع فعلی کے خلاف دلالت کرنے والی کوئی چیز موجود نہیں بلکہ ظاہر سیاق حدیث جمع فعلی پر دلالت کر رہا ہے کیونکہ اس موقع پر طویل خطبہ سے ابن عباسؓ کا مقصود بنی تمیم کے اس شخص کے خیال کو رد کرنا تھا جو الصلوٰۃ الصلوٰۃ کی آواز لگا رہا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ نماز کے لئے تقریر کو بند کر دیا جائے، اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بتا دینا چاہتے تھے کہ تاخیر آخر وقت تک جائز ہے جبکہ مصالح دین میں سے کسی مصلحت کے پیش نظر ہو خاص طور سے تبلیغ علم اور عام لوگوں کی رہنمائی کی مصلحت پیش نظر ہو۔

(اماني الا حبار ٢/٣١٦،٣١٧)

غرض کہ خطاب میں مشغول رہنے کی وجہ سے تاخیر ہوگئی اس لئے ظہر وعصر اور مغرب وعشاء میں جمع کیا تو صورت میں جمع ہوئیں اور درحقیقت دونوں نمازیں اپنے وقت میں ادا ہوئیں پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ مدینہ میں ظہر اور عصر کے آٹھ سجدات یعنی آٹھ رکعتیں پڑھیں یہاں اسم جزء کا استعمال کل پر کرنے کی وجہ سے سجدہ سے رکعت مراد لی گئی لہٰذا ثمان سجدات سے آٹھ رکعات مراد ہیں تو اس سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ میں نے کوئی نئی چیز ایجاد نہیں کی بلکہ میرے اس عمل کی اصل موجود ہے اور وہ ''انه صلى مع رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ'' ہے۔(والله تعالىٰ اعلم بالصواب)

الوقت الذی یجمع فیه المسافر بین المغرب والعشاء

اس وقت کے بیان میں جس میں مسافر مغرب اور عشاء کے درمیان جمع کرے

اخبرنا اسحٰق بن ابراھیم قال انبانا سفیان عن ابی نجیح عن اسمٰعیل بن عبد الرحمٰن شیخ من قریش قال صحبت ابن عمر الی الحمٰی فلما غربت الشمس ھبت ان اقول له الصلاة فسارحتی ذھب بیاض الافق و فحمة العشاء ثم نزل فصلی المغرب ثلاث رکعات ثم صلی رکعتین علی اثرھا ثم قال ھکذا رایت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یفعل.

قریشی شیخ اسماعیل بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مقام حمٰی کی طرف چلتا رہا (حمٰی مدینہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے) جب سورج غروب ہوگیا تو میں اس بات کی اطلاع دینے سے ڈر گیا کہ جناب نماز مغرب کا وقت ہوگیا پس وہ چلتے رہے حتی کہ آسمان کے کنارے کی سفیدی اور رات کی اول تاریکی ختم ہونے کے قریب ہوگئی پھر سواری کے جانور سے اترے اور مغرب کی تین رکعات پڑھیں پھر اس کے بعد دو رکعتیں عشاء کی پڑھیں پھر فرمایا اس طرح میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا۔

اخبرنی عمرو بن عثمان قال حدثنا بقیة عن ابی حمزة ح و انبانا احمد بن محمد بن المغیرة قال حدثنا عثمان واللفظ له عن شعیب عن الزھری قال اخبرنی سالم عن ابیه قال رایت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اذا عجله السیر فی السفر یوخر صلاة المغرب حتی یجمع بینھا و بین العشاء.

زہری کہتے ہیں مجھ سے سالم نے اپنے والد کی روایت سے بیان کیا ہے ان کے والد نے کہا کہ سفر کی حالت میں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رفتار میں جلدی ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز مغرب کو مؤخر فرماتے یہاں تک مغرب اور عشاء جمع کرتے۔

اخبرنا المؤمل بن اھاب قال حدثنی یحیی بن محمد الجاری قال حدثنا عبدالعزیز بن محمد عن مالک بن انس عن ابی الزبیر عن جابر قال غابت الشمس و رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم بمکة فجمع بین الصلوتین بسرف.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ آفتاب چھپ گیا درآنحالیکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام سرف میں مغرب اور عشاء کے درمیان جمع کیا۔

اخبرنی عمرو بن سواد بن الاسود بن عمرو قال انبانا ابن وھب قال حدثنا جابر بن اسمٰعیل عن عقیل عن ابن شھاب عن انس عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم انه کان اذا عجل به السیر یوخر الظھر الی وقت العصر فیجمع بینھما ویوخر المغرب حتی یجمع بینھا وبین العشاء حین یغیب الشفق.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رفتار میں جلدی ہوتی تو ظہر کو وقت عصر تک تاخیر کرتے پھر ظہر وعصر دونوں کو جمع کرتے اور مغرب کو تاخیر کرتے یہاں تک مغرب اور عشاء میں جمع کرتے جبکہ شفق چھپ جاتی۔

اخبرنا محمود بن خالد قال حدثنا الولید حدثنا ابن جابر قال حدثنی نافع قال خرجت مع عبد اللہ بن عمر فی سفر یرید ارضا له فاتاه اٰتٍ فقال ان صفیة بنت ابی عبید لما بها فانظر ان تدر کها فخرج مسرعا و معه رجل من قریش یسایره وغابت الشمس فلم یصل الصلاة وکان عهدی به وهو یحافظ علی الصلوة فلماابطأ قلت الصلاة یرحمک اللہ فالتفت الی ومضی حتی اذاکان فی اٰخر الشفق نزل فصلی المغرب ثم اقام العشاء وقد تواری الشفق فصلی بنا ثم اقبل علینا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کان اذا عجل به السیر صنع هکذا.

ابن جابر نے نافع کی روایت سے بیان کیا کہ نافع نے کہا کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سفر میں نکلا ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی زمین پر جارہے تھے اچانک ان کے پاس ایک شخص آیا اور یہ پیغام پہنچایا کہ ابوعبید کی بیٹی صفیہ مرض کی وجہ سے سخت تکلیف اور بے چینی کی حالت میں ہے اس کے پاس جلدی پہنچنے کی کوشش کیجئے یہ خبر سن کر ابن عمر رضی اللہ عنہ تیز رفتاری سے گھر کی طرف روانہ ہوگئے اور ان کے ساتھ ایک قریشی آدمی انکے ساتھ چلتا رہا اور سورج غروب ہوگیا مگر ابن عمر رضی اللہ عنہ نے مغرب کی نماز نہیں پڑھی اور میں ان کے تقویٰ کے متعلق جانتا ہوں کہ وہ نماز کا بہت اہتمام کرتے تھے اور جب نماز کو اس کے وقت سے تاخیر کردی تو میں نے کہا آپ کیوں نماز نہیں پڑھتے ہو حالانکہ معمول کا وقت فوت ہو رہا ہے اللہ آپ پر رحم کرے پس میری طرف دیکھا مگر کوئی بات چیت نہیں کی اور حسب سابق چلتے رہے یہاں تک کہ شفق کے آخری وقت میں اترے پھر مغرب کی نماز پڑھی پھر جب شفق چھپ گیا تو ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رفتار میں جلدی ہوتی تو اسی طرح کرتے۔

اخبرنا قتیبة بن سعید حدثنا العطاف عن نافع قال اقبلنا مع ابن عمر من مکة فلما کان تلک اللیلة سار بنا حتی امسینا فظننا انه نسی الصلاة فقلنا له الصلاة فسکت و سار حتی کاد الشفق ان یغیب ثم نزل فصلی و غاب الشفق فصلی العشاء ثم اقبل علینا فقال هکذا کنا نصنع مع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا جد به السیر.

نافع سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ سے روانہ ہوگئے جب وہ رات آگئی جس میں ان کی بیمار بیوی کے لئے مدد طلب کی گئی تھی تو ہم کو بھی اپنے ساتھ لے چلے یہاں تک کہ ہم شام تک چلتے رہے آفتاب غروب ہوگیا پس ہم نے گمان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ مغرب کی نماز بھول گئے ہم نے ان سے کہا نماز پڑھ لیجئے وہ خاموش رہے اور آگے چلتے رہے یہاں تک کہ شفق چھپنے کے قریب ہوا پھر اترے اور نماز پڑھی اور شفق غائب ہوگیا پھر عشاء کی نماز پڑھی پھر ہماری طرف متوجہ

ہوئے اور فرمایا کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ اسی طرح کرتے تھے جب حضور کو رفتار میں جلدی ہوتی۔

اخبرنا عبدة بن عبد الرحيم قال حدثنا ابن شميل قال حدثنا كثير بن قاروندا قال سألنا سالم بن عبدالله عن الصلاة في السفر فقلنا اكان عبد الله يجمع بين شيءٍ من الصلاة في السفر فقال لا اِلا بجمع ثم اتيته، فقال كانت عنده صفية فارسلت اليه انى فى آخر يوم من الدنيا و اول يوم من الآخرة فركب وانا معه فاسرع السير حتى حانت الصلوة فقال له المؤذن الصلاة يا ابا عبد الرحمٰن فسار حتى اذا كان بين الصلاتين نزل فقال للمؤذن اقم فاِذاسلمت من الظهر فاقم مكانك فاقام فصلى الظهر ركعتين ثم سلم ثم اقام مكانهٔ فصلى العصر ركعتين ثم ركب فاسرع السير حتى غابت الشمس فقال لهٗ المؤذن الصلاة يا ابا عبدالرحمٰن فقال كفعلك الا ول فسار حتى اذا اشتبكت النجوم نزل فقال اقم فاذا سلمتُ فاقم فصلى المغرب ثلاثاً ثم اقام مكانه فصلى العشاء الاخرة ثم سلم واحدة تلقاء وجهه ثم قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا حضراحد كم امر يخشى فوته فليصل هذه الصلاة.

کثیر بن قاروندا نے بروایت سالم بن عبداللہ بیان کیا ہے کہ ہم نے سالم بن عبداللہ سے سوال کیا کہ کیا عبداللہ سفر میں نمازوں کو جمع کرتے تھے انہوں نے جواب دیا نہیں اِلّا یہ کہ مزدلفہ میں جمع کرتے تھے پھر میں ان کے پاس گیا تب انہوں نے کہا کہ عبداللہؓ کے نکاح میں صفیہ تھی اس نے عبداللہ کے پاس پیغام بھیجا کہ بے شک میرا آخری دن ہے دنیا کی زندگی سے اول دن ہے آخرۃ کی نسبت سے پس عبداللہ سوار ہوئے اور میں ان کے ساتھ تھا پس رفتار کو تیز کیا یہاں تک کہ نماز کا وقت آ گیا پس مؤذن نے ان سے کہا اے عبدالرحمٰن نماز کا وقت ہو گیا اطلاع کے باوجود نہیں رکے چلتے رہے یہاں تک کہ جب دو نمازوں کے درمیان کا وقت ہوا اترے اور مؤذن سے کہا اقامت کہو اور جب میں ظہر کا سلام پھیروں تو اپنی جگہ قائم رہ کر دوبارہ اقامت کہنا مؤذن نے اقامت کہی تو عبداللہ نے دو رکعتیں ظہر کی پڑھیں پھر سلام پھیرا پھر تکبیر کہی تو عصر کی دو رکعتیں پڑھیں پھر سوار ہوئے اور تیز رفتاری سے چلنے لگے پس مؤذن نے ان سے کہا اے ابو عبدالرحمٰن نماز کا وقت ہو گیا انہوں نے کہا جیسا پہلے کیا تھا ویسے ہی کرنا پس چلتے رہے یہاں تک ستارے گنجان چمکنے لگے پھر سواری سے اترے اور کہا اقامت کہو جب میں سلام پھیروں پھر اقامت کہنا موذن نے اقامت کہی تو مغرب کی تین رکعتیں پڑھیں پھر اقامت کہی تو عشاء کی نماز پڑھی پھر ایک ہی مرتبہ اپنے چہرے کے سامنے کیطرف سلام پھیرا پھر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم سے کسی کو شدید معاملہ پیش آئے جس کے فوت ہونیکا اندیشہ رکھتا ہو تو اسطرح سے نماز پڑھ لیا کرے۔

تشریح :عنوان کے تحت کی پہلی حدیث میں اسماعیل بن عبدالرحمٰن قریشی نے اس سفر کا ذکر کیا ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی صفیہ بنت ابی عبید کی شدۃ مریض کی اطلاع ملنے کے بعد اپنی زمین سے شروع کیا تھا اسی سفر میں ابن عمر رضی اللہ عنہ نے مغرب اور عشاء کو جمع کیا یعنی فعل اور صورت میں جمع کیا جمع حقیقی مراد نہیں کیونکہ طحاوی کی روایت سے واضح طور پر

ثابت ہوتا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ''فحمة العشاء ''ختم ہونے تک کی تاخیر کی ہے اور فحمۃ رات کی اول تاریکی کو کہتے ہیں اس کے ختم ہونے تک تاخیر کی ہے پھر جب آسمان کے کنارے پر سفیدی دیکھی تو سواری سے اترے اور مغرب کی نماز پڑھی سفیدی چھپ جانے سے پہلے تو طحاویؒ کی اس روایت نے جس کے الفاظ ہیں (فسار حتی ذهبت فحمة العشاء ورأينا بياض الافق الخ) نسائی کی روایت کے لفظ مذکور کی مراد کو واضح کر دیا کیونکہ نسائی کی روایت میں ''حتی ذهب بياض الافق '' کے بعد ''وفحمة العشاء '' باعتبار جمع استعمال کیا گیا ہے یعنی جمع بین الصلاتین سفیدی ختم ہونے کے وقت واقع ہوا جبکہ عشاء کا وقت داخل ہوتا ہے اور مغرب کی نماز رات کی اول سیاہی ختم ہونے کے وقت جو مغرب کا آخری وقت ہے ادا کی اور یہاں پر اس تاویل کی اس لئے ضرورت پیش آئی کہ اگر یہ تاویل نہ کی جائے تو فحمۃ العشاء لفظ کی زیادتی کی کوئی حاجت نہیں کیونکہ اس کا ختم ہونا بیاض افق ختم ہونے کے وقت خود ہی حاصل ہے یعنی اول رات کی سیاہی آسمان کے کنارے کی سفیدی ختم ہونے کے ساتھ ساتھ ختم ہو جاتی ہے تو پھر ''حتی ذهب بياض الافق '' کے بعد ''وفحمة العشاء '' کی زیادتی جو نسائی کی روایت میں آئی ہے اس کی کیا ضرورت ہے۔

بہر حال اس تاویل مذکور کے سوا کوئی چارہ نہیں پھر یہ کہ اس تاویل کے بغیر رفع تعارض کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ بہت سی صحیح روایات مشہورہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے جمع فعلی صوری پر واضح طور پر دلالت کر رہی ہیں اور حدیث کی ہم نے جو توجیہ کی ہے اس میں تاسیس پائی جاتی ہے تاسیس اصطلاح علم معانی میں ایک ایسا لفظ لانا جو پہلے سے زیادہ معنی رکھتا ہے اور اس کے برعکس کی صورت میں یہی کہہ سکتے ہیں کہ ''و فحمةالعشاء '' سابقہ جملہ کی تاکید کے لئے ہے اور تاسیس بہتر ہے تاکید سے جیسا کہ یہ بات اپنی جگہ معلوم ہو چکی ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم (امانی الاحبار شرح معانی الآثار: ۳۱۸/۲)**

عنوان کے تحت دوسری حدیث سے امام مالکؒ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے ان کے ہاں جمع بین الصلوتین بطور حقیقی اس وقت جائز ہے جب کہ تعجیل سیر ہو مزید تشریح پیچھے گزر چکی ہے اور حنفیہ کے یہاں دیگر دلائل وقرائن کی بناء پر جو ماقبل میں گزر چکے ہیں یہ حدیث جمع فعلی صوری پر محمول ہے۔

تیسری حدیث میں جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کی تشریح عنوان ''الوقت الذی یجمع فیه المسافر بین الظهر والعصر '' کے تحت گزر چکی ہے۔

پانچویں حدیث میں ابن جابر یعنی عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر ازدی نے حضرت نافع کی روایت سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اسی قصہ کو بیان کیا ہے جس کا بیان اس روایت کے علاوہ اور بھی مختلف روایات میں آیا ہے اس روایت کے الفاظ ''حتی اذاکان فی آخر الشفق نزل الخ '' واضح طور پر جمع فعلی صوری پر دلالت کر رہے ہیں جملہ وقد تواری الشفق میں واؤ حالیہ ہے مطلب حدیث کا یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ شفق کی آخری ساعت میں شفق غائب ہونے سے پہلے اترے پھر مغرب کی نماز پڑھی پھر عشاء کی نماز پڑھی اس حال میں کہ شفق چھپ گیا تھا۔

چھٹی روایت میں بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اسی واقعہ کا بیان ہے جس کو عطاف بن خالد مخزومی نے نافع کے واسطہ سے بیان کیا ہے اس کے الفاظ ''حتی کاد الشفق ان یغیب الخ ''صریح طور پر جمع فعلی صوری پر دلالت کر رہے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے شفق غائب ہونے سے پہلے مغرب کی نماز پڑھی پھر جب شفق چھپ گیا تو عشاء کی نماز پڑھی تو گویا دونوں میں سے ہر ایک کو اپنے اپنے وقت میں ادا کیا مغرب کو اس کے آخری وقت میں اور عشاء کو اس کے اول وقت میں یہی مسلک حنفیہ اور ان کے موافقین کا ہے جس کا راجح ہونا تفصیلی دلائل کے ساتھ پیچھے گزر چکا ہے۔

ساتویں حدیث میں بھی کثیر بن قاروندا نے سالم بن عبداللہ کی روایت سے پورا قصہ بیان کیا ہے اس سلسلہ میں نسائی کی روایات کے علاوہ طحاوی وغیرہ کی روایات کو بھی سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی اطلاع ابن عمر رضی اللہ عنہ کو نافع و سالم اور مؤذن تینوں نے دی تھی راویوں میں سے کسی نے سالم کا ذکر کیا اور کسی نے نافع کا اور کسی نے لفظ رجل سے مؤذن کا ذکر کیا ہے بہرحال روایت جمع فعلی پر محمول ہے۔(امانی الاحبار: ۲/۲۱ ۳)

اس حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے سامنے کی طرف ایک ہی سلام پھیرا، اس سے امام مالکؒ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے ان کے مذہب میں ایک ہی سلام ہے جمہور علماء دو سلاموں کے قائل ہیں، علامہ سندھیؒ نے لکھا ہے کہ ایک سلام پر اکتفا کے بارے میں یہ حدیث وارد ہوئی ہے مگر اکثر حدیثوں میں دو سلام کا بیان آیا ہے اس لئے جمہور علماء نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

الحال التی یجمع فیھا بین الصلاتین

اس حال کا بیان جس میں دو نمازوں کے درمیان جمع کیا جاتا ہے

اخبرنا قتیبة بن سعید عن مالک عن ابن عمر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان اذا جد به السیر جمع بین المغرب والعشاء.

نافع ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رفتار میں جلدی ہوتی تو مغرب اور عشاء کے درمیان جمع کرتے۔

اخبرنا اسحق بن ابراهیم قال انبانا عبد الرزاق قال حدثنا معمر عن موسیٰ بن عقبة عن نافع عن ابن عمر قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا جد به السیر او حزبه امر جمع بین المغرب والعشاء.

نافع ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رفتار میں جلدی ہوتی یا آپ کو کسی اہم معاملہ کی

اطلاع ملتی تو مغرب اور عشاء میں جمع کرتے۔

اخبرنا محمد بن منصور قال انبانا سفیان قال سمعت الزھری قال اخبرنی سالم عن ابیه قال رأیت النبی صلی الله علیه وسلم اذا جد به السیر جمع بین المغرب و العشاء.

سالم اپنے والد عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا جب آپ کو چلنے میں جلدی ہوتی تو مغرب اور عشاء میں جمع کرتے۔

تشریح: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ''**جد به السیر ای اذا اهتم به و اسرع فی السیر**'' کے الفاظ آئے ہیں یعنی جب حضور اکرم ﷺ کو رفتار میں جلدی ہوتی تو جمع بین الصلاتین کرتے اسی سے استدلال کرتے ہوئے امام مالکؒ نے فرمایا جیسا کہ ابن قاسم نے ان سے روایت کی ہے کہ جمع بین الصلاتین کے لئے خاص قسم کا سفر ہونا شرط ہے۔

لہٰذا جب تک اہتمام سفر اور اسراع فی السیر کی حالت درپیش نہ ہو مسافر جمع نہیں کر سکتا، امام شافعیؒ اس کو شرط نہیں ٹھہراتے ان کے یہاں کسی طرح کا بھی سفر ہو ہر حالت میں مسافر کے لئے جمع بین الصلاتین جائز ہے، ایک روایت میں امام مالکؒ کا بھی یہی قول آیا ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے امام مالکؒ نے اپنے قول پر استدلال کیا ہے اس کو سفر تبوک والی خدیث جو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے واضح طور پر رد کرتی ہے کیونکہ اس سفر میں نبی کریم ﷺ نے بغیر اسراع سیر کے جمع بین الصلاتین فرمایا جس کے متعلق کچھ تفصیل سے امام شافعیؒ کے قول کے حوالہ سے پیچھے بیان کر چکے ہیں وہاں ملاحظہ ہو۔

بہر حال ان حضرات کے یہاں جمع حقیقی پر محمول ہے حنفیہ کا مسلک معلوم ہو چکا کہ سوائے عرفہ اور مزدلفہ کے جمع حقیقی کہیں جائز نہیں جتنی روایات میں دو نمازوں کے درمیان جمع کا بیان آیا ہے خواہ یہ روایت ہو یا دوسری روایات ہوں تمام کی تمام کتاب اللہ و سنت متواترہ اور اجماع کے دلائل سے جمع فعلی صوری پر محمول ہیں اور حنفیہ اتفاق سے جمع فعلی کو صحیح کہتے ہیں اس توجیہہ سے کتاب اللہ کی موافقت اور تمام احادیث میں مطابقت ہو جاتی ہے بلکہ خود راوی حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بعض روایات میں صراحت کر دی کہ جمع سے مراد جمع صوری ہے اور ان کے قصہ مذکورہ کو بیان کرنے والی روایات بھی بتلا رہی ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس سفر کے دوران جمع فعلی صوری کے طور پر نمازیں ادا کیں پھر انہوں نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ اسی طرح نماز پڑھتے جب آپ کو رفتار میں جلدی ہوتی لہٰذا عنوان کے تحت کی حدیث بھی جمع فعلی صوری پر محمول ہے۔

(بذل المجهود، وامانی الاحبار)

الجمع بین الصلاتین فی الحضر

حالت حضر میں دو نمازوں کے درمیان جمع کرنا

اخبرنا قتیبة عن مالک عن ابی الزبیر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال صلی رسول الله صلی

الله عليه وسلم الظهر والعصر جميعا والمغرب والعشاء من غير خوف ولا سفر.

حضرت ابن عباس ﷛ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ظہر اور عصر کی نماز اکٹھی پڑھی اور مغرب اور عشاء اکٹھی پڑھی بغیر خوف اور سفر کے۔

اخبرنا محمد بن عبد العزيز بن ابی رزمة واسمهٔ غزوان قال حدثنا الفضل بن موسٰى عن الاعمش عن حبيب بن ابی ثابت عن سعيد بن جبير عن ابن عباس ان النبی صلى الله عليه وسلم كان يصلى بالمدينة يجمع بين الصلاتين بين الظهر والعصر والمغرب والعشاء من غير خوف ولا مطر قيل له لم؟ قال لئلا يكون على امته حرج.

ابن عباس ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ مدینہ میں دو نمازوں کے درمیان جمع کرتے ظہر وعصر میں اور مغرب وعشاء میں بغیر خوف اور مطر (بارش) کے ابن عباس ﷛ سے پوچھا گیا کہ دو نمازوں کے درمیان جمع کرنے سے حضور کی مراد کیا تھی تو جواب دیا کہ حضور ﷺ نے اپنی امت سے حرج دور کرنے کے لئے ایسا فرمایا۔

اخبرنا محمد بن عبد الاعلى قال حدثنا خالد قال حدثنا ابن جريج عن عمرو بن دينار عن ابی الشعثاء عن ابن عباس قال صليت وراء رسول الله صلى الله عليه وسلم ثمانيا جميعا و سبعا جميعا.

ابن عباس ﷛ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے آٹھ اور سات نمازیں ایک ساتھ پڑھیں۔

تشریح: سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس ﷛ کی روایت سے اس حدیث میں اتنا اور بھی نقل کیا ہے "**من غير خوف ولا سفر**" کہ رسول اکرم ﷺ نے مدینہ میں بغیر خوف اور سفر کے ظہر وعصر کی نماز اکٹھی پڑھی اور مغرب وعشاء کی اکٹھی پڑھی معلوم ہوا کہ بغیر کسی عذر کے جمع فرمایا اسی لئے ابن المنذرؒ نے کہا کہ حضرت ابن عباس ﷛ کی اس حدیث کو اعذار میں سے کسی عذر پر حمل کرنا صحیح نہیں کیونکہ جب ابن عباس ﷛ سے سوال کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ نے دو نمازوں کے درمیان کیوں جمع فرمایا اس سے حضور ﷺ کی کیا مراد تھی تو ابن عباس ﷛ نے اس کی وجہ یہ بتائی "**اراد ان لايحرج امته**" اس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ امت تنگی اور مشقت میں نہ پڑے۔ (**الجوهر النقی: ۱۶۷/۳**)

نسائی کی روایت میں جواب کے الفاظ یہ نقل کئے ہیں "**لئلا يكون على امته حرج**" علامہ سندھیؒ نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے تاکہ حضور کی امت جمع بین الصلوتین کو گناہ نہ سمجھنے لگے ورنہ اگر ہم جمع کو جمع فعلی پر محمول کریں جیسا کہ ماقبل میں گزر چکا تو تحدید اوقات کے مقتضٰی کے مطابق امت کے لئے جائز ہے کیونکہ دونوں میں سے ہر ایک اس کے وقت کے اندر ادا کی جاتی ہے البتہ پہلی نماز آخر وقت میں اور دوسری اول وقت میں، بہرحال روایات میں جمع بین الصلاتین کا ذکر آیا ہے ان میں جمع سے جمع فعلی مراد ہونے کی اس حدیث سے تائید ہو رہی ہے ورنہ اکثر روایات کو نظر انداز کرنا لازم آئے گا خاص کر راوی

حدیث ابن عباس ﷺ نے جمع صوری کی صراحت کردی جیسا کہ اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

اور ابن سید الناسؒ نے کہا کہ جیسا کہ فتح الباری میں ہے کہ راوی حدیث مراد حدیث کو دوسرے سے زیادہ جانتا ہے لہٰذا جمع فعلی صوری پر محمول کرنے کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں، غالباً اس بناء پر علامہ شوکانیؒ گوظاہر پرست جمود کرنے والوں میں ہیں لیکن وہ بھی بول اٹھے کہ یہاں پر جمع صوری مراد ہے چنانچہ انہوں نے کہا کہ امام ترمذی نے اپنی سنن کے آخر میں کتاب العلل میں صراحت کی ہے کہ میری اس کتاب میں کوئی حدیث ایسی نہیں جس پر سلف میں سے کسی نے عمل نہ کیا ہو صرف دو حدیثیں ایسی ہیں جن پر کسی کا عمل نہیں ہوا ایک تو یہی ابن عباس ﷺ کی حدیث کہ بدون عذر کے نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں جمع بین الصلوتین کیا اور دوسری شارب خمر کے بارے میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب کوئی شراب پیوے تو اس کو کوڑے لگاؤ پس چوتھی بار میں اس کو قتل کردو۔

قاضی شوکانی کہتے ہیں کہ آپ سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ حدیث ابن عباس ﷺ جمع بین الصلاتین والی صحیح ہے اس کے باوجود جمہور کے اس پر عمل نہ کرنے سے اس کی صحت پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا اور نہ اس سے استدلال ساقط ہوسکتا ہے حالانکہ بعض اہل علم نے اس پر عمل کیا ہے، اور اگرچہ ترمذی کے ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر کسی نے عمل نہیں کیا لیکن ان کے غیر نے اس حدیث کو ثابت قرار دیا ہے اور مثبت مقدم ہے لہٰذا ابن عباس ﷺ نے نبی کریم ﷺ کا جو فعل نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے مدینہ میں بغیر خوف اور عذر سفر کے جمع کیا ہے اس سے جمع صوری مراد ہونے پر اعتماد کرنا بہتر ہے بلکہ ہماری تفصیلی بحث مذکور سے بغیر تردد کے واضح ہوگیا کہ یہاں پر یقینی طور سے جمع صوری مراد ہے جس کے خلاف ہونا ممکن نہیں۔ (اور ہم نے اس جمع بین الصلاتین کے مسئلہ کے بارے میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام تشنیف السمع بابطال ادلۃ الجمع رکھا ہے جس کو شوق ہو اس کا مطالعہ کرے)۔ (۳۲۹، ۳۳۰. امانی الاحبار: ۲)

تو گویا اس مسئلہ میں علامہ شوکانی نے مسلک حنفیہ کی ترجمانی کی ہے اور وہ خود بھی دو نمازوں کے درمیان جمع کے بارے میں مسلک حنفیہ کو راجح قرار دیتے ہیں اور امام ابو حنیفہؒ اور آپ کے موافقین کا مذہب معلوم ہو چکا ہے کہ جمع وقتی حقیقی خواہ سفر میں ہو یا حضر میں کسی حالت میں جائز نہیں البتہ سفر کی ضرورت سے مسافر کی سہولت کے لئے جمع فعلی صوری جائز ہے اور کبھی کبھی حضر میں بغیر عذر کے جائز کہتے ہیں لہٰذا حضرت ابن عباس ﷺ کی حدیث مذکور کی مخالفت نہیں کی ہاں چونکہ یہ حدیث امام مالکؒ اور امام شافعیؒ وغیرہما کے خلاف ہے کیونکہ ان کے یہاں بغیر عذر کے حضر میں جمع جائز نہیں اس لئے انہوں نے اس حدیث میں تاویل شروع کردی چنانچہ امام مالکؒ کا قول ہے کہ بارش کی وجہ سے جمع کیا امام شافعیؒ وغیرہ کا قول بھی یہی ہے لیکن یہ تاویل صحیح نہیں کیونکہ صحیح مسلم کی روایت کا لفظ ''من غیر خوف ولا مطر'' اس کو رد کردیتا ہے اور امام احمدؒ واسحٰقؒ وغیرہما نے مرض پر محمول کیا کہ مرض کے عذر سے حضور اکرم ﷺ نے مدینہ میں جمع بین الصلاتین کیا لیکن اس کو بھی ابن عباس ﷺ کی تعلیل رد کردیتی ہے، اوپر گزر چکا ہے کہ جب ابن عباس ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں کیوں جمع کیا تو انہوں نے

جواب دیا "اراد ان لا یحرج امته" جمع اس لئے کیا تا کہ امت کو تنگی میں نہ ڈالیں۔

لہٰذا حدیث کو مرض پر محمول نہیں کر سکتے نیز امام ترمذیؒ کے قول مذکور سے معلوم ہوا کہ ان کے خیال کے موافق اس حدیث پر کسی کا عمل نہیں ہوا لہٰذا مرض پر حمل نہیں کر سکتے اور صرف حنفیہ ہی نہیں بلکہ حافظ ابن حجرؒ نے بھی کہا کہ حدیث کو مرض پر محمول کرنے کی صورت میں اشکال سے خالی نہیں کیونکہ ابن عباسؓ کی تصریح کے مطابق جمع بین الصلوتین نبی کریم ﷺ نے صحابہ ؓ کے ساتھ کیا اور یہ بلحاظِ عقل بہت ہی بعید بات ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور تمام صحابہ مریض تھے، اور ابن حزمؒ نے اسے محالات میں سے شمار کیا ہے، لہٰذا مرض پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔

بہر حال حدیث ابن عباس کی تاویل میں اور اس کو جمع وقتی حقیقی پر محمول کرنے میں جو کچھ امام مالکؒ وغیرہ کی طرف سے کہا گیا ہے وہ سب کا سب نا قابل قبول اور تکلف سے خالی نہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر نے اس کا اعتراف کیا ہے۔

(فتح الباری: ۲/ ۱۹. معارف السنن: ۲/ ۱٦۳ ملخصًا)

زیلعیؒ نے فرمایا کہ امام شافعیؒ بغیر عذر کے جمع حقیقی کو جائز نہیں سمجھتے لہٰذا وہ ابن عباس کی اس حدیث صحیح کا جو جواب دیں گے وہ ہماری طرف سے جواب ہے ان تمام حدیثوں کا جو جمع بین الصلاتین کے بارے میں وارد ہوئی ہیں اس بناء پر جمع حقیقی صحیح نہیں ہے۔

الجمع بين الظهر والعصر بعرفة

عرفہ میں ظہر اور عصر کے درمیان جمع کرنے کا بیان

اخبرني ابراهيم بن هارون قال حدثنا حاتم بن اسمٰعيل قال حدثنا جعفر بن محمد عن ابيه عن جابربن عبد الله قال سار رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى اتى عرفة فوجد القبةقد ضربت له بنمرة فنزل بها حتى اذا زاغت الشمس امر بالقصواء فرحلت له حتىٰ اذا انتهى الى بطن الوادى خطب الناس ثم اذن بلال ثم اقام فصلى الظهر ثم اقام فصلى العصر ولم يصل بينهما شيأ.

حضرت جابر بن عبد اللہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے چلے یہاں تک کہ عرفہ میں پہنچے پس آپ نے دیکھا کہ خیمہ مقام نمرۃ میں کھڑا کیا گیا ہے لہٰذا اس میں اترے یہاں تک کہ جب آفتاب ڈھل گیا تو قصواء نامی اونٹنی پر پالان ڈالنے کے لئے فرمایا پالان ڈالا گیا پھر سوار ہوئے یہاں تک بطن وادی میں پہنچے تو لوگوں کے روبرو خطبہ ارشاد فرمایا پھر بلال ؓ نے اذان دی پھر تکبیر کہی ظہر کی نماز پڑھی پھر تکبیر کہی پھر عصر کی نماز پڑھی اور دونوں کے درمیان کچھ نہیں پڑھا یعنی نہ سنت پڑھی اور نہ نفل۔

تشریح: جس طرح قرآن کریم تواتر سے ثابت ہے اس طرح حج کی عبادات میں عرفہ اور مزدلفہ میں حقیقی جمع بین

الصلاتین تواتر سے ثابت ہے اور اس پر تمام امت کا اجماع ہے لہٰذا وہ قرآن کے ضابطہ ''ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابًا موقوتا ''یعنی اوقات نماز کی حد بندی کر دی گئی ہے سے مستثنٰی ہے۔

صاحب ہدایہؒ نے لکھا ہے کہ'' وقد ورد النقل المستفیض باتفاق الرواۃ بالجمع بین الصلاتین ''کہ راویوں کے اتفاق سے دونوں نمازیں جمع کرنے کی نقل شائع ہوئی ہے لہٰذا ایسی حدیث مشہور سے ہم نے قرآن کی آیت میں جو ضابطہ بیان کیا ہے اس میں تغیر کیا اور کہا کہ حج میں مقام عرفہ میں جمع تقدیم اور مزدلفہ میں جمع تاخیر جائز ہے اور ایسا ہی حضور اکرم ﷺ نے کیا، چنانچہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں انہوں نے فرمایا کہ جب آفتاب ڈھل گیا تو حضور اکرم ﷺ نمرہ سے بطن وادی میں تشریف لائے تو لوگوں کو خطبہ سنایا یعنی دو خطبے پڑھے اول خطبہ میں حج کے احکام بیان کئے اور عرفہ میں کثرت ذکر و دعا کی رغبت دلائی اور دوسرا خطبہ چھوٹا تھا اس میں صرف دعا تھی پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی پھر اقامت کہی تو حضور ﷺ نے ظہر پڑھائی پھر اقامت کہی تو عصر پڑھائی یعنی جمع کیا نماز ظہر اور عصر کو ظہر کے وقت میں اس کو جمع تقدیم کہتے ہیں اور چونکہ یہ دونوں نمازیں ملا کر پڑھنا واجب ہے اس لئے ان کے درمیان میں سنتیں اور نوافل نہ پڑھے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں تصریح ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان کے درمیان میں نہ سنت پڑھی اور نہ نفل یہی مذہب ہے تمام اماموں کا، محیط اور ذخیرہ میں جو لکھا ہے کہ صرف ظہر کی سنت پڑھ لے وہ صحیح نہیں ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ جمع کیا اس پر بھی سب کا اجماع ہے۔

الجمع بین المغرب والعشاء بالمزدلفة

مزدلفہ میں مغرب اور عشاء میں جمع کرنے کا بیان

اخبرنا قتیبة بن سعید عن مالک عن یحییٰ بن سعید عن عدیّ بن ثابت عن عبد اللہ بن یزید ان ابا ایوب الانصاری اخبرہ انهٗ صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی حجة الوداع المغرب والعشاء بالمزدلفة جمیعاً.

عبد اللہ بن یزید سے روایت ہے کہ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی ہے کہ انہوں نے حجۃ الوداع میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مزدلفہ میں مغرب و عشاء ایک ساتھ پڑھی۔

اخبرنا یعقوب بن ابراهیم قال حدثنا هشیم عن اسمٰعیل بن ابی خالد قال حدثنا ابو اسحٰق عن سعید بن جبیر قال کنت مع ابن عمر حیث افاض من عرفات فلما اتی جمعا جمع بین المغرب والعشاء فلما فرغ قال فعل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی هذا المکان مثل هذا.

سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جبکہ وہ عرفات سے چلے پس جب وہ

مزدلفہ میں پہنچے تو نماز مغرب اور عشاء کی نماز جمع کی یعنی عشاء کے وقت میں دونوں اکٹھی پڑھیں پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس مکان میں ایسا ہی کیا۔

اخبرنا عبید اللہ بن سعید قال حدثنا عبدالرحمٰن عن مالک عن الزہری عن سالم عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی المغرب والعشاء بالمزدلفة.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی۔

اخبرنا قتیبة قال حدثنا سفیان عن الا عمش عن عمارة عن عبد الرحمٰن بن یزید عن عبد اللہ قال ما رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم جمع بین صلاتین الا بجمع وصلی الصبح یومئذٍ قبل وقتها.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دو نمازوں کے درمیان جمع کرتے نہیں دیکھا مگر مزدلفہ میں اور اسی دن صبح کی نماز اس کے وقت سے پہلے پڑھی۔

تشریح: مزدلفہ عرفات اور منیٰ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے جب رسول اکرم ﷺ عرفات سے مزدلفہ تشریف لائے اور جبل قزح کے پاس اترے وہاں مغرب اور عشاء کی نماز اکٹھی پڑھائی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ باتباع رسول اللہ ﷺ ایسا ہی کرتے تھے اب رہی یہ بات کہ ان روایات میں نہ اذان کا ذکر ہے اور نہ اقامت کا تو اس کا جواب یہ ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ اور بخاری ومسلم کی حدیث اسامہ رضی اللہ عنہ میں واضح طور پر مذکور ہے کہ ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ جمع کیا اسی کو امام طحاویؒ نے اختیار کیا اور اسی کو شیخ ابن ہمامؒ نے ترجیح دی اور یہی امام شافعیؒ وغیرہم کا مذہب ہے اس کی مزید تفصیل کتاب الحج میں آئیگی انشاء اللہ تعالیٰ۔

عنوان کے تحت کی آخری حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو سوائے مزدلفہ کے جمع بین الصلاتین کرتے نہیں دیکھا یعنی سفر میں بھی اور حضر میں بھی دو نمازوں کو ایک ساتھ ایک ہی وقت میں پڑھتے نہیں دیکھا مگر مغرب اور عشاء کی دو نمازوں میں جنکو مزدلفہ میں جمع فرمایا یہاں راوی حدیث نے اختصار کیا ہے صرف مزدلفہ میں جمع کا ذکر کیا ہے ورنہ احادیث میں عرفات میں ظہر اور عصر کی نماز کو بھی جمع فرمانا مروی ہے چنانچہ یہی حدیث امام نسائیؒ آگے کتاب الحج میں روایت کریں گے اس میں صراحت سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نمازوں کو ان کے اوقات مقررہ میں پڑھتے تھے مگر مزدلفہ اور عرفات میں یعنی مزدلفہ میں مغرب کو عشاء کے وقت میں اور عرفات میں عصر کو ظہر کے وقت میں ادا فرمایا اس حدیث میں پہلے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مطلق جمع کی نفی کی پھر حصر کے ساتھ فرمایا کہ صرف مغرب اور عشاء کی دو نمازوں کو رسول اکرم ﷺ نے مزدلفہ میں حقیقۃً جمع فرمایا حالانکہ انہوں نے سفر میں جمع کی حدیث روایت کی ہے چنانچہ طحاوی میں ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ سفر میں جمع بین الصلوتین کرتے تھے اور قاضی

شوکانیؒ نے یقین کے ساتھ کہا کہ ابن مسعود ﷺ نے حدیث الجمع بالمدینہ روایت کی ہے لیکن انکی دونوں روایتیں اپنے مصداق ومحمل کے اعتبار سے درست ہیں کیونکہ حضرت ابن مسعود ﷺ اپنی اس حدیث باب سے اس حقیقت کا اظہار فرما رہے ہیں کہ موسم حج کے علاوہ سفر اور مدینہ میں بطریق جمع جو نمازیں پڑھی ہیں وہ جمع صوری وفعلی تھی نہ کہ حقیقی اور اگر جمع حقیقی مراد ہوتو پھر انکی دونوں روایات میں تعارض پیدا ہوتا ہے اور جب تک روایات میں جمع کرنا ممکن ہوتو اسی کیطرف رجوع کرنا ضروری ہے اور یہاں تطبیق ممکن ہے۔ ہماری اس توجیہہ سے دونوں قسم کی روایات میں تعارض نہیں رہتا تطبیق ہوجاتی ہے۔

واضح رہے کہ علامہ سندھیؒ نے حضرت ابن مسعود ﷺ کے قول الاجمع کے ذیل میں حاشیہ پر لکھا ہے ''کانہ رضی اللہ عنہ ما اطلع علی جمع عرفۃ ولا علی جمع السفر'' ان کا یہ قول درست نہیں عدم اطلاع کی نسبت حضرت ابن مسعود ﷺ کیطرف کس طرح صحیح ہوسکتی ہے حالانکہ انہوں نے خود ہی عرفات میں جمع بین الظہر والعصر اور سفر میں جمع بین الصلاتین کی حدیث روایت کی ہے اصل توجیہہ وہی ہے جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

کیف الجمع

جمع کی کیفیت کا بیان

اخبرنا الحسین بن حریث قال حدثنا سفیان عن ابراھیم بن عقبۃ و محمد بن ابی حرملۃ عن کریب عن ابن عباس عن اسامۃ بن زید و کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اردفہ من عرفۃ فلما اتی الشعب نزل فبال ولم یقل اھراق الماء قال فصبت علیہ من اداوۃ فتوضا وضوأ خفیفا فقلت لہ الصلوۃ فقال الصلاۃ امامک فلما اتی المزدلفۃ صلی المغرب ثم نزعوا رحالھم ثم صلی العشاء.

حضرت اسامہ بن زید ﷺ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عرفہ سے چلتے وقت ان کو یعنی مجھ کو اپنے پیچھے بٹھالیا جب پہاڑی سڑک کے پاس پہنچے تو حضور ﷺ اترے پھر پیشاب کیا اسامہ ﷺ کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ وضو کرنے لگے تو میں نے ایک برتن سے آپ کے دست مبارک پر پانی ڈالا اور آپ نے وضوء خفیف کیا میں نے حضور ﷺ سے کہا نماز مغرب کا وقت ہوگیا آپ ﷺ نے فرمایا نماز تیرے آگے ہے یعنی مزدلفہ میں پھر مزدلفہ میں تشریف لائے تو مغرب کی نماز پڑھی پھر لوگوں نے اپنی سواری کے جانوروں کی پشت کے اوپر سے اسباب اتار لئے پھر عشاء کی نماز پڑھی۔

تشریح: اس روایت سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے عرفہ سے مزدلفہ کی طرف روانگی کے وقت اسامہ بن زید ﷺ کو اپنے پیچھے بٹھالیا جب شعب یعنی دو پہاڑوں کے درمیانی راستہ کے پاس پہنچے تو اپنی سواری سے اترے اور پیشاب کیا روایت میں بال کا لفظ آیا ہے راوی حدیث نے اسی کو برقرار رکھا اپنی طرف سے اس کی جگہ ''اھراق الماء'' وغیرہ کا لفظ

استعمال نہیں کیا اس سے بھی کنایہ کے طور پر پیشاب مراد ہوتا ہے تو اس سے راوی کا مقصد یہ بتانا ہے کہ میں نے اپنے استاد سے جو لفظ سنا ہے اسی کو یاد رکھا اور دوسروں تک پہنچانے میں اس کی رعایت کی ہے اور صحابہ کرام بول کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کرنے سے احتراز نہیں کرتے تھے بہر حال پیشاب سے فارغ ہونے کے بعد وضوء خفیف کیا ممکن ہے کہ باعتبار تعداد کے کم درجہ کا وضو ہو بعض روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس جگہ آب زمزم سے وضو کیا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے پانی ڈالا اور حضور نے وضو کیا۔ (حاشیہ النسائی لعلامہ السندھی: ۱/ ۲۹۲)

بہر حال نبی کریم ﷺ کے وضو فرمانے کے بعد حضرت اسامہؓ نے آپ سے کہا کہ مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا ہے اس پر حضور ﷺ نے فرمایا ''الصلاۃ امامک'' یعنی نماز کا وقت تیرے آگے مزدلفہ میں ہے اس سے اشارہ فرمایا کہ تاخیر واجب ہے حتی کہ اگر عشاء کا وقت ہونے سے پہلے مزدلفہ میں پہنچے تو بھی ادا نہ کرے یہاں تک عشاء کا وقت ہو جائے اور تاخیر اسی وجہ سے واجب ہوئی تاکہ مزدلفہ میں دو نمازیں جمع کرنا ممکن ہو پھر جب حضور اکرم ﷺ مزدلفہ میں پہنچے تو مغرب کی نماز پڑھائی عشاء کے وقت میں پھر صحابہ کرام نے اسباب اتارے پھر عشاء کی نماز پڑھائی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معمولی فصل جمع بین الصلاتین میں نقصان دہ نہیں۔ (ھدایہ)

فضل الصلاة لمواقيتها

نماز کو اس کے مقررہ اوقات میں پڑھنے کی فضیلت کا بیان

اخبرنا عمرو بن علی قال حدثنا یحیی قال حدثنا شعبة قال اخبرنی الولید بن العیزار قال سمعت ابا عمرو الشیبانی یقول حدثنا صاحب ھذہ الدار و اشار الی دار عبد اللہ قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای العمل احب اِلی اللہ تعالیٰ قال الصلاة علی وقتھا و بر الوالدین والجھادفی السبیل اللہ عزوجل.

ابو عمرو شیبانی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم سے اس گھر والے نے حدیث بیان کی اور اشارہ کیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کونسا عمل بہت اچھا ہے حضور نے فرمایا نماز کو اس کے وقت مستحب میں ادا کرنا اور ماں باپ کی اطاعت کرنا اور اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا۔

اخبرنا عبداللہ بن محمد بن عبد الرحمٰن قال حدثنا سفیان قال حدثنا ابو معاویة النخعی سمعهٗ من ابی عمرو عن عبد اللہ بن مسعود قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای العمل احب اِلی اللہ عزوجل قال اقام الصلاة لوقتھاوبر الوالدین والجھاد فی سبیل اللہ عزوجل.

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کون سا عمل اللہ بزرگ و برتر کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے حضور نے فرمایا پابندی کے ساتھ نماز کو اس کے وقت مستحب میں ادا کرنا اور والدین سے اچھا سلوک کرنا اور اللہ بزرگ و برتر کی راہ میں جہاد کرنا۔

اخبرنا یحییٰ بن حکیم و عمرو بن یزید قالا حدثنا ابن ابی عدی عن شعبة عن ابراهیم بن محمد ابن المنتشر عن ابیه انه کان فی مسجد عمرو بن شرحبیل فاقیمت الصلاة فجعلوا ینتظرو نه فقال انی کنت اوتر قال وسئل عبد الله هل بعد الاذان وتر قال نعم و بعد الاقامة و حدث عن النبی صلی الله وعلیه وسلم انهٔ نام عن الصلاة حتی طلعت الشمس ثم صلی واللفظ لیحیی.

ابراہیم اپنے والد محمد بن منتشر سے روایت کرتے ہیں کہ وہ یعنی محمد بن منتشر عمرو بن شرحبیل کی مسجد میں تھے پس نماز کے لئے اقامت کہی گئی اور نمازی عمرو بن شرحبیل کا انتظار کرتے رہے پس وہ آگئے اور کہا کہ میں وتر پڑھ رہا تھا پھر کہا کہ عبداللہ بن مسعود ﷛ سے دریافت کیا گیا کہ کیا اذان کے بعد وتر کی قضاء پڑھ سکتے ہیں آپ نے جواب دیا جی ہاں اور اقامت کے بعد بھی اور حدیث بیان کی نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نماز سے سو رہے یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہو گیا پھر نماز پڑھی۔

تشریح: محمد بن منتشرؒ کی روایت سے معلوم ہوا کہ اگر وتر فوت ہو جاوے تو اس کی قضاء مشروع ہے صحابہ کرام میں سے حضرت علی ابن طالب وسعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود وغیرھم ﷛ اور تابعین میں سے عمرو بن شرحبیلؒ وغیرہ کا یہی قول ہے چنانچہ عمرو بن شرحبیل نے نماز صبح کی اقامت کے بعد جماعت سے پہلے وتر کی قضا پڑھی ایک مرتبہ ان سے وتر فوت ہو گیا تھا اور اس کا وقت ختم ہو گیا تھا کیونکہ اس کا وقت طلوع فجر تک ہے فجر ثانی طلوع ہونے کے بعد وتر کا وقت ختم ہو جاتا ہے تو ترتیب کی رعایت کرتے ہوئے انہوں نے نماز فجر سے پہلے وتر کی قضاء پڑھی اور لوگوں سے جو ان کے انتظار کر رہے تھے کچھ تاخیر سے آنے کی وجہ بتاتے ہوئے کہا کہ میں وتر کی قضاء پڑھ رہا تھا اس لئے تاخیر ہو گئی اور کہا کہ وتر چھوٹ جانے کی صورت میں مسئلہ یہی ہے جو میں نے اختیار کیا اور حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ کا یہی فتوی ہے ان سے پوچھا گیا کہ کیا اذان فجر کے بعد وتر پڑھ سکتے ہیں آپ نے فرمایا جی ہاں بلکہ اقامت کے بعد بھی، پھر لیلۃ التعریس کے واقعہ کی طرف اشارہ کیا کہ حضور اکرم ﷺ غزوہ خیبر سے واپس تشریف لا رہے تھے نیند کا تقاضا ہوا ایک جگہ آخری شب کو آرام فرمانے کے لئے اترے حضور ﷺ اور آپ کے ساتھ جتنے صحابہ تھے سب سو گئے گہری نیند سو جانے کی وجہ سے آنکھیں نہیں کھلیں حتی کہ آفتاب طلوع ہو گیا سب سے پہلے حضور ﷺ بیدار ہوئے اور صحابہ سے فرمایا اس منزل سے چلو یہاں شیطان آگیا پھر وہاں سے ہٹ کر وضو کیا اور دو رکعتیں سنت فجر کی پڑھیں پھر فرض پڑھا۔

بہر حال اس حدیث لیلۃ التعریس کے بیان سے حضرت ابن مسعود ﷛ کا مقصود یہ ہے کہ نماز کا وقت گزر جانے کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کی قضاء ضروری ہے، پھر اگر یہ کہا جائے کہ قضاء تو مکتوبات یعنی فرائض کے ساتھ مخصوص ہے یعنی

اس حدیث سے صرف فرائض کی قضاء کا ثبوت ہوا ہے آپ اس سے قضائے وتر کیسے ثابت کر رہے ہیں تو ہم کہیں گے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اپنے قول '' **نعم وبعد الا قامة** '' سے پھر حدیث کے حوالہ سے جواب دینے سے واضح ہوگیا کہ وتر ان کے نزدیک واجب ہے لہٰذا فوت ہونے کی صورت میں اس کی قضاء ضروری ہے مثل قضائے فرائض کے۔

(حاشیه النسائی: ۱/۲۹۳)

بہرحال محمد بن منتشر کی روایت سے معلوم ہوا کہ اگر وتر فوت ہوجائے تو اس کی قضاء فجر کی نماز سے پہلے کرے، امام ابو حنیفہؒ کا یہی مسلک ہے کہ اگر کسی نے رات کو وتر نہیں پڑھا اسکو فجر کی نماز سے پہلے یاد آیا کہ اس نے وتر نہیں پڑھا تو پہلے وتر کی قضاء پڑھے ورنہ صبح کی نماز نہیں ہوگی در المختار میں لکھا ہوا ہے کہ '' **لم یجز فجر من تذکر انه لم یو تر لو جوبه عنده الا اذا ضاق الوقت اونسی الفائتة او فاتت ست اعتقادیة** ''۔(**بذل المجهود: ۲/۳۳۰** ملخصًا پوری بحث اپنے موقع پر آئے گی)

فیمن نسی صلاة

جوشخص نماز کو بھول گیا اس کے لئے کیا حکم ہے

اخبرنا قتیبة قال حدثنا ابو عوانة عن قتادة عن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من نسی صلاة فلیصلها اذا ذکرها

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جوشخص نماز کو بھول گیا تو اس کو پڑھ لے جس وقت اسکو یاد آئے۔

تشریح :بظاہر اس حدیث کی دلالت سے اوقات مکروہہ میں بھی نماز کا جواز معلوم ہوتا ہے جس سے امام شافعیؒ کے مذہب کی تائید ہوتی ہے ان کے مذہب میں طلوع وغروب اور زوال آفتاب کے وقت فرض نماز جو چھوٹ گئی ہو اس کی قضاء وہ ممنوع نہیں ہے وہ اپنے مسلک پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کیونکہ اس حدیث کے الفاظ '' **فلیصلها اذا ذکرها** '' تمام اوقات کو شامل ہیں لہٰذا ان تینوں اوقات میں فرائض کی ممانعت نہیں امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کے نزدیک ان تینوں اوقات میں مطلقاً نماز جائز نہیں ہے ان کی دلیل حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اس حدیث کو امام مسلمؒ وغیرہم نے روایت کیا ہے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اکرم ﷺ تین اوقات میں نماز پڑھنے یا نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرماتے آفتاب نکلنے کے وقت یہاں تک کہ بلند ہوجائے ٹھیک دوپہر کو یہاں تک کہ آفتاب ڈھل جائے غروب کے وقت یہاں تک کہ آفتاب ڈوب جائے۔

اس کے علاوہ عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ صنابحی رضی اللہ عنہ کی روایات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان اوقات مذکورہ میں کوئی

بھی نماز جائز نہیں ہے، عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح مسلم میں مذکور ہے اور حضرت عبداللہ صنابحی کی حدیث امام مالک واحمد اور نسائی رحہم اللہ نے روایت کی ہے، امام شافعیؒ نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے حدیث "من نام الخ" سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص طلوع آفتاب کے وقت بیدار ہوا تو حدیث کی دلالت سے اس وقت نماز پڑھ سکتا ہے حالانکہ اس کے معارض حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ بخاری ومسلم میں اور حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صحیح مسلم میں موجود ہے کہ تم میں سے کوئی قصد کر کے ایسا عمل نہ کرے کہ آفتاب نکلتے وقت، غروب ہوتے وقت نماز پڑھے تو اس حدیث میں واضح طور سے ممانعت فرمادی اور یہ بات واضح ہے کہ جو شخص طلوع آفتاب کے وقت بیدار رہا ہو وہ اپنے قصد اور ارادہ سے اس وقت نماز پڑھے گا "اذا تعارضا تساقطا" پس اب ہمارے لئے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث بلا معارضہ کے باقی رہی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ تینوں اوقات میں فرض ہو یا نفل ممنوع ہے۔ کذا فی بعض شروع الہدایہ بعض شارحین نے ایک اور جواب یہ دیا ہے کہ ارشاد مبارک "فلیصلها اذا ذکرها" سے اوقات غیر مکروہ میں نماز پڑھنا مراد ہے تا کہ نصوص میں مطابقت پیدا ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم، مزید تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

فيمن نام عن صلاة

جو شخص نماز سے سوگیا اس کیلئے کیا حکم ہے

اخبرنا حميد بن مسعدة عن يزيد قال حدثنا حجاج الا حول عن قتادة عن انس قال سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الرجل يرقد عن الصلاة او يغفل عنها قال كفارتها ان يصليها اذا ذكرها.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جو نماز سے غافل ہو کر سو جاتا ہے یا اس سے لاپرواہی کرتا ہے حضور نے فرمایا اس کا کفارہ یہ ہے کہ نماز پڑھ لے جس وقت یاد آجائے۔

اخبرنا قتيبة قال حدثنا حماد بن زيد عن ثابت عن عبد الله بن رباح عن ابى قتادة قال ذكروا للنبى صلى الله عليه وسلم نومهم عن الصلاة فقال انه ليس فى النوم تفريط انما التفريط فى اليقظة فاذا نسى احدكم صلاة اونام عنها فليصلها اذا ذكرها.

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کے نماز سے سو جانے کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غفلت اور کوتاہی سو جانے میں نہیں ہے بلاشبہ کوتاہی جاگنے میں ہے۔ جب تم میں سے کوئی اپنی نماز کو بھول جائے یا اس سے سو تارہ جاوے تو چاہئے کہ اس کو پڑھے جس وقت یاد آوے۔

اخبرنا سويد بن نصر قال انبانا عبد الله و هو ابن المبارك عن سليمان بن المغيرة عن ثابت عن عبد الله بن رباح عن ابى قتادة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس فى النوم تفريط انما

التفریط فیمن لم یصل الصلاۃ حتی یجئی وقت الصلاۃ الا خری حین ینتبہ لھا.

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سونے میں کوتاہی نہیں ہے قصور تو بیداری میں نماز چھوڑنے پر ہے حتی کہ جب اس فوت شدہ نماز کے لئے چوکنا ہوتا ہے تو اس وقت دوسری نماز کا وقت آجاتا ہے۔

تشریح: تمام عبادتوں میں نماز کی اہمیت اور عظمت ظاہر ہے اور احادیث میں اس کی پابندی کی بہت تاکید فرمائی ہے بغیر کسی عذر وغیرہ کے نماز کو اپنے وقت پر پڑھا نہ جائے یہ گناہ کبیرہ ہے اگرچہ بالکل نہ پڑھنے کے برابر گناہ نہ ہو لیکن بے وقت پڑھنے کا بھی سخت گناہ ہے البتہ بیداری میں نماز فوت ہونے اور نیند میں فوت ہونے کا حکم ایک سا نہیں شارع علیہ السلام نے اس کی تفصیل فرمائی چنانچہ بیداری میں ترک نماز پر عتاب کا لفظ ''انما التفریط الخ'' استعمال فرمایا کہ قصور تو بیداری میں نماز ترک کرنے پر ہے حتی کہ نماز کا وقت ہی نکل جائے اور دوسری نماز کا وقت داخل ہو جائے اسی طرح سے دوسری نماز کا وقت نکل جائے تیسری نماز کا وقت داخل ہو جائے پھر ساری نمازیں اکٹھی پڑھ لی جائیں ایسی نماز بجائے اللہ سے قریب کرنے کے اس سے دوری پیدا کرتی ہے اسی کی حدیث شریف میں مذمت کی گئی ہے کیونکہ اس نے بیداری میں اپنے قصد اور اختیار سے کوتاہی کی ہے حتی کہ خروج وقت تک تاخیر کر دی البتہ نیند میں کوئی قصور نہیں اگر کوئی شخص نماز سے سوتا رہ گیا ہے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب یاد آجائے فوت شدہ نماز پڑھ لے۔

یہاں نیند میں کوئی قصور نہیں کا مطلب یہ نہیں کہ فعل نوم اور اسباب نوم کے ارتکاب میں بالکل قصور نہیں ہے کیونکہ بعض اوقات اس میں بھی تفریط ہوتی ہے جبکہ ایسے وقت میں سو جائے کہ اس کی نیند نماز فوت ہو جانے کی نوبت تک پہنچا دیتی ہو جیسے عشاء سے پہلے سونا تو عشاء سے پہلے سونے اور بیداری کی حالت میں کوئی فرق نہیں ہر حالت میں کوتاہی اور نماز کے اہتمام نہ کرنے کی نسبت مکلف کی طرف کی جاتی ہے بلکہ ''لیس فی النوم تفریط'' کہ نیند میں کوئی تقصیر نہیں ہے کا مطلب یہ ہے کہ جو نماز نیند کی حالت میں فوت ہو جاتی ہے اس میں سونے والی کی طرف قصور کی نسبت نہیں کی جاتی کیونکہ وہ اس حالت میں مکلف نہیں بغیر اختیار کے اس سے نماز فوت ہو گئی تاہم نماز کا اہتمام نہ کرنے کی وجہ سے کچھ قصور اور گناہ سے خالی نہیں جس کی طرف حدیث کا لفظ ''کفارتھا'' اشارہ کر رہا ہے لیکن فوت شدہ نماز کی قضاء اس قصور کو مٹا دیتی ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

(حاشیہ النسائی لعلامۃ السندھیؒ)

اعادۃ من نام عن الصلاۃ لوقتھا من الغد

جو شخص نماز سے سو جائے اسی نماز کو اگلے روز اپنے وقت میں لوٹانے کا بیان

اخبرنا عمرو بن علی قال حدثنا ابو داؤد قال حدثنا شعبۃ عن ثابت البنانی عن عبداللہ بن رباح عن ابی قتادہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما ناموا عن الصلاۃ حتی طلعت الشمس قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم فلیصلها احدکم من الغد لوقتها.

حضرت ابوقتادہ ؓ سے روایت ہے کہ صحابہ جب نماز سے سو گئے یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم سے ہر شخص اسی نماز کو اگلے روز اسی کے وقت میں پڑھ لے۔

اخبرنا عبد الاعلی بن واصل بن عبد الاعلیٰ قال حدثنا یعلیٰ قال حدثنا محمد بن اسحق عن الزهری عن سعید عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا نسیت الصلاة فصل اذا ذکرت فان اللہ تعالیٰ یقول اقم الصلاة لذکری قال عبد الاعلیٰ حدثنا به یعلیٰ مختصراً.

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تو نماز کو بھول جائے تو نماز پڑھ لے جب یاد آ جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ" اقم الصلاة لذکری "نماز قائم کرو جب نماز یاد آ جائے، عبدالاعلیٰ کہتے ہیں کہ ہم سے یہ حدیث یعلیٰ نے مختصراً بیان کی ہے۔

اخبرنا عمرو بن سواد بن الاسود بن عمرو قال انبانا ابن وهب قال انبانا یونس عن ابن شهاب عن سعید بن المسیب عن ابی هریرة ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال من نسی صلاة فلیصلها اذا ذکرها فان اللہ تعالیٰ قال اقم الصلاة لذکری.

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی نماز کو بھول جائے تو اس کو پڑھ لے جب یاد آ جائے کیونکہ اللہ نے فرمایا" اقم الصلاة لذکری "۔

اخبرنا سوید بن نصر قال حدثنا عبد اللہ عن معمر عن الزهری عن سعید بن المسیب عن ابی هریره قال قال رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم من نسی صلاة فلیصلها اذا ذکرها فان اللہ تعالیٰ یقول اقم الصلاة للذکریٰ قلت للزهری هکذ قرأها رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال نعم.

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی نماز کو بھول جائے تو جب یاد آ جائے اسی وقت فوت شدہ نماز پڑھ لے کیونکہ اللہ نے فرمایا" اقم الصلاة للذکریٰ "معمر کہتے ہیں میں نے زہری سے پوچھا اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اس کو پڑھا ہے زہری نے فرمایا جی ہاں۔

تشریح: جو شخص نماز بھول گیا یا اس سے سوتا رہ گیا اس کے لئے حکم یہ ہے کہ جب یاد آ جائے اسی وقت فوت شدہ نماز کو پڑھ لے دوسری روایت میں آیا ہے" فان ذالک وقتها "کہ جس وقت یاد آ جائے وہی اس فوت شدہ نماز کا وقت ہے اور یہی بات قرآن حکیم سے ثابت ہوتی ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نماز بھول گیا تو جب فوت شدہ نماز یاد آ جائے اسی وقت پڑھ لے یہ بیان کرنے کے بعد حضور نے آیت" اقم الصلاة لذکری "پیش کی کہ نماز پڑھا کرو جب نماز یاد آ جائے۔

روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں دو قرأتین ہیں، ایک تو ''لذکری'' ہے یائے متکلم کی طرف اضافت کے ساتھ یہ قرأت مشہورہ ہے لیکن ظاہر قرأت مقصود کے موافق نہیں کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میری ہی یاد کے لئے نماز پڑھا کرو یا نماز پڑھا کرو تاکہ میں تمہیں یاد کروں، تو شارحین کو اشکال پیش آیا ہے کہ آیت کا حضور اکرم ﷺ کے ارشاد مبارکہ سے کیا تعلق ہے بعض شارحین نے تاویل کی کہ اس جگہ ایک مضاف محذوف ہے یعنی ''وقت ذکر صلاتی'' اب مطلب یہ ہوگا کہ نماز قائم کرو جس وقت نماز یاد آ جائے اب مقصود کے موافق ہو جائے گی۔ یا اس ذکر سے جو اللہ کی طرف مضاف ہے ذکر صلاۃ مراد ہے کیونکہ ذکر صلاۃ فعل صلاۃ کو مستلزم ہے اور وہ نماز میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کو مستلزم ہے تو ذکر صلاۃ کا وقت گویا ذکر اللہ کا وقت ہے اب کوئی اشکال نہیں، دوسری قرأۃ ''للذکریٰ'' ہے، لام جر پھر لام تعریف اور اخیر میں الف مقصورہ کے ساتھ یہ قرأۃ سبع میں سے نہیں ہے لیکن مقصود کے زیادہ موافق ہے اس لئے کہ یہ مصدر ہے بمعنی تذکر کے اور تذکر کا معنی ہے یاد کرنا اب مطلب یہ ہوگا کہ نماز پڑھا کرو نماز یاد کرنے کے وقت۔ (حاشیه النسائی لعلامة السندھیؒ)

بہر حال قرآن اور حدیث سے معلوم ہوا کہ جونہی یاد آ جائے اسی وقت فوت شدہ نماز پڑھ لے اس فوت شدہ نماز جیسی نماز کا وقت آنے تک کا انتظار نہ کرے کیونکہ اس کا وقت متغیر ہو کر مستقبل کی طرف نہیں پلٹے گا بلکہ اس فوت شدہ نماز کا وقت جس حال پر تھا اسی حال پر ثابت رہے گا اور جب کل کا دن آئے گا تو صرف اس دن کی نماز اس کے وقت مقررہ میں پڑھ لے اس کی ہرگز اجازت نہیں دی گئی کہ جس وقت فوت شدہ نماز کی ایک مرتبہ قضا پڑھ لی پھر اس کو اس جیسی نماز کے وقت میں وقتی نماز کے ساتھ دوبارہ پڑھے، یہی مطلب ہے ارشاد مبارکہ ''فلیصلها احدکم من الغد لوقتها'' کا اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ فوت شدہ نماز کی قضاء دو مرتبہ کرنے کا حکم دیا ہے کہ ایک مرتبہ فی الحال جب یاد آ جائے اور دوسری مرتبہ غد یعنی کل کو وقتیہ کے ساتھ، بہر حال حدیث کا صحیح مطلب یہی ہے جو بیان کیا گیا اسی کو محققین علماء نے اختیار کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(کذا ذکرہ النووی فتح الملهم: ٢/٢٤٢)

امام نوویؒ نے جو توضیح کی ہے اس کے قریب قریب علامہ سندھیؒ نے بھی ارشاد مذکور کی توضیح کی ہے، آپ نے فرمایا کہ ارشاد مذکور'' فلیصلها احدکم الخ '' کا یہ مطلب نہیں کہ جب فوت شدہ نماز یاد آ جائے پڑھ لے اس کے بعد آئندہ اس کے مثل والی نماز کے وقت میں دوبارہ پڑھ لے بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ کل کی نماز کو اس کے وقت پر ادا کرے اب رہا ضمیر کا مرجع تو چونکہ کل کے وقت کی نماز ہو بہو آج کے دن کی فوت شدہ نماز جیسی ہے اس اعتبار سے کہ وہ بھی پانچ نمازوں میں سے ایک ہے جیسے فجر اور ظہر کل کی فجر بالکل آج کی فوت شدہ نماز فجر ہے اور کل کی ظہر بعینہ آج کی فوت شدہ ظہر ہے اسلئے ضمیر کل کے وقتیہ کی طرف لوٹ سکتی ہے، بہر حال ارشاد مذکور سے مقصود مستقبل کے وقت کی حفاظت اور اہتمام ہے کہ نماز کو اس کے وقت مقررہ سے ٹلا کر دوسرے وقت میں ادا کرنے کی اپنی عادت نہ بنالے، اور حدیث کا یہی مطلب حدیث عمران بن حصین ﷺ کے بالکل موافق ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کو فوت شدہ نماز پڑھائی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم اس نماز

کو آئندہ کل کی اسی نماز کے وقت میں دوبارہ قضاء نہ کریں؟ حضور ﷺ نے فرمایا تمہارا رب تم کو ربا (زیادتی) سے روکتا ہے پھر کیا تم سے ربا کو قبول کرے گا۔ غرض کہ تکرار قضاء کا محققین علماء میں سے کوئی بھی قائل نہیں کیونکہ شریعت میں اس کی کوئی نظیر موجود نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (حاشیہ النسائی)

علاوہ اس کے قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ فوت شدہ نماز کی قضاء ایک مرتبہ پڑھنے کے بعد پھر اس کا اعادہ نہ کیا جاوے کیونکہ فرض نمازیں تو پانچ ہیں اب جس نے فوت شدہ نماز کی یاد آتے ہی قضاء کی تو گویا اس نے مامور بہ (جس کا حکم کیا گیا) کے عدد کو پورا کر دیا، نیز عدم اعادہ شارع ﷺ کے فرمان "فلیصلها اذا ذکرها" کے بالکل موافق ہے شارع ﷺ نے صرف یہ فرمایا کہ جو شخص کسی نماز کو بھول جائے یا سو تا رہ جائے تو جب فوت شدہ نماز یاد آجائے پڑھ لے اس کے سوا کسی زائد چیز کا ذکر نہیں فرمایا، نیز "لا کفارة لها الا ذالک" فرمایا تو اس حصر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فوت شدہ نماز کا کفارہ سوائے قضاء پڑھ لینے کے اور کچھ واجب نہیں، بہر حال تفصیل مذکور سے واضح ہو گیا کہ تکرار قضاء کا قول حدیث کے بھی خلاف ہے اور قیاس کے بھی۔

کیف یقضی الفائت من الصلاة

اس بیان میں کہ فوت شدہ نماز کی قضاء کس طرح کیجائے

اخبرنا هناد بن السری عن ابی الاحوص عن عطاء بن السائب عن بريدبن ابی مريم عن ابيه قال كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في سفر فا سرينا ليلة فلما كان في وجه الصبح نزل رسول الله صلى الله عليه وسلم فنام ونام الناس فلم نستيقظ الا بالشمس قد طلعت علينا فأمر رسول الله صلى الله عليه وسلم المؤذن فاذن ثم صلى الركعتين قبل الفجر ثم امرهٔ فاقام فصلى بالناس ثم حدثنا بما هو كائن حتى تقوم الساعة.

برید بن ابی مریم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ ایک سفر میں ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تھے ہم رات کو چلتے رہے پس آخری شب میں صبح سے کچھ پہلے رسول اکرم ﷺ نے آرام فرمانے کے لئے ایک منزل پر قیام کیا حضور ﷺ سو گئے اور لوگ بھی سو گئے ہم بیدار نہ ہو سکے مگر جب ہم پر آفتاب طلوع ہوا تو ہم بیدار ہوئے پس رسول اکرم ﷺ نے مؤذن کو حکم دیا مؤذن نے اذان دیدی پھر فرض سے پہلے دو رکعتیں پڑھیں پھر مؤذن کو تکبیر کا حکم دیا اس نے تکبیر پڑھی پھر لوگوں کو نماز پڑھائی پھر قیامت تک دین کے متعلق اہم امور جو واقع ہونیوالے تھے سب بتا دیئے۔

اخبرنا سويد بن نصر قال حدثنا عبد الله عن هشام الدستوائی عن ابی الزبير عن نافع بن جبير بن مطعم عن ابی عبيدة بن عبد الله عن عبدالله بن مسعود قال كنامع رسول الله صلى الله عليه وسلم فحبسنا عن صلاة الظهر والعصر والمغرب والعشاء فاشتد ذالک علی فقلت فی نفسی نحن مع رسول

اللّٰـه صلی اللّٰه علیه وسلم وفی سبیل اللّٰه فأمر رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بلا لا فاقام فصلی بنا الظهر ثـم اقـام فـصـلـی بنا العصر ثم اقام فصلی بنا المغرب ثم اقام فصلی بنا العشاء ثم طاف علینا فقال ما علی الارض عصا بة یذکرون اللّٰه عزوجل غیرکم

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے پس ہمیں ظہر وعصر ومغرب اور عشاء کی نمازوں سے باز رکھا گیا جس کی وجہ سے مجھے سخت صدمہ پہنچا میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ہیں اور اللہ کے راستے میں ہیں (باوجود اس کے ہم سے نمازیں فوت ہوگئیں) پس رسول اکرم ﷺ نے بلال ﷺ کو حکم دیا اس نے اقامت کہی تو ہم کو ظہر کی نماز پڑھائی پھر اقامت کہی تو ہم کو عصر کی نماز پڑھائی پھر اقامت کہی تو ہم کو مغرب کی نماز پڑھائی پھر اقامت کہی تو ہم کو عشاء کی نماز پڑھائی پھر ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا اس روئے زمین پر تمہارے علاوہ کوئی ایسی جماعت نہیں جو اللہ بزرگ و برتر کا ذکر کرتی ہو۔

اخبـرنـا یـعـقـوب بـن ابـراهـیـم قال حدثنا یحیٰی عن یزید بن کیسان قال حدثنی ابو حازم عن ابی هریرة قال عرسنا مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فلم نستیقظ حتی طلعت الشمس فقال رسول اللّٰه صـلـی الـلّٰه علیه وسلم لیاخذ کل رجل برأس راحلته فان هٰذا منزل حضرنا فیه الشیطان قال ففعلنا فدعا بالماء فتوضا ثم صلی سجد تین ثم اقیمت الصلاة فصلی الغداة

حضرت ابوہریرۃ ﷺ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے آخری شب میں آرام کرنے کے لئے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ایک مقام پر قیام کیا اور سب سو گئے ہم میں سے کسی کی آنکھ نہیں کھلی حتی کہ آفتاب طلوع ہو گیا تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا یہاں سے کوچ کرو کیونکہ اس منزل میں ہمارے پاس شیطان آ گیا ہے ابوہریرہ ﷺ کہتے ہیں ہم نے وہاں سے کوچ کیا پھر حضور نے پانی منگایا اور وضو فرمایا پھر دو رکعتیں سنت فجر کی پڑھیں پھر اقامت کہی گئی پھر فرض کی دو رکعتیں پڑھیں۔

اخبـرنـا ابـو عـاصـم حشیش بن اصرم قال حدثنا یحیی بن حسان قال حدثنا حماد ابن سلمة عن عـمـرو بـن دینار عن نافع بن جبیر عن ابیه ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال فی سفر له من یکلؤنا الـلیـلة لا نرقد عن صلاة الصبح؟ قال بلال انا. فاستقبل مطلع الشمس فضرب علی اذانهم حتی ایقظهم حر الشمس فقاموا فقال توضئوا ثم اذن بلال فصلی رکعتین وصلوا رکعتي الفجر ثم صلوا الفجر.

حضرت نافع اپنے والد جبیر ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک سفر میں جبیر ﷺ سے فرمایا کہ آج کی رات ہماری کون نگرانی کرے گا تا کہ ہم صبح کی نماز سے سو نہ جائیں بلال ﷺ نے کہا میں نگرانی کروں گا وہ آفتاب کے طلوع کی سمت منہ کر کے نگرانی کرتے رہے اور دوسرے حضرات سب سو گئے سب پر گہری نیند مسلط کر دی گئی حتی کہ ان کو آفتاب کی گرمی نے جگا دیا اور سب اٹھ کھڑے ہو گئے حضور ﷺ نے فرمایا وضو کر لو پھر بلال ﷺ نے اذان دی پھر دو رکعتیں پڑھیں

اور لوگوں نے بھی دو رکعتیں پڑھیں پھر سب نے فجر پڑھی۔

اخبرنا ابو عاصم قال حدثنا حبان ابن هلال حدثنا حبیب عن عمرو بن هرم عن جابر بن زید عن ابن عباس قال ادلج رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ثم عرس فلم یستیقظ حتی طلعت الشمس او بعضها فلم یصلی حتی ارتفعت الشمس فصلی وهی صلاة الوسطی.

حضرت ابن عباس ﷺ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام رات سفر کرتے رہے پھر رات کے آخری حصہ میں آرام کرنے کیلئے ایک مقام پر نزول فرمایا آرام کرنے لگے گہری نیند آنے کی وجہ سے حضور ﷺ بیدار نہ ہوسکے یہاں تک کہ پورا آفتاب یا کچھ حصہ آفتاب کا طلوع ہوگیا اس وقت حضور ﷺ نے صبح کی فوت شدہ نماز نہیں پڑھی حتی کہ آفتاب بلند ہوگیا پھر نماز پڑھی اور یہی صبح کی نماز صلاۃ الوسطی ہے۔

تشریح: اس عنوان کے تحت ''لیلة التعریس'' کا واقعہ ابن مریم ﷺ کی روایت سے بیان کیا ہے پھر آگے حضرت ابوہریرہ ﷺ اور حضرت جبیر ﷺ کی روایت سے بھی اسی واقعہ کو بیان کیا ہے، تعریس کا مطلب یہ ہے کہ آخر شب میں کسی مقام پر آرام کرنے کے لئے اترنا، اور حضور اکرم ﷺ کو مع اصحاب کے ایک سفر میں ایسا واقعہ پیش آیا اور اکثر علماء کے نزدیک صرف ایک دفعہ ایسا واقعہ پیش آیا ہے اور علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ خیبر سے واپسی میں پیش آیا کہ حضور اکرم ﷺ تمام رات سفر کرتے رہے آخر شب میں استراحت کا ارادہ فرمایا صحابہ کرام ﷺ سے کہا کہ کوئی شخص ایسا ہے جو بروقت بیدار کردے بلال ﷺ نے عرض کیا کہ میں جگادوں گا سب سو رہے جب صبح کا وقت قریب ہوگیا تو بلال ﷺ نے بھی کجاوے سے اپنی پیٹھ لگائی اور سوگئے جب آفتاب کی دھوپ پڑی تب جاگے، بہرحال بلال ﷺ نے عذر بیان کیا کہ مجھ پر نیند کا ایسا غلبہ ہوا کہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا پھر حضور ﷺ نے ان کو ملامت نہیں کی پھر صحابہ کو تسلی دی کہ نیند میں کوئی کوتاہی نہیں بلکہ وہ بیداری میں ہے اور اس جگہ سے جہاں ان کو شیطان کا دھوکہ پہنچا تھا کوچ کرنے کا حکم دیا اور آگے چل کر دوسرے مقام پر اترے اور بلال ﷺ کو اذان کا حکم دیا اور صحابہ نے سنتیں پڑھیں پھر اقامت کے ساتھ جماعت کی نماز پڑھائی۔

یہاں پر ایک اشکال یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ طلوع آفتاب تک کیسے سوتے رہے حتی کہ فجر کی نماز قضاء ہوگئی جبکہ دوسری روایت میں آپ نے فرمایا'' **ان عینی تنامان ولا ینام قلبی** '' کہ میری آنکھیں سوجاتی ہیں قلب نہیں سوتا، دونوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے امام نوویؒ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ قلب صرف ان حسیات کا ادراک کرتا ہے جو قلب سے متعلق ہیں جیسے حدث اور تکلیف وغیرہ لیکن طلوع فجر وغیرہ ایسے امور ہیں جن کا تعلق آنکھ سے ہے اور ان کا ادراک صرف آنکھ سے ہوسکتا ہے لیکن آنکھ اس وقت سوتی رہی گو قلب بیدار تھا اس لئے نماز قضاء ہوگئی، دوسرا جواب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی دو حالتیں تھیں ایک حالت تو یہ تھی جس میں قلب سوتا تھا اتفاق سے اس موقع پر یہی حالت پیش آگئی دوسری حالت قلب کی بیداری کی جو عام طور پر رہتی تھی، دونوں جواب نقل کرنے کے بعد امام نوویؒ کہتے ہیں دوسرا جواب ضعیف ہے اول جواب صحیح اور قابل اعتماد

ہے، اب دونوں قسم کی روایات میں کوئی تعارض نہیں۔

ابن منیرؒ نے کہا کہ حضور ﷺ کو کبھی کبھی بیداری میں تشریع اور احکام سہو کے بیان کی مصلحت سے سہو واقع ہوتا تھا جیسا کہ نماز میں سہو کا واقعہ پیش آیا تو پھر نیند کی حالت میں تشریع اور احکام قضاء کی مصلحت سے ایسا واقعہ بطریق اولی واقع ہوسکتا ہے اس میں کوئی اشکال کی بات نہیں، بہرحال اس واقعہ سے یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کا قلب اس وقت بیدار نہ تھا اور اگر قلب بیدار تھا لیکن احکام قضاء دکھا دینے کی مصلحت سے ایسا واقعہ پیش آنا ضروری تھا اس بناء پر پیش آ گیا۔

(فتح الملهم: ۲/ ۲۴۱)

اس حدیث باب سے معلوم ہوا کہ جو نماز چھوٹ گئی جب یاد آجاوے بلا تاخیر اس کی قضاء پڑھے اور اس کے لئے اذان دے اور اقامت بھی کہے تا کہ قضاء ادا کے مطابق ہو جائے، کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے لیلۃ التعریس میں دن نکلنے پر آفتاب کے کچھ بلند ہونے کے بعد صبح کی نماز کو اذان اور اقامت کے ساتھ قضاء کیا، یہی مسلک حنفی حضرات کا ہے اور امام شافعیؒ کا قول قدیم اور امام احمدؒ وابو ثورؒ اور ابن المنذرؒ کا یہی قول ہے۔ (فتح الملهم: ۲/ ۲۳۹ بحواله قول العینیؒ)

یہاں پر ایک اور مسئلہ قابل غور ہے کہ اس حدیث لیلۃ التعریس سے کس فریق کے مسلک کی تائید ہوتی ہے اس بارے میں عرض ہے کہ اس حدیث سے مسلک حنفیہ کی تائید ہوتی ہے حنفیہ کا مسلک پیچھے گزر چکا ہے کہ تین اوقات یعنی طلوع آفتاب اور غروب اور ٹھیک دوپہر کے وقت کوئی نماز خواہ فرض ہو یا نفل جائز نہیں تو اس حدیث سے علماء حنفیہ کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیدار ہونے کے بعد فوراً نماز نہیں پڑھی بلکہ حکم دیا ''لیاخذ کل رجل برأس راحلته'' اور صحیح مسلم کی روایت میں آیا ہے ''ارکبوا فرکبنا فسرنا حتی اذا ارتفعت الشمس نزل الخ'' کہ یہاں سے کوچ کرو پھر آگے بڑھ کر دوسرے مقام پر اذان اور اقامت کے ساتھ جماعت کی نماز پڑھائی تو تاخیر طلوع آفتاب کے وقت نماز جائز نہ ہونے کی وجہ سے فرمائی، اور شوافع کے نزدیک چونکہ طلوع آفتاب کے وقت فرض نماز منع نہیں ہے جس کی تفصیل گزر چکی ہے اور لیلۃ التعریس والی حدیث ان کے مسلک کے خلاف ہے اس لئے انہوں نے اس کا جواب یہ دیا کہ وہاں ایک مصلحت تھی وہ یہ کہ حضور نے فرمایا کہ اس منزل میں ہمارے پاس شیطان آگیا تو حضور نے وہاں شیطان کے اثر کا احساس کیا اس لئے اس جگہ سے بچتے ہوئے کوچ کرنے کا حکم دیا۔

حنفیہ کہتے ہیں کہ ایک سبب یہ ہوگا مگر الفاظ حدیث ''فلم یصل حتی ارتفعت الشمس'' بتلا رہے ہیں کہ صرف یہ علت کہ اس جگہ شیطان حاضر ہوگیا تھا نہیں ہے بلکہ دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ آفتاب شیطان کے سر کی دونوں جانبوں کے درمیان نکلتا ہے آفتاب پرست طلوع کے وقت آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں تو آفتاب پرستوں کی مشابہت سے پرہیز کرنے کے لئے اس جگہ نماز نہیں پڑھی تو گویا زمان اور مکان دونوں کی رعایت کی ورنہ راوی حدیث یہ کیوں کہتا ہے ''حتی اذا ارتفعت الشمس الخ'' تو جب مکان کو اس لئے چھوڑ رہے ہیں کہ وہاں شیطان حاضر ہو گیا تھا تو زمان کو اسی بنا پر چھوڑ رہے ہیں کہ جو نماز کامل طور

سے واجب ہوئی اس کو ناقص طور سے ادا کرنا درست نہیں اور طلوع آفتاب کے وقت نماز کی ادائیگی کافروں کی عبادت سے مشابہت کے سبب سے جس طرح بصفت کمال واجب ہوئی تھی اسی طرح ادا نہ ہوگی لہذا اس مقام سے کوچ کرنے کا سبب وہاں پر صرف شیطان کی حاضری کو ٹھہرانا درست نہیں بلکہ حدیث کے الفاظ نیز قواعد کلیہ اور اصول بتلا رہے ہیں کہ ایک سبب یہ بھی تھا جو اوپر مذکور ہوا اس لئے مکان اور زمان دونوں کو چھوڑا پھر آگے چل کر نماز پڑھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عنوان کے تحت دوسری حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ جو واقعہ نقل کر رہے ہیں کہ ہمیں کافروں نے چار نمازوں سے روک دیا تھا وہ غزوہ خندق میں پیش آیا جس کو یوم الاحزاب بھی کہتے ہیں جو ۴ھ چار ہجری سے پہلے ذی قعدہ میں واقع ہوا اس کو امام بخاریؒ نے ترجیح دی لیکن بہت سے علماء کا قول یہ ہے کہ پانچ ہجری میں ہوا، اس کو غزوہ خندق اس لئے کہتے ہیں کہ مدینہ کے اردگرد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے خندق کھودی گئی تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اس کھودنے میں شریک ہوئے تھے، اور یوم الاحزاب اس لئے کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں مشرکین قریش اور غطفان اور یہود کے تین ہزار کی جماعت حملہ آور ہوئی تھی، اس غزوۂ خندق کے روز مشرکین چار نمازوں سے مزاحم ہوئے جس کی وجہ سے وہ نمازیں فوت ہوگئیں صحابہ رضی اللہ عنہم کو نماز میں اس قدر لطف آتا تھا کہ وہ کسی حال میں تاخیر پسند نہ کرتے تھے تو یہاں چار نمازیں فوت ہوگئیں اس لئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ صدمہ پہنچا تھا جس کا اندازہ ان کے قول سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ خود فرماتے ہیں ''فاشتد ذالک علی الخ'' یہ وہی حقیقت ہے جس کی طرف اہل معرفت نے اشارہ کیا ہے۔ گرز باغ دل خلالے کم بود، بردل سالک ہزاراں غم بود۔

دراصل مشرکین نے تین نمازوں سے مشغول کردیا لڑائی ایسی رہی کہ وقت سے تین نمازیں فوت ہوگئیں عشاء کا وقت باقی رہا مگر چونکہ ان تین نمازوں یعنی ظہر وعصر اور مغرب کی قضاء پڑھنے میں عشاء کی نماز بھی اپنے معمول کے وقت سے تاخیر ہوگئی تھی اس وجہ سے گویا مشرکین نے چار نمازوں سے باز رکھا، یہاں پر ایک اشکال یہ ہے کہ بخاری ومسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف عصر کی نماز فوت ہوئی اور اس کی قضاء غروب آفتاب کے بعد کی پھر مغرب پڑھی لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ چند نمازیں چھوٹ گئیں۔

بظاہر تعارض، ہے اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ ابن العربیؒ نے بخاری ومسلم کی روایت کو ترجیح دی کہ صحیح قول یہی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے صرف عصر کی نماز فوت ہوگئی تھی انہوں نے بخاری ومسلم کی روایت کو اس لئے ترجیح دی کہ امام نسائیؒ نے ابوعبیدہ کے واسطہ سے ان کے والد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی جو روایت بیان کی اس کی سند اگرچہ اچھی خاصی ہے مگر حدیث منقطع ہے، اور حافظ ابوالفتح ابن سید الناسؒ وغیرہ نے دونوں قسم کی روایات میں مطابقت کی یہ صورت نکالی ہے کہ غزوہ خندق چند روز تک جاری رہا تو کسی دن تین نمازیں قضاء ہوئیں اور کسی دن ایک نماز یعنی عصر کی اب کوئی تعارض نہیں، ایک نماز قضاء ہونے کی روایت بھی صحیح ہے اور تین نمازیں قضاء ہونے کی روایت بھی صحیح ہے۔ (مرقاۃ: ۲/ ۱۴۷. الکوکب

الدری: ۱۰۰ ۔ معارف السنن بحوالة فتح الباری : ۲/۵۷)

یہاں پر ایک اور اشکال یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے صلوۃ خوف کیوں نہ پڑھی تاکہ یہ نمازیں قضا ہونے سے محفوظ رہ جاتیں، اس کا جواب یہ ہے کہ غزوہ خندق کے وقت تک صلوۃ خوف کا ضابطہ مشروع نہیں ہوا تھا کیوں کہ غزوہ خندق کا واقعہ اس سے پہلے کا ہے اسی لئے صلوٰۃ خوف نہیں پڑھی۔ (بذل المجهود : ۱/۲۳۹)

بہرحال حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے فوت شدہ نمازوں کی قضاء کا طریقہ معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص کی کئی نمازیں فوت ہوگئیں تو قضاء میں ان کو ترتیب وار پڑھے جیسے اصل میں واجب ہوئیں کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے بھی جنگ خندق کے روز فوت شدہ مذکورہ نمازوں کو ترتیب سے ادا کیا، پھر حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح بخاری میں موجود ہے اس میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "صلوا کما رأیتمونی اصلی" جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا اسی طرح نماز پڑھا کرو، اب دونوں حدیثوں کے مجموعہ سے یعنی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ترتیب وار قضاء کرنے کے فعل سے اور حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اپنے فعل کے مطابق ادائے نماز کا حکم دینے سے ثابت ہوگیا کہ ترتیب کی رعایت ضروری ہے، نیز فوت شدہ نماز اور وقتی فرض کے درمیان بھی ترتیب واجب ہے اس کا ثبوت اس ارشاد مبارکہ سے ہوتا ہے کہ جو شخص کسی نماز کو بھول جائے پھر یاد ہی نہیں رہی اور اسی حالت میں امام کے ساتھ نیت باندھ لی تو امام کے ساتھ نماز کو پورا کرلے پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس نماز کو پڑھ لے جو بھول گیا تھا پھر امام کے ساتھ جو نماز پڑھی اس کو لوٹا لے۔

اس حدیث کو دارقطنی اور بیہقی نے اسماعیل بن ابراہیم الترجمانی سے وہ سعید بن عبدالرحمٰن الجمحی سے وہ عبیداللہ سے وہ نافع سے اور نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس حدیث کو امام مالکؒ نے بھی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بطور موقوف روایت کیا ہے اور دارقطنی اور ابوزرعہ نے اس کو موقوفاً صحیح کہا مگر سعید بن عبدالرحمٰن نے یا اسماعیل بن ابراہیم نے اس کو بطور مرفوع نقل کیا ہے اور اہل علم کے یہاں یہ بات پوشیدہ نہیں کہ رفع (بطور مرفوع روایت کرنا) زیادت ہے اور زیادتی معتبر اور قابل اعتماد راوی کی مقبول ہے اور یہ دونوں معتبر ہیں چنانچہ ابن معین اور ابوداؤد اور امام احمد رحمہم اللہ نے ترجمانی کی "لا بأس به" کے الفاظ کے ساتھ توثیق کی اور سعید بن عبدالرحمٰن الجمحی کی ابن معینؒ اور نسائیؒ نے توثیق کی، اور اگر مان بھی لیا جائے کہ حدیث موقوف ہے تب بھی مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ اس قسم کی حدیث اپنی رائے سے نہیں کہی جاسکتی بلکہ حضور اکرم ﷺ سے سن کر روایت کی ہے۔

غرض کہ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ فوت شدہ نمازوں کی قضاء میں اور فوت شدہ نماز اور وقتی فرض کے درمیان ترتیب ضروری ہے۔ (شرح النقایه : ۱/۱۰۹)

امام ابوحنیفہ و امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے لیکن امام شافعیؒ اور ابوثور وغیرہما کے یہاں ترتیب مستحب ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ ہر فرض بذات خود اصل ہے لہٰذا ایک فرض کا جواز دوسرے فرض کے جواز پر موقوف نہیں رہے گا اور نہ ہی فرض

وقتی درست ہونے کے لئے فوت شدہ نماز کی پہلے ادائیگی شرط ہوگی جیسے روزے اور زکوۃ کا یہی حکم ہے کیونکہ شرط اس کو کہتے ہیں جس پر کسی بات کا انحصار ہو اور جب وہ چیز ساقط ہو جاتی ہے تو شرط بھی ساقط ہو جاتی ہے اور اصالۃً تبعیت کے منافی ہے لہٰذا فرض وقتی صحیح ہونے کے لئے فوت شدہ نمازوں کا پہلے ادا کرنا شرط نہیں ہوگا البتہ اگر ایک چیز کے دوسری چیز کے لئے شرط ہونے پر دلیل موجود ہو تو اس صورت میں اسکو دوسری چیز کے لئے شرط قرار دیا جائے گا جیسے ایمان جو تمام عبادات کے لئے شرط ہے اور شرط ہونے پر نصوص دلالت کرتی ہیں اور روزہ اعتکاف واجب کے لئے شرط ہے جس پر" **لا اعتکاف الا بالصوم** "دلالت کرتا ہے۔

غرض کہ امام شافعیؒ وغیرہ کے قول کا خلاصہ یہ ہوا کہ جب کوئی چیز بذات خود مقصود ہو وہ دوسرے کے لئے شرط نہیں ہو سکتی جس کی وجہ اوپر بیان کی گئی تو زیر بحث مسئلہ مذکورہ کا حال اسی نوعیت کا ہے اور ایمان روزہ کا مسئلہ زیر بحث مسئلہ سے مختلف ہے۔ (**حاشیہ شرح النقایہ بر صفحہ مذکورہ**)

حنفیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ زیر بحث مسئلہ کا حال ایمان اور روزہ جیسا ہے کیونکہ مذکورہ حدیث ابن عمر وجوب ترتیب پر دلالت کرتی ہے۔ البتہ اگر کسی دلیل سے ثابت ہو جائے کہ فلانی چیز فلانی چیز کے لئے شرط ہے تو پہلی چیز کو دوسری کے لئے شرط قرار دیا جائے گا جیسے ایمان تمام عبادات کے لئے شرط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا" **فمن یعمل من الصالحات وھو مومن** " یہ آیت واضح طور پر بتلا رہی ہے کہ عبادات کے لئے ایمان شرط ہے، اسی طرح اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا" **لا اعتکاف الا بالصوم** "اعتکاف نہیں ہوتا مگر روزے کے ساتھ، تو یہ حدیث دلیل ہے اعتکاف میں روزے شرط ہونے کی حالانکہ روزہ ایک مستقل فرض ہے مگر اس کے باوجود یہاں اس کے اعتکاف کے لئے شرط ہونے پر اور تمام عبادات کے لئے ایمان شرط ہونے پر دلیل موجود ہے اس لئے ایمان کو جو اصل الفرائض ہے تمام عبادات کے لئے اور روزے کو اعتکاف کے لئے شرط قرار دیا گیا ہے ورنہ ہر فرض تو بذات خود اصل ہے وہ دوسرے کے لئے شرط نہ ہوگا۔

جو حضرات وجوب ترتیب کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ مذکورہ زیر بحث مسئلہ بھی اسی کے قبیل سے ہے (جو امام شافعیؒ کے قول کے حوالہ سے اوپر بیان کیا گیا ہے) کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث جو اوپر دارقطنی اور بیہقی کی روایت سے گزر چکی ہے وہ واضح طور سے وجوب ترتیب پر دلالت کرتی ہے اس بناء پر وہ کہتے ہیں کہ فوت شدہ نمازوں کی قضاء میں اور فوت شدہ نماز اور فرض وقتی میں ترتیب واجب ہے۔ (**حاشیہ شرح النقایہ : ۱/۱۰۹**)

علاوہ اس کے بعض شارحین ہدایہ نے ایک اور جواب یہ دیا ہے کہ ہم فرض وقتی صحیح ہونے کے لئے فوت شدہ نماز کی قضاء کو شرط نہیں کرتے ہیں بلکہ فوت شدہ نماز ہمارے نزدیک مقدم واجب ہے اور وقتیہ مؤخر واجب ہے حتی کہ جب بوجہ تنگی وقت کے ترتیب کی رعایت ممکن نہ ہو تو وقتیہ مقدم ہو جائے گی کیونکہ فرض وقتی کو قصداً وقت سے نہ ٹلا دینا فرض قطعی ہے اور فوت شدہ نماز کو مقدم کرنا فرض عملی ہے اب جب وقت تنگ ہے تو قطعی مقدم ہوگی تا کہ فرض وقتی کا کھونا لازم نہ آوے۔ (**واللہ تعالیٰ اعلم**)

دوسرا مسئلہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور سے یہ معلوم ہوا کہ اگر ایک سے زیادہ نمازیں فوت ہوئی ہوں تو اول

نماز کے لئے اذان دے اور اقامت کہے اور باقی نمازوں کے حق میں اختیار دیا گیا ہے چاہے ہر ایک کے لئے اذان دے اور اقامت کہے تا کہ قضاء ادا کے موافق ہو اور چاہے تو صرف اقامت پر اکتفا کرے کیونکہ اذان تو حاضر کرنے کے لئے ہوتی ہے اور یہاں تو لوگ سب حاضر ہیں، اگر کوئی کہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے مسئلہ مذکورہ پر استدلال صحیح نہیں کیونکہ اس میں صرف اقامت کا بیان ہے اذان کا ذکر نہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ یہی حدیث جو نسائیؒ نے روایت کی ہے اس کو ترمذیؒ نے بھی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے اس میں ''**فامر بلالا فاذن ثم اقام فصلی الظهر ثم اقام فصلی العصر الخ**'' کے الفاظ ہیں اور اسی طرح امام ابو یوسفؒ نے بھی اپنی سند سے روایت کی ہے تو اگر چہ نسائی کی روایت میں راوی نے اذان کا ذکر نہیں کیا لیکن ترمذی کی روایت میں اسکا ذکر ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اول نماز یعنی ظہر کے واسطے اذان دی پھر اقامت کہی اور باقی نمازوں میں صرف اقامت کہی تو اس زیادتی پر عمل بہتر ہے۔

نیز نسائیؒ کی مطلق روایت کو مقید روایت پر محمول کرینگے جو ترمذیؒ کی روایت میں وارد ہوئی ہے، خصوصاً امام شافعیؒ کے اصول پر اب مسئلہ واضح ہو گیا کہ پہلی نماز کے لئے اذان دے اور اقامت بھی کہے اس کے بعد باقی نمازوں کے لئے اقامت پر اکتفا کیا جائے گا، یہی قول امام محمدؒ سے منقول ہے ان سے مصنف ہدایہؒ نے نقل کیا ہے اور شیخ ابو بکر رازی جصاصؒ نے اس کو سب کا قول قرار دیا اور امام شافعیؒ وغیرہ کا قول مختار بھی یہی ہے۔(**هدایه، شرح النقایه، بحر الرائق**)

عنوان کے تحت کی آخری روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یہ روایت بہت مختصر ہے اس روایت میں انہوں نے فرمایا کہ ''**صلوة الوسطى**'' سے مراد صبح کی نماز ہے، امام مالکؒ و امام شافعیؒ کا یہی قول ہے اس کے علاوہ اور بھی قول نقل کئے گئے ہیں چنانچہ حافظ ابو محمد عبد المومن بن خلف الدمیاطیؒ نے اپنی کتاب ''**کشف المغطی عن الصلاة الوسطی**'' میں انیس اقوال نقل کئے ہیں، اور زرقانیؒ نے شرح موطا میں مزید تین اقوال نقل کئے ہیں، تو مجموعہ صلاۃ الوسطی کی تفسیر میں بائیس اقوال ہیں۔

مگر اکثر صحابہ اور جمہور تابعین کا قول اور بعض احادیث کی دلیل سے یہ ہے کہ صلاۃ الوسطی یعنی درمیان والی نماز عصر ہے کیونکہ اس کے ایک طرف دن کی دو نمازیں ہیں فجر اور ظہر اور ایک طرف رات کی دو نمازیں ہیں مغرب وعشاء، یہی قول امام ابو حنیفہؒ واحمدؒ اور داؤدؒ وغیرہم کا ہے، اسکو علامہ طیبیؒ نے نقل کیا ہے اور امام نوویؒ نے اسی کو قول مختار قرار دیا ہے، اور ماوردیؒ نے کہا کہ امام شافعیؒ نے واضح طور بیان کیا ہے کہ وہ صبح کی نماز ہے لیکن صحیح حدیثوں سے ثابت ہوا ہے کہ وہ عصر کی نماز ہے اس بناء پر مذہب امام شافعیؒ بھی یہی ہوگا کیونکہ انہوں نے فرمایا کہ اگر کوئی حدیث صحیح میرے قول کے برخلاف پاؤ تو یقین جانو کہ میرا مذہب وہی ہے جس کے ساتھ حدیث وارد ہوئی ہے اور میرا قول دیوار پر مارو۔ اب رہا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کا جواب تو انہوں نے یہ بات اپنے اجتہاد سے کہی یا بطور احتمال کے لہٰذا ان کی بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مقابلہ میں قابل حجت نہیں ہو سکتی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صلاۃ الوسطی یعنی درمیان والی نماز عصر ہے۔(**متفق علیه عن علی رضی اللہ عنہ ورواه الترمذی عن ابن مسعود وسمرة بن جندب رضی اللہ عنہ :مرقاة ۲/ ۱۴۷، مظاهر حق : ۱/ ۲۱۵**)

کتاب الاذان

بدء الاذان

اذان کی ابتداء

اخبرنا محمد بن اسماعیل و ابراهیم بن الا حسن قال حدثنا حجاج قال قال ابن جریج اخبرنی نافع عن عبد اللہ بن عمرانه کان یقول کان المسلمون حین قدموا المدینة یجتمعون فیتحینون الصلاة ولیس ینادی بها احد فتکلموا یو مًا فی ذالک فقال بعضهم اتخذو ا ناقوسًا مثل ناقوس النصاری وقال بعضهم بل قرنا مثل قرن الیهود فقال عمر رضی اللہ عنه اولا تبعثون رجلا ینادی بالصلاة فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یا بلال قم فناد بالصلاة.

حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ مسلمان جب مدینہ طیبہ میں پہنچے تو اندازے سے نماز کے لئے اوقات صلاۃ متعین کر لیتے اور ان اوقات پر جمع ہو جاتے اور کوئی نماز کے لئے اعلان نہیں کرتا تھا تو مسلمانوں نے ایک دن اس بارے میں گفتگو کی کچھ لوگوں نے کہا کہ نصاریٰ کے ناقوس کی طرح ناقوس بناؤ اور کچھ لوگوں نے کہا یہود کے سینگ کی طرح سینگ بناؤ حضرت عمرؓ نے کہا کیوں ایک شخص کو نہیں بھیجتے ہو کہ وہ آواز لگاوے نماز کے لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے بلال ﷺ کھڑے ہو لوگوں کو نماز کے لئے بلاؤ۔

تشریح: لغت میں لفظ اذان کے معنی اعلام یعنی خبر دینے اور آگاہ کرنے کے ہیں، شریعت میں اوقات مخصوصہ میں الفاظ مخصوصہ کے ساتھ نماز کے واسطے بلانے کی صدا کو اذان کہتے ہیں، اذان کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ ہجرت کے بعد مدینہ میں جب صلوات خمسہ کے لئے بلانے کی ضرورت محسوس ہوئی تو کوئی ایسی صورت نہ تھی جس سے وقت پر تمام لوگ جمع ہو جائیں اور اندازہ سے تعین وقت کی صورت میں فوت جماعت کا اندیشہ تھا اس لئے نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا تو لوگوں نے دیگر اقوام پر نظر کی کچھ لوگوں نے ناقوس بجانے کی رائے ظاہر کی، ناقوس اس کو کہتے ہیں کہ ایک بڑی لکڑی کو چھوٹی لکڑی سے بجاتے ہیں اور کبھی گھنٹہ کے لئے ناقوس کا لفظ استعمال کرتے ہیں اس طریقہ سے اوقات نماز معلوم کرنے کا دستور نصاریٰ کے مذہب میں تھا، اور کچھ لوگوں نے بگل بجانے کی رائے دی تا کہ اس کی آواز سن کر سب لوگ جمع ہو جائیں، حضور ﷺ نے سب کی تجویز کو ناپسند فرمایا اور فرمایا کہ ناقوس بجانا نصاریٰ کا اور بگل بجانا یہود کا طریقہ ہے ہمیں ان کی مخالفت کرنی

چاہئے ، بہر حال مشورہ میں کوئی صورت متعین نہیں ہوسکی لیکن روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا میلان ورجحان ناقوس کی طرف تھا کیونکہ آپ کی عادت تھی کہ کسی امر کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب تک کوئی حکم نہ آیا ہو اس میں نصاریٰ کے خیال کو بہ نسبت دوسرے اہل مذہب کے معقول سمجھتے تھے۔

چنانچہ ابو داؤد نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ ناقوس بنایا جائے اور نماز کے لئے جمع کرنے میں بجایا جاوے تو مجھے خواب میں نظر آیا کہ ایک شخص ہاتھ میں ناقوس لئے ہے میں نے کہا کہ اے بندۂ خدا کیا تو اس کو فروخت کرے گا اس نے کہا تو اس کو کیا کرے گا میں نے کہا اس کی آواز کے ذریعے سے لوگوں کو نماز کے واسطے بلائیں گے اس نے کہا میں تجھے اس سے بہتر بات نہ بتاؤں میں نے کہا کیوں نہیں ضرور بتلاؤ اس نے کہا کہہ اللہُ اکبر اللہُ اکبر اللہُ اکبر اللہُ اکبر آخر تک پوری اذان بغیر ترجیع کے بیان کی اور کہا کہ اسی طرح تکبیر کہہ اللہُ اکبر اللہُ اکبر پھر باقی الفاظ اقامت کو ایک ایک مرتبہ بیان کیا اور لفظ قد قامت الصلاۃ کو دو مرتبہ کہا حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے صبح کی تو حضور اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور میں نے حضور ﷺ سے خواب عرض کیا حضور ﷺ نے فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ یہ خواب حق ہے جو تو نے دیکھا ہے بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا ہو کر اس کو بتلاتا جا تاکہ وہ اس کے مطابق اذان کہے کیونکہ اس کی آواز تجھ سے بلند ہے پس میں نے بلال کے ساتھ کھڑے ہو کر الفاظ اذان اس کو بتلا دیئے اور اذان دی اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا تو گھر سے اپنی چادر کھینچتے ہوئے نکلے اور عرض کیا یا رسول اللہ قسم اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ میں نے بھی اسی کے مثل دیکھا جو عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے دیکھا ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا فللّٰہ الحمد، کہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے حمد پھر اس کو حضور ﷺ نے مشروع فرمایا۔ (رواہ ابو داؤد والترمذی)

اب سوال یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی شخص کا خواب حکم شرعی کی بنیاد نہیں ہوسکتا یہاں حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے خواب کی بنیاد پر اذان کی مشروعیت کیوں کر ہوئی، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید صبح کے بعد جب حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خواب کی خبر دی تو حضور ﷺ نے فرمایا ''انہا لرؤیا حق انشاء اللّٰہ '' جس سے معلوم ہوا کہ محض خواب پر عمل نہیں فرمایا بلکہ یہاں حضور اکرم ﷺ کی تصدیق وتحقیق بوجہ مطابق ہونے وحی کے یا اجتہاد کے بناء حکم اذان شرعی قرار پائی اب کوئی اشکال نہیں، اس کو ملا علی قاریؒ نے نووی اور حافظ ابن حجرؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

(مرقات: ۱۵۵/۲)

اب رہی یہ بات کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا جیسا کہ نسائی کی اس روایت میں ہے ''او لا تبعثون رجلاً الخ '' میں نداء صلاۃ سے کیا مراد ہے واؤ کا عطف محذوف پر ہے پوری عبارت یہ ہے ''تقولون بموافقہ الیہود والنصاریٰ او لا تبعثون رجلاً الخ '' اور ہمزہ اول جملہ سے انکار اور دوسرے جملہ کو ثابت کر رہا ہے ''ای ارسلو ارجلا '' مطلب یہ ہے کہ تم یہود اور نصاریٰ کی تابعداری کا مشورہ دے رہے ہو کسی آدمی کو کیوں نہیں بھیجتے ہو کسی کو بھیج دو

تا کہ وہ لوگوں کو نماز کی اطلاع دے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے بلال کھڑا ہو نماز کے لئے آواز لگاؤ تو اس ندا صلوٰۃ سے کیا مراد ہے اس کی وضاحت ابن سعد کی روایت سے ہوتی ہے ابن سعد نے طبقات میں سعید بن میسبؒ کی مرسل روایت سے بیان کیا ہے کہ اس نداء صلوٰۃ سے مراد محض نماز کا وقت حاضر ہونے کا اعلان کرنا ہے اس سے اذان مشروع مراد نہیں بلکہ ویسی ہی آواز لگائے کہ الصلوٰۃ جامعة الصلوٰۃ جامعة، حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ تمام احادیث پر نظر ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے جس خیال کا اظہار کیا تھا کہ کسی کو نماز کی اطلاع دینے کے لئے کیوں نہیں بھیجتے وہ مشاورت کے بعد تھا اور حضرت عبداللہ بن زید کے خواب دیکھنے کا واقعہ اس کے بعد پیش آیا تھا۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

اس توجیہہ کو قاضی عیاض اور امام نوویؒ وغیرہ نے معقول قرار دیا ہے، چنانچہ انہوں نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ اس توجیہہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی خواب والی روایت میں موافقت ہو جاتی ہے جس کی صورت یہ ہے کہ پہلے اعلام وقت نماز کا مشورہ پیش آیا پھر دوسری مجلس میں حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے خواب کا واقعہ پیش آیا۔

حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ اذان ہجرت کے بعد مشروع ہوئی کیوں کہ یہ حدیث ہجرت سے پہلے اذان کی بالکل نفی کر رہی ہے، کوئی کہہ سکتا ہے کہ ایسی احادیث بھی مروی ہیں جو مکہ میں اذان کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہیں، اس کے جواب میں حافظ موصوف نے کہا کہ ان احادیث میں سے کوئی حدیث صحیح نہیں، اور ابن المنذرؒ نے یقین کے ساتھ کہا کہ جب مکہ میں نماز فرض ہوئی تو حضور اکرم ﷺ بغیر اذان کے نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ حضور ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اس کے بعد پانچوں نمازوں کے لئے بلانے کی ضرورت محسوس ہوئی لہٰذا اس بارے میں حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا جیسا کہ اس کا ذکر حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہم کی حدیث میں آیا ہے۔ **(فتح الملہم: ۲/۲، مرقات: ۲/۱۵۵)**

نیز قرینہ بھی بتلا رہا ہے کہ اذان مدینہ میں مشروع ہوئی کیوں کہ مکہ میں کافروں کا غلبہ تھا مسلمان بہت کم تھے اور جو تھے وہ خود حاضر رہتے تھے۔

تثنية الاذان

اذان کے الفاظ دو دو بار کہنے کا بیان

اخبرنا قتيبة بن سعيد قال حدثنا عبدالوهاب عن ايوب عن ابى قلابة عن انس قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم امر بلالا ان يشفع الاذان وان يوتر الاقامة.

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اذان کے کلمات جفت کہیں اور تکبیر کے طاق یعنی ایک ایک بار۔

اخبرنا عمرو بن علی قال حدثنا یحییٰ قال حدثنا شعبة قال حدثنی ابو جعفر عن ابی المثنی عن ابن عمر قال کان الاذان علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم مثنی مثنی والاقامة مرة مرة الا انک تقول قد قامت الصلوٰة قد قامت الصلوٰة.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اذان کے کلمات دو دو بار تھے اور اقامت کے ایک ایک بار مگر یہ کہ کہے تو "قد قامت الصلوٰة قد قامت الصلوٰة" یعنی دو بار۔

تشریح: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے کہ "امر بلالا ان یشفع الاذان الخ" حضور اکرم ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اذان کے کلمات جفت کہیں، یہ تغلیب پر محمول ہے ورنہ کلمہ توحید اذان کے آخر میں مفرد ہے یعنی ایک مرتبہ ہے اسی طرح "وان یوتر الاقامة" کا جملہ بھی تغلیب پر محمول ہے۔ (کذا قال علامة السندھیؒ)

مالکیہ نے جملہ "ان یشفع الاذان" سے اذان کے شروع میں اللہ اکبر دو مرتبہ کہنے پر استدلال کیا ہے کیوں کہ وہ اذان کے شروع میں اللہ اکبر دو بار کہنے کے قائل ہیں اور امام ابو یوسفؒ کا قول بھی اسی طرح نقل کیا گیا ہے" کما فی البدائع "ہم کہتے ہیں کہ یہاں ہمارے نزدیک تربیع یعنی چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا تثنیہ کے منزلہ میں ہے کیوں کہ اس کو دو سانس میں پڑھ لیا جائے نہ کہ چار سانس میں اس تاویل سے عنوان کے تحت کی حدیث اور حدیث ابی محذورہ میں تطبیق ہو جاتی ہے، حدیث ابی محذورہ رضی اللہ عنہ کو امام شافعیؒ اور ابوداؤدؒ اور نسائیؒ وغیرہ نے روایت کیا ہے اس سے اللہ اکبر چار مرتبہ کہنے کا ثبوت ہوتا ہے نیز اس حدیث کے بعض طرق میں اذان کے کلمات انیس (۱۹) ہونے کا ذکر آیا ہے اب ظاہر بات ہے تربیع اور ترجیع سے عدد مذکور پورا ہوگا، اسی طرح سے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث میں تربیع کا ذکر آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان کے شروع میں اللہ اکبر چار مرتبہ کہنا بلا شک ثابت اور صحیح ہے، اور اگر روایات کے درمیان توفیق کا طریقہ اختیار نہ کیا جاوے تو پھر اذان کے باب میں ان روایات پر عمل کرنا متعین ہو جائے گا جو زیادہ واضح اور تاویل کا بالکل احتمال نہ رکھتی ہوں۔

(معارف السنن: ۲/۱۸۵)

اب رہا اقامت کا اختلاف تو اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

خفض الصوت فی الترجیع فی الاذان

اذان کی ترجیع میں آواز کو پست کرنے کا بیان

اخبرنا بشر بن معاذ قال حدثنی ابراهیم وهو ابن عبدالعزیز بن عبدالملک بن ابی محذورة قال

حدثنی ابی عبدالعزیز وجدی عبدالملک عن ابی محذورة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقعدہ فالقی علیہ الاذان حرفاً حرفاً قال ابراھیم ھو مثل اذاننا ھذا قلت لہ اعد علی قال اللہ اکبر اللہ اکبر اشھدان لا الہ الا اللہ مرتین اشھد ان محمدا رسول اللہ مرتین ثم قال بصوت دون ذلک الصوت یسمع من حولہ اشھد ان لا الہ الا اللہ مرتین اشھد ان محمداً رسول اللہ مرتین حی علی الصلوٰۃ مرتین حی علی الفلاح مرتین اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ.

ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کو اپنے سامنے بٹھایا پھر اس کو اذان ایک ایک لفظ کر کے سکھائی ابراہیم نے کہا کہ وہ ہماری اذان کی طرح ہے بشر بن معاذ نے کہا کہ میں نے ابراہیم سے عرض کیا ذرا اس کا اعادہ کیجئے ابراہیم نے کہا "اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الہ الا اللہ" کو دومرتبہ "اشھد ان محمدا رسول اللہ" کو دومرتبہ پھر پہلی مرتبہ کے مقابلے میں دوسری مرتبہ "اشھد ان لا الہ الا اللہ" کو دومرتبہ "اشھد ان محمداً رسول اللہ" کو دومرتبہ اس قدر بلند آواز سے کہا کہ ان کے آس پاس جو لوگ تھے انہوں نے سن لیا پھر "حی علی الصلوٰۃ" دومرتبہ کہا اور "حی علی الفلاح" دومرتبہ کہا پھر "اللہ اکبر اللہ اکبر لاالٰہ الا اللہ" کہا۔

تشریح: ترجیع یہ ہے کہ اذان میں چار مرتبہ "اللہ اکبر" کے بعد دومرتبہ "اشھد ان لا الہ الا اللہ" اور دومرتبہ "اشھد ان محمداً رسول اللہ" پست آواز سے کہے پھر لوٹا کر "اشھد ان لاالہ الااللہ" دوبار بلند آواز سے اور "اشھد ان محمداً رسول اللہ" دوبار بلند آواز سے کہے اس ترجیع کے مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اذان میں ترجیع نہیں ہے، امام احمدؒ کے نزدیک ترجیع اور ترک ترجیع دونوں جائز ہیں مگر ترک ترجیع افضل ہے، چنانچہ ابن قدامہ نے لکھا ہے کہ امام احمدؒ نے حضرت بلال اور عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما کی اذان کو پسند کیا ہے ان کے اذان میں پندرہ کلمے ہیں اور ان کی اذان میں ترجیع نہیں ہے، ثوری اور اسحٰق کا بھی یہی قول ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ترجیع سنت ہے، امام ابوحنیفہؒ وغیرہم کے قول کا ثبوت ان حدیثوں سے ہوتا ہے اول اذان بلال رضی اللہ عنہ سے جو ترجیع سے خالی ہے اور ترجیع سے خالی ہونا صحیح سندوں سے ثابت ہے۔ دوم اس فرشتہ کی اذان سے جو آسمان سے نازل ہو کر عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو کلمات اذان خواب میں بتلائے تھے اس کی اذان میں ترجیع نہیں ہے چنانچہ ابن الجوزیؒ نے (التحقیق) میں کہا کہ حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ اذان کے امر میں اصل ہے اس میں ترجیع نہیں ہے جس سے معلوم ہوا کہ ترجیع غیر مسنون ہے۔ (حکاہ الزیلعی : ۱/۲۶۲)

سوم ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے جو اوپر کے عنوان تثنیۃ الاذان کے تحت گذر چکی ہے وہ بھی ترجیع کے ذکر سے خالی ہے غرض کہ ان حدیثوں سے امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ثابت ہوتا ہے کہ اذان میں ترجیع مسنون نہیں ہے۔

(الکوکب الدری : ۱۰۶، معارف السنن : ۲/۱۷۴)

امام شافعیؒ امام مالکؒ نے ابومحذورہ کی اذان والی حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو نسائیؒ نے اس عنوان کے تحت اور

آگے آنے والے عنوان کے تحت روایت کیا ہے اس حدیث سے واضح طور پر ترجیع ثابت ہو رہی ہے۔امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے موافقین کی طرف سے حدیث ابی محذورہ کے چند جوابات دیئے گئے ہیں۔(۱)امام طحاویؒ نے فرمایا کہ ابومحذورہ نے شہادتین کے ساتھ اس قدر آواز بلند نہیں کی جس قدر نبی کریم ﷺ نے چاہی تو حضور ﷺ نے فرمایا''**ارجع وامدد عن صوتک**''یعنی دوبارہ کہلوایا تاکہ بلند آواز سے کہے تو دہرانا شہادتین کی تعلیم کے لئے تھا اس کو ابومحذورہ نے ترجیع خیال کیا۔اس کی مثال یوں سمجھ لیں جیسا کہ استاد نے کتاب کی عبارت دو تین مرتبہ پڑھوائی تو اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ کتاب میں مضمون دو تین بار ہے بلکہ صرف تعلیم مقصود ہوتی ہے اسی طرح حضور ﷺ نے بطور تعلیم ایسا فرمایا اس کو ابومحذورہ ترجیع سمجھ گئے۔(۲)ابن الجوزی نے التحقیق میں لکھا ہے کہ ابومحذورہ کو توحید کا یقین نہ تھا پھر جب وہ مسلمان ہوئے اور حضور اکرم ﷺ نے ان کو اذان کی تعلیم دی تو حضور ﷺ نے شہادت کے کلمات کو مکرر کیا تاکہ قلب میں راسخ اور جم جاوے کیوں کہ اسی پر اسلام کی بنیاد تھی اور توحید الٰہی اور شہادت رسالت پر یقین سے داخل جنت ہوتا ہے تو دل میں گڑ جانے کے لئے شہادتین کا اعادہ فرمایا لیکن ابومحذورہ نے خیال کیا کہ تکرار شہادتین اذان کے اجزاء میں سے ہے اس لئے کلمات اذان انیس شمار کئے۔ابن الجوزی کا یہ جواب اور جوابات کی نسبت سے بہت اچھا ہے،بہرحال انصاف کی بات یہ ہے کہ ترجیع ثابت ہے مگر حنفیہ نے عدم ترجیع کو ترجیح دی کیوں کہ حضور اکرم ﷺ کی موجودگی میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہمیشہ اذان دیتے رہے مگر ان کی اذان میں ترجیع نہیں ہے۔

(معارف السنن:۲/۱۸۰)

پھر آگے چل کر ۲/۱۸۲ میں علامہ بنوریؒ نے زیلعیؒ کے حوالہ سے اور انہوں نے التحقیق کے حوالہ سے ابن الجوزیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اذان کے سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث بنیادی مقام رکھتی ہے اس میں ترجیع نہیں ہے جس سے معلوم ہوا کہ ترجیع مسنون نہیں ہے۔نیز دوسری جگہ فرمایا کہ اہل مکہ کا عمل اذان ابی محذورہ پر تھا اور جو مذہب ہم نے اختیار کیا ہے اس پر اہل مدینہ کا عمل رہا اور ہے کہ ان کے یہاں اذان میں ترجیع نہ تھی اور وہ امور اذان سے متعلق پچھلا امر ہے لہٰذا اس پر عمل ہونا چاہئے۔اس کو نقل کرنے کے بعد علامہؒ لکھتے ہیں کہ کلام کا حاصل یہ ہے کہ ابومحذورہ سمرۃ بن معیر کی اذان میں ترجیع تھی اب مسئلہ اختیار اور ترجیح کا ہے شوافع نے جن وجوہ کی بناء پر حدیث ابی محذورہ کو ترجیح دی ان کی امام نوویؒ کے حوالہ سے وضاحت کی چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ حدیث ابی محذورہ چند وجوہ سے حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ پر مقدم ہے۔اول وجہ یہ ہے کہ حدیث ابی محذورہ مؤخر ہے،دوسری اس میں زیادتی ہے اور معتبر راوی کی زیادت مقبول ہے،تیسری یہ کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو اذان کی تلقین کی،چوتھی یہ کہ اہل حرمین کا عمل ترجیع پر رہا۔**(المجموع:۱/۹۳)**

حنفیہ اور حنابلہ کہتے ہیں عدم ترجیع مقدم ہے ترجیع پر جس کے متعدد وجوہ ہیں پہلی وجہ یہ ہے کہ اذان کے حکم میں حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ اصل ہے اور آسمان سے نازل ہونے والے فرشتے کی اذان میں ترجیع نہ تھی دوسری یہ کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان میں ترجیع نہ تھی حالانکہ وہ سفر اور حضر میں حضور اکرم ﷺ کی وفات تک آپ ﷺ کے مؤذن رہے پھر وہ حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بھی ان کی وفات تک مؤذن رہے مگر کبھی ترجیع کی صورت اختیار نہیں کی کہ جیسا کہ یہ بات کسی شخص سے پوشیدہ نہیں ہے، تیسری یہ کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں ابومحذورہ کو اذان کی تعلیم دینے کے بعد مدینہ تشریف لائے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان کو برقرار رکھا اس لحاظ سے ان کی اذان مؤخر ہے، چوتھی یہ کہ اہل مدینہ کا تعامل زمانہ رسالت اور زمانہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث پر رہا اب معلوم نہیں اہل مدینہ میں ترجیع کب سے واقع ہوئی ہے، پانچویں یہ کہ عدم ترجیع کی روایات زیادہ ہیں اور اسناد کے لحاظ سے زیادہ صحیح ہیں، چھٹی یہ کہ حدیث ابی محذورہ مختلف فیہ ہیں کسی نے ترجیع کے ساتھ روایت کی اور کسی نے نہیں کی، چنانچہ طبرانی کی روایت میں ترجیع کا ذکر نہیں ہے اس کے مقابلہ میں نہ حدیث بلال رضی اللہ عنہ میں کوئی اختلاف ہے اور نہ حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ میں، ساتویں یہ کہ باتفاق علماء شہادتین کے ماسوا میں ترجیع نہیں ہے لیکن شہادتین میں ترجیع ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے لہٰذا کلمات متفقہ پر قیاس بہتر ہے آٹھویں یہ کہ شہادتین کی ترجیع میں مختلف احتمالات ہیں ترجیع بطور تلقین تھی یا بطور تشریع، وقتی چیز تھی یا دوامی غرض کہ جب اس کے اندر اتنے احتمالات ہیں تو حدیث ابی محذورہ سے استدلال استحباب ترجیع پر مضبوط استدلال نہیں ہوسکتا۔

ابن ہمامؒ نے کہا کہ ابومحذورہ سے دوسری روایت بغیر ترجیع کے موجود ہے جو نسائیؒ کی اس روایات کے معارض ہے چنانچہ طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کی ہے کہ ہم سے احمد بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بغدادی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوجعفر النفیلی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہم سے ابراہیم بن اسماعیل بن عبدالملک بن ابی محذورہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے دادا عبدالملک بن ابی محذورہ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے والد ابومحذورہ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے "القی علی رسول الله صلی الله علیه وسلم الاذان حرفا حرفا الله اکبر الله اکبر الخ" اس روایت میں کچھ بھی ترجیع کا ذکر نہیں لہٰذا یہ روایت نسائی کی روایت کے معارض ہوئی لہٰذا دونوں ساقط ہوگئیں اب حنفیہ کی حجت حضرت عبداللہ بن زید اور ابن عمر رضی اللہ عنہم وغیرہم کی احادیث بغیر معارضہ کے باقی رہیں ان میں ترجیع نہیں ہے۔

(فتح القدیر : ۱/۱۶۸)

کم الاذان من کلمة

اذان کے کتنے کلمات ہیں

اخبرنا سوید بن نصر قال انبانا عبدالله عن همام بن یحییٰ عن عامر بن عبدالواحد حدثنا مکحول عن عبدالله بن محیریز عن ابی محذورة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال الاذان تسع عشرة کلمة والاقامة سبع عشرة کلمة ثم عدها ابو محذورة تسع عشرة کلمة وسبع عشرة .

ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذان کے انیس کلمات ہیں اور اقامت کے سترہ کلمات

ہیں پھر ابو محذورہ رضی اللہ عنہ نے اذان کے انیس اور اقامت کے سترہ کلموں کو ترتیب وار جس طرح حضور ﷺ نے تعلیم فرمائی تھی اسی طرح شمار کیا۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے ابو محذورہ کو ان کے قول کے مطابق اذان کے انیس اور اقامت کے سترہ کلمات کی تعلیم دی تو انیس کا عدد اس صورت میں صحیح ہو سکتا ہے جب اذان کے شروع میں تکبیر چار بار کہے اور شہادت کے چار کلمات میں ترجیع کرے اسی طرح اقامت کے سترہ کلمے دو دو مرتبہ کہنے کی صورت میں صحیح ہو سکتے ہیں کیوں کہ انیس میں سے چار کلمے ترجیع کے نکال دیئے گئے اور دو کلمے "قد قامت الصلوٰۃ" کے زیادہ ہوئے تو سترہ ہو گئے حالانکہ اس کے برخلاف ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان میں ترجیع نہیں ہے اور ان کی حدیث میں اقامت کے کلموں کو ایک ایک بار پڑھنا مذکور ہے پس حاصل یہ نکلا کہ ان میں سے ہر ایک صورت جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(کذا قال علامة السندھیؒ فی حاشیة علی النسائی : ۲ /۴)

علامہ موصوف کی تقریر سے معلوم ہوا کہ ترجیع اور افراد اقامت جائز ہیں افراد اقامت کے متعلق بحث آگے آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ ہاں ترجیع کے متعلق دوسرے علماء حنفی کی بھی یہی رائے ہے کہ جائز ہے مگر قول مختار حنفیہ کا یہی ہے کہ ترک کیا جائے کیوں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان میں ترجیع نہیں ہے، اگر مسئلہ بدل جاتا اور ابو محذورہ کی تعلیم کردہ صورت مسنون ہوتی تو پھر لگاتار مسجد نبوی شریف میں سنت کیوں کر متروک ہو سکتی تھی۔ یہ تو ناممکن باتوں میں سے ہے اسی بناء پر امام احمدؒ نے فرمایا جیسا کہ شرح النقایہ :ص ۶۰ پر مذکور ہے کہ ترجیع اور ترک ترجیع دونوں میں سے آخری امر ترک ترجیع ہے۔ ان سے سوال کیا گیا کہ کیا ابو محذورہ کی اذان فتح مکہ کے بعد نہیں انہوں نے جواب دیا کہ کیا نبی کریم ﷺ واپس مدینہ کی طرف نہیں لوٹے پس بلال رضی اللہ عنہ کو عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی اذان پر بحال رکھا تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر چہ ترجیع جائز ہے مگر سنت ترک ترجیع ہے بہر حال کلمات اذان کی تعداد جو اس حدیث میں ابو محذورہ نے بیان کی اسی کو امام شافعیؒ نے اختیار کیا ہے اور تکبیر کی جو تعداد بیان کی وہ مذہب حنفی کے موافق ہے اسی سے استدلال کرتے ہوئے حنفیہ کہتے ہیں کہ کلمات تکبیر کے سترہ ہیں۔

کیف الاذان

کیفیت اذان کے بیان میں

اخبرنا اسحق بن ابراهیم قال انبانا معاذ بن هشام قال حدثنی ابی عن عامر الاحول عن مکحول عن عبدالله بن محیریز عن ابی محذورة قال علمنی رسول الله صلی الله علیه وسلم الاذان فقال الله اکبر الله اکبر الله اکبر الله اکبر اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان محمداً رسول الله اشهد ان محمداً رسول الله ثم یعود فیقول اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان محمداً رسول الله

اشهد ان محمداً رسول اللہ حی علی الصلوٰۃ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح حی علی الفلاح اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ ۔

ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو اذان کی تعلیم اس طرح دی کہ ''اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان محمداً رسول اللہ اشھد ان محمداً رسول اللہ'' پھر دوبارہ پڑھنے لگے ''اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان محمداً رسول اللہ اشھد ان محمداً رسول اللہ حی علی الصلوٰۃ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح حی علی الفلاح اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ''

اخبرنا ابراھیم بن الحسن ویوسف بن سعید واللفظ لہ قال حدثنا حجاج عن ابن جریج قال حدثنی عبدالعزیز بن عبدالملک بن ابی محذورۃ ان عبداللہ بن محیریز اخبرہ وکان یتیماً فی حجر ابی محذورۃ حتی جھزہ الی الشام قال قلت لابی محذورۃ انی خارج الی الشام واخشی ان أسال عن تاذینک فاخبرنی ان ابامحذورۃ قال لہ خرجت فی نفر فکنا ببعض طریق حنین مقفل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حنین فلقینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض الطریق فاذن مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالصلوٰۃ عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسمعنا صوت المؤذن ونحن عنہ متنکبون فظللنا نحکیہ ونھزأ بہ فسمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصوت فارسل الینا حتی وقفنا بین یدیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایکم الذی سمعت صوتہ قد ارتفع فاشار القوم الی وصدقوا فارسلھم کلھم وحبسنی فقال قم فاذن بالصلوٰۃ فقمت فالقی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التاذین ھو بنفسہ قال قل اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان محمداً رسول اللہ اشھد ان محمد رسول اللہ ثم قال ارجع فامدد صوتک ثم قال قل اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان محمداً رسول اللہ اشھد ان محمداً رسول اللہ حی علی الصلوٰۃ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح حی علی الفلاح اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ ثم دعانی حین قضیت التاذین فاعطانی صرۃ فیھا شیئی من فضۃ فقلت یا رسول اللہ مرنی بالتاذین بمکۃ فقال قد امرتک بہ فقدمت علی عتاب بن اسید عامل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ فاذنت معہ بالصلوٰۃ عن امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.

ابن جریج روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے عبدالعزیز بن عبدالملک بن ابی محذورہ نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن محیریز نے بیان کیا اور عبداللہ بن محیریز ایک یتیم لڑکا ابومحذورہ کی پرورش میں تھا کہ اس کو ملک شام جانے کے لئے تیار رہنے کا

حکم دیا عبداللہ بن محیریز کہتے ہیں میں نے ابومحذورہ سے کہا کہ میں شام کی طرف روانہ ہونے والا ہوں اور مجھے اندیشہ ہے کہ وہاں کے لوگ مجھ سے آپ کی اذان کے متعلق دریافت کریں گے پس مجھ سے بیان کیا کہ ابومحذورہ نے عبداللہ بن محیریز سے کہا کہ میں ایک گروہ کے ساتھ نکلا اور رسول اللہ ﷺ کے حنین سے واپس آنے کے وقت ہم حنین کے بعض راستے میں تھے ہم رسول اللہ ﷺ سے بعض راستے میں ملے رسول اللہ ﷺ کے مؤذن رسول اللہ ﷺ کے پاس نماز کی اذان دینے لگے ہم نے مؤذن کی آواز سنی ہم مؤذن کی اذان سے اعراض کرنے لگے اور ٹھٹھا کرتے ہوئے مؤذن کی نقل اتارنی شروع کی رسول اللہ ﷺ نے آواز سن کر ہمارے پاس صحابہ کو بھیجا ہمیں پکڑ کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں لے آئے ہم حضور ﷺ کے سامنے کھڑے تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے وہ کون لڑکا ہے جس کی بلند آواز میں نے سنی ہے تو قوم نے میری طرف اشارہ کیا اور قوم نے سچ بولا تو سب کو چھوڑ دیا اور مجھ کو روک لیا اور فرمایا اٹھو پھر وہی اذان نقل کرو جو تم نقل کر رہے تھے میں کھڑا ہو گیا تو مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے بغیر واسطہ کے اذان کہنی سکھائی فرمایا بولو''**اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان محمداً رسول اللہ اشھد ان محمد رسول اللہ**'' پھر حضور ﷺ نے فرمایا دوبارہ زور سے کہو''**اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان محمداً رسول اللہ اشھد ان محمداً رسول اللہ حی علی الصلوٰۃ حی الصلوٰۃ حی الفلاح حی الفلاح اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ**'' ابومحذرہ کہتے ہیں جب میں اذان دینے سے فارغ ہوا تو حضور ﷺ نے مجھے بلایا پھر مجھے ایک تھیلا دیا جس میں کچھ چاندی تھی میں نے کہا یا رسول اللہ مجھے مکہ میں اذان دینے کی اجازت دیجئے حضور ﷺ نے فرمایا میں نے تجھے اس کی اجازت دیدی ابومحذورہ کہتے ہیں میں عتاب بن اسید کے پاس گیا وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مکہ کے عامل (گورنر) تھے پس رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے عتاب بن اسید کے ساتھ مکہ میں نماز کے لئے اذان کہتا۔

تشریح: اس حدیث کے الفاظ''**ارجع فامدد صوتک**''یعنی شہادتین کے کلمے کو لوٹا کر زور سے کہو سے واضح طور پر ترجیع ثابت ہو رہی ہے کیوں کہ حضور اکرم ﷺ نے ابومحذورہ کو ترجیع کا حکم دیا ہے لہٰذا اس کے جواز سے انکار نہیں ہوسکتا البتہ مذہب حنفی کے مطابق قول راجح یہی ہے کہ ترجیع نہ کی جائے قول مختار کیوں ہے اس بارے میں تفصیل پیچھے گذر چکی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث میں آیا ہے کہ جب ابومحذورہ نے اذان کہنی پوری کر دی تو حضور اکرم ﷺ نے ان کو ایک تھیلا دیا جس میں کچھ چاندی تھی الفاظ حدیث یہ ہیں''**فاعطانی صرۃ فیھا شیئی من فضۃ**''اسی سے ابن حبانؒ نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اذان پر اجرت لینی جائز ہے مگر علامہ سیوطیؒ اور علامہ سندھیؒ نے ابن اسید الناسؒ کے احوالہ سے لکھا ہے کہ ابن سید الناس نے کہا کہ ابن حبان کا حدیث ابی محذورہ سے اجرت اذان کے جواز پر استدلال صحیح نہیں کیوں کہ حدیث ابی محذورہ عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے سے پہلے کی ہے اور عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے حدیث ممانعت مروی ہے جو بلاشبہ بعد کی

حدیث ہےان کی حدیث ان الفاظ کے ساتھ ''اتخذموذنا لایاخذ علی اذانه اجراً '' نسائی میں آگے آ رہی ہے اور اعتبار بعد والی حدیث کا ہوتا ہے لہٰذا حدیث ابن محذورہ حدیث عثمان بن ابی العاص ﷺ کی ناسخ کیسے ہو سکتی ہے اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ حدیث ابومحذورہ کئی احتمالات کی حامل ہے چنانچہ ممکن ہے کہ چاندی کا وہ تھیلا بطور اجرت اذان دیا ہو یا ہو سکتا ہے کہ تالیف قلب یعنی ابومحذورہ کی دلجوئی اور ایمان کو مضبوط کرنے کے لئے دیا ہو جیسے تالیف قلوب کے لئے دوسروں کو دیتے تھے بلکہ احتمال ثانی اقرب الاحتمالات ہے الغرض ان احتمالات کے ہوتے ہوئے اس حدیث سے اجرت اذان کے جواز پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ (شرح السیوطی وحاشیة السندی: ۲/۶،۷)

بہرحال متقدمین حضرات کا یہی قول ہے کہ امامت اور اذان وغیرہ پر اجرت نہ ٹھہرالیں اور اگر لوگ اپنی مرضی سے بقدر ضرورت دیدیا کریں تو حلال ہوگی لیکن متاخرین علماء نے جواز کا فتویٰ دیا ہے لوگوں کی ضرورت اور امور دینیہ میں کوتاہی اور بے پرواہی کے پیش نظر تعلیم قرآن اور امامت وغیرہ پر جواز اجرت کا فتویٰ دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (شرح النقایة : ۱/ ۶۳)

الاذان فی السفر

سفر میں اذان دینے کا بیان

اخبرنا ابراهیم بن الحسن قال حدثنا حجاج عن ابن جریج عن عثمان بن السائب قال اخبرنی ابی وام عبدالملک بن ابی محذورة عن ابی محذورة قال لما خرج رسول اللهصلی اللهعلیه وسلم من حنین خرجت عاشر عشرة من اهل مكة نطلبهم فسمعنا هم یؤذنون بالصلوة فقمنا نؤذن تستهزئ بهم فقال رسول اللهصلی الله علیه وسلم قدسمعت فی هؤلاء تأذین انسان حسن الصوت فارسل الینا فاذن رجل رجل وكنت آخرهم فقال حین اذنت تعال فاجلسنی بین یدیه فسمح علی ناصیتی وبرک علی ثلاث مرات ثم قال اذهب فاذن عند البیت الحرام قلت كیف یارسول الله فعلمنی كما تؤذنون الان بها الله اكبر اللهاكبر الله اكبر اللهاكبر اشهدان لااله الاالله اشهدان لااله الاالله اشهدان محمداً رسول الله اشهد ان محمداً رسول الله حی علی الصلوة حی علی الصلوة حی علی الفلاح حی علی الفلاح الصلوة خیر من النوم الصلوة خیر من النوم فی الاولی من الصبح قال وعلمنی الاقامة مرتین الله اكبر الله اكبر الله اكبر اشهد ان لا اله الاالله اشهد ان لا اله الااللهاشهد ان محمداً رسول الله اشهد ان محمداً رسول الله حی علی الصلوة حی علی الصلوة حی علی الفلاح حی علی الفلاح قدقامت الصلوة قد قامت الصلوة الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله قال ابن جریج اخبرنی عثمان هذا الخبر كله عن ابیه وعن ام عبدالملک بن ابی محذورة انهما سمعا ذالک من ابی محذورة.

ابو محذورہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ حنین سے نکلے تو میں مکہ سے دس نوجوان لڑکوں کے ساتھ نکلا ہم ان کو تلاش کر رہے تھے پھر ہم نے ان سے اذان کی آواز سنی کہ نماز کے لئے اذان پڑھ رہے تھے پس ہم کھڑے ہو گئے اور اذان کی بطور استھزاء نقل اتارنی شروع کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے سنا ان لڑکوں میں سے ایک نے بہت خوش آواز لہجہ سے اذان کی نقل اتاری ہے پس رسول اکرم ﷺ نے ہمارے پاس صحابہ کو بھیجا صحابہ ہمیں پکڑ کر خدمت اقدس نبوی میں لے آئے ہم میں سے ایک ایک کر کے ہر ایک نے اذان دی اور میں نے سب سے آخر میں اذان دی جب میں نے اذان دی تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا آجا پس مجھے آپ کے سامنے بٹھایا پھر میری پیشانی پر ہاتھ پھیرا اور تین مرتبہ برکت کے لئے دعا کی پھر فرمایا جاؤ بیت الحرام کے پاس اذان دو میں نے کہا یا رسول اللہ اذان کس طرح دوں پس رسول اکرم ﷺ نے مجھ کو اذان کی تعلیم دی جیسے تم اس وقت ان کلمات کے ساتھ اذان دیتے ہو "**اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اشھدان لاالہ الااللہ اشھدان لاالہ الااللہ اشھدان محمداً رسول اللہ اشھد ان محمداً رسول اللہ حی علی الصلوۃ حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح حی علی الفلاح الصلوۃ خیر من النوم الصلوۃ خیر من النوم**" دو مرتبہ صبح کی اذان میں اور مجھ کو اقامت کی تعلیم دی دو دو مرتبہ کہنے کی جیسے "**اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الہ الااللہ اشھد ان لا الہ الااللہ اشھد ان محمداً رسول اللہ اشھد ان محمداً رسول اللہ حی علی الصلوۃ حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح حی علی الفلاح قدقامت الصلوۃ قد قامت الصلوۃ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ**" راوی حدیث ابن جریج کہتے ہیں کہ عثمان بن سائب نے مجھ سے یہ حدیث مکمل بیان کی ہے اپنے والد سے اور ام عبد الملک بن ابی محذورہ سے کہ ان دونوں نے اس حدیث کو ابی محذورہ سے سنا ہے۔

تشریح: تقریب میں ہے کہ عثمان بن السائب نے جس ام عبد الملک سے حدیث باب روایت کی ہے وہ مقبول ہے اور وہ ابو محذورہ کی بیوی تھی وہ ابو محذورہ کے واسطے سے جس قصہ کو نقل کر رہی ہے ۸ھ غزوۂ حنین کے بعد کا ہے اس سے امام شافعیؒ وغیرہم کے مسلک کی تائید ہوتی ہے کیوں کہ اس میں ترجیع کا بیان ہے اور تعلیم اقامت کے بیان سے ہمارے مسلک کی تائید ہوتی ہے کیوں کہ دو دو مرتبہ کا ذکر کیا ہے اور حنفیہ کا مسلک ہے کہ اقامت کے کلموں کو دو دو مرتبہ کہا جاوے اور مسلک حنفیہ کو اقامت کے سلسلے میں کمزور خیال کرنا اس لئے درست نہیں کہ حازمی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے انہوں نے اس حدیث کو الناسخ والمنسوخ میں اس طرح روایت کیا ہے جس طرح نسائی نے روایت کیا اور اپنے شیخ جس ابراہیم بن الحسن سے روایت کیا ہے نسائی نے ان کی توثیق کی ہے اور ان سے ابو حاتم نے حدیثیں لکھی ہیں اور صدوق فرمایا لیکن چوں کہ حدیث باب کا آخری حصہ مسلک بیہقیؒ کے خلاف ہے اس لئے وہ تثنیہ اقامت اور افراد اقامت والی روایات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ سوائے تکبیر اور اقامت کے دو کلمہ کے باقی کلمات اقامت کو دو دو بار کہنے کا امر قابل غور ہے کیوں کہ روایات میں اختلاف ہے کسی راوی نے دو دو بار کا ذکر کیا ہے اور کسی نے ایک ایک بار تو اس سے اشارہ اس بات کی طرف ہوتا ہے کہ ابو محذورہ کے قول مرتین سے جو اعادہ

سمجھا جا رہا ہے وہ اقامت کے دو کلمہ یعنی "قد قامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ" سے متعلق ہے نیز بیہقی کہتے ہیں کہ ابومحذورہ اور ان کی اولاد کا ترجیع اذان اور افراد اقامت پر دوام رہا یہاں تک کہ اہل مصر کے ایام میں تغیر واقع ہوگیا۔ واللہ اعلم

تو ان کا ترجیع اذان اور افراد اقامت پر دوام ایسی چیز ہے جو اس راوی کی روایت کو کمزور ٹھہراتی ہے جس میں اذان واقامت کے تثنیہ یعنی دو دو بار کہنے کا ذکر آیا ہے۔ اس تاویل کا جواب علامہ ابن الترکمانیؒ نے یہ دیا ہے کہ یہ تاویل مذکور باطل ہے اس کے باطل ہونے پر ابومحذورہ کی وہ حدیث جو پیچھے گزر چکی ہے دلالت کرتی ہے کیوں کہ اس حدیث میں وہ خود کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اقامت کے سترہ کلمہ کی تعلیم دی اور انہوں نے سترہ کلمہ گن دیئے لہٰذا یہ تاویل صریح نص کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل اعتبار ہے۔ نیز روح بن عبادۃ کی ابن جریج سے روایت میں انہوں نے اقامت کے تمام کلمات کو دو دو مرتبہ بیان کیا ہے جیسا کہ یہ روایت بیہقی میں عنوان "باب من قال بتثنية الاقامت و ترجيع الاذان" کے تحت مذکور ہے اسی طرح نسائی نے بھی بواسطہ حجاج ابن جریج کی روایت نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابومحذورہ کو اقامت کے سترہ کلمہ کی تعلیم دی اور سترہ کلمات ہر کلمہ کو دو دو بار کہنے کی صورت میں درست ہو سکتے ہیں اس حدیث کو حازمی نے حسن قرار دیا ہے لہٰذا حیرت کی بات یہ ہے کہ اس صراحت کے باوجود اس کا قائل ہونا کہ تثنیہ یعنی دو بار کہنے کا حکم صرف اقامت کے دو کلمے یعنی "قد قامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ" کی طرف راجع ہے کیوں کر صحیح ہوگا۔

دوسرے استدلال کا جواب یہ ہے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ ابومحذورہ اور ان کی اولاد کا ترجیع اذان اور افراد اقامت پر دوام ناقابل قبول ہے اور اس پر دوام کو اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو بہت سے بہت اس کا تقاضہ یہ ہے کہ ترجیع اذان اور افراد اقامت کو ترجیح دی جائے جس کے بیہقی قائل ہیں اس سے تکرار اور تثنیہ کی روایات کا ضعیف ہونا ہرگز لازم نہیں آتا جیسے بیہقی کے قول سے معلوم ہو رہا ہے کیوں کہ حقیقت یہ ہے کہ زیادہ راجح حدیث موجود ہونے کی وجہ سے کسی دوسری حدیث پر ترک عمل اس کے ضعیف ہونے کو لازم نہیں کرتا دیکھئے احادیث منسوخہ کے ناقلین اگر عادل اور قابل اعتماد ہوں تو ہم نے ان کی صحت کا حکم لگایا ہے حالانکہ ناسخ موجود ہونے کی وجہ سے ان پر عمل نہیں کیا جاتا لہٰذا بیہقی کا قول مذکور ناقابل قبول ہے۔

(الجوھر النقی: ۱/۴۱۹)

اذان المنفردین فی السفر

سفر میں دو منفرد شخص کی اذان کا بیان

اخبرنا حاجب بن سليمان عن وكيع عن سفيان عن خالد الحذاء عن ابی قلابة عن مالک بن الحويرث قال اتيت النبی صلی اللہ عليه وسلم انا و ابن عم لی وقال مرة اخری انا و صاحب لی فقال اذا سافرتما فأذنا و اقيما وليئومكما اكبركما.

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں اور میرے چچا کا بیٹا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تم سفر کرو تو اذان کہو اور تکبیر کہو اور تم میں سے جو بڑا ہو وہ امامت کرے۔

تشریح :حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ اور ان کا ساتھی جو چچازاد بھائی تھا دونوں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب حضور ﷺ کی خدمت سے واپس جانے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم سفر کرو اور نماز کا وقت آوے تو اذان کہو اور اقامت کہو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ دونوں الگ الگ اذان کہیں اور الگ الگ اقامت کہیں بلکہ دونوں کو خطاب کیا اور مراد یہ کہ تم دونوں اذان کے ساتھ اور اقامت کے ساتھ نماز پڑھو اور اذان و اقامت تم میں سے ہر ایک کے لئے جائز ہے جو بھی اذان اور اقامت کہے گا وہ دونوں کے لئے کافی ہے اس میں امامت کی طرح بڑے کو چھوٹے پر ترجیح نہیں دی جائے گی اور دوسری بات یہ کہ دونوں کا ساتھ سفر کرنا کوئی ضروری تو نہ تھا لہٰذا ہر ایک کو حکم دیا گیا کہ جب بھی تنہا سفر کرے اذان واقامت کہے اسی لئے امامت کے امر میں تثنیہ کا لفظ نہیں فرمایا بہرحال حدیث سے معلوم ہوا کہ مسافر اذان واقامت دونوں کہے افضل یہی ہے کہ دونوں کہے اور اگر دونوں کو چھوڑ دیا تو مکروہ ہے کیوں کہ دونوں کا چھوڑ دینا حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بیان کردہ حکم کے مخالف ہے اور صرف اقامت پر اکتفاء کیا تو جائز ہے اور جواز کا ثبوت اثر ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ہوتا ہے جس کو نافع نے روایت کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سفر میں صرف اقامت پر اکتفاء کرتے سوائے فجر کی نماز کے کہ اس میں دونوں کہتے تھے اور یوں فرماتے کہ اذان تو اس امام کے لئے ہے جس کی طرف لوگ جمع ہو جائیں۔

(رواہ مالک ،فتح القدیر: ۱/۱۷۸ ،عین الھدایہ: ۳۰۹، ۳۱۰ملخصاً)

اور شاید یہ دونوں علم اور قرأت میں برابر تھے کیوں کہ دونوں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک ساتھ آئے تھے اور ایک ساتھ واپس لوٹے تھے اس لئے عمر میں بڑے کو امامت کے لئے فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ امامت کے لئے افضل شخص کو مقدم کرنا بہتر ہے۔

اجتزاء المرء باذان غیره فی الحضر

حضر میں آدمی کا غیر کی اذان پر اکتفاء کرنا

اخبرنی زیادبن ایوب قال حدثنا اسماعیل قال حدثنا ایوب عن ابی قلابة عن مالک ابن الحویرث قال اتینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن شبیة متقاربون فاقمنا عندہ عشرین لیلة وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحیما رفیقا فظن ان قداشتقنا الیٰ اھلنا فسألنا عمن ترکناہ من اھلنا فاخبرناہ فقال ارجعوا الی اھلیکم فأقیموا عندھم وعلموھم ومروھم واذا حضرت الصلوة فلیؤذن لکم احدکم ولیؤمکم اکبرکم.

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم جوان مساوی عمر کے تھے ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیس رات ٹھہرے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہت مہربان اور نرم سلوک کرنے والے تھے اس بناء پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال کیا کہ ہم اپنے گھر والوں سے ملنے کے خواہشمند ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے گھر والوں کے بارے میں جو ہم چھوڑ کر آئے ہیں دریافت فرمایا ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتادیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ جاؤ اور ان کے یہاں سکونت اختیار کرو اور دین کی تعلیم دو اور امر بالمعروف کرو اور جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے کوئی ایک اذان دے اور امامت وہ شخص کرے جو تم میں سے بڑا ہو۔

اخبرنی ابراهیم بن یعقوب قال حدثنا سلیمان بن حرب قال حدثنا حماد بن زید عن ایوب عن ابی قلابة عن عمرو بن سلمة فقال لی ابو قلابة هو حی افلاتلقاه قال ایوب فلقیته فسالته فقال لما کان وقعة الفتح بادر کل قوم باسلامهم فذهب ابی باسلام اهل حوائنا فلما قدم استقبلناہ فقال جئتکم واللہ من عند رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم حقا فقال صلوا صلاة کذا فی حین کذا وصلاة کذا فی حین کذا فاذا حضرت الصلوة فلیؤذن لکم احدکم ولیؤمکم اکثرکم قرانا.

ایوب نے ابی قلابہ سے انہوں نے عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے ایوب کہتے ہیں کہ مجھ سے ابی قلابہ نے کہا کہ عمرو بن سلمہ زندہ ہیں کیا تم ان سے ملاقات نہیں کرتے، ایوب کہتے ہیں میں نے ان سے ملاقات کی تو عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب فتح مکہ کا واقعہ ہوا تو ہر ایک قوم ایک دوسرے سے پہلے مسلمان ہونے کے لئے سبقت کرنے لگی اور ہمارے لوگ بھی میرے والد کی قیادت میں مسلمان ہونے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے میرے والد جب واپس آئے تو ہم نے ان کا استقبال کیا میرے والد نے کہا خدا کی قسم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے تمہارے لئے امر حق لے کر آیا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فلانی نماز فلاں وقت میں اس طرح پڑھو اور فلانی نماز فلاں وقت میں اس طرح پڑھو اور جب نماز کا وقت ہو جائے تو چاہئے کہ تم میں سے کوئی ایک شخص اذان کہے اور امامت وہ شخص کرے جو تم میں سے قرآن بہت زیادہ پڑھا ہوا ہو۔

المؤذنان للمسجد الواحد

ایک مسجد کے واسطے دو مؤذن کا بیان

اخبرنا قتیبة عن مالک عن عبداللہ بن دینار عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال ان بلالا یؤذن بلیل فکلوا واشربوا حتی ینادی ابن ام مکتوم.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک بلال رضی اللہ عنہ رات سے اذان دیتا ہے تم کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان دے۔

اخبرنا قتيبة قال حدثنا الليث عن ابن شهاب عن سالم عن ابيه ان النبي صلى الله عليه وسلم قال ان بلالا يؤذن بليل فكلوا واشربوا حتى تسمعوا تأذين ابن ام مكتوم.

سالم اپنے والد ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بیشک بلال رضی اللہ عنہ رات سے اذان دیتا ہے تم کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی اذان سنو۔

تشریح: حضرت بلال اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ جن کا نام عبداللہ بن قیس اور بقول اکثر علماء کے عمرو بن قیس تھا دونوں مسجد نبوی کے مؤذن تھے اور ام مکتوم کا نام عاتکہ بنت عبداللہ بن عنکثہ تھا اور مخزومیہ تھی مکتوم کے معنی ہیں چھپا ہوا دونوں آنکھ کی روشنی ختم ہوگئی تھی اس لئے مکتوم نام رکھا گیا ان کو تیرہ مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے جہاد کے لئے تشریف لے جاتے وقت مدینہ پر خلیفہ مقرر کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں قادسیہ کی لڑائی میں شہید ہوئے۔ **(کما فی العینی)**

وقت سے پہلے اذان جائز نہیں اس پر سب کا اتفاق ہے مگر صبح کی اذان کے وقت میں اختلاف ہے امام یوسف اور امام شافعی رحمہما اللہ فجر کے واسطے اخیر آدھی رات میں اذان کو جائز کہتے ہیں اور یہی قول امام مالک و امام احمد رحمہما اللہ کا ہے ان کا استدلال حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ رات سے اذان دیتا ہے تم کھاؤ پیو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم اذان دے۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک وقت سے پہلے اذان جائز نہیں ہے ان دونوں حضرات کے مسلک کی تائید بیہقیؒ کی روایت سے ہوتی ہے اس میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے بلال! اذان مت دے یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جائے۔ شیخ تقی الدینؒ نے کتاب امام میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی اسناد کے تمام راوی معتبر ہیں نیز حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے بھی مسلک حنفی کی تائید ہوتی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب مؤذن فجر کی اذان دیتا تو حضور اکرم ﷺ کھڑے ہو کر دو رکعت سنت فجر پڑھتے پھر مسجد کو جاتے اور یہ وقت کھانا پینا حرام ہونے کا تھا اور مؤذن اذان نہیں دیتا حتی کہ صبح ہو جائے۔ **(رواه الطحاوی)**

نیز ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں جریر سے وہ منصور وہ ابی اسحاق سے وہ اسود سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مؤذن اذان نہیں دیتا یہاں تک کہ فجر روشن ہو جائے اس کی اسناد صحیح ہے۔

نیز حافظ ابن عبدالبرؒ نے التمہید میں ابراہیم تابعی سے روایت کی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ شان تھی کہ جب کوئی مؤذن رات میں اذان دے دیتا تو اس سے کہتے اللہ تعالیٰ سے ڈر اور اپنی اذان کا اعادہ کر۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ بات صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں ظاہر تھی کہ وقت سے پہلے اذان پر انکار کرتے تھے۔ نیز ابوداؤد نے حماد بن سلمہ سے وہ ایوب سے وہ نافع سے وہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ نے فجر طلوع ہونے سے پہلے اذان دیدی تو حضور اکرم ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ تین دفعہ اعلان کرے اے لوگو خبردار ہو جاؤ کہ یہ بندہ سو گیا تھا۔ غرض کہ ان روایات سے بھی امام ابوحنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے قول کی تائید ہوتی ہے کہ وقت سے پہلے اذان دینے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

اب رہا اس حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کا جواب جس سے امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ وغیرہ نے اپنے مسلک مذکور پر استدلال کیا تو اس کا جواب ملا علی قاریؒ نے مرقات: ۲/۵۷۱ پر ابن دقیق العیدؒ کے حوالہ سے اور دوسرے شارحین نے ابن قطانؒ کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو ارشاد فرمایا کہ بلال رضی اللہ عنہ رات سے اذان دیتا ہے اس سے اذان فجر مراد نہیں بلکہ اذان تسحیر یعنی سحری کی اذان جو رمضان کے لئے تھی وہ مراد ہے دلیل اس کی اگلا جملہ ''کلوا واشربوا '' ہے کہ کھاؤ پیو یہاں تک کہ ابن مکتوم اذان دے اور دوسری حدیث میں ہے کہ اذان بلال تم کو تمہاری سحری سے مانع نہ ہو کھاتے پیتے رہو کیوں کہ بلال رات سے اذان دیتا ہے یہاں تک کہ ابن ام مکتوم اذان دے تب سحری سے باز رہو۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے بھی حدیث ابن عمر کا وہی جواب دیا ہے جو ابن دقیق العیدؒ وغیرہ نے دیا ہے اس کو آپ نے امام شیبانی کی کتاب الحج سے نقل کیا ہے اور فرمایا کہ اس جواب کو مبسوط اور بدائع وغیرہما میں بھی نقل کیا ہے کہ فجر سے پہلے اذان اول تسحیر کے لئے تھی۔ **(معارف السنن : ۲/۲۱۶ ملخصاً)**

اس جواب کو ابن ہمامؒ اور ابن نجیم نے بھی نقل کیا ہے مزید برآں انہوں نے فرمایا یا یہ کہ اذان بلال کو تذکیر اور تنبیہ پر محمول کریں گے جس کی تفصیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب کے دو گروہ تھے ایک تو اول نصف شب میں تہجد پڑھتے اور دوسرے آخری شب میں اور دونوں میں فصل کر دینے والی اذان بلال تھی اس پر بخاری و مسلم کی حدیث دلالت کر رہی ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سے تم دھوکے میں نہ پڑو کہ وہ رات سے اذان دیتا ہے تا کہ تمہارے قائم کو لوٹا دے اور نائم کو جگا دے یعنی جو لوگ نماز میں مشغول تھے وہ تھوڑی دیر آرام کرلیں اور جو سوتے تھے وہ بیدار ہو کر تہجد پڑھ لیں۔

(فتح القدیر : ۱/۱۴۴، بحر الرائق: ۱/۲۴۴)

هل يؤذن جميعا او فرادى

کیا دونوں اکھٹے اذان کہیں گے یا الگ الگ

اخبرنا يعقوب بن ابراهيم قال حدثنا حفص عن عبدالله عن القاسم عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا أذن بلال فكلوا واشربوا حتى يؤذن ابن ام مكتوم قالت ولم يكن بينهما الا ان ينزل هذا ويصعد هذا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب بلال اذان دے تو تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم اذان دے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ دونوں کی اذان میں صرف اس قدر فاصلہ ہوتا کہ یہ اترتے اور وہ چڑھ جاتے۔

اخبرنا يعقوب بن ابراهيم عن هشيم قال انبانا منصور عن خبيب بن عبدالرحمن عن عمته انيسة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا أذن ابن ام مكتوم فكلوا واشربوا واذا أذن بلال فلاتاكلوا

ولا تشربوا.

حضرت انیسہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابن ام مکتوم اذان دے تو تم کھاؤ اور پیو اور جب بلال اذان دے تو مت کھاؤ اور مت پیو۔

تشریح:عنوان کے تحت کی حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت بلال اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ دونوں اکھٹے اذان نہیں دیتے تھے بلکہ علیحدہ علیحدہ اذان دیتے تھے اور دونوں کی اذان کے درمیان عروج ونزول کی مقدار کا فاصلہ ہوتا تھا اس سے تحدید مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ دونوں اذان کے درمیان تھوڑے وقت کا فاصلہ ہوتا تھا یہی توضیح علامہ سندھیؒ نے فرمائی۔ دوسری حدیث پہلی حدیث کے برعکس ہے کیوں کہ پہلی حدیث میں آیا ہے کہ جب بلال رضی اللہ عنہ اذان دے تو تم کھانا پینا بند نہ کرو کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان دے اور دوسری حدیث میں آیا کہ جب ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان دے تو تم کھاؤ پیو اور جب بلال رضی اللہ عنہ اذان دے تو مت کھاؤ اور مت پیو بظاہر تعارض ہے اس کا جواب علماء نے یہ دیا ہے کہ دونوں واقعات کا تعلق دومختلف زمانوں سے ہے کہ اس رمضان میں رات والی اذان کی باری بلال رضی اللہ عنہ کی تھی اور اذان صبح کی باری ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی تھی دوسرے رمضان میں اس کے برعکس واقعہ ہوا تو حدیث انیسہ رضی اللہ عنہا میں دوسرے رمضان کے واقعہ کا بیان ہے کہ اس میں رات کی باری ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی تھی اس تاویل سے موافقت ہو جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بہرحال عنوان کے تحت کی حدیثوں سے دو اذانوں کا ثبوت تو ہو رہا ہے مگر اس سے وقت سے پہلے اذان کے جواز پر استدلال صحیح نہیں کیوں کہ ایک ہی اذان پر اکتفاء نہیں کیا گیا اور اگر ایک اذان کافی ہوتی تو پھر دوسری اذان کیوں دیدی گئی لہٰذا سوائے اس کے اور کوئی صورت نہیں کہ اذان اول تسحیر اور تنبیہ کے لئے تھی۔ تعجب ہے امام شافعیؒ اور امام ابو یوسفؒ وغیرہما پر کہ اتنے بڑے جلیل القدر ائمہ ہونے کے باوجود ایک ایسے مسئلے پر یعنی وقت سے پہلے اذان فجر کے جواز پر جس کا ماخذ ہی واضح نہیں کیسے اتفاق کر لیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (معارف السنن : ۲/۲۲۱)

الاذان فی غیر وقت الصلوٰة

غیر وقت نماز میں اذان دینے کا بیان

اخبرنا اسحق بن ابراهيم قال انبانا المعتمر بن سليمان عن ابيه عن ابى عثمان عن ابن مسعود عن النبى صلى الله عليه وسلم قال ان بلالاً يؤذن بليل ليوقظ نائمكم وليرجع قائمكم وليس ان يقول هكذا يعنى فى الصبح.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک بلال رات سے اذان دیتا ہے تاکہ سونے والوں کو جگا دے اور تہجد پڑھنے والوں کو رجوع کرا دے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان نماز کے لئے نہ تھی ورنہ اسی اذان پر اکتفاء کیا جاتا اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان نہ کہتے اور اس بات کی ازخود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رہنمائی فرمائی کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال رات سے اذان دیتا ہے تا کہ سونے والوں کو جگادے اور تہجد پڑھنے والوں کو بستر استراحت کی طرف لوٹادے تو بظاہر اس حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان بلال تذکیر اور تنبیہ کے لئے تھی جس کی تفصیل ماسبق گذر چکی ہے اس پر حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ ''لایمنعن احدکم من سحورکم اذان بلال فانه یؤذن لیوقظ الخ'' دلالت کررہی ہے کیوں کہ ارشاد مبارکہ ''لایمنع احدکم من سحورکم الخ'' سے معلوم ہوا کہ اذان بلال سحری سے مانع نہیں تھی تو اس سے واضح ہوگیا کہ بلال کی اذان نماز فجر کے لئے نہ تھی نیز حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں اذان ثانی کا ذکر نہیں لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں تعدد اذان کا ذکر ہے لہٰذا اس کو بھی تعدد پر محمول کریں گے۔

خلاصہ یہ کہ اذان بلال اذان تسحیر پر محمول کریں جیسا کہ ابن دقیق العید اور ابن القطان کا قول ہے کہ اذان بلال رمضان میں سحری کے لئے ہوتی تھی یا یہ کہ تذکیر تنبیہ پر محمول کریں بہرصورت ہم اس کے مسنون ہونے کے قائل نہیں نہ سحری کے لئے اور نہ تہجد کے لئے کیوں کہ خلفاء راشدین کے زمانہ میں اس پر عمل چھوڑ دیا گیا وہ اذان قبل الفجر عارضی اور اتفاقیہ تھی اس پر طحاویؒ کی روایت دلالت کررہی ہے امام طحاویؒ نے ابراہیم سے روایت کی کہ ابراہیم نے کہا کہ ہم نے علقمہ کو رخصت کیا جبکہ وہ مکہ جارہے تھے وہ رات کو نکلے تو کسی مؤذن کی آواز سنی جو رات کو اذان دے رہا تھا علقمہ نے کہا کہ بلاشبہ اس شخص نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت کی اگر سویا رہتا پھر طلوع فجر کے بعد اذان دیتا تو اس کے لئے بہت اچھا ہوتا اس کو نقل کرنے کے بعد امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ علقمہ نے بتلادیا کہ طلوع فجر سے پہلے اذان دینا اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہے۔

(لامع الدراری: ۱/۲۴۱)

وقت اذان الصبح

اذان صبح کا وقت

اخبرنا اسحق بن ابراهيم قال حدثنا يزيد قال حدثنا حميد عن انس ان سائلا سال رسول الله صلى الله عليه وسلم عن وقت الصبح فامر رسول الله صلى الله عليه وسلم بلالا فأذن حين طلع الفجر فلما كان من الغدا خر الفجر حتى اسفر ثم امره فاقام فصلى ثم قال هذا وقت الصلوة.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سائل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز صبح کا وقت پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو حکم دیا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی جبکہ فجر طلوع ہوئی پھر جب دوسرا دن ہوا تو اسفار تک فجر کو مؤخر کیا پھر بلال کو حکم دیا بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی پھر نماز پڑھی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نماز کا وقت ہے۔

كيف يصنع المؤذن فی اذانه

مؤذن اپنی اذان میں کس طرح کرے

اخبرنا محمود بن غيلان قال حدثنا وكيع قال حدثنا سفيان عن عون بن ابی جحيفة عن ابيه قال اتيت النبی صلی الله عليه وسلم فخرج بلال فأذن فجعل يقول فی اذانه هكذا ينحرف يمينا وشمالا.

حضرت ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نکلے پس اذان دیدی وہ اپنی اذان میں اس طرح دائیں اور بائیں طرف چہرہ پھیرتے تھے۔

تشریح: قول کا اطلاق فعل پر ہونا واضح بات ہے یہاں قول کا اطلاق فعل پر کیا گیا ہے لہٰذا ''فجعل يقول'' کے معنی کے ''فجعل يفعل'' کے ہیں اور جملہ ''ينحرف يمينا وشمالا'' سابقہ جملہ ''فجعل يقول'' کا بیان ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ ''حی علی الصلوٰة'' اور ''حی علی الفلاح'' پر پہنچے تو ان دونوں کے کہنے کو اپنا چہرہ دائیں اور بائیں طرف پھیرتے تا کہ دونوں طرف والوں کو آواز پہنچے۔(هامش النسائی لعلامة السندهی: ۲/۱۲)

بہرحال ''حی علی الصلوٰة'' اور ''حی علی الفلاح'' کے وقت دائیں اور بائیں طرف چہرہ کا پھیرنا سنت اذان ہے لہٰذا تنہا نماز پڑھے یا جماعت کے ساتھ اس سنت کو نہ چھوڑے یہی صحیح ہے حتی کہ مشائخ نے لکھا ہے کہ جو شخص پیدا شدہ بچہ کے کان میں اذان دے وہ بھی ان دونوں کلمات پر اپنا چہرہ پھیرے مگر دونوں قدم اپنی جگہ جمے رہیں کیوں کہ دارقطنی نے بواسطہ سوید بن غفلہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں رسول اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ جب ہم اذان اور اقامت کہیں تو دونوں قدم کو ان کی جگہ سے نہ ہٹائیں۔(بحر الرائق: ۱/۲۷۲)

اب رہا یہ سوال کہ اقامت میں بھی ''حی علی الصلوٰة'' اور ''حی علی الفلاح'' کے وقت میں دائیں اور بائیں چہرہ پھیرے یا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اقامت تعداد کلمات اور ترتیب کلمات اور فرائض کے لئے سنت ہونے میں مثل اذان کے ہے مگر چند چیزوں میں اذان جیسی نہیں جیسے اذان میں مستحب یہ ہے کہ اپنی دونوں انگلیاں کانوں کے اندر رکھے اور اقامت میں قول مختار کے مطابق ایسا کرنے کا حکم نہیں ہے اسی طرح اقامت میں تحویل نہیں ہے اسی طرح اقامت میں ''الصلوٰة خير من النوم'' کے اضافہ کی اجازت نہیں ہے۔(كذا قال العلامة محمد اعزاز علی رحمه الله تعالیٰ، شرح النقاية: ۱/۶۱)

رفع الصوت بالاذان

بلند آواز کے ساتھ اذان دینے کا حکم دینا

اخبرنا محمد بن سلمة قال انبانا ابن القاسم عن مالک قال حدثنی عبدالرحمن بن عبدالله ابن

عبدالرحمن بن ابی صعصعة الانصاری المازنی عن ابیه انه اخبرہ ان اباسعید الخدری قال له انی اراک تحب الغنم والبادیة فاذا کنت فی غنمک اوبادیتک فاذنت بالصلوٰۃ فارفع صوتک انه لا یسمع مدی صوت المؤذن جن ولا انس ولا شیئی الا شهدله یوم القیامة قال ابوسعید سمته من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم.

عبدالرحمٰن اپنے والد عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ نے عبدالرحمٰن کو اس بات کی خبر دی کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے عبداللہ سے کہا کہ بیشک میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ بکری اور جنگل میں رہنے کو پسند کرتے ہو جب تم اپنی بکری کے ساتھ جنگل میں رہو اور نماز کے واسطے اذان دو تو اپنی آواز بلند کرو کیوں کہ مؤذن کی انتہائے آواز نہیں سنتے جن اور نہ آدمی اور نہ کوئی چیز مگر قیامت کے دن اس کے واسطے گواہی دیں گے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

اخبرنا اسماعیل بن مسعود ومحمد بن عبدالاعلیٰ قالا حدثنا یزید یعنی ابن زریع قال حدثنا شعبة عن موسی بن ابی عثمان عن ابی یحییٰ عن ابی هریرۃ سمعه من فم رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول المؤذن یغفرله بمد صوته ویشهد له کل رطب ویابس.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ (زبان مبارک) سے فرماتے ہوئے سنا کہ مؤذن کی مغفرت بقدر اس کی آواز کے کی جاتی ہے اور ہر تر اور خشک چیزیں اس کے لئے گواہی دیتی ہیں۔

اخبرنا محمد بن المثنی قال حدثنا معاذ بن هشام قال حدثنی ابی عن قتادہ عن ابی اسحق الکوفی عن البراء بن عازب ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال ان اللہ وملائکتهٗ یصلون علی الصف المقدم والمؤذن یغفرله بمد صوته ویصدقه من سمعه من رطب ویابس وله مثل اجر من صلی معه.

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے اگلی صف پر رحمت بھیجتے ہیں اور مؤذن کی بقدر آواز اس کے مغفرت کی جاتی ہے اور اس کی تصدیق کرتی ہیں تر اور خشک اور جو بھی چیز اس کی آواز سنتی ہیں اور جتنے لوگ اس کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں ان کے برابر ثواب ملتا ہے۔

تشریح: اذان کا مقصود اعلام ہے آواز جتنی زیادہ بلند ہوگی اعلام بھی اتنا بلند ہوگا اور انعام بھی اس کے مطابق ملے گا انعام کیا ملے گا اس کے متعلق حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد مبارک "**لا یسمع مدی صوت المؤذن الخ**" سنا پہلے تو ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن کو خوب بلند آواز کے ساتھ اذان دینے کی ترغیب دی پھر اس پر جو انعام مرتب ہوگا اس کو ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے بیان کیا۔ لفظ مدی میم کے زبر کے ساتھ ہے جس کا معنی انتہاء یہاں مؤذن کی آواز کی آخری حد مراد ہے۔ اگلی روایت میں "**بمد صوته**" کا لفظ آیا ہے جس کا معنی ہے منتہائے آواز تو ارشاد مذکور کا مطلب یہ ہے کہ جنات وانسان اور جو بھی چیز مؤذن کی انتہائے آواز کو سنے وہ قیامت کے دن مؤذن کے

واسطے گواہی دیں گے تو لفظ مدی کے ذکر سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مؤذن کی انتہائے آواز جس کی حیثیت بھنک سے زیادہ نہیں جب وہ کان میں پہنچے تو جنات اور انسان وغیرہ گواہی دیں گے تو جو اذان کی صاف آواز قریب سے سنیں گے وہ بدرجہ اولیٰ گواہی دیں گے اس میں ترغیب دی ہے مؤذن کو آواز بلند کرنے پر تا کہ اس کے گواہ بہت سے ہوں اور حدیث میں بیان کردہ شہادت مؤذن کی عظمت وشرافت اور بلندی درجہ کے اظہار کے واسطے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔ دوسری اور تیسری حدیث میں آیا ہے کہ بقدر مدصوت یعنی آواز کو بقدر طاقت بلند کرنے اور پھیلانے کے مؤذن کی مغفرت کی جاتی ہے اور ہر رطب اور یابس، رطب وہ چیز جس میں بڑھنے کی قوت ہو جیسے آدمی نباتات وغیرہ اور یابس سے مراد وہ چیز جس میں بڑھنے کی قوت نہ ہو جیسے پتھر اور پہاڑ وغیرہ غرض کہ ہر تر اور خشک چیز مؤذن کے لئے گواہی دیتی ہے اور اس کی تصدیق کرتی ہے اب مؤذن جس قدر آواز بلند کرتا ہے مغفرت بھی اسی قدر ہوتی ہے اگر اپنی بھر پور طاقت سے آواز انتہائی مسافت کو پہنچا تا ہے تو مغفرت بھی مکمل پا تا ہے اور اگر آواز اس کی تھوڑی مسافت تک پہنچتی ہے تو موافق اس کے مغفرت ہوتی ہے بعض حضرات نے کہا کہ اگر گناہ کا جسم فرض کیا جاوے اور اتنے ہوں کہ مقام اذان اور جہاں تک اذان کی آواز پہنچتی ہے کے درمیانی خلاء کو بھر دیں تو سب بخشے جاتے ہیں بہر حال بقدر مدصوت مغفرت کئے جانے کے یہی دو معنی شارحین نے بیان کئے ہیں۔

(کذا فی حاشیۃ النسائی : ۲/۱۲، ۱۳ . مظاهر حق)

التثویب فی اذان الفجر

فجر کی اذان میں تثویب کا بیان

اخبرنا سوید بن نصر قال انبانا عبدالله عن سفیان عن ابی جعفر عن ابی سلمان عن ابی محذورة قال كنت اؤذن لرسول الله صلى الله عليه وسلم وكنت اقول فی اذان الفجر الاول حی علی الفلاح الصلاة خير من النوم الصلاة خير من النوم الله اكبر الله اكبر لااله الا الله.

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے واسطے اذان دیتا تھا اور میں فجر کی اذان میں کہتا تھا ''حی علی الفلاح الصلاة خير من النوم الله اكبر الله اكبر لااله الا الله''۔

اخبرنا عمرو بن علی قال حدثنا يحيىٰ وعبدالرحمن قالا حدثنا سفيان بهذا الاسناد نحوه قال ابوعبدالرحمن وليس بابی جعفر الفراء.

عمرو بن علی کہتے ہیں کہ ہم سے یحییٰ اور عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم سے بھی سفیان نے اسی اسناد کے ساتھ مثل اس حدیث کے بیان کیا۔

تشریح :اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے واسطے اذان کہتے تھے اذان کب کہتے

تھے اس کا حدیث میں کوئی ذکر نہیں علامہ سندھیؒ نے لکھا ہے کہ شاید نبی کریم ﷺ کے لئے حجۃ الوداع کے دنوں میں اذان کہی ہو گی یا کسی اور وقت میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تثویب کے معنی یہ ہیں کہ خبر دار کرنے کے بعد پھر خبردار کرنے کی طرف عود کرنا اور مؤذن کا قول ''الصلوۃ خیر من النوم'' کہ نماز نیند سے بہتر ہے اس مفہوم سے خالی نہیں اس لئے اس کو تثویب سے تعبیر کیا گیا۔ (ھامش النسائی: ۲/۱۴)

دراصل تثویب کا لفظ اقامت پر بھی بولا جاتا ہے اور فجر کی اذان میں مؤذن کے قول ''الصلوۃ خیر من النوم'' پر بھی بولا جاتا ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کو تثویب قدیم کہتے ہیں جو نبی کریم ﷺ کے وقت سے اب تک ثابت ہے اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ فجر کی اذان میں ''الصلوۃ خیر من النوم'' کی زیادتی داخل اذان تھی اور حدیث کا لفظ بھی ''اجعله فی اذانک'' اس کو اپنی اذان میں شامل کردے داخل اذان ہونے پر دلیل ہے۔

بہرحال جب وہ حضور ﷺ کے حکم سے داخل کیا گیا تو یہ نئی بات نہیں جو دین کے خلاف ہو بلکہ مشروع ہے اور ہمارے نزدیک فجر کی اذان میں اس کی زیادتی سنت ہے، اور امام طحاویؒ نے واضح کیا ہے کہ یہ تثویب مذکور ہمارے ائمہ ثلاثہ کا مسلک ہے اور امام مالک وشافعی اور امام احمد رحمہم اللہ وغیرہم کا بھی یہی مذہب ہے اور سنت ہونے پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث دلالت کررہی ہے اس میں آیا ہے ''من السنة اذا قال المؤذن فی اذان الفجر حی الفلاح قال الصلوۃ خیر من النوم'' کہ فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد الصلوۃ خیر من النوم کہنا سنت ہے۔ اس کو ابن خزیمہ ودارقطنی اور بیہقیؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور ابن السکن نے اس کو صحیح کہا ''کما فی التلخیص: ۷۵) مزید تفصیلات شروحات ہدایہ اور معارف السنن لعلامۃ النبوریؒ میں ۲/۳۰۳ سے تا آخر دیکھ لیجئے۔

قال ابوعبدالرحمن ولیس بانی جعفر الفراء امام نسائی کہتے ہیں کہ اس حدیث باب کا راوی ابوجعفر جس سے سفیان نے روایت کی وہ ابوجعفر الفراء نہیں بلکہ وہ ابوجعفر محمد بن ابراہیم بن مسلم بن مہران بن المثنی ہیں جو مسجد العریان کے مؤذن تھے ابن معین وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔

آخر الاذان

اذان کے آخری کلمات کا بیان

اخبرنا محمد بن معدان بن عیسیٰ قال حدثنا الحسن بن اعین قال حدثنا زهیر قال حدثنا الاعمش عن ابراهیم عن الاسود عن بلال قال آخر الاذان الله اکبر الله اکبر لااله الا الله.

اسود نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا آخری کلمات اذان کے ''الله اکبر الله اکبر'' اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے ''لااله الا الله'' (اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں) ہے۔

اخبرنا سوید قال انبانا عبداللہ عن سفیان عن منصور عن ابراهیم عن الاسود قال کان آخر اذان بلال اللہ اکبر اللہ اکبر لااله الا اللہ.

ابراہیم اسود سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ بلال کی اذان کے آخری کلمات ''اللہ اکبر اللہ اکبر لاالہ الا اللہ'' ہیں۔

اخبرنا سوید قال انبانا عبداللہ عن سفیان عن الاعمش عن ابراهیم عن الاسود مثل ذلک.

اعمش نے بھی بواسطہ ابراہیم اسود مثل حدیث منصور کے روایت کی ہے۔

اخبرنا سوید قال حدثنا عبداللہ عن یونس بن ابی اسحق عن محارب بن دثار قال حدثنی الاسود ابن یزید عن ابی محذورة ان آخر الآذان لااله الا اللہ.

محارب بن دثار کہتے ہیں کہ مجھ سے اسود بن یزید نے ابی محذورہ کے واسطے سے حدیث بیان کی کہ اذان کا آخری کلمہ لا الہ الا اللہ ہے۔

تشریح: حضرات محدثین نے اذان کے آخری کلموں کو نہایت اہتمام کے ساتھ قلم بند کیا ہے تاکہ شروع اذان پر قیاس کر کے آخر میں بھی تکبیر چار بار مسنون ہونے کا وہم پیدا نہ ہو یا اذان کے اکثر کلمات پر قیاس کر کے توحید کے کلمہ یعنی لا الہ الا اللہ کو دو بار کہنے کا وہم پیدا نہ ہو اور شاید معنی توحید کی موافقت کے لئے اذان میں کلمہ توحید کو ایک بار کہنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

(کذافی هامش النسائی لعلامة السندھیؒ: ۲/۱۵)

الاذان فی التخلف عن شهود الجماعة فی اللیلة المطیرة

بارش والی رات میں جماعت میں حاضر نہ ہونے کا اعلان کرنا

اخبرنا قتیبة قال حدثنا سفیان عن عمرو بن دینار عن عمرو بن اوس یقول انبانا رجل من ثقیف انه سمع منادی النبی صلی اللہ علیه وسلم یعنی فی لیلة مطیرة فی السفر یقول حی علی الصلوة حی علی الفلاح صلوا فی رحالکم.

عمرو بن دینار نے عمرو بن اوس کی روایت سے بیان کیا ہے کہ عمرو بن اوس کہتے ہیں کہ ہم سے ایک ثقفی شخص نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے سفر میں بارش والی رات میں نبی کریم ﷺ کے منادی سے یہ اعلان کرتے سنا ''حی علی الصلوة حی علی الفلاح'' تم اپنی منزلوں میں نماز پڑھو۔

اخبرنا قتیبة عن مالک عن نافع ان ابن عمر اذن بالصلوٰة فی لیلة ذات برد وریح فقال الاصلوا فی الرحال فان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کان یأمر المؤذن اذا کانت لیلة باردة ذات مطر یقول الاصلوا

فی الرحال.

نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے سردی اور ہوا کی رات میں اذان دی اس کے بعد کہا خبردار اپنے ٹھکانوں میں نماز پڑھو اس لئے بیشک رسول اللہ ﷺ مؤذن کو حکم دیتے تھے جبکہ رات ٹھنڈی اور بارش والی ہوتی کہ یوں اعلان کرے کہ خبردار اپنی منزلوں میں نماز پڑھو۔

تشریح: جولوگ بلاحرج مسجد میں آسکتے ہیں ان پر جماعت واجب ہے لیکن اگر تیز وتند ہوا ہو یا بارش وغیرہ کا عذر ہو تو جماعت کا وجوب نہیں رہتا بلکہ ایسے حالات میں شریعت نے اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے چنانچہ اس حدیث میں آیا ہے کہ سفر میں ایک رات کو بارش ہورہی تھی تو نبی کریم ﷺ کے منادی نے لوگوں کو آگاہ کرنے کے لئے اذان کے بعد پھر "**حی علی الصلوٰۃ** "نماز کو آؤ" **حی علی الفلاح**" کامیابی کی طرف توجہ کرو "**صلوا فی رحالکم** "اپنی منزلوں میں نماز پڑھو کی آواز لگائی دونوں اعلان میں کوئی تضاد نہیں۔

پہلے "**حی علی الصلوٰۃ** " "**حی علی الفلاح**" کے اعلان میں بتلا دیا کہ نماز با جماعت عزیمت ہے اور اس میں ثواب کثیر ہے تاکہ جولوگ جماعت میں شریک ہونا چاہیں وہ اس سے باز نہ رہیں۔ پھر دوسرے اعلان "**صلوا فی رحالکم** " سے عذر کی حالت میں ترک جماعت کی اجازت بتلا دی گئی۔

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ تیز ہوا اور سردی کی رات میں ابن عمر رضی اللہ عنہ نے آواز لگائی "**الا صلوا فی الرحال**" خبردار اپنے گھروں میں نماز پڑھو کیوں کہ ایسے عذر سے اپنے ٹھکانوں میں نماز پڑھنے کی نبی کریم ﷺ نے اجازت دی ہے ظاہر تو یہی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے اذان دی اور اذان سے فارغ ہونے کے بعد اعلان کیا "**الا صلوا فی الرحال** " بہرحال ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ تیز تند ہوا اور سخت بارش وغیرہ کے عذر سے اگر مسجد میں پہنچ نہ سکے تو کوئی حرج نہیں ایسی صورت میں ترک جماعت کی اجازت ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم (کذا فی ھامش النسائی لعلامۃ السندھیؒ: ۱۵/۲)**

اور حدیث میں سفر کی قید احترازی نہیں واقعی ہے۔

الاذان لمن یجمع بین الصلوٰتین فی وقت الاولیٰ منھما

جو شخص دو نمازوں کے درمیان جمع کرے ان میں سے پہلی نماز کے وقت اذان دینے کا بیان

اخبرنا ابراھیم بن ھارون قال حدثنا حاتم بن اسماعیل قال انبانا جعفر بن محمد عن ابیه ان جابر بن عبداللہ قال سار رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم حتی اتی عرفة فوجد القبة قد ضربت له بنمرة فنزل بھا حتی اذازاغت الشمس امر بالقصواء فرحلت له حتی اذا انتھی الی بطن الوادی خطب الناس ثم اذن بلال ثم اقام فصلی الظھر ثم اقام العصر ولم یصل بینھما شیئاً.

حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ منی سے عرفات کی طرف چلے یہاں تک کہ میدان عرفات پہنچے وہاں خیمہ کو مقام نمرہ میں کھڑا کیا گیا پایا حضور ﷺ اس میں اترے جب آفتاب ڈھل گیا تو قصواء نامی اونٹنی کا کجاوہ کسنے کا حکم دیا پس کسا گیا حضور ﷺ اس پر سوار ہو کر بطن وادی میں پہنچے وہاں لوگوں کو خطبہ سنایا پھر بلال ﷺ نے اذان دی پھر اقامت کہی پھر ظہر کی نماز پڑھی پھر اقامت کہی پھر عصر پڑھی اور دونوں کے درمیان کوئی نماز یعنی نفل نہیں پڑھی۔

تشریح: اس حدیث میں جمع تقدیم کا بیان ہے اس کا ثبوت حدیث مشہور سے ہے اور اس کے جواز پر مقام عرفہ میں تمام امت کا اجماع ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ امام ظہر اور عصر کو وقت ظہر میں ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ پڑھائے ظہر کے لئے اذان دے اور اقامت بھی کہے پھر عصر کی اقامت کہے اذان نہ دے کیوں کہ عصر حفاظت جماعت کے لئے یا امتداد وقوف کے لئے اپنے وقت معہود سے پہلے ظہر کے وقت ادا کی جاتی ہے لہذا لوگوں کو اطلاع دینے کے لئے صرف تکبیر کافی ہے۔ (ہدایہ) باقی تفصیل کتاب الحج میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

الاذان لمن جمع بين الصلاتين بعد ذهاب وقت الاولى منهما

اذان اس شخص کے لئے جو دو نمازوں کے درمیان جمع کرے ان میں سے پہلی نماز کا وقت ختم ہونے کے بعد

اخبرني ابراهيم بن هارون قال حدثنا جعفر بن محمد عن ابيه ان جابر بن عبدالله قال دفع رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى انتهى الى المزدلفة فصلى بها المغرب والعشاء باذان واقامتين ولم يصل بينهما.

حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ عرفہ سے چلے یہاں تک کہ مزدلفہ میں پہنچے وہاں مغرب وعشاء کی نماز ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ ادا فرمائی اور دونوں کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی یعنی نہ سنت پڑھی اور نہ کوئی نفل۔

اخبرنا علي بن حجر قال انبانا شريك عن سلمة بن كهيل عن سعيد بن جبير عن ابن عمر قال كنا معه بجمع فاذن ثم اقام فصلى بنا المغرب ثم قال الصلوة فصلى بنا العشاء ركعتين فقلت ماهذه الصلوة قال هكذا صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في هذا المكان.

سعید بن جبیر ابن عمر ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ابن عمر کے ساتھ مزدلفہ میں تھے اذان دی پھر اقامت کہی پھر ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی اس کے بعد عشاء کی دو رکعتیں پڑھائیں میں نے کہا یہ کیسی نماز ہے ابن عمر ﷺ نے جواب دیا اسی طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اسی جگہ میں۔

تشریح:اس حدیث کے متعلق کچھ بحث کتاب الحج میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ یہاں ان روایات کا ذکر مسئلہ حج کی مناسبت سے نہیں بلکہ کتاب الاذان کی مناسبت سے انہیں بیان کر دیا کیونکہ عرفات میں دونمازوں کے لئے ایک ہی اذان اور مزدلفہ میں بھی دونمازوں کے لئے ایک ہی اذان کا ذکر روایات میں آیا ہے مزدلفہ میں جمع تاخیر یعنی مغرب کو عشاء کے وقت میں ایک ساتھ حقیقتاً جمع کے جواز پر تمام امت کا اتفاق ہے۔

الاقامة لمن جمع بين الصلاتين

جو شخص دونمازیں اکٹھی پڑھے اس کے لئے اقامت کا بیان

اخبرنا محمد بن المثنى قال حدثنا عبد الرحمن قال حدثنا شعبة عن الحكم وسلمة بن كهيل عن سعيد بن جبير انه صلى المغرب والعشاء بجمع باقامة واحدة ثم حدث عن ابن عمر انه صنع مثل ذلك وحدث ابن عمر ان النبي صلى الله عليه وسلم صنع مثل ذلك.

سلمہ بن کہیل سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے مغرب وعشاء کی نماز مزدلفہ میں ایک اقامت سے پڑھی پھر انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی کیا اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے بھی مزدلفہ میں اسی طرح سے نماز پڑھی۔

اخبرنا عمرو بن علي قال حدثنا يحيى بن سعيد قال حدثنا اسماعيل وهو ابن ابي خالد قال حدثني ابو اسحق عن سعيد بن جبير عن ابن عمر انه صلى مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بجمع باقامة واحدة.

سعید بن جبیر ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مزدلفہ میں ایک اقامت سے نماز پڑھی۔

اخبرنا اسحق بن ابراهيم عن وكيع قال حدثنا ابن ابي ذئب عن الزهري عن سالم عن ابيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم جمع بينهما بالمزدلفة صلى كل واحدة منهما باقامة ولم يتطوع قبل واحدة منهما ولا بعد.

سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مغرب اور عشاء دونوں مزدلفہ میں اکٹھی پڑھیں ان دونوں میں سے ہر ایک اقامت کے ساتھ پڑھی اور ان دونوں میں سے کوئی ایک نماز سے پہلے نفل نہیں پڑھی اور نہ بعد میں۔

تشریح:عنوان کے تحت کی آخری حدیث کے الفاظ ''صلى كل واحدة منهما باقامة '' سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مزدلفہ میں مغرب وعشاء کی نماز دو اقامت کے ساتھ پڑھی لیکن اس سے ماقبل کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ دونوں

نمازیں ایک اقامت کے ساتھ پڑھیں لہٰذا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ایک طرح کے اضطراب سے خالی نہیں۔

(قاله علامة السندیؒ)

امام نوویؒ نے کہا کہ ابن عمر کی جس حدیث میں باقامة واحدة کا بیان ہے کہ مزدلفہ میں مغرب وعشاء دونوں ایک اقامت سے پڑھیں اس کی تاویل یہ ہے کہ ہر ایک کیلئے ایک ایک اقامت کہی اس تاویل کی ضرورت اس لئے پڑی تا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی پہلی روایت اور دوسری روایت کے درمیان تعارض نہ ہو۔ نیز صحیح مسلم کی حدیث جابر رضی اللہ عنہ اور بخاری ومسلم کی حدیث اسامہ رضی اللہ عنہ اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ میں جمع کیلئے اس تاویل کی ضرورت ہے کیونکہ ان حضرات کی حدیث میں دو اقامت کی صراحت ہے اس کو امام طحاویؒ نے اختیار کیا اور اس کو ابن ہمام نے ترجیح دی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الاذان للفائت من الصلوات

نمازوں میں سے فوت شدہ نماز کیلئے اذان کا بیان

اخبرنا عمرو بن علی قال حدثنا یحیی قال حدثنا ابن ابی ذئب قال حدثنا سعید بن ابی سعید عن عبد الرحمن بن ابی سعید عن ابیه قال شغلنا المشرکون یوم الخندق عن صلاة الظهر حتی غربت الشمس وذلک قبل ان ینزل فی القتال ما نزل فانزل الله عزوجل وکفیٰ الله المؤمنین القتال فامر رسول الله صلی الله علیه وسلم بلالا فاقام لصلاة الظهر فصلاها کما کان یصلیها لوقتها ثم اقام للعصر فصلاها کما کان یصلیها فی وقتها ثم اذن للمغرب فصلاها کما کان یصلیها فی وقتها.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جنگ خندق کے دن مشرکوں نے ہمیں ظہر کی نماز سے باز رکھا تھا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا اور خندق کا واقعہ جنگ کے دوران صلاة خوف کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے پس اللہ بزرگ و برتر نے ''وکفیٰ اللہ المؤمنین القتال'' کہ اللہ نے مؤمنین کی جنگ میں پوری پوری مدد کی نازل فرمایا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا بلال رضی اللہ عنہ نے نماز ظہر کیلئے اقامت کہی پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر کو جس طرح اس کے وقت میں ادا فرماتے تھے اسی طرح ادا فرمایا پھر عصر کے لئے اقامت کہی تو اس کو جس طرح اس کے وقت میں ادا فرماتے تھے اسی طرح ادا فرمایا پھر مغرب کیلئے اذان کہی تو اس کو اسی طرح ادا کیا جس طرح اسکے وقت میں ادا فرماتے تھے۔

تشریح: اس حدیث میں بدون ذکر اذان کے ظہر اور عصر کے لئے اقامت کا ذکر ہے دراصل غزوۂ خندق میں جو نمازیں قضاء ہو گئیں تھیں انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح ادا فرمایا اس بارے میں روایات مختلف ہیں بعض روایات میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا انہوں نے ہر نماز کیلئے اذان اور اقامت کہی اور بعض میں آیا ہے کہ اول نماز کے لئے اذان دی اور باقی نمازوں میں صرف اقامت پر اکتفاء کیا پس زیادت پر عمل بہتر ہے خصوصاً عبادات کے معاملہ میں یہی وجہ ہے کہ ظاہر روایت میں ہر نماز کیلئے اذان اور اقامت بہتر ہے تا کہ قضاء بطریق ادا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(لامع الدراری)

الاجتزاء لذلک کله باذان واحد والاقامة لکل واحدة منهما

اگر ایک سے زیادہ نمازیں فوت ہوئی ہوں تو سب کیلئے ایک اذان پر اکتفاء اور باقی ہر ایک نماز کیلئے صرف اقامت پر بس کرنے کا بیان

اخبرنا هناد عن هشيم عن ابی الزبير عن نافع بن جبير عن ابی عبيدة قال قال عبد الله ان المشركين شغلوا النبی صلی الله عليه وسلم عن اربع صلوات يوم الخندق فامر بلالا فأذن ثم اقام فصلی الظهر ثم اقام فصلی العصر ثم اقام فصلی المغرب ثم اقام فصلی العشاء .

ابوعبیدہ سے روایت ہے کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مشرکین نے غزوۂ خندق کے دن نبی کریم ﷺ کو چار نمازوں سے باز رکھا حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی پھر اقامت کہی حضور ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھی پھر اقامت کہی عصر کی نماز پڑھی پھر اقامت کہی مغرب کی نماز پڑھی پھر اقامت کہی عشاء پڑھی۔

تشریح: ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو بیہقی اور حافظ ابن حجرؒ نے التہذیب میں اگر چہ مرسل قرار دیا ہے کیونکہ ان کا سماع اپنے والد سے ثابت نہیں مگر بیہقی نے اس کو نہایت عمدہ مرسل قرار دیا ہے چنانچہ انہوں نے کہا ''وھو مرسل جید'' پھر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی یہی روایت بیان کی اور لکھا ہے کہ اسی طرح اس کو محدثین کی ایک جماعت نے ہشیم بن بشیر سے انہوں نے ابوالزبیر سے روایت کیا ہے اور اس کو ہشام الدستوائی نے بھی ابوالزبیر سے روایت کیا ہے اور ابوالزبیر سے روایت کرنے والوں میں بعضوں نے اذان کو یاد رکھا اور بعضوں نے یاد نہیں رکھا اور اس کو اوزاعی نے بھی ابوالزبیر سے روایت کیا ہے پھر کہا کہ اقامت میں بعض روایت بعض کی موافقت کرتی ہے۔(۱۳۰۴)

اس سے معلوم ہوا کہ اقامت میں کوئی اختلاف نہیں غزوہ خندق میں فوت شدہ ہر ایک نماز کے واسطے اقامت کہی گئی یہ بات حدیث باب سے بھی معلوم ہو رہی ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ فوت شدہ نماز کے واسطے اذان مشروع ہے، اب رہا یہ سوال کہ ہر نماز کے واسطے مشروع ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پہلی نماز یعنی ظہر کے لئے اذان اور اقامت کہی اور باقی نمازوں میں صرف اقامت کہی لیکن بعض روایات میں آیا ہے کہ فوت شدہ نمازوں کو حضور اکرم ﷺ نے اذان اور اقامت سے ادا کیا اس اختلاف کی وجہ سے علماء نے کہا کہ یا تو احتیاط کر کے جس میں باقی نمازوں کی اقامت مذکور ہے اس کو مع اذان پر محمول کرو یا سہولت کے لئے جس روایت میں اذان و اقامت مذکور ہے اس کی تفسیر دوسری حدیث سے قرار دو کہ اول نماز کے لئے اذان کہی اور باقی نمازوں کے واسطے صرف اقامت پر اکتفاء کیا یہی وجہ ہے کہ شیخ ابوبکر رازی بصاصؒ نے کہا یہی سب کا قول ہے اور صاحب ہدایہؒ نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا اور یہی قول مختار شوافع کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کچھ اور تفصیل اس حدیث کے متعلق پیچھے گزر چکی ہے۔

الا اکتفاء بالاقامة لکل صلاة

ہر ایک نماز کے واسطے صرف اقامت کہنے کا بیان

اخبرنا القاسم بن زکریا بن دینار قال حدثنا حسین بن علی عن زائدة قال حدثنا سعید ابن ابی عروبة قال حدثنا هشام ان ابا الزبیر المکی حدثهم عن نافع بن جبیر ان ابا عبیدة ابن عبد الله بن مسعود حدثهم ان عبد الله بن مسعود قال کنا فی غزوة فحبسنا المشرکون عن صلاة الظهر والعصر والمغرب والعشاء فلما انصرف المشرکون امر رسول الله صلی الله علیه وسلم منادیا فاقام لصلاة الظهر فصلینا واقام لصلاة العصر فصلینا واقام لصلاة المغرب فصلینا واقام لصلاة العشاء فصلینا ثم طاف علینا فقال ما علی الارض عصابة یذکرون الله عز وجل غیرکم .

ابو عبیدہ بن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگردوں نافع بن جبیر وغیرہ سے حدیث بیان کی کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم غزوہ خندق میں مشغول تھے مشرکوں نے ہم کو نماز ظہر وعصر ومغرب اور عشاء سے باز رکھا پھر جب مشرکین واپس لوٹ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کو حکم دیا منادی نے نماز ظہر کے لئے اقامت کہی ہم نے ظہر پڑھی پھر نماز عصر کے لئے اقامت کہی ہم نے عصر پڑھی پھر نماز مغرب کے لئے اقامت کہی ہم نے مغرب کی نماز پڑھی پھر نماز عشاء کے لئے اقامت کہی ہم نے عشاء کی نماز پڑھی پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اس روئے زمین پر تمہارے سوا کوئی ایسی جماعت نہیں جو اللہ بزرگ و برتر کی عبادت کرتی ہو۔

الاقامة لمن نسی رکعة من صلاة

جو شخص نماز سے ایک رکعت بھول گیا اس کیلئے اقامت کا بیان

اخبرنا قتیبة قال حدثنا اللیث عن یزید بن ابی حبیب ان سوید بن قیس حدثه عن معاویة بن حدیج ان رسول الله صلی الله علیه وسلم صلی یوما فسلم وقد بقیت من الصلاة رکعة فادرکه رجل فقال نسیت من الصلاة رکعة فدخل المسجد وامر بلالا فاقام الصلوة فصلی للناس رکعة فاخبرت بذلک الناس قالوا لی أتعرف الرجل قلت لا الا ان اراه فمر بی فقلت هذا هو قالوا هذا طلحة بن عبید الله .

حضرت معاویہ بن حدیج رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن نماز پڑھی پس سلام پھیرا حالانکہ نماز سے ایک رکعت باقی تھی ایک آدمی نے عرض کیا کہ آپ نماز سے ایک رکعت بھول گئے پھر مسجد میں داخل ہوئے اور بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کیلئے اقامت کہی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ایک رکعت پڑھائی راوی حدیث معاویہ کہتے ہیں میں

نے لوگوں کواس کی اطلاع دی لوگوں نے مجھ سے کہاتم اس بتانے والے آدمی کو جانتے ہو میں نے کہانہیں لیکن اگراسکو دیکھ لوں تو پہچان لونگا پھروہ میرے سامنے سے گذرنے لگا میں نے کہاوہ آدمی یہی ہے لوگوں نے کہا یہ طلحہ بن عبید اللہ ہیں۔

تشریح :اس حدیث میں معاویۃ بن حدیج ﷺ نے جوواقعہ بیان کیااس کے متعلق علامہ سندھیؒ نے لکھا ہے کہ شاید اس زمانہ کا واقعہ ہوگا جبکہ نماز میں سلام کا جواب دینے اور کلام وغیرہ سے نماز نہیں ٹوٹتی تھی بلکہ کلام وغیرہ کی اجازت تھی واللہ تعالیٰ اعلم۔(حاشیة النسائی : ۲ / ۱۸)

اذان الراعی

بکری چرانے والے کی اذان

اخبرنا اسحق بن منصور قال انبانا عبد الرحمن عن شعبة عن الحکم عن ابن ابی لیلیٰ عن عبد الله بن ربیعة انه کان مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فی سفر فسمع صوت رجل یؤذن فقال مثل قوله ثم قال ان هذا لراعی غنم او عازب عن اهله فنظروا فاذا هو راعی غنم .

عبداللہ بن ربیعہ ﷺ کی روایت ہے کہ وہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے حضور ﷺ نے ایک آدمی کی آواز سنی جواذان دے رہا تھا حضور ﷺ نے مثل اس کے کلمہ کے جواب دیا پھر فرمایا بے شک یہ بکری کا چرواہا ہے یا اپنے گھر والوں سے دور ہونے والا ہے پھرلوگوں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ بکری کا چرواہا تھا۔

تشریح :اس کی تاذین یعنی اذان دینے میں چند فائدے ہیں ایک تواس کی توحید پر چیزوں کی شہادۃ دوسرے اس کی سنت کی پیروی تیسرے جماعت مسلمین کے ساتھ تشبہ اور بعضوں نے کہا کہ جب اذان اور اقامت کہتا ہے تو فرشتے اس راعی کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اوراس کو جماعت کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (مرقاۃ : ۲ / ۱۶۷)

بہر حال جب کوئی آدمی میدان اور جنگل میں اکیلا ہوتو اس کے لئے بھی افضل ہے کہ اذان اور تکبیر سے نماز پڑھے۔ التبیین وغیرہ میں اس کی تصریح کی ہے۔

الاذان لمن یصلی وحده

اذان اس شخص کے واسطے جو اکیلا نماز پڑھے

اخبرنا محمد بن سلمة قال حدثنا ابن وهب عن عمرو بن الحارث ان ابا عشانة المعافری حدثه عن عقبة بن عامر قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول یعجب ربک من راعی غنم فی رأس شظیة الجبل یؤذن بالصلاة ویصلی فیقول الله عزوجل انظروا الیٰ عبدی هذا یؤذن ویقیم الصلاة

يخاف منى قد غفرت لعبدى و أدخلته الجنة .

عقبۃ بن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کوفرماتے سنا تیرارب راضی ہوتا ہے بکریوں کے چرواہے سے جو پہاڑ کی چوٹی پرنماز کے واسطے اذان دیتا ہے اورنماز پڑھتا ہے اللہ بزرگ و برتر فرشتوں کوفرماتا ہے میرے اس بندے کی طرف دیکھونماز کیلئے اذان دیتا ہے پابندی سے نماز پڑھتا ہے مجھ سے ڈرتا ہے بیشک میں نے اپنے بندے کوبخش دیا اوراسکو جنت میں داخل کرونگا۔

تشریح :ابن الملکؒ نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ منفرد کے لئے اذان اوراقامت جائز ہے لیکن ملاعلی قاریؒ نے کہا کہ اولیٰ یہ ہے کہ اس حدیث کے پیش نظرا کیلے کے واسطے اذان اوراقامت کومستحب کہا جائے حدیث میں اقامت کا ذکرنہیں حالانکہ دونوں کا جمع کرنا افضل ہے لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اذان سے اعلام عام مراد ہے یعنی اذان اورتکبیر،اور اللہ تعالیٰ کا اس چرواہے کولفظ عبدی سے نام لینا اوراسکی اپنے نفس کی طرف اضافت بتلارہی ہے کہ اس چرواہے کی شان اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت بڑی ہے واللہ تعالیٰ اعلم (مرقات: ۲/ ۱۶۷)

الاقامة لمن يصلى وحده

اقامت اس شخص کیلئے جواکیلانماز پڑھے

اخبرنا على بن حجر قال انبانا اسماعيل قال حدثنا يحيى بن على بن يحيى بن خلاد بن رفاعة بن رافع الزرقى عن ابيه عن جده عن رفاعة بن رافع ان رسول الله صلى الله عليه وسلم بينا هو جالس فى صف الصلاة الحديث .

رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ جب نماز کی صف میں بیٹھے ہوئے تھے۔الحدیث

تشریح :الحدیث کے لفظ سے اشارہ کیا ہے کہ میں پوری حدیث بیان کرونگا یہاں روایت نہیں کی لیکن ابواب الصلاۃ میں متفرق طور پراس کو بیان کرینگے غالباًاس سے حدیث اعرابی کی طرف اشارہ کیا ہے جس نے ناقص نماز پڑھی کیونکہ اس حدیث کے بعض طرق میں اقم کا لفظ بھی آیا ہے جس کے معنی ہیں اقامت کہہ جس سے ثابت ہوا کہ اکیلےنماز پڑھنے والا بھی اقامت کہے۔واللہ تعالیٰ اعلم (حاشية النسائى)

كيف الاقامة

کیفیت اقامت کابیان

اخبرنا عبد الله بن محمد بن تميم قال حدثنا حجاج عن شعبة قال سمعت ابا جعفر مؤذن مسجد العريان عن ابى المثنى مؤذن مسجد الجامع قال سألت ابن عمر عن الاذان فقال كان الأذان على عهد

رسول الله صلى الله عليه وسلم مثنى مثنى والاقامة مرة مرة الا انک اذا قلت قد قامت الصلاة قالها مرتين فاذا سمعنا قد قامت الصلاة توضأنا ثم خرجنا لى الصلاة .

شعبہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے مسجد عریان کے موذن ابوجعفر سے سنا وہ مسجد الجامع کے موذن ابوالمثنی سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اذان کے بارے میں سوال کیا تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان کے کلمات دو دو بار اور اقامت کے ایک ایک بار تھے مگر جب ''قد قامت الصلاة'' کہو تو اسے دوبار کہنا اور جب ہم ''قد قامت الصلاة'' سنتے تو وضو کرتے پھر نماز کی طرف نکلتے۔

تشریح: اس حدیث سے امام شافعیؒ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے ان کے نزدیک اقامت کا کلمہ سوائے ''قد قامت الصلاة'' کے ایک ایک مرتبہ ہے صحیح بخاری وغیرہ کی ایک روایت میں ''قد قامت الصلاة'' کا بھی استثنا نہیں ہے اسی سے امام مالکؒ نے فرمایا کہ ''قد قامت الصلاة'' بھی ایک بار ہے۔ مسلک حنفی بیان کرتے ہوئے صاحب ہدایہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اقامت مثل اذان کے ہے مگر اتنا فرق ہے کہ تکبیر میں ''حی علی الفلاح'' کے بعد دومرتبہ ''قد قامت الصلاة'' بڑھاوے تو اذان میں پندرہ کلمہ اور تکبیر میں سترہ ہیں۔ صاحب ہدایہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں اس بات کا بیان ہے کہ جو فرشتہ آسمان سے نازل ہوا تھا اس نے اذان دو دو مرتبہ اور اقامت دو دو بار کہی اور یہی مشہور ہے۔ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے وکیع سے وہ اعمش سے وہ عمرو بن مرۃ سے وہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت کیا ہے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ ہم سے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں نے خواب میں دیکھا گویا ایک شخص جس پر دو سبز چادریں ہیں ایک دیوار پر کھڑا ہو کر اس نے اذان دو دو بار اور اقامت کے کلمات دو دو بار کہے۔ کتاب امام میں لکھا ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی بخاری ومسلم کے راوی ہیں نیز پیچھے عنوان ''کم الأذان من کلمة'' کے تحت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی قولی حدیث گذر چکی ہے جس میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت کے کلمات سترہ بتلائے۔ اور یہی تعداد تکبیر کی ترمذی کی روایت میں بھی آئی ہے نیز ابن ماجہ نے حدیث ابی محذورہ رضی اللہ عنہ روایت کی اس میں ہے کہ تکبیر کے کلمات سترہ سکھلائے۔

غرض کہ ان روایات سے مسلک حنفی کی تائید ہوتی ہے کہ اقامت کے کلمات سترہ ہیں اس حدیث باب کا لفظ ''والاقامة مرة مرة'' سے شوافع نے افراد اقامت پر جو استدلال کیا ہے اس کا جواب شیخ ابن ہمامؒ نے یہ دیا ہے کہ ایتار سے ایتار الفاظ مراد ہے یعنی اقامت کے ہر کلمہ کو ایک ایک مرتبہ کہنا یا ایتار صوت مراد ہے یعنی سرعت کے ساتھ کہنا اور اقامت میں کلموں کو جلدی کہنا متوارث ہے یعنی سلف سے ہم کو حاصل ہوا ہے تو اسی احتمال ثانی پر محمول کرنا چاہئے تاکہ اس نص غیر محتمل کے موافق ہو جائے جو ہم نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے واسطہ سے روایت کی۔ (فتح القدير : ۱/۱۶۹)

ابن ہمامؒ کی یہ تاویل اطمینان بخش نہیں کیوں کہ حدیث میں ''الا انک اذا قلت قد قامت الصلاة قالها مرتين'' آیا ہے کہ جب تم ''قد قامت الصلاة'' کہو تو اسے دوبار کہو اس میں یہ تاویل نہیں چلے گی کیوں کہ ایتار اقامت سے اس کی آواز

میں ایتار مراد ہو یعنی سرعت کے ساتھ "اللہ اکبر" کے چاروں کلمہ کو ایک سانس میں کہے اسی طرح دوسرے کلمات کو تو پھر استثناء اقامت کے یہ معنی ہوئے کہ سوائے "قد قامت الصلاۃ قد قامت الصلاۃ" کے کہ اس کو جلدی مت کہو حالانکہ یہ کسی کا قول نہیں ہے بہرحال ابن ہمامؒ کی توجیہہ مذکور معقول نہیں انصاف کی بات یہ ہے کہ افراد اقامت کی حدیث صحیح ہے اور متعدد طریقوں سے مروی ہے لہٰذا افراد اقامت کے امر سے انکار صحیح نہیں لیکن وہ باب اختصار سے ہے کہ بعض احوال میں مثلاً سفر وغیرہ کے احوال میں جواز کی تعلیم کے لئے اس کا حکم دیا تو اس سے مواظبت ثابت نہیں ہوتی اور سنت تو وہ ہے جس پر مواظبت ہو اور یہ جو ہم نے کہا کہ ایتار اقامت باب اختصار سے ہے بعض احوال میں تعلیماً للجواز اس کا حکم دیا اس پر دلیل یہ ہے کہ امام طحاویؒ نے کہا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے متواتر آثار نقل کئے گئے کہ وہ اقامت کو دو دو مرتبہ کہتے تھے یہاں تک کہ انتقال کیا اور ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ اقامت مثل اذان کے تھی حتی کہ بنوامیہ کی حکومت آئی تو ان کے بادشاہوں نے اقامت کو ایک ایک مرتبہ کر دیا تا کہ جلدی سے نکل سکیں اس کو ابن الجوزیؒ نے تحقیق میں نقل کیا ہے کہ اذان اور اقامت کے کلمات دو دو مرتبہ تھے بعد ازاں جب بنو امیہ کا دور اقتدار آیا تو ان کے امراء نے اقامت کو ایک ایک مرتبہ کر دیا ورنہ احادیث متواترہ اور اقوال تابعین جو امام طحاویؒ نے نقل کئے ہیں ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اقامت کا کلمہ دو دو بار کہنا مسنون طریقہ ہے اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ اسی طرح حدیث بلال رضی اللہ عنہ جس میں اقامت کا کلمہ ایک ایک مرتبہ کہنا مذکور ہے وہ باب اختصار سے ہے کہ بعض احوال میں جواز کی تعلیم دینے کے لئے اس کا حکم دیا ہے اس سے دوام ثابت نہیں ہوتا زیادہ سے زیادہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ افراد کی صورت بھی جائز ہے مگر ہماری بحث سنت میں ہے کہ جس پر ہمیشہ سے عملدر آمد ہوتا رہا اور وہ مثنی مثنی یعنی اقامت کا کلمہ مثل اذان کے دو دو مرتبہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (شرح النقایہ: ۱/ ۶۱، فتح القدیر: ۱/ ۱۶۹)

حدیث باب میں آیا "فاذا سمعنا الخ" کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہم "قد قامت الصلاۃ" کی آواز سنتے تو وضو کرتے پھر نماز کے لئے نکلتے اس کی توجیہہ میں علامہ سندھیؒ نے لکھا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات عمومی نہیں شاید ان کی مراد یہ ہو کہ بعض صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لمبی قرأت پر اعتماد کر کے کبھی کبھی خروج الی الصلاۃ کو اقامت تک مؤخر کر دیتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اقامة كل واحد لنفسه

ہر ایک کا اپنے لئے اقامت کہنے کا بیان

اخبرنا علی بن حجر قال انبانا اسماعيل عن خالد الحذاء عن ابی قلابة عن مالک بن الحويرث قال قال لی رسول الله صلی الله عليه وسلم ولصاحب لی اذا حضرت الصلاة فأذنا ثم اقيما ثم ليأمكما اكبر كما.

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اور میرے ایک ساتھی سے فرمایا کہ جب

نماز کا وقت آجائے تو اذان کہو پھر اقامت کہو پھر تم میں سے جو بڑا ہو وہ امامت کرے۔

تشریح: حدیث باب کی مراد یہ ہے کہ تم دونوں میں سے کسی ایک کی اقامت کافی ہے اسی پر علماء کا اجماع ہے تعجب ہے کہ امام نسائیؒ نے اس حدیث پر ''اقامة کل واحد لنفسه'' کا عنوان قائم کیا ہے کہ ہر ایک اپنے لئے اقامت کہے اس سے تو لازم آتا ہے کہ اذان کا معاملہ بھی اس طرح ہو کیونکہ اس میں اذان کا ذکر بھی ہے حالانکہ یہ خلاف ضابطہ ہے کہ ہر شخص کا الگ الگ اپنے لئے اقامت کہنا کسی کا مذہب نہیں لہٰذا امام نسائی کے کلام کی تاویل کی ضرورت ہے یعنی غرض ان کی یہ ہے کہ بلا تعیین ان دونوں میں سے کسی ایک کی اقامت کافی ہے۔

فضل التاذين

اذان دینے کی فضیلت

اخبرنا قتيبة عن مالك عن ابى الزناد عن الاعرج عن ابى هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا نودى للصلاة أدبر الشيطان وله ضراط حتى لا يسمع التاذين فاذا قضى النداء اقبل حتى اذا ثوب بالصلاة ادبر حتى اذا قضى التثويب اقبل حتى يخطر بين المرء و نفسه يقول اذكر كذا اذكر كذا لمالم يكن يذكر حتىٰ يظل المرء ان يدرى كم صلى .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک رسول کریم ﷺ نے فرمایا جب نماز کیلئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا پیٹھ دیکر بھاگتا ہے تاکہ اذان نہ سنے پس جب اذان ہو چکتی ہے وہ آتا ہے یہاں تک کہ جب نماز کیلئے تکبیر کہی جاتی ہے تو وہ پیٹھ دیکر بھاگتا ہے جب تکبیر ہو چکتی ہے وہ آتا ہے تاکہ نمازی کے دل میں ادھر ادھر کے خیالات ڈالے کہتا ہے کہ یاد کر فلانی چیز یاد کر فلانی چیز یاد دلاتا ہے اس چیز کو جو یاد نہ رکھتا تھا یہاں تک نمازی آدمی ایسی حالت میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ وہ نہیں جانتا کہ کتنی نماز پڑھی۔

تشریح: یہ جو حدیث میں بیان کیا گیا کہ جب اذان دی جاتی ہے شیطان گوز مارتا ہوا پیٹھ دیکر بھاگتا ہے اس بارے میں بعض حضرات کہتے ہیں یہ حقیقت پر محمول ہے کیونکہ شیاطین کھاتے پیتے ہیں جیسا کہ اخبار میں آیا ہے لہٰذا ذکر اللہ کے خوف سے شیطان کا گوز مارنا اور اسی حالت میں بھاگنا ناممکن بات نہیں۔ یا اس کا یہ مطلب ہے کہ بد بخت منحوس شیطان ذکر اللہ کو حقیر جانتا ہے اس لئے اس سے نفرت کرتا ہوا پیٹھ دیکر بھاگتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے ضرط بہ فلاں جبکہ اس کو ذلیل اور حقیر جانے یہ مطلب ابن الملک نے بیان کیا ہے۔ اگر کوئی کہے اس کا کیا سبب ہے کہ شیطان قرآن اور نماز سے نہیں بھاگتا اذان اور اقامت سے بھاگتا ہے اس کے کئی جوابات شارحیں نے دیئے ہیں۔ ایک جواب یہ دیا ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ جنات اور انسان وغیرہ میں سے کوئی بھی موذن کی اذان نہیں سنتا مگر وہ قیامت کے دن موذن کے لئے گواہی دے گا تو شیطان اذان سے اس لئے بھاگتا ہے تاکہ موذن کے لئے قیامت کے دن گواہی دینی نہ پڑے۔

دوسرا یہ کہ تمام مؤذن متفق ہوکر ایک ساتھ شہادۃ حق کا اعلان کرتے ہیں اس سے شیطان از حد نفرت اور حقارت رکھتا ہے اس لئے بھاگتا ہے۔ابن الجوزیؒ نے یہ جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اذان میں ایک ایسی ہیبت رکھی ہے کہ وہ شیاطن کا پاؤں اکھاڑ دیتی ہے اوران کو بیقراری میں ڈالتی ہے اس لئے وہ بھاگتے ہیں بخلاف نماز کے اس کے اندراس طرح کی ہیبت نہیں رکھی اسی لئے تو شیطان وسوسہ اور نفس کی باتوں کے ذریعہ سے نماز میں گڑ بڑ پیدا کرنیکی بہت کوشش کرتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

اسی حدیث میں فرمایا کہ جب تکبیر ہوچکتی ہے تو نمازی کے دل میں طرح طرح کے خیالات ڈالنے کے لئے آتا ہے الفاظ حدیث یہ ہیں''حتی یخطر بین المرء ونفسه الخ''یعنی شیطان قلب کے وسوسہ اور نفس کی باتوں کے ساتھ نمازی اوراس کے قلب کے درمیان آڑ بن جاتا ہے س لئے وہ حضور قلب کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا۔قاضی عیاضؒ نے کہا کہ اس حدیث میں آڑ بننے کی نسبت شیطانی طرف کی گئی ہے کہ وہ آدمی اوراس کے قلب کے درمیان آڑ بنتا ہے لیکن قرآن پاک میں حائل بننے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی ہے فرمایا'' واعلموا ان الله یحول بین المرء وقلبه ''کہ اللہ تعالیٰ آدمی اوراس کے قلب کے درمیان آڑ بن جاتا ہے دونوں میں کوئی منافات نہیں کیونکہ یہ اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف اہل سنت کے یہاں باعتبار حقیقت کی گئی اور حدیث میں حائل بننے کی نسبت شیطان کی طرف بطور مجاز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس بات پر بااختیار بنایا ہے کہ نمازی اور اس کے قلب کے درمیان آڑ بن کر وساوس اور طرح طرح کے خیالات ڈالے جس سے مقصد بندہ کی خوب اچھی طرح آزمائش ہے کہ کون اس کی وسوسہ اندازی پر عمل کرتا ہے کون باز رہتا ہے جو شخص ان وساوس کی طرف متوجہ ہوتا ہے وہ شک میں پڑ جاتا ہے حتیٰ کہ یہ نوبت آجاتی ہے کہ نمازی کو پتا ہی نہیں لگتا کہ کتنی رکعت پڑھی اور کتنی باقی ہے۔(مرقات: ۲/ ۱۵۹ .زهر الربی لعلامة السیوطیؒ: ۲/ ۲۲)

الاستهام علی التاذین

اذان دینے پر قرعہ ڈالنا

اخبرنا قتیبه عن مالک عن سمی عن ابی صالح عن ابی هریرة ان رسول الله علیه وسلم قال لو یعلم الناس ما فی النداء والصف الاول ثم لم یجدوا الا ان یستهموا علیه لاستهموا علیه ولو یعلمون ما فی التهجیر لاستبقوا الیه ولو علموا ما فی العتمة والصبح لا توهما ولو حبوأ.

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر لوگ جانتے کہ اذان دینے میں اور کھڑے ہونے پہلی صف میں کیا ثواب ہے پھر کوئی وجہ ترجیح نہ پاتے مگر یہ کہ قرعہ ڈالیں تو البتہ اس پر قرعہ ڈالتے اور اگر لوگ جانتے کہ نماز ظہر کے واسطے سویرے جانے میں کیا کچھ ثواب ہے البتہ سب سے پہلے پہنچتے اور اگر لوگ جانتے عشاء اور صبح کی نماز میں کیا ثواب اور فضیلت ہے تو ضرور ان نمازوں میں حاضر ہوتے اگرچہ سرین کے بل گھسٹ کر کیوں نہ ہو۔

تشریح :اس حدیث میں فرمایا کہ اگر لوگ اذان اور اقامت کہنے اور پہلی صف میں کھڑے ہونے کی فضیلت اور ثواب کی

مقدار کو جانتے تو پھراذان دینے اور صف اول میں کھڑے ہونے پر آپس میں جھگڑا کرتے پھراس کو دور کرنے اور کسی کو ایک دوسرے پر ترجیح دینے کے لئے قرعہ اندازی کی ضرورت پڑتی تا کہ جس کے نام پر قرعہ نکلے وہ صف اول میں کھڑے ہواوروہ اذان اورا قامت کہے لیکن اس فضیلت اور ثواب کی مقدار کو کھل کر بیان نہیں کیا بلکہ مبہم طور سے یوں بیان فرمایا ''لو یعلم الناس ما فی النداء والصف الاول الـــخ ''جس سے مقصود اذان اور صف اول میں کھڑے ہونے کی فضیلت اور ثواب کی عظمت کا اظہار ہے کہ ان دونوں عمل کی فضیلت اور ثواب اس قدر عظیم الشان ہے کہ اس کی تعبیر سے الفاظ قاصر ہیں تو یہ کلام گویا ایسا ہے جیسے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''فغشیھم من الیم ماغشیھم ''کہ فرعون اوراس کے لشکر پر دریا جیسا ملنے کوتھا آملا یہاں لفظ ما کا ابہام موجوں کی عظمت پر دلالت کررہا ہے یعنی ایسی موجیں اوپر سے آئیں جن کی مقدار اور حقیقت سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ایسا ہی اذان اور اقامت کہنے اور پہلی صف میں کھڑے ہونیکی فضیلت اور ثواب کی مقدار و حقیقت سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔

بہرحال حدیث سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ اذان اور اول صف میں کھڑے ہونیکی فضیلت اور ثواب نہایت عظیم الشان ہے لہٰذا اس سے غافل نہ ہونا چاہئے۔ اسی حدیث میں یہ بھی فرمایا کہ اگر لوگ جانتے کہ تہجیر میں کیا فضیلت اور ثواب ہے تو اس کی طرف جلدی کرتے علماء نے تہجیر کے چند معنیٰ لکھے ہیں ایک تو یہ کہ عبادت کی طرف جلدی کرنا، دوسرے یہ کہ نماز ظہر کے واسطے سویرے جانا، تیسرے یہ کہ نماز جمعہ کے لئے دوپہر کو جانا اور بعضوں نے کہا کہ سویرے جانے سے یہ مراد ہے کہ ہر نماز کے لئے اول وقت جائے اور بعضوں نے کہا کہ خاص جمعہ کے لئے جلدی جانا اور اول وقت پہنچنا مراد ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نماز جمعہ کے لئے اول وقت جائے تو فضیلت اور ثواب میں اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک آدمی اونٹ قربانی کے لئے مکہ میں بھیجتا ہے۔ بہرحال مطلب حدیث یہ کہ اگر لوگ جانتے عبادت کی طرف جلدی جانے میں کیا فضیلت اور کرامت ہے تو تمام دنیوی تعلقات کو چھوڑ کر اس کی طلب میں لگ جاتے اور اس کی طرف سبقت کرتے۔

تیسری بات اس حدیث میں یہ فرمائی کہ اگر لوگ جانتے کہ عشاء اور صبح کی نماز میں کیا کچھ فضیلت اور ثواب ہے تو ان دونوں میں ضرور حاضر ہوتے اگرچہ سرین کے بل چل کر کیوں نہ آنا پڑے خاص طور سے ان دونوں نمازوں کا ذکر اس لئے فرمایا کہ یہ دونوں وقت نینداور غفلت اور سستی کے ہیں اس لئے طبیعت کے تمام تقاضوں کو چھوڑ کر جماعت میں حاضر ہونے کی ترغیب اور سخت تاکید فرمائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (مرقات : ۲/۱۴۴)

اتخاذ المؤذن الذی لا یأخذ علی اذانه اجرا

ایسے شخص کو مؤذن مقرر کرنا جو اپنی اذان پر اجرت نہ لے

اخبرنا احمد بن سلیمان قال حدثنا عفان قال حدثنا حماد بن سلمة قال حدثنا سعید الجریری عن ابی العلاء عن مطرف عن عثمان بن ابی العاص قال قلت یا رسول اللهﷺ صلی الله علیه وسلم اجعلنی امام قومی فقال انت امامهم واقتد بأضعفهم واتخذ مؤذنا لا یاخذ علی اذانه اجراً.

حضرت عثمان بن ابو العاص ﷺ کی روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو اپنی قوم کا امام مقرر کردیجئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم ان کے امام ہو اپنی قوم کے ضعیف لوگوں کی پیروی کرو اور ایسے شخص کو مؤذن مقرر کرجو اذان پر مزدوری طلب نہ کرے۔

تشریح: ارشاد مبارکہ ''واقتد باضعفھم'' کا عطف مقدر پر ہے یعنی'' فامھم واقتدباضعفھم'' کہ تو اپنی قوم کی امامت کر اور ان کے ضعیف لوگوں کی پیروی کر یعنی کمزور مقتدیوں کی رعایت کر۔ علامہ طیبیؒ نے کہا کہ اقتد جملہ انشائیہ ہے جس کا عطف ہے ''انت امامھم'' پر کیوں کہ وہ بھی بتاویل امھم جملہ انشائیہ ہے لہٰذا جملہ انشائیہ کا عطف جملہ انشائیہ پر ہونے میں کوئی اشکال نہیں لیکن چونکہ جملہ اسمیہ ثبوت اور دوام پر دلالت کرتا ہے اس لئے جملہ اسمیہ استعمال فرمایا تو ارشاد مذکور کا مطلب یہ ہوا کہ جس طرح ضعیف لوگ تمہاری نماز کی پیروی کرتے ہیں اسی طرح تم بھی ان کی کمزوری کی پیروی کرو اور ان کی خاطر سے قرأت اور قیام وغیرہ میں تخفیف کرو غرض کہ امام پر اپنے مقتدیوں کی رعایت ضروری ہے امام مقتدیوں کے ساتھ نماز کو خلاف سنت طویل نہ کرے اس طرح کہ قرأت مسنونہ سے زیادہ پڑھے حتی کہ مقتدی خاص طور سے ضعیف لوگ تنگ ہوں اور جماعت چھوڑ دیں یہ طریقہ بیشک ارشاد مبارکہ کے خلاف ہے لیکن اگر امام نے بقدر مسنون قرأت پڑھی تو وہ تطویل میں داخل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حدیث کے آخری جملے سے معلوم ہوا کہ اذان پر مزدوری لینا درست نہیں چنانچہ ابن ہمامؒ نے لکھا ہے کہ ابوداؤدؒ نے ابن عباس ﷺ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''ولیؤذن لکم خیارکم ولیومکم قراؤکم'' کہ تمہارے لئے وہ شخص اذان دے جو زیادہ اچھا ہو اور امامت وہ شخص کرے جو تم میں سے زیادہ اچھا پڑھنے والا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مؤذن کا عالم اور عامل ہونا مستحب ہے کیوں کہ عالم فاسق بہترین لوگوں میں سے نہیں کیوں کہ صحیح حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دو قول میں سے ایک قول کے مطابق عالم فاسق کو جاہل فاسق سے زیادہ سخت عذاب دیا جائے گا اور خیار کے مصداق میں سے یہ بھی ہے کہ اجرت نہ لیں اس لئے مؤذن اور امام کے لئے اجرت جائز نہیں البتہ علماء نے لکھا ہے کہ اگر امام اور مؤذن مزدوری ٹھہرا نہ لیں اور لوگ بذات خود روٹی کپڑے وغیرہ کا خرچ بقدر ضرورت ان کے لئے بروقت بھیج دیا کریں تو ان کے واسطے حلال ہوگا لہٰذا قوم کے ذمہ ضروری ہے کہ وہ خود ہی امام اور مؤذن کے اخراجات کا انتظام کریں لیکن علامہ طیبیؒ اوپر کے قول مذکور سے متفق نہیں انہوں نے کہا کہ جو علماء اذان پر اجرت لینے کو ناجائز کہتے ہیں انہوں نے اس حدیث باب سے استدلال کیا ہے حالانکہ اس حدیث میں اس پر کوئی دلیل نہیں کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے عثمان بن ابوالعاص ﷺ کو افضل طریقہ پر عمل کرنے کا حکم دیا ہو کیوں کہ افضل طریقہ یہ ہے کہ ایسا مؤذن مقرر کیا جائے جو اپنی اذان پر مزدوری نہ مانگے۔ (مرقات: ۱۷۰/۲)

شرح النقایہ میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں لوگوں کی حاجت اور دین کے کاموں سے از حد بیگانگی و بے رغبتی کے پیش

نظر فقہاء متاخرین نے تعلیم اور امامت وغیرہ پر اجرت لینے کو جائز قرار دیا ہے اور اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۶۳/۱)

اور علامہ سندھیؒ نے فرمایا کہ ''واتخذمؤذنا الخ'' میں ''اتخذ امر'' کا صیغہ اکثر علماء کے نزدیک ندب پر محمول ہے اس بناء پر انہوں نے اذان پر اجرت لینے کو جائز قرار دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

القول مثل مایقول المؤذن

اذان کے جو کلمات مؤذن کہتا ہے اسی طرح کہنے کا بیان

اخبرنا قتیبة عن مالک عن الزهری عن عطاء بن زید عن ابی سعید الخدری ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اذا سمعتم النداء فقولوا مثل المؤذن .

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم مؤذن کی اذان سنو جس طرح مؤذن کہتا ہے اسی طرح جواب دو۔

تشریح: علامہ بنوریؒ نے حافظ ابن حجرؒ کے قول کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان کے تمام کلمات کا جواب بغیر کمی بیشی کے اسی طرح دینا چاہئے جس طرح مؤذن کہتا ہے لہٰذا ''حی علی الصلوٰة'' اور ''حی علی الفلاح'' کا جواب بھی بعینہ ''حی علی الصلوٰة'' اور ''حی الفلاح'' کے ساتھ دینا چاہئے لیکن صحیح بخاری میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت اسی طرح صحیح مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت مفسرہ (کھول کر بیان کرنے والی) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں کلمات مذکورہ ارشاد نبوی ''فقولوا مثل مایقول المؤذن'' سے مستثنیٰ ہیں ان دونوں کلمات یعنی ''حی علی الصلاة'' اور ''حی علی الفلاح'' کے جواب میں ''لاحول ولا قوة الا بالله'' پڑھے جس کے معنی یہ ہیں گناہ سے پھرنا نہیں ہوسکتا ہے مگر اللہ کے بچانے سے اور عبادت پر قوت نہیں مگر اللہ کی توفیق سے۔ نیز طبرانی وغیرہ نے حارث بن نوفل رضی اللہ عنہ اور ابی رافع رضی اللہ عنہ کی روایت سے اور بزار وغیرہ نے انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ اذان سننے والے ''حی علی الصلوٰة'' اور ''حی علی الفلاح'' کے جواب میں ''لاحول ولا قوة الا بالله'' پڑھے۔ (معارف السنن: ۲/۲۳۵، ۲۳۶ بحواله فتح الباری: ۲/۷۷ وزوائد الهیثمی: ۱/۲۳۱)

اور حافظ ابن حجرؒ نے اس کو جمہور ائمہ کا مذہب بتایا ہے اور مشہور وقول راجح چاروں اماموں کا یہی ہے معارف السنن کے اسی صفحہ مذکورہ میں مذاہب علماء نقل کئے ہیں عمدۃ القاری کے حوالہ سے ہم نے بغرض اختصار یہاں نقل نہیں کئے پھر آگے چل کر لکھا ہے کہ کچھ علماء کہتے ہیں کہ ''حی علی الصلوٰة'' اور ''حی علی الفلاح'' بھی پڑھے اور ''لاحول ولاقوة الا بالله'' بھی پڑھے تو انہوں نے دونوں میں جمع کا قول اختیار کیا اور اسی کو شیخ ابن ہمامؒ نے اختیار کیا ہے چنانچہ انہوں نے (فتح القدیر: ۱/۱۷۴) میں لکھا ہے کہ ہم نے مشائخ سلوک کو دیکھا ہے کہ وہ دونوں کو جمع کرتے تھے تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل

ہوجائے ایک تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور ہے دوسری حدیث ابی امامہ رضی اللہ عنہ جس کو ابن ہمامؒ نے مسند ابی یعلیٰ کے حوالہ سے نقل کیا ہے اس میں آیا کہ جب مؤذن ''حی علی الصلوٰۃ'' کہتے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ''حی علی الصلوٰۃ'' کہتے اور جب ''حی علی الفلاح'' کہتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ''حی علی الفلاح'' کہتے الخ اور یہی مذہب شیخ اکبرؒ کا ہے جیسا کہ ابن عابدینؒ نے اس کی صراحت کی ہے۔ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا کہ شارع علیہ السلام کی غرض دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا ہے نہ کہ دونوں کا جمع کرنا تو کبھی اس کے جواب میں ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' پڑھے کبھی ''حی علی الصلوٰۃ'' اور ''حی علی الفلاح'' پڑھے۔ علامہ بنوریؒ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ رحمہ اللہ سے فرماتے سنا کہ میں نے تقریباً پندرہ سال تک جمع بین الکلمتین پر عمل کیا پھر میرے واسطے ظاہر ہوا کہ شارع علیہ السلام کی غرض دو کلموں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا ہے نہ کہ دونوں کو یعنی ''حی علی الصلوٰۃ'' اور ''حی علی الفلاح'' اور ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ'' کے درمیان جمع کرنا لہٰذا میں نے جمع کو چھوڑ دیا۔ (معارف السنن : ۲/۲۴۷)

اب رہا یہ مسئلہ کہ جواب دینا اذان کا کیسا ہے واجب ہے یا مستحب اس بارے میں ابن ہمامؒ نے فتح القدیر: ۱/۱۷۳ میں لکھا ہے کہ ظاہر حدیث ''اذا سمعتم النداء فقولوا مثل مایقول المؤذن'' سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان کا جواب دینا واجب ہے اور کوئی قرینہ نہیں جو وجوب سے روک دے اور لکھا ہے کہ ظاہر خلاصہ وفتاویٰ اور تحفہ یہی ہے کہ اذان کا جواب دینا واجب ہے۔ اور حلوانیؒ نے کہا کہ مؤذن کی اجابت قدم سے ہے نہ کہ زبان سے اگر زبان سے جواب دیا اور قدم سے نہ چلا تو جواب دینے والا نہ ہوگا اور اگر مسجد میں موجود ہو تو اس پر زبان سے جواب دینا واجب نہیں بہر حال شمس الائمہ حلوانی کے قول کے مطابق اذان کا جواب زبان سے دینا واجب نہیں البتہ اجابت بقدم یعنی قدم سے چل کر جماعت میں شریک ہونا واجب ہے اور فقہاء کی ایک جماعت نے اسی کی صراحت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ زبان سے اذان کا جواب دینا مستحب ہے اگر جواب دے گا تو ثواب کا مستحق ہوگا ورنہ ثواب نہیں پائیگا اور نہ گناہ گار ہوگا۔ علاوہ ابن ہمامؒ کے حنفیہ میں سے صاحب محیطؒ اور مالکیہ میں سے ابن وہبؒ جیسا کہ قسطلانی میں ہے اور اہل ظاہر کما قال الشوکانیؒ جواب اذان کے وجوب کے قائل ہیں اور علامہ عینیؒ نے قول وجوب کو شرح بخاری میں ترجیح دی ہے مگر امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ اذان کا جواب مستحب ہے یہی قول جمہور علماء کا ہے اور امام طحاویؒ کے نزدیک قول جمہور راجح ہے اس لئے آپ نے اس کی تائید وتقویت میں تفصیلی بحث کی ہے اور دلیل سے ثابت کیا ہے کہ اذان کا جواب دینا مستحب ہے چنانچہ آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مؤذن کو جب اس نے ''اللہ اکبر اللہ اکبر'' کہا تو فرمایا علی الفطرۃ یعنی وہ مذہب اسلام پر ہے کیوں کہ اذان شعار اسلام میں سے ہے پھر اس مؤذن نے ''اشھد ان لا الٰہ الا اللہ'' کہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''خرج من النار'' کہ وہ آگ سے نکل گیا یعنی توحید وصحت ایمان کی برکت سے وہ آگ سے نکل گیا الی آخر الحدیث اب طحاویؒ فرماتے ہیں کہ دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی مؤذن سے اذان کا

کلمہ سنا مگر جواب دوسرا دیا تو واضح ہو گیا کہ مؤذن کی اذان کا جواب دینا بطور استحباب ہے تا کہ فضیلت حاصل کرے تو گویا اذان کا جواب دینا ایسا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو دعا کی تعلیم دی جس کو نمازوں کے بعد پڑھنے کا ان کو حکم دیا گیا ہے اور مثل اس کے ایسی دعاؤں کی بھی تعلیم دی ہے جن کو صبح وشام کے وقت پڑھا کریں تو جس طرح ان ادعیہ کا نمازوں کے بعد پڑھنا یا صبح وشام کے وقت پڑھنا واجب نہیں اسی طرح اذان کا جواب دینا بھی واجب نہیں ہاں مستحب ہے۔(شرح معانی الاثار)

علامہ ابن عابدینؒ نے امام طحاویؒ کا قول نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ ایسا قرینہ ہے کہ ''فقولوا'' صیغۂ امر کو جو ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث باب میں وارد ہوا ہے اس کے وجوب سے پھیر دینے والا ہے اور اس سے ہمارے اصحاب میں سے اس جماعت کے قول کی تائید ہوتی ہے جو یہ کہتی ہے کہ اذان کا جواب زبان سے واجب دینا نہیں بلکہ مستحب ہے۔

(امانی الاحبار: ۲/۲۶۴)

اسی صفحہ میں ابن عابدینؒ کے حوالہ سے اور کچھ باتیں نقل کی ہیں جو چاہے وہاں دیکھ لے۔ پیچھے ہم نقل کر چکے ہیں کہ علامہ عینیؒ بھی ان حضرات کے ساتھ ہیں جو زبانی جواب اذان کو واجب کہتے ہیں اس لئے انہوں نے امام طحاویؒ کے اس استدلال مذکور کا یہ جواب دیا ہے کہ ممکن ہے کہ راوی نے اجابت اذان کا ذکر ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور میں چھوڑ دیا ہو یا اجابت اذان کا حکم اس واقعہ کے بعد ہوا ہو گا لہٰذا حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ مخالف نہیں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث باب کے انتہی، اور حافظ ابن حجرؒ نے بعض سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ اس شخص نے اذان صلوٰۃ کا قصد نہ کیا ہو علماء حنفیہ کی طرف سے اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ احتمال اول پر کوئی دلیل نہیں اسی طرح احتمال ثانی پر بھی کوئی دلیل نہیں اب رہا احتمال ثالث جو حافظ ابن حجرؒ نے بعض شارحین سے نقل کیا ہے تو اس کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کا لفظ ''ادرکتہ الصلوٰۃ'' اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت کا لفظ ''وحضرتہ الصلوٰۃ'' مسترد کر دیتا ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت مسند احمد وابی یعلیٰ اور طبرانی کی الکبیر میں ہے اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت مسند احمد اور طبرانی کی الکبیر میں ہے۔ علامہ ہیثمیؒ نے کہا کہ رجال احمد صحیح کے رجال ہیں۔ بہر حال ان روایات سے معلوم ہوا کہ اس اذان دینے والے آدمی نے بقصد نماز اذان دی تھی۔(امانی الاحبار: ۲/۲۶۴)

یہاں اور ایک بات قابل ذکر ہے کہ یہ جو بعض کتب فقہ میں لکھا ہے کہ ''حی علی الصلوٰۃ'' اور ''حی علی الفلاح'' کے جواب میں ''ماشاء اللہ کان ومالم یشألم یکن'' کہے اس کی کوئی اصل نہیں پائی جاتی۔

ثواب ذالک

اذان کے جواب دینے کا بدلہ

اخبرنا محمد بن سلمة قال حدثنا ابن وهب عن عمرو بن الحارث ان بكير بن الاشج حدثه ان علی بن خالد الزرقی حدثه ان النصر بن سفيان حدثه انهٗ سمع اباهريرة يقول كنا مع رسول الله صلى الله

علیه وسلم فقا م بلال ینادی فلما سکت قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من قال مثل هٰذا یقینا دخل الجنة.

نصر بن سفیان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تھے پس بلال کھڑے ہو کر اذان کہنے لگے پس جب خاموش رہے تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص خلوص دل سے مثل اس کے جواب دے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص اذان کے کلمات اسی طرح کہے جس طرح مؤذن کہتا ہے خواہ اذان کے جواب دینے میں کہے یا اذان دینے میں بشرطیکہ صدق دل سے کہے تو اس کا ثواب یہ ہے کہ وہ دخول جنت کا مستحق ہوگا یا نجات پانے والوں کے ساتھ جنت میں داخل ہوگا۔

القول مثل مایتشهد المؤذن

مؤذن جس طرح شہادت کا کلمہ پڑھتا ہے اسی طرح پڑھنا

اخبرنا سوید بن نصر انبأنا عبداللہ بن المبارک عن مجمع بن یحییٰ الانصاری قال کنت جالسا عند ابی امامة بن سهل بن حنیف فأذن المؤذن فقال اللہ اکبر اللہ اکبر فکبر اثنتین فقال اشهد ان لا اله الا اللہ فتشهد اثنتین فقال اشهد ان محمداً رسول اللہ فتشهد اثنتین ثم قال حدثنی هکذا معاویة بن ابی سفیان عن قول رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم.

مجمع بن یحییٰ انصاری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ابوامامہ بن سہل بن حنیف کے پاس بیٹھا ہوا تھا جب مؤذن اذان کہنے لگا اور اللہ اکبر اللہ اکبر، کہا تو ابوامامہ نے کہا "اللہ اکبر اللہ اکبر" دوبار پھر مؤذن نے "اشهد ان لا اله الا اللہ" کہا تو ابوامامہ نے دومرتبہ "اشهد ان لا اله الا اللہ" کہا پھر مؤذن نے "اشهد ان محمداً رسول اللہ" کہا تو ابوامامہ نے دوبار "اشهد ان محمداً رسول اللہ" کہا پھر ابوامامہ نے کہا اسی طرح مجھ سے بیان کیا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ کے قول سے۔

اخبرنا محمد بن قدامة حدثنا جریر عن مسعر عن مجمع عن ابی امامة بن سهل قال سمعت معاویة رضی اللہ عنه یقول سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وسمع المؤذن فقال مثل ما قال:

مجمع نے ابوامامہ بن سہل کی روایت سے بیان کیا ہے ابوامامہ کہتے ہیں کہ میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ مؤذن کے کلمات کا جواب ویسا دیتے تھے جس طرح مؤذن کہتا تھا۔

تشریح: علامہ سندھیؒ نے لکھا ہے کہ "فکبر اثنتین" کا یہ مطلب نہیں کہ لفظ اللہ اکبر کو دوبار کہا بلکہ مراد یہ ہے کہ

اس کو پہلی بار دو مرتبہ کہا پھر دوسری بار دو مرتبہ کہا اس تاویل سے اذان کی روایات میں موافقت ہو جاتی ہے کیوں کہ روایات صحیحہ ومشہورہ میں یہ کلمہ اللہ اکبر کا اذان کے شروع میں چار دفعہ کہنے کا بیان آیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (حاشية النسائی : ۲/ ۲۴)

اس حدیث میں ابوامامہ بن سہل بن حنیفؒ نے پوری اذان کے جواب دینے کے بعد کہا کہ میں نے اذان کا جیسا جواب دیا ویسا ہی معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے جواب دیتے سنا اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے اذان کے جواب سے فارغ ہونے کے بعد کہا کہ میں نے جس طرح اذان کا جواب دیا ویسا ہی رسول اکرم ﷺ سے جواب دیتے سنا۔

القول اذا قال المؤذن حی علی الصلاة حی علی الفلاح

جب مؤذن حی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کہے تو اس کا جواب دینا

اخبرنا مجاهد بن موسىٰ وابراهيم الحسن المقسمي قالا حدثنا حجاج قال ابن جريح اخبرني عمرو بن يحيىٰ ان عيسىٰ بن عمر اخبره عن عبدالله بن علقمة بن وقاص عن علقمة ابن وقاص قال اني عند معاوية اذ اذن مؤذنه فقال معاوية كما قال المؤذن حتى اذا قال حي على الصلوٰة قال لاحول ولا قوة الا بالله فلما قال حي على الفلاح قال لاحول ولا قوة الا بالله وقال بعد ذلک ماقال المؤذن ثم قال سمعت رسول اللهﷺ صلى الله عليه وسلم يقول مثل ذٰلک.

علقمہ بن وقاص کی روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس وقت ان کے مؤذن اذان دینے لگا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے اذان کا جواب دیا جس طرح مؤذن نے کہا یہاں تک کہ جب مؤذن نے ”حي على الصلوٰة“ کہا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے ”لاحول ولا قوة الا بالله“ کہا پھر جب مؤذن نے ”حي على الفلاح“ کہا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے ”لاحول ولا قوة الا بالله“ کہا اور اس کے بعد مؤذن نے جیسا کہا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ویسا ہی کہا پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح کہتے سنا۔

الصلوٰة على النبي صلى الله عليه وسلم بعد الاذان

اذان کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنے کا بیان

اخبرنا سويد قال انبانا عبدالله عن حيوة بن شريح ان كعب بن علقمة سمع عبدالرحمن ابن جبير مولىٰ نافع بن عمرو القرشي يحدث انه سمع عبدالله بن عمرو يقول سمعت رسول اللهﷺ صلى الله عليه وسلم يقول اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل مايقول وصلوا على فانه من صلى على صلاة صلى الله عليه عشرا ثم سلوا الله لي الوسيلة فانها منزلة في الجنة لا تنبغي الا لعبد من عباد الله ارجو ان اكون انا هو فمن

سأل لی الوسیلة حلت له الشفاعة.

حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ کی روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا کہ آپ فرماتے تھے جب تم مؤذن کی اذان سنوتو جواب دو مثل اس کے جو مؤذن کہتا ہے اور پھر مجھ پر درود بھیجو پس جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے پھر اللہ سے میرے واسطے وسیلہ طلب کرو بیشک وہ وسیلہ ایک اعلیٰ درجہ ہے جنت میں جس سے اونچا کوئی درجہ نہیں اور جس کے اللہ کے بندوں میں سے سوائے ایک بندہ کے کوئی اور مستحق نہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں پس جس نے میرے لئے وسیلہ طلب کیا اس کے لئے میری سفارش واجب ہوگئی۔

تشریح: اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جو شخص اذان کے جواب دینے کے بعد ایک بار درود پڑھے گا اللہ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے کیوں کہ قرآن پاک کا ارشاد ہے کہ جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس جیسے دس نیک کاموں کا ثواب ملے گا یعنی ایسا سمجھا جائے گا کہ وہ نیکی دس بار کی اور ایک نیکی پر جس قدر ثواب ملتا ہے اب ویسی دس نیکیوں کا ثواب ملے گا پھر درود سے فارغ ہونے کے بعد بحسب ارشاد نبوی حضور ﷺ کے واسطے اللہ سے وسیلہ مانگو وسیلہ لغت میں ذریعہ اور واسطہ کو کہتے ہیں یہاں حدیث میں وسیلہ سے مراد تقرب الٰہی ہے اور بعض نے کہا کہ قیامت کے دن شفاعت مراد ہے اور بعض نے کہا منازل جنت میں سے ایک منزل مراد ہے جس کی وضاحت خود حدیث کے اندر موجود ہے۔ (قاله ابن الاثیر)

قاضی شوکانی نے کہا کہ اس حدیث میں وسیلہ کی جو تفسیر مذکور ہے کہ وہ جنت میں ایک اعلیٰ درجہ ہے وہی متعین ہے اسی کو اختیار کرنا چاہئے۔ حافظؒ نے کہا کہ وسیلہ کو معنی اول کی طرف راجع کرنا ممکن ہے اس لئے کہ اس منزل میں پہنچے والا اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے لہٰذا وہ مثل اس چیز کے ہے جس کی وساطت سے ایک چیز کی طرف پہنچے اور اس کے ذریعہ سے قرب حاصل کرے اور وسیلہ طلب کرنے کا طریقہ حضرت جابر ؓ کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اذان سنے اور اس کا جواب دے پھر جواب اذان سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھے "اللهم رب هذه الدعوة التامة الخ" تو اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔ (رواه البخاری وغیرهم)

یہاں ایک شبہ ہے کہ جس وسیلہ کا ذکر حدیث میں آیا ہے کہ وہ ایک خاص درجہ ہے جنت میں اس سے اونچا کوئی درجہ نہیں اس کا حضور اکرم ﷺ کو ملنا یقینی بات ہے تو پھر حضور ﷺ نے رجاء (امید) سے کیوں تعبیر فرمائی چنانچہ فرمایا "وارجوان اکون انا هو" کہ تم میرے لئے اللہ سے وسیلہ ملنے کی دعا کرو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں اس کا جواب عزیزی نے قرطبیؒ سے نقل کر کے یہ دیا ہے کہ یہ رجاء یعنی امید والی بات جو حدیث سے معلوم ہو رہی ہے وہ اس بات کی وحی آنے سے پہلے کی ہے کہ بے شک براہ راست وسیلہ پر پہنچنا حضور ﷺ کے لئے مخصوص ہے پھر حضور ﷺ کو اس کی اطلاع دیدی لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ سے وسیلہ کی دعا مانگنی چاہئے کیوں کہ امت کی کثرت دعا سے اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کی رفعت اور بلندی میں ترقی عطا فرماتا ہے جیسا کہ امت کے درود سے حضور ﷺ کی رفعت میں ترقی

عطا فرماتا ہے پھر اس کا فائدہ اپنے کو ملتا ہے کیوں کہ وسیلہ کی دعا مانگنے سے اجر وثواب پاتا ہے اور اپنا حصہ شفاعت کا حاصل کرتا ہے۔ خفاجیؒ نے کہا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مفضول کی دعا فاضل کے لئے جائز ہے تاکہ مفضول ثواب کے ساتھ کامیاب ہوجائے۔ اور علامہ عینیؒ نے کہا کہ اس حدیث سے امت کے لئے نیک کار ہو یا بدکار شفاعت ثابت ہوتی ہے کیوں کہ لفظ من عام ہے جو سب کو شامل ہے لہٰذا یہ حدیث معتزلہ پر حجت ہے کیوں کہ انہوں نے شفاعت کو صرف مطیع (فرمان بردار) کے ساتھ بوجہ زیادت درجات کے مخصوص کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (امانی الاحبار: ۲/ ۲۵۱، ۲۵۲)

ابن ملکؒ نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد مذکورہ "وارجو ان اکون انا هو" ازراہ ادب اور تواضع کے فرمایا کیوں کہ حضور ﷺ افضل المخلوقات ہیں اور سوائے حضور ﷺ کے اس درجہ کو براہ راست کون پہنچ سکتا ہے۔ (مرقات: ۲/ ۱۶۲)

الدعاء عند الاذان

اذان کے وقت دعا پڑھنے کا بیان

اخبرنا قتيبة عن الليث عن الحكيم بن عبدالله عن عامر بن سعد بن ابی وقاص عن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال من قال حين يسمع المؤذن وانا اشهدا ن لا اله الا الله وحده لاشريک له وان محمداً عبده ورسوله رضيت بالله ربا وبمحمد رسولا وبالاسلام دينا غفر له ذنبه.

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص یہ کلمات پڑھے جبکہ مؤذن کی اذان سنے "وانا اشهد ان لااله الاالله وحده الخ" تو اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔

اخبرنا عمرو بن منصور قال حدثنا علی بن عياش قال حدثنا شعيب عن محمد بن المنكدر عن جابر قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم من قال حين يسمع النداء اللهم رب هذهِ الدعوة التامة والصلوٰة القائمة آت محمدن الوسيلة والفضيلة وابعثه مقام محمود الذی وعدته الا حلت له شفاعتی يوم القيامة.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اذان سن کر یہ دعا پڑھے "اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوٰة القائمة" آخر تک اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوجاتی ہے قیامت کے دن۔

تشریح: پہلی حدیث میں آیا کہ جس وقت مؤذن اپنی اذان میں "اشهد ان لا اله الا الله" اور "اشهد ان محمداً رسول الله" کہے تو سننے والے "وانا اشهد ان لااله الا الله وحده" آخر تک پڑھے یا اذان ختم ہونے کے بعد پڑھے زیادہ مناسب یہی دوسرا قول ہے کہ اذان کا جواب دے کر اس کے بعد پڑھے تاکہ کلمات اذان کا جواب فوت نہ ہو۔ غرض کہ جو کوئی اذان کا جواب دے کر اس دعا کو پڑھے اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ (مرقات. مظاهر حق)

پیچھے گذر چکا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں "ثم سلوا الله لی الوسیلة" کا ارشاد آیا ہے تو یہ ارشاد بتلا رہا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث "من قال حین یسمع النداء الخ" میں لفظ حین سے مابعد الاذان کا وقت مراد ہے اب مطلب یہ ہوگا کہ جو شخص اذان کے کلموں کے جواب دینے کے بعد یہ دعا پڑھے "اللهم ربَّ هذه الدعوة التامة والصلوٰة القائمة" تا آخر تو اس کا ثواب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی شفاعت اس شخص کے لئے واجب ہوتی ہے یہ ایک جامع دعا ہے اذان کے کلمات کو دعوت اس لئے فرمایا کہ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلایا جاتا ہے لہٰذا وہ دعوت توحید ہے اور تامہ اس لحاظ سے فرمایا کہ شرکت نقصان ہے تو مطلب یہ ہے کہ ایسی دعوت تامہ و کاملہ ہے جس میں شرکت کا بالکل شائبہ نہیں یا ایسی تامہ اور کاملہ ہے کہ اس میں بگاڑ داخل نہیں ہوسکتا بلکہ وہ دعوت قیامت تک باقی رہنے والی ہے یا وہ دعوت ہی صفت تمام اور کمال کی مستحق ہے اس کے ماسوائے دنیا کی چیزوں کے ساتھ نقصان اور فساد عارض ہوتا رہتا ہے جیسا کہ صحیح روایات اس پر دلالت کرتی ہیں۔ ابن التین نے کہا کہ لفظ "الدعوة" کو "التامة" کے ساتھ اس لئے موصوف کیا گیا کہ اس میں انتہائی تام اور کامل قول ہے اور وہ "لااله الا الله" ہے دوسرا کلمہ "والصلوٰة القائمة" فرمایا اس میں اشارہ نماز کی طرف ہے جو غیر منسوخ ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ علامہ طیبیؒ نے کہا کہ اول سے محمد رسول اللہ تک دعوۃ تامہ ہے اور "حی علی الصلوٰة" اور "حی علی الفلاح" صلوۃ قائمہ ہے "آت محمد الوسيلة والفضيلة" وسیلہ کی تفسیر پیچھے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گذر چکی ہے حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ فضیلۃ سے مراد تمام مخلوقات پر مرتبہ زائدہ ہے اور ممکن ہے کوئی دوسری منزلت مراد ہو یا وسیلہ کی تفسیر ہو "وابعثه المقام المحمود الذی وعدته" الٰہی عطا کر حضور اکرم ﷺ کو خوبیوں کا سب سے اعلیٰ درجہ جس کا تو نے وعدہ کیا ہے۔

ترمذی وغیرہ کی روایت میں نکرہ کے ساتھ مقاماً محموداً وارد ہوا ہے، اور نسائی وطحاوی وابن خزیمہ وابن حبان، طبرانی اور بیہقی رحمہم اللہ کی روایات میں معرفہ کے ساتھ آیا ہے لہٰذا امام نوویؒ کا قول کہ روایت نکرہ کے ساتھ ثابت ہے نا قابل اعتبار ہے۔ ابن الجوزی نے کہا کہ مقام محمود یعنی ایسا مقام جس کی اگلے پچھلے سب ہی لوگ تعریف کریں گے اس سے مراد شفاعت کبریٰ ہے۔ (قاله الحافظ)

یہی قول اکثر علماء کا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے یہی منقول ہے علماء نے اور اقوال بھی نقل کئے ہیں مگر وہ کمزور ہیں "الذی وعدته" صفت ہے المقام کی علامہ طیبیؒ نے کہا کہ اس وعدہ سے مراد وہی وعدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا ہے "عسٰی ان یبعثک ربک مقامًا محمودًا" کہ امید ہے یعنی امید رکھو کہ تمہارا رب تم کو مقام محمود میں جگہ دے گا۔ لفظ عسٰی آیت میں تحقیق کے لئے ہے لہٰذا وعدہ کا جو اطلاق اس پر کیا گیا وہ درست ہے۔ پھر بیہقی وغیرہ کی روایات میں "الذی وعدته" کے بعد "انک لاتخلف المیعاد" کا لفظ زیادہ ہے لیکن یہ جو عرف میں "والدرجة الرفیعة" بڑھایا جاتا ہے اس کے بارہ میں علامہ سخاویؒ نے مقاصد الحسنہ میں لکھا ہے کہ جیسا کہ خفاجی نے نقل کیا ہے کہ اس لفظ کی کوئی اصل نہیں

کیوں کہ اذان کے بعد کی دعا میں اس لفظ کا حدیث میں کوئی ذکر نہیں۔ اسی طرح ''یاارحم الراحمین'' کی زیادتی حدیث کی کتابوں میں موجود نہیں جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے۔ (مرقات: ۲/۱۶۳. امانی الاحبار: ۲/۱۶۲)

الصلوٰة بين الاذان والاقامة

اذان اور اقامت کے درمیان نماز پڑھنے کا بیان

اخبرنا عبيدالله بن سعيد عن يحيىٰ عن كهمس قال حدثنا عبدالله بن بريدة عن عبدالله بن مغفل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بين كل اذانين صلاة بين كل اذانين صلاة بين كل اذانين صلاة لمن شاء.

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے اور ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے اس شخص کے واسطے جو پڑھنا چاہے۔

اخبرنا اسحق بن ابراهيم قال انبانا ابوعامر حدثنا شعبة عن عمرو بن عامر الانصارى عن انس بن مالك قال كان المؤذن اذا اذن قام ناس من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم فيبتدرون السوارى يصلون حتى يخرج النبى صلى الله عليه وسلم وهم كذالك ويصلون قبل المغرب ولم يكن بين الاذان والاقامة شئى.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ جب مؤذن اذان دیتا تو نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ کھڑے ہوتے پھر ستونوں کی طرف جلدی کرتے اور نماز پڑھتے یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ نکلتے درآنحالیکہ وہ لوگ نماز میں ہوتے اور لوگ مغرب سے سے پہلے نماز پڑھتے حالانکہ اذان اور اقامت کے درمیان زیادہ وقت کا فاصلہ نہیں گزرتا۔

تشریح: علامہ سندھیؒ نے لکھا ہے کہ اذانین سے مراد اذان اور اقامت ہے جیسا کہ مصنفؒ نے ترجمہ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے اس حدیث اور اس جیسی دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھنے کی ممانعت نہیں بلکہ دو رکعتوں کا پڑھنا مستحب ہے واجب نہیں کیوں کہ تیسری مرتبہ فرمایا ''لمن شاء'' یعنی جو شخص اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعت پڑھنا چاہے وہ پڑھ لے اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ دو رکعتیں جن کے اذان اور اقامت کے درمیان پڑھنے کا ذکر حدیث میں آیا ہے واجب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

یہی مضمون دوسری حدیث میں بھی آیا ہے چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ستونوں کی آڑ میں نماز پڑھنے کی غرض سے سبقت کرتے تھے اور نماز مغرب سے پہلے مختصر دو رکعتیں پڑھتے تھے تاکہ نماز مغرب میں تاخیر نہ ہو پھر حضور اکرم ﷺ حجرہ سے نکلتے اور صحابہ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے اور ان کے اس عمل پر انکار نہیں فرماتے بلکہ انہیں نماز کی حالت پر

قائم رکھتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ابن الملکؒ نے کہا کہ ارشاد مبارک کہ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے کو اذان اور اقامت کے درمیان نفل پڑھنے پر رغبت دلانے کے لئے بطور تاکید کئی مرتبہ فرمایا تیسری مرتبہ میں فرمایا ''لمن شاء'' یہ اس لئے فرمایا تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ نماز مؤذن کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ عام ہے۔ لیکن ملا علی قاریؒ کہتے ہیں زیادہ ظاہر یہی ہے کہ جملہ مذکورہ اس لئے فرمایا تا کہ معلوم ہو جائے یہ نماز مستحب ہے واجب نہیں۔ بہر حال ان روایات سے امام شافعیؒ وغیرہ کے قول کی تائید ہوتی ہے کہ ان کے ہاں مغرب میں بھی اذان کے بعد اقامت سے پہلے دو رکعت نماز مستحب ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نماز مغرب سے پہلے نفل نماز کو مکروہ کہتے ہیں آپ کے اس قول کی تائید حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہوتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر دو اذانوں کے درمیان دو رکعتیں ہیں ''خلا صلاۃ المغرب'' یعنی سوائے نماز مغرب کے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (مرقات: ۱۶۵ مزید تفصیل پیچھے گزر چکی ہے)

التشدید فی الخروج من المسجد بعد الاذان

اذان کے بعد مسجد سے نکلنے پر سخت وعید کا بیان

اخبرنا محمد بن منصور عن سفیان عن عمرو بن سعید عن اشعث بن ابی الشعثاء عن ابیه قال رأیت اباهریرة ومر رجل فی المسجد بعد النداء حتی قطعه فقال ابوهریرة اما هذا فقد عصیٰ اباالقاسم صلی الله علیه وسلم.

ابو الشعثا یعنی سلیم بن اسود سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ایک شخص اذان کے بعد مسجد سے نکل گیا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس آدمی نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

اخبرنا احمدبن عثمان بن حکیم قال حدثنا جعفر بن عون عن ابی عمیس قال اخبرنا ابو صخرة عن ابی الشعثاء قال خرج رجل من المسجد بعد مانودی بالصلوٰة فقال ابوهریرة اما هذا فقد عصی اباالقاسم صلی الله علیه وسلم.

حضرت ابو الشعثاءؒ کہتے ہیں ایک آدمی مسجد سے نکل گیا بعد اس کے کہ اس میں نماز کے لئے اذان پڑھی گئی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس شخص نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

تشریح: مسجد کے باہر جو لوگ ہوتے ہیں ان کے لئے بھی اجابت اذان کا حکم ہے مگر چونکہ وہ آدمی مسجد میں تھا اور شاید یہ واقعہ مسجد نبوی میں پیش ہوا ہو اس لئے اس مسجد کا حق قائم ہو گیا اور جب اس مسجد کا حق وابستہ ہو گیا تو اذان کے بعد اس سے نکل جانا علامت نفاق ہے اس لئے اس سے منع کیا گیا اور جو شخص اذان کے بعد مسجد سے نکل گیا درحقیقت اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت کی خلاف ورزی کی اسی لئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اس

شخص نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی (ابوالقاسم حضور ﷺ کی کنیت ہے یعنی وہ نام جو آپ کے بیٹے قاسم کے تعلق سے بولا جائے) ملا علی قاریؒ نے کہا کہ مسند احمد کی روایت میں اتنا زائد ہے کہ پھر ابو ہریرہ ؓ نے فرمایا کہ ہمیں رسول ﷺ نے حکم دیا کہ جب تم مسجد میں ہو اور اس وقت نماز کے لئے اذان دی جائے تو تم میں سے کوئی مسجد سے نہ نکلے یہاں تک کہ نماز پڑھ لے۔ لیکن ابن ہمامؒ وغیرہ نے کہا کہ یہ وعید جو حدیث میں آئی ہے اس شخص کے لئے ہے جو کسی دوسری مسجد کی جماعت کا منتظم نہ ہو یعنی اگر کسی دوسری مسجد کا امام اذان کے بعد چلا جائے تو اس کے لئے یہ وعید نہیں۔

امام ترمذیؒ نے فرمایا کہ ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب تک مؤذن اقامت شروع نہ کرے مسجد سے نکل سکتا ہے۔ شاید اس کلام سے ان کی مراد یہ ہو کہ اگر کوئی ضرورت پیش آجائے تو اقامت شروع ہونے سے پہلے چلا جا سکتا ہے۔ اس پر سعید بن مسیبؒ کی حدیث مرسل دلالت کرتی ہے اس کو ابوداؤدؒ نے مراسیل میں نقل کیا ہے اس میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اذان کے بعد سوائے منافق کے کوئی شخص مسجد سے نہیں نکلتا مگر جس کو اس کی حاجت نے نکال دیا اور وہ واپس آنے کا ارادہ رکھتا ہو تو ایسی صورت میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اگر نماز پڑھ چکا ہے تو ظہر اور عشاء میں مسجد سے نکل جانے میں کوئی قباحت نہیں کیوں کہ وہ اللہ کے داعی یعنی مؤذن کا ایک مرتبہ جواب دے چکا ہے مگر جب مؤذن اقامت شروع کردے تو ظہر اور عشاء میں شریک ہونا چاہئے تا کہ ترک جماعت کی تہمت سے بچ جائے اور فجر ومغرب اور عصر میں حنفیہ کے قول کے موافق نکل جائے کیوں کہ ان نمازوں کے بعد ان کے یہاں نفل مکروہ ہے۔ فجر اور مغرب کو اکیلے پڑھ لینے کے بعد دوبارہ جماعت میں داخل ہونے کی ممانعت حدیث سے ثابت ہے چنانچہ دار قطنیؒ نے ایک حدیث صحیح ابن عمر ؓ کی روایت سے بیان کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم اپنے گھر میں نماز پڑھ لو پھر جماعت کی نماز پالو تو پڑھ لو مگر فجر میں شریک مت ہو۔ علماء حنفی نے لکھا ہے کہ عصر بھی فجر اور مغرب کے حکم میں داخل ہے۔ (بذل المجهود : ۱/۳۰۶. لمعات: ۱/۴۹۹)

امام مالکؒ فجر اور مغرب میں حنفیہ کے موافق ہیں امام شافعیؒ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے کہ سب نمازوں میں شریک ہوجائے۔ (اشعة اللمعات : ۱/۵۳۳)

اب رہی یہ بات کہ حدیث باب میں جس آدمی کے اذان کے بعد نکل جانے کا ذکر آیا ہے وہ کسی ضرورت سے نکل گیا تھا یا بلا ضرورت اس کے متعلق علامہ سندھیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ کو معلوم ہو گیا تھا کہ اس آدمی کا نکل جانا کسی ایسی ضرورت کی وجہ سے نہ تھا جو اس کے واسطے خروج کو جائز کر دیتی ہو جیسے وضو وغیرہ کی حاجت اسی لئے حضرت ابو ہریرہ ؓ نے فرمایا کہ اس شخص نے ابوالقاسم ﷺ کے حکم کی مخالفت کی ہے اور یہ قول ابو ہریرہ ؓ کا مرفوع کے حکم میں ہے کیوں کہ اس جیسی وعید کی بات صرف حضور اکرم ﷺ کی طرف سے جانی پہچانی جاسکتی ہے۔ (حاشية النسائی : ۱۲۹)

اور علامہ سیوطیؒ نے بھی قرطبی کے حوالہ سے ابو ہریرہ ؓ کے اس کلام کو حدیث مرفوع پر محمول کیا ہے کہ درحقیقت ابو ہریرہ ؓ نے اذان کے بعد مسجد سے نکلنے کی تحریم کو نبی کریم ﷺ سے سنا اس لئے "اما هذا فقد عصى

ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم'' کے الفاظ استعمال کئے۔

ایذان المؤذنین الائمة بالصلوٰة

مؤذنوں کا اماموں کو نماز کی اطلاع دینا

اخبرنا احمد بن عمرو بن السرح قال انبانا ابن وهب قال اخبرنی ابن ابی ذئب ویونس وعمرو بن الحرث ان ابن شهاب اخبرهم عن عروة عن عائشة قالت کان النبی صلی الله علیه وسلم یصلی فیما بین ان یفرغ من صلوٰة العشاء الی الفجر احدی عشرة رکعة یسلم بین کل رکعتین ویوتر بواحدة ویسجد سجدة قدرما یقرأ احدکم خمسین اٰیة ثم یرفع رأسه فاذا سکت المؤذن من صلوٰة الفجر وتبین له الفجر رکع رکعتین خفیفتین ثم اضطجع علی شقه الایمن حتی یأتیه المؤذن بالاقامة فیخرج معه وبعضهم یزید علی بعض فی الحدیث۔

عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد سے فجر تک کے درمیانی وقت میں گیارہ رکعتیں پڑھتے ہر رکعت پر سلام پھیرتے اور ایک رکعت کے ساتھ وتر پڑھتے اس رکعت میں یا ان رکعات کے سجدوں میں سے ہر ایک سجدہ ثم میں سے ایک شخص کے پچاس آیتیں پڑھنے کے برابر طویل ہوتا تھا پھر اپنا سر اٹھاتے پھر جب مؤذن نماز فجر کی اذان سے چپ ہوتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے فجر ظاہر ہوتی تو ہلکی دو رکعتیں یعنی سنت فجر پڑھتے پھر داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مؤذن آتا اطلاع دینے کے واسطے پھر اس کے ساتھ نماز کے لئے نکلتے اس حدیث کو بعض راویوں نے اختصار کے ساتھ اور بعض نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔

اخبرنا محمد بن عبدالله بن عبدالحکم عن شعیب عن اللیث قال حدثنا خالد عن ابن ابی هلال عن مخرمة بن سلیمان ان کریبا مولیٰ ابن عباس اخبره قال سألت ابن عباس قلت کیف کانت صلوٰة رسول الله صلی الله علیه وسلم باللیل فوصف انه صلی احدی عشرة رکعة بالوتر ثم نام حتیٰ استثقل فرأیته ینفخ واتاه بلال فقال الصلوٰة یارسول الله فقام فصلی رکعتین بالناس ولم یتوضأ۔

مخرمہ بن سلیمان سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا آزاد کردہ غلام کریب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کس طرح تھی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر سمیت گیارہ رکعتیں پڑھیں پھر سو گئے حتی کہ غلبہ نیند کی وجہ سے گہری نیند آ گئی میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خراٹے لیتے دیکھا اور بلال رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا پھر عرض کیا ''الصلوٰة یارسول الله'' یارسول اللہ جماعت تیار ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور دو رکعتیں سنت فجر کی پڑھیں اور لوگوں کو نماز پڑھا دی اور وضو نہیں کیا۔

تشریح :ان روایات سے مصنفؒ نے اس مسئلہ کو ثابت کیا ہے کہ اگر مؤذن خصوصیت کے ساتھ امام کو نماز کی اطلاع دے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ جائز ہے۔ بخاری ومسلم کی روایت میں آیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ سخت بیمار ہوئے آپ ﷺ کے پاس بلال رضی اللہ عنہ نماز کی اطلاع دینے کے لئے آیا حضور ﷺ نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہہ دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھادے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ اگر مؤذن اپنے امام کو نماز کی اطلاع دے تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔ یہ صورت حنفیہ اور شافعیہ دونوں کے یہاں جائز ہے چنانچہ شرح المہذب میں ہے کہ امراء اور حکام کو نماز کے لئے بلانا جائز ہے۔ (۲۴/۳)

اور حنفیہ کے یہاں امام ابویوسفؒ وغیرہ نے اس کو جائز قرار دیا ہے چنانچہ صاحب ہدایہ رحمہ اللہ نے امام ابویوسف کا قول نقل کیا ہے انہوں نے کہا کہ میں اس میں کوئی حرج نہیں دیکھتا کہ مؤذن سب نمازوں میں مسلمانوں کے امیر اور حاکم کو یوں کہے ''السلام علیکم ایھا الامیر ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ حی علی الصلوٰۃ وحی علی الفلاح الصلوٰۃ یرحمک اللہ'' امام ابویوسفؒ نے امراء کو اس اعلام کے ساتھ اس لئے خاص کیا کہ مسلمانوں کے امور میں ان کو زیادہ اشتغال ہوتا ہے لہٰذا ان کو اس طرح سے خاص اطلاع دیدی جائے تاکہ ان کی جماعت فوت نہ ہو جائے لہٰذا یہ اعلام گویا تعاون علی البر والتقویٰ کے باب سے ہے۔

صاحب ہدایہؒ نے اس کے ساتھ اور جزئیات ملائے چنانچہ فرمایا ''وعلی ھذا القاضی والمفتی'' اسی حکم پر ہیں قاضی اور مفتی کیوں کہ وہ بھی مسلمانوں کے کاموں میں زیادہ مشغول رہتے ہیں۔ بہرحال صاحب ہدایہؒ اور قاضی خانؒ وغیرہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے امام ابویوسفؒ کا قول اختیار کیا لیکن امام محمدؒ نے اس اطلاع خاص کو دور از قیاس سمجھا ہے کیوں کہ جماعت کے معاملہ میں سب لوگ خواہ امیر ہو یا رعایا ہوں برابر ہیں پھر امیر اور حاکم کی کیا خصوصیت ہے۔ (ھدایہ)

صاحب بحر نے ابن الملک کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ امام محمدؒ کے ساتھ ہیں اور امام محمدؒ نے امام ابویوسفؒ پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ مجھے امام ابویوسفؒ پر تعجب ہے کہ انہوں نے خاص طور سے امراء کو اطلاع دینے کا قول اختیار کیا ہے اور ان کی طرف مائل ہوگئے آگے چل کر صاحب بحرؒ نے السراج الوہاج وغیرہ کے حوالہ سے لکھا ہے لیکن امام ابویوسفؒ کا یہ قول اپنے زمانہ کے امراء کے حق میں تھا کیوں کہ وہ رعایا کے امور میں مشغول رہتے تھے لیکن اگر ظلم اور فسق وفجور میں مشغول رہیں تو مؤذن کے لئے ان کے دروازے پر جانا جائز نہیں اور نہ ان کو اطلاع دی جائے گی البتہ امر بالمعروف اور نصیحت کے لئے جانے میں کوئی حرج نہیں۔ (بحر الرائق : ۱/۲۷۵)

اس حدیث باب سے دوسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ رات کی نماز یعنی تہجد میں دو دو رکعت میں سلام پھیرتے اس کی تائید دوسری روایت سے ہوتی ہے چنانچہ فرمایا ''صلاۃ اللیل مثنی مثنی'' کہ رات کی نماز دو رکعت دو رکعت ہیں اور ایک رکعت کے ساتھ وتر کرتے جیسا کہ اس حدیث میں آیا ہے کہ ''ویوتر بواحدۃ'' حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ اسی سے معلوم

ہوتا ہے کہ اقل وتر الگ ایک رکعت ہے یہی قول ائمہ ثلاثہ کا ہے۔ علامہ سندھیؒ محقق عالم ہونے کے ساتھ ساتھ وسیع الظرف ہیں چنانچہ انہوں نے حنفی ہونے کے باوجود بات انصاف کی کہی لکھا ہے کہ ''ویسلم بین کل رکعتین الخ'' سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وتر ایک رکعت کے ساتھ جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ فجر کی دو رکعت سنت کے بعد لیٹنا نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔ (حاشیة النسائی : ۲/۳۰)

مزید بحث وتر کے متعلق آگے اپنی جگہ پر آئے گی ابن الملکؒ وغیرہ نے کہا کہ فجر کی دو رکعت سنت کے بعد داہنی کروٹ پر شب بیداری کی تھکن سے راحت لینے کے لئے لیٹتے تھے تاکہ طبیعت کی نشاط کے ساتھ فرض پڑھ سکیں لہٰذا قول مختار یہ ہے کہ لیٹنا مستحب ہے اور امام نوویؒ نے بھی فجر کی دو رکعت کے بعد لیٹنے کو مستحب کہا۔ ملا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ بعض لوگوں کا یہ قول کہ فرض اور سنت کے درمیان فصل کے لئے لیٹتے تھے درست نہیں کیوں کہ حضور اکرم ﷺ سنت گھر میں پڑھتے تھے اور فرض مسجد میں۔

(مرقات : ۲/۱۲۱)

عنوان کے تحت کی دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نیند سے جاگنے کے بعد دو رکعت یعنی سنت فجر پڑھی پھر لوگوں کو فرض پڑھا دیا اور وضو نہیں کیا علامہ سندھیؒ نے اس کی توضیح میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا سونا ناقض وضو اور حدث نہیں تھا کیوں کہ حضور ﷺ کا قلب نہیں سوتا تھا۔ اس کی تائید روایت سے ہوتی ہے فرمایا ''تنام عینای ولا ینام قلبی'' کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا قلب نہیں سوتا۔ امام نوویؒ وغیرہ نے کہا کہ یہ حضور اکرم ﷺ کی خصوصیات میں سے تھا کہ حضور ﷺ کا وضو نیند سے نہیں ٹوٹتا تھا اس میں احادیث صحیحہ وارد ہوئی ہیں۔

(بذل المجهود : ۱/۱۲۵ ملخصًا)

اقامة المؤذن عند خروج الامام

امام کے نکلنے کے وقت مؤذن کا اقامت کہنا

اخبرنا الحسين بن حريث قال حدثنا الفضل بن موسىٰ عن معمر عن يحيىٰ بن ابى كثير عن عبدالله بن ابى قتادة عن ابيه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قيمت الصلوٰة فلاتقوموا حتى ترونى خرجت.

عبداللہ بن ابی قتادہ نے اپنے والد سے روایت کی ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز کے واسطے تکبیر کہی جائے تو تم مت کھڑے ہو یہاں تک کہ تم مجھے دیکھ لو کہ حجرے سے نکل رہا ہوں۔

تشریح: علامہ سندھیؒ نے لکھا ہے کہ ''فلاتقوموا الخ'' ارشاد میں شاید اس قیام سے ممانعت فرمائی ہو جس میں کھڑے کھڑے امام کا انتظار کیا جائے لیکن صفیں وغیرہ درست کرنے کے لئے کھڑا ہونا منع نہیں ہے بہرحال یہ حدیث امام کو

دیکھنے سے پہلے جواز اقامت پر دلالت کررہی ہے لہٰذا اس روایت پر جو ترجمہ رکھا ہے اس کے اور حدیث کے درمیان مناسبت نہیں۔**فلیتامل و اللہ تعالیٰ اعلم**

مظاہر حق میں ہے کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ جب تکبیر کہنے والا ''**حی علی الصلوٰۃ** '' کہے اس وقت مقتدی کھڑے ہوں شاید کہ باہر تشریف لانا حجرے سے حضور ﷺ کا اسی وقت ہوتا ہوگا۔

کتاب المساجد

الفضل فی بناء المساجد

تعمیر مساجد کی فضیلت

اخبرنا عمروبن عثمان قال حدثنا بقیة عن بحیر عن خالد بن معدان عن کثیر بن مرة عن عمروبن عبسة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من بنی مسجداً یذکر الله عزوجل فیه بنی الله له بیتا فی الجنة.

عمروبن عبسة رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جوشخص اس غرض سے مسجد بناوے کہ اس میں اللہ بزرگ وبرتر کا ذکر کیا جاوے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے بہشت میں گھر بناتا ہے۔

تشریح: بخاری کی روایت میں اتنا زیادہ ہے''یبتغی فیه وجه الله ''یعنی خالص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے واسطے مسجد بنادے نہ کہ لوگوں کو دکھانے کے واسطے۔اسی لئے علامہ ابن الجوزیؒ نے کہا کہ جوشخص اپنا نام مسجد کے درودیوار پر لکھے جس کی وہ تعمیر کررہا ہے اس کا یہ فعل اس کے عدم اخلاص پر دلیل ہے اور بنی اللہ میں بناء کی اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف بطور مجاز ہے۔
(کذا قال علامه السیوطیؒ)

بہرحال حدیث سے معلوم ہوا کہ جوشخص خلوص دل سے محض اللہ کی رضا کے لئے مسجد بنادے وہ اس فضیلت کا مستحق ہوگا جو حدیث میں بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے بہشت میں عالیشان گھر بناتا ہے لیکن اگر نام ونمود اور دکھاوا کی غرض سے بناوے تو وہ شخص اس فضیلت کا مستحق نہیں ہوسکتا۔

المباحاة فی المساجد

مسجد کی تعمیر میں ایک دوسرے کے مقابلہ پر فخر کرنا

اخبرنا سوید بن نصر قال انبانا عبدالله بن المبارک عن حماد بن سلمة عن ایوب عن ابی قلابة عن انس ان النبی صلی الله علیه وسلم قال من اشراط الساعة ان یتباهی الناس فی المساجد.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ لوگ تعمیر مساجد میں ایک دوسرے مقابلہ پر فخر کریں گے۔

تشریح: مطلب حدیث یہ ہے کہ بطور فخر نام ونمود اور دکھاوا کے ایک دوسرے سے بڑھ کر بڑی بڑی شاندار

مسجدیں بنائیں گے اور سادگی سے ہٹ کر ان کی خوب سجاوٹ کریں گے تاکہ لوگ ان کی تعریف کریں ایسی تعمیر مسجد کا عمل اللہ تعالیٰ کی نظر میں پسندیدہ نہیں اس کو حدیث میں قیامت کی علامتوں میں سے شمار کیا گیا ہے۔(مرقات ،مظاهر حق)

علامہ سندھیؒ نے لکھا ہے کہ ایسی مسجدوں کا وجود اور ظہور اس حدیث کی صداقت پر شہادت دے رہا ہے لہٰذا یہ آنحضرت ﷺ کے معجزات میں سے ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔علامہ سندھی نے بالکل درست فرمایا اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حدیث حضور ﷺ کے معجزہ کی نشاندہی کر رہی ہے کیوں کہ اس حدیث میں حضور ﷺ نے اپنے بعد آئندہ واقعہ کی خبر دی جس کی اس دور میں تعمیر مساجد نے تصدیق کر دی کہ امیر اور بااثر لوگ زور زبردستی لوگوں سے چندے وصول کرتے ہیں اس سے عجیب وغریب اور حیرت انگیز شکل پر تعمیر کرتے ہیں اور ازحد ان کی سجاوٹ کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ایک دوسرے کے مقابلہ پر فخر کرتے ہیں اسی لئے اس نوعیت کی مسجدوں کا وجود قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور حضور اکرم ﷺ کے معجزات میں سے ایک روشن معجزہ ہے۔

ذکر أی مسجد وضع اولا

سب سے پہلے کونسی مسجد بنائی گئی اس کا بیان

اخبرنا علی بن حجر قال حدثنا علی بن مسهر عن الاعمش عن ابراهیم قال کنت أقرأ علی ابی القرآن فی السکة فاذا قرأت السجدة سجد فقلت یا أبت أتسجد فی الطریق فقال انی سمعت أبا ذر یقول سألت رسول الله صلی الله علیه وسلم ای مسجد وضع اولا قال المسجد الحرام قلت ثم ای قال المسجد الاقصی قلت وکم بینهما قال اربعون عاما والارض لک مسجد فحیثما ادرکت الصلوٰة فصل.

اعمش نے ابراہیم سے روایت کی وہ کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے روبرو راستہ میں قرآن پڑھتا جب میں آیت سجدہ تلاوت کرتا تو میرے والد سجدہ کرتے میں نے کہا اباجی آپ راستے میں سجدہ کرتے ہیں تو انہوں نے فرمایا بیشک میں نے ابوذر ؓ سے سنا وہ کہتے تھے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا سب سے پہلے کونسی مسجد بنائی گئی حضور ﷺ نے فرمایا مسجد حرام میں نے عرض کیا پھر کونسی حضور ﷺ نے فرمایا مسجد اقصیٰ میں نے عرض کیا ان دونوں کے درمیان کتنی مدت کا فاصلہ ہے حضور ﷺ نے فرمایا چالیس سال کا اور ساری زمین تیرے لئے مسجد ہے پس جہاں کہیں تجھ کو نماز کا وقت پالے وہاں نماز پڑھ لے۔

تشریح: یہاں اشکال یہ ہے کہ کعبہ کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور مسجد اقصیٰ کے بانی حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں اور ان دونوں میں ہزار برس سے بھی زیادہ مدت کا فاصلہ ہے چالیس برس کا فاصلہ کیوں فرمایا اس کا جواب ابن الجوزیؒ نے یہ

دیا ہے کہ اس حدیث میں اول بناء اور مسجد کی بنیاد رکھنے پر اشارہ ہے اور پہلے کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نہیں بنایا اور نہ پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس بنایا کیوں کہ منقول ہے کہ اول شخص جس نے کعبہ بنایا وہ حضرت آدم علیہ السلام تھے اس کے بعد ان کی اولاد زمین میں پھیلی تو ہوسکتا ہے کہ ان کی اولاد میں سے کسی نے بیت المقدس بنایا ہو اور اس میں چالیس برس کا فرق ہو اس کے بعد دوبارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنایا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس۔

علامہ ابن حجرؒ نے کہا کہ تاریخ سے بے خبر ہونے کی وجہ سے لوگوں کو اشکال پیش آیا کیوں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کی تجدید کی تھی تاسیس نہیں کی اس کی بنیاد حضرت یعقوب علیہ السلام نے رکھی ان کے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کعبہ کے بعد تو ہوسکتا ہے اس میں چالیس برس کا فرق ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (مرقات: ۲/ ۲۹۹، مظاہر حق: ۲۵۴)

اسی حدیث میں یہ بھی فرمایا کہ ساری زمین تیرے لئے عبادت کی جگہ ہے جہاں نماز کا وقت ہو جائے وہاں نماز پڑھ لو۔ گذشتہ امتوں کو ان کی عبادت گاہوں میں عبادت کا پابند بنایا گیا تھا تمہارے لئے ایسی کوئی پابندی نہیں تمہارے لئے یہی حکم ہے کہ جہاں نماز کا وقت ہو جائے نماز پڑھ لو بشرطیکہ زمین جس حالت میں بنائی گئی اسی حالت اصلیہ پر قائم رہے اور زمین کی حالت اصلیہ پاک صاف ہے غرض کہ بس نماز کی جگہ کا پاک ہونا شرط ہے اور اگر ناپاک ہو جائے تو ایسی زمین پر نماز جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (حاشیة النسائی)

فضل الصلوة فی المسجد الحرام

مسجد حرام میں نماز کی فضیلت

اخبرنا قتیبة قال حدثنا اللیث عن نافع عن ابراهیم بن عبدالله بن معبد بن عباس أن میمونة زوج النبی صلی الله علیه وسلم قالت من صلی فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم فانی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول الصلوٰة فیه افضل من الف صلوٰة فیما سواه الا مسجد الکعبة.

نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں نماز پڑھے (اس کی بڑی فضیلت ہے) کیوں کہ بیشک میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے سنا کہ نماز مسجد نبوی میں افضل ہے ہزار نماز سے بہ نسبت اور مسجدوں کے سوائے مسجد کعبہ کے۔

تشریح: اس حدیث میں مسجد کعبہ کو مستثنیٰ کیا ہے اس استثناء کے معنی میں اختلاف ہوا بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسجد نبوی میں نماز افضل ہے مسجد حرام میں نماز کے مقابلہ میں بدون الف صلوٰۃ کے یعنی مسجد نبوی میں نماز بہ نسبت اور مسجدوں کے ہزار نماز سے افضل ہے مگر بہ نسبت مسجد حرام کے بغیر الف صلوٰۃ کی قید کے مطلقاً افضل ہے۔ اور ابن عبدالرحمٰن نے اہل حدیث کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز مسجد حرام میں افضل ہے اس نماز سے جو

مدینہ کی مسجد میں پڑھی جائے پھر اس کی تائید میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع پیش کی کہ نماز میری اس مسجد میں یعنی مسجد نبوی میں افضل ہے ہزار نماز سے بہ نسبت اور مسجدوں کے سوائے مسجد حرام کے کیوں کہ مسجد حرام مسجد نبوی سے افضل ہے اس میں ایک نماز لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔(ذکرہ السیوطیؒ فی حاشیة الترمذی)

الصلوٰة فی الکعبة

کعبہ میں نماز پڑھنے کا بیان

اخبرنا قتیبة قال حدثنا اللیث عن ابن شھاب عن سالم عن ابیه قال دخل رسول الله صلی الله علیه وسلم البیت ھو واسامة بن زید وبلال وعثمان بن طلحة فأغلقوا علیھم فلما فتحھا رسول الله صلی الله علیه وسلم کنت أول من ولج فلقیت بلالاً فسألته ھل صلی فیه رسول الله صلی الله علیه وسلم قال نعم صلی بین العمودین الیمانیین.

سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسامہ بن زید اور بلال اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کعبہ میں داخل ہوئے پھر اس کا دروازہ بند کر دیا پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا دروازہ کھولا تو سب سے پہلے میں داخل ہوا تو بلال رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوگئی میں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا جی ہاں دو یمانی ستونوں کے درمیان نماز پڑھی۔

تشریح:اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کعبہ کے اندر نماز جائز ہے اس سے حنفیہ اور ان کے موافقین کے مسلک کی تائید ہوتی ہے دروازہ اس واسطے بند کیا تا کہ کامل خشوع اور سکون قلب کے ساتھ نماز وغیرہ کے افعال ادا کر سکیں یا شاید لوگوں کی بھیڑ کے اندیشہ سے بند کیا ہو۔ یہ واقعہ فتح مکہ کے سال کا ہے جیسا کہ بخاری کی روایت میں واضح طور پر اس کا بیان آیا ہے۔ (کتاب الجہاد میں ملاحظہ کیجئے)

بہر حال اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی لیکن امام بخاری وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے جو حدیث بیان کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے اندر نماز نہیں پڑھی بظاہر تعارض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث مثبت ہے یعنی نماز کے عمل کو ثابت کرتی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کے ثبوت سے انکار کرتی ہے لہٰذا حدیث بلال رضی اللہ عنہ کو حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ پر ترجیح دی جائے گی۔(بذل المجھود:۱۹۹/۳، ۲۰۰)

اور بعض حضرات نے ایک اور جواب یہ دیا ہے کہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے مگر نماز نہیں پڑھی پھر اگلے دن داخل ہوئے اور نماز پڑھی جیسا کہ دار قطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے اندر داخل

ہوئے پھر باہر تشریف لائے اور بلال ﷛ حضور ﷺ کے پیچھے تھے میں نے بلال ﷛ سے پوچھا کیا حضور ﷺ نے نماز پڑھی بلال ﷛ نے کہا نہیں پھر اگلے دن داخل ہوئے تو میں نے سوال کیا بلال ﷛ سے، کیا حضور ﷺ نے نماز پڑھی تو جواب دیا جی ہاں دو رکعتیں پڑھیں۔ (یہ جواب شرح النقایہ : ۱/۱۴۴ سے نقل کیا گیا ہے) واللہ تعالیٰ اعلم

فضل المسجد الاقصی والصلوٰة فیه

مسجد اقصیٰ اور اس میں نماز پڑھنے کی فضیلت کا بیان

اخبرنا عمرو بن منصور قال حدثنا ابومسهر قال حدثنا سعید بن عبدالعزیز عن ربیعة بن یزید عن ابی ادریس الخولانی عن ابن الدیلمی عن عبدالله بن عمرو عن رسول الله صلی الله علیه وسلم ان سلیمان بن داؤد علیه السلام لما بنی بیت المقدس سأل الله عزوجل خلالاً ثلاثة سأل الله عزوجل حکما یصادف حکمه فأوتیه وسأل الله عزجل ملکا لاینبغی لأحد من بعده فاوتیه وسأل الله عزوجل حین فرغ من بناء المسجد ان لا یاتیه احد لاینهزه الا الصلوٰة فیه ان یخرجه من خطیئة کیوم ولدته امه.

حضرت عبداللہ بن عمرو ﷛ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں جب سلیمان ابن داؤد ﷤ نے بیت المقدس کی تعمیر کی تو اللہ عزوجل سے تین چیزوں کی درخواست کی اللہ عزوجل سے مقدمات کے ایسے فیصلے کی درخواست کی جو اس کے حکم کے مطابق ہوں وہ مانگی ہوئی چیز ان کو عطا کی گئی اور اللہ عزوجل سے درخواست کی ایسی حکومت کی جو ان کے بعد کسی کو میسر نہ ہو وہ درخواست قبول کی گئی اور اللہ عزوجل سے سوال کیا جبکہ مسجد کی تعمیر سے فارغ ہوئے کہ جو شخص اس مسجد میں صرف نماز پڑھنے کے ارادہ سے سفر کر کے آوے اس کو گناہ سے اس طرح پاک وصاف کر دے جیسے اپنی ماں سے پیدا ہونے کے دن ہوتا ہے۔

تشریح: ارشاد نبوی ﷺ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد اقصیٰ میں نماز کے ارادہ سے سفر کی اجازت ہے چنانچہ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ کی خادمہ میمونہ ﷝ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اس سفر کا کیا حکم ہے جو بیت المقدس میں نماز کی غرض سے کیا جائے حضور ﷺ نے فرمایا جاؤ اور اس میں نماز پڑھو۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ مسجد اقصیٰ میں نماز مثل ہزاروں نمازوں کے ہے پھر فرمایا اگر تم سفر کر کے وہاں جانے پر اور اس مسجد میں نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو تو روغن زیتون بھیج دو جس سے مسجد کی قندیلوں کو روشن کیا جاتا ہے کیوں کہ جو شخص اس مسجد میں روغن زیتون بھیج دے گا وہ مثل اس شخص کے ہے جس نے اس میں نماز پڑھی۔

فضل مسجد النبی صلی الله علیه وسلم والصلوٰة فیه

مسجد نبوی اور اس میں نماز پڑھنے کی فضیلت کا بیان

اخبرنا کثیر بن عبید قال حدثنا محمد بن حرب عن الزبیدی عن الزهری عن ابی سلمة بن

عبدالرحمن وابی عبدالله الاغرمولی الجهنیین وکانا من اصحاب ابی هریرة انهما سمعا اباهریرة یقول صلوٰة فی مسجد رسول الله صلی اللهعلیه وسلم افضل من الف صلوٰة فیما سواه من المساجد الا المسجد الحرام فان رسول الله صلی الله علیه وسلم آخر الانبیاء ومسجده آخر المساجد قال ابوسلمة وابو عبدالله لم نشک ان اباهریرة کان یقول عن حدیث رسول الله صلی الله علیه وسلم فمنعنا ان نستثبت اباهریرة فی ذٰلک الحدیث حتی اذا توفیٰ ابوهریرة ذکرنا ذٰلک وتلاومنا ان لاتکون کلمنا اباهریرة فی ذٰلک حتی یسنده الی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان کان سمعه منه فبینا نحن علی ذٰلک جالسنا عبدالله بن ابراهیم بن قارظ فذکرنا ذٰلک الحدیث والذی فرطنا فیه من نص ابی هریرة فقال لنا عبدالله بن ابراهیم اشهد انی سمعت اباهریرة یقول قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فانی آخر الانبیاء وانه آخر المساجد.

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور ابوعبداللہ اغر جو مولی ہیں جھنیین کے اور یہ دونوں حضرات ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے ہیں ان دونوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھنا دوسری مساجد میں ہزار نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے مگر مسجد حرام کیوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد آخری مسجد ہے، ابوسلمہ اور ابوعبداللہ فرماتے ہیں کہ ہم کو اس بارے میں کوئی شک نہیں تھا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے بیان کرتے ہیں اسی وجہ سے ہم نے اس حدیث کے متعلق ابو ہریرہ سے وضاحت نہیں چاہی حتی کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تو ہم نے اس کا ذکر کیا اور اپنی غفلت اور کوتاہی پر ایک دوسرے کو ملامت کی کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہم نے اس حدیث کے متعلق کیوں تحقیق نہیں کی تا کہ وہ اس حدیث کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سند بیان کر دیتے اگر انہوں نے اس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو پس اس پر ہمیں بہت افسوس ہوا ہم اسی حالت میں عبداللہ بن ابراہیم قارظ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ان سے ہم نے اس حدیث کے متعلق ذکر کیا اور اپنے اس قصور کو بھی جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے وضاحت طلب نہ کرنے کے بارے میں ہوا عبداللہ بن ابراہیم نے کہا میں گواہی دیتا ہوں بیشک میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد ہے۔

اخبرنا قتیبة عن مالک عن عبدالله بن ابی بکر عن عباد بن تمیم عن عبدالله بن زید قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم مابین بیتی ومنبری روضة من ریاض الجنة.

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان ایک باغ ہے بہشت کے باغوں میں سے۔

اخبرنا قتیبة قال حدثنا سفیان عن عمار الدهنی عن ابی سلمة عن ام سلمة ان النبی صلی الله علیه

وسلم قال ان قوائم منبری هذا رواتب الجنة.

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بیشک نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرے اس منبر کے پائے جنت میں نصب کئے ہوئے ہیں۔

تشریح: ارشادمبارکہ "**مابین بیتی و منبری الخ**" میں بیت سے مراسکونت کی جگہ ہے اور بعض نے کہا قبر مراد ہے کیوں کہ دوسری حدیث میں آیا ہے "**مابین قبری و منبری**" اور دونوں میں کوئی تعارض نہیں کیوں کہ حضورا کرم ﷺ کی قبر آپ کے گھر میں ہے اور بعض نے کہا کہ حضور کی مراد "**مابین بیتی و منبری**" سے محراب ہے کیوں کہ محراب منبر اور حضور ﷺ کے گھر کے درمیان ہے کیوں کہ حضور ﷺ کے حجرہ کا دروازہ مسجد کی طرف کھلا ہوا تھا۔اور طبرانی کی روایت میں آیا ہے "**مابین حجرتی و مصلای**"

بہرحال حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے یہی قول امام مالکؒ کا ہے اور انہوں نے فرمایا کہ روضہ بمعنی ٹکڑے کے ہے یعنی جو جگہ حضور ﷺ کے گھر اور منبر کے درمیان ہے ایک ٹکڑا ہے جو جنت سے نقل کیا گیا ہے پھر وہیں لوٹ جائے گا اور وہ مثل اور زمین کے فنا نہیں ہوگا اسی کو حافظ ابن حجرؒ نے اکثر علماء کا قول بتایا ہے اور بعضوں نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ بیت اور منبر کے درمیان جو جگہ ہے اس میں جو شخص نماز اور ذکر اللہ ادا کرے گا اس کی بدولت بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ میں داخل ہوگا جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے "**الجنة تحت اقدام الامهات**" یعنی جو شخص اپنی والدہ کی خدمت اور اس سے اچھا برتاؤ کرے گا اس کا یہ عمل دخول جنت کا سبب بنے گا ایسا ہی اس خاص جگہ میں جو منبر رسول اور حجرہ کے درمیان ہے عبادت کا عمل دخول جنت کا باعث ہوگا۔

علامہ تورپشتیؒ نے کہا کہ اس مبارک قطعہ کا نام روضہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ حضور ﷺ کی قبر زیارت کی کرنے والے اور وہاں کے رہنے والے فرشتے اور جن اور انسان ہمیشہ اس میں عبادت اور ذکر اللہ میں مشغول رہتے ہیں جب ایک جماعت جاتی ہے دوسری جماعت آتی ہے جیسے ذکر کے حلقوں کو ریاض جنت فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عنوان کے تحت کی تیسری حدیث جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اس میں رواتب جمع ہے راتبة کی رتب سے ماخوذ ہے جس کے معنی کھڑے رہنے کے ہیں تو مطلب حدیث کا یہ ہوا کہ وہ منبر جس جگہ پر کھڑا ہے وہ جنت سے ہے گویا اس کے پائے جنت میں ثابت ہیں۔

ذكر المسجد الذى اسس على التقوىٰ

اس مسجد کا بیان جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی

اخبرنا قتيبة قال حدثنا الليث عن عمران بن ابى انس عن ابن ابى سعيد الخدرى عن ابيه قال تمارى رجلان فى المسجد الذى اسس على التقوى من اول يوم فقال رجل هو مسجد قباء وقال الآخر

هو مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم هو مسجدی هذا.

حضرت ابو سعید خدری ﷛ کہتے ہیں کہ دو آدمی آپس میں اس مسجد کے بارہ میں جھگڑنے لگے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ایک آدمی نے کہا کہ وہ مسجد قباء ہے اور دوسرے نے کہا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد ہے پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ میری مسجد ہے۔

تشریح: پہلے دن سے مراد تعمیر و تاسیس کا پہلا دن، یا ہجرت کے بعد حضور ﷺ کے مدینہ میں فروکش ہونے کا پہلا دن ہے۔ **(کذا قال السهیلی)**

علامہ سیوطیؒ نے امام نوویؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث واضح طور پر بتارہی ہے کہ قرآن پاک کی آیت ''**لمسجد اسس علی التقویٰ الخ**'' جس مسجد کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد مسجد نبوی ہے اور بعض مفسرین کے اس قول کو مسترد کردیتی ہے جو کہتے ہیں کہ اس سے مرا مسجد قباء ہے اور علامہ عراقیؒ نے شرح ترمذی میں لکھا ہے کہ بلاشبہ ایسی احادیث بھی وارد ہوئی ہیں جو بتاتی ہیں کہ اس سے مراد مسجد قباء ہے لیکن حضرت ابو سعید خدریؓ کی یہ حدیث زیادہ راجح زیادہ صحیح اور زیادہ صریح ہے کہ مسجد نبوی مراد ہے۔ ابن عطیہؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ قصہ کی مناسبت سے مسجد قباء مراد ہے مگر حدیث کی موجودگی میں اس کا اعتبار نہیں ہوگا اور حدیث نے صراحت کردی کہ مراد اس سے مسجد نبوی ہے۔ **(زهر الربی : ۲/۳۷)**

یہاں ایک علمی شبہ ہے کہ حدیثوں میں وضاحت کے ساتھ آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور اکرم ﷺ مسجد قباء میں تشریف لے گئے اور اہل قباء سے پوچھا تم لوگ طہارت کیسے کرتے ہو تمہاری تعریف کی گئی۔ انہوں نے کہا کہ ہم پتھروں سے استنجاء کرکے پانی بھی لیتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا وہ یہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اسی سبب سے تمہاری تعریف کی ہے تم ایسا ضرور کیا کرو اس سے اور نیز سیاق آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ''**لمسجد اسس علی التقویٰ**'' سے مراد مسجد قباء ہے کیوں کہ مسجد ضرار کی تعمیر مسجد قباء کو نقصان پہنچانے کے لئے ہی کی گئی تھی، پھر اس حدیث باب کے کیا معنی کہ دو صحابیوں کی اس میں گفتگو ہوئی اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد میری یہ مسجد ہے یعنی مسجد نبوی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں جو بظاہر متبادر ہوتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ مسجد نبوی بھی ہے اور مقصود اس جواب سے دعویٰ اختصاص بمسجد قباء کو رد کرنا ہے اب رہا یہ کہ سیاق آیت اس سے انکار کرتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مدلول بعبارۃ النص تو مسجد قباء ہی ہے مگر مدلول بدلالۃ النص مسجد نبوی بھی ہے کیوں کہ جب صحابہ ﷺ کے بانی ہونے سے وہ ان اوصاف کی مصداق بن گئی تو جس مسجد کے حضور اکرم ﷺ بانی ہوں وہ ظاہر ہے کہ بدرجہ اولیٰ اس کی مصداق ہوگی اور نفی کرنا مسجد قباء کی حضور ﷺ کا مقصود نہیں خوب سمجھ لو۔ واللہ اعلم **(بیان القرآن : ۱۴۳)**

فضل مسجد قباء والصلاة فيه

مسجد قباء اور اس میں نماز پڑھنے کی فضیلت

اخبرنا قتيبة عن مالک عن عبدالله بن دينار عن ابن عمر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأتي قباء راكبا وماشياً.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد قباء میں سوار ہو کر اور پیدل بھی تشریف لے جاتے تھے۔

اخبرنا قتيبة قال حدثنا مجمع بن يعقوب عن محمد بن سليمان الكرماني قال سمعت ابا امامة بن سهل بن حنيف قال قال ابی قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من خرج حتى يأتي هذا المسجد مسجد قباء فصلى فيه كان له عدل عمرة.

حضرت ابوامامہ کہتے ہیں کہ میرے والد سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے گھر سے نکلتا ہے حتی کہ مسجد قباء میں آتا ہے پھر اس میں نماز پڑھتا ہے تو اس کو ایک عمرہ کے برابر ثواب ملتا ہے۔

تشریح: قباء ایک جگہ کا نام ہے مدینہ سے تین میل پر حضور اکرم ﷺ ہفتے کو اس میں تشریف لے جا کر دو رکعت تحیۃ المسجد یا اور کوئی نماز کہ تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو پڑھتے تھے۔ کیوں کہ بخاری و مسلم کی روایت میں "یأتی قباء کل سبت" اور "راکبا وماشیاً" کے بعد "فیصلی فیه رکعتین" کا لفظ آیا ہے۔ علامہ طیبیؒ نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ مساجد اور مواضع صلحاء کے ساتھ تقرب مستحب ہے اور زیارت ہفتے کے دن سنت ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مسجد قباء میں نماز پڑھنا مثل عمرے کے ہے۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص خوب اچھی طرح وضو کر کے مسجد قباء میں جاوے پھر اس میں دو رکعت نماز پڑھے اس کے واسطے عمرے کا ثواب ہے۔ اور ایک حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کر کے مسجد قباء میں داخل ہو پھر اس میں چار رکعت نماز پڑھے تو اسکو عمرے کے برابر ثواب ملتا ہے۔ بظاہر تعارض ہے اس کا جواب حافظ ابن حجرؒ نے یہ دیا ہے کہ دونوں قسم کی روایت میں اس طرح جمع کی جاسکتی ہے کہ ممکن ہے کہ پہلے چار رکعت پر عمرے کے ثواب کی بشارت سنائی ہو پھر اللہ نے اپنے بندوں پر آسان کیا اور ان پر فضل فرمایا کہ دو رکعت پر عمرے کا ثواب عطا کرنے کا وعدہ فرمایا۔

(مرقات: ۱۹۲/۲)

ماتشد الرحال اليه من المساجد

جن مساجد کی طرف سفر کی اجازت ہے ان کا بیان

اخبرنا محمد بن منصور قال حدثنا سفيان عن الزهری عن سعيد عن ابی هريرة عن رسول

اللہصلی اللہ علیہ وسلم قال لاتشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد مسجد الحرام ومسجدی ھذا ومسجد الاقصیٰ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ کجاووں کو نہ باندھو یعنی سفر نہ کرو مگر تین مسجدوں کی طرف مسجد حرام اور میری یہ مسجد اور مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس کی طرف۔

تشریح: علامہ سیوطیؒ نے حافظ ابن حجرؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ''لاتشد'' نفی ہے جو نہی کے معنی میں ہے۔ ''رحال'' جمع ہے رحل کی جس کے معنی ہیں کجاوہ اور سفری سامان تو شد رحال سے سفر کی طرف اشارہ کیا ہے اور مراد یہ ہے کہ سوائے تین مساجد کے یعنی مسجد حرام اور مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے کسی اور مسجد کی طرف سفر نہ کرو معلوم ہوا کہ ان تینوں مساجد کی طرف سفر بطور تقرب اور عبادت کے جائز ہے کیوں کہ ان کو بوجہ زیادتی مرتبہ اور فضیلت کے امتیازی شان حاصل ہے۔

مسجد حرام سے صحیح قول کے مطابق تمام حرم شریف مراد ہے اور مسجد نبوی سے مراد خاص طور سے مقام حدود مسجد ہے پورا حرم مراد نہیں اور مسجد اقصیٰ سے مراد بیت المقدس ہے مسافت میں مسجد حرام سے دور ہونے کی وجہ سے اقصیٰ کہتے ہیں۔ شیخ تقی الدینؒ نے کہا کہ سوائے ان جگہوں کے زمین کی سطح پر کوئی ایسا ٹکڑا نہیں جس کو اپنی اصلیت کے لحاظ سے کوئی امتیازی فضیلت حاصل ہوتا کہ اس کی طرف اس فضیلت کی وجہ سے سفر کو جائز قرار دیا جاسکے۔ البتہ ان تینوں جگہوں کے علاوہ اور جگہ کی طرف اس کی حقیقی اور اصلی فضیلت کے لحاظ سے نہیں بلکہ زیارت یا جہاد یا تحصیل علم وغیرہ کے لئے سفر کی اجازت ہے۔

(زھر الربی: ۳۸/۲)

علامہ سندھیؒ کی تقریر بھی تقریباً اس جیسی ہے انہوں نے فرمایا کہ شد رحال سے سفر کی طرف اشارہ کیا ہے تو ارشاد مبارک کا مطلب یہ ہے کہ ان تین مسجدوں کے علاوہ مساجد میں سے کسی اور مسجد کی طرف سفر کرنا مناسب نہیں لیکن تحصیل علم اور علماء اور صالحین کی زیارت اور تجارت وغیرہ کے لئے سفر کرنا ممانعت کے تحت داخل نہیں اسی طرح بغیر سفر کے دوسری مسجدوں کی زیارت مثلاً اہل مدینہ کے لئے مسجد قباء کی زیارت ممانعت کے تحت داخل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(حاشیۃ النسائی: ۳۸/۲)

مظاہر حق میں اس حدیث کے معنی کے بیان میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں اہل جاہلیت مکانات معظمہ کا قصد کرتے تھے کہ اپنے خیال میں ان مکانات کو بزرگ جانتے تھے اور زیارت کرتے تھے اور برکت حاصل کرتے تھے اور اس طرح کے قصد کرنے میں اور بزرگی جاننے میں تحریف اور فساد اس قدر ہے جو پوشیدہ نہیں اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فتنہ اور فساد کا دروازہ بند کیا تاکہ غیر دین کی نشانیاں دین کی نشانیوں کے ساتھ نہ مل جائیں اور غیر اللہ کی عبادت کے واسطے وسیلہ نہ ہو جائے اور میرے نزدیک حق یہ ہے کہ قبر اور اولیاء میں سے کسی ولی کی بندگی کرنے کی جگہ اور کوہ طور ممانعت میں سب برابر ہیں یعنی ان چیزوں کی طرف سفر نہ کرے۔ **(مظاہر حق: ۲۳۵/۱)**

اتخاذ البیع مساجد

عیسائیوں اور یہود کے عبادت خانوں کو مساجد بنانے کا بیان

اخبرنا هناد بن السری عن ملازم قال حدثنی عبدالله بن بدر عن قیس بن طلق عن ابیه طلق بن علی قال خرجنا وفداً الی النبی صلی الله علیه وسلم فبایعناه وصلینا معه واخبرناه انا بأرضنا بیعة لنا فاستوهبناه من فضل طهوره فدعا بماء فتوضأ وتمضمض ثم صبه فی اداوة وامرنا فقال اخرجوا فاذااتیتم ارضكم فاكسروا بیعتكم وانضحوا مكانها بهذا الماء واتخذوها مسجد اقلنا ان البلد بعید والحر شدید والماء ینشف فقال مدوه من الماء فانه لایزیده الا طیبا فخرجنا حتی قدمنا بلدنا فكسرنا بیعتنا ثم نضحنا مكانها واتخذنا ها مسجد افنا دینا فیه بالاذان قال والراهب رجل من طی فلما سمع الاذان قال دعوة حق ثم استقبل تلعة من تلاعنا فلم نره بعد.

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم وفد کی شکل میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے آپ ﷺ سے بیعت کی اور آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور ہم نے آپ ﷺ کو اس بات کی خبر دی کہ ہماری زمین میں ایک عبادت گاہ ہے پس ہم نے حضور ﷺ سے آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی مانگا حضور ﷺ نے پانی منگوایا پھر وضو کیا اور کلی کی پھر اس کو برتن میں ڈالا اور ہم سے فرمایا اب جاؤ جب تم اپنی زمین میں پہنچو تو ڑ ڈالو اپنے عبادت خانہ کو اور اس پانی کو اس جگہ چھڑک دو اور اس کو مسجد بناؤ ہم نے کہا کہ شہر دور ہے اور گرمی سخت ہے پانی خشک ہو جائے گا حضور ﷺ نے فرمایا اس کے ساتھ اور پانی ملا کر بڑھا لیا کرو بیشک یہ پانی زائد پانی کو بھی پاکیزہ اور برکت والا بنا دے گا پھر ہم نکلے یہاں تک کہ ہم اپنے شہر میں پہنچے ہم نے گرجا توڑ دیا پھر اس جگہ پر پانی چھڑک دیا اور اس کو مسجد بنا لیا پھر ہم نے اس مسجد میں اذان دی طلق بن علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس جو راہب تھا وہ آدمی قبیلہ طی سے تھا جب اس نے اذان سنی تو یہ بات کہی کہ یہ اذان حق کی دعوت ہے پھر وہ ہمارے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلہ کی طرف رخ کیا اس کے بعد ہم نے اس کو نہیں دیکھا۔

تشریح :اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گرجا توڑ کر اس جگہ مسجد کی تعمیر جائز ہے چنانچہ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ حنفی یمانی جو قوم نصاریٰ سے تھے مع وفد کے ہجرت کے پہلے سال میں نبی کریم ﷺ کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہوئے پھر آپ ﷺ سے بیعت اسلام کی تو انہوں نے چاہا کہ اپنی زمین میں جو ان کا گرجا تھا اس کو توڑ کر اس جگہ مسجد بنا لیں اس بارے میں حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا حضور ﷺ نے ان کو اس جگہ پر مسجد بنانے کی اجازت دیدی اور عبادت گاہ توڑ کر اس پر تبرکاً پانی چھڑکنے کے لئے حضور ﷺ سے وضو کا بچا ہوا پانی مانگا حضور ﷺ نے پانی منگوایا پھر وضو کیا اور جو پانی وضو میں استعمال کیا اس کو ایک چھوٹی مشک میں ڈالا اور فرمایا کہ اس پانی کو اس جگہ پر چھڑک دو حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے گرجا کو توڑ

کر پھر اس جگہ پر وہ پانی چھڑک دیا اور اس جگہ پر مسجد تعمیر کی اور ہم نے اذان دی جب ہماری اذان اس راہب نے سنی جو قبیلہ طی سے تھا تو اس نے کہا یہ اذان دعوت حق ہے پھر وہ ایسا غائب ہو گیا کہ ہم نے اس کو کبھی نہیں دیکھا۔

علامہ سندھیؒ نے لکھا ہے کہ راہب کی یہ بات کہ یہ اذان دعوت حق ہے اس کی تصدیق اور اس کے ایمان پر دلالت کرتی ہے اور جب وہ پہلی دفعہ دعوت حق سن کر مشرف بایمان ہوا تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو غیبی رجال کے ساتھ لاحق کر دیا ہو۔

(حاشیة النسائی)

ملا علی قاریؒ نے حافظ ابن حجرؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے وضو کے بچے ہوئے پانی کے ساتھ برکت حاصل کرنا اور اس کو اپنے شہر میں لے جانا درست ہے ویسا ہی آب زمزم کا حکم ہے اس کو بطور تبرک اور شہروں میں لے جانا جائز ہے کیوں کہ حضور اکرم ﷺ امیر مکہ سے آب زمزم منگواتے تھے تا کہ اس سے اہل مدینہ برکت حاصل کریں اور اسی پر قیاس کیا جاتا ہے حضور اکرم ﷺ کے وارث علماء اور صالحین کی چیزوں کے استعمال کو کہ ان سے بھی تبرک جائز ہے بشرطیکہ حد سے تجاوز نہ کرے۔ **(مرقات : ۲/۲۰۴)**

نبش القبور واتخاذ أرضها مسجداً

قبروں کو کھود کر ان کی زمین کو مسجد بنانا

اخبرنا عمران بن موسیٰ قال حدثنا عبدالوارث عن ابی التیاح عن انس بن مالک قال لما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزل فی عرض المدینة فی حی یقال لھم بنوعمرو بن عوف فأقام فیھم اربع عشرة لیلہ ثم ارسل الی ملأمن بنی النجار فجاؤا متقلدی سیوفھم کأنی انظر الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی راحلته وابوبکر ردیفه وملأ من بنی النجار حوله حتی ألقی بفناء ابی ایوب وکان یصلی حیث ادرکته الصلوٰة فیصلی فی مرابض الغنم ثم امر بالمسجد فارسل الی ملأمن بنی النجار فجاؤا فقال یابنی النجار ثامنونی بحائطکم ھٰذا قالوا واللہ لانطلب ثمنه الا الی اللہ عزوجل قال انس وکانت فیه قبور المشرکین وکانت فیه خرب وکان فیه نخل فامررسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بقبورالمشرکین فنبشت وبالنخل فقطعت وبالخرب فسویت فصفوا النخل قبلة المسجد وجعلوا عضادیته الحجارة وجعلوا ینقلون الصخر وھم یرتجزون ورسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم معھم وھم یقولون.

اللھم لاخیر الا خیر الاخرة فانصر الانصار والمُھاجر.

حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو مدینہ کے ایک کنارے

میں بنوعمرو بن عوف کے محلہ میں چودہ روز قیام فرمایا پھر بنی نجار کے سرداروں کے پاس پیغام بھیجا وہ لوگ تلواریں اٹھائے حاضر ہوئے حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں رسول اللہ ﷺ کی طرف کہ اپنی اونٹنی پر تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اور بنی نجار کے سردار حضور ﷺ کے اردگرد تھے یہاں تک کہ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے احاطہ مکان میں فروکش ہوئے اور تعمیر مسجد سے پہلے رسول اللہ ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جہاں نماز کا وقت ہوتا وہاں نماز پڑھتے تھے چنانچہ بکریوں کے باندھنے کی جگہ میں نماز پڑھتے تھے پھر لوگوں کو تعمیر مسجد کا حکم دیا پس کسی قاصد کو بنی نجار کے سرداروں کے پاس بھیجا وہ حاضر خدمت ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بنی نجار تمہارے اس باغ کو قیمت کے عوض دیدو انہوں نے کہا واللہ ہم اس کی قیمت طلب نہیں کریں گے مگر اللہ بزرگ و برتر کے پاس یعنی آخرت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس باغ میں مشرکین کی قبریں تھیں اور اس میں ٹوٹے ہوئے مکانات کے نشانات تھے اور اس میں کھجور کے درخت تھے پس رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ مشرکین کی قبروں کو اکھیڑ دیا جائے پس کھود کر ہڈی وغیرہ کو نکال دیا گیا اور کھجور کے درختوں کو کاٹ دیا گیا اور کھنڈرات کو برابر کیا گیا پھر کھجور کے درخت کو مسجد کے سامنے کی سمت برابر کر کے کھڑا کیا اور اس کے دونو بازو میں پتھر رکھ دیئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم چٹان اٹھا اٹھا کر لاتے تھے اور وہ اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے ساتھ یہ شعر پڑھتے تھے "**اللھم لا خیر الا خیر الآخرۃ - فانصر الانصار والمھاجر** " یاالٰہی آخرت کی خیر کے علاوہ اور کوئی خیر اور بھلائی نہیں پس انصار اور مہاجرین کی مدد فرما۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس زمین کے اندر مشرکین کی قبریں ہوں انہیں کھود کر ہڈی وغیرہ نکال دینے سے وہ زمین پاک ہو جاتی ہے پھر اس پر مسجد کی تعمیر جائز ہے جس جگہ پر مسجد نبوی تعمیر کی گئی وہ جگہ بھی ایسی تھی کہ اس میں مشرکین کی قبریں تھیں انہیں کھود کر ہڈی وغیرہ کو نکال دیا گیا پھر اس جگہ پر مسجد بنائی گئی ستون اس کے درخت کھجور کے تھے اور چھت کھجور کی ٹہنیوں کی یہ جگہ کس کی ملکیت تھی اہل سیر اور بخاریؒ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے دو یتیم بچوں کی تھی جن کا نام سہل اور سہیل تھا دونوں اسعد بن زرارہ کی پرورش میں تھے اور ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے قیمت نہیں لی لیکن بخاریؒ کی روایت میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس باغ کو ان دونوں سے بطور ہبہ قبول کرنے سے انکار فرما دیا یہاں تک کہ اس کو ان دونوں سے خرید لیا۔ دونوں روایات میں کوئی مخالفت نہیں کیوں کہ جب حضور ﷺ نے ان دونوں یتیم بچوں سے بطور ہبہ قبول نہیں کیا تو انہوں نے اس باغ کو حضور ﷺ سے فروخت کر دیا اور حافظ ابن حجرؒ نے ابن سعدؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان دونوں کو قیمت ادا کر دے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو دس دینار دیدیئے۔

(بذل المجهود : ۲/۲۶۲)

النهی عن اتخاذ القبور مساجد

قبروں کومساجد بنانے سے منع فرمایا

اخبرنا سوید بن نصر قال انبانا عبدالله بن المبارک عن معمرویونس قالا قال الزهری اخبرنی عبیدالله بن عبدالله عن عائشة وابن عباس قالا لمانزل برسول الله صلی الله علیه وسلم فطفق یطرح خمیصة وجهه فاذا اغتم کشفها عن وجهه قال وهو کذالک لعنة الله علی الیهود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائهم مساجد.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ دونوں کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض الموت نازل کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم چہرہ پر چادر ڈالتے پس جب سانس حلق میں اٹک جاتا تو چادر چہرے سے ہٹا لیتے اسی حالت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود اور نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو انہوں نے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا۔

اخبرنا یعقوب ابن ابراهیم قال حدثنا یحیی قال حدثنا هشام بن عروة قال حدثنی ابی عن عائشة ان ام حبیبة وام سلمة ذکرتا کنیسة رأتاها بالحبشة فیها تصاویر فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان اولئک اذاکان فیهم الرجل الصالح فمات بنوا علی قبره مسجداً وصوروا تیک الصور اولئک شرار الخلق عند الله یوم القیامة.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کنیسہ یعنی یہود و نصاریٰ کے عبادت خانہ کا ذکر کیا جو ان دونوں نے حبشہ میں دیکھا تھا اس میں تصویریں تھیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ وہ لوگ جب ان میں کوئی نیک آدمی مرتا تو اس کی قبر پر مسجد بناتے اور اس مسجد میں (صلحاء) کی تصویریں بناتے، وہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔

تشریح: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ قبروں کو سجدہ گاہ بنانا حرام ہے اس ناشائستہ فعل پر پہلی روایت میں لعنت کی وعید فرمائی اور دوسری روایت میں بروز قیامت اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہونے کی وعید آئی ہے۔ وعید کی یہ بات موت کی بیماری کے وقت کیوں فرمائی، اس بارے میں علامہ طیبیؒ نے لکھا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوگیا کہ موت نزدیک پہنچی اور امت کی طرف سے خطرہ محسوس کیا کہ خدانخواستہ قبر شریف کو سجدہ کریں جیسے یہود و نصاریٰ انبیاء کی قبروں کو سجدہ کرتے ہیں اس لئے اس کے منع ہونے پر تنبیہ فرمائی تاکہ یہود و نصاریٰ کی مشابہت سے پرہیز کریں اور سجدہ گاہ بنانا جو سبب لعنت ہے وہ دو طرح پر ہوتا ہے ایک یہ کہ یہود و نصاریٰ انبیاء کی قبروں کو ان کی تعظیم کے لئے سجدہ کرتے تھے یہ تو شرک جلی ہے جیسے بت پرستی اور دوسرے یہ کہ وہ انبیاء کے دفن کی جگہوں میں نماز اور سجدہ اللہ کے لئے کرتے تھے لیکن یہ اعتقاد کرتے تھے کہ نماز میں ان کی

قبروں کی طرف متوجہ ہونا اللہ کی عبادت ہے اوراس کی رضا اور قرب کا ذریعہ ہے یہ شرک خفی ہے یعنی پوشیدہ شرک اس لئے کہ عبادت کا یہ طریقہ تعظیم مخلوق کو متضمن ہے جس کی اجازت نہیں دی گئی اس لئے حضورا کرم ﷺ نے اپنی امت کو اس سے منع فرمایا۔

غرض کہ اس ارشاد مبارکہ مذکورہ سے حضورا کرم ﷺ اپنی امت کو اس باعث لعنت فعل سے ڈراتے تھے جس کے یہود ونصاریٰ مرتکب ہوئے۔(مرقات :/٢٠٢)

یہاں پر اشکال یہ ہے کہ اس حدیث میں نصاریٰ کا کیوں ذکر فرمایا حالانکہ ان کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اب تک وفات ہی نہیں ہوئی اور جب ان کی وفات ہی نہیں ہوئی تو ارشاد مبارکہ ''لعن اللہ الیھود والنصاریٰ الخ'' کے تحت نصاریٰ کو کیسے داخل فرمایا۔اس کا جواب علامہ سندھیؒ نے یہ دیا ہے کہ نصاریٰ میں انبیاء غیر مرسلین جیسے ایک قول کے مطابق حضرت مریم علیھا السلام اور حوارییں تھے ان کی قبروں کو نصاریٰ نے سجدہ گاہ بنالیا تھا۔یا حدیث میں انبیاء سے مراد انبیاء اوران کے بزرگ تابعدار ہیں اس پر صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ ''قبور انبیائھم و صالحیھم مساجد'' دلالت کرتے ہیں کہ یہود ونصاریٰ نے اپنے پیغمبروں اور نیک بخت لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔یا حدیث میں ''اتخذوا'' کا لفظ آیا ہے اس سے اتخاذ عام مراد ہے خواہ ایجاد کرنے کے طور پر ہو یا اتباع کے طور پر تو یہود نے نئی رسم غیر اللہ کی عبادت کی ایجاد کی اور نصاریٰ نے ان کی پیروی کی اور اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ نصاریٰ پیغمبروں کی ایک جماعت کی قبروں کی تعظیم کرتے تھے جن کی یہود تعظیم کرتے تھے اب حدیث میں ذکر نصاریٰ پر کوئی اشکال نہیں۔(حاشیة النسائی: ٢/ ٤١. زھر الربی ٢/ ٤١)

الفضل فی اتیان المساجد

مسجدوں میں آنے کی فضیلت

اخبرنا عمرو بن علی قال حدثنا ابن ابی ذئب قال حدثنا الاسود بن العلاء بن جاریة الثقفی عن ابی سلمة ھو ابن عبدالرحمن عن ابی ھریرة عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال حین یخرج الرجل من بیته الی مسجد فرجل تکتب حسنة ورجل تمحو سیئة.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس وقت آدمی اپنے گھر سے مسجد کی طرف نکلتا ہے تو ہر ایک قدم پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور دوسرے قدم پر ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔

النھی عن منع النساء من اتیا نھن المساجد

عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے روکنے کی ممانعت کا بیان

حدثنا اسحق بن ابراھیم قال انبانا سفیان عن الزھری عن سالم عن ابیه قال قال رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم اذا استأذنت امرأة احدکم الی المسجد فلا یمنعها.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کی عورت مسجد میں جانے کی اجازت طلب کرے تو اس کو نہ روکے۔

تشریح: امام نوویؒ نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ "فلا یمنعها" نہی کراہت تنزیہی پر محمول ہے اور بیہقیؒ نے کہا کہ یہی قول اکثر علماء کا ہے مگر حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ عورتوں کے مسجد کی طرف نکلنے میں مردوں کے ساتھ مسجد یا راستہ میں اختلاط ضرور ہوگا یا زیب وزینت اور سنوار کر نکلنے میں فساد کا بہت اندیشہ ہے لہٰذا عورتوں کے لئے نکلنا حرام ہے اور شوہر ان کو نکلنے کی اجازت نہ دے اور امام یا نائب امام پر ان عورتوں کو باز رکھنا واجب ہے۔ مظہر اور ابن الملک نے کہا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کے لئے عورتوں کا مسجد کی طرف نکلنا جائز ہے لیکن ہمارے زمانے میں مکروہ ہے۔ ملا علی قاریؒ کہتے ہیں اس کی تائید بخاری ومسلم کی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہوتی ہے کہ اگر رسول اکرم ﷺ اس بے اعتدالی کو دیکھتے جو عورتوں نے پیدا کی ہے تو ضرور ان کو منع کرتے جیسے نبی اسرائیل کی عورتوں کو منع کیا گیا تھا۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی تائید ہوتی ہے کہ عورتوں کو نکلنے سے منع کیا گیا ہے مگر بوڑھیوں کو میلے پرانے کپڑوں میں۔ (رواہ البیهقی)

یہ حدیث صحابی سے مروی ہے جو مرفوع کے حکم میں ہے لہٰذا اس حدیث سے حدیث باب کے عموم نفی کو مخصوص کیا جائے گا اسی طرح حدیث صحیح مسلم کہ تم اللہ تعالیٰ کی باندیوں کو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں سے مت منع کرو۔ اس کے عموم نفی کو بھی اس حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مخصوص کیا جائے گا یعنی صرف بوڑھی عورتوں کو اجازت دینے کے ساتھ عموم نفی مراد نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (مرقات: ۵۶/۳)

فقہاء میں سے امام ابوحنیفہؒ کا یہی قول ہے کہ ان کے نزدیک بوڑھی عورتیں تین اوقات یعنی فجر ومغرب اور عشاء میں نماز کے لئے نکل سکتی ہیں اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک تمام نمازوں میں بوڑھی عورتیں نکل سکتی ہیں ان تینوں حضرات کے اقوال صاحب ہدایہ نے دلائل عقلیہ کے ساتھ نقل کئے ہیں وہاں ملاحظہ کیجئے۔

لیکن الکافی وغیرہ کے حوالہ سے شارحین نے متاخرین مشائخ کا یہ فتویٰ نقل کیا ہے کہ بوڑھی عورتوں کو بھی تمام اوقات میں منع کیا جائے گا کیوں کہ فساد کھلا ہوا ظاہر ہے اب یہ فتویٰ تینوں اماموں کے قول کے مخالف ہے۔ صاحب بحر نے اوپر کی بات نقل کرنے کے بعد لکھا ہے "**فالاعتماد علی مذهب الامام**" کہ اعتماد امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر کریں گے۔ (۳۸۰/۱)

بعض شارحین ہدایہ نے لکھا ہے کہ جو قول مذکور صاحب ہدایہ نے دلیل کے ساتھ نقل کیا ہے وہ امام ابوحنیفہؒ کے زمانہ میں رواج ہوگا اور اب وہ امن کی حالت روزانہ کے اوقات میں نہیں رہی لہٰذا القول متاخرین علماء سب کے لئے نکلنا منع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

من یمنع من المسجد

مسجد سے کس کو روکا جائے اس کا بیان

اخبرنا اسحاق بن منصور قال حدثنا یحیی عن ابن جریج قال حدثنا عطاء عن جابر قال قال

رسول الله صلى الله عليه وسلم من اكل من هذه الشجرة قال اول يوم الثوم ثم قال الثوم والبصل والكراث فلا يقربنا فى مساجدنا فان الملائكة تتاذى مما يتأذى منه الانس.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اس درخت سے کھاوے پہلے روز فرمایا لہسن کھاوے پھر فرمایا جو شخص لہسن اور پیاز اور گندنا کھاوے وہ ہماری مسجدوں میں مسلمانوں کے قریب نہ ہو کیوں کہ فرشتے اس سے تکلیف پاتے ہیں جس سے آدمی تکلیف پاتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث میں لہسن اور پیاز پر شجر کا لفظ استعمال ہوا ہے حالانکہ تمام اہل لغت کے ہاں مشہور بات یہ ہے کہ تنہ دار درخت کو شجر اور بے تنہ دار پودے کو نجم کہتے ہیں۔ (**كذا قال الخطابیؒ**)

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ نے آیت قرآنی ''**والنجم والشجر يسجدان**'' کی تفسیر میں نجم اور شجر کی یہی تفسیر کی ہے لہٰذا اس حدیث میں ثوم (لہسن) وغیرہ پر شجرۃ کا استعمال بطور مجاز ہوا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کچا لہسن پیاز گندنا اور اس کے مثل کچی مولی وغیرہ بدبودار چیز کھا کر مسجد میں جانا منع ہے جس کی وجہ حضور اکرم ﷺ نے یہ بتائی کہ کچی پیاز وغیرہ کھا کر مسجد میں جانے سے فرشتوں کو بھی تکلیف پہنچتی ہے اور نمازیوں کو بھی۔ اور مسجد میں جانے کی ممانعت کا یہ حکم صرف مسجد نبوی کے ساتھ مخصوص نہیں جیسے کہ بعض لوگوں کا خیال ہے بلکہ تمام مسجدوں کا یہی حکم ہے اس کی تائید ابن جریج کی اس روایت سے ہوتی ہے جس کو مصنف عبدالرزاق میں نقل کیا ہے ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے سوال کیا کہ کیا ممانعت مسجد حرام کے لئے مخصوص ہے یا حکم ممانعت تمام مساجد کے لئے ہے انہوں نے فرمایا تمام مساجد کے لئے ہے۔ علامہ سندھیؒ نے لکھا ہے کہ ''**فی مساجدنا**'' کی قید لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ لہسن پیاز وغیرہ کھاتے ہیں ان کو بازاروں میں لوگوں کے قریب ہونے سے نہیں روکا گیا اس کی تائید شارع علیہ السلام کی بیان کردہ علت سے ہوتی ہے جو ''**فلا يقربنا فى مساجدنا**'' کے بعد خود حدیث کے اندر مذکور ہے کیوں کہ مساجد فرشتوں کے اجتماع کی جگہ ہیں نہ کہ بازار تو گویا اس ممانعت مذکورہ سے مقصود مساجد میں عبادت کے لئے حاضر ہونے والے فرشتوں کی رعایت ہے ورنہ انسان تو فرشتہ کی صحبت سے کبھی خالی نہیں ہوتا ہے لہٰذا اس علت کے پیش نظر کچی پیاز اور لہسن وغیرہ کا بالکل چھوڑ دینا انسان کے لئے مناسب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتح الملهم: ۲/۱۵۰، حاشية النسائى: ۲/۴۳)

من يخرج من المسجد

مسجد سے کس کو نکال دیا جائے اس کا بیان

اخبرنا محمد بن المثنى قال حدثنا يحيى بن سعيد قال حدثنا هشام قال حدثنا قتادة عن سالم بن ابى الجعد عن معدان بن ابى طلحة ان عمر بن الخطاب قال انكم ايها الناس تاكلون من شجرتين ما

أراهما اِلا خبيثتين هٰذا البصل والثوم ولقد رأيت نبى الله صلى الله عليه وسلم اذا وجد ريحهما من الرجل امر به فاخرج الىٰ البقيع فمن اكلهما فليمتهما طبخًا.

حضرت معدان بن ابی طلحہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب ﷺ نے فرمایا اے لوگوں تم ان دونوں درختوں سے کھاتے ہو یعنی اس پیاز اور لہسن کو میں ان کو دو خبیث چیز دیکھتا ہوں اور بلاشبہ میں نے اللہ کے نبی ﷺ کو دیکھا جب آپ ﷺ کسی شخص سے ان دونوں کی بدبو پاتے تو اس کو مسجد سے نکال دینے کا حکم فرماتے پس اس کو بقیع کی طرف نکال دیا جاتا پھر جو شخص ان کو کھانا چاہے تو پکا کران کی بدبو کو مار دے۔

تشریح : خبیث کلام عرب میں مکروہ چیز کو کہتے ہیں خواہ قول ہو یا فعل اور مال ہو یا طعام اور شراب ہو یا آدمی ہو سب کو شامل ہے۔ اس روایت میں حضرت عمر ﷺ نے پیاز اور لہسن کو دو خبیث ان کی بو ناپسند اور نامرغوب ہونے کی وجہ سے فرمایا پھر حضرت عمر ﷺ نے اپنے خطاب میں اس تأدیبی سزا کا ذکر فرمایا جو رسول اکرم ﷺ کے حکم سے دی جاتی تھی کہ جو کچی پیاز اور لہسن کھا کر مسجد میں جاتا اس کو بقیع کی طرف جو مدینہ میں ایک جگہ کا نام ہے نکال دیا جاتا، علامہ سندھیؒ نے لکھا ہے کہ بقیع کی طرف نکال دینا بطور تأدیب تھا جو شخص قابل نفرت بدبودار پیاز اور لہسن کھا کر مسجد میں داخل ہوتا اس کو تأدیبا بقیع کی طرف نکالدیا جاتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بہرحال اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جس آدمی کے منہ سے پیاز اور لہسن وغیرہ کی بدبو محسوس ہو اس کو مسجد سے نکال دیا جائے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کے لئے خلاف شرع چیز کو ہاتھ سے بند کرنا ممکن ہو اس کو ہاتھ سے بند کر دے۔ اب رہی یہ بات کہ پکی ہوئی پیاز اور لہسن کا کھانا کیسا ہے تو حضرت عمر ﷺ نے اس حدیث کے آخر میں بتا دیا کہ جو شخص پیاز اور لہسن کو کھانا ہی چاہے تو پکا کران کی بدبو دور کرے پکنے سے بدبو جاتی رہتی ہے لہٰذا اس کے کھانے میں کوئی کراہت نہیں۔ (فتح الملهم)

ضرب الخباء فى المساجد

مساجد میں خیمہ لگانے کا بیان

اخبرنا ابوداؤد قال حدثنا يعلىٰ قال حدثنا يحيىٰ بن سعيد عن عمرة عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اراد ان يعتكف صلى الصبح ثم دخل فى المكان الذى يريد ان يعتكف فيه فاراد ان يعتكف العشر الأواخر من رمضان فامرفضرب له خباء وأمرت حفصة فضرب لها خباء فلما رأت زينب خباء ها أمرت فضرب لها خباء فلما رأى ذالك رسول الله صلى الله عليه وسلم قال البرتردن فلم يعتكف فى رمضان واعتكف عشرا من شوال.

حضرت عائشہ ﷺ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں جب رسول اللہ ﷺ اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو صبح کی نماز پڑھتے

پھر اس مکان میں داخل ہوتے جس میں اعتکاف کا ارادہ رکھتے جب رمضان کے آخری عشرہ کے اعتکاف کا ارادہ کیا تو خیمہ لگانے کا حکم دیا آپ ﷺ کے لئے خیمہ لگایا گیا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حکم دیا ان کے لئے بھی خیمہ کھڑا کیا گیا پھر جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حفصہ رضی اللہ عنہا کے خیمہ کو دیکھا تو انہوں نے حکم دیا تو ان کے لئے بھی خیمہ کھڑا کیا گیا جب رسول اللہ ﷺ نے اس کو دیکھا تو فرمایا تم عبادت کا ارادہ نہیں رکھتی ہو بلکہ مقتضائے غیرت کو پورا کرنا چاہتی ہو پھر حضور ﷺ نے اس رمضان میں اعتکاف نہیں کیا اور شوال کے مہینہ میں دس دن اعتکاف کیا۔

اخبرنا عبیداللہ بن سعید قال حدثنا عبداللہ بن نمیر قال حدثنا ھشام بن عروۃ عن ابیه عن عائشة قالت اصیب سعد یوم الخندق رماہ رجل من قریش رمیة فی الاکحل فضرب علیه رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم خیمة فی المسجد لیعودہ من قریب.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ سعد رضی اللہ عنہ جنگ خندق میں زخمی ہو گئے قریش کے ایک آدمی نے ان کے بازو کی رگ پر تیر مارا تھا پس رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے مسجد میں خیمہ نصب کیا تا کہ قریب سے ان کی عیادت کر سکیں۔

تشریح: بظاہر اس حدیث کے الفاظ ''**اذا اراد ان یعتکف صلی الصبح الخ**'' سے معلوم ہوتا ہے کہ معتکف صبح کی نماز کے بعد اعتکاف میں بیٹھے گا چنانچہ بعض لوگوں نے ظاہر حدیث پر عمل کیا ہے مگر انہوں نے اس حدیث کو اکیسویں کی صبح سے اعتکاف شروع کرنے پر محمول کیا ہے جمہور علماء کا یہ مذہب نہیں ان کا مذہب یہ ہے کہ اعتکاف کی ابتداء اکیسویں رات کے شروع سے ہوگی کیوں کہ اصل یہ ہے کہ رات اپنے بعد والے دن کے تابع ہوتی ہے۔ اور جمہور علماء نے اس استدلال کا یہ جواب دیا ہے کہ بات بالکل واضح ہے کہ رسول اکرم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے اور اپنے اصحاب کو اس کی ترغیب دیتے تھے اور دس کا عدد بغیر راتوں کے ملائے بالکل پورا نہیں ہو سکتا لہٰذا آخر کے دس دنوں میں پہلی رات (اکیسویں شب) داخل ہوگی۔ نیز اعتکاف کا اہم مقصد شب قدر کی طلب ہے اور شب قدر کبھی اکیسویں شب کو ہوتی ہے جیسے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے لہٰذا معتکف کے لئے مناسب ہے کہ اعتکاف کی ابتداء اکیسویں شب سے کرے نہ کہ اس کے بعد سے۔ (**حاشیة النسائی لعلامة السندھی : ۲/۴۴**)

امام نووی نے اس کلام مذکور کا جمہور علماء کی طرف سے جواب دیتے ہوئے یہ توجیہ کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نیت اعتکاف کے ساتھ مغرب سے پہلے مسجد میں آتے تھے اور رات کو وہاں رہتے جب صبح کی نماز پڑھتے تو اس کے بعد اعتکاف کی جگہ میں داخل ہوتے تا کہ لوگوں سے الگ رہیں یہ مطلب نہیں کہ ابتدائے اعتکاف صبح کی نماز کے بعد سے ہوتی۔ امام نووی کی یہ تاویل اقرب الی الصواب ہے، لہٰذا بعض شارحین کا یہ اعتراض کہ امام نووی کی تاویل مخالف حدیث ہے بے وزن ہے۔ بہر حال حدیث سے ثابت ہوا کہ معتکف کے لئے مسجد میں خیمہ یا چادر وغیرہ نصب کرنا جائز ہے۔

ادخال الصبيان المساجد

بچوں کو مسجد میں داخل کرنا

اخبرنا قتيبة قال حدثنا الليث عن سعيد بن ابی سعيد عن عمروبن سليم الزرقی انه سمع اباقتادة يقول بينا نحن جلوس فی المسجد اذخرج علينا رسول الله صلی الله عليه وسلم يحمل امامة بنت ابی العاص بن الربيع وأمها زينب بنت رسول الله صلی الله عليه وسلم وهی صبية يحملها فصلی رسول الله صلی الله عليه وسلم وهی علی عاتقه يضعها اذا ركع ويعيدها اذا قام حتی قضی صلاته يفعل ذالک بها.

عمرو بن سلیم رزقی کہتے ہیں میں نے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے کہتے سنا کہ جب ہم مسجد میں بیٹھے تھے اچانک رسول اللہ ﷺ ابوالعاص بن ربیع کی بیٹی امامہ کو اٹھائے ہوئے تشریف لائے اور امامہ کی ماں رسول اللہ ﷺ کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا تھیں پس حضور ﷺ نے نماز شروع کی اور وہ بچی آپ کے کندھے پر تھی جب رکوع کرتے اس کو بٹھا دیتے جب سجدے سے اٹھتے تو اس کو کندھے پر اٹھا لیتے حتی کہ حضور ﷺ نے اپنی نماز پوری کی اس بچی کے ساتھ اس طرح کرتے رہے۔

تشریح: علامہ سندھیؒ نے لکھا ہے کہ فصلی کا عطف خرج پر ہے اور نماز باجماعت تھی جیسے بخاری ومسلم کی روایت میں صراحۃً "یؤم الناس" آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز جماعت کے ساتھ تھی اس سے معلوم ہوا کہ یہ فعل جو حدیث میں بیان کیا ہے فرض میں جائز ہے اسی کے جمہور ائمہ قائل ہیں لیکن بغیر ضرورت کراہت سے خالی نہیں اور حضور اکرم ﷺ کا فعل ضرورت کی وجہ سے تھا کیوں کہ اس بچی کی حفاظت کرنے والا کوئی نہ تھا اس لئے حضور ﷺ کو اس کی ضرورت پیش آئی یا بیان جواز کے لئے تھا کہ شریعت میں اس طرح کا فعل موجب فساد صلوٰۃ نہیں لیکن مالکیہ سے فرائض میں عدم جواز نقل کیا گیا ہے۔ امام نوویؒ نے کہا کہ بعض مالکیہ کا قول ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس حدیث میں جو فعل مذکور ہے وہ حضور ﷺ کے خصائص میں سے ہے اور بعض نے کہا کہ وہ ضرورت کی بناء پر تھا۔ یہ تمام اقوال باطل ہیں جن پر کوئی دلیل نہیں۔ کیا دیکھتے نہیں کہ حدیث میں قواعد شرع کے خلاف کوئی بات نہیں ہے کیوں کہ آدمی پاک ہے اور جو کچھ اس کے پیٹ کے اندر ہے اس کو درگذر کر دیا گیا ہے اور بچوں کے کپڑے اور ان کے بدن جب تک کہ ناپاک ہونے کا یقین نہ ہو پاک وصاف ہیں اور نماز کی حالت میں کوئی معمولی کام کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی ہے یا بدون پے درپے کے متفرق طور پر عمل کثیر سے بھی نماز باطل نہیں ہوتی ہے دلائل شرعی سے اس کی تائید ہوتی ہے اب اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نبی کریم ﷺ کا یہ فعل مذکور بیان جواز کے لئے تھا۔ (زهر الربیٰ وحاشية النسائی لعلامة السندهیؒ: ۴٦/۲)

ربط الاسير بسارية المسجد

قیدی کومسجد کے ستون کے ساتھ باندھنا

اخبرنا قتيبة حدثنا الليث عن سعيد بن ابى سعيد انه سمع اباهريرة يقول بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم خيلاقبل نجد فجاء ت برجل من بنى حنيفة يقال له ثمامة ابن أثال سيد اهل اليمامة فربط بسارية من سوارى المسجد مختصر.

سعید بن ابی سعید کہتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ ﷛ سے سنا وہ کہتے تھے رسول اللہ ﷺ نے گھوڑ سوار کونجد کی طرف بھیجا پس لشکر کے لوگ ایک آدمی کو بنی حنیفہ میں سے پکڑ لائے اس کو ثمامہ بن اثال اور اہل یمامہ کا سردار کہا جاتا تھا پھر اس کو مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا گیا۔اس حدیث کونسائی نے مختصر بیان کیا پوری حدیث صحیح مسلم میں ہے۔

ترجمہ کے تحت مفصل حدیث میں سے جتنا حصہ بیان کیا ہے اس کی مناسبت ترجمہ سے واضح ہے، یہی ثمامہ حضوراکرم ﷺ کے اخلاق سے متاثر ہوکر مسلمان ہوگئے تھے جن کا قصہ اسی حدیث مسلم میں مذکور ہے۔

ادخال البعير المسجد

اونٹ کومسجد میں داخل کرنا

اخبرنا سليمان بن داؤد عن ابن وهب قال اخبرنى يونس عن ابن شهاب عن عبيدالله بن عبدالله عن عبدالله بن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم طاف فى حجة الوداع على بعير يستلم الركن بمحجن.

حضرت عبداللہ بن عباس ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں اونٹ پر طواف کیا آپ ﷺ حجراسود کولاٹھی کے ساتھ بوسہ دیتے تھے۔

تشریح:اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ نے اونٹ پرسوار ہوکر طواف کیا اونٹ پرسوار ہوکر طواف مرض کی وجہ سے کیا جیسے امام محمدؒ نے کتاب آثار میں روایت کیا ہے یا ہجوم کی وجہ سے کیا بعض حضرات نے کہا کہ حضور ﷺ نے اونٹ پر سوار ہوکر جو طواف کیا یہ آپ کی خصوصیات میں سے تھا کیوں کہ ممکن ہے کہ حضور ﷺ کی سواری کو بوجہ آپ ﷺ کی کرامت کے طواف کی جگہ ملوث کرنے سے محفوظ رکھا گیا ہو لہٰذا حضور ﷺ پر دوسرے کو قیاس نہیں کیا جاسکتا ارشاد قرآنی ''ولیطوفوا'' سے انسان کا طواف مامور بہ ہونا ثابت ہوتا ہے لہٰذا جانور کا طواف اس کے قائم مقام نہ ہوگا۔

(حاشية النسائى: ۲/۴۷)

بہر حال پیادہ طواف کرنا واجب ہے بشرطیکہ کوئی مجبوری اور عذر مانع نہ ہو اس حدیث میں آیا ہے کہ مِحجن کے ساتھ حجر اسود کو بوسہ دیا تھا مِحجن اس چھڑی کو کہتے ہیں جس کا سر خمدار ہو تو بوجہ ازدحام کے چھڑی سے حجر اسود کو چھو کر اسی کو بوسہ دیتے تھے۔ مزید بحث کتاب الحج میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

النهی عن البیع والشراء فی المسجد وعن التحلق قبل صلوٰۃ الجمعة

مسجد میں خرید و فروخت کرنے اور نماز جمعہ سے پہلے حلقہ بنا کر بیٹھنا منع ہے

اخبرنا اسحق بن ابراهیم قال اخبرنی یحییٰ بن سعید عن ابن عجلان عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان النبی صلی الله علیه وسلم نهی عن التحلق یوم الجمعة قبل الصلوٰة وعن الشراء والبیع فی المسجد.

عمرو بن شعیب کے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جمعہ کے دن نماز جمعہ سے پہلے حلقہ بنا کر بیٹھنے سے منع کیا اور مسجد میں خرید و فروخت کرنے سے بھی منع کیا۔

تشریح: جمعہ کے دن نماز جمعہ سے پہلے مسجد میں حلقہ بنا کر بیٹھنے سے جو منع فرمایا اس کا سبب کیا ہے علماء نے اس کی مختلف وجوہ بیان کی ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ اگر لوگ نماز جمعہ سے پہلے حلقہ بنا کر بیٹھیں گے تو غالباً بات چیت کریں گے اور آواز بلند ہوگی تو ایسی حالت میں خطبہ نہیں سن سکیں گے حالانکہ ان کو خطبہ سننے کا حکم دیا گیا ہے اس کو ملا علی قاریؒ نے بعض علماء کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ اور تورپشتیؒ نے کہا کہ دو وجہ سے منع کیا ہے اول یہ کہ حلقہ بنا کر بیٹھنا نمازیوں کی ہیئت اجتماعی کے مخالف ہے دوسرے یہ کہ نماز جمعہ کے لئے جمع ہونا بڑا عمل ہے جب تک اس سے فارغ نہ ہوں دوسرے کام میں مشغول نہ ہونا چاہئے اور نماز جمعہ سے پہلے لوگوں کا حلقہ بنا کر بیٹھنا اس اہم عمل سے غفلت کا باعث ہوتا ہے جس کی طرف ان کو بلایا گیا ہے۔

شرح السنہ میں ہے کہ اس حدیث سے جمعہ کے دن نماز جمعہ سے پہلے علم یا کسی معاملہ پر گفتگو کرنے کے لئے حلقہ بنا کر بیٹھنے کی کراہت کا ثبوت ہوتا ہے لہٰذا اس سے پرہیز کرنا چاہئے بلکہ یہ وقت نماز اور ذکر میں مشغول رہنے اور خطبہ سننے کے لئے خاموش رہنے کا وقت ہے لیکن نماز جمعہ کے بعد حلقہ بنا کر بیٹھنا منع نہیں ہے۔ ملا علی قاریؒ نے علامہ خطابیؒ کے حوالہ سے ایک عجیب وغریب بات لکھی ہے کہ کوئی صاحب ”نهی عن الحلق قبل الصلوٰة یوم الجمعة“ میں لفظ الحلق کے لام کو سکون سے روایت کرتا تھا اور مجھے بتایا گیا کہ وہ چالیس سال تک اپنے سر کو نماز جمعہ سے پہلے نہیں مونڈتا تھا علامہ موصوف کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ وہ حَلَق لام کے زبر کے ساتھ حَلَقَۃٌ کی جمع ہے۔ (مرقات : ۲/۲۱۶)

علامہ سندھیؒ نے کہا کہ نماز جمعہ سے پہلے حلقہ بنا کر بیٹھنے سے اس لئے منع کیا گیا کہ اس سے قطع صفوف ہوتی ہے حالانکہ لوگوں کو صفیں بنانے اور جوڑنے کا حکم دیا گیا ہے اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ جس کو ترمذیؒ نے روایت کیا ہے کہ جب رسول

اکرم ﷺ منبر پر بیٹھتے تو ہم اپنے منہ کو آپ ﷺ کے سامنے کرتے۔ اس سے منبر کے اردگرد حلقہ بنا کر بیٹھنے کا جواز ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ صفوں میں بیٹھ کر خطبہ سننے کے لئے حضور ﷺ کی طرف متوجہ ہوتے اور یہ جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایک دن منبر پر بیٹھے اور ہم حضور ﷺ کے اردگرد بیٹھ گئے۔ (رواہ البخاری) اس میں یوم الجمعہ کا ذکر کہاں ممکن ہے کہ جمعہ کے علاوہ کسی اور دن بیٹھے ہوں۔ (حاشیة النسائی: ٢/٤٧، ٤٨)

النهى عن تناشد الاشعار فى المسجد

مسجد میں اشعار پڑھنے سے ممانعت کا بیان

اخبرنا قتيبة قال حدثنا الليث بن سعد عن ابن عجلان عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان النبى صلى الله عليه وسلم نهى عن تناشد الاشعار فى المسجد.

عمرو بن شعیب کے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک نبی کریم ﷺ نے مسجد میں اشعار پڑھنے سے منع فرمایا۔

تشریح: امام نسائیؒ نے اس عنوان کے ساتھ ہی دوسرا عنوان ''الرخصة الخ'' قائم کیا ہے جس سے بتانا چاہتے ہیں کہ مساجد میں اشعار کا پڑھنا ہر حالت میں منع نہیں ہے بلکہ پیغمبر علیہ السلام نے ایسے اشعار کے پڑھنے سے منع فرمایا کہ جن کا مضمون برا ہے لیکن جو اشعار اچھے ہیں جیسے ان میں توحید باری تعالیٰ ہو اور نعت رسول اکرم ﷺ ہو یا ان میں نصیحت کی باتیں ہوں ان کا پڑھنا مسجد میں منع نہیں ہے، چنانچہ امام بخاریؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے بیان کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے واسطے مسجد میں منبر رکھتے حضرت حسان رضی اللہ عنہ اس پر کھڑے ہوتے اور حضور ﷺ کی طرف سے مقابلہ کرتے کہ حضور ﷺ کی تعریف کرتے اور مشرکین کی ہجو کرتے تھے اور حضور ﷺ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ حسان رضی اللہ عنہ کی تائید کرتا ہے جب تک وہ حضور اکرم ﷺ کی طرف سے مقابلہ کرتا ہے۔ بہرحال دونوں قسم کی روایات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ غرض صحیح سے متعلق اشعار کا مساجد میں پڑھنا جائز ہے اور ایسے اشعار جن سے دین اور شعائر اسلام کی توہین ہوتی ہے اسی طرح عاشقانہ مضامین والے اشعار کا پڑھنا جائز نہیں ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ نہی تنزیہہ پر محمول ہے اور عدم ممانعت بیان جواز پر محمول ہے۔ (مرقات. مظاهر حق)

الرخصة فى انشاد الشعر الحسن فى المسجد

مسجد میں اچھے اشعار پڑھنے کی اجازت ہے

اخبرنا قتيبة قال حدثنا سفيان عن الزهرى عن سعيد بن المسيب قال مر عمر بحسان بن ثابت

وهو ینشد فی المسجد فلحظ الیه فقال قد انشدت وفیه من هو خیر منک ثم التفت الی ابی هریرة فقال اسمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اجب عنی اللهم ایده بروح القدس قال اللهم نعم.

سعید بن میسّبؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حسان بن ثابت پر گزرے اور وہ مسجد میں شعر پڑھ رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو گھورنے لگے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا بیشک میں نے اس مسجد میں اس شخص کو شعر سنایا جو آپ سے بہتر تھے پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور پوچھا کیا آپ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے سنا اے حسان میری طرف سے مشرکین کی ہجوم کا جواب دے یا الٰہی جبرائیل کے ساتھ حسان کی تائید فرما ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اے خدا ہاں۔

اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد فرماتے سنا اے حسان میری طرف سے مشرکین کی ہجوم کا جواب دے الخ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں اچھے اشعار کا پڑھنا منع نہیں ہے۔

النهی عن انشاد الضالة فی المسجد

مسجد میں گم شدہ چیز تلاش کرنے سے منع کرنا

اخبرنا محمد بن وهب قال حدثنا محمد بن سلمة عن ابی عبدالرحیم قال حدثنی زید بن ابی انیسة عن ابی الزبیر عن جابر قال جاء رجل ینشد ضالة فی المسجد فقال له رسول الله صلی الله علیه وسلم لا وجدت.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آیا وہ اپنی گم شدہ چیز کو مسجد میں تلاش کرنے لگا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے واسطے فرمایا تجھ کو اپنی چیز نہ ملے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گم شدہ چیز مسجد میں تلاش نہ کی جائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گم شدہ چیز مسجد میں تلاش کرنے والے پر واضح لفظ ''لا وجدت'' کے ساتھ بددعا فرمائی کہ تجھے تیری چیز نہ ملے۔ بعض حضرات نے اس لفظ سے نہی یعنی مت تلاش کر اور دعا یعنی تجھے اپنی چیز مل جائے گی دونوں چیزیں مراد لی ہیں جو تکلف سے خالی نہیں۔

اظهار السلاح فی المسجد

مسجد میں ہتھیار ظاہر کرنا

اخبرنا عبدالله بن محمد بن عبدالرحمن بن المسور الزهری مصری ومحمدبن منصور قالا حدثنا سفیان قال قلت لعمر وأسمعت جابرا یقول مر رجل بسهام فی المسجد فقال له رسول الله صلی الله

علیه وسلم خذ بنصالها قال نعم.

سفیانؒ کہتے ہیں میں نے عمرو بن دینارؒ سے پوچھا کہ کیا آپ نے حضرت جابر ﷛ سے یہ کہتے سنا کہ ایک آدمی تیر کے ساتھ مسجد میں گزرنے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا اس کی بھال پکڑ لے عمرو بن دینار نے کہا جی ہاں۔

تشریح: علامہ سندھیؒ نے لکھا ہے کہ صحیح مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آدمی تیر کو صدقہ کرنا چاہتا تھا مگر مسجد میں کھلا لے کر چلنے لگا جس سے کسی کے زخمی ہونے کا امکان تھا اس لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تیر کی بھال کو پکڑ لے تا کہ کسی آدمی کو زخمی نہ کر دے اسی طرح بازار وغیرہ کا حکم ہے جیسا کہ اس کا بیان اور حدیث میں آیا ہے۔(حاشیۃ النسائی : ۱/۴۹)

تشبیک الاصابع فی المسجد

مسجد میں تشبیک اصابع کرنا

اخبرنا اسحق بن ابراهيم قال انبانا عيسىٰ بن يونس قال حدثنا الاعمش عن ابراهيم عن الأسود قال دخلت اناوعلقمة على عبدالله بن مسعود فقال لنا أصلى هٰؤلآء قلنا لا قال قوموا فصلوا فذهبنا لنقوم خلفه فجعل احدنا عن يمينه والأخر عن شماله فيصلى بغير اذان ولا اقامة فجعل اذا ركع شبك بين اصابعه وجعلها بين ركبتيه وقال هكذا رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فعل.

اسود سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اور علقمہ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ کے پاس گئے انہوں نے ہم سے کہا کیا انہوں نے نماز پڑھی ہم نے کہا نہیں عبداللہ بن مسعود ﷛ نے کہا اٹھو نماز پڑھ لو اسود کہتے ہیں کہ میں اور علقمہ ان کے پیچھے کھڑے ہو گئے تو ابن مسعود ﷛ نے ہم میں سے ایک کو دائیں طرف کھڑا کیا اور دوسرے کو بائیں طرف پھر بغیر اذان اور اقامت کے نماز پڑھائی جب وہ رکوع کرتے تو دونوں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھتے اور فرمایا کہ اسی طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا۔

اخبرنا اسحق بن ابراهيم قال انبانا النضر قال انبانا شعبة عن سليمان قال سمعت ابراهيم عن علقمة والأسود عن عبدالله فذكر نحوهٗ.

اس حدیث کو شعبہ نے بھی سلیمان اعمش سے مثل حدیث عیسیٰ بن یونس کے بیان کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ نے علقمہ اور اسود کو نماز پڑھائی بغیر اذان اور بغیر اقامت کے نماز اپنے گھر میں پڑھائی تھی اور ابن مسعود ﷛ کا قول یہ ہے ''اذان الحی یکفینا'' کہ ہمارے لئے محلّہ کی مسجد کی اذان کافی ہے اس کو اثرم نے روایت کیا ہے۔ اور ایک روایت میں آیا ہے ''اقامة المصر تکفینا'' کہ اگر کوئی شہر کے اندر اپنے گھر میں نماز پڑھے تو اس کے لئے وہی اقامت کافی ہے جو شہر کی مسجد میں کہی جاتی ہے۔ بہر حال شہر کے اندر اپنے گھر میں

نماز پڑھنے کی صورت میں اذان اور اقامت افضل ہے لیکن اگر دونوں کو چھوڑ دیا تو بدلیل قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ جائز ہے اسی لئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بغیر اذان واقامت کے نماز پڑھائی۔(شرح النقایه : ۱/۶۳.هدایه: ۱/۹۲)

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ حضرت علقمہ اور اسود حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پیچھے کھڑے ہوئے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک کو دائیں طرف اور دوسرے کو بائیں طرف کھڑا کیا اور خود درمیان میں کھڑے ہو گئے حالانکہ حکم یہ ہے کہ اگر مقتدی ایک ہو تو امام کے دائیں طرف کھڑا ہو اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو امام کے پیچھے کھڑے ہوں اور امام آگے کھڑا ہو نہ کہ درمیان میں، تو اس کے بارے میں علامہ سندھیؒ نے لکھا ہے کہ اگر مقتدی دو ہوں تو درمیان میں کھڑے ہونے کا حکم پہلے تھا بعد میں منسوخ ہو گیا مگر ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو منسوخ ہونے کی خبر نہیں پہنچی۔ تیسری بات جو اس حدیث سے معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے رکوع میں تشبیک کی رکوع میں دونوں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھنے کو تشبیک کہتے ہیں اور جمہور ائمہ کے نزدیک یہ کسی وقت کا فعل تھا پھر منسوخ ہو گیا جس کی دلیل یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو فرمایا جب تو رکوع کرے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھ اور اپنی انگلیوں کو کشادہ رکھ اور اپنے ہاتھوں کو اپنے دونوں پہلو سے اٹھالے۔(رواه الطبرانی مطولا)

اور بخاری و مسلم میں ہے کہ مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھا تو مجھے میرے والد سعد بن ابی وقاص نے منع کیا اور کہا کہ ہم لوگ ایسا کرتے تھے پھر ہم کو اس سے منع کر دیا گیا کہ اپنے ہاتھوں کو رکوع کی حالت میں گھٹنوں پر رکھا کریں۔ غرض کہ ان روایات سے واضح ہو گیا کہ تشبیک کا فعل ابتدائے اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا شاید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو نسخ کی خبر نہیں پہنچی ہو گی اس لئے فعل سابق کے مطابق رکوع میں تشبیک کی۔ لیکن یہاں پر اشکال یہ ہے کہ اس حدیث میں مصنفؒ نے مسجد میں جواز تشبیک پر کیسے استدلال کیا جبکہ اس کا منسوخ ہونا روایات سے ثابت ہے۔ اس کا جواب علامہ سندھیؒ نے یہ دیا ہے کہ تشبیک کا فعل سنت رکوع ہونے کی حیثیت سے منسوخی سے یہ بات لازم نہیں آتی مسجد میں فعل تشبیک کا جواز منسوخ ہو جائے جس سے ثابت ہوا کہ مسجد میں فعل تشبیک جائز ہے اور جس فعل کا جواز ثابت ہوا اس کا جواز ناسخ جواز ظاہر ہونے تک باقی رہتا ہے "فلیتأمل"۔(حاشیة النسائی)

الاستلقاء فی المسجد

مسجد میں چت لیٹنے کا بیان

اخبرنا قتیبة عن مالک عن ابن شهاب عن عباد بن تمیم عن عمه انه رای رسول الله صلی الله علیه وسلم مستقلیا فی المسجد واضعا احدی رجلیه علی الأخریٰ.

عباد بن تمیم اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھ کر

چت لیٹے ہوئے دیکھا۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں اس طرح کا لیٹنا جائز ہے اور حضور ﷺ کا اس طرح لیٹنا کبھی کبھی بیان جواز کے لئے تھا لیکن بعض روایات میں اس طرح لیٹنے سے منع فرمایا۔ مطابقت کی صورت یہ ہے کہ جواز اور منع کا مدار ستر کے کھلنے اور نہ کھلنے پر ہے اگر ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھ کر چت لیٹنے کی حالت میں ستر کھل جانے کا خطرہ نہ ہو تو اس طرح لیٹنا جائز ہے اور اگر ستر کھل جانے کا خطرہ ہو تو جائز نہیں۔ (حاشیة النسائی لعلامة السندھیؒ)

النوم فی المسجد

مسجد میں سونے کا بیان

اخبرنا عبیداللہ بن سعید قال حدثنا یحییٰ عن عبیداللہ قال اخبرنی نافع عن ابن عمر انه کان ینام وھو شاب عزب لااھل له علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی مسجد النبی صلی اللہ علیه وسلم.

نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ جوان آدمی اور غیر شادی شدہ تھے وہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں نبی کریم ﷺ کی مسجد میں سوتے تھے۔

تشریح: اس حدیث سے مسجد میں سونے کا جواز معلوم ہوا جمہور کے یہاں مسجد میں سونا مطلقاً جائز ہے امام مالک کہتے ہیں کہ جس کے واسطے سکونت کی جگہ ہے اس کے لئے سونا مکروہ ہے اور جس کے لئے کوئی جگہ نہیں اس کے لئے مسجد میں سونا جائز ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے نوم شب اور دن کے قیلولہ میں فرق کیا ہے حالانکہ یہ حدیث عموم کو مقتضی ہے۔

(کذا فی حاشیة النسائی)

البصاق فی المسجد

مسجد میں تھوکنا

اخبرنا قتیبة قال حدثنا ابو عوانة عن قتادة عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم البصاق فی المسجد خطیئة وکفارتھا دفنھا.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اس تھوک کا دفن کر دینا۔

تشریح: مسجد کی زمین اور دیوار پر تھوکے نہیں کیوں کہ ایسی حرکت تعظیم مسجد کے خلاف ہے اگر کوئی اتفاقاً ایسی حرکت کرے تو اس کا گناہ دفع کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ اس تھوک کو مسجد کی مٹی یا ریت یا کنکر میں چھپا دے۔ اور رویانی نے کہا کہ

دفن سے مراد اس تھوک کو بالکل مسجد سے نکال دینا ہے اور علامہ سیوطیؒ نے حافظ ابن حجرؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ "فی المسجد فعل بصاق" کا ظرف ہے اور فاعل کا مسجد میں ہونا شرط نہیں حتی کہ اگر کوئی خارج مسجد سے مسجد کے اندر تھوکے تو اس صورت کو بھی ممانعت شامل کریگی اور قاضی عیاضؒ نے کہا کہ مسجد میں تھوکنا اس وقت گناہ ہوگا جب اس کو دفن نہیں کیا لیکن جو شخص دفن کے ارادہ سے تھوکے تو اس صورت میں تھوکنا گناہ نہیں اس قول کو امام نوویؒ نے مسترد کردیا ہے اور انہوں نے کہا کہ یہ تو صریح حدیث کے خلاف ہے۔(شرح السیوطیؒ)

بہرحال امام نوویؒ کی نظر میں یہ حدیث عام ہے جو سب صورتوں کو شامل ہے دفن کردینے کا ارادہ کرے یا نہ کرے بہر صورت مسجد میں تھوکنا گناہ ہے جس کا کفارہ وہ ہے جو حدیث میں بیان کیا گیا کہ اس تھوک کو مسجد کی مٹی میں چھپادے تعظیم مسجد کی رعایت سے ایسا کرنا کوئی گناہ نہیں اور الریاض میں امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ مٹی میں دفن کرنے کا حکم اس صورت میں ہے جبکہ مسجد کا فرش مٹی والا یا ریت والا ہو اور اگر پکے فرش پر کسی نے تھوکا یا بلغم تھوکا تو اس کو کسی چیز سے رگڑنے سے وہ دفن نہ ہوگا بلکہ فرش اور زیادہ گندا ہوگا اس کو فتح الملہم میں نقل کرنے کے بعد علامہ عثمانیؒ لکھتے ہیں لیکن جب تھوک کا نشان بالکل زائل ہوجائے تو پکے فرش پر سے تھوک کو رگڑ کر دور کرنے میں کوئی حرج نہیں اور حدیث عبداللہ بن شخیر "دلکہ بنعلہ" اسی طرح حدیث طارق "وبزق تحت رجلہ ودلک" کو اسی پر محمول کیا جائے گا یعنی اگر کوئی چٹائی یا دری یا پکے فرش پر مجبوری کی وجہ سے تھوکے پھر اس تھوک کو جوتے یا پاؤں سے رگڑ کر صاف کردے حتی کہ اس کا نشان بالکل باقی نہ رہے تو اس میں کوئی قباحت نہیں کیوں کہ اس صورت میں زیادہ گندا نہ ہوگا جیسے امام نوویؒ نے کہا۔(فتح الملھم)

النھی عن ان یتنخم الرجل فی قبلة المسجد

مسجد کے سامنے کی دیوار میں کھنکھارنے سے منع کرنے کا بیان

اخبرنا قتیبة عن مالک عن نافع عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم رأی بصاقا فی جدار القبلة فحکه ثم اقبل علی الناس فقال اذا کان احدکم یصلی فلا یبصقن قبل وجهه فان اللہ عزوجل قبل وجهه اذا صلی.

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبلہ کی جانب دیوار میں تھوک دیکھا آپ ﷺ نے اس کو کھرچا پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے سامنے کی طرف نہ تھوکے کیوں کہ جب کوئی بندہ نماز پڑھتا ہے تو اللہ بزرگ وبرتر اس کے سامنے ہوتا ہے۔

تشریح: آداب اور احترام مسجد کی رعایت ضروری ہے مسجد میں کوئی ایسی حرکت نہ کرے جو تعظیم مسجد کے خلاف ہو اگر مسجد میں کوئی کراہت والی چیز مثلاً تھوک اور بلغم وغیرہ پر نظر پڑے تو اس کو دور کردے خاص طور سے امام مسجد کے احوال کی دیکھ

بھال رکھے چنانچہ اس حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سمت قبلہ کی دیوار پر تھوک دیکھا آپ ﷺ نے اس کو کھرچ کر صاف کر دیا اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے زعفران منگوائی پھر اسے اس جگہ پر رگڑ دیا پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر یہ ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص الخ بعض روایات میں آیا ہے ''ان ربه بينه وبين القبلة '' کہ بے شک اس کا رب مصلی اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے۔

علامہ عینیؒ نے کہا کہ اس کلام کو اس کے ظاہر پر محمول کرنا درست نہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ مکان میں حلول سے پاک ہے لہٰذا یہ کلام تشبیہ کے طور پر فرمایا یعنی گویا اللہ تعالیٰ مصلی اور قبلہ کے درمیان ہے، بعض علماء نے کہا کہ یہاں مضاف محذوف ہے ''ای عظمة الله او ثواب الله ''، یعنی مصلی اور جانب قبلہ کے درمیان اللہ کی عظمت یا اللہ کا ثواب ہوتا ہے اور جانب قبلہ کی طرف تھوکنا گویا اس کا استحقار ہے لہٰذا سمت قبلہ کی طرف نہ تھوکے۔ علامہ سندھیؒ نے کہا کہ ارشاد مذکور ''فان الله عزوجل الخ '' کا مطلب یہ ہے کہ بندہ جب نماز پڑھتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے سرگوشی کرتا ہے اور دعا عرض والتجا کرتا ہے اور قبلہ کی جانب میں اللہ تعالیٰ بندہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس پر خصوصی توجہ فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس حیثیت سے گویا اس جانب میں ہے لہٰذا قبلہ کی طرف تھوکنا مناسب نہیں بہر حال تعلیل مذکور یعنی ''فان الله عزوجل قبل وجهه اذا صلى '' سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ قبلہ کی طرف تھوکنا حرام ہے خواہ مسجد میں ہو یا خارج مسجد میں خاص طور سے نماز کی حالت میں مصلی کا قبلہ کی جانب تھوکنا انتہائی ناپسندیدہ حرکت ہے جس کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ (فتح الملهم: ۲/۱۴۴. حاشية النسائى : ۲/۵۱)

ذكر نهى النبى صلى الله عليه وسلم عن ان يبصق الرجل بين يديه او عن يمينه وهو فى صلاته

اس بات کے بیان میں کہ نبی کریم ﷺ نے آدمی کو نماز کی حالت میں اپنے سامنے کی طرف یا دائیں طرف تھوکنے سے منع فرمایا

اخبرنا قتيبة قال حدثنا سفيان عن الزهرى عن حميد بن عبد الرحمن عن ابى سعيد الخدرى ان النبى صلى الله عليه وسلم رأى نخامة فى قبلة المسجد فحكها بحصاة ونهى ان يبصق الرجل بين يديه او عن يمينه وقال يبصق عن يساره او تحت قدمه اليسرى.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد کے سامنے کی دیوار میں بلغم دیکھا آپ ﷺ نے اس کو کنکر سے کھرچا اور آدمی کو اپنے سامنے کی طرف یا دائیں طرف تھوکنے سے منع فرمایا اور فرمایا اپنے بائیں طرف یا بائیں قدم کے نیچے تھوکے۔

تشریح: علامہ سندھیؒ نے ''وقال يبصق عن يساره '' کے تحت لکھا ہے کہ یہ کلام مطلق ہے یعنی بغیر قید کے وارد ہوا بظاہر اس سے حکم عمومی ثابت ہوتا ہے جو مسجد کو بھی شامل ہے اور غیر مسجد کو بھی کہ مسجد میں ہو یا خارج مسجد میں بائیں طرف تھوکے البتہ یہ واقعہ مسجد کا تھا جیسے حدیث سے معلوم ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ تعظیم مسجد کی وجہ سے اپنے سامنے کی طرف یا دائیں طرف تھوکنے سے منع نہیں فرمایا ورنہ دائیں اور بائیں طرف میں کوئی فرق نہ ہوتا دونوں برابر ہوتے بلکہ بندہ نماز میں اپنے پروردگار کے سامنے مناجات کی حالت میں ہوتا ہے تو اس کی تعظیم کے لئے سامنے کی طرف تھوکنے سے منع فرمایا اور دائیں طرف تھوکنے سے اس طرف کے فرشتے کے اکرام کے لئے منع فرمایا جیسے احادیث سے سمجھا جاتا ہے۔(حاشية النسائي : ۵۲/۲)

امام نوویؒ نے دوٹوک بات کہی کہ اس حدیث میں دائیں طرف تھوکنے سے جو ممانعت فرمائی وہ داخل نماز اور خارج نماز چاہے مسجد کے اندر ہو یا خارج مسجد میں ہو سب حالت کو شامل ہے۔ اور امام مالکؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ دائیں طرف تھوکنے میں جبکہ خارج صلاۃ کی حالت میں ہو کوئی حرج نہیں یہ دونوں قول شارحین نے نقل کئے ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ روایات سے کس قول کی تائید ہوتی ہے اس بارے میں عرض ہے کہ یہاں قول ممانعت کے لئے شاہد ہے چنانچہ عبدالرزاق وغیرہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ دائیں طرف تھوکنے کو مکروہ سمجھتے تھے حالانکہ وہ نماز میں نہیں ہوتے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جب سے میں مسلمان ہوا دائیں طرف نہیں تھوکا اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو ہر حالت میں دائیں طرف تھوکنے سے منع فرمایا۔

غرض کہ ان روایات سے امام نوویؒ وغیرہ کے قول کی تائید ہوتی ہے۔ اور جن علماء نے حکم ممانعت کو حالت نماز کے ساتھ مخصوص کیا ہے غالباً اس کے اس علت نہی کی بناء پر قائل ہوئے ہیں جو ہمام کی ابوہریرہ سے روایت میں مذکور ہے کیونکہ اس میں آیا ہے ''فان عن يمينه ملكاً'' کیوں کہ مصلی کے دائیں طرف فرشتہ ہوتا ہے اور علامہ طیبیؒ نے کہا کہ ہوسکتا ہے اس فرشتہ سے محافظ اور کاتب حسنات فرشتے کے علاوہ دوسرا فرشتہ مراد ہو جو نماز کے وقت الہام اور مصلی کی دعا پر آمین کے لئے حاضر ہوتا ہو اور اس کا درجہ ایک زیارت کرنے والے مہمان کا درجہ جیسا ہوتا ہے لہٰذا اس کا اعزاز واکرام کراماً کاتبین یعنی انسان کے اعمال لکھنے والے دو فرشتوں سے زیادہ ہونا چاہئے اس لئے دائیں طرف تھوکنے سے منع فرمایا اور اگر غیر کاتب فرشتہ مراد نہ ہو تو اشکال پیش آئے گا کیوں کہ بائیں طرف بھی تو فرشتہ ہوتا ہے تو پھر ممانعت میں دائیں طرف کی کیا خصوصیت ہے کہ اس طرف تھوکنے سے منع کیا گیا ہے۔

متقدمین کی ایک جماعت نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ شاید دائیں طرف والے فرشتے کی تعظیم کے لئے خاص طور سے اس طرف تھوکنے سے منع فرمایا اور بعض متاخرین نے یہ جواب دیا ہے کہ بدنی نیکیوں میں نماز اصل ہے لہٰذا کاتب سیأت فرشتے کا اس میں کوئی دخل نہیں اور اس کے لئے وہ حدیث شاہد ہے جس کو ابن ابی شیبہؒ نے روایت کیا ہے اس میں آیا ہے ''فان عن يمينه كاتب الحسنات ''۔ واللہ تعالیٰ اعلم

امام نوویؒ نے کہا کہ بائیں طرف اور قدم کے نیچے تھوکنے کا حکم اس صورت میں ہے جبکہ خارج مسجد ہو اور اگر مسجد کے اندر ہو تو کپڑے میں تھوکے پھر بعض کپڑے کو بعض پر ملے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے خود ہی اس طریقہ کی تعلیم دی۔
(مرقات: ۲/۲۲۴)

قاضی عیاضؒ نے کہا کہ نماز کی حالت میں دائیں طرف تھوکنے کی ممانعت اس وقت ہے جب اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ ممکن ہو اور اگر کسی اور طریقہ پر عمل مشکل ہو تو دائیں طرف تھوکنے میں کوئی حرج نہیں قاضی عیاضؒ کا یہ قول غیر معقول ہے کیوں کہ پہنے ہوئے لباس کی موجودگی میں مجبوری کس طرح پیش آسکتی ہے جب پیغمبر علیہ السلام نے اسی پہنے ہوئے کپڑے میں تھوکنے کی ہدایت فرمائی۔

بہرحال حدیث باب میں قبلہ اور دائیں طرف تھوکنے سے منع فرمایا اور اس بات کی اجازت دیدی گئی کہ بائیں طرف یا بائیں قدم کے نیچے تھوکے پھر اس تھوک کو دفن کر دے جیسا کہ بعض روایات میں "فیدفنها" کی زیادتی مذکور ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ بائیں طرف کوئی آدمی ہو تب بھی اجازت ہے اس بارے میں علامہ خطابیؒ نے کہا کہ اگر بائیں طرف کوئی نمازی ہو تو اس طرف بھی نہ تھوکے بلکہ قدم کے نیچے تھوکے یا کپڑے میں تھوکے پھر بعض کپڑے کو بعض پر ملے جیسا کہ اس طرح کرکے نبی کریم ﷺ نے دکھا دیا۔ علامہ خطابیؒ کی توجیہ مذکور معقول ہے کیوں کہ اگلے عنوان کے تحت کی حدیث طارق بن عبداللہ محاربی اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے اس میں آیا ہے "او تلقاء شمالک ان کان فارغاً الخ" اور عبدالرزاق نے بھی بواسطہ عطاء حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مثل اس کے روایت کی ہے۔ (فتح الملہم: ۲/۱۴۵۔ مرقات: ۲/۲۰۱)

الرخصة للمصلي ان يبصق خلفه او تلقاء شماله

مصلی کے لئے اپنے پیچھے یا بائیں طرف تھوکنے کی اجازت ہے

اخبرنا عبيدالله بن سعيد قال حدثنا يحيىٰ عن سفيان قال حدثني منصور عن ربعي عن طارق بن عبدالله المحاربي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كنت تصلي فلا تبزقن بين يديك ولا عن يمينك وابصق خلفك اوتلقاء شمالك ان كان فارغا والا فهٰكذا وبزق تحت رجله ودلكه.

حضرت طارق بن عبداللہ المحاربی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تو نماز پڑھے اپنے سامنے کی طرف مت تھوک اور نہ دائیں طرف اور اپنے پیچھے یا بائیں طرف تھوک اگر خالی ہو ورنہ اس طرح کر پس نبی کریم ﷺ نے اپنے پاؤں کے نیچے تھوکا اور اس کو پاؤں سے رگڑ دیا۔

تشریح: اس حدیث میں بائیں طرف تھوکنے کی اجازت اس قید کے ساتھ دیدی کہ اس جانب میں لوگ نہ ہوں اور اگر بائیں جانب میں کوئی ہو تو اس طرف تھوکنا جائز نہیں کیوں کہ اس کو تکلیف پہنچے گی اور کسی مسلمان کو تکلیف دینا حرام ہے

ایسی حالت میں اپنے پاؤں کے نیچے چٹائی وغیرہ میں تھوک کراس کو پاؤں سے رگڑ لیا کرے جیسا کہ اس حدیث میں اس کی طرف اشارہ فرمایاباقی تشریح سابق عنوان کے تحت گزرچکی ہے۔

بأی الرجلین یدلک بصاقه

اپنے تھوک کوکس پیر سے رگڑنا چاہئے

اخبرنا سوید بن نصر قال انبانا عبدالله عن سعید الجریری عن ابی العلاء بن الشخیر عن ابیه قال رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم تنخع فدلکه برجله الیسریٰ.

ابوالعلاء بن شخیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ کھنکارے پھراس کو اپنے بائیں پاؤں سے رگڑ دیا۔

تشریح: ابوالعلاء کا نام یزید بن عبداللہ بن شخیر عامری بصری ہے امام نسائی وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے یہ حدیث انہوں نے اپنے والد عبداللہ بن شخیر سے روایت کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر نماز کی حالت میں اتفاقاً تھوک کا غلبہ ہوتو بائیں پاؤں کے نیچے چٹائی وغیرہ میں تھوکے پھراس کو بائیں پاؤں سے مل دیا کرے لیکن بہتر طریقہ یہی ہے کہ اپنے کپڑے میں تھوک کر پھر مل لیا کرے۔

تخلیق المساجد

مساجد کو خوشبودار بنانا

اخبرنا اسحق بن ابراهیم قال حدثنا عائذ بن حبیب قال حدثنا حمید الطویل عن انس بن مالک قال رأی رسول الله صلی الله علیه وسلم نخامة فی قبلة المسجد فغضب حتیٰ احمر وجهه فقامت امرأة من الانصار فحکتها وجعلت مکانها خلوقا فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما احسن هذا.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد کی دیوار میں جو قبلہ کی جانب میں ہے بلغم یا رینٹ دیکھی پس آپ ﷺ ناراض ہوئے حتی کہ چہرہ مبارک سرخ ہوگیا ایک انصاری عورت کھڑی ہوئی اس نے رینٹھ کو کھرچ کر دور کردیا اوراس جگہ میں خوشبو لگادی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ کیسا ہی اچھا عمل ہے۔

تشریح: خلوق کا لفظ جواس حدیث میں آیا ہے وہ ایک مرکب خوشبو جس کا بڑا اجزء زعفران ہے، انصاری عورت کا یہ عمل قابلِ تعریف ہے پہلے تو اس نے اکرام مسجد کی نیت سے بلغم کو کھرچ کر صاف کردیا پھراس جگہ خوشبو لگادی جس سے ملائکہ اور ہر مصلی خوش ہوتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے اس کے عمل کو بہت پسند فرمایا چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا ''ما احسن هذا'' یہ

کیسا ہی اچھا فعل ہے۔ کیوں کہ گندی چیز سے دیوار مسجد پاک صاف ہوگئی جو بحالت نماز خشوع وخضوع میں خلل انداز ہوسکتی تھی پھر اس جگہ خوشبو لگادی گویا سونے پر سہاگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ بعض سلف نے زعفران اور خوشبو سے مسجد کو خوشبودار کرنے کو مستحب کہا ہے کیوں کہ تخلیق مسجد کا فعل حضور اکرم ﷺ سے نقل کیا گیا ہے اور شعبیؒ نے کہا کہ تخلیق مسجد سنت ہے۔ اور ابن ابی شیبہؒ نے روایت کی جب حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کی تعمیر کی تو اس کی دیواروں پر مشک لگائی۔ اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جھاڑو سے کوڑے کرکٹ کو مسجد سے نکال دینا اور مسجد کی صفائی کا خیال رکھنا مستحب ہے۔ چنانچہ ابن ابی شیبہؒ نے روایت کی کہ حضور اکرم ﷺ کھجور کی شاخ سے مسجد میں گرد وغبار کو تلاش کرتے تھے۔ (مرقات: ۲/۲۰۵)

القول عند دخول المسجد وعند خروج منه

مسجد میں داخل ہونے اور مسجد سے نکلنے کے وقت دعا پڑھنے کا بیان

اخبرنا سليمان بن عبيدالله الغيلانی بصری قال حدثنا ابو عامر قال حدثنا سليمان عن ربيعة عن عبدالملك بن سعيد قال سمعت ابا حميد وابا أسيد يقولان قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دخل احدكم المسجد فليقل اللهم افتح لی ابواب رحمتک واذا اخرج فليقل اللهم انی اسألک من فضلک.

حضرت ابوحمید اور ابواسید رضی اللہ عنہما دونوں کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو چاہئے کہ یہ دعا پڑھے "اللهم افتح لی ابواب رحمتک" یاالٰہی میرے لئے رحمت کے دروازے کھول دے اور جب نکلے تو چاہئے کہ یہ دعا پڑھے "اللهم انی اسألک من فضلک" یاالٰہی میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں۔

تشریح: علامہ طیبیؒ نے کہا کہ دخول مسجد کے ساتھ تخصیص رحمت اور خروج کے ساتھ تخصیص فضل میں شاید یہی حکمت ہو کہ جو شخص مسجد میں داخل ہوتا ہے وہ ایسے امور میں مشغول ہوتا ہے جو اس کو ثواب اور جنت کے قریب کر دیتے ہیں لہٰذا رحمت کی طلب مناسب ہے اور مسجد سے نکلنے کے بعد رزق حلال کی طلب میں مشغول ہوتا ہے لہٰذا نکلنے کے وقت فضل کا سوال مناسب ہے۔ فضل سے مراد رزق حلال ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر جب جمعہ کی نماز پوری ہو چکے تو تم زمین پر پھیل جاؤ "وابتغوا من فضل الله" اور اللہ کی روزی تلاش کرو۔ اس آیت میں فضل سے مراد رزق ہے اسی طرح دعا مذکور میں فضل سے مراد رزق ہے۔ (مرقات: ۲/۱۹۸)

یا یہ کہ مسجد میں داخل ہونے کا مقصد رحمت اور مغفرت کی تحصیل ہے لہٰذا دخول کے ساتھ رحمت کا ذکر مناسب ہے اور مسجد کے باہر طلب رزق کا موقع ومحل ہے لہٰذا خروج کے ساتھ فضل کا ذکر مناسب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (حاشية النسائی: ۲/۵۳)

الامر بالصلوٰة قبل الجلوس فيه

مسجد میں بیٹھنے سے پہلے نماز کا حکم دینا

اخبرنا قتيبة قال حدثنا مالك عن عامر بن عبدالله بن الزبير عن عمرو بن سليم عن ابی قتادة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا دخل احدكم المسجد فليركع ركعتين قبل ان يجلس .

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھے۔

تشریح: علامہ سندھیؒ نے لکھا ہے کہ اطلاق حدیث اوقات مکروہہ اور غیر مکروہہ سب کو شامل ہے جس سے معلوم ہوا کہ تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں طلوع آفتاب اور دوپہر اور غروب کے اوقات میں بھی جائز ہیں یہی مذہب امام شافعیؒ کا ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے یہاں ان اوقات میں کوئی نماز جائز نہیں لہٰذا اس حدیث کو غیر اوقات مکروہہ کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔ اور حدیث میں امر کا لفظ استحباب کے لئے ہے جیسے آگے آنے والا ترجمہ اس پر دلالت کررہا ہے اور نماز فرض کے ضمن میں بھی یہ دو رکعت تحیۃ المسجد کی ادا ہوں گی۔

الرخصة فی الجلوس فيه و الخروج منه بغير صلاة

مسجد میں بیٹھنے اور بغیر نماز کے مسجد سے نکلنے کی اجازت ہے

اخبرنا سليمان بن داؤد قال حدثنا ابن وهب عن يونس قال ابن شهاب واخبرنی عبدالرحمن بن كعب بن مالك ان عبدالله بن كعب قال سمعت كعب بن مالك يحدث حديثه حين تخلف عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فی غزوة تبوك قال وصبح رسول الله صلى الله عليه وسلم قادما وكان اذا قدم من سفر بدأ بالمسجد فركع فيه ركعتين ثم جلس للناس فلما فعل ذلك جاء ه المخلفون فطفقوا يعتذرون اليه ويحلفون له وكانوا بضعا وثمانين رجلا فقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم علانيتهم وبايعهم واستغفر لهم ووكل سرائرهم الى الله عزوجل حتىٰ جئت فلما سلمت تبسم تبسم المغضب ثم قال تعال فجئت حتى جلست بين يديه فقال لی ماخلفك الم تكن ابتعت ظهرك فقلت يا رسول الله انی والله لوجلست عند غيرك من اهل الدنيا لر أيت انی سأخرج من سخطه ولقد اعطيت جدلا ولكن والله لقد علمت لئن حدثتك اليوم حديث كذب لترضى به عنی ليوشك ان الله عزوجل يسخطك علی ولئن حدثتك حديث صدق تجد علی فيه انی لأرجوفيه عفو الله والله ماكنت قط اقوى ولا ايسر

منی حین تخلفت عنک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما ھذا فقد صدق فقم حتیٰ یقضی اللہ فیک فقمت فمضیت مختصر.

عبداللہ بن کعب کہتے ہیں کہ میں نے کعب بن مالک ﷛ سے سنا کہ وہ اپنا واقعہ بیان کرتے تھے جبکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک میں شریک نہیں ہوئے تھے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صبح کو مدینہ میں تشریف لائے اور حضور ﷺ جب سفر سے تشریف لاتے تو سب سے پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے پھر دو رکعت نماز پڑھتے پھر لوگوں کے معاملات سننے کے لئے بیٹھ جاتے پس جب حسب معمول حضور ﷺ نے ایسا ہی کیا تو اب تبوک کی شرکت سے پیچھے رہنے والے لوگ آنے لگے اور عذر پیش کرنے اور قسمیں کھانے لگے اور یہ سب لوگ کچھ اوپر اسی (۸۰) تھے رسول اکرم ﷺ نے ان کے ظاہری عذر کو قبول کر لیا اور ان سے عہد و پیمان لیا اور ان کے لئے دعاء مغفرت کی اور ان کے باطن کو اللہ کے سپرد کر دیا جب میں خدمت مبارکہ میں حاضر ہوا اور سلام کیا تو آپ ﷺ مسکرا دیئے مسکراہٹ غصہ آلودہ تھی پھر فرمایا آ جاؤ میں چلتا چلتا سامنے پہنچ کر بیٹھ گیا پس حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کس بات نے تم کو ساتھ جانے سے پیچھے چھوڑ دیا کیا تم نے سواری نہیں خرید لی تھی میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اگر میں کسی اور دنیادار کے پاس اس وقت بیٹھا ہوتا تو خدا کی قسم کوئی عذر معذرت کر کے اس کی ناراضگی سے بچ جاتا کیوں کہ مجھ میں قوت گفتگو اور دلیل کی طاقت موجود ہے لیکن خدا کی قسم مجھے معلوم ہے اگر آج آپ ﷺ کے سامنے جھوٹ بنا بھی دوں گا اور آپ ﷺ راضی بھی ہو جائیں گے تب بھی عنقریب اللہ آپ ﷺ کو مجھ سے ناراض کر دے گا اور اگر سچ کہہ دوں گا تو اگرچہ آپ ﷺ ناراض ہو جائیں گے مگر امید ہے کہ اللہ مجھے معاف کر دے گا خدا کی قسم مجھے کوئی عذر نہ تھا نہ اس سے پہلے میں اتنا طاقتور اور خوشحال کبھی ہوا تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس نے سچی بات کہہ دی اب تم اٹھ جاؤ یہاں تک کہ اللہ جو کچھ چاہے گا تمہارے متعلق فیصلہ کر دے گا پس حضور ﷺ کے سامنے سے اٹھا اور چلا گیا۔

یہ حدیث مختصر ہے پوری حدیث یہاں بیان نہیں کی۔ حدیث کی دلالت مقصد باب پر ظاہر ہے کہ مصنف ؒ نے اس ترجمہ کو جملہ ''حتی جئت'' سے اور ''فمضیت'' سے نکالا ہے کہ حضرت کعب بن مالک ﷛ مسجد میں داخل ہوئے اور بغیر نماز کے بیٹھ گئے پھر بغیر نماز کے چلے گئے جس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد دو رکعت تحیۃ المسجد کا پڑھنا مستحب ہے واجب نہیں۔ **(کذا فی الحاشیۃ)**

صلاۃ الذی یمر علی المسجد

نماز اس شخص کی جو مسجد کے پاس سے گزرتا ہے

اخبرنا محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم بن اعین قال حدثنا شعیب حدثنا اللیث قال حدثنا خالد عن ابن ابی ھلال قال اخبرنی مروان بن عثمان ان عبیدبن حنین اخبرہ عن ابی سعید بن المعلیٰ قال کنا

نغدوا الی السوق علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنمر علی المسجد فنصلی فیہ.

حضرت ابوسعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں صبح کو بازار کی طرف جاتے اور مسجد کے قریب سے گزرتے تو مسجد میں نماز پڑھتے تھے۔

تشریح: علامہ سندھیؒ نے لکھا ہے کہ قصد نماز سے مسجد کی طرف جانا صحت نماز کے لئے شرط نہیں ہاں اس سے ثواب میں فرق ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الترغیب فی الجلوس فی المسجد وانتظار الصلوٰۃ

مسجد میں بیٹھنے اور انتظار نماز کی ترغیب کا بیان

اخبرنا قتیبة عن مالک عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الملائکة تصلی علی احدکم مادام فی مصلاہ الذی صلی فیہ مالم یحدث اللھم اغفرلہ اللھم ارحمہ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فرشتے تم میں سے ہر اس شخص کے لئے دعا کرتے ہیں جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ میں نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے جب تک وضو نہ ٹوٹے یاالٰہی اس کے گناہ کو بخش دے یاالٰہی اس پر رحم فرما۔

اخبرنا قتیبة قال حدثنا بکر بن مضر عن عیاش بن عقبة ان یحییٰ بن میمون قال سمعت سھلا الساعدی رضی اللہ عنہ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من کان فی المسجد ینتظر الصلاۃ فھو فی الصلوٰۃ.

حضرت سہل ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے جو شخص مسجد میں نماز کا انتظار کرتا ہے وہ نماز کے حکم میں ہے۔

تشریح: علامہ سندھیؒ نے لکھا ہے کہ حدیث کا لفظ ''مادام فی مصلاہ'' عام ہے جو مسجد اور غیر مسجد سب کو شامل ہے یعنی مصلی نماز پڑھ کر وہیں بیٹھا رہے جہاں نماز پڑھی یا اور جگہ میں جا بیٹھے نماز کے انتظار میں تو فرشتے اس کے لئے دعائے مغفرت اور رحمت کی کرتے ہیں بشرطیکہ وضو نہ ٹوٹے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ جب تک کسی مسلمان کو زبان سے یا ہاتھ سے تکلیف نہ دے اور جب تک حدث لاحق نہ ہو لیکن مصنفؒ نے عنوان کے تحت کی دوسری روایت کے پیش نظر پہلی روایت کے لفظ مذکور سے صرف مسجد مراد لی ہے کیوں کہ دوسری روایت میں فی المسجد کا لفظ آیا ہے جو بتلا رہا ہے کہ لفظ فی مصلاہ سے معنی خاص یعنی مسجد مراد ہے۔ بہرحال ''فی مصلاہ'' لفظ سے وہ جگہ مراد ہے جہاں نماز پڑھی وہیں بیٹھا رہے یا تمام مسجد مراد ہے اور معنی اول

مراد لینا زیادہ ظاہر ہے معنی ثانی کا بھی احتمال رکھتا ہے۔(حاشیة النسائی : ۵۵/۲)

ابن الملک نے نقل کیا ہے کہ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی حدیث بیان کی تو حضر موت کے ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ اے ابو ہریرہ حدث کیا ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا فساء اوضراط کہ پھسکی یا ریاح کا آواز سے خارج کرنا۔ ابن مہلب نے کہا کہ مسجد میں حدث کرنا گناہ ہے جس کی وجہ سے حدث کرنے والا آدمی فرشتوں کے استغفار اور دعاء سے محروم ہو جاتا ہے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا۔(مرقات)

ذکر نهی النبی صلی الله علیه وسلم عن الصلٰوة فی اعطان الابل

اونٹ بندھنے کی جگہ میں نماز پڑھنے سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا

اخبرنا عمرو بن علی قال حدثنا یحییٰ عن اشعث عن الحسن عن عبدالله بن مغفل ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی عن الصلوٰة فی اعطان الابل.

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے اونٹوں کے بندھنے کی جگہوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

تشریح :لفظ اعطان جمع ہے عطن کی جس کے معنی پانی کے نزدیک اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ کے ہیں۔ نہایہ میں لکھا ہے کہ اونٹوں کے آرام کی جگہ میں نماز پڑھنے سے نجاست کی وجہ سے منع نہیں فرمایا کیوں کہ نجاست تو بکریوں کے بندھنے کی جگہ میں بھی ہوتی ہے حالانکہ حدیث شریف میں بکریوں کے آرام کی جگہ میں نماز کی اجازت دیدی گئی ہے بلکہ اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ میں نماز سے ان کی لوگوں سے شدۃ نفرت اور غیر مانوس ہونے کی وجہ سے منع فرمایا ہے کیوں کہ ان کے کھل جانے سے ضرر پہنچانے کا خوف ہوتا ہے لہٰذا خشوع وخضوع سے نماز نہیں ہوسکتی یا ان کے پیشاب کی چھینٹوں سے مصلی کے کپڑے ناپاک ہوجائیں گے۔(زهر الربیٰ : ۵٦/۲ وحاشیة النسائی : ۵٦/۲)

الرخصة فی ذالک

اونٹوں کے بندھنے کی جگہوں میں نماز کی اجازت ہے

اخبرنا الحسن بن اسماعیل بن سلیمان قال حدثنا هشیم قال حدثنا سیار عن یزید الفقیر عن جابر بن عبدالله قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم جعلت لی الارض مسجداً وطهوراً اینما ادرک رجل من امتی الصلوٰة صلی.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے لئے زمین مسجد اور پاک کرنے

والی بنادی گئی جہاں کہیں میری امت میں سے کوئی آدمی نماز کو پالے وہیں نماز پڑھ لے۔

تشریح: علامہ سندھیؒ نے لکھا ہے کہ امام نسائیؒ نے اس حدیث کو عموم پر محمول کیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ اس حدیث میں زمین کو مسجد بنادینے کا ذکر آیا ہے۔ اور زمین ایک عام لفظ ہے جو اونٹوں کے بندھنے کی جگہ کو بھی شامل ہے لہٰذا وہاں نماز جائز ہوگی لیکن دوسری جن احادیث میں اونٹوں کے آرام کی جگہ میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے ان کا مقتضٰی ہے کہ اس حدیث کے عموم کو مخصوص کیا جائے یعنی غیر معاطن ابل کے ساتھ مخصوص مانا جائے لہٰذا مصنفؒ کا اس حدیث سے معاطن ابل یعنی اونٹوں کے آرام کی جگہ میں جواز صلوٰۃ پر استدلال اشکال سے خالی نہیں۔ (حاشیۃ النسائی: ۲/۵۶)

احقر کی سمجھ میں یہ بات آئی ہے کہ مصنفؒ کے اس استدلال پر کوئی اشکال نہیں کیوں کہ اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ زمین میرے لئے مسجد اور پانی نہ ملنے کی صورت میں پاک کرنے والی بنادی گئی اور فرمایا جہاں کہیں نماز کا وقت ہوجائے تم نماز پڑھ لیا کرو۔ تو اس حدیث کی بناء پر ممانعت والی حدیث کو نہی تنزیہی پر محمول کریں گے جبکہ اونٹوں کے بندھنے کی جگہ ناپاک نہ ہو جیسے جمہور علماء کا قول ہے اور ممکن ہے کہ مصنفؒ کی بھی یہی رائے ہو لہٰذا استدلال مذکور پر کوئی اعتراض نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم الصواب

الصلوٰة علی الحصیر

چٹائی پر نماز پڑھنا

اخبرنا سعید بن یحییٰ بن سعید الاموی قال حدثنا ابی قال حدثنا یحییٰ بن سعید عن اسحق بن عبداللہ بن ابی طلحۃ عن انس بن مالک ان ام سلیم سألت رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یأتیھا فیصلی فی بیتھا فتتخذہ مصلی فاتاھا فعمدت الی حصیر فنضحتہ بماءٍ فصلی علیہ وصلوا معہ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ میرے یہاں تشریف لائیں اور میرے گھر میں نماز پڑھیں پھر ہم آپ کی جائے نماز کو نماز کی جگہ بنالیں گے پس حضور ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے اور ایک چٹائی جو گھر میں بچھی ہوئی تھی ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اس چٹائی کو پانی سے دھویا پھر حضور ﷺ نے اس پر نماز پڑھی اور ام سلیم رضی اللہ عنہا وغیرہ نے بھی حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چٹائی پر نماز جائز ہے چنانچہ اس حدیث میں آیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ہمارے گھر تشریف لاکر گھر کے کسی حصہ میں نماز پڑھیں ہم اس کو برکت کے طور پر جائے نماز بنالیں گے غرض کہ حضور ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے گھر میں ایک چٹائی بچھی ہوئی تھی اس پر نماز پڑھنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اس پر پانی چھڑک دیا یہاں لفظ نضح کے معنی چھڑکنے کے ہیں چٹائی کو نرم

کرنے کے لئے اس پر چھڑکاؤ کیا یا میل کچیل کو دور کرنے کے لئے اس پر پانی چھڑک دیا کیوں کہ وہ کثرت استعمال کی وجہ سے کالی ہوگئی تھی اور بعض نے کہا کہ تطہیر کے لئے اس پر پانی چھڑک دیا لیکن یہ قول درست نہیں کیوں تطہیر کے لئے خاص طور سے چٹائی اور اس جیسی چیز پر نضح یعنی پانی کا چھڑکنا کافی نہیں جیسا کہ جمہور کا یہی مذہب ہے۔

البتہ امام مالکؒ کے یہاں شک اور احتمال نجاست کو دور کرنے کے لئے پانی کا چھڑکنا کافی ہے۔ یہ اقوال نقل کرنے کے بعد علامہ بنوریؒ لکھتے ہیں اور ممکن ہے نضح بمعنی غسل ہو کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے چٹائی کو دھولیا ہو غسل سے جتنی صاف ستھری ہوتی ہے چھڑکنے سے اتنی نہیں ہوسکتی کیوں کہ پانی چھڑکنے سے چٹائی اور زیادہ میلی ہوجاتی ہے اور اس سے کپڑے اور زیادہ خراب ہوجاتے ہیں ہاں اگر چٹائی کو نرم کرنا تھا تو اس کے لئے پانی چھڑکنا کافی ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(معارف السنن : ۲/۳۲۱)

بہرحال حضور اکرم ﷺ نے اس چٹائی پر نماز پڑھی حضرت انس رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھ ضمیرہ حضور ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور ان کی والدہ ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہوئیں اس طریقہ سے حضور ﷺ کی اقتداء میں نماز نفل پڑھی۔

الصلاة على الخمرة

کھجور کی چھوٹی چٹائی پر نماز پڑھنا

اخبرنا اسماعيل بن مسعود قال حدثنا خالد عن شعبة عن سليمان يعني الشيباني عن عبدالله بن شداد عن ميمونة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلى على الخمرة.

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کھجور کی چھوٹی چٹائی پر نماز پڑھتے تھے۔

تشریح : اوپر کی حدیث اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چٹائی بڑی ہو یا چھوٹی سب پر نماز جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ زمین اور مصلی کے درمیان چٹائی وغیرہ کے حائل ہونے سے نماز میں کوئی نقصان نہیں آتا۔

الصلوة على المنبر

منبر پر نماز پڑھنا

اخبرنا قتيبة قال حدثنا يعقوب بن عبدالرحمن قال حدثني ابوحازم بن دينار ان رجالا أتوا سهل بن سعد الساعدي وقد امتروا في المنبر مم عوده فسألوه عن ذالك فقال والله انى لأعرف مم هو ولقد رأيته اول يوم وضع واول يوم جلس عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم ارسل رسول الله صلى الله عليه وسلم الى فلانة امرأة قد سماها سهل ان مرى غلامك النجار ان يعمل لي اعواداً اجلس عليهن اذا

کلمت الناس فامرته فعملها من طرفاء الغابة ثم جاء بها فارسلت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فامر بها فوضعت ھھنا ثم رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رقی فصلی علیها و کبر وهو علیها ثم رکع وهو علیها ثم رکع وهو علیها ثم نزل القهقری فسجد فی اصل المنبر ثم عاد فلما فرغ اقبل علی الناس فقال یا ایها الناس انما صنعت هذا لتأتموا بی ولتعلموا صلاتی.

یعقوب بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ ابو حازم بن دینار نے مجھ کو حدیث بیان کی کہ کچھ لوگ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ ساعدی کے پاس آئے اور منبر کے بارے میں جھگڑنے لگے کہ وہ کس درخت سے بنایا گیا تو انہون نے منبر کے بارے میں حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے پوچھا انہوں نے کہا خدا کی قسم بلاشبہ میں خوب جانتا ہوں کہ وہ کس درخت سے بنایا گیا ہے اور بیشک میں نے پہلا دن جبکہ اسے رکھا گیا دیکھا اور جب اول روز اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے اس دن کو بھی جانتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلانی عورت کی طرف یہ پیغام بھیجا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے اس عورت کا نام لیا تھا کہ تم اپنے غلام کو جو بڑھئی ہے حکم دو کہ میرے لئے لکڑیاں جمع کر کے ترتیب سے ایک منبر بنائے تا کہ اس پر جب لوگوں سے بات کروں بیٹھوں تو اس عورت نے اپنے غلام کو حکم دیا غلام نے مقام غابہ کے درخت جھاؤ سے منبرل بنایا پھر اس کو لایا اپنی مالکہ کے پاس تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کو اس جگہ رکھا گیا جہاں اب ہے پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر چڑھے اور اس پر نماز پڑھی اور تکبیر کہی منبر پر اور رکوع کیا منبر پر پھر منبر سے اتر کر پیچھے ہٹے اور منبر کی جڑ میں سجدہ کیا پھر دوبارہ منبر کی سیڑھیوں پر چڑھے اور اسی کیفیت سے دوسری رکعت پڑھی جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے لوگوں میں نے یہ عمل اس لئے کیا تا کہ تم میری اقتداء کرو اور تا کہ تم میری نماز کو سیکھ لو۔

تشریح: منبر بننے سے پہلے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تو مسجد کے ستون سے درخت کھجور کے تنہ پر تکیہ لگاتے پھر جب غابہ کے درخت جھاؤ سے منبر بنایا گیا (غابہ مدینہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے اور جس انصاری عورت کے غلام نے منبر کو بنایا تھا اس کا نام میمون تھا اسی کو حافظ ابن حجرؒ نے قول راجح قرار دیا ہے) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کو مسجد نبوی میں رکھا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر نماز پڑھنے کو چڑھے۔ فتح الباری میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر کے اوپر کے درجہ پر تکبیر کہی اور رکوع کیا مگر سجدہ کے وقت الٹے قدم چل کر منبر سے فرش پر اترے پھر اس کیفیت سے سجدہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک سجدہ کے وقت اصل منبر سے لگا ہوا تھا الٹے قدم چل کر منبر سے اس لئے اترے تا کہ استقبال قبلہ کی حفاظت برقرار رہے اور منبر پر اس لئے نماز پڑھی تا کہ سب لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کو دیکھ سکیں بخلاف اس کے اگر زمین پر پڑھتے تو بعض لوگ دیکھتے اور بعض نہ دیکھتے۔

اب رہا یہ سوال کہ کیا یہ عمل کثیر نہیں؟ اس کا جواب علامہ سندھیؒ نے یہ دیا ہے کہ منبر پر نماز کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جو عمل اس حدیث میں مذکور ہے وہ عمل قلیل ہے اس سے نماز باطل نہیں ہوتی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو نماز کی کیفیت اور اس عمل

کے جواز کو بیان کرنے کی غرض سے کیا ہے لہٰذا کوئی اشکال نہیں۔اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقتدی کی نظر اپنے امام کی طرف جائز ہے۔(فتح الباری و حاشیة النسائی: ۲/۵۹)

مرتب کہتا ہے کہ بلاضرورت افعال جس سے نماز کے علاوہ دوسرے کام میں داخل ہونا ثابت ہو مفسد نماز ہے ورنہ نہیں اب حدیث میں حضور ﷺ کا جو عمل مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے منبر پر قرأت اور رکوع کیا اور منبر سے نیچے اتر کر سجدہ کیا تو یہ افعال نماز ہی کی تکمیل کے واسطے کئے اور نماز ہی کے کام میں رہے لہٰذا نماز فاسد نہیں ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا اگر کوئی شخص عادت کے خلاف کوئی کام کرے تو وہ اپنے اصحاب اور معتقدین کو اس کام کی حکمت بتادے تا کہ وہ مغالطہ میں نہ پڑیں، چنانچہ یہاں حضور اکرم ﷺ نے اپنے اس فعل کی حکمت ''انما صنعت ھذا الخ'' سے بتادی اور حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ ہر جدید چیز حاصل ہونے کے بعد بطور شکر یا بطور تبرک افتتاح بالصلوٰۃ کا استحباب اس حدیث سے معلوم ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتح الملھم: ۲/۱۴۳)

الصلوٰة علی الحمار

گدھے پر نماز پڑھنا

اخبرنا قتيبة بن سعيد عن مالك عن عمرو بن يحيىٰ عن سعيد بن يسار عن ابن عمر قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى على حمار وهو متوجه الى خيبر.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو گدھے پر نماز پڑھتے دیکھا درآنحالیکہ آپ ﷺ خیبر کی طرف تشریف لے جارہے تھے۔

اخبرنا محمد بن منصور قال حدثنا اسماعيل بن عمر قال حدثنا داؤد بن قيس عن محمد بن عجلان عن يحيىٰ بن سعيد عن انس بن مالك انه رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى على حمار وهو راكب الى خيبر والقبلة خلفه قال ابوعبدالرحمٰن لا نعلم احداً تابع عمرو ابن يحيىٰ على قوله يصلىٰ على حمار وحديث يحيىٰ بن سعيد عن انس الصواب موقوف والله سبحانه وتعالىٰ اعلم.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو گدھے پر نماز پڑھتے دیکھا درآنحالیکہ آپ ﷺ خیبر کی طرف سفر کرنے والے تھے اور قبلہ آپ ﷺ کے پیچھے کی طرف تھا۔ امام نسائیؒ کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ کسی نے عمرو بن یحییٰ کی ان کے قول ''یصلی علی حمار'' پر متابعت کی ہو اور یحییٰ بن سعید نے جو حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی اس کو حدیث موقوف کہنا ہی صحیح ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

تشریح :اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ سفر میں سواری کے جانور پر نفل پڑھتے اور اس میں قبلہ کی

طرف منہ رکھنا شرط نہیں سواری جس طرف متوجہ ہوتی اسی طرف نماز نفل پڑھتے جیسا کہ ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کیوں کہ خیبر مدینہ سے جانب شمال میں ہے اور مدینہ مکہ اور خیبر کے درمیان واقع ہے اب ظاہر بات ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے خیبر کی طرف روانگی کے وقت اپنی سواری پر نفل نماز پڑھی تو حضور ﷺ کی پیٹھ کعبہ کی طرف تھی لہٰذا معلوم ہوا کہ سواری پر نفل پڑھنے میں استقبال قبلہ شرط نہیں البتہ تکبیر تحریمہ کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا شرط ہے یا نہیں اس میں کچھ اختلاف ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک تکبیر تحریمہ کی ابتداء میں قبلہ کی طرف متوجہ ہونا واجب ہے پھر جس طرف چاہے متوجہ ہو جائے ہمارے نزدیک نہ تکبیر تحریمہ کی ابتداء میں قبلہ کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے اور نہ بعد میں کیوں کہ جب سمت قبلہ کے غیر کی طرف نماز جائز ہے تو غیر سمت قبلہ کی طرف شروع کرنا بھی جائز ہے۔ امام شافعیؒ نے اپنے قول کی دلیل میں حضرت انس ﷺ کی حدیث پیش کی حضرت انس ﷺ کہتے ہیں کہ جب رسول اکرم ﷺ سفر کرتے اور نفل پڑھنے کا ارادہ کرتے تو اپنی اونٹنی کو قبلہ کے سامنے کرتے (تاکہ نماز شروع کرتے وقت منہ قبلہ کی طرف ہو) پھر تکبیر کہتے پھر نماز پڑھتے جس طرف حضور ﷺ کو آپ ﷺ کی سواری متوجہ کرتی۔ (رواہ ابو داؤد)

حنفیہ کی طرف سے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث سواری کے جانور پر تکبیر تحریمہ کے وقت استقبال قبلہ واجب ہونے پر دلیل نہیں بن سکتی بلکہ ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ کا فعل مذکور اولویت پر محمول ہو۔ (بذل المجهود: ۲/ ۲۴۱، ۲۴۲)

اور ہم افضلیت کے قائل ہیں اور امام احمدؒ اور ابوثورؒ کا قول فتح الملهم: ۲/ ۲۵۸ میں نقل کیا ہے کہ ان کے یہاں بھی تکبیر تحریمہ کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا شرط نہیں وہ استقبال قبلہ کو سواری پر نفل شروع کرتے وقت حضرت انس ﷺ کی حدیث مذکور کی بناء پر مستحب کہتے ہیں۔ بہر حال اس اختلاف سے قطع نظر سواری پر نفل نماز جائز ہونے میں تمام اماموں کا اتفاق ہے خارج شہر میں اور امام ابو یوسفؒ وغیرہ کے نزدیک شہر کے اندر بھی سواری پر نفل پڑھنا جائز ہے اور نماز سواری پر اشارے سے پڑھے یعنی رکوع اور سجدہ اشارے سے کرے مگر سجدہ کے لئے زیادہ جھکے اور رکوع کے لئے کم جھکے یہی معمول حضور اکرم ﷺ کا تھا جیسا کہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں بواسطہ حضرت جابر ﷺ روایت کی ہے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو اپنی سواری کے جانور پر ہر جانب اشارے سے نوافل پڑھتے دیکھا لیکن دونوں سجدوں کے لئے زیادہ جھکتے اور رکوع کے لئے کم جھکتے۔

اب رہی یہ بات کہ فرض نماز سواری پر جائز ہے یا نہیں اس کے متعلق فقہاء نے فرمایا کہ فرض نماز سواری پر درست نہیں البتہ عذر کی صورت میں جائز ہے جیسے زیادہ مرض کا خوف ہو یا درندے یا دشمن کا اپنی جان یا مال پر خوف ہو یا سواری کا جانور سرکش ہو اترنے کے بعد اس پر سوار نہ ہو سکے یا ایسی مٹی اور کیچڑ ہو جس پر سجدہ کرنا ممکن نہ ہو تو ان صورتوں میں جائز ہے اور علماء نے اس کی بھی وضاحت کی ہے کہ سواری کے جانور پر نماز اس وقت جائز ہے جب جانور بذات خود چلتا ہو اور اگر اس کے مالک کے چلانے سے چلتا ہو تو پھر اس پر فرض نماز جائز نہیں جیسے نفل جائز نہیں اور وتر بھی سواری پر جائز نہیں اور جس نفل کو فاسد کر دیا اس کی قضاء اور نماز جنازہ اور آیت سجدہ جو زمین پر تلاوت کی گئی اس کا سجدہ سواری پر درست نہیں۔ (شرح النقایه: ۱/ ۱۰۳)

"قال ابوعبدالرحمن الخ" امام نسائیؒ کہتے ہیں کہ عمرو بن یحییٰ نے بواسطہ سعید بن یسار حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے جو روایت بیان کی اس کے اس جملہ پر یعنی "یصلی علی حمار" پر کسی نے عمرو بن یحییٰ کی موافقت نہیں کی صرف انہوں نے اس جملہ کو بیان کیا ہے جو جمہور کی روایات کے خلاف ہے لہٰذا قابل اعتماد نہیں۔ اور دارقطنی وغیرہ نے عمرو بن یحییٰ کے قول "یصلی علی حمار" کو غلط بتایا ہے کہ انہوں نے اپنی غلطی سے اس کو حدیث کے اندر درج کر دیا حالانکہ معروف ومشہور لفظ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سواری پر نماز پڑھنے کے بارے میں وارد ہوا ہے وہ "علی راحلته یا علی البعیر" کا لفظ ہے اور صحیح یہی ہے کہ "صلاة علی الحمار" حضرت انس رضی اللہ عنہ کے خود کا فعل ہے جیسا کہ امام مسلمؒ نے صحیح مسلم میں اس کو بیان کیا ہے اسی لئے امام بخاریؒ نے عمرو بن یحییٰ کی حدیث کو بیان نہیں کیا یہ ہے دارقطنی وغیرہ کا قول اس کو امام نوویؒ نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ عمرو بن یحییٰ کی روایت کو غلط بتا کر نظر انداز کر دینا مناسب نہیں کیوں کہ وہ معتبر اور مستند راوی ہیں انہوں نے ایک محتمل چیز کو نقل کیا ہے تو شاید حمار پر ایک بار نماز پڑھی ہوگی اور اونٹ پر ایک مرتبہ یا متعدد بار نماز پڑھی ہوگی زیادہ سے زیادہ اس کو شاذ کہا جا سکتا ہے کیوں کہ ان کی روایت جمہور محدثین کی روایات کے مخالف ہے جمہور کی روایات میں البعیر اور الراحلہ کا لفظ آیا ہے اور شاذ مردود یعنی نا قابل قبول ہے۔ (۲۴۲/۲)

اور شاذ اس کو کہتے ہیں کہ ثقہ راویوں میں سے ثقات نے ایک طرح روایت کی اور ایک نے ان کے خلاف روایت کی تو ثقات کی روایت کو ترجیح اور وہ محفوظ کہلاتی ہے اور فرد کی روایت مرجوح شاذ ہے۔ واللہ اعلم

(حاشیة النسائی: ۶۰/۲. بذل المجهود: ۲۴۲/۲)

کتاب القبلۃ

باب استقبال القبلۃ

قبلہ کی طرف منہ کرنے کا بیان

اخبرنا محمد بن اسماعیل بن ابراھیم قال حدثنا اسحق بن یونس الازرق عن زکریا بن ابی زائدۃ عن ابی اسحق عن البراء بن عازب قال قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ فصلی نحو بیت المقدس ستۃ عشر شھراً ثم وجہ الی الکعبۃ فمر رجل قد کان صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی قوم من الانصار فقال اشھد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد وجہ الی الکعبۃ فانحرفوا الی الکعبۃ.

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو بیت المقدس کی طرف سولہ مہینہ نماز پڑھی پھر کعبہ کی طرف متوجہ کردیا گیا، آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے والوں میں سے ایک شخص باہر گیا تو اس کا گزر انصار میں سے ایک قوم پر ہوا تو اس نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کو کعبہ کی طرف متوجہ کردیا گیا ہے پس وہ لوگ کعبہ کی طرف پھر گئے۔

تشریح: کعبہ کی طرف پھرنے کا حکم حضور ﷺ پر ظہر یا عصر میں نازل ہوا اور اہل قباء کو خبر نہ ہوئی حتیٰ کہ ایک شخص نے ان کو صبح کی نماز میں شہادت دی جب اہل قباء نے بیت المقدس سے خانہ کعبہ کی طرف قبلہ بدلنے کا حکم سنا اس وقت وہ رکوع میں تھے اسی حالت میں کعبہ کی جانب گھوم گئے۔ ابن الجوزیؒ نے کہا کہ ہجرت کے دوسرے سال میں قبلہ بدلنے کا حکم نازل ہوا اور محمد بن حبیب الہاشمیؒ نے کہا کہ تحویل قبلہ کا حکم ظہر کی نماز میں منگل کے روز نصف شعبان میں نازل ہوا رسول اکرم ﷺ قبیلہ بنی سلمہ میں بشر بن براء بن معرور کی والدہ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے وہاں حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب نے کھانا کھایا اور ظہر کا وقت ہوگیا تو حضور ﷺ نے اپنے اصحاب کے ساتھ اس کے محلّہ کی مسجد میں ظہر کی دو رکعتیں شام بیت المقدس کی طرف ادا کیں پھر خانہ کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم آیا درآنحالیکہ حضور اکرم ﷺ تیسری رکعت کے رکوع میں تھے تو فوراً کعبہ کی طرف پھر گئے اور حضور ﷺ کے پیچھے جتنے لوگ تھے وہ بھی پھر گئے پھر نماز کو تمام کیا اسی لئے اس مسجد کو مسجد قبلتین کہتے ہیں۔ (شرح النقایہ : ۱/۶۶)

واحدی نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہ قصہ نہایت قوی سند سے ثابت ہے اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ایک ثقہ متصف بعدالت کی خبر قبول کرنا چاہئے یعنی دیانات میں نہ کہ معاملات میں اور یہ کہ جب تک معلوم نہ ہو تب تک عمل فرض نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب الحال التی یجوز علیها استقبال غیر القبلة

اس حال کا بیان جس میں غیر قبلہ کی طرف رُخ کرنا جائز ہے

اخبرنا قتیبة عن مالک بن انس عن عبدالله بن دینار عن ابن عمر قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی راحلته فی السفر حیثما توجهت قال مالک قال عبدالله بن دینار و کان ابن عمر یفعل ذلک.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں سواری کا جانور جس طرف روانہ ہوتا اسی طرف اپنی سواری پر نماز پڑھتے مالک بن انس کہتے ہیں کہ عبداللہ بن دینار نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح کرتے تھے۔

اخبرنا عیسیٰ بن حماد قال حدثنا ابن وهب قال اخبرنی یونس عن ابن شهاب عن سالم عن عبدالله قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی علی الراحلة قبل ای وجه توجه به ویوتر علیها غیر انه لا یصلی علیها المکتوبة.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر وہ آپ کو جس طرف متوجہ کرتی اسی طرف نفل نماز پڑھتے اور اس پر وتر بھی پڑھتے مگر فرض نماز سواری پر نہیں پڑھتے۔

تشریح: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر سواری پر پڑھتے اسی سے استدلال کرتے ہوئے عطاء بن ابی رباحؒ اور حسن بصریؒ وغیرہ نے کہا کہ مسافر کے لئے سواری کے جانور پر وتر پڑھنا جائز ہے، یہی قول حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ امام مالکؒ کہتے ہیں کہ جس سفر میں قصر نماز لازم ہے اس میں سواری پر وتر پڑھنا جائز ہے ورنہ جائز نہیں، اوزاعی اور امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ سفر چھوٹا ہو یا طویل کوئی فرق نہیں سواری پر وتر پڑھ سکتا ہے، اور عروہ وابراہیم نخعیؒ وامام ابوحنیفہ وابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے فرائض کی طرح وتر بھی سواری پر جائز نہیں زمین پر پڑھے ان حضرات نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو امام طحاویؒ نے یزید بن سنان کی روایت سے بیان کیا ہے اس میں آیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر نفل پڑھتے اور وتر زمین پر پڑھتے اور کہتے تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کرتے تھے اس حدیث کی اسناد صحیح ہے اور یہ حدیث اس حدیث کے خلاف ہے جو باب کے تحت روایت کی گئی ہے۔ نیز امام طحاویؒ نے اپنی سند سے بواسطہ مجاہدؒ روایت کی کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سفر میں اپنے اونٹ پر وہ جس طرف متوجہ ہوتا نماز پڑھتے اور جب صبح صادق کا وقت قریب ہوتا تو سواری سے اترتے پھر وتر پڑھتے، اب حنظلہ بن ابی سفیان کی حدیث مذکور جس کو امام طحاویؒ نے یزید بن سنان کی روایت سے بیان کیا ہے دو چیز پر دلالت کرتی ہے ایک ابن عمر رضی اللہ عنہ کے خود کے فعل پر کہ وہ وتر زمین پر پڑھتے تھے اور دوسرا یہ کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کرتے تھے۔

اور باب کی حدیث بھی انہی سے مروی ہے لہٰذا دونوں فریقوں کے لئے ان دونوں قسم کی حدیثوں سے استدلال کارآمد نہیں لیکن فریق ثانی یعنی عروہ اور ابراہیم وغیرہ یہ جواب دے سکتے ہیں کہ شاید ابن عمر رضی اللہ عنہ وتر کو واجب نہ سمجھتے ہوں اور وتر ان کے یہاں دیگر نوافل کی طرح ہو لہٰذا ان کا وتر پڑھنا سواری پر اور زمین پر جائز ہے کیوں کہ ان کے زمین پر وتر پڑھنے سے سواری پر وتر پڑھنے کی نفی نہیں ہوتی۔

اب رہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سواری پر وتر پڑھنا تو شاید پہلے حکم کرنے اور تاکید کرنے کے پڑھتے ہوں گے پھر جب اس کے بعد تاکید کی اور اس کے ترک کی اجازت نہیں دی تو وتر واجبات کے ساتھ لاحق ہو گیا ان احادیث کی بناء پر جن کو ہم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے باب سابق میں نقل کیا ہے۔ اس نقلی دلیل کے بعد امام طحاویؒ نے عقلی دلیل سے بھی سواری پر وتر جائز نہ ہونے کو ثابت کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایک آدمی کھڑے ہونے پر قدرت رکھتا ہے اس کے لئے زمین پر بیٹھ کر وتر پڑھنا درست نہیں تو اس پر قیاس کر کے ہم کہتے ہیں کہ جو شخص اترنے کی طاقت رکھتا ہو اس کے لئے سواری پر وتر پڑھنا جائز نہیں ہے اس کے بعد امام طحاویؒ کہتے ہیں کہ ان قرائن و شواہد سے ثابت ہوا کہ میرے نزدیک سواری کے جانور پر وتر کا پڑھنا منسوخ ہو چکا ہے۔ (بذل المجهود: ۲۴۱ بحوالة العينى)

باب استبانة الخطاء بعد الاجتهاد

اجتہاد کے بعد خطا ظاہر ہونے کا بیان

اخبرنا قتيبة عن مالك بن انس عن عبدالله بن دينار عن ابن عمر قال بينما الناس بقباء في صلاة الصبح جاء هم آت فقال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد انزل عليه الليلة قرآن وقد امر ان يستقبل القبلة فاستقبلوها وكانت وجوههم الى الشام فاستداروا الى الكعبة.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں جب لوگ مسجد قباء میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے ان کے پاس ایک شخص نے آکر کہا کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آج کی شب قرآن نازل کیا گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبلہ کی طرف متوجہ ہونے کا حکم دیا گیا ہے تم قبلہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور ان کے منہ شام کی طرف تھے پس وہ لوگ کعبہ کی طرف پھر گئے۔

تشریح: شاید اس ترجمہ سے مصنفؒ کی غرض دو باتوں میں سے ایک کو ترجیح دینا چاہتے ہوں کہ بیت المقدس کا قبلہ ہونا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد سے تھا یا وحی کے ذریعے سے مصنف کا میلان و رجحان جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے اجتہاد سے تھا یا یہ مقصود ہو کہ اجتہاد سے اہل مسجد قباء کا اجتہاد مراد ہو قباء والے استقبال بیت المقدس کی منسوخی کے بعد بھی استصحاب حال یعنی حکم سابق پر عمل کرتے ہوئے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے رہے حتی کہ ان کو تحویل قبلہ کی خبر اگلے روز فجر کی نماز میں ہوئی اس لحاظ سے ان کے اجتہاد میں خطاء ظاہر ہو گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ مجتہد فی القبلہ کے مسئلہ میں اصل یہ ہے کہ اگر کسی نے اپنے اجتہاد سے قبلہ کی سمت متعین کر کے اسی کی طرف نماز پڑھی پھر ظاہر ہوا کہ وہ سمت قبلہ ٹھیک نہ تھی تو ایسی صورت میں نماز کا اعادہ نہیں یہی قول ابن مسیّبؒ وعطاء اور شعبی وغیرہم سے منقول ہے اور یہی قول اہل کوفہ کا ہے اور زہری اور امام مالکؒ وغیرہما سے مروی ہے کہ وقت کے اندر اعادہ واجب ہے نہ کہ وقت کے بعد اور امام شافعیؒ سے مروی ہے کہ مطلقا اعادہ واجب ہے جب خطا کا یقین ہو جائے۔مگر نوویؒ نے مذہب امام شافعیؒ اس کے خلاف نقل کیا ہے چنانچہ شرح مسلم میں فرمایا اس حدیث باب سے ایک ہی نماز کو دو سمت کی طرف پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے یہی ہمارے اصحاب کے یہاں صحیح ہے اس کے بارہ میں جو اجتہاد سے کسی ایک سمت نماز پڑھے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر متحری کو سمت قبلہ میں خطا ہونا نماز کے اندر معلوم ہوا تو قبلہ کے رخ پھر جاوے کیوں کہ اہل قباء بیت المقدس کی طرف نماز پڑھ رہے تھے جب انہوں نے خانہ کعبہ کی سمت قبلہ بدلنے کا حکم سنا تو نماز ہی میں جس ہیئت پر تھے یعنی رکوع میں جانب قبلہ گھوم گئے اور حضور اکرم ﷺ نے اس فعل کو برقرار رکھا یعنی انکار نہیں فرمایا جیسا کہ حدیث باب اس پر دلالت کرتی ہے۔

سترة المصلی

مصلی کے سترہ کا بیان

اخبرنا العباس بن محمد الدوری قال حدثنا عبدالله بن یزید قال حدثنا حیوة بن شریح عن ابی الاسود عن عروة عن عائشة رضی الله عنها قالت سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم فی غزوة تبوک عن سترة المصلی فقال مثل مؤخرة الرحل.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ سے مصلی کے سترہ کے بارے میں دریافت کیا گیا آپ ﷺ نے فرمایا کجاوہ کی پچھلی لکڑی کے برابر ہو۔

اخبرنا عبیدالله بن سعید قال حدثنا یحییٰ عن عبیدالله قال انبانا نافع عن ابن عمر عن النبی صلی الله علیه وسلم قال کان یرکز الحربة ثم یصلی الیها.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ برچھی گاڑ دیتے پھر اس کی طرف نماز پڑھتے۔

تشریح: لفظ مؤخرہ میم کے پیش اور خاء کی زیر اور ہمزہ ساکنہ کے ساتھ ہے وہ لکڑی جو کجاوہ کے پیچھے بیٹھنے والے کے سر کے برابر ہوتی ہے مطلب یہ کہ میدان وغیرہ میں جہاں غالب گمان سے کسی کے گزرنے کا خطرہ ہو تو اپنے سامنے سترہ کر لینے کے متعلق رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا حضور ﷺ نے فرمایا جب تو نے اپنے سامنے مثل مؤخرۃ الرحل کر لیا تو پھر تجھے کوئی مضر نہیں جو تیرے سامنے سے گذر جاوے اور سترہ کی مقدار کم سے کم ایک ذراع ہو اور اگر اس سے زیادہ ہو تو کوئی

حرج نہیں جیسے اس حدیث میں مثل مؤخرۃ الرحل اس قدر اونچی چیز ہوتی ہے جو کجاوہ میں بیٹھنے والے کے سر کے برابر ہو اور یہ ایک ذراع سے زیادہ ہے۔ اور دوسری روایت سے معلوم ہوا کہ مصلی اپنے آگے سترہ کو زمین کے اندر گاڑ کر کھڑا کر لے زمین پر ڈال دینے کا اعتبار نہیں کیوں کہ اسی روایت میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نیزہ کو گاڑ دیتے پھر اسی کی طرف نماز پڑھتے جس سے معلوم ہوا کہ گاڑ دینے کا اعتبار ہے اسی کو سنت قرار دیا گیا ہے لہٰذا اسی کا اتباع کرنا بہتر ہے سترہ کو زمین پر مصلی کے سامنے ڈال کر رکھنے یا مصلی کے سامنے خط کھینچنے کا اعتبار نہیں کیون کہ اس سے مقصود حاصل نہ ہوگا اور مقصود یہ کہ دیکھنے والا سترہ کو دیکھ کر اس کے باہر سے گذرے تا کہ نمازی کی توجہ میں انتشار پیدا نہ ہو اسی قول کو صاحب ہدایہ اور اکثر مشائخ رحمہم اللہ نے صحیح کہا اور اسی کو لیا ہے۔ (كذا في الهدايه وشروحها)

لیکن ابوداؤد کی ایک روایت میں آیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو عصا وغیرہ کو اپنے آگے کھڑا کر لے اور اگر اپنے ساتھ عصا وغیرہ نہ ہو تو خط کھینچ لینا چاہئے پھر جو چیز اس خط کے پرے سے گذرے گی نماز کو ضرر نہیں کرے گی۔ (رواہ ابو ہریرۃ) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خط کھینچنے کا اعتبار ہے اس کا جواب یہ ہے کہ بذل المجهود : ۱/ ۳۲۷ پر قاضی شوکانی کی کتاب نیل الأوطار کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اس حدیث میں محدثین نے کلام کیا ہے کہ ابن حبان وغیرہ نے اس کو صحیح کہا اور سفیان بن عیینہ اور امام شافعی وغیرہم نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے تفصیل وہاں ملاحظہ کیجئے آگے لکھتے ہیں کہ امام مالک اور اکثر فقہاء خط کھینچنے کا اعتبار نہیں کرتے اور اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف اور مضطرب ہے لہٰذا اس سے استدلال درست نہیں۔ اب رہا حنفیہ کا قول تو البدائع میں لکھا ہے کہ ابو عصمہ نے امام محمد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مصلی اپنے سامنے خط نہ کھینچے کیوں کہ خط اور ترک خط میں کوئی فرق نہیں اس لئے کہ وہ دور سے دیکھنے والے کی نظر میں نہیں آتا لہٰذا مقصود حاصل نہ ہوگا اور مقصود سترہ سے یہ ہے کہ گذرنے والا اس کو دیکھ کر اس کے پرے سے گذرے۔

الامر بالدنو من السترة

سترہ کے قریب کھڑے ہونے کا حکم دینا

اخبرنا علی بن حجر واسحق بن منصور قالا حدثنا سفیان عن صفوان بن سلیم عن نافع بن جبیر عن سهل بن ابی حثمة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا صلی احدکم الی سترة فلیدن منها لا یقطع الشیطان علیه صلاته.

حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی سترہ کی طرف نماز پڑھے تو اس کے قریب کھڑا ہو جائے تا کہ شیطان اس کی نماز نہ توڑ سکے۔

تشریح: ابن الملک نے نقل کیا ہے کہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا قول یہ ہے کہ نمازی بقدر تین ذراع یا اس سے کم

سترہ کے قریب کھڑا ہو کیوں کہ جب حضور اکرم ﷺ نے کعبہ میں نماز پڑھی تو آپ ﷺ نے اپنے اور دیوار کعبہ کے درمیان تقریباً تین ذراع کی مقدار رکھی تھی لہٰذا مصلی بقدر تین ذراع سترہ کے قریب کھڑا ہو۔ اور سترہ کے قریب رہنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ تا کہ شیطان اس کی نماز کو نہ توڑے اس سے معلوم ہوا کہ سترہ مصلی پر غلبہ شیطان اور اس کو مصلی کے قلب میں وسوسہ ڈالنے سے مانع ہوتا ہے اور اگر مصلی کے آگے سترہ نہ ہو تو شیطان اپنی وسوسہ اندازی سے مصلی کو اس کے خشوع اور خضوع اور قرأت وغیرہ کو تدبر کے ساتھ پڑھنے سے پھسلانے پر قادر ہوتا ہے۔ (قاله الحافظ ابن حجرؒ)

اس کو نقل کرنے کے بعد ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ اتباع سنت اور اس پر مرتب ہونے والے فوائد پر نظر رکھی جائے یعنی سترہ کے معاملہ میں (مرقات: ۲/ ۲۴۷) علامہ سندھیؒ نے لکھا ہے کہ ارشاد مبارکہ ''لایقطع الشیطان علیه صلاته'' مستانفہ ہے جو تعلیل کے منزلہ میں ہے اب اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مصلی سترہ کے قریب رہے تا کہ شیطان اپنی حرکت سے نماز کو توڑنے والی چیز کو مصلی کے سامنے سے گذرنے پر اکسا کر اس کی نماز نہ توڑے جیسے عورت یا گدھا یا سیاہ کتا گذرنے سے بعض علماء کے نزدیک واقعی نماز ٹوٹ جاتی ہے اور جمہور کے نزدیک مصلی کا خشوع وخضوع ختم ہو جاتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ شیطان سے مراد کتا ہو کیوں کہ حدیث میں اس کو شیطان کہا گیا ہے۔ (حاشیة النسائي: ۲/ ۶۲)

مقدار ذٰلک

مصلی کو سترہ سے کتنا قریب رہنا چاہئے اس کا بیان

اخبرنا محمد بن سلمة والحارث بن مسكين قراة عليه وانا اسمع عن ابن القاسم قال حدثني مالك عن نافع عن عبدالله بن عمران رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل الكعبة هو واسامة بن زيد وبلال وعثمان بن طلحة الحجبي فاغلقها عليه قال عبدالله بن عمر فسألت بلالا حين خرج ماذا صنع رسول الله صلى الله عليه وسلم قال جعل عمودا عن يساره وعمودين عن يمينه وثلاثة اعمدة وراءه وكان البيت يومئذ على ستة اعمدة ثم صلى وجعل بينه وبين الجدار نحوا من ثلاثة اذرع.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ اور اسامہ بن زید اور بلال بن رباح اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کعبہ میں داخل ہوئے پھر کعبہ کا دروازہ بند کیا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا جس وقت کعبہ سے نکلے کہ رسول اللہ ﷺ نے کعبہ میں کیا کیا بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک ستون بائیں جانب کیا اور دو ستون دائیں جانب کئے اور تین ستون اپنے پیچھے کئے اور اس وقت خانہ کعبہ چھ ستونوں پر تھا پھر حضور ﷺ نے نماز پڑھی اور اپنے اور دیوار کعبہ کے درمیان تقریباً تین ذراع کا فاصلہ تھا۔

تشریح: لفظ حجبی حاء اور جیم دونوں کے زبر کے ساتھ ہے عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ حاجب کعبہ یعنی دربان کعبہ تھے اس

لئے بھی کہا جاتا تھا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مصلی اپنے اور سترہ کے درمیان زیادہ فاصلہ نہ چھوڑے بہتر یہ ہے کہ بقدر تین ذراع کے سترہ کے قریب رہے۔ (حاشية النسائی: ۲/۶۳)

ذكر ما يقطع الصلاة ومالا يقطع اذا لم يكن بين يدى المصلى سترة

بیان میں اس چیز کے جو نماز کو توڑ دیتی ہے اور جو نہیں توڑتی جبکہ نمازی کے سامنے سترہ نہ ہو

اخبرنا عمرو بن علی قال انبانا يزيد قال حدثنا يونس عن حميد بن هلال عن عبدالله بن الصامت عن ابی ذر قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم اذا كان احدكم قائما يصلی فانه يستره اذا كان بين يديه مثل آخرة الرحل فان لم يكن بين يديه مثل آخرة الرحل فانه يقطع صلاته المرأة والحمار والكلب الأسود قلت مابال الأسود من الأصفر من الأحمر فقال سألت رسول الله صلی الله عليه وسلم كما سألتنی فقال الكلب الأسود شيطان.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھے وہ اپنی نماز ٹوٹنے سے بچالیتا ہے جب اس کے سامنے کجاوہ کی پچھلی لکڑی کے مثل کوئی چیز ہو اور اگر اس کے سامنے کجاوہ کی پچھلی لکڑی جیسی کوئی چیز نہ ہو تو اس کی نماز کو عورت اور گدھا اور سیاہ کتا توڑ دیتا ہے، عبداللہ بن صامت کہتے ہیں میں نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سیاہ کتے کا کیا حال ہے کہ وہ زرد رنگ اور سرخ رنگ کے کتوں کی طرح نہیں ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا جیسا کہ تم نے مجھ سے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سیاہ کتا شیطان ہے۔

اخبرنا عمرو بن علی قال حدثنا يحيیٰ بن سعيد قال حدثنی شعبة وهشام عن قتادة قال قلت لجابر بن زيد مايقطع الصلاة قال كان ابن عباس يقول المرأة الحائض والكلب قال يحيیٰ رفعه شعبة.

حضرت قتادہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا کونسی چیز نماز کو توڑ دیتی ہے انہوں نے جواب دیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ حیض والی عورت اور کتا نمازی کے سامنے سے گذرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے یحیٰ بن سعید کہتے ہیں شعبہ نے اس حدیث کو بطور مرفوع بیان کیا ہے۔

اخبرنا محمد بن منصور عن سفيان قال حدثنا الزهری قال اخبرنی عبيدالله عن ابن عباس قال جئت انا والفضل علی اتان لنا ورسول الله صلی الله عليه وسلم يصلی بالناس بعرفة ثم ذكر كلمة معناها فمررنا علی بعض الصف فنزلنا وتركناها ترتع فلم يقل لنا رسول الله صلی الله عليه وسلم شيئاً.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع میں میں اور فضل گدھی پر سوار ہو کر پہنچے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ عرفہ میں نماز پڑھ رہے تھے پس ہم کچھ صف کے آگے سے گزرے پھر اترے اور ہم نے گدھی کو چھوڑ دیا تاکہ گھاس

چرے پس رسول اللہ ﷺ نے ہم سے کچھ نہیں فرمایا۔

اخبرنا عبدالرحمن بن خالد قال حدثنا حجاج قال قال ابن جريج اخبرني محمد بن عمر بن علي عن عباس بن عبيدالله بن عباس عن الفضل بن العباس قال زار رسول الله صلى الله عليه وسلم عباسا في بادية لنا ولنا كليبة وحمارة ترعى فصلى النبي صلى الله عليه وسلم العصر وهما بين يديه فلم يزجرا ولم يؤخرا.

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم جنگل میں رہتے تھے رسول اللہ ﷺ عباس کی زیارت کے لئے تشریف لائے پس نبی کریم ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی اور ہماری کتیا اور گدھی حضور ﷺ کے سامنے کھیلتی چرتی تھی پس ان کو نہ روکا گیا اور نہ پیچھے کر دیا گیا۔

اخبرنا ابو الاشعث قال حدثنا خالد قال حدثنا شعبة ان الحكم اخبره قال سمعت يحيىٰ بن الجزار يحدث عن صهيب قال سمعت ابن عباس يحدث انه مر بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم هو وغلام من بني هاشم على حمار بين يدىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يصلي فنزلوا ودخلوا معه فصلوا ولم ينصرف فجاء ت جاريتان تسعيان من بني عبدالمطلب فأخذتا بركبتيه ففرع بينهما ولم ينصرف.

صہیب کہتے ہیں میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ یہ واقعہ بیان کرتے تھے کہ میں اور بنی ہاشم کا ایک لڑکا گدھی پر سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے گذرے اور حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے پس وہ اپنی سواری سے اترے اور حضور ﷺ کے ساتھ نماز میں شامل ہو گئے حضور ﷺ نماز سے فارغ نہیں ہوئے دو لڑکیاں بنی مطلب کی دوڑتی ہوئی آئیں اور حضور ﷺ کے دونوں گھٹنوں کو پکڑ لیا حضور ﷺ نے ان دونوں کو ہٹا دیا حالانکہ آپ ﷺ نماز سے فارغ نہیں ہوئے۔

اخبرنا اسماعيل بن مسعود قال حدثنا خالد قال حدثنا شعبة عن منصور عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة رضي الله عنها قالت كنت بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يصلي فاذا اردت ان اقوم كرهت ان اقوم فامر بين يديه انسللت انسلالاً.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہوتی اور حضور ﷺ نماز پڑھتے تھے پس جب میں اٹھنے کا ارادہ کرتی تو میں اس بات کو پسند نہیں کرتی کہ میں اٹھوں پھر حضور ﷺ کے سامنے سے گذر جاؤں اس لئے میں کھسک کر نکل جاتی۔

تشریح: ترجمہ کے دو جز ہیں اول جزء تو یہ ہے کہ جس چیز سے نماز ٹوٹ جاتی ہے جبکہ مصلی کے سامنے سترہ نہ ہو

اس کے اثبات میں حضرت ابوذر اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کی ہے اور دوسرا جزء یہ ہے کہ جو چیز نماز کو نہیں توڑتی اس کے اثبات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پیش کی ہے بظاہر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت مصلی کے آگے سترہ نہ ہو تو عورت اور گدھا اور سیاہ کتا اس کے سامنے سے گذرنے سے نماز باطل ہوتی ہے اہل ظاہر اسی کے قائل ہیں انہوں نے اسی حدیث سے اپنے قول پر استدلال کیا ہے امام احمدؒ کہتے ہیں کہ کلب اسود گزرنے سے تو نماز باطل ہو جاتی ہے کیوں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے مقابلہ میں کوئی اور حدیث وارد نہیں ہوئی جس میں سیاہ کتا کے متعلق اس بات کا ذکر آیا ہو کہ اس کے گذرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی ہے لیکن عورت اور گدھا کے مرور سے فساد نماز کے بارے میں میرے دل میں تردد ہے کیوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جو آگے آرہی ہے اور صحیح مسلم میں باب سترہ المصلی کے تحت ان کی جو حدیث مذکور ہے وہ اس حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ کے معارض ہے کیوں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصلی کے سامنے سے عورت کے گزرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی ہے اسی طرح سے گدھے کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث جو آگے آرہی ہے وہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے معارض ہے اس بناء پر امام احمدؒ کہتے ہیں کہ عورت اور گدھا گزرنے سے نماز باطل ہو گی یا نہیں مجھے اس میں تردد ہے۔

امام مالک وامام ابوحنیفہ وامام شافعی رحمہم اللہ اور جمہور علماء سلف وخلف کہتے ہیں کہ نہ عورت اور گدھا اور سیاہ کتا گذرنے سے نماز باطل ہوتی ہے نہ ان کے علاوہ کوئی اور چیز گزرنے سے نماز باطل ہوتی ہے مسلک جمہور کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو امام نسائیؒ نے ترجمہ کے جزء ثانی کے تحت روایت کیا ہے اس کے بعد حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث روایت کی ہے جس سے مسلک جمہور کی تائید ہوتی ہے یہاں پر یہ بات یاد رہے کہ نسائی کی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے عرفہ کا لفظ منقول ہے اور امام مسلمؒ نے بھی سفیان بن عیینہ کی روایت سے عرفہ کا لفظ نقل کیا ہے حالانکہ امام ترمذیؒ اور ابوداودؒ نے اس حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کے الفاظ ''یصلی بالناس بمنی'' نقل کئے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک گدھی پر سوار تھا ہم دونوں سواری کی حالت میں منیٰ پہنچے اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے تو ہم چند قدم صف کے آگے سے گذرے پھر اترے سواری سے اور گدھی کو چھوڑ دیا تاکہ گھاس کھائے اور ہم صف میں داخل ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے اس فعل پر انکار نہیں فرمایا غرض ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ ہے کہ گدھی گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی تو امام ترمذیؒ وغیرہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ منیٰ کا ہے نہ عرفہ کا امام نوویؒ کہتے ہیں اس کو دو واقعات پر محمول کیا جائے گا یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جو واقعہ بیان کیا ہے وہ منیٰ میں بھی پیش آیا ہے اور عرفہ میں بھی مگر یہ قول غیر معقول ہے اس پر شارحین نے گرفت کی ہے درحقیقت واقعہ ایک ہی ہے خصوصاً جب مخرج حدیث ایک ہی ہے تو تعدد واقعہ کا قول کیسے درست ہو گا۔

لہٰذا صحیح بات یہی ہے کہ سفیان بن عیینہؒ کا قول بعرفۃ شاذ ہے تمام ثقات نے منیٰ کا لفظ روایت کیا ہے اسی کا اعتبار ہو گا علاوہ

ان حدیثوں کے جو حضرت ابن عباس ﷛ وغیرہ سے مروی ہیں اور حدیثیں بھی ہیں جن سے مسلک جمہور کی تائید ہوتی ہے چنانچہ حضرت انس ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی ان کے سامنے سے گدھا گزرا تو عیاش بن ابی ربیعہ نے کہا "**سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ**" پھر جب رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرا تو دریافت فرمایا ابھی کس نے سبحان اللہ پڑھا حضرت عیاش ﷛ نے کہا یا رسول اللہ میں نے پڑھا بلاشبہ میں نے سنا ہے کہ گدھا گذرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ کوئی چیز نماز کو نہیں توڑتی۔ **(رواہ الدار قطنی)**

ابن حجرؒ نے الدرایہ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی اسناد حسن ہے۔ اور حضرت ابوامامہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "**لایقطع الصلاۃ شئی**" نماز کو کوئی چیز باطل نہیں کرتی۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر واسنادہ حسن)

مطلب یہ ہے کہ نمازی کے آگے سے عورت اور گدھا اور کتا گذرنے سے نماز نہیں توڑتی اور اکابر صحابہ کے فتویٰ سے بھی مسلک جمہور کی تائید ہوتی ہے چنانچہ امام طحاویؒ نے اسناد صحیح سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مسلمان کی نماز کوئی چیز نہیں توڑتی جب تک ہو سکے تم آگے سے گذرو الی چیز کو دفع کرو۔ اور امام مالکؒ نے صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر ﷛ کہتے تھے کہ مصلی کے آگے کوئی چیز گذرنے سے اس کی نماز کو نہیں توڑتی۔

(کذافی آثار السنن)

بہر حال مرفوع اور موقوف حدیثوں سے ثابت ہوا کہ کوئی بھی چیز نمازی کے آگے سے گزرنے سے نماز نہیں توڑتی اب رہا یہ سوال کہ حضرت ابوذر ﷛ اور حضرت ابن عباس ﷛ کی حدیث کا کیا جواب ہوگا جس سے اہل ظاہر نے نماز باطل ہونے پر استدلال کیا ہے تو اس کا جمہور علماء کی طرف سے یہ جواب ہے کہ حضرت ابوذر ﷛ کی حدیث باب میں "**فانہ یقطع صلاتہ الخ**" مبالغہ اور تاکید پر محمول ہے اور مراد یہ ہے کہ مصلی کے دل ان چیزوں (یعنی عورت اور گدھا اور سیاہ کتا) میں مشغول ہونے کے سبب سے حالت اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ فساد نماز کا خوف ہوتا ہے کیوں کہ عورت مصلی کو فتنہ میں مبتلا کر دیتی ہے جبکہ وہ نمازی کے آگے سے گزرے اور گدھا رینگتا ہے اور کتا کی عادت ہے بھونکنا جس سے وہ آدمی کو ڈراتا ہے خاص طور سے سیاہ کتا بہت شریر ہوتا ہے اس لئے حدیث میں اس کو شیطان کہا گیا ہے تو ان چیزوں کا تصور تشویش میں ڈالتا ہے حتی کہ مصلی اس نوبت کو پہنچ جاتا ہے کہ اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے غرض کہ یہ چیزیں انجام کے اعتبار سے قطع نماز تک پہنچا دیتی ہیں اس لئے پیغمبر ﷺ نے ان چیزوں کو قاطع صلاۃ فرمایا جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے دو آدمی بیٹھے تھے ایک نے دوسرے کی بڑھا چڑھا کر تعریف کی اسی وقت حضور ﷺ نے تعریف کرنے والے کو مخاطب کر کے فرمایا "**ویلک قطعت عنق اخیک**" تجھ پر افسوس کہ تو نے تیرے بھائی کی گردن کاٹ دی یہ جملہ تین مرتبہ فرمایا کیوں کہ ممکن ہے تیری تعریف سے اس کو عجب اور غرور پیدا ہو جس کے سبب وہ شخص ہلاکت میں مبتلا ہونے کا سخت اندیشہ ہے تو جس طرح یہاں مادح

کے حق میں بطور مبالغہ "قطعت عنق اخیک الخ" فرمایا اسی طرح سے حدیث باب میں بطور مبالغہ اور تاکید کے فرمایا اگر مصلی کے سامنے سترہ نہ ہو تو اس کے آگے سے عورت اور گدھا اور کتا گذرنے سے اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے یا قطع صلاۃ سے مراد یہ ہے کہ مذکورہ چیزیں مصلی کے آگے سے گزرنے سے اس کے خشوع وخضوع کو قطع کر دیتی ہیں۔

(فتح الملہم : ۱۱۰/۲ بحوالۃ الاکمال)

علامہ شعرانیؒ نے کہا کہ مشائخ نے لکھا ہے کہ عورت اور گدھا اور سیاہ کتا گزرنے سے قطع صلاۃ کی حکمت یہ ہے کہ شیطان ان چیزوں سے جدا نہیں ہوتا ہے جیسا کہ اہل کشف اس کا مشاہدہ کرتے ہیں اور شیطان امت میں سے جس کے پاس سے گزرتا ہے اس کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے جو مشاہدۂ الٰہی کو قطع کر دیتا ہے اور جب مشاہدۂ الٰہی کو قطع کر دیا تو گویا اس کی نماز قطع کر دی پس حدیث باب میں قطع صلاۃ سے مراد یہ ہے کہ بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جو ربط اور تعلق ہے وہ ان چیزوں کے گزرنے سے ٹوٹ جاتا ہے اس سے اصل صلاۃ کا ابطال مراد نہیں۔

حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس حدیث کے راوی صحابی نے کلب کو اسود کے ساتھ مقید کرنے کی حکمت دریافت کی تو جواب دیا گیا کہ وہ شیطان ہے اور یہ بات پوشیدہ نہیں کہ اگر شیطان مصلی کے سامنے سے گذرے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جب نماز کے لئے اذان کہی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ دیکر بھاگتا ہے پھر جب اذان ہو چکی ہے تو شیطان مصلی کے سامنے کی طرف سے آتا ہے اور اس کے دل میں وساوس ڈالتا ہے۔ **(الحدیث)**

بہر حال اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کے گزرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی ہے البتہ نماز کی حالت میں نمازی اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تعلق کا جو سلسلہ ہوتا ہے اس کو توڑ دیتا ہے۔ امام نوویؒ نے کہا کہ محدثین میں سے بعض حضرات نے نسخ کا دعویٰ کیا ہے کہ حضرت ابوذر ﷜ کی حدیث باب اس حدیث سے منسوخ ہو چکی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "**لا یقطع صلوٰۃ المرء شیء**" کہ آدمی کی نماز کوئی چیز باطل نہیں کرتی اس کو نقل کرنے کے بعد امام نوویؒ کہتے ہیں کہ نسخ کا دعویٰ صحیح نہیں کیون کہ منسوخی کا دعویٰ اس صورت میں درست ہو سکتا ہے جبکہ احادیث میں مطابقت اور تاویل مشکل ہو اور ہمیں تاریخ کا علم بھی ہو اور یہاں زیر بحث مسئلہ میں تاریخ کا علم نہیں اور جمع بین الاحادیث اور تاویل کوئی مشکل نہیں بلکہ وہی تاویل کی جائے گی جو ہم نقل کر چکے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم **(فتح الملہم: ۱۱۰/۲)**

اور متاخرین میں سے حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا بھی یہی قول ہے کہ حدیث باب میں قطع صلاۃ سے مراد قطع وصلہ ہے یعنی تعلق کا سلسلہ جو اللہ تعالیٰ اور مصلی کے درمیان ہے وہ ٹوٹ جاتا ہے جس کی شارع ﷺ نے خبر دی اور وہ تعلق ہم سے غائب ہے اور شارع ﷺ کے منصب سے ہے غائب کی چیزوں کی خبر دینا جن سے انسان کی عقل وسمجھ بالکل قاصر ہے۔

(معارف السنن :۳۶۰/۳)

التشدید فی المروربین یدی المصلی وبین سترته

مصلی اوراس کے سترہ کے درمیان سے گزرنے پر وعید کا بیان

اخبرنا قتیبة عن مالک عن ابی النضر عن بسربن سعید ان زید بن خالد ارسله الی ابی جهیم یساله ماذا سمع من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول فی المارین یدی المصلی فقال ابو جهیم قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لویعلم المارین یدی المصلی ماذا علیه لکان ان یقف اربعین خیر له من ان یمر بین یدیه.

حضرت زید بن خالد جہنی نے بسر بن سعید کو حضرت ابوجہیم رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا زید بن خالد بواسطہ بسر ابوجہیم سے پوچھتے تھے کہ مصلی کے آگے سے گزرنے والے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا فرماتے سنا حضرت ابوجہیم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جانتا کہ سامنے سے گزرنے پر کتنا بڑا گناہ ہے تو البتہ اس کے لئے مصلی کے آگے سے گذرنے سے چالیس تک کھڑا رہنا اپنی جگہ پر بہتر ہوتا۔

اخبرنا قتیبة عن مالک عن زید بن اسلم عن عبدالرحمن بن ابی سعید عن ابی سعید ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال اذا کان احدکم یصلی فلا یدع احداً ان یمر بین یدیه فان ابی فلیقاتله.

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے آگے سے گزرنے والے کو نہ چھوڑے پھر اگر وہ نہ مانے تو اس کو سختی سے دفع کرے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازی کے سامنے سے گزرنے پر سخت وعید آئی ہے مصلی کے سامنے سے گزرنے کا فعل کس قدر سنگین ہے اگر گزرنے والا اس کے گناہ اور عذاب کی مقدار کو جانتا تو اس سے بچنے کے لئے مدۃ مذکورہ یعنی چالیس سال تک اپنی جگہ پر کھڑے رہنے کو ترجیح دیتا اس میں نکتہ یہ ہے کہ نماز اللہ تعالیٰ کے فرائض اور عبادات میں سے عظیم الشان عبادت ہے اور چونکہ نماز میں اس امر کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ جس طرح غلام اپنے مالک کے سامنے نہایت مؤدبانہ ہیئت سے کھڑا رہتا ہے ایسا ہی مصلی بھی اپنے مالک حقیقی اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے لہٰذا نماز کی تعظیم واجب ہے اور نماز کی تعظیم کا مقتضی یہ ہے کہ مصلی کے سامنے سے کوئی گذرنے والا نہ گزرے کیونکہ آقا اور اس کی خدمت میں کھڑے غلام کے درمیان سے گزرنا گستاخی ہے ایسا ہی نماز کی شان ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی آدمی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اپنے پروردگار سے سرگوشی کرتا ہے اور اس کا پروردگار اس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے۔ (الحدیث)

اور مزید برآں بسا اوقات مصلی کے آگے سے گزرنے سے اس کے دل میں تشویش پیدا ہوتی ہے اسی لئے اس کے واسطے گزرنے والا کو روکنے کا حق ہے۔ (کذا فی حجة اللّٰہ البالغة)

اس حدیث میں مصلی کے آگے سے گزرنے سے چالیس تک کھڑا رہنا گزرنے والے کے واسطے بہتر ہوتا کا ارشاد فرمایا تمیز کا ذکر نہیں کیا چالیس دن فرمائے یا چالیس ماہ یا چالیس سال لیکن مسند بزار کی روایت میں ابن عیینہ کے طریق سے چالیس خریف مذکور ہے اور اس کو ہیثمی نے زوائد میں اس لفظ کے ساتھ روایت کیا ہے ''لا ن یقف یوم اربعین خریفاً'' اور کہا کہ اس کو بزرنے روایت کیا ہے اور رجال اس کے صحیح کے رجال ہیں اب تمیز کے بعد شک دور ہوگیا اور ایک روایت میں مائۃ عام کا لفظ آیا ہے کہ اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا اس کے گزرنے پر کتنا بڑا گناہ اور عذاب ہے اس کو جانتا تو سو برس تک اپنی جگہ پر کھڑا رہتا جیسا کہ امام ترمذیؒ نے اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس کو ابن ماجہؒ اور ابن حبانؒ نے روایت کیا ہے المعتصر میں لکھا ہے کہ یہ روایت بعد کی ہے کیوں کہ اس میں زیادت وعید ہے اور اس آخری ارشاد میں گناہ گار کے ساتھ مہربانی اور احسان کا راز مضمر ہے تا کہ وہ سبب وعید کے قریب جانے سے باز رہے۔

(معارف السنن : ۳/۳۵۷ بحوالہ فتح الباری وعمدہ القاری)

عنوان کے تحت کی دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے سامنے سے کسی گزرنے والا کو نہ چھوڑے بلکہ اس کو حتی الامکان ہٹادے پھر اگر وہ نہ مانے تو اس سے قتال کرے کیوکہ وہ شیطان ہے۔ یہ حدیث عام ہے اس میں سترہ کا کوئی ذکر نہیں لیکن حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث میں سترہ کا ذکر آیا ہے چنانچہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے ''اذا صلی احدکم الی شئی یسترہ الخ'' لہٰذا یہ حدیث باب کے اطلاق کو مقید کرتی ہے اب بات واضح ہوگئی کہ جو شخص مصلی اور سترہ کے درمیان سے گزرے تو مصلی حتی الامکان اس کو دفع کرے قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ اشارہ سے دفع کرے اور صاحب ہدایہؒ نے کہا کہ اشارہ سے یا تسبیح سبحان اللہ پڑھنے کے ساتھ دفع کرے تا کہ گزرنے والا ہوشیار ہوجائے کہ نمازی کے سامنے نہ آوے لیکن اشارہ اور تسبیح دونوں کو ساتھ جمع کرنا مکروہ ہے کیوں کہ کسی ایک کے ذریعہ سے دفع کرنا کافی ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ مصلی کے آگے سے گزرنے والے کو دفع کرنا کیا مصلی پر ضروری ہے اس کے بارے میں امام نوویؒ کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں فقہاء میں سے کسی نے بھی گزرنے والے کو دفع کرنا مصلی کے ذمہ واجب کہا ہو بلکہ ہمارے علماء نے واضح طور پر لکھا ہے کہ گزرنے والے کو دفع کرنا مستحب ہے۔

شیخ ابو منصورؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے نقل کیا ہے کہ افضل یہ ہے کہ دفع کرنے کو چھوڑ دے اور حدیث میں گزرنے والے کو ہٹانے کا جو حکم آیا ہے وہ بیان رخصت کے لئے ہے جیسا کہ حدیث میں اسودین یعنی سانپ اور بچھو کے قتل کا امر بیان رخصت کے لئے ہے بہر حال اگر مصلی اس کے اور سترہ کے درمیان سے گزرنے والے کو ہٹادے اور وہ نہ مانے تو اس حدیث باب میں آیا ہے کہ اس گزرنے والے سے قتال کرے اس کے یہ معنی نہیں کہ گزرنے والے کا قتل جائز ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ بزور اس کو ہٹادے اس طور سے نماز فاسد نہ ہو چنانچہ قاضی عیاضؒ اور قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ تمام اماموں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ گزرنے والے سے ہتھیار کے ساتھ مقابلہ کرنا مصلی پر لازم نہیں کیوں کہ یہ صورت توجہ علی الصلاۃ اور نماز میں قرآن پڑھنے اور تسبیح وغیرہ

سے مانع ہے جس سے معلوم ہوا کہ دفع ہتھیار کے ساتھ جائز نہیں۔

اور قاضی عیاضؒ اور ابن بطالؒ نے نقل کیا ہے کہ سب کا اس پر اجماع ہے کہ گزرنے والے کو دفع کرنے کی غرض سے مصلی کا نہ اپنی جگہ سے چلنا جائز ہے اور نہ اس کی مدافعت میں عمل کثیر جائز ہے کیوں کہ گزرنے والے کو روکنے کے لئے اپنی نماز کی جگہ سے چلنا اور اس کو عمل کثیر یعنی ہتھیار سے قتال وجدال کے ذریعہ ہٹانا ایسا فعل ہے جو گزرنے والے کے مرور سے بھی بدتر ہے لہٰذا اس بات کی ہرگز اجازت نہیں کہ مصلی اپنے آگے سے گزرنے والے کا ہتھیار کے ساتھ مقابلہ کرے یہی قول علماء حنفی کا بھی ہے چنانچہ بدائع میں لکھا ہے کہ ہمارا مسلک یہ ہے کہ نماز کی حالت میں قتال جائز نہیں کیوں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''ان فی الصلاۃ لشغلاً ''یعنی نماز میں قرأت قرآن اور تسبیح وغیرہ اعمال صلاۃ کا شغل ہے اور قتال اعمال صلاۃ میں سے نہیں لہٰذا قتال میں مشغول ہونا جائز نہیں اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس حدیث میں ابتداء کا واقعہ بیان کیا ہے جبکہ نماز میں عمل کثیر کی اجازت تھی اب اس کی اجازت نہیں۔(بذل المجھود : ۱/۳۶۹)

بحث کا حاصل یہ ہوا کہ اگر مصلی کے سجدہ کی جگہ سے یا اس کے اور سترہ کے درمیان سے کوئی آدمی گزرے اور مصلی اس کو اشارہ یا تسبیح کے ذریعے سے دفع کرے اور گزرنے والا نہ مانے تو سختی سے اس کو ہٹا دے جیسے ہاتھ سے ہٹا دینا نہ ہتھیار سے دفع کرے اور نہ ہٹانے کی غرض سے اس کی طرف چل کر جائے اس سے نماز فاسد ہو جائے گی کیوں کہ گزرنے والے کو روکنے کے لئے ہتھیار سے مقابلہ کرنا یا اس کی طرف چل کر جانا عمل کثیر میں داخل ہے اور عمل کثیر سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

ردالمختار میں لکھا ہے کہ جب ہتھیار سے قتال کرنے کی ہمارے یہاں اجازت نہیں ہے تو مصلی کا کسی گزرنے والے کو ہتھیار سے قتل کر دینا جنایت میں داخل ہے لہٰذا اس پر موجب جنایت یعنی دیت یا قصاص لازم ہوگا اور مرقات :۲/۲۴۴ میں قاضی عیاضؒ کا قول نقل کیا ہے اگر مصلی گزرنے والے کو ایسی چیز سے دفع کرے جس کے ساتھ دفع کرنا جائز ہے اور وہ مر جائے تو اس پر باتفاق علماء قصاص نہیں اور دیت واجب ہونے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں واجب ہوتی ہے اور بعض کہتے ہیں واجب نہیں اور یہی دونوں قول مذہب امام مالکؒ میں ہیں۔(نقلہ الطیبیؒ) واللہ اعلم

الرخصة فی ذٰلک

مصلی کے سامنے سے گزرنے کی اجازت کا بیان

اخبرنا اسحٰق بن ابراھیم قال انبانا عیسٰی بن یونس قال حدثنا عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج عن کثیر بن کثیر عن ابیه عن جده قال رأیت رسول اللهﷺصلی الله علیه وسلم طاف بالبیت سبعا ثم صلی رکعتین بحذائه فی حاشیة المقام ولیس بینه وبین الطواف احد.

کثیر بن مطلب نے کثیر کے دادا مطلب بن ابی وداعہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو

دیکھا کہ آپ ﷺ نے بیت اللہ کا طواف کیا پھر اس کے سامنے مقام ابراہیم کے گوشہ میں دو رکعت نماز پڑھی درآنحالیکہ آپ ﷺ اور طواف کرنے والوں کے درمیان کوئی نہیں تھا۔

تشریح: حنفیہ کے یہاں مسئلہ یہ ہے کہ مسجد حرام میں اگر طواف کرنے والے مصلی کے سامنے سے گزریں تو جائز ہے اور یہ بضرورت مستثنیٰ ہے وجہ استثناء یہ ہے کہ طواف نماز کے حکم میں ہے تو یہ ایسا ہے جیسا کہ کسی نمازی کے سامنے مصلیوں کی صفیں ہوتی ہیں لہٰذا مرور سے کوئی نقصان نہیں اس پر خارج کعبہ میں نماز پڑھنے کے مسئلہ کو قیاس کرنا درست نہیں۔ علامہ سندھیؒ نے کہا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے مقام ابراہیم کے نزدیک نماز پڑھی پس مقام ابراہیم سترہ کے لئے کافی ہے اس بناء پر یہ حدیث ان لوگوں کی دلیل نہیں بن سکتی جو کہتے ہیں کہ مکہ میں سترہ کی حاجت نہیں فلیتأمل۔

(حاشیة النسائی : ۲/۶۷)

الرخصة فی الصلاة خلف النائم

سوتے کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت ہے

اخبرنا عبیداللہ بن سعید قال حدثنا یحییٰ عن هشام قال حدثنا ابی عن عائشة قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یصلی من اللیل وانا راقدة معترضة بینه وبین القبلة علی فراشه فاذا اراد ان یوتر ایقظنی فاوترت.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو نماز پڑھا کرتے تھے اور میں آپ ﷺ کے اور قبلہ کے درمیان آپ کے فرش پر عرض میں لیٹی ہوتی اور سوتی رہتی پھر جب وتر پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو مجھ کو جگاتے پس میں وتر پڑھتی۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی آدمی سو رہا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں قاضی شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کے تحت لکھا ہے کہ یہ حدیث بتا رہی ہے کہ اگر کوئی سونے والے کی طرف نماز پڑھے تو بلا کراہت جائز ہے مگر حضرت مجاہدؒ وطاؤسؒ وامام مالکؒ اور ہادویہؒ کے نزدیک سونے والے کی طرف نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ اس بات کا خوف ہے کہ سونے والے سے کوئی ایسی چیز ظاہر ہو جائے جو مصلی کو اس کی نماز سے غافل کر دیتی ہو انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث "لاتصلوا خلف النائم و لا المتحدث" جو ابوداؤد نے روایت کی ہے اس سے استدلال کیا ہے حالانکہ امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحت کو نہیں پہنچی یہ حدیث جتنے طریقوں سے مروی ہے سب کمزور ہیں اور امام نوویؒ نے کہا یہ حدیث تمام حفاظ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے لہٰذا اس سے استدلال درست نہیں۔

(بذل المجهود :۳۶۸ بحواله نیل الاوطار)

النهی عن الصلاة الی القبر

قبر کی طرف نماز پڑھنے سے منع کرنے کا بیان

اخبرنا علی بن حجر قال حدثنا الولید عن ابن جابر عن بسربن عبیداللہ عن واثلة ابن الاسقع عن ابی مرثد الغنوی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتصلوا الی القبور ولا تجلسوا علیھا.

حضرت ابی مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم قبروں کی طرف نماز مت پڑھو اور قبروں پر مت بیٹھو۔

تشریح: اس حدیث میں قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے منع فرمایا کیوں کہ قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے عبادت قبر کا شبہ پیدا ہوتا ہے۔ (قالہ علامۃ السندھی ؒ)

علاوہ اس کے ملا علی قاری ؒ نے لکھا ہے کہ اگر قبر یا قبر والے کی تعظیم کے قصد سے قبر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھے تو صریح کفر ہے ورنہ مکروہ تحریمی ہے اور یہی حکم ہے جنازہ کا اگر سامنے رکھا ہو بلکہ کراہت اس میں زیادہ ہے اور اس میں اہل مکہ بھی مبتلا ہو رہے ہیں کہ قطار باندھ کر جنازے کعبہ کے پاس رکھ دیتے ہیں اور پھر ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ (مرقات)

اس حدیث میں دوسری بات یہ فرمائی کہ قبروں پر مت بیٹھو جس سے معلوم ہوا کہ قبر پر بیٹھنا منع ہے اور بعض نے کہا کہ قبر پر بیٹھنے سے مراد جلوس متعاف نہیں بلکہ اشارۃً قضائے حاجت مراد ہے یعنی قبر پر یا اس کے آس پاس پاخانہ اور پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (قالہ علامۃ السندھی ؒ)

بہرحال جلوس سے جو بھی معنی مراد لئے جائیں ارشاد مبارکہ سے معلوم ہوا کہ قبر پر بیٹھنا یا اس کے آس پاس پاخانہ و پیشاب کرنا اکرام مؤمن کے منافی ہونے کی وجہ سے منع ہے بلکہ قبر کے آس پاس استنجاء کرنے کی کراہت اس پر بیٹھنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔

الصلاة الی ثوب فیه تصاویر

ایسے کپڑے کی طرف نماز پڑھنا جس میں تصویریں ہوں

اخبرنا محمد بن عبدالاعلی الصنعانی قال حدثنا خالد قال حدثنا شعبة عن عبدالرحمن بن القاسم قال سمعت القاسم یحدث عن عائشة قالت کان فی بیتی ثوب فیه تصاویر فجعلته الی سھوة فی البیت فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الیه ثم قال یا عائشة أخریه عنی فنزعته فجعلته وسائد

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میرے گھر میں ایک کپڑا تھا جس میں تصویریں تھیں میں نے اس سے

اپنے گھر کے طاقچہ کو ڈھانک رکھا تھا رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے وہ آپ کے سامنے ہوتا تھا آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا اس کپڑے کو یہاں سے ہٹا دے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے اس کو اتار لیا پھر اس کے تکیے بنا لئے۔

تشریح: ظاہر یہی ہے کہ وہ تصویر والا پردہ جس سے الماری کو ڈھانک دیا تھا اس وقت تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ممانعت کی حدیث نہ پہنچی ہوگی جب حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا تو اتار لیا۔ میرے ناقص خیال میں یہ تعلیم اور تنبیہ ہے امت کو تا کہ ایسی چیزوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے سے احتیاط کریں جو نماز میں حضور قلب اور دھیان کو ہٹا دیں خواہ وہ تصویر والا پردہ ہو یا کوئی اور چیز ہو۔ واللہ اعلم بالصواب

اور شاید اسی حدیث کی بناء پر علماء کہتے ہیں کہ سب سے بڑھ کر کراہت یہ کہ تصویر مصلی کے سامنے ہو جو بے تکلف نظر آوے کیوں کہ یہ تصویر کی تعظیم ہے جبکہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ تصویروں کے ساتھ تحقیر و توہین کا برتاؤ کریں۔

المصلی یکون بینه وبین الامام ستره

مصلی اور امام کے درمیان سترہ کا بیان

اخبرنا قتیبة قال حدثنا اللیث عن ابن عجلان عن سعید المقبری عن ابی سلمة عن عائشة قالت کان لرسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم حصیرة یبسطها بالنهار ویحتجرها باللیل فیصلی فیها ففطن له الناس فصلوا بصلاته وبینه وبینهم الحصیرة فقال اکلفوا من العمل ماتطیقون فان اللہ عزوجل لایمل حتی تملوا وان احب الاعمال الی اللہ عزوجل ادومه وان قل ثم ترک مصلاه ذلک فما عادله حتی قبضه اللہ عزوجل وکان اذا عمل عملا اثبته.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے واسطے ایک چٹائی تھی جس کو دن میں بچھاتے اور رات کو اُسے حجرہ کی طرح بنا لیتے (تا کہ کوئی گزرنے والا سامنے سے نہ گزرے) اور اس میں نماز پڑھتے لوگوں کو اس کا علم ہو گیا تو انہوں نے حضور ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی اور حضور ﷺ اور لوگوں کے درمیان چٹائی کا سترہ تھا حضور ﷺ نے فرمایا عمل اس قدر کرو جس کی تم طاقت رکھو یعنی ہمیشہ کرنے کی اس لئے کہ بلاشبہ اللہ عزوجل تنگ نہیں ہوتا یہاں تک کہ تم تنگ ہو جاؤ گے اور بلاشبہ عملوں میں وہ عمل اللہ عزوجل کے نزدیک بہت زیادہ محبوب ہے جو ہمیشہ کیا جاوے اگر چہ تھوڑا ہو پھر حضور اکرم ﷺ نے اپنے اس مصلی کو چھوڑ دیا پھر دوبارہ وہاں نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ اللہ بزرگ و برتر نے حضور ﷺ کو اٹھا لیا اور جب حضور ﷺ کوئی عمل شروع فرماتے تو اس کو مسلسل فرماتے تھے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعمال دین سے کوئی بھی عمل ہو وہ عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت زیادہ محبوب ہے جو ہمیشہ کیا جاوے اگر چہ تھوڑا ہو وہ عمل جو کبھی کیا جاوے اور کبھی چھوڑ دیا جاوے اللہ تعالیٰ کے یہاں پسندیدہ نہیں اور اس بات

کی تعلیم دی کہ اپنے نفس پر بہت زیادہ عمل کا بوجھ نہ ڈالو جس کی ہمیشہ کرنے کی طاقت نہ رکھو بلکہ عملوں سے اسی قدر اختیار کرو کہ اس کو ہمیشہ کر سکو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ عبادت کا ثواب دینا ترک نہیں کرتا حتی کہ تم تھک کر چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ بھی ثواب دینا چھوڑ دے گا پس عمل متوسط درجہ کا کرو تا کہ ہمیشہ نبھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں یہ ہدایت فرمانے کے بعد حضور اکرم ﷺ نے اس مصلی کو جہاں آپ ﷺ صلاۃ اللیل پڑھتے تھے چھوڑ دیا اس کی تشریح میں علامہ سندھیؒ نے لکھا ہے کہ اس جانماز کو اس خوف کے سبب چھوڑ دیا کہ ابتداء میں لوگوں نے جس قدر رغبت وشوق اور اہتمام کے ساتھ صلاۃ اللیل حضور ﷺ کی اقتداء میں شروع کی تھی آخر کار اسے نبھا نہ سکتے تھے بلکہ اس سے عاجز ہو جاتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الصلاة فی الثوب الواحد

ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کا بیان

اخبرنا قتيبة بن سعيد عن مالك عن ابن شهاب عن سعيد بن المسيب عن ابى هريرة ان سائلاً سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الصلاة فى الثوب الواحد فقال او لكلكم ثوبان.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سائل نے رسول اللہ ﷺ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہوتے ہیں۔

اخبرنا قتيبة عن مالك عن هشام بن عروة عن ابيه عن عمرو بن ابى سلمة انه رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى فى ثوب واحد فى بيت ام سلمة واضعًا طرفيه على عاتقيه.

حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک کپڑے میں اس کی دونوں طرف کو اپنے دونوں مونڈھوں پر رکھے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی آدمی ایک کپڑے میں نماز پڑھے بشرطیکہ اس کا ستر ڈھکا ہو اور ستر کھل جانے کا خوف نہ ہو اور دوسرا کپڑا اس کے پاس موجود نہ ہو تو تمام اماموں کے نزدیک اس کی نماز جائز ہے لیکن جس کے پاس دو کپڑے ہوں تو اس کے لئے دو کپڑوں میں نماز پڑھنا افضل ہے اور حضور اکرم ﷺ نے جو ایک کپڑے میں نماز پڑھی ہے تو کبھی بوجہ نہ ہونے دوسرے کپڑے کے پڑھی اور کبھی بیان جواز کے لئے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہا ''انما صنعت ذلک لیرانی احمق مثلک الخ'' کہ میں نے ایک کپڑے میں اس لئے نماز پڑھی تا کہ مجھے کوئی جاہل مثل تیرے دیکھے اور جانے کہ نماز ایک کپڑے میں جائز ہے اور سنت کے خلاف نہیں ایک آدمی نے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کو برا سمجھ کر حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کپڑوں کے ہوتے ہوئے تم ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہو تو اس وقت حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے یہ کلام مذکور کہا۔ (بذل المجهود : ۱/ ۳۴۹)

الصلاة فی قمیص واحد

ایک قمیص میں نماز پڑھنے کا بیان

اخبرنا قتیبة قال حدثنا العطاف عن موسی بن ابراهیم عن سلمة بن الأکوع قال قلت یا رسول الله انی لاکون فی الصید ولیس علی الا القمیص افاصلی فیه قال وزره علیک ولو بشوکة.

حضرت سلمہ بن اکوع سے روایت ہے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ بیشک میں شکار کرتا ہوں اور میرے پاس صرف ایک کرتا ہوتا ہے کیا میں ایک کرتے میں نماز پڑھ سکتا ہوں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہاں اور بٹن لگالے قمیص کا اگرچہ کانٹے کے ساتھ ہو۔

تشریح: علامہ طیبیؒ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے قمیص میں بٹن لگانے کا حکم ثابت ہو رہا ہے یہ اس صورت میں ہے جبکہ اس کا گریبان کشادہ ہو کر اس میں سے رکوع اور سجدہ کے وقت ستر ظاہر ہونے کا اندیشہ ہو تو بٹن سے بند کرلیا کرے تاکہ ستر ظاہر نہ ہو اور شرح شرعۃ الاسلام میں لکھا ہے کہ آداب نماز سے یہ بات بھی ہے کہ کرتے کا بٹن بند کرلیا جائے شرائط نماز سے نہیں یعنی نماز کی درستگی کے لئے بٹن بند کرلینا ضروری نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ اپنے نفس سے اپنا ستر چھپانا ضروری نہیں اس لئے اگر قمیص کا گریبان کھلا ہوا ہو اور گریبان کے اندر سے اپنے ستر پر نظر پڑ جائے تو اپنی نماز کا اعادہ نہ کرے۔ (کذا فی التبیین)

اور شرح المنیۃ میں ہے کہ بعض مشائخ نے فتویٰ دیا ہے کہ جب کوئی اپنے ستر کو دیکھے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور یہی بات ظاہر حدیث سے بھی معلوم ہو رہی ہے۔ (مرقات: ۲/۲۳۴)

الصلاة فی الازار

تہبند میں نماز پڑھنے کا بیان

اخبرنا عبیدالله بن سعید قال حدثنا یحیی عن سفیان قال حدثنی ابوحازم عن سهل بن سعد قال کان رجال یصلون مع رسول الله صلی الله علیه وسلم عاقدین ازرهم کهیئة الصبیان فقیل للنساء لاترفعن رؤسکن حتی یستوی الرجال جلوسًا.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنے تہبندوں کو بچوں کی طرح گردن میں گرہ لگا کر نماز پڑھتے تھے پس عورتوں کو حکم دیا گیا کہ تم اپنے سروں کو مت اٹھاؤ جب تک کہ مرد سیدھے ہو کر نہ بیٹھ جائیں۔

اخبرنا شعیب بن یوسف قال حدثنا یزید بن هارون قال انبانا عاصم عن عمرو بن سلمة قال لما رجع قومی من عند النبی صلی الله علیه وسلم قالوا انه قال لیؤمکم اکثر کم قراءة للقرآن قال فدعونی فعلمونی الرکوع والسجود فکنت اصلی بهم وکانت علیّ بردة مفتوقة فکانوا یقولون لأبی الاتغطی عنا

است ابنک.

حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ جب میری قوم نبی کریم ﷺ کے پاس سے واپس لوٹی تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمہاری امامت وہ شخص کرے جو تم میں سب سے زیادہ قرآن اچھا پڑھتا ہو عمرو بن سلمہ کہتے ہیں کہ میری قوم کے لوگوں نے مجھ کو بلایا اور انہوں نے مجھ کو رکوع اور سجدہ کرنے کی کیفیت سکھلا دی پس میں ان کو نماز پڑھاتا تھا اور نماز پڑھانے کے دوران میرے بدن پر ایک پھٹی ہوئی چادر ہوتی تھی تو لوگ میرے والد سے کہتے تھے کیا تم اپنے بیٹے کا ستر ہم سے نہیں چھپاتے۔

تشریح : پہلی حدیث میں آیا ہے کہ کچھ لوگ یعنی اصحاب صفہ جن کی حالت یہ تھی کہ ان میں سے کسی کے پاس ایک کپڑے سے زیادہ نہ تھا یا تہبند تھا یا کملی تھی وہ بھی پورے جسم کو نہیں ڈھانکتی بعض آدھی پنڈلیوں تک اور بعض دونوں ٹخنوں تک ڈھانکتی تھی جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کا بیان آیا ہے جب نماز کا وقت ہوتا تو اپنے تہبندوں کو بچوں کی طرح گدی پر گرہ لگا کر باندھتے اور حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور چونکہ بعض حضرات کا تہبند تنگ ہونے کی وجہ سے آدھی پنڈلی تک ہوتا تھا جس کی وجہ سے سجدہ میں ستر ظاہر ہونے کا خدشہ تھا ایسی حالت میں اگر عورتیں جو مردوں کے پیچھے کھڑی ہوتی تھیں وہ مردوں سے پہلے سر اٹھا لیتیں تو ان کے ستر پر نظر پڑتی اس لئے عورتوں کو حکم دیا گیا کہ تم مردوں سے پہلے سجدوں سے اپنے سر کو مت اٹھاؤ جب تک وہ سیدھے ہو کر نہ بیٹھ جائیں بہر حال اگر ایک ہی کپڑے میں تمام بدن ڈھانک کر نماز پڑھے تو بغیر کراہت کے جائز ہے اور خالی تہبند میں جبکہ دوسرا کپڑا ہو نماز جائز ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے۔ (کذافی الخلاصة. مظاهر حق. حاشية النسائی)

دوسری حدیث میں جو عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے خود ان کی امامت کا ذکر ہے وہ اپنی قوم میں سب سے زیادہ قرأت قرآن میں ماہر تھے اور ان کی قوم کو حضور اکرم ﷺ نے اس بات کی ہدایت فرمائی تھی کہ تمہاری امامت وہ شخص کرے جو تم میں سب سے زیادہ قرآن جانتا ہو اس لئے عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے ان کی قوم نے امامت کی گزارش کی پس وہ اپنی قوم کو نماز پڑھایا کرتے تھے اور جس چادر کو اوڑھ کر نماز پڑھاتے تھے وہ پھٹی ہوئی تھی جس کی وجہ سے جوتڑ کھل جاتا اس لئے لوگ ان کے والد سے کہتے کیا تم اپنے بیٹے کی شرم گاہ کو ہم سے نہیں ڈھانکتے عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کی مفصل روایت میں آیا ہے کہ قوم نے کپڑا خرید کیا پھر ان کے لئے کرتا بنایا وہ کہتے ہیں ''فما فرحت بشئی فرحی بذلک القمیص'' کہ میں کسی چیز کے ساتھ اس قدر خوش نہیں ہوا جتنی خوشی اس قمیص سے ہوئی۔ (رواہ البخاری)

صلاة الرجل فی ثوب بعضه علی امرأته

مرد کا ایسے کپڑے میں نماز پڑھنا جس کا کچھ حصہ اپنی بیوی کے بدن پر ہو

اخبرنا اسحق بن ابراهیم قال انبانا وکیع قال حدثنا طلحة بن یحییٰ عن عبیدالله بن عبدالله عن

عائشة قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی باللیل و انا الی جنبہ و انا حائض وعلی مرط بعضہ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو نماز پڑھتے تھے اور میں حائضہ ہونے کی حالت میں آپ ﷺ کے پہلو میں چادر اوڑھی ہوئی سوتی جس کا کچھ حصہ رسول اللہ ﷺ کے بدن پر ہوتا۔

تشریح: ظاہر تو یہی ہے کہ سردی کے زمانے کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے نماز پڑھتے تھے تو کپڑے کا کچھ حصہ آپ ﷺ کے بدن پر اور کچھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بدن پر ہوتا اور ممکن ہے کہ کپڑا بڑا ہو اور حضور ﷺ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوں پس کچھ حصہ اس کا حضور اکرم ﷺ اپنے بدن پر ڈال لیتے اور کچھ حصہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بدن پر ہوتا۔
(بذل المجهود : ۱/۳۵۰)

صلاة الرجل فی الثوب الواحد لیس علی عاتقة منه شیٔ

آدمی کا ایک کپڑے میں نماز پڑھنا جبکہ اس کے کندھے پر اس کپڑے میں سے کچھ حصہ نہ ہو

اخبرنا محمد بن منصور قال حدثنا سفیان قال حدثنا ابو الزناد عن الاعرج عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایصلین أحدکم فی الثوب الواحد لیس علی عاتقه منه شئی.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے جبکہ اس کے کندھے پر اس کپڑے میں سے کچھ حصہ نہ ہو۔

تشریح: حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ مراد حدیث یہ ہے کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کی صورت میں اس کے دونوں کنارے کو کمر پر نہ باندھے بلکہ دونوں کنارے کو بغل کے نیچے سے نکال کر اپنے دونوں کندھوں پر ڈالے تا کہ بدن کا بالائی حصہ گو وہ ستر میں داخل نہیں ڈھک جائے یا اس کپڑے میں سے کچھ حصہ کندھوں پر ڈالنے سے ستر عورت کی اچھی طرح رعایت ہو گی اور کھل جانے کا خوف نہ ہو گا اور جمہور علماء نے اس نہی کو نہی تنزیہہ پر محمول کیا ہے اور امام احمدؒ سے منقول ہے کہ اس شخص کی نماز صحیح نہیں ہو گی جو اس کپڑے میں سے کچھ حصہ کندھوں پر ڈالنے کی قدرت رکھتا ہو اس کے باوجود اس نے توشح کو چھوڑ دیا بہر حال امام احمدؒ نے ظاہر حدیث کے پیش نظر اس کپڑے میں سے کچھ حصہ دونوں کندھوں پر ڈالنے کو شرائط نماز میں سے قرار دیا ہے اور ان سے اور ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ نماز درست ہو جائے گی مگر گناہ گار ہو گا۔

امام طحاویؒ نے فرمایا کہ اگر کپڑا وسیع ہو تو شرعی ضابطہ یہ ہے کہ بطور اشتمال یعنی کپڑے کے دونوں کنارے اپنے کندھوں پر ڈالے ہوئے نماز پڑھے اور اگر تنگ چھوٹا ہو تو تہبند کے طور پر باندھے اس توجیہہ سے زیر بحث مسئلہ میں وارد شدہ تمام احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے انتہی ملخصاً۔ **(بذل المجهود : ۱/۳۴۹، ۳۵۰)**

امام طحاویؒ کی اس توجیہہ وتاویل کی تائید حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی تفصیلی روایت سے ہوتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا جب تو نماز پڑھے اور تیرے پاس ایک کپڑا ہو "فان کان واسعًا فالتحف به وان کان ضیقًا فاتزر به" پس اگر کپڑا وسیع ہو تو اس سے پورا بدن ڈھانک لینا اور اگر چھوٹا ہو تو تہبند کی طرح باندھ لینا۔ (رواہ الشیخان) اور صحیح مسلم کا لفظ یہ ہے "فان کان واسعاً فخالف بین طرفیه وان کان ضیقا فاشدده علی حقویک" پس اگر کپڑا وسیع ہو تو اس کا جو کنارہ داہنے کندھے پر ڈالا ہے اس کو بائیں ہاتھ کے نیچے سے لیوے اور اس کا جو کنارہ بائیں کندھے پر ڈالا ہے اس کو دائیں ہاتھ کے نیچے سے لیوے پھر سینہ پر گرہ لگادے تاکہ سدل نہ ہو اگر کپڑا تنگ ہو اس کو اپنی کمر پر باندھ لیا کرو۔

الصلاة فی الحریر

ریشمی کپڑے میں نماز پڑھنا

اخبرنا قتیبة وعیسیٰ بن حماد زغبة عن اللیث عن یزید بن ابی حبیب عن ابی الخیر عن عقبة بن عامر قال أهدی لرسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فروج حریر فلبسه ثم صلی فیه ثم انصرف فنزعه نزعًا شدیداً کالکاره له ثم قال لا ینبغی هذا للمتقین.

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کے واسطے ریشمی قباء تحفہ میں بھیجی گئی آپ ﷺ نے اس کو پہنا پھر اس میں نماز پڑھی پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو اسی وقت اس طرح زور سے کھینچ کر اس کو اتار لیا گویا آپ ﷺ اس سے نفرت ظاہر فرمارہے ہیں پھر فرمایا کہ یہ ریشمی قباء متقی لوگوں کے واسطے مناسب نہیں۔

تشریح: فروج اس قباء کو کہتے ہیں جس کو پیچھے سے چیرا گیا ہو وہ قباء ریشمی تھی اسکندریہ کے بادشاہ یا دومہ کے بادشاہ یا کسی اور نے حضور اکرم ﷺ کو بطور تحفے کے بھیجی تھی حضور ﷺ نے اس کو پہن کر نماز پڑھی حالانکہ وہ ریشمی تھی اس کے جواب میں بعض علماء نے کہا کہ بعثت سے پہلے کا واقعہ ہے اور بعضوں نے کہا کہ بعثت کے بعد ریشمی کپڑے کے استعمال کی تحریم سے پہلے پہنی تھی کیوں کہ دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے ریشمی قباء میں نماز پڑھی پھر اس کو اتار لیا اور فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے مجھے اس کے استعمال سے منع فرمایا اب نفرت ظاہر کرتے ہوئے اس کو اتار لینے کا سبب یہ تھا کہ وہ ریشمی قباء نماز کے خشوع وخضوع اور تعلق مع اللہ میں خلل انداز تھی جیسے ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ ایک خط دار چادر پہن کر نماز پڑھی جس کی وجہ سے حضور قلب میں کچھ فرق آیا اس لئے نماز سے فارغ ہونے کے فوراً بعد اس کو اتار لیا پھر کبھی استعمال نہیں کیا یا اس سبب سے اس کو فوراً اتار دیا کہ حضور ﷺ کے پاس ممانعت کی وحی آچکی تھی اور جب ریشمی کپڑے کا پہننا حرام ہوا تو شرک سے بچنے والے یعنی مسلمان کو اس کا پہننا جائز نہیں چنانچہ فرمایا "لا ینبغی هذا للمتقین"۔

(مرقات: ۲/۲۳۳. مظاہر حق: ۱/۲۵۶)

الرخصة فی الصلاة فی خمیصة لها أعلام

نقش ونگاروالی چادر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے

اخبرنا اسحق بن ابراهیم وقتیبة بن سعید واللفظ له عن سفیان عن الزهری عن عروة بن الزبیر عن عائشة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم صلی فی خمیصة لها اعلام ثم قال شغلتنی اعلام هذه اذهبوا بها الی ابی جهم وائتونی بأنبجانیة.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بیل بوٹے والی چادر میں نماز پڑھی پھر فرمایا کہ اس چادر کے نقش ونگار نے مجھے حضور قلب سے باز رکھا اس کو ابوجہم کے پاس لے جاؤ اور لے آؤ میرے پاس انبجانی کملی۔

تشریح: علامہ سندھیؒ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے جملہ ''شغلتنی اعلام هذه'' سے معلوم ہوا کہ ظاہری نقش ونگار پاک نفسوں اور صاف دل والوں پر بھی اثر انداز ہوتا ہے اور یہ بوجہ انتہائی صفائی اور لطافت قلب کے ہوتا ہے جیسے سفید کپڑے میں اگر سیاہ نقطہ پڑ جائے تو ظاہر ہوتا ہے اور جتنا زیادہ سفید ہوگا ظاہر بھی زیادہ ہوگا اور گناہوں کی آلائش میں پھنسا ہوا تیرہ باطن کو اس بات کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بہر حال حضور اکرم ﷺ نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد صحابہ کو فرمایا یہ چادر ابوجہم کو واپس کر دو کیوں کہ چادر ان کی تھی وہ بطور تحفہ حضور ﷺ کے لئے بھیجی تھی پھر جب اس کے واپس لوٹا دینے میں خیال ہوا کہ وہ شکستہ دل ہوگا اسی لئے فرمایا کہ اس بیل بوٹے والی چادر کے بدلے اس سے انبجانیہ لے آؤ وہ غیر منقش سادی موٹی چادر کو کہتے ہیں اور بعض حضرات نے کہا کہ انبجان ایک جگہ کا نام ہے وہاں بغیر نقش ونگار کے اون کی کملی بنی جاتی تھی اس کو انبجانیہ کہتے ہیں۔

(زهر الربی. حاشیة النسائی.)

مظاہر حق میں لکھا ہے کہ میرے نزدیک یہ امت کو تعلیم وتنبیہ ہے تا کہ وہ احتیاط کریں ایسی چیزوں سے کہ جو نماز میں توجہ اور حضور قلب کو بٹادیں۔ (۲۵۵/۱)

الصلاة فی الثیاب الحمر

سرخ کپڑوں میں نماز پڑھنا

اخبرنا محمد بن بشار قال حدثنا عبدالرحمن قال حدثنا سفیان عن عون بن ابی جحیفة عن ابیه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم خرج فی حلة حمراء فرکز عنزة فصلی الیها یمر من ورائها الکلب والمرأة والحمار.

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ سرخ جوڑے میں نکلے پس برچھی بطور سترہ گاڑ دی اور اس طرف نماز پڑھی اس برچھی کے پرے سے کتے اور عورت اور گدھے گزرتے تھے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سرخ حلہ میں نماز جائز ہے حلہ دو کپڑوں کو کہتے ہیں ایک تہبند اور ایک چادر لیکن وہ جوڑا خالص سرخ نہ تھا کیوں کہ خالص سرخ کپڑے کا استعمال کرنا مردوں کو مکروہ تحریمی ہے چنانچہ ابن الملکؒ نے کہا کہ جس سرخ جوڑے میں حضور ﷺ نے نماز پڑھی اس کی تاویل علماء نے یہ کی ہے کہ وہ پورا جوڑا خالص سرخ نہ تھا بلکہ اس میں سرخ خطوط تھے کیوں کہ سرخ کپڑا جبکہ اس میں دوسرا رنگ نہ ہو مردوں کے لئے بوجہ مشابہت ہونے عورتوں کے مکروہ ہے اور وہ جوڑا کپڑے کا جس کو حضور اکرم ﷺ نے استعمال کیا خالص سرخ نہ تھا بلکہ اس میں جو لکیریں تھیں وہ سرخ رنگ کی تھیں باقی کپڑے کا رنگ دوسری قسم کا تھا اب کوئی اشکال نہیں۔ (مرقات: ۲/۲۴۱)

الصلاۃ فی الشعار

بدن سے متصل لباس میں نماز پڑھنے کا بیان

اخبرنا عمرو بن منصور قال حدثنا هشام بن عبدالملک قال حدثنا یحییٰ بن سعید قال حدثنا جابر بن صبح قال سمعت خلاس بن عمرو یقول سمعت عائشة تقول کنت انا و رسول الله صلی الله علیه وسلم ابو القاسم فی الشعار الواحد وانا حائض طامث فان اصابه منی شئی غسل ما اصابه لم یعده الی غیره وصلی فیه ثم یعود معی فان اصابه منی شئی فعل مثل ذٰلک لم یعده الی غیره.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور ابوالقاسم رسول اللہ ﷺ ایک کپڑے اوڑھے ہوئے ہوتے حالانکہ میں حائضہ ہوتی پھر اگر مجھ سے اس کپڑے کو حیض کا خون لگ جاتا تو صرف اسی جگہ کو دھوتے جہاں ناپاکی لگ جاتی اس سے زیادہ جگہ نہ دھوتے اور اس کپڑے میں نماز پڑھتے پھر واپس لوٹ کر آتے اور میرے ساتھ ایک ہی کپڑے میں لیٹ جاتے پھر اگر اس کپڑے کو مجھ سے کچھ حیض کا خون لگ جاتا تو پہلی دفعہ کی طرف صرف اسی ناپاک جگہ کو دھوتے اس سے زیادہ نہیں دھوتے۔

تشریح: شعار وہ کپڑا جو کمبل یا لحاف وغیرہ کے نیچے بدن سے لگا رہتا ہے اور شعار یعنی چادر میں نماز تہجد کی پڑھتے تھے اس کپڑے کا کچھ حصہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بدن پر پڑا رہتا اور کچھ حصہ حضور اکرم ﷺ اوڑھ کر نماز پڑھتے اس سے معلوم ہوا کہ حائضہ کے تمام اعضاء سوائے فرج کے پاک ہیں ورنہ نماز اس کپڑے میں کہ بعض اس کا نجاست پر پڑا ہو اور بعض اس کا نمازی کے بدن پر جائز نہ ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الصلاۃ فی الخفین

موزے پہنے ہوئے نماز پڑھنا

اخبرنا محمد بن عبدالاعلی قال حدثنا خالد قال حدثنا شعبة عن سلیمان عن ابراھیم عن ھمام قال رأیت جریرا بال ثم دعا بماءٍ فتوضأ ومسح علی خفیه ثم قام فصلی فسئل عن ذلک فقال رأیت النبی صلی اللہ علیه وسلم صنع مثل ھذا.

ہمام سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جریر رضی اللہ عنہ کو دیکھا پیشاب کیا پھر پانی منگایا اور وضو کیا اور دونوں موزوں پر مسح کیا پھر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی ان سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں ں ے جواب دیا میں نے نبی کریم ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موزہ پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں اگر کوئی قباحت ہوتی تو حضور ﷺ موزہ پہن کر کیوں نماز پڑھتے۔

الصلاۃ فی النعلین

جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھنا

اخبرنا عمروبن علی عن یزید بن زریع وغسان بن مضر قالا حدثنا ابومسلمة واسمه سعید بن یزید بصری ثقة قال سألت انس بن مالک أکان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یصلی فی النعلین قال نعم.

ابومسلمہ جن کا نام سعید بن یزید بصری ہے اور ثقہ ہیں کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ جوتے سمیت نماز پڑھتے تھے انہوں نے جواب دیا ہاں۔

تشریح: ابن الملک نے کہا کہ اس حدیث سے جوتوں سمیت نماز کا جواز ثابت ہوتا ہے جبکہ وہ پاک ہوں اور علامہ خطابیؒ نے کہا کہ پاک بھی ہوں اور اس کا امکان ہو کہ دونوں پیروں کی انگلیاں زمین پر لگا کر سجدہ کرسکتا ہو تب جوتے کے ساتھ نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دھلویؒ نے فرمایا کہ یہود کا تصور یہ تھا کہ جوتے اور موزے پہنے ہوئے حالت میں نماز پڑھنا خلاف تعظیم ہے اس لئے وہ جوتے اور موزے میں نماز پڑھنے کو مکروہ خیال کرتے تھے کیوں کہ لوگ مقامات مقدسہ اور بلند درجہ والوں کے دربار میں جوتے اتار کر جاتے ہیں جس کو قرآن پاک کی اس آیت میں بیان کیا گیا ہے "**فاخلع نعلیک انک بالوادی المقدس طوی**" مگر یہاں ایک اور چیز وہ یہ ہے کہ موزہ اور جوتا آدمی کے پورے لباس میں داخل ہے جو اس کو زیب وزینت دیتا ہے اس لئے نبی کریم ﷺ نے قیاس اول کو چھوڑ دیا اور یہود کی مخالفت کے قصد سے قیاس ثانی کی تائید

فرمائی چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم یہود کی مخالفت کرو کیوں کہ وہ جوتوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے ۔

(رواہ ابو داؤد والحاکم)

لہٰذا صحیح بات یہ ہے کہ نماز جوتے پہنے ہوئے اور ننگے پاؤں کی حالت میں برابر ہے اور قاضی شوکانیؒ نے بھی صلاۃ فی النعال کی حدیثوں کو استحباب پر محمول کیا ہے اور انہوں نے کہا کہ استحباب پر محمول کرنا میرے نزدیک تمام مذہب میں زیادہ مضبوط اور منقول ہے غرض کہ یہود کی مخالفت کے قصد سے پاک جوتے اور موزے میں نماز پڑھنا افضل ہے جیسا کہ تفصیل مذکور سے اس کا ثبوت ہوتا ہے لیکن علامہ سہارنپوریؒ نے بذل المجھود میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کو جوتوں میں نماز پڑھنے کا حکم یہود کی مخالفت کے سبب سے دیا گیا تھا مگر ہمارے زمانہ میں نصاریٰ کی مخالفت کے قصد سے ننگے پاؤں نماز پڑھنا افضل ہونا چاہئے کیوں کہ نصاریٰ اپنے پیروں سے جوتوں کو نہیں اتارتے وہ جوتے پہن کر نماز پڑھتے ہیں ۔(فتح الملھم : ۲/۷ ۱۴)

این یضع الامام نعلیه اذا صلی بالناس

جب امام لوگوں کے ساتھ نماز پڑھے تو اپنے جوتے کو کہاں رکھے

اخبرنا عبیدالله بن سعید وشعیب بن یوسف عن یحییٰ عن ابن جریج قال اخبرنی محمد بن عبّاد عن عبدالله بن سفیان عن عبدالله بن السائب ان رسول الله صلی الله علیه وسلم صلی یوم الفتح فوضع نعلیه عن یساره.

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن نماز پڑھی پس آپ ﷺ نے اپنے جوتے کو بائیں جانب رکھا۔

تشریح :حضور اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے روز لوگوں کو نماز پڑھائی اس وقت حضور ﷺ نے اپنے جوتے کو بائیں جانب رکھا کیوں کہ حضور ﷺ کے بائیں جانب کوئی شخص نہ تھا تو اس عمل سے امت کو تعلیم دی کہ جب کوئی نماز پڑھے تو اپنے جوتے کو بائیں طرف رکھے جبکہ بائیں طرف کوئی نمازی نہ ہو اور اگر اس طرف کوئی نمازی ہو تو جوتے رکھنے کی ممانعت فرمادی چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے ''ولا عن یسارہ'' کہ بائیں طرف نمازی ہونے کی صورت میں اس طرف جوتے نہ رکھے۔

(رواہ ابو داؤد)

پوری حدیث وہاں دیکھ لیں کیوں کہ جب نمازی کے بائیں جانب کوئی شخص کھڑا ہوگا اور وہ بائیں جانب جوتا رکھے گا تو اس کے دائیں طرف پڑے گا جو اس کی نظر میں قابلِ احترام ہے لہٰذا بائیں طرف رکھنے سے اپنے نمازی بھائی کو تکلیف پہنچے گی اور کسی مسلمان بھائی کو تکلیف دینا حرام ہے بلکہ ایسی صورت میں اپنے آگے پاؤں کے قریب رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(مظاهر حق . بذل المجهود)

کتاب الامامة

ذکر الامامة والجماعة

امامة اھل العلم والفضل

علم اور فضیلت والے کی امامت کا بیان

اخبرنا اسحق بن ابراھیم وھناد بن السری عن حسین بن علی عن زائدة عن عاصم عن زرعن عبداللہ قال لماقبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت الانصار منا امیر ومنکم امیرفاتاھم عمر فقال اُلستم تعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد امر ابابکر ان یصلی بالناس فایکم تطیب نفسہ ان یتقدم ابابکر قالوا نعوذ باللہ ان نتقدم ابابکر.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو انصار نے کہا ایک امیر ہم میں سے ہونا چاہیے اور ایک امیر تم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ انصار کے پاس گئے اور فرمایا کیا تم نہیں جانتے ہو کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تم میں سے کس کا دل گوارہ کرتا ہے کہ وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مقدم ہو انصار نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ہم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مقدم ہوں۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص جماعت والوں میں سے فقہ اور احکام شرعیہ کا زیادہ عالم ہو اور اس کے ساتھ ساتھ اچھی طرح اس قدر قرأت پڑھ سکتا ہو جس سے نماز جائز ہوتی ہے تو وہی شخص امامت کا زیادہ مستحق ہے اسی کو جمہور علماء نے اختیار کیا ہے یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مرض وفات کے زمانے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا کیوں کہ وہ تمام صحابہ سے احکام شریعت کے علم اور فضیلت میں مقدم تھے چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا قول ''**کان ابوبکر اعلمنا**'' کہ حضرت ابوبکر ہم سب سے زیادہ جاننے والے تھے اس کا واضح شاہد ہے حالانکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بہتر قاری موجود تھے چنانچہ فرمایا تم سب میں بہتر قاری ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہے لیکن چونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سنت یعنی فقہ اور احکام شرعیہ سب سے زیادہ جاننے والے تھے اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''**مروا ابابکر فلیصل بالناس**''۔ واللہ تعالیٰ اعلم

علامہ سندھیؒ نے لکھا ہے کہ ''**وقد امر ابابکر یصلی بالناس**'' سے معلوم ہوا کہ امامت صغریٰ (جماعت مسلمین کو نماز پڑھانے کا کام) اور امامت کبریٰ (خلافت) دونوں کے لئے اہل فضل وعلم ہی کو مقدم کرنا بہتر ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس

وضاحت کے بعد کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی بیماری کے ایام میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اسی سے حضرات انصار سمجھ گئے کہ جب امامت صغریٰ کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مقدم کرنا ثابت ہوا تو امامت کبریٰ کے لئے مستحق ہونا بھی ثابت ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس بیان سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ انہوں نے امامت کبریٰ کو امامت صغریٰ پر قیاس کیا ہے اس لئے یہ قیاس باطل ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں امامت صغریٰ امام کبیر کے وظائف اور فرائض میں داخل تھی اب حضور ﷺ کے وصال کے وقت آپ ﷺ کا ایک شخص کو امامت صغریٰ کے قابل قرار دینا گویا اس کے امامت کبریٰ کے لئے حق دار ہونے کی طرف اشارہ ہے فلیتامل اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قوم کی امامت کے لئے فقہ اور احکام شریعت کے زیادہ جاننے والے کو زیادہ ماہر قاری پر ترجیح دی جائے گی کیوں کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مقدم فرمایا نہ کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حالانکہ ان کے حق میں فرمایا "اقرؤکم ابی" کہ تم میں سب سے بہتر قاری ابی بن کعب ہے۔

(حاشیة النسائی : ۱/۱۲۶)

الصلٰوة مع ائمة الجور

ظالم اماموں کے ساتھ نماز پڑھنا

اخبرنا زیادبن ایوب قال حدثنا اسمٰعیل بن علیة قال حدثنا ایوب عن ابی العالیة البراء قال اخرزیاد الصلٰوة فاتانی ابن صامت فالقیت له کرسیا فجلس علیه فذکرت له صنع زیادٍ فعض علی شفتیه وضرب علی فخذی وقال انی سألت اباذر کما سألتنی فضرب فخذی کما ضربت فخذک وقال انی سألت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کما سألتنی فضرب فخذی کما ضربت فخذک فقال علیه الصلٰوة والسلام صل الصلٰوة لوقتها فان ادرکت معهم فصل ولاتقل انی صلیت فلا اصل.

حضرت ابوالعالیہ سے روایت ہے کہ گورنر زیاد نے نماز کو تاخیر سے پڑھا پس میرے پاس حضرت عبداللہ بن صامت آئے میں نے ان کے لئے کرسی رکھ دی وہ اس پر بیٹھ گئے پھر میں نے ان سے زیاد کے عمل کا ذکر کیا تو وہ اپنے ہونٹ دانت سے کاٹنے لگے اور میری ران پر ہاتھ مارا اور کہا بیشک میں نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا جیسا کہ تم نے مجھ سے پوچھا تو ابوذر رضی اللہ عنہ نے میری ران پر ہاتھ مارا جیسا کہ میں نے تمہاری ران پر ہاتھ مارا پھر ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا جس طرح تم نے مجھ سے پوچھا پس حضور ﷺ نے میری ران پر ہاتھ مارا جس طرح میں نے تمہاری ران پر ہاتھ مارا پھر حضور ﷺ نے فرمایا اے ابوذر نماز کو اس کے وقت پر ادا کرو پھر اگر تم اس نماز کو ان امراء کے ساتھ پالو تو ان کے ساتھ پڑھ لیا کرو اور یہ بات مت کہو کہ میں نے نماز پڑھ لی اس لئے دوبارہ نہیں پڑھوں گا۔

اخبرنا عبیداللہ بن سعید قال حدثنا ابوبکر بن عیاش عن عاصم عن زر عن عبداللہ قال قال رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلکم ستدرکون اقوا مایصلون الصلوٰۃ لغیر وقتھا فان ادرکتموھم فصلوا الصلوۃ لوقتھا وصلوا معھم واجعلوا ھا سُبحۃ.

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شاید تم عنقریب ایسے حکام کو پاؤ گے کہ وہ نماز کو اس کے وقت سے ٹال کر غیر وقت پر پڑھیں گے پس اگر تم ان کو پالو تو نماز کو اس کے وقت پر ادا کیا کرو اور ان حکام کے ساتھ بھی نماز پڑھا کرو اور اس نماز کو نفل بنالیا کرو۔

تشریح: پہلی حدیث ابوالعالیہ برّاء سے مروی ہے لفظ براء تشدید راء اور مد کے ساتھ ہے وہ تیر تراشتے تھے اس لئے براء کہتے ہیں اصل نام ان کا زیاد بن فیروز ہے اور بعضوں نے کہا کہ کلثوم ہے۔ (**قاله العلامة السيوطیؒ**)

جب ابوالعالیہ نے امیر زیاد کی نماز کا حال عبداللہ بن صامت سے ذکر کیا کہ زیاد نماز کو اس کے وقت مستحب سے ٹال کر پڑھا تا ہے تو حضرت عبداللہ بن صامت دانت سے ہونٹ چبانے لگے جس سے مقصد زیاد کے اس فعل سے کراہت اور غصہ کا اظہار تھا اس کے بعد عبداللہ بن صامت نے ابوالعالیہ کی ران پر ہاتھ مارا تا کہ وہ متنبہ ہو جائے اور پوری توجہ سے حدیث سنے جو اس سے بیان کرنا چاہتے تھے ایسا ہی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بھی عبداللہ کو تنبیہ اور متوجہ کرنے کے لئے ان کی ران پر ہاتھ مارا اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے بھی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی ران پر ہاتھ مار کر پہلے ان کو اپنی طرف متوجہ کیا پھر جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ پوری طرح متوجہ ہوئے تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "**صل الصلاة لوقتها الخ**" تو گویا اسی کے اتباع میں حضرت عبداللہ بن صامت نے ابوالعالیہ کی ران پر اپنا ہاتھ مارا بہر حال حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت تم پر ظالم امراء مسلط ہوں گے اور وہ نماز کو اس کے وقت مستحب سے تاخیر کر کے پڑھیں گے تو تم نماز کو اس کے مستحب وقت پر پڑھ لیا کرو تا کہ اول وقت کی فضیلت فوت نہ ہو پھر ان امراء کے ساتھ بھی پڑھو اور یہ بات مت کہو کہ میں نے نماز پڑھ لی کیوں کہ اس سے انتشار اور فساد اٹھنے کا خطرہ ہے تو اس ارشاد مذکور سے غیر معصیت میں امراء کی موافقت پر ترغیب و تاکید فرمائی تا کہ بدانتظامی اور فتنہ واقع نہ ہو یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمر اور انس وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حجاج ثقفی کے پیچھے نماز پڑھی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ کی اقتداء میں نماز پڑھی بعض روایات میں آیا ہے کہ ان ظالم حکام اور امراء کے ساتھ نماز پڑھنے میں تمہارا فائدہ ہے کیوں کہ اگر تم نے نماز کو اس کے وقت مستحب پر پڑھ لیا پھر ان حکام کے ساتھ بھی تو تم دو فضیلتیں پاؤ گے ایک تو اول وقت پر نماز ادا کرنے کی اور دوسری جماعت کے ساتھ پڑھنے کی بہر حال تم ان کے ساتھ نماز پڑھو جب تک کہ وہ قبلہ کی طرف نماز پڑھیں اور ان کے پیچھے جو نماز پڑھو گے اس کو نفل بنالیا کرو یعنی یہ نماز تمہارے واسطے نفل ہوگی کیوں کہ فرض نماز تو ایک ہی وقت میں دو مرتبہ نہیں پڑھی جاتی اس حدیث باب میں حضور اکرم ﷺ نے غیب کی جو خبر دی تھی وہ بنی امیہ کے زمانہ میں واقع ہوئی لہٰذا اس پیش گوئی کا حرف بحرف واقع ہونا حضور اکرم ﷺ کا معجزہ تھا۔

(**مرقات: ۲/۱۴۴، ۱۴۱**)

من احق بالامامة

کون شخص امامت کا زیادہ مستحق ہے

اخبرنا قتیبة قال حدثنا فضیل ابن عیاض عن الاعمش عن اسماعیل بن رجاءٍ عن اوس بن ضمعج عن ابی مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یؤم القوم اقرأھم لکتاب اللہ فان کانوا فی القراءة سواءً فاقدمھم فی الھجرة فان کانوا فی الھجرة سواءً فاعلمھم بالسنة فان کانوا فی السنة سواءً فاقدمھم سنا ولا یؤم الرجل فی سلطانه ولا تقعد علی تکرمته الا ان یأذن لک.

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قوم کی امامت وہ شخص کرے جو ان میں کتاب اللہ کو اچھا پڑھتا ہو پھر اگر سب قرأت میں برابر ہوں تو وہ شخص امامت کرے جو سب سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ میں آیا ہو پھر اگر سب لوگ ہجرت میں برابر ہوں تو وہ شخص امامت کا زیادہ مستحق ہے جو ان میں سنت کو زیادہ جاننے والا ہو پھر اگر سب برابر ہوں سنت کے علم میں تو جو ان کا عمر میں بڑا ہو وہ امامت کرے اور مت امامت کر کسی کے محل ولایت وامامت میں اور مت بیٹھ کسی آدمی کی مسند و مخصوص جگہ پر مگر یہ کہ تم کو اس پر بیٹھنے کی اجازت دیدے۔

تشریح :اس حدث میں امامت کے مراتب بیان کئے گئے حدیث میں اس شخص کو مقدم فرمایا جو کتاب اللہ کو بہت اچھا پڑھتا ہو اسی سے استدلال کرتے ہوئے امام احمد اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ جماعت والوں میں سے جو شخص بہتر قرأت پڑھنے والا ہو اور بقدر ضرورت نماز کے مسائل کا علم رکھتا ہو وہ امامت میں اعلم پر مقدم ہے، امام ابو حنیفہ وامام محمد اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ نے اعلم اور افقہ کو اقرأ پر ترجیح دی یعنی امامت کے لئے وہ شخص زیادہ قابل ہے جو فقہ اور احکام شریعت کی زیادہ معلومات رکھتا ہو اور اچھی طرح اس قدر قرأت پڑھ سکتا ہو جس سے نماز جائز ہو جائے اس کو علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری میں نقل کیا ہے تفصیل وہاں دیکھ لیجئے۔

ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مرض وفات شریف میں حکم فرمایا اے لوگو! تم ابو بکر کو پیغام دو کہ لوگوں کو نماز پڑھاوے حالانکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بہتر قاری موجود تھے اور یہ حضور ﷺ کی طرف سے آخری حکم تھا اور اعتبار آخری حکم کا ہوتا ہے لہٰذا اس سے وہ احادیث منسوخ ہو چکی ہیں جن میں اقرأ کی تقدیم کا بیان ہے اس دلیل کو نقل کرنے کے بعد ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ علاوہ اس کے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اندر یہ خوبیاں بھی تھیں کہ وہ سب سے پہلے مسلمان ہو چکے ہیں اور سب سے پہلے ہجرت کر چکے ہیں اور عمر میں بھی سب سے بڑے ہیں تو ان اوصاف کی بناء پر ان کو امامت کے لئے مقدم فرمایا۔(مرقات: ۳/ ۸۱، ۸۲)

نیز حضور اکرم ﷺ کے قول مذکور ''اقرأھم لکتاب اللہ'' میں یہ بھی احتمال ہے کہ ممکن ہے کہ اقرأہم سے صرف تجوید

سے پڑھنے میں اقرأ ہونا مراد نہ ہو بلکہ وجوہ قرأت اور تاویلات آیات اور ان کے معنی سمجھنے میں اعلم ہونا مراد ہو اور ان امور میں بہت ماہر شخص کو کتاب اللہ کے مسائل کا علم ضرور ہوگا۔ پھر اگر اس میں سب برابر ہوں تو امامت میں اعلم بالسنۃ افضل ہے یعنی جو شخص سوائے مسائل نماز کے حلال وحرام کا علم سب سے زیادہ رکھتا ہو کیوں کہ حلال وحرام کی زیادہ تفصیل سنت سے ملتی ہے کتاب اللہ میں تو اجمالی احکام ہوتے ہیں اس توضیح پر حدیث باب مسلک جمہور کے خلاف نہ ہوگی لہٰذا جس حدیث میں اقرأ کی تقدیم کا ذکر ہے اسے منسوخ ماننے کی ضرورت نہیں اور معنی مذکور مراد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام ﷺ ہماری قرأت کی طرح محض الفاظ پر کفایت نہیں کرتے بلکہ ان کی قرأت فہم معانی اور مسائل کے ساتھ ہوتی تھی رہا ترتیل وتجوید کا معاملہ تو جتنی مقدار کی ترتیل وتجوید سے قرأت پڑھنے اور نماز کی صحت اس اس طرز سے پڑھنے پر موقوف ہے اس میں تمام صحابہ ﷺ مساوی تھے اور ان میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جو قرآن پڑھنے پر قادر نہ ہو۔ (کوکب دری : ۱۲۰)

پھر اگر کتاب اللہ کی قرأت میں سب اہل جماعت برابر ہوں تو نسائی کی روایت میں آیا ہے کہ جس نے مکہ سے مدینہ کی طرف سب سے پہلے ہجرت کی وہ قوم کی امامت کرے اس کی تشریح میں علامہ سندھیؒ نے کہا کہ ہجرت میں مقدم ہونے کی وجہ سے اس کو دوسروں کے مقابلے میں شرف وکمال حاصل ہے اس لئے اس کو امامت میں مقدم فرمایا جس نے سب سے پہلے ہجرت کی غالباً وہ بعد میں ہجرت کرنے والوں کی نسبت سے کثرت علم سے مالا مال ہوتا تھا اس لئے اس کو مقدم کیا گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(حاشية النسائي: ۲/۷٦)

ابن الملکؒ نے کہا کہ اب ہجرت منقطع ہو چکی ہے لہٰذا اس زمانے میں ہجرت معنویہ کا اعتبار ہوگا یعنی گناہوں کو چھوڑ دینا ہجرت کے قائم مقام ہوگا ترک معاصی میں جو سب سے مقدم ہوگا اسی کو فقہاء نے علم اور قرأت میں مساوات کے بعد امامت کے لئے زیادہ مستحق قرار دیا ہے۔ (مرقات: ۳/۸۱)

یہاں پر ایک شبہ ہے کہ نسائی کی اس روایت میں ہجرت کو پہلے بیان کیا ہے حالانکہ صحاح ستہ کی مشہور ومعروف روایت میں اعلم بالسنۃ کو مقدم رکھا ہے اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ صحاح کی حدیث کو غیر صحاح یعنی نسائی وغیرہ کی حدیث پر ترجیح دی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لہٰذا مراتب امامت کے بیان میں، ہجرت میں سب سے مقدم والے کا اعتبار اعلم بالسنۃ کے بعد ہی ہوگا غرض کہ اگر قرآن پاک کی یاد میں اس کی قرأت اور اس کے احکام کے علم میں سب جماعت والے برابر ہوں تو قوم کی امامت وہ شخص کرے جو سنت کے بارے میں زیادہ عالم ہو حاکم کی صحیح اسناد والی روایت میں بجائے ''فاعلم بالسنة'' کے ''فافقههم فقها'' آیا ہے یعنی فقہ کا علم سب سے زیادہ رکھنے والا ہو، علامہ طیبیؒ نے کہا کہ سنت سے مراد حدیثیں ہیں تو صحابہ کے دور میں جو زیادہ حدیثیں جانتا تھا وہ بڑا فقیہ ہوتا تھا۔ (مرقات: ۳/۸۱)

اب دونوں قسم کی روایات میں کوئی تعارض نہیں بہر حال اگر سب لوگ جماعت والے کتاب اللہ کو تجوید کے ساتھ پڑھنے

اوراس کے احکام کی معلومات میں برابر ہوں تو ان میں سے وہ شخص امامت کے لئے بہتر ہے جو سنت یعنی فقہ اور احکام نماز کے متعلق زیادہ علم رکھتا ہو پھر اگر سب سنت کے علم میں برابر ہوں تو جو ان میں بلحاظ عمر کے بڑا ہو وہ امامت کے لئے بہتر ہے بڑا ان کا امامت کے لئے اسی وجہ سے زیادہ حق دار بتایا کہ اس کو مقدم کرنے میں جماعت کی زیادتی ہے۔

(کذا قال صاحب الهدایه و ابن الملک .هدایه .مرقات: ۳/ ۸۱)

جامع کہتا ہے کہ جماعت کی زیادتی اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہے جیسا کہ اس کا بیان حدیث میں آیا ہے نیز حدیث میں ہے کہ جو ہمارے بزرگ کی عزت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں تو جب زیادہ عمر والے کو اپنا امام بنالیا تو گویا اس کی تعظیم کی بہرحال اس حدیث باب میں امامت کے لئے اتنے ہی مراتب مذکور ہوئے لیکن شیخ ابن ہمامؒ اور ملا علی قاریؒ وغیرہما نے کچھ اور مراتب بھی بیان کئے ہیں مثلاً اگر عمر میں بھی برابر ہوں تو ان میں بہتر اخلاق والا امامت کرے وغیرہ وغیرہ جس کا جی چاہے فتح القدیر اور مرقات میں دیکھ لے۔

اسی حدیث باب میں یہ ارشاد بھی فرمایا کہ ''ولا یؤم الرجل فی سلطانه الخ'' اس حدیث میں ہر اس شخص کو خطاب فرمایا جو اس کی صلاحیت رکھتا ہو اور سلطان سے مراد محل ولایت ہے اور وہ اس جگہ کو کہتے ہیں کہ جس کا آدمی مالک ہو یا اس کے واسطے اس جگہ کے استعمال پر اختیار حاصل ہو یا اس جگہ کا انتظام اس آدمی کے ماتحت ہو جیسا کہ صاحب خانہ اور صاحب مجلس اور امام مسجد وغیرہ تو ارشاد مذکور کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی آدمی امامت میں حاکم یا نائب پر پہل نہ کرے خاص طور سے عید کی اور جمعہ کی نمازوں میں اور محلّہ کے امام پر اور صاحب خانہ پر پہل نہ کرے اگرچہ وہ آدمی جو امام محلّہ کے ساتھ مسجد میں داخل ہو، امام محلّہ سے بہتر ہو اور مالک مکان سے بہتر ہو البتہ ان کی اجازت سے وہ دوسرا آدمی نماز پڑھا سکتا ہے اور دوسرے کی حکومت اور عملداری کی جگہ میں امامت سے حدیث مذکور میں اسی لئے منع کیا گیا ہے کہ کسی کی ولایت کی جگہ میں دوسرے کی امامت کا اقدام منصب ولایت کی توہین اور عہد اطاعت کو توڑ دینے کا باعث ہوتا ہے اسی طرح کسی کے حلقۂ امامت میں دوسرے کی امامت باعث ہوتی ہے آپس کے بغض اور ترک تعلق اور ظہور اختلاف کا حالانکہ جماعت کا مشروع ہونا ان چیزوں کے دفع کے واسطے ہے اسی لئے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ باوجود شرف وکمال کے حجاج ثقفی کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ امام مسجد غیر سلطان پر مقدم ہے۔

(قاله الطیبی .مرقات: ۳/ ۸۲. حاشیة النسائی: ۲/ ۷۶)

اسی حدیث میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تم کسی کی مسند ومخصوص جگہ پر بدون اس کی اجازت کے نہ بیٹھو حدیث میں تکرمتہ کا لفظ آیا ہے تکرمہ خاص جگہ کو کہتے ہیں جو آدمی کے بیٹھنے کے لئے ہوتی ہے خواہ فرش ہو یا تخت جس کو گھر میں اس کے اکرام کی خاطر سے اس کے لئے تیار کیا جاتا ہے تو ایسی جگہ پر اس کی اجازت کے بغیر نہیں بیٹھنا چاہئے۔

(حاشیة النسائی)

تقدیم ذوی السن

زیادہ عمر والے کو امامت کے لئے مقدم کرنے کا بیان

اخبرنا حاجب بن سلیمان المَنْجِیُّ عن وکیع عن سفیان عن خالد الحذاء عن ابی قلابة عن مالک بن الحویرث قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم انا وابن عم لی وقال مرة انا وصاحب لی فقال اذا سافرتما فاذنا واقیما ولیؤمکما اکبرکما.

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اور میرے چچا کا بیٹا اور ایک بار یوں کہا کہ میں اور میرا ساتھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور ﷺ نے فرمایا جب تم سفر کرو تو اذان کہو اور تکبیر کہو اور امامت وہ کرے جو تم میں سے بڑا ہو۔

جو شخص عمر میں بڑا ہو وہ امامت کے لئے افضل ہونے کے متعلق تفصیل پیچھے "فاقدمهم الخ" کے تحت گذر چکی ہے۔

اجتماع القوم فی موضع هم فیه سواء

قوم کا جمع ہونا کسی جگہ میں جہاں سب برابر ہوں

اخبرنا عبیداللہ ابن سعید عن یحییٰ عن هشام قال حدثنا قتادة عن ابی نضرة عن ابی سعید عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال اذا کانوا ثلثة فلیؤمهم احدهم واحقهم بالامامة اقرأهم.

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جبکہ تین آدمی ہوں تو ان میں سے ایک ان کی امامت کرے اور بہت حق داران کا امامت میں جو ان میں سے کتاب الٰہی کو خوب اچھا پڑھتا ہو۔

تشریح: اس حدیث میں تین آدمیوں کی قید اتفاقی ہے اس سے کم اور زیادہ کا بھی یہی حکم ہے جو حدیث میں بیان کیا گیا ہے "فلیؤمهم احدهم" کہ ان میں سے ایک شخص ان کا امام ہو سے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ مفضول کی امامت جائز ہے پھر آگے "واحقهم بالامة اقرؤهم" میں کس کی امامت افضل ہے اسی کے متعلق ارشاد فرمایا۔ علامہ طیبیؒ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کے اکثر صحابہ بڑی عمر میں مسلمان ہوئے وہ قرآن پڑھنے سے پہلے علم دین سیکھتے تھے اور جو ان کے بعد ہوئے وہ پہلے علم سیکھنے دین کے چھوٹی عمر میں قرآن سیکھتے تھے لہٰذا صحابہ میں جو قاری ہوتا وہ فقیہ بھی ہوتا تھا بہرحال اعتبار اسی فقہ کا ہے جو امر صلاۃ سے متعلق ہو معاملات کا بڑا علم رکھنے والا اچھے قاری سے امامت کے لئے افضل نہیں ہے۔ (مرقات: ۸۲/۳)

اجتماع القوم وفیهم الوالی

قوم کا جمع ہونا اور ان میں والی بھی موجود ہو تو کیا حکم ہے

اخبرنا ابراهیم بن محمد التیمی قال حدثنا یحییٰ بن سعید عن شعبة عن اسماعیل بن رجاءٍ عن

اوس بن ضَمعج عن ابی مسعود قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لایؤم الرجل فی سلطانه ولایجلس علی تکرمته الا بأذنه.

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ امامت کی جائے کسی آدمی کے محل ولایت میں اور نہ بیٹھا جائے اس کی مخصوص جگہ پر مگر اس کی اجازت سے۔

اس کی تشریح وتفصیل پیچھے گذر چکی ہے۔

اذا تقدم الرجل من الرعية ثم جاء الوالی هل یتاخر

جب رعایا میں سے ایک آدمی امامت کے لئے آگے ہو جائے پھر والی آجائے تو کیا وہ آدمی پیچھے ہٹ جائے گا

اخبرنا قتیبة قال حدثنا یعقوب وهو ابن عبدالرحمن عن ابی حازم عن سهل بن سعد ان رسول الله صلی الله علیه وسلم بلغه ان بنی عمرو بن عوف کان بینهم شئی فخرج رسول الله صلی الله علیه وسلم لیصلح بینهم فی اناس معه فحبس رسول الله صلی الله علیه وسلم فحانت الاولیٰ فجاء بلال الی ابی بکر فقال یا ابا بکر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قد حبس وقد حانت الصلوٰة فهل لک ان تؤم الناس قال نعم ان شئت فاقام بلال وتقدم ابوبکر فکبر بالناس وجاء رسول الله صلی الله علیه وسلم یمشی فی الصفوف حتی قام فی الصف واخذ الناس فی التصفیق وکان ابوبکر لایلتفت فی صلاته فلما اکثر الناس التفت فاذا رسول الله صلی الله علیه وسلم فاشار الیه رسول الله صلی الله علیه وسلم یأمره ان یصلی فرفع ابوبکر یدیه فحمدالله عزوجل ورجع القهقری وراءه حتی قام فی الصف فتقدم رسول الله صلی الله علیه وسلم فصلی بالناس فلما فرغ اقبل علی الناس فقال یایها الناس مالکم حین نابکم شئی فی الصلوٰة اخذتم فی التصفیق انما التصفیق للنساء من نابه شئی فی صلاته فلیقل سبحان الله فانه لایسمعه احد حین یقول سبحان الله الا التفت الیه یا ابابکر ما منعک ان تصلی للناس حین اشرت الیک قال ابوبکر ما کان ینبغی لابن ابی قحافة ان یصلی بین یدی رسول الله صلی الله علیه وسلم.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی اطلاع پہنچی کہ قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں باہم کچھ جھگڑا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ لوگوں کے ہمراہ ان کے پاس تشریف لے گئے تاکہ ان کے درمیان صلح کرادیں مصالحت میں مصروف رہنے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے میں تاخیر ہوئی اور ادھر نماز عصر کا وقت ہو گیا تو بلال رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور عرض کیا اے ابوبکر بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مشغولی کی وجہ سے تشریف نہیں لاسکے اور نماز کا وقت ہو گیا تو کیا آپ لوگوں کی امامت کریں گے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں اگر تم چاہئے ہو پھر بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت

کہی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ مصلی کی طرف بڑھے اور اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھ لی اس کے بعد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ صفوں کے درمیان سے چلتے ہوئے صف اول میں کھڑے ہو گئے اور لوگ تالیاں بجانے لگے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز کی حالت میں بالکل ادھر ادھر التفات نہیں کرتے تھے پھر جب لوگ زیادہ تالیاں بجانے لگے تو التفات کیا جب ہی دیکھا رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ان کو اشارہ فرمایا گویا ان کو حکم دے رہے تھے کہ نماز پڑھائیں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ عزوجل کی تعریف کی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ گئے یہاں تک کہ صف میں کھڑے ہو گئے رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے اور لوگوں کو نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے پھر فرمایا اے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا جب تمہیں نماز میں کچھ پیش آجائے تو تالیاں بجانے لگتے ہو تالیاں بجانا عورتوں کے لئے جس کو نماز میں کچھ پیش آجائے تو چاہئے کہ سبحان اللہ کہے اس لئے جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو جو اس کو سنے گا وہ اس کی طرف التفات کرے گا اور اے ابوبکر جب میں نے تم کو اشارہ سے بتا دیا تو پھر لوگوں کو نماز پڑھانے سے کس چیز نے تم کو باز رکھا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابن قحافہ کے لئے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں نماز پڑھانا مناسب نہیں۔

تشریح: ابوداؤد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ بنی عمرو بن عوف کے درمیان صلح کرا دینے کی غرض سے ان کے قبیلہ میں تشریف لے جانے کا ارادہ فرمایا تو اسی وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ اگر نماز عصر کا وقت ہو جائے اور میں بروقت حاضر نہ ہو سکوں تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہہ دینا کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں جب عصر کا وقت ہو گیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نماز پڑھانے کو کہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے لگے پھر حضور اکرم ﷺ تشریف لائے مسند احمد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کی آمد ہوئی اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز کی اول رکعت میں تھے مسند احمد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں "ثم اقام فامر ابابکر فتقدم وجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" اور ایک روایت میں آیا ہے "وجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ما دخل ابوبکر فی الصلاۃ" بہر حال حضور ﷺ صفوں سے گزرتے ہوئے اول صف تک پہنچ گئے اور پہلی صف میں کھڑے ہو گئے شاید حضور ﷺ کی اول صف میں خالی جگہ پر نظر پڑی ہو گی اس لئے صفوں سے گزرتے ہوئے اول میں صف میں اسی جگہ پر کھڑے ہو گئے بعض نے کہا ہے یہ فعل امام کے لئے جائز ہے اور غیر امام کے لئے مکروہ ہے بہر حال جب حضور اکرم ﷺ اول صف کی طرف تشریف لے جا رہے تھے تو لوگ تالیاں بجانے لگے لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں مستغرق ہونے کی وجہ سے التفات ہی نہیں کیا پھر جب کثرت سے تالیاں بجانے لگے تو قوم کی طرف التفات کرتے ہی حضور اکرم ﷺ کو اول صف میں دیکھ لیا لہٰذا وہ پیچھے کی طرف ہٹنے لگے حضور اکرم ﷺ نے ان کو ہاتھ کے اشارے سے مصلی پر ثابت رہنے اور نماز پڑھانے کا حکم دیا چونکہ حضور اکرم ﷺ کے اس امر سے کہ آپ ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امامت کے قابل سمجھ کر نماز پڑھانے کا حکم دیا ان کو عظیم مرتبہ حاصل ہوا اس لئے اس پر دونوں ہاتھ اٹھا کر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور شکریہ ادا کیا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پاس ادب کو ترجیح دیتے ہوئے

پیچھے ہٹ کر صف میں کھڑے ہوگئے اور حضور اکرم ﷺ نے ان کے عذر کو قبول فرمایا کیوں کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضور اکرم ﷺ نے اپنے امر کی مخالفت پر حضرت ابوبکر ؓ کو سرزنش نہیں فرمائی اور نہ ناراضگی کا اظہار فرمایا غرض کہ حضور اکرم ﷺ آگے بڑھے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔

امام نوویؒ نے کہا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص قوم کو نماز پڑھا رہا ہو اس کے لئے کسی عذر کی بناء پر مقتدیوں میں سے کسی ایک کو خلیفہ بنانا جائز ہے تا کہ وہ قوم کی نماز کو پورا کرے یہی صحیح قول ہے ہمارے مذہب میں اور درالمختار میں لکھا ہے کہ اسی طرح اگر امام اس قدر قرأت سے عاجز ہو گیا ہو جس کے ساتھ نماز جائز ہوتی ہے تو اس کے لئے کسی کو خلیفہ بنانا جائز ہے جس کی دلیل یہی حدیث ہے کیوں کہ جب حضرت ابوبکر ؓ کو حضور اکرم ﷺ کے تشریف لانے کا احساس ہوا تو قرأت روک گئی اس لئے پیچھے ہٹ گئے اور حضور اکرم ﷺ مقدم ہوئے اور نماز کو پورا کیا۔(بذل المجهود :۱۰۶/۲ ،۱۰۷)

علامہ سندھیؒ نے فرمایا کہ امام مصنفؒ نے اس حدیث سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ نائب امام نماز میں داخل ہونے کے بعد اگر امام راتب حاضر ہو جائے تو اس کو اختیار ہے کہ خواہ نائب امام کی اقتداء میں نماز پڑھے یا وہ خود نماز پڑھائے اور نائب بغیر توڑے نماز کے مقتدی بن جائے اور اس فعل سے مقتدیوں میں سے کسی کی نماز باطل نہ ہوگی اور اصل تو عدم خصوصیت ہے مگر مالکیہ کہتے ہیں کہ یہ بات جو حدیث میں بیان کی گئی حضور اکرم ﷺ کے ساتھ مخصوص تھی۔(حاشية النسائی)

صلوة الامام خلف رجل من رعيته

امام کا اپنی رعایا میں سے کسی آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا

اخبرنا علی بن حجر قال حدثنا اسماعیل قال حدثنا حمید عن انس قال آخر صلوة صلاها رسول الله صلی الله علیه وسلم مع القوم صلی فی ثوب واحد متوشحا خلف ابی بکر.

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ آخری نماز جو رسول اللہ ﷺ نے قوم کے ساتھ ابوبکر ؓ کے پیچھے ادا فرمائی اسے بدھی کے طور پر ایک ہی کپڑے کو پورے بدن پر لپیٹے ہوئے ادا فرمایا۔

اخبرنا محمد بن المثنی قال حدثنا بکر بن عیسیٰ صاحب البصری قال سمعت شعبة یذکر عن نعیم بن ابی هند عن ابی وائل عن مسروق عن عائشة ان ابابکر صلی للناس ورسول الله صلی الله علیه وسلم فی الصف.

حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ بیشک ابوبکر ؓ نے لوگوں کی امامت کی اور رسول اللہ ﷺ صف اول میں تھے۔

تشریح: قائم کردہ ترجمہ سے حدیث کی مطابقت ظاہر ہے کہ مرض وفات میں آخری نماز حضور اکرم ﷺ نے ایک رجل یعنی حضرت ابوبکر ؓ کے پیچھے پڑھی تو رجل سے مراد حضرت ابوبکر ؓ ہیں ایسی ہی حدیث امام ترمذیؒ نے بھی حضرت

عائشہ ﷺ سے روایت کی ہے جس میں حضرت عائشہ ﷺ فرماتی ہیں کہ جس مرض میں حضور اکرم ﷺ کی وفات ہوئی اس میں آپ نے ابوبکر ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے نماز ادا فرمائی امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن اور صحیح بتایا لیکن صحیح بخاری اور مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نماز میں حضور اکرم ﷺ ہی امام تھے نہ کہ مقتدی لہٰذا روایات میں سخت اختلاف ہے جس کے متعلق بحث اپنی جگہ آئے گی۔ ان شاءاللہ

امامة الزائر

زیارت کرنے والے کی امامت کیسی ہے اس کا بیان

اخبرنا سوید بن نصر قال حدثنا عبدالله عن ابان بن یزید قال حدثنا بدیل بن میسرة قال حدثنا ابوعطیة مولی لنا عن مالک بن الحویرث قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اذا زار احدکم قوما فلا یصلین بهم.

حضرت مالک بن حویرث ﷺ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جب تم میں سے کوئی کسی قوم سے ملاقات کے لئے جائے تو ہرگز ان کو نماز نہ پڑھاوے۔

تشریح : حدیث باب سے مقصد اس ادب کا بیان کرنا ہے جس کی پاس داری کسی قوم کی زیارت کرنے والے کے لئے ضروری ہے اس ادب کے اختیار کرنے سے انسانی معاشرہ میں ناخوشگواری پیدا نہیں ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جب کوئی کسی سے ملنے کے لئے جائے تو مہمان صاحب خانہ کے حق کی رعایت کرے اگر گھر میں مہمان صاحب خانہ کے ساتھ ہو یا مسجد میں امام کے ساتھ ہو تو وہ ملاقاتی صاحب خانہ اور امام مسجد کے تسلط اور ولایت کی جگہ میں امامت نہ کرے اگر چہ وہ صاحب خانہ اور امام مسجد سے زیادہ علم رکھتا ہو بلکہ صاحب خانہ اور امام مسجد ہی امامت کا حقدار ہیں البتہ اگر صاحب خانہ یا امام مسجد اس کو اجازت دیدے تو اس ملاقاتی کی امامت درست ہے۔

اس میں چاروں اماموں کے یہاں کوئی اختلاف نہیں سب کا اس پر اتفاق ہے کہ جس سے واضح ہو گیا کہ ان حضرات کے نزدیک دونوں حدیثوں میں سے کوئی حدیث اپنے عموم پر باقی نہیں رہی ایک تو حدیث باب ہے اور دوسری "**یؤم القوم اقرؤهم لکتاب الله الخ**" جو پیچھے گزر چکی ہے بلکہ حدیث باب اس دوسری حدیث کے لئے مخصص ہوگی یعنی حدیث باب "**اذا زار احدکم قوماً الخ**" کے ذریعہ سے حدیث ثانی "**یؤم القوم الخ**" کو ایسے خاص موقع و محل پر محمول کرتے ہیں جہاں کچھ لوگ جمع ہو گئے ہوں اور ان میں سے کسی کو بھی خاص فضیلت ولایت فی البیت کی حیثیت سے حاصل نہ ہو تو ایسی صورت میں شریعت نے استحقاق امامت کے مراتب بیان کئے کہ سب سے زیادہ مستحق امامت کے لئے وہی شخص ہے جو لوگوں میں سے کتاب الٰہی کی قرأت و تجوید میں ماہر ہو اور اس کو قرآن زیادہ یاد ہو پھر فلاں شخص پھر فلاں شخص جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے اور

اگر کسی کو صاحب خانہ ہونے کی حیثیت سے خاص برتری حاصل ہو تو اگر چہ اس کا غیر اپنے سے قرأت اور علم میں زیادہ ماہر ہو تب بھی صاحب خانہ امامت کا زیادہ حق دار ہے۔

اسی طرح حدیث ''ولا یؤم الرجل فی سلطانه الا باذنه'' مخصص ہوگی حدیث باب کے لئے یعنی اس حدیث کے ذریعہ سے حدیث باب کا حکم عدم اجازت کے ساتھ مخصوص رہے گا اور اگر صاحب خانہ یا امام مسجد کی طرف سے اجازت دیدی جائے تو کسی قوم کی زیارت کو جانے والے آدمی کی امامت کے جواز میں جمہور علماء کے نزدیک کوئی اختلاف نہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے باوجود اجازت کے امامت سے کیوں انکار کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ شاید انہوں نے حدیث کو عموم پر محمول کیا ہو اس لئے ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے امامت سے انکار کیا یا انہوں نے اولویت اور افضلیت کا لحاظ کیا ہو گو اجازت کی صورت میں امامت جائز ہے۔ امام نسائیؒ نے اس حدیث کو بطور اختصار نقل کیا ہے یعنی صرف حضور اکرم ﷺ کے لفظ ''اذا زار احدکم الخ'' کی روایت پر بس کیا ہے واقعہ کو نقل نہیں کیا لیکن امام ابوداؤدؒ اور امام ترمذیؒ نے حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کے مسجد میں آنے کا قصہ اور امامت سے انکار کرنا سب کا ذکر کیا ہے۔

(معارف السنن: ۳/۴۰۴. مرقات: ۳/۸۳)

امامة الاعمى

اندھے کی امامت کا کیا حکم ہے

اخبرنا هارون بن عبدالله قال ثنا معن حدثنا مالک ح قال وحدثنا الحارث بن مسكين قراءة عليه وانا اسمع واللفظ له عن ابن القاسم قال حدثنی مالک عن ابن شهاب عن محمود بن الربيع ان عتبان بن مالک كان يؤم قومه وهو اعمٰی وانه قال لرسول الله صلى الله عليه وسلم انها تكون الظلمة والمطر والسيل وانا رجل ضرير البصر فصل يا رسول الله صلى الله عليه وسلم فی بيتی مكانا اتخذه مصلی فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال اين تحب ان اصلی فاشار الى مكان من البيت فصلى فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم.

حضرت محمود بن ربیع سے روایت ہے کہ عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی قوم کی امامت کرتے تھے حالانکہ وہ اندھے تھے انہوں نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اندھیری اور بارش اور سیلاب ہوتا ہے اور میں نابینا آدمی ہوں یا رسول اللہ! آپ (ﷺ) میرے گھر کے کسی حصہ میں نماز پڑھیں میں اس جگہ کو نماز کی جگہ بنالوں گا رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا تیرے لئے کہاں نماز پڑھنے کو پسند کرتے ہو حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے گھر کے ایک مکان کی طرف اشارہ کیا پھر اس جگہ میں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی۔

تشریح: اس حدیث سے اندھے کی امامت کا جواز معلوم ہوتا ہے خاص طور پر جبکہ وہ طہارت وصفائی کا اہتمام رکھتا ہو اور سب قوم سے قرأت اور علم میں ماہر ہو وہی امامت کے لئے افضل ہے ابن الملک نے کہا کہ اندھے کی امامت اس صورت میں مکروہ ہے جبکہ جماعت والے تندرست ہوں اور اندھے سے زیادہ علم رکھتے ہوں یا علم میں اس کے برابر ہوں اور حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ اندھے کی امامت کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں حدیث سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے البتہ اختلاف اسی میں ہے کہ امامت کے لئے اندھا بہتر ہے دیکھنے والے سے یا اس کے برعکس۔ (مرقات: ۳/۸۴)

غرض کہ اگر دیکھنے والوں میں سے کوئی بھی نابینا سے افضل نہ ہو تو اس صورت میں نابینا کی امامت اولیٰ ہے جبکہ وہ طہارت بدون کپڑے کا خیال اور نجاست سے احتیاط کرتا ہو۔

امامة الغلام قبل ان یحتلم

بلوغ سے پہلے لڑکے کی امامت کا بیان

اخبرنا موسیٰ بن عبدالرحمن المسروقی قال حدثنا حسین بن علی عن زائدة عن سفیان عن ایوب قال حدثنی عمرو بن سلمة الجرمی قال کان یمر علینا الرکبان فنتعلم منهم القران فاتی ابی النبی صلی اللہ علیه وسلم فقال لیؤمکم اکثر کم قرانا فجاء ابی فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال لیؤمکم اکثرکم قرانا فنظروا فکنت اکثرهم قرانا فکنت اؤمهم وانا ابن ثمان سنین.

ایوب نے عمرو بن سلمۃ الجرمی کی روایت سے بیان کیا ہے عمرو بن سلمہ کہتے ہیں کہ ہم پر قافلے گزرتے تھے ہم ان سے قرآن سیکھتے تھے میرے والد نبی کریم ﷺ کے پاس گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے وہ شخص امامت کرے جو سب سے زیادہ قرآن کو جاننے والا ہو میرے والد واپس آ گئے اور انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امامت تم میں سے وہ شخص کرے جس کو سب سے زیادہ قرآن یاد ہو پس لوگوں نے میری طرف دیکھا میں ان میں سب سے زیادہ قرآن کا حافظ تھا اس لئے میں ان کی امامت کرتا تھا حالانکہ میں آٹھ برس کا تھا۔

تشریح: حدیث بیان کرنے والے عمرو بن سلمہ کے والد صحابی تھے لیکن وہ خود صحابی تھے یا نہیں اس بارے میں اختلاف ہے علامہ عسقلانیؒ وغیرہ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صحابی نہ تھے اور التہذیب میں لکھا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو نہیں دیکھا اور بعض نے کہا دیکھا ہے جو درست نہیں اور ابن مندہ وغیرہ نے ان کو صحابہ میں سے شمار کیا ہے۔

اسی حدیث سے امام شافعیؒ نے لڑکے کی امامت جائز ہونے پر استدلال کیا ہے کیوں کہ عمرو بن سلمہ خود کہتے ہیں کہ جب میں اپنی قوم کی امامت کرتا تھا اس وقت میں آٹھ سال کا تھا امام مالک، امام احمد اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک نابالغ کی امامت جائز نہیں عدم جواز کے دلائل زیلعیؒ نے شرح کنز میں نقل کئے ہیں ایک دلیل تو یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود ؓ نے فرمایا

''لایؤم الغلام الذی لایجب علیه الحدود'' کہ وہ لڑکا امامت نہ کرے جس پر حدود جاری کرنا واجب نہیں دوسری دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے ''لایؤم الغلام حتی یحتلم'' ''لڑکا جب تک بالغ نہ ہو امامت نہ کرے علاوہ اس کے لڑکے کی نماز نفل ہوتی ہے کیوں کہ بچپن کی وجہ سے اس پر نماز فرض نہیں تو اس کا پڑھنا نفل ہے اور مرد بالغ کی نماز فرض ہے لہٰذا اس کے پیچھے فرض پڑھنے والے کا اقتداء کرنا جائز نہیں ہے اور جواب حدیث باب کا یہ ہے کہ عمرو بن سلمہ کی امامت سے حضور اکرم ﷺ کو مطلع نہیں کیا گیا لہٰذا ان کی امامت حضور اکرم ﷺ کے حکم اور بیان سے نہیں تھی بلکہ لوگوں نے اپنے اجتہاد سے ان کو امام مقرر کیا تھا کیوں کہ قوم نے حضور اکرم ﷺ کے ارشاد تم میں سے وہ شخص امام ہو جو قرآن کو زیادہ جاننے والا ہے سے خطاب عام سمجھا اس بناء پر اپنے اجتہاد سے ان کو امام بنالیا۔

لہٰذا اس حدیث سے نابالغ کی امامت پر استدلال درست نہیں تعجب ہے شافعیہ سے کہ اکابر صحابہ حتی کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وغیرہم کے قول کو نظر انداز کرتے ہیں اور ان کے قول کو حجت قرار نہیں دیتے اور ایک چھ یا سات برس والے لڑکے کے فعل سے استدلال کرتے ہیں علاوہ اس کے علامہ خطابیؒ نے کہا کہ حسن بصری عمرو بن سلمہ کی حدیث کو ضعیف قرار دیتے اور ایک مرتبہ کہا اس کو چھوڑ دو یہ کوئی واضح اور قطعی چیز نہیں ہے۔

اور ابوداؤدؒ نے کہا کہ امام احمدؒ سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا کہ میں نہیں جانتا یہ کیا ہے شاید عمرو بن سلمہ کے فعل کی حضور ﷺ کو خبر نہیں پہنچی ہو اور فرمایا اکابر صحابہ نے اس کی مخالفت فرمائی ہے۔ اب رہا نفل میں نابالغ لڑکے کی امامت جائز ہے یا نہیں اس میں علماء حنفیہ کے اقوال مختلف ہیں مشائخ بلخ نے جائز رکھی ہے مشائخ بخارا اور ماوراء النہر نے اس کو ناجائز فرمایا۔ (مرقات : ۳/۸۶، ۸۹. بذل المجهود : ۱/۳۲۷ ملخصًا)

قيام الناس اذارأوا الامام

لوگوں کا کھڑا ہونا جب امام کو دیکھ لیں

اخبرنا علی بن حجر قال حدثنا هشیم عن هشام ابن ابی عبدالله وحجاج بن ابی عثمان عن یحییٰ بن ابی کثیر عن عبدالله بن ابی قتادة عن ابیه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا نودی للصلوٰة فلاتقوموا حتی ترونی.

عبداللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ان کے والد ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب نماز کے لئے تکبیر کہی جائے تو تم مت کھڑے ہو جب تک کہ تم مجھ کو نہ دیکھ لو۔

تشریح : علامہ سندھیؒ نے لکھا ہے کہ علماء نے سبب ممانعت یہ بتایا ہے کہ مقتدیوں پر قیام طویل نہ ہو نیز حضور اکرم ﷺ کو بعض اوقات عذر پیش آجاتا جس کی وجہ سے تاخیر ہوتی اس لئے فرمایا جب تک تم مجھے نہ دیکھ لو کھڑے مت

ہو۔(حاشیۃ النسائی: ۱۲۸/۱)

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں قرطبیؒ سے نقل کیا ہے کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اپنے گھر سے نکلنے سے پہلے نماز کے لئے اقامت کہی جاتی تھی جو حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے خلاف ہے اس میں آیا ہے "ان بلالاً کان لایقیم حتی یخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم .اخرجہ مسلم" دونوں میں یوں تطبیق دی کہ حضوراکرم ﷺ کے نکلنے کا حضرت بلال رضی اللہ عنہ انتظار کرتے تھے پھر جب وہ لوگوں سے پہلے حضور ﷺ کو دیکھ لیتے تو اسی وقت تکبیر شروع کرتے اس کے بعد جب اورلوگ آپ ﷺ کو دیکھ لیتے تو سب کھڑے ہوجاتے تاہم حضور ﷺ مصلی پر کھڑے نہ ہوتے جب تک لوگ اپنی صفیں درست نہ کرلیتے اس کی تائید دوسری حدیث سے ہوتی ہے جس کو عبدالرزاق نے بواسطہ ابن جریج ابن شہاب سے روایت کیا ہے اس کا مضمون یہ ہے کہ جب مؤذن اللہ اکبر کہتے تو لوگ بلا تاخیر نماز کی طرف متوجہ ہوجاتے اور نبی کریم ﷺ اپنے مقام پرتشریف نہیں لاتے جب تک کہ صفیں برابر نہ ہوتیں۔

بہرحال اس تطبیق مذکور سے اشکال دور ہوگیا لیکن یہاں پر ایک اور اشکال ہے کہ اس حدیث باب سے معارض ہے وہ حدیث جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس کے الفاظ مستخرج ابونعیم میں یہ نقل کئے ہیں "فصف الناس صفوفھم ثم خرج علینا" کہ لوگوں نے صفیں باندھ لیں پھر حضوراکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور مسلم کی روایت میں ان الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہے "اقیمت الصلوٰۃ فقمنا فعدلنا الصفوف قبل ان یخرج الینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاتی فقام مقامہ الخ" اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضور ﷺ کی آمد کے وقت نماز لئے تکبیر کہی جاتی پھر حضور ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے لوگ صفوں میں اپنے مقام پر کھڑے ہوجاتے تو دونوں میں تعارض ہے اب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اور حدیث باب میں اس طرح تطبیق دی جاسکتی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جس کا ذکر آیا ہے وہ بعض اوقات بیان جواز کے لئے تھا یا یہ جواب ہے کہ لوگوں کے جس عمل کا بیان حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے وہی سبب ممانعت تھا جس سے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں روکا گیا ہے کہ وہ لوگ اسی وقت کھڑے ہوتے تھے جبکہ اقامت کہی جاتی تھی اگرچہ حضوراکرم ﷺ اپنے حجرے سے نہ نکلتے لہٰذا ان کو اس سے منع فرمایا حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کیوں کہ ہوسکتا ہے حضوراکرم ﷺ کے واسطے کوئی کام واقع ہو جس کی وجہ سے گھر سے نکلنے میں تاخیر ہو جس سے لوگوں کو حضوراکرم ﷺ کے انتظار کی تکلیف پہنچتی اس لئے حضوراکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز کے لئے تکبیر کہی جائے تو کھڑے مت ہو اور کھڑے کھڑے جماعت کے لئے انتظار نہ کرو یہاں تک کہ تم مجھے دیکھ لو کہ میں اپنے گھر سے نکلا ہوں تب کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں۔

علامہ عینیؒ نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ لوگ نماز کے لئے کس وقت کھڑے ہوں اس مسئلہ میں اختلاف ہے امام مالکؒ اور جمہور علماء کا قول ہے کہ لوگوں کے قیام کے لئے کوئی حد نہیں لیکن جب مؤذن اقامت شروع کرے تو اس وقت کھڑے ہونے

کو اکثر علماء نے مستحب قرار دیا ہے اور اس کے بعد اور اقوال بھی نقل کئے ہیں ان کو جامع نے اختصار کے پیش نظر چھوڑ دیا، آگے لکھتے ہیں شافعیہ اور ایک جماعت کا قول ہے کہ جب تک مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو اس وقت تک کھڑا نہ ہونا مستحب ہے یہی قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور امام مالکؒ سے منقول ہے کہ اقامت اور صفوں کی درستگی کے بعد ہی نماز کا شروع کرنا سنت ہے، امام احمدؒ نے فرمایا جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے تو کھڑے ہو جائیں امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ نے فرمایا کہ جب حی علی الصلوٰۃ کہے تو لوگ صفوں میں کھڑے ہو جائیں اور جب قد قامت الصلوٰۃ کہے تو امام تکبیر کہے کیوں کہ امام کو بلحاظ شریعت دیانت دار ہونا چاہئے اور اس کو اس جملہ کے ذریعہ قیام نماز کی خبر دی گئی لہٰذا اس کی تصدیق واجب ہے اس بناء پر جب قد قامت الصلوٰۃ کہے تو امام تکبیر کہہ کر نیت باندھ لے اور اگر مسجد میں نہ ہو باہر ہو تو جمہور علماء کا قول ہے کہ جب تک امام کو نہ دیکھیں کھڑے نہ ہوں اور جیسے امام کو مسجد میں داخل ہوتے دیکھیں سب کھڑے ہو جائیں۔

(بذل المجهود: ۱/۳۰۷. فتح الملهم: ۲/۱۸۴، ۱۸۵ بحواله فتح البارى وعمدة القارى)

الامام تعرض له الحاجة بعد الاقامة

اقامت کے بعد امام کو حاجت پیش آئے تو کیا حکم ہے

اخبرنا زياد بن ايوب قال حدثنا اسماعيل قال حدثنا عبدالعزيز عن انس قال اقيمت الصلوٰة ورسول الله صلى الله عليه وسلم نجي لرجل فما قام الى الصلاة حتى نام القوم.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نماز کے لئے اقامت کہی گئی اور رسول اللہ ﷺ ایک آدمی سے راز داری کی باتیں کرتے رہے آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے نہیں ہوئے حتی کہ لوگ سو گئے۔

تشریح: اس حدیث میں آیا ہے کہ مؤذن نے نماز کے لئے اقامت کہی تو رسول اکرم ﷺ نے اقامت ختم ہونے کے ساتھ ہی نماز شروع نہیں فرمائی بلکہ حضور ﷺ مسجد کی ایک جانب میں جیسا کہ ابو داؤد کی روایت میں "**فی جانب المسجد**" کا لفظ آیا ہے ایک آدمی سے کچھ دیر تک خلوت میں پوشیدہ باتیں کرتے رہے حتی کہ کچھ لوگ بیٹھے بیٹھے سو گئے جس سے معلوم ہوا کہ اقامت کے بعد کسی اہم امر کے متعلق گفتگو جائز ہے لیکن اگر نہایت ضروری قسم کا معاملہ نہ ہو اس کے متعلق اقامت کے بعد گفتگو مکروہ ہے اب رہا یہ سوال کہ اقامت لوٹائی گئی یا نہیں ظاہر تو یہی ہے کہ نہیں لوٹائی گئی اور اگر لوٹائی گئی ہوتی تو ضرور نقل کی جاتی۔

(بذل المجهود: ۱/۳۰۹)

علامہ سندھیؒ نے کہا کہ شاید وہ معاملہ جس کے متعلق حضور اکرم ﷺ نے اس آدمی سے سرگوشی کی ضروری معاملہ ہو یا حضور ﷺ نے اس شخص سے گفتگو اقامت کے بعد بیان جواز کی غرض سے فرمائی جس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اقامت اور شروع صلاۃ کے درمیان فاصلہ نماز کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم **(حاشية النسائى: ۱/۱۲۸)**

الامام يذكر بعد قيامه فى مصلاه انه على غير طهارة

امام کو اپنے مصلی پر کھڑا ہونے کے بعد یاد آ جائے کہ وہ طہارت کی حالت میں نہیں

اخبرنا عمر بن عثمان بن سعيد بن كثير حدثنا محمد بن حرب عن الزبيدى عن الزهرى والوليد عن الاوزاعى عن الزهرى عن ابى سلمة عن ابى هريرة قال اقيمت الصلوٰة فصف الناس صفوفهم وخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى اذا قام فى مصلاه ذكر انه لم يغتسل فقال للناس مكانكم ثم رجع الى بيته فخرج علينا ينطف رأسه فاغتسل ونحن صفوف.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز کے لئے اقامت کہی گئی اور لوگوں نے صفیں بنالیں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے یہاں تک کہ جب آپ ﷺ مصلی پر کھڑے ہوئے تو یاد آ گیا کہ آپ نے غسل نہیں کیا لوگوں سے فرمایا تم اپنے مقام پر قائم رہو پھر حضور ﷺ اپنے گھر کی طرف واپس لوٹ گئے پھر تشریف لائے ہمارے پاس آپ ﷺ کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا اس لئے کہ آپ ﷺ نے غسل کیا اس وقت ہم صفیں باندھے ہوئے کی حالت میں تھے۔

تشریح: نسائی کی روایت میں ''حتى اذا قام فى مصلاه '' تک ہے صحیح مسلم کی روایت میں اس کے بعد ''قبل ان يكبر '' کا لفظ ہے جس سے معلوم ہوا کہ جس غسل جنابت کو حضور ﷺ بھول گئے تھے وہ نماز میں داخل ہونے سے پہلے یاد آ گیا پھر بلا تاخیر غسل کے لئے واپس لوٹ گئے دار قطنی کی روایت میں اتنا زیادہ ہے ''فقال انى كنت جنبا فنسيت ان اغتسل '' کہ میں جنبی تھا اور غسل کرنا بھول گیا۔

بہر حال غسل کر کے واپس تشریف لائے حالانکہ صحابہ رضی اللہ عنہم ارشاد نبوی مکانکم یعنی تم اپنی جگہوں پر ثابت رہو کی اطاعت میں اسی قیام کی کیفیت پر تھے جس پر حضور ﷺ چھوڑ گئے تھے پھر حضور ﷺ نے نماز پڑھائی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو عبادت اور افعال کے معاملہ میں بغرض تشریع سہو اور نسیان ہوتا تھا تا کہ لوگ اس کے مسائل سیکھیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اقامت اور نماز کے درمیان فصل جائز ہے کیوں کہ حدیث کے لفظ فصلی بنا سے ظاہر ہوتا ہے کہ دوبارہ اقامت نہیں لوٹائی گئی اور ظاہر یہی ہے کہ اقامت اور نماز کے درمیان فصل کا جواز ضرورت اور خروج وقت کا اندیشہ نہ ہونے کے ساتھ مقید ہے۔

امام مالکؒ سے منقول ہے کہ جب اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان زیادہ فاصلہ ہو جائے تو اقامت کو لوٹانا چاہئے لیکن مناسب ہے کہ اس کو عدم عذر کی صورت پر محمول کیا جائے اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امر دین میں حیاء مناسب نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مقتدیوں کا بحالت قیام امام کی آمد کا انتظار کرنا ضرورت کے وقت جائز ہے اور یہ اس قیام کے برعکس ہے جس سے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں منع کیا گیا ہے۔ (كذا فى الفتح)

یہاں پر ایک اشکال یہ ہے کہ حدیث باب سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نماز میں داخل ہونے سے پہلے لوٹ

گئے جب کہ دوسری روایات سے اس کے برخلاف معلوم ہوتا ہے چنانچہ ابوداؤد اور ابن حبان نے حضرت ابوبکرؓ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ فجر کی نماز میں داخل ہوئے چنانچہ ان کی روایت میں فکبر کا لفظ آیا ہے پس تکبیر کہی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے ساتھ نماز میں داخل ہوئے پھر لوگوں کی طرف اشارہ کیا نیز امام مالکؒ نے بطور مرسل عطاء بن یسار کے طریق سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے نمازوں میں ایک نماز میں تکبیر کہی پھر اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ تم کھڑے رہو اب بظاہر روایات میں تعارض ہے اس کا جواب حافظ ابن حجرؒ نے دیا ہے انہوں نے کہا کہ دونوں قسم کی روایات میں اس طرح تطبیق دی جاسکتی ہے کہ فکبر کو "اراد ان یکبر" پر محمول کیا جائے یعنی حضور اکرم ﷺ نے تکبیر نہیں کہی تکبیر کہنے کا ارادہ فرمایا تھا یا یہ دو واقعات ہیں جیسا کہ قاضی عیاض اور قرطبی رحمہما اللہ نے کہا کہ ممکن ہے دو واقعات ہوں اور امام نوویؒ نے اسی کو زیادہ راجح قرار دیا ہے اور ابن حبانؒ نے یقین کے ساتھ دو واقعات ہونے کا ذکر کیا ہے۔

بہر حال اگر دو واقعات کا ثبوت ہو جائے تو اچھی بات ہے ورنہ صحیح مسلم کی روایت میں بیان کردہ واقعہ اصح ہے۔

(قاله الحافظ فی الفتح اور فتح الملهم : ۱۸۵/۲ پر اس کو نقل کیا ہے)

استخلاف الامام اذا غاب

جب امام راتب کہیں جائے تو کسی کو خلیفہ بنائے

اخبرنا احمد بن عبدة عن حماد بن زيد ثم ذكر كلمة معناها قال حدثنا ابو حازم قال سهل بن سعد كان قتال بين بني عمرو بن عوف فبلغ ذلك النبي صلى الله عليه وسلم فصلى الظهر ثم اتاهم ليصلح بينهم ثم قال لبلال يا بلال اذا حضر العصر ولم آت فمر ابا بكر فليصل بالناس فلما حضرت اَذَّنَ بلال ثم اقام فقال لابي بكر رضي الله عنه تقدم فتقدم ابوبكر فدخل في الصلوٰة ثم جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم فجعل يشق الناس حتى قام خلف ابي بكر وصفح القوم وكان ابوبكر اذا دخل في الصلوٰة لم يلتفت فلما راى ابوبكر التصفيح لايمسك عنه التفت فأوما اليه رسول الله صلى الله عليه وسلم بيده فحمد الله عزوجل على قول رسول الله صلى الله عليه وسلم له امضه ثم مشى ابوبكر القهقرى على عقبيه فتأخر فلما راى ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم تقدم فصلى بالناس فلما قضى صلاته قال يا ابا بكر ما منعك اذا ومات اليك ان لا تكون مضيت فقال لم يكن لا بن ابي قحافة ان يؤم رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال للناس اذا نابكم شئي فليسبح الرجال وليصفح النساء.

حضرت سہل بن سعدؓ کہتے ہیں قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں لڑائی ہوئی اس کی اطلاع نبی کریم ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھی پھر ان کے درمیان صلح کرادینے کے لئے ان کے پاس تشریف لے گئے اور بلالؓ سے فرمایا

اے بلال جب عصر کا وقت ہو جائے اور میں نہ پہنچ سکوں تو ابو بکر سے کہہ دیجئے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تو جب نماز عصر کا وقت ہو گیا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی پھر اقامت کہی پھر ابو بکر سے کہا آگے بڑھ کر امامت کیجئے وہ آگے بڑھ کر نماز میں داخل ہو گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور لوگوں کی صفیں چیرتے ہوئے اگلی صف میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور لوگ تالیاں بجانے لگے اور ابو بکر جب نماز میں داخل ہوتے تو کسی طرف التفات نہ کرتے پھر جب ابو بکر نے مسلسل تالیاں بجانے کی آواز سنی تو التفات کیا تو اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے ان کی طرف اشارہ کیا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اللہ عزوجل کی تعریف کی اس بات پر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو فرمائی تھی کہ ابو بکر پیچھے مت ہٹو نماز کو پورا کرو پھر ابو بکر الٹے پاؤں چل کر پیچھے ہٹ گئے پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور لوگوں کو نماز پڑھائی پھر جب نماز پوری کی فرمایا اے ابو بکر کس بات نے تمہیں نماز پوری کرنے سے روکا جبکہ میں نے اشارہ سے نماز کو پورا کرنے کا حکم دیا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابن ابی قحافہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امام بننا مناسب نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا کہ جب تمہیں نماز میں کوئی چیز پیش آ جائے تو چاہئے کہ مرد سبحان اللہ کہے اور عورت تالی بجادے۔

تشریح :اس عنوان کے تحت بیان کردہ حدیث پیچھے عنوان ''اذا تقدم الرجل من الرعية الخ ''کے تحت گزر چکی ہے مگر عنوان بدل دیا وہاں حدیث سے مسئلہ مذکورہ ثابت کیا اور یہاں استخلاف کا مسئلہ ثابت کیا باقی تشریح وہاں ملاحظہ کیجئے ہاں ایک بات رہ گئی جو یہاں بیان کی جارہی ہے کہ جب نماز میں کوئی بات پیش آئے تو شریعت میں مردوں کے واسطے سبحان اللہ کہنے کا حکم ہے اور عورتوں کے واسطے دستک بجانے کا، مثال کے طور پر ایک آدمی نماز پڑھ رہا ہو اس کو کسی نے پکارا یا اس سے گھر میں آنے کی اجازت طلب کی اور وہ نہیں جانتا کہ یہ نماز میں ہے تو اس صورت میں مرد تالی نہ بجائے بلکہ سبحان اللہ کہہ کر آگاہ کر دے اور عورت تصفیق یعنی دستک بجادے۔

ابن الملک نے کہا کہ تصفیق کا معنی ہے دونوں ہاتھوں میں سے ایک کو دوسرے پر مارنا تو عورت کو اگر نماز میں کوئی امر پیش آئے تو تالی بجادے، سبحان اللہ نہ کہے کیوں کہ اس کی آواز عورت ہے جس کا پردہ ضروری ہے، علامہ طیبیؒ نے کہا دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کے پشت پر مارے۔ تاج المصادر میں لکھا ہے کہ تصفیق کا لفظ حدیث میں ''صفق احدی اليدين علي الاخـر ''سے ماخوذ ہے مگر مارنے کی کیفیت بطون یدین سے نہیں بلکہ دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے پشت کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارنے کو تصفیق کہتے ہیں۔ (مرقات: ۱۰/۳)

الائتمام بالامام

امام کی اقتداء کرنے کا بیان

اخبرنا هناد بن السرى عن ابن عيينة عن الزهرى عن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم سقط

من فرس علی شقه الایمن فدخلوا علیه یعودونه فحضرت الصلوٰة فلما قضی الصلوٰة قال انما جعل الامام لیؤتم به فاذا رکع فارکعوا واذا رفع فارفعوا واذا سجد فاسجدوا واذا قال سمع اللہ لمن حمده فقولوا ربنا لک الحمد.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ داہنی کروٹ پر گھوڑے سے گر گئے، صحابہ حضور ﷺ کے پاس گئے تاکہ آپ ﷺ کی عیادت کریں، نماز کا وقت ہو گیا پھر جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے پس وہ جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب رکوع سے اٹھے تو تم بھی اٹھو اور جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب "سمع اللہ لمن حمده" کہے تو تم "ربنا لک الحمد" کہو۔

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ رکوع وغیرہ ارکان فعلیہ میں امام کی متابعت واجب ہے مخالفت جائز نہیں۔

الائتمام بمن یأتم بالامام

اس شخص کی اقتداء کرنا جو امام کی اقتداء کرے

اخبرنا سوید بن نصر اخبرنا عبداللہ بن المبارک عن جعفر بن حیان عن ابی نضرة عن ابی سعید الخدری ان النبی صلی اللہ علیه وسلم رای فی اصحابه تاخرا فقال تقدموا فاتموا بی ولیاتم بکم من بعدکم ولا یزال قوم یتأخرون حتی یوخرهم اللہ عزوجل.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو صفوں سے پیچھے ہٹتے دیکھا حضور ﷺ نے فرمایا صف اول کی طرف بڑھو اور میری اقتداء کرو اور جو لوگ تمہارے پیچھے ہیں ان کو چاہئے کہ وہ تمہاری اقتداء کریں اور ایک قوم ہمیشہ پیچھے ہٹتی رہے گی یہاں تک کہ اللہ عزوجل ان کو اپنی رحمت سے یا جنت سے پیچھے ڈال دیں گے۔

اخبرنا سویدبن نصر اخبرنا عبداللہ عن الجریری عن ابی نضرة نحوه قال حدثنی ابوداؤد اخبرنا شعبة عن موسیٰ بن ابی عائشة قال سمعت عبیداللہ بن عبداللہ یحدث عن عائشة رضی اللہ عنها ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم امر ابابکر ان یصلی بالناس قالت وکان النبی صلی اللہ علیه وسلم بین یدی ابی بکر فصلی قاعدا وابوبکر یصلی بالناس والناس خلف ابی بکر.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ ابوبکر کے آگے تھے آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھاتے تے اور لوگ ابوبکر کے پیچھے تھے۔

اخبرنا عبیداللہ بن فضالۃ بن ابراھیم قال حدثنا یحییٰ یعنی ابن یحییٰ قال حدثنا حمید بن عبدالرحمن بن حمید الرواسی عن ابیہ عن ابی الزبیر عن جابر قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الظھر وابوبکر خلفہ فاذا کبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبر ابوبکر یسمعنا.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کوظہر کی نماز پڑھائی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پیچھے تھے جب رسول اللہ ﷺ تکبیر کہتے تو ابوبکر ہم کوتکبیر سناتے تھے۔

تشریح: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ میں ایک مرتبہ تاخر یعنی ڈھیل دیکھی ڈھیل کس امر میں دیکھی اس کے بارہ میں علامہ طیبیؒ کہتے ہیں کہ پہلی صف سے پیچھے ہونے کو دیکھا یا علم سے بے توجہی کو دیکھا اول صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ عقلمند اور علماء آگے بڑھیں اور صف اول میں کھڑے ہوں تا کہ میرے افعال دیکھیں اور ان سے کم درجہ کے جولوگ ہیں وہ دوسری صف میں کھڑے ہوں اس لئے کہ دوسرے صف والے اگلے صف والے کی اقتداء کرتے ہیں یعنی ان کے افعال دیکھتے ہیں اور اسی طرح وہ بھی کرتے ہیں تو یہ اقتداء باعتبار ظاہر کے ہے نہ کہ باعتبار حکم کیوں کہ درحقیقت سب امام ہی کے تابع ہیں اور دوسری صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ تم میں سے ہر شخص احکام شریعت سیکھے اور تابعین تم سے سیکھے اسی طرح جو تابعین سے متصل ہیں وہ تابعین سے سیکھے اسی طرح سے سیکھتے سکھاتے رہیں بہرحال تقدم کے ارشاد کے بعد اس کی ضد تاخر یعنی بے توجہی اور لاپرواہی پر تنبیہ فرمائی کہ ایک قوم ہمیشہ پیچھے ہٹتی رہے گی صف اول سے یا خیرات سے یا علم سے یا فضائل کی طلب اور برے کاموں سے پرہیز کرنے سے جس کا انجام یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت اور عظیم فضل اور بلند رتبہ اور علم وغیرہ سے پیچھے ڈال دیں گے یعنی محروم کردیں گے۔ (مرقات: ۳/۷۰)

دوسری حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے امام نسائیؒ نے اس حدیث کو یہاں بطور اختصار بیان کیا ہے آگے ''الائتمام بالامام یصلی قاعداً'' کے تحت تفصیل سے بیان کریں گے اور تشریح بھی وہاں آئے گی البتہ اس حدیث میں ''وابوبکر یصلی بالناس'' سے کوئی یہ بات نہ سمجھ بیٹھے کہ امام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ امام حقیقت میں حضور ﷺ تھے آپ ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پیچھے کھڑے تھے اور حضور اکرم ﷺ جو کرتے تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح کرتے تھے اور جو افعال ابوبکر رضی اللہ عنہ کرتے تھے ان کو دیکھ کر اور لوگ بھی اسی طرح کرتے تھے اس توجیہہ کی ضرورت اس لئے ہے کہ اقتداء امام کی ہوتی ہے نہ کہ مقتدی کی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مقتدی تھے اور یہ طریقہ ظہر کی نماز میں اختیار کیا گیا تھا جیسا کہ تیسری حدیث جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس میں ظہر کی تصریح ہے اس حدیث کے الفاظ ''کبر ابوبکر یسمعنا'' سے اس بات کا جواز ثابت ہوتا ہے کہ اگر امام کی آواز دور والے مقتدیوں تک نہ پہنچے تو مقتدیوں میں سے کوئی مکبر بن جائے اور تکبیریں انتقالات کی بلند آواز سے کہے تا کہ جولوگ امام سے دور ہوں وہ بھی سنیں۔

موقف الامام اذا كانوا ثلثة والاختلاف فى ذٰلک

جب تین آدمی ہوں تو امام کہاں کھڑا ہو اور اس میں اختلاف کا بیان

اخبرنا محمد بن عبيد الكوفى عن محمد بن فضيل عن هارون بن عنترة عن عبدالرحمن بن الاسود عن الاسود وعلقمة قالا دخلنا على عبدالله نصف النهار فقال انه سيكون امراء يشتغلون عن وقت الصلٰوة فصلوا لو قتها ثم قال فصلى بينى وبينه فقال هٰكذا رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فعل.

حضرت اسود اور علقمہ کہتے ہیں کہ ہم دوپہر کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے انہوں نے فرمایا بیشک عنقریب ایسے امراء ہوں گے جو نماز کو اس وقت مستحب سے ٹال کر پڑھیں گے تم وقت مستحب پر نماز پڑھ لیا کرو پھر وہ کھڑے ہو گئے اور نماز پڑھی میرے اور میرے ساتھی کے درمیان پھر کہا میں نے اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا۔

اخبرنا عبدة بن عبدالله قال حدثنا زيد بن الحباب قال حدثنا افلح بن سعيد قال حدثنا بريدة بن سفيان بن فروة الاسلمى عن غلام لجده يقال له مسعود فقال مربى رسول الله صلى الله عليه وسلم وابوبكر فقال لى ابوبكر يا مسعود ايت اباتميم يعنى مولاه فقل له يحملنا على بعير ويبعث الينا بزادٍ ودليل يدلنا فجئت الى مولاى فاخبرته فبعث معى ببعيرٍ ووطب من لبن فجعلت اٰخذبهم فى اخفاء الطريق وحضرت الصلٰوة فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى وقام ابوبكر عن يمينه وقد عرفت الاسلام وانا معهما فجئت فقمت خلفهما فدفع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى صدر ابى بكر فقمنا خلفه قال ابوعبدالرحمن بريدة هٰذا ليس بالقوى فى الحديث.

حضرت بریدۃ بن سفیان بن فروۃ الاسلمی اپنے دادا کے غلام مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ مسعود کہتے ہیں کہ مجھ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ گزرے ابوبکر نے مجھ سے کہا اے مسعود تم اپنے آقا ابوتمیم کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہمیں سواری کا اونٹ دیدے اور ہمارے پاس کھانے پینے کا توشہ اور رہبر جو ہم کو راستہ بتادے بھیج دے پس میں اپنے مالک کے پاس گیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جن چیزوں کی فرمائش کی اس کی خبر دی پس اس نے میرے ساتھ اونٹ اور دودھ کی مشک بھیج دی میں ان چیزوں کو لے کر پوشیدہ راستہ سے چلنے لگا اور جب نماز کا وقت ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے واسطے کھڑے ہو گئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں طرف کھڑے ہو گئے اور میں اسلام کا اقرار کر چکا ہوں اور میں بھی ان کے ساتھ تھا میں ان دونوں کے پیچھے کھڑا ہو گیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر پیچھے کھڑا کر دیا پھر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو گئے، امام نسائی کہتے ہیں کہ یہ بریدہ بن سفیان روایت حدیث میں مضبوط نہیں۔

تشریح: بذل المجہود میں بدائع کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب امام کے علاوہ دو آدمی ہوں تو ظاہر روایت کے مطابق امام دونوں پر مقدم ہوگا اور امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ امام دونوں کے بیچ میں ہو جائے کیوں کہ حضرت ابن مسعود ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا جیسا کہ حدیث باب میں اس کا بیان ہے کہ انہوں نے اسود اور علقمہ رحمہما اللہ کو نماز پڑھائی اور خود دونوں کے بیچ میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا اسی طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا۔

ہماری ایک دلیل باب کے تحت کی دوسری حدیث ہے دوسری یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انس بن مالک ﷺ اور یتیم یعنی ضمیرہ بن سعد کے ساتھ نماز پڑھی حضور اکرم ﷺ آگے کھڑے ہوئے تھے اور ان دونوں کو پیچھے کھڑا کیا اور یہی مذہب حضرت علی ﷺ اور ابن عمر ﷺ کا ہے اور حدیث ابن مسعود ﷺ کا جواب یہ ہے کہ ان کا قول ’’ھکذا رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم‘‘ فعل کی زیادتی عام روایات میں نقل نہیں کی گئی لہٰذا وہ ثابت نہیں اب صرف انہیں کا فعل معلوم ہوتا ہے جس کا جواب یہ ہے کہ وہ مکان کی تنگی پر محمول ہے یعنی ممکن ہے کہ انہوں نے تنگ جگہ میں نماز پڑھی ہو جیسا کہ ابراہیم نخعی نے کہا اور ابراہیم نخعی حضرت ابن مسعود ﷺ کے احوال اور مذہب سے خوب اچھی طرح واقف تھے اور بالفرض اگر وہ زائد کلام ثابت بھی ہو تو وہ بھی اس حالت پر محمول ہے یعنی شاید جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ اس طریقہ مذکورہ سے نماز پڑھی ہو لیکن اس صورت میں اگر امام دونوں کے بیچ میں کھڑا ہو تو نماز مکروہ نہ ہوگی کیوں کہ حدیث موجود ہے اور تاویل باب اجتہاد سے ہے انتہی ملخصا۔

اور ملا علی قاریؒ نے کہا کہ اگر حضرت ابن مسعود ﷺ کی حدیث کا مرفوع ہونا صحیح ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ مکان کی تنگی کی وجہ سے بیچ میں کھڑے ہوئے تھے یا یہ کہ وہ حدیث منسوخ ہے جیسا کہ حازمیؒ نے اس کا یہی جواب دیا ہے کیوں کہ ہمیں معلوم ہے کہ یہ نماز مکہ میں پڑھی تھی جبکہ نماز میں تطبیق یعنی رکوع میں دونوں ہاتھ بجائے گھٹنے پر رکھنے کے درمیان میں رکھنے اور دوسرے احکام کی اجازت تھی اب وہ ترک کر دیئے گئے اور حدیث ابن مسعود ﷺ میں جو حکم بیان کیا گیا ہے وہ بھی احکام متروکہ میں سے ہے جب حضور ﷺ مدینہ میں تشریف لے گئے تو اس کو چھوڑ دیا گیا جس کی دلیل حضرت جابر ﷺ کی حدیث ہے وہ غزوۂ بدر کے بعد تمام جہادوں میں شریک رہے۔

ابن ہمام نے کہا کہ حضرت جابر ﷺ کی حدیث سے حدیث ابن مسعود ﷺ کا منسوخ ہونا قرین قیاس ہے ہاں زیادہ سے زیادہ اتنی بات ہے کہ اس کی منسوخی کا علم شاید حضرت ابن مسعود ﷺ کو نہ ہوا ہو اور یہ کوئی ناممکن بات نہیں کیوں کہ حضور اکرم ﷺ کا معمول بڑی جماعت کی امامت کا تھا نہ کہ دو آدمی کی امامت کا ہاں اتفاقاً اور بات ہے جیسا کہ یہ قصہ جو ابن مسعود ﷺ بیان کر رہے ہیں اور حدیث یتیم جس سے مقتدی دو ہونے کی صورت میں تقدم امام کا حکم ثابت ہوتا ہے ایک عورت کے داخل مکان کا واقعہ ہے لہٰذا ممکن ہے کہ حضرت ابن مسعود ﷺ اس واقعہ سے واقف نہ ہوں اس تفصیل مذکور کو نقل کرنے کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ لکھتے ہیں کہ احتمال نسخ مشکل ہے کیوں کہ آپ ﷺ کے دونوں فعلوں میں سے کونسا فعل مقدم ہے اور کونسا مؤخر معلوم نہیں بلکہ ظاہر یہی ہے کہ حضرت ابن مسعود ﷺ ان دونوں کے بیچ میں بدون مکان کی تنگی کے کھڑے

ہوئے تھے جس کا منشاء یہ ہے کہ ان کے نزدیک دونوں فعل جائز ہیں چاہے امام بیچ میں کھڑا ہو یا دونوں پر مقدم ہو۔
(بذل المجهود : ۱/۳۴۴)
عنوان کے تحت کی دوسری حدیث پہلی حدیث کے خلاف ہے کیوں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مقتدی دو ہوں تو امام کے پیچھے کھڑے ہوں اور امام دونوں پر مقدم ہو اسی پر اہل علم کا عمل ہے اور اس حدیث سے بھی زیادہ مضبوط احادیث ہیں جن سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے اور حدیث سابق کو جس میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی امامت کا طریقہ حضور ﷺ کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے جبکہ مقتدی دو ہوں اہل علم نے اس پر محمول کیا ہے کہ صورت مذکورہ میں شاید رسول اللہ ﷺ نے مکان کی تنگی کی وجہ سے کبھی کبھی بیچ میں کھڑے ہوئے ہوں یا وہ فعل منسوخ ہو چکا ہے۔ (حاشية النسائی)

اذا كانوا ثلثة وامرأة

جب مقتدی تین افراد ہوں اور ان میں ایک عورت ہو

اخبرنا قيبة بن سعيد عن مالك عن اسحاق بن عبدالله بن ابی طلحة عن انس بن مالك ان جدته مليكة دعت رسول الله صلى الله عليه وسلم لطعام قد صنعته له فاكل منه ثم قال قوموا فلا صلى لكم قال انس فقمت الى حصير لنا قد اسود من طول مالبس فنضحته فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم وصففت انا واليتيم خلفه والعجوز من ورائنا فصلى لنا ركعتين ثم انصرف.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اسحاق بن عبداللہ کی دادی ملیکہ نے رسول اللہ ﷺ کے واسطے کھانا تیار کیا آپ کو کھانے کی دعوت کی حضور ﷺ نے کھانا کھایا پھر فرمایا اٹھو تا کہ میں تمہاری خاطر سے نماز پڑھوں حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اٹھ کر چٹائی کے پاس گیا جس کا رنگ زیادہ مدت تک استعمال کی وجہ سے متغیر ہو گیا میں نے اس پر پانی چھڑک دیا پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور میں اور یتیم حضور ﷺ کے پیچھے اور بڑھیا ہمارے پیچھے کھڑی ہوگئی پھر ہماری خاطر دو رکعت نماز پڑھی پھر نماز سے فارغ ہو کر اپنے گھر کی طرف چلے گئے۔

تشریح: مرقات میں لکھا ہے کہ بعضوں نے کہا یتیم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بھائی کا نام تھا اور میرک نے اپنے شیخ سے نقل کیا ہے کہ یتیم کا نام ضمیرہ تھا اور وہ دادا تھا حسین بن عبداللہ بن ضمیرہ کا اور ابن الحذاء نے کہا کہ یہی نام عبدالملک بن حبیب نے بتایا ہے ان کے علاوہ کسی اور نے ذکر نہیں کیا اور میرے خیال میں انہوں نے اس نام کو حسین بن عبداللہ یا ان کے علاوہ اہل مدینہ میں سے کسی سے سنا ہوگا اور کہا کہ ضمیرہ رسول اکرم ﷺ کا آزاد کیا ہوا غلام ابی ضمیرہ کا بیٹا ہے اور ابی ضمیرہ کا نام بعضوں نے روح بتایا اور بعضوں نے اور نام بتایا۔ ابن ہمام نے کہا کہ وہ یتیم ضمیرہ بن سعد الحمیری ہی کو کہتے ہیں۔ (قاله النوویؒ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں عورتوں کا مقام مؤخر ہے مردوں کی صف عورتوں کی صف سے آگے ہو ان میں سے ہر

ایک اپنے فرض مقام سے تجاوز نہ کرے۔(مرقات: ۳/۷۵)

مسئلہ محاذاۃ کی تفصیل ہدایہ وغیرہ میں دیکھ لے۔واضح رہے کہ اس حدیث میں جدتہ کی ضمیر اسحاق کی طرف راجع ہے اسی کو ابن عبدالبر اور عبدالحق اور قاضی عیاض رحمہم اللہ نے امر یقینی بتایا ہے اور امام نوویؒ نے اسی کو صحیح کہا لیکن ابن سعد وغیرہ نے کہا کہ پکی بات یہ ہے کہ ملیکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی جدۃ یعنی نانی اور ان کی والدہ ام سلیم کی ماں ہے اور ابن عبدالبر وغیرہ کے قول کے مطابق خود ام سلیم کا نام ملیکہ ہے اور اسحٰق کی جدۃ یعنی دادی ہے ہر فریق کے قول کی تائید میں بذل المجہود میں فتح الباری کے حوالہ سے روایات بیان کی ہیں وہاں دیکھ سکتے ہیں اس کے بعد مصنفؒ کہتے ہیں کہ قول اول کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو امام نسائیؒ نے یحیٰی بن سعید سے انہوں نے اسحٰق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ ہمارے گھر میں تشریف لائیں اور وہاں نماز پڑھیں تا کہ ہم اس جگہ کو نماز کی جگہ بنالیں''**فاتاها فعمدت الى حصير فنضحته بماء فصلى عليه فصلوا معه**''تو یہ حدیث تائید کرتی ہے کہ جدتہ کی ضمیر راجع ہے اسحاق کی طرف نہ حضرت انس کی طرف۔

اذاكانوا رجلين وامرأتين

جب مرددوہوں اور عورت بھی دوتو کس طرح کھڑا ہونا چاہئے

اخبرنا سويد بن نصر حدثنا عبدالله بن المبارك عن سليمان بن المغيرة عن ثابت عن انس قال دخل علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم وماهو الا انا وامى واليتيم وام حرام خالتى فقال قوموا فلاصلى بكم قال فى غير وقت صلوٰة قال فصلى بنا.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں تشریف لائے گھر میں میں اور میری ماں اور یتیم اور میری خالہ ام حرام کے علاوہ اور کوئی نہ تھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اٹھو تا کہ میں تم کو نماز پڑھاؤں انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں داخل ہوئے وہ وقت پنجگانہ نماز کا وقت نہ تھا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی۔

اخبرنا محمد بن بشار حدثنا محمد حدثنا شعبة قال سمعت عبدالله بن مختار يحدث عن موسى بن انس عن انس انه كان هو ورسول الله صلى الله عليه وسلم وامه وخالته فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فجعل انسا عن يمينه وامه وخالته خلفهما.

موسیٰ بن انس حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انس کی ماں اور انس کی خالہ یہ سب حضرات گھر میں تھے پس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی انس رضی اللہ عنہ کو اپنے دائیں طرف کھڑا کیا اور ان کی ماں اور خالہ دونوں

پیچھے کھڑی ہوئیں۔

تشریح: اس حدیث باب سے معلوم ہوا کہ اگر مرد مقتدی ایک ہو تو امام اس کو اپنے دائیں جانب کھڑا کرلے اور عورت مرد سے پیچھے کھڑی ہو یہی سنت ہے اس کے خلاف کی صورت میں نماز جائز ہوگی مگر مکروہ ہے چنانچہ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ اگر ایک مقتدی نے امام کے پیچھے یا بائیں جانب نماز پڑھی تو جائز ہے مگر سنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے نماز کے اندر کراہت آجائے گی اگر کہا جائے کہ یہ تو نفل نماز کی جماعت ہے جیسا کہ حضرت انس ﷺ خود کہتے ہیں ''فی غیر وقت الصلاۃ'' کہ پانچ نماز کے اوقات میں سے کسی نماز کا وقت نہ تھا جس سے معلوم ہوا کہ نفل بجماعت تھی تو کیا نفل جماعت کے ساتھ پڑھنا جائز ہے اس کا جواب یہ ہے کہ بلا اذان و اقامت کے نفل نماز جماعت کے ساتھ حنفیہ کے یہاں جائز ہے جبکہ اقتداء کرنے والے تین سے زیادہ نہ ہوں تین سے زیادہ کی صورت میں جیسا کہ چار آدمی نے امام کے پیچھے اقتداء کی مکروہ ہے کیوں کہ یہ صورت تداعی میں داخل ہوتی ہے اور علماء نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ام سلیم کے گھر میں نماز ادخال برکت کے ارادہ سے پڑھی تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (بذل المجهود)

موقف الامام اذا كان مغه صبى وامرأة

امام کے کھڑے ہونے کی جگہ جبکہ اس کے ساتھ ایک بچہ اور ایک عورت ہو

اخبرنا محمد بن اسماعيل بن ابراهيم حدثنا حجاج قال قال ابن جريج اخبرنا زيادان قزعة مولى لعبد قيس اخبره سمع عكرمة مولى ابن عباس قال قال ابن عباس صليت الى جنب النبى صلى الله عليه وسلم وعائشة خلفنا تصلى معنا وانا الى جنب النبى صلى الله عليه وسلم اصلى معه.

حضرت ابن عباس ﷺ کا آزاد کردہ غلام عکرمہ کہتے ہیں کہ ابن عباس ﷺ نے کہا میں نے نبی کریم ﷺ کے دائیں جانب نماز پڑھی اور حضرت عائشہ ﷺ ہمارے پیچھے تھیں اور ہمارے ساتھ نماز پڑھتی تھیں اور میں نبی کریم ﷺ کے دائیں جانب تھا نماز پڑھتا تھا حضور ﷺ کے ساتھ۔

اخبرنا عمرو بن على قال حدثنا يحيىٰ قال حدثنا شعبة عن عبدالله بن المختار عن موسىٰ بن انس عن انس قال صلى بى رسول الله صلى الله عليه وسلم وبامرأة من اهلى فاقامنى عن يمينه والمرأة خلفنا.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھے اور میرے رشتہ دار میں سے ایک عورت کو نماز پڑھائی مجھے اپنے دائیں جانب کھڑا کیا اور اس عورت کو ہمارے پیچھے کھڑا کیا، تو اس طریقہ سے ہم کو نماز پڑھائی۔

موقف الامام والماموم صبی

امام کے کھڑے ہونے کی جگہ جبکہ مقتدی بچہ ہو

اخبرنا یعقوب بن ابراهیم قال حدثنا ابن علیة عن ایوب عن عبدالله بن سعید بن جبیر عن ابیه عن ابن عباس قال بت عند خالتی میمونة فقام رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی من اللیل فقمت عن شماله فقال بی هکذا فاخذ برأسی فاقامنی عن یمینه.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اپنی خالہ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے یہاں رات کو سویا رسول اللہ ﷺ رات کو اٹھے تا کہ رات کی نماز پڑھیں میں بھی اٹھ کر آپ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا تو آپ نے اس طرح کیا کہ میرا سر پکڑ کر پیچھے سے گھما کر دائیں جانب کھڑا کیا۔

تشریح: یہ روایت مختصر ہے مفصل روایت میں آیا ہے کہ رات کو تہجد کی نماز کے لئے اٹھے پھر مشکیزہ سے وضو کیا اور نماز کے لئے کھڑے ہوئے ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اٹھ کر اسی طرح وضو کیا پھر حضور اکرم ﷺ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا الخ معلوم ہوا کہ جو شخص ایک مرد مقتدی کے ساتھ نماز پڑھے اگر چہ وہ چھوٹا بچہ ہو مگر ایسا ہو جو عقل و تمیز رکھتا ہو اس کو اپنے دائیں کھڑا کر لے۔

من یلی الامام ثم الذی یلیه

جو لوگ امام سے قریب ہوں پھر جو ان سے قریب ہوں اس کا بیان

اخبرنا هناد بن السری عن ابی معاویة عن الاعمش عن عمارة بن عمیر عن ابی معمر عن ابی مسعود قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یمسح منا کبنا فی الصلوٰة ویقول لاتختلفوا فتختلف قلوبکم لیلینی منکم اولوا الاحلام والنهی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم قال ابومسعود فانتم الیوم اشد اختلافا قال ابوعبدالرحمن ابومعمر اسمه عبدالله بن سخبره.

حضرت ابی مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں ہمارے کندھوں پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے آگے پیچھے کھڑے مت ہو اس لئے کہ تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا ہو گا تم میں سے بالغ اور عقل والے میرے قریب کھڑے ہوں پھر وہ لوگ جو ایسے لوگوں سے قریب ہوں پھر وہ لوگ جو ان لوگوں سے قریب ہوں ابو مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تم آج کے دور میں بہت اختلاف کرتے ہو۔ امام نسائیؒ کہتے ہیں کہ ابو معمر کا نام عبداللہ بن سخبرۃ ہے۔

اخبرنا محمد بن عمر بن علی بن مقدم حدثنا یوسف بن یعقوب قال اخبرنی التیمی عن ابی مجلز

عن قيس بن عباد قال بينا انا في المسجد في الصف المقدم فجبذني رجل من خلفي جبذة فنحاني وقام مقامي فو الله ماعقلت صلاتي فلما انصرف فاذا هو ابي بن كعب فقال يافتي لايسؤك الله ان هذا عهد من النبي صلى الله عليه وسلم الينا ان نليه ثم استقبل القبلة فقال هلك اهل العقد ورب الكعبة ثلثا ثم قال والله ماعليهم اسى ولكن اسي على من اضلوا قلت يا ابا يعقوب ماتعني باهل العقد قال الامراء.

حضرت قیس بن عباد سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جب میں مسجد میں پہلی صف میں کھڑا ہوا تو مجھ کو ایک شخص نے میرے پیچھے سے کھینچا پھر مجھ کو ایک طرف کیا اور خود میری جگہ کھڑا ہوا پس قسم ہے اللہ کی کہ مجھے غصہ کی وجہ سے اپنی نماز کی خبر نہ تھی پھر جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ ابی بن کعب ﷺ تھے انہوں نے کہا اے جوان اللہ تعالیٰ تجھ کو غم میں نہ ڈالے بیشک یہ حکم ہے نبی کریم ﷺ طرف سے جو آپ نے ہم کو فرمایا کہ ہم قریب کھڑے ہوں آپ کے پھر قبلہ رخ ہو کر کہا سردار ہلاک ہو جائے قسم ہے رب کعبہ کی تین مرتبہ کہا پھر کہا قسم ہے اللہ کی میں سرداروں پر افسوس نہیں کرتا لیکن ان لوگوں پر افسوس کرتا ہوں جن کو سردار گمراہ کرتے ہیں قیس بن عباد کہتے ہیں کہ میں نے ابی بن کعب سے پوچھا اے ابا یعقوب اہل عقد سے آپ کی کیا مراد ہے انہوں نے جواب دیا امراء۔

تشریح: جو بھی کام دین کا ہو یا دنیا کا جب وہ بے ترتیب ہوگا تو اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا اگر اس کو ترتیب سے کریں گے تو اس کا اچھا نتیجہ نکلے گا نماز کا عمل افضل ترین عمل ہے اور اس کی مشروعیت کا مقصد ہی یہی ہے کہ جماعت سے پڑھی جائے اور ترتیب کے بغیر نماز باجماعت کا مقصد ہی حاصل نہ ہوگا اس بناء پر حدیث میں ترتیب صفوف کی رعایت کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ اپنے قریب پہلی صف میں صاحبان حلم وعقل کو کھڑے ہونے کا حکم دیا احلام جمع ہے حلم بالکسر کی جس کے معنی ہیں برداشت وعقل وصبر یہاں اس سے مراد عقل ہے کیوں کہ برداشت اور صبر وغیرہ مقتضائے عقل اور شعار عقلاء سے ہیں اور بعض نے کہا کہ احلام جمع ہے حلم بضم حاء کی وہ چیز جو سونے والا دیکھتا ہے اس کو حلم کہتے ہیں لیکن غالب استعمال اس کا بلوغ کے معنی میں ہوتا ہے لہٰذا اولوالاحلام سے بالغ لوگ مراد ہیں اور نہی جمع ہے نھیۃ کی نون کے پیش اور یاء کے زبر کے ساتھ جس کے معنی عقل کے ہیں اب ارشاد مذکور کا مطلب یہ ہوگا کہ مردوں میں سے جو زیادہ عقلمند اور سنجیدہ ہیں وہ پہلی صف میں مجھ سے بالکل قریب کھڑے ہوں تاکہ نماز کی کیفیت اور اس کے احکام یاد کریں اور امت کو پہنچا دیں پھر ان سے کم درجہ والے پھر ان کے بعد وہ لڑکے کھڑے ہوں جو قریب بلوغ کے ہیں پھر تیسری صف میں سمجھ دار بچے کھڑے ہوں ان کے بعد عورتوں کی صف کھڑی ہو اور دوسری بات اس حدیث میں صفوں کو برابر رکھنے کی تاکید فرمائی چنانچہ فرمایا تم صفوں میں آگے پیچھے مت ہو برابر رکھو ورنہ تمہارے دلوں میں پھوٹ پڑ جائے گی۔

اس سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ قلب اعضاء کے تابع ہے تو جب اعضاء مختلف ہوں گے یعنی بحالت نماز مصلی کے ظاہری اعضاء آگے پیچھے ہونے کی وجہ سے صف سیدھی نہ ہو تو اس کا اثر قلب پر پڑتا ہے جس کی وجہ سے اس کے ارادے

بگڑ جاتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ظاہری اعضاء بھی بگڑ جاتے ہیں کیوں کہ قلب اعضاء انسانی کے سردار اور مرکز ہے۔

(قاله الطیبیؒ)

آگے ملاعلی قاریؒ کہتے ہیں کہ قلب مثل بادشاہ اور سردار کے ہے جس کے قوم تابعدار ہوتی ہے اگر بادشاہ سیدھی راہ پر چلے تو قوم بھی سیدھی راہ چلتی ہے اسی طرح سارے اعضاء انسان کے قلب کے تابع ہیں قلب بادشاہ ہے جس کا پتہ حدیث مشہور سے چلتا ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے "**الا ان فی الجسد مضغة الخ** "خبردار ہو انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو پورا جسم درست ہوتا ہے اور جب وہ فاسد ہوتا ہے تو پورا جسم فاسد ہو جاتا ہے سن لو وہ دل ہے۔

بہرحال قلب اور اعضاء کے درمیان عجیب تعلق ہے کہ ہر ایک کی مخالفت دوسرے کی طرف سرایت کرتی ہے کیا تم دیکھتے نہیں کہ ظاہر کی ٹھنڈک باطن میں تاثیر کرتی ہے اسی طرح باطن کی ظاہر میں اس حقیقت پر حضرت ابی مسعود رضی اللہ عنہ کو مکمل یقین تھا چنانچہ ان کے زمانہ میں جو لوگ اختلاف وفساد کھڑا کرتے تھے ان کو خطاب کر کے فرمایا آج کل تم بہت اختلاف کرتے ہو مراد ان کی یہ ہے کہ اس باہمی اختلاف اور فتنوں کا سبب یہی ہے کہ تم اپنی صفیں برابر نہیں کرتے ہو۔ (مرقات: ۶۹/۳)

عنوان کے تحت دوسری حدیث میں قیس بن عباد تابعی نے اپنا قصہ بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نماز میں پہلی صف میں کھڑا ہوا مگر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے میرے ساتھ یہ برتاؤ کیا کہ مجھے اپنی جگہ سے ہٹا دیا اور خود میری جگہ میں کھڑا ہو گیا مجھے اتنا غصہ آیا کہ ہوش اڑ گیا جس کی وجہ سے نماز میں بالکل دھیان ہی نہ تھا قسم ہے خدا کی مجھے تو اتنا بھی شعور نہ تھا کہ میں کس طرح نماز پڑھ رہا ہوں اور کتنی رکعتیں پڑھی ہیں جس کا سبب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا مجھے صف اول سے ہٹا دینا تھا حالانکہ میں صف اول میں پہلے ہی پہنچ چکا تھا لہٰذا میں ہی کھڑا ہونے کا زیادہ مستحق تھا مگر صاحب حق سے اس کا حق سلب کر لیا بہرحال قیس بن عباد کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے اس سلوک سے صف اول میں نماز پڑھنے کی فضیلت سے محروم رہ جانے پر از حد غم اور دکھ پہنچا جس کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اسی وقت بھانپ لیا اس لئے نماز سے فارغ ہونے کے بعد قیس بن عباد کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے فرمایا کہ اے جوان میں نے تمہارے ساتھ جو کچھ کیا ہے شاید اس سے تم کو دکھ پہنچا ہو گا اللہ تعالیٰ تم کو اس سے محفوظ رکھے اس کا باعث یہ امر تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو بالغ اور زیادہ سمجھ والے ہیں وہ میرے پیچھے مجھ سے قریب کھڑے ہوں جس سے معلوم ہوا کہ اس شان وصفت کے لوگ صف اول میں امام کے قریب کھڑے ہوں اور حضرت ابن بن کعب رضی اللہ عنہ نے قیس بن عباد کو ایسا نہ پایا اس لئے ان کو وہاں سے ہٹا دیا پھر ترتیب صفوف صلاۃ وغیرہ کے معاملہ میں طریق اعتدال کو ترک کر دینے پر رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے قبلہ کی طرف رخ کر کے تین بار رب کعبہ کی قسم کھا کر کہا کہ میں ان امراء پر غم نہیں کرتا بلکہ ان لوگوں پر غم کرتا ہوں جن کو امراء گمراہ کرتے ہیں یعنی رعایا پر افسوس کرتا ہوں کہ غیر منصف امراء کی تابعداری کرتی ہیں شاید حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے یہ بات اپنے زمانے کے امیروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہی کہ وہ جماعت اور ترتیب صفوف کا انتظام اچھی طرح نہیں کرتے تھے تولیت کے منصب پر فائز ہونے کے وقت چونکہ عقد ولایت حاصل ہو جاتا ہے اس

لئے لوگ خاص طور سے اہل شہر امراء کو اہل عقد کہتے ہیں لہٰذا اہل عقد سے امراء مراد ہیں۔

(مرقات: ۳/ ۸۰. مظاهر حق : ۱/ ۳۶۹)

اقامة الصفوف قبل خروج الامام

امام کے نکلنے سے پہلے صفوں کا درست کر لینا

اخبرنا محمد بن سلمة حدثنا ابن وهب عن يونس عن ابن شهاب قال اخبرني ابوسلمة بن عبدالرحمن انه سمع اباهريرة يقول اقيمت الصلوٰة فقمنا فعدلت الصفوف قبل ان يخرج الينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فاتانا رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى اذا قام في مصلاه قبل ان يكبر فانصرف فقال لنا مكانكم فلم نزل قياما ننتظره حتى خرج الينا قد اغتسل ينطف رأسه ماءً فكبر وصلى.

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہتے سنا کہ نماز کے لئے اقامت کہی گئی ہم کھڑے ہوئے صفیں درست کی گئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمارے پاس تشریف لانے سے پہلے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے یہاں تک کہ جب تکبیر تحریمہ سے پہلے اپنے مصلی پر کھڑے ہوئے تو واپس لوٹ گئے اور ہم سے فرمایا تم اپنے اپنے مقام پر قائم رہو ہم کچھ دیر قیام کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار کرتے رہے حتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غسل کر کے تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی اور نماز پڑھادی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہی حدیث پیچھے الامام یذکر الخ عنوان کے تحت گزر چکی ہے تشریح وہاں دیکھ لیجئے۔

كيف يقوم الامام الصفوف

امام کس طرح صفوں کو برابر کرے

اخبرنا قتيبة بن سعيد اخبرنا ابو الاحوص عن سماك عن النعمان ابن بشير قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقوم الصفوف كما تقوم القداح فابصر رجلا خارجا صدره من الصف فلقد رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يقول لتقيمن صفوفكم اوليخالفن الله بين وجوهكم.

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کو برابر کرتے جیسے تیروں کو برابر کیا جاتا ہے ایک آدمی کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا دیکھا تو اسی وقت میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے دیکھا البتہ تم اپنی صفوں کو برابر کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں مخالفت ڈال دے گا۔

اخبرنا قتيبة بن سعيد قال حدثنا ابو الاحوص عن منصور عن طلحة بن مصرف عن عبدالرحمن بن

عوسجة عن البراء بن عازب قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتخلل الصفوف من ناحية الى ناحية يمسح منا كبنا وصدورنا ويقول لاتختلفوا فتختلف قلوبكم وكان يقول ان الله وملائكته يصلون على الصفوف المتقدمة.

حضرت براء بن عازب ﷜ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صفوں کے بیچ میں داخل ہوکرایک جانب سے دوسری جانب تک پہنچتے ہمارے کندھوں اور سینوں پر ہاتھ رکھ کر دیکھتے کہ صفیں برابر ہوئیں یا نہیں اور فرماتے تم آگے پیچھے مت ہوا گر آگے پیچھے ہوئے تو اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا کردے گا اور فرماتے تھے بیشک اللہ اور اس کے فرشتے اگلے صف والوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔

تشریح: ارشادقرآنی ''ویقیمون الصلاة'' قائم رکھتے ہیں نماز کو اس کے مفہوم میں یہ بھی داخل ہے کہ نماز کی صفوں کو برابر کیا جائے صفوں کو برابر کرنے کی حدیث شریف میں بھی بہت زیادہ تاکید کی گئی اس سلسلہ میں نعمان بن بشیر ﷜ اور حضرت براء بن عازب ﷜ کی حدیث پر نظر ڈالئے جس سے آپ کو تعدیل صفوف کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے اور صفوں کو برابر نہ کرنے کی صورت میں سخت وعید وارد ہوئی ہے جیسا کہ فرمایا اگر تم صفوں کو درست نہیں کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہارے قلوب میں مخالفت ڈال دے گا۔

بہر حال دو چیزوں میں سے ایک قطعی ہے یا تو تمہاری صفوں کا سیدھا ہونا تمہاری صفیں سیدھی ہونے کی حالت میں وعید یعنی اختلاف قلوب سے بچ جاؤ گے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے قلوب میں مخالفت کا پیدا ہونا جبکہ صفوں کو درست نہیں کروگے جس سے دوستی محبت کم ہوجائے گی اور باہمی دشمنی میں زیادتی ہوگی اور حدیث مذکور میں لفظ وجوہ سے مراد قلوب ہیں جیسا کہ اس کی تائید ابوداؤد کی روایت سے ہوتی ہے اس میں ''ليخالفن الله بين قلوبكم '' آیا ہے کیوں کہ نماز کی صفیں ٹیڑھی ہونے کے باعث قلوب کی سلاست وسلامت برقرار نہیں رہتی اسی سے اختلاف فی الوجوہ پیدا ہوتا ہے کہ ہر شخص اپنے ساتھی سے پیٹھ پھیرتا ہے غرض اس وعید مذکور سے محفوظ رہنے کی یہی صورت ہے کہ نماز کی نیت باندھنے سے پہلے ہم اپنی صفیں سیدھی کرلیں اس میں غفلت اور بے توجہی نہ ہونی چاہئے بلکہ اس کا بہت اہتمام کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (حاشية النسائی)

مايقول الامام اذا تقدم فى تسوية الصفوف

جب امام آگے بڑھے تو صفیں برابر کرنے کے لئے کیا کہے

اخبرنا بشر بن خالد العسكرى قال حدثنا غندر عن شعبة عن سليمان عن عمارة بن عمير عن ابى معمر عن ابى مسعود قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يمسح عواتقنا ويقول استووا ولا تختلفوا فتختلف قلوبكم وليلينى منكم اولو الاحلام والنهى ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم.

حضرت ابو مسعود ﷺ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے کندھوں پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے برابر ہو جاؤ اور ٹیڑھے مت ہو تمہارے قلوب ٹیڑھے ہوں گے اور جو لوگ تم سے بالغ اور عقل والے ہیں وہ مجھ سے قریب کھڑے ہوں پھر ایسے لوگ جو ان سے ملتے ہوں پھر ایسے لوگ جو ان سے ملتے ہوں۔

یہ حدیث پیچھے آچکی ہے اور تشریح بھی وہاں آچکی ہے۔

کم مرة یقول استووا

امام لفظ استووا کتنی دفعہ کہے

اخبرنا ابوبکر بن نافع حدثنا بهز بن اسد قال حدثنا حماد بن سلمة عن ثابت عن انس ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یقول استووا استووا استووا فوالذی نفسی بیده انی لاراکم من خلفی کما اراکم من بین یدی.

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے استووا استووا استووا کہ برابر ہو جاؤ برابر ہو جاؤ برابر ہو جاؤ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے بلاشبہ میں تم کو پیچھے سے دیکھتا ہوں جیسے تم کو سامنے سے دیکھتا ہوں۔

تشریح: اس لفظ کو تاکید کے لئے تین مرتبہ فرماتے یا ممکن ہے امر اول بطور اجمال فرماتے ہوں اور امر ثانی دائیں طرف والوں کے لئے اور امر ثالث بائیں طرف والوں کے لئے پھر فرمایا ''انی اراکم من خلفی الخ'' کہ جس طرح میں تم کو سامنے سے دیکھتا ہوں اسی طرح پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ بحالت نماز پیچھے کی طرف سے حضور اکرم ﷺ کا دیکھنا یا تو مشاہدہ کے ساتھ تھا یا مکاشفہ کے ساتھ۔ (مرقات: ۳/۷۲)

بہر حال حضور اکرم ﷺ کا یہ کلام ظاہر پر محمول ہے کہ بلاشبہ حضور ﷺ خرق عادت کے طور پر پیچھے کی طرف سے بھی مقتدیوں کے احوال و اعمال کو دیکھتے اسی کو علماء محققین نے قول حق اور قول راجح کہا جیسا کہ اس کو علامہ سیوطیؒ نے اپنی شرح میں اور علامہ سندھیؒ نے اپنے حاشیہ میں نقل کیا ہے اور حکمت اس کلام کے بتانے میں یہ ہے کہ کمزور لوگ یا بعض منافقین جو اقامت صفوف کا اہتمام نہیں کرتے تھے وہ اقامت صفوف کے معاملہ میں بے اعتدالی کو چھوڑ دیں اور امر کے ساتھ ساتھ صفیں درست کر لیا کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حث الامام علی رص الصفوف والمقاربة بینها

صفوں میں مل کر کھڑے ہونے اور ایک صف کو دوسری صف کے قریب رکھنے پر امام کا لوگوں کو ترغیب دینا

اخبرنا علی بن حجر حدثنا اسماعیل عن حمید عن انس رضی الله عنه قال اقبل علینا رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم بوجهه حین قام الی الصلوٰة قبل ان یکبر فقال اقیموا صفوفکم وتراصوا فانی اراکم من وراء ظهری.

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز کے ارادہ سے کھڑے ہوتے تو تکبیر سے پہلے ہماری طرف متوجہ ہوتے پھر فرماتے تم اپنی صفوں کو سیدھا کرو اور ایک دوسرے سے مل کر کھڑے ہو جاؤ کیوں کہ میں تم کو پیچھے کی جانب سے دیکھتا ہوں۔

اخبرنا محمد بن عبداللہ بن المبارک المخرمی حدثنا ابو هشام قال حدثنا ابان حدثنا قتادة حدثنا انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال راصوا صفوفکم وقاربوا بینها وحاذوا بالاعناق فوالذی نفس محمد بیده انی لاری الشیاطین تدخل من خلل الصف کانها الحذف .

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت انس ؓ نے ہم سے حدیث بیان کی کہ نبی کریم ﷺ فرماتے صفوں میں ایک دوسرے سے خوب مل کر کھڑے ہو جاؤ اور صفوں کے درمیان زیادہ فاصلہ نہ چھوڑو اور گردنیں ایک دوسرے کے مقابل رکھو پس قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے بیشک میں دیکھتا ہوں شیاطین کو گویا وہ بکری کے سیاہ بچے ہیں جو صف کے شگافوں سے داخل ہوتے ہیں۔

اخبرنا قتیبة حدثنا الفضیل بن عیاض عن الاعمش عن المسیب بن رافع عن تمیم بن طرفة عن جابر بن سمرة قال خرج الینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال الا تصفون کما تصف الملائکة عند ربهم قالوا وکیف تصف الملٰئکة عند ربهم قال یتمون الصف الاول ثم یتراصون فی الصف.

حضرت جابر بن سمرہ ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے پھر فرمایا کیا تم صف نہیں باندھتے ہو جیسے فرشتے اپنے پروردگار کے پاس صف باندھتے ہیں (جبکہ عبادۃ کے لئے کھڑے ہوتے ہیں) لوگوں نے عرض کیا فرشتے اپنے رب کے پاس کس طرح صف باندھتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا وہ پہلی صف کو پورا کرتے ہیں اور صف میں مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔

تشریح : حدیث باب سے معلوم ہوا کہ جب نماز کے لئے تکبیر کہی جائے تو امام لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر انہیں صفیں برابر کرنے کا حکم دے جبکہ وہ صف میں نقصان دیکھے اور اگر صف سیدھی ہو تو پھر امر کی ضرورت نہیں۔

(قاله الطیبی مرقات: ۶۸/۳)

دوسری چیز جو حدیث میں بیان کی گئی ہے کہ قیام کی کیفیت کیسی ہونی چاہئے اس کے متعلق پہلی حدیث میں ''تراصوا '' کا لفظ ارشاد فرمایا اور دوسری حدیث میں ''راصوا '' اور ابوداؤد کی روایت میں ''رصوا '' کا لفظ آیا ہے اور لفظ ''رص'' کے معنی ہے ایک چیز کو دوسری سے جڑنا اور اس کے اجزاء کا باہم اتنا پیوستہ ہو جانا کہ خلا بالکل نہ رہے جیسا کہ دیوار کی اینٹیں ہوتی ہیں تو

مطلب حدیث کا یہ ہوا کہ تم صف میں اس طرح مل کر کھڑے ہو جاؤ کہ دو آدمی کے بیچ میں خلاء بالکل نہ رہے کیوں کہ بیچ میں خالی جگہ چھوڑنے سے شیاطین کو مداخلت کا راستہ ملے گا اور اپنی وسوسہ اندازی سے نماز کے دوران تم کو پریشان کریں گے۔

تیسری بات ''مقاربة بين الصفوف'' کے بارہ میں فرمائی جس کا بیان حضرت انس رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث میں ہے یعنی ہر دو صفوں کے درمیان اتنا فرق نہ رہے کہ بیچ میں ایک صف کی جگہ چھوڑ دی جائے بلکہ فاصلہ تھوڑا رہے کہ پچھلی صف والے اگلی صف والے کے قریب کھڑے ہوں چوتھی بات یہ فرمائی کہ تم نماز کی صفیں اس طرح باندھو کہ تمہاری گردنیں برابر رہیں اس کی تشریح میں قاضی عیاضؒ نے کہا کہ تم میں سے کوئی دوسرے کی جگہ سے اونچی جگہ پر کھڑا نہ ہوتا کہ گردنیں برابر ہو جائیں۔ علامہ طیبیؒ نے کہا کہ محض گردنوں کا اعتبار نہیں کیوں کہ آدمی لمبے قد کا ہوتا ہے اور چھوٹے قد کا بھی اور لمبے قد والے کو اس کا مکلف ہی نہیں بنایا گیا کہ وہ اپنے کندھے کو چھوڑے قد والے کے کندھے کے برابر رکھے غرض کہ اعتبار اسی کا ہے جو قاضی عیاضؒ وغیرہ نے کہا کہ محض اعناق کا شریعت میں اعتبار نہیں محاذاۃ کا اعتبار ہے یعنی مصلی اپنے کندھے کو دوسرے کے مقابل رکھے۔

(مرقات: ۳/ ۷۱ . مظاھر حق)

فضل الصف الاول على الثاني

پہلی صف کی دوسری صف پر فضیلت ہے

اخبرنا يحيىٰ بن عثمان الحمصي حدثنا بقية عن بحير بن سعد عن خالد بن معدان عن جبير بن نفير عن العرباض بن سارية عن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلي على الصف الاول ثلثا وعلى الثاني واحدة.

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ صف اول والوں کے لئے تین مرتبہ رحمت اور استغفار کی دعا کرتے تھے اور صف ثانی والوں کے لئے ایک مرتبہ۔

جیسے حج کے موقع پر سر منڈانے والوں کے لئے تین مرتبہ دعاء رحمت کی فرمائی اور ایک مرتبہ کترنے والوں کے لئے ایسا ہی یہاں تین مرتبہ دعا رحمت کی ان لوگوں کے لئے فرمائی جو صف اول میں کھڑے ہوتے ہیں اور دوسری صف والوں کے لئے ایک مرتبہ اس سے معلوم ہوا کہ دوسری صف کا درجہ اول صف سے کم ہے۔ **(حاشية النسائي)**

الصف المؤخر

پچھلی صف کی حیثیت

اخبرنا اسماعيل بن مسعود عن خالد حدثنا شعبة عن قتادة عن انس ان رسول الله صلى الله عليه

وسلم قال اتموا الصف الاول ثم الذی یلیه فان کان نقص فلیکن فی الصف المؤخر.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پہلی صف کو پورا کرو پھر اس صف کو جو صف اول سے متصل ہے اور اگر نقصان ہو تو پچھلی صف میں ہو یعنی لوگوں کی کمی کی وجہ سے جو نقصان ہو وہ آخری صف میں ہو اس میں کوئی قباحت نہیں۔

لیکن اپنی کوتاہی اور لاپرواہی سے اگلی صفوں کو پورا نہ کرنا خالی جگہ چھوڑ دینا ارشاد مبارکہ کے خلاف ہے جس کا ضرر ونقصان ظاہر ہے کہ وہ اس بشارت عظیمہ سے محروم رہے گا جس کا بیان اگلے عنوان کے ماتحت کی حدیث میں ہے۔

من وصل صفا

جو شخص صف کو ملاوے اس کی فضیلت

اخبرنا عیسی بن ابراهیم بن مثرود حدثنا عبدالله بن وهب عن معاویة بن صالح عن ابی الزاهریة عن کثیر بن مرة عن عبدالله بن عمران رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من وصل صفا وصله الله ومن قطع صفا قطعه الله عزوجل.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے صف کو ملایا اللہ بھی اس کو ملاوے گا اور جس نے صف کو توڑا اللہ عزوجل بھی اس کو توڑے گا۔

تشریح: اگر صف میں جگہ خالی رہ گئی ہو اس کو پر کرنا چاہئے اس خلاء کو پر کرنے پر حدیث شریف میں بڑی بشارت وارد ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر اپنی رحمت اور فضل کے ساتھ متوجہ ہوتے ہیں جو صف کو ملاوے یعنی صف میں جو جگہ خالی رہ گئی ہو اس میں جا کر کھڑا ہوا جس سے وہ خلاء پر ہو گیا اور جو شخص صف کو توڑے گا مثال کے طور پر صفوں کے درمیان بغیر نماز کے بیٹھا رہا یا خالی جگہ میں کسی کھڑے ہونے والے کو کھڑے ہونے سے روک دیا تو اس کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کو بہت ہی ناپسند ہے اس پر سخت وعید آئی ہے کہ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے فیض یاب نہیں ہو سکتا کیوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی خاص توجہ اور رحمت اس سے منقطع کرلیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (حاشیة النسائی: ۲/۹۳)

ذکر خیر صفوف النساء وشر صفوف الرجال

بہترین صفوں عورتوں کی اور بدترین صفوں مردوں کی کا بیان

اخبرنا اسحق بن ابراهیم اخبرنا جریر عن سهیل عن ابیه عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم خیر صفوف الرجال اولها وشرها آخرها وخیر صفوف النساء آخرها وشرها اولها.

سہیل اپنے والد ابوصالح ذکوان سے وہ حضرت ابوہریرہ ﷛ سے وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا بہترین صفوں مردوں کی پہلی صف ہے اور بدترین صفوں ان کی پچھلی صف اور بہترین صفوں عورتوں کی پچھلی صف ہے اور بدترین صفوں ان کی اول صف ہے۔

تشریح: شریعت نے مردوں اور عورتوں کے لئے مقام مفروض بیان کر دیا للہذا ہر ایک پر لازم ہے کہ اپنے مقام کو نہ چھوڑے مردوں کا مقام مفروض صف اول ہے اور عورتوں کا مقام مفروض آخری صف ہے اس ترتیب کی رعایت کی صورت میں اجر ثواب کے لحاظ سے نماز کی صفوں میں مردوں کی صف سب سے افضل ہے ایسا ہی عورتوں کی صف افضل ہے اور اس ضابطۂ مذکورہ کے برعکس کی صورت میں بدترین صف ہے مردوں کی بھی اور عورتوں کی بھی وجہ اس کی علامہ طیبیؒ نے یہ بیان کی کہ حدیث شریف میں مردوں کو مقدم ہونے کا حکم دیا گیا ہے کہ مرد لوگ اول صف میں کھڑے ہوں تو جو شخص اس کی تعمیل میں سبقت کرے گا درحقیقت اس نے امر شرع کی بہت زیادہ تعظیم کی اس لئے اس کو جتنی فضیلت حاصل ہوگی دوسرے کو اتنی حاصل نہ ہوگی اور عورتوں کو پردہ میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے (اسی کے پیش نظر ان کے لئے پچھلی صف بہتر ہے)۔

ملا علی قاریؒ کہتے ہیں بلکہ ایک حدیث مشہور میں عورتوں کو پیچھے کر دینے کا حکم دیا گیا ہے فرمایا 'اخروهن كما اخرهن الله'' کہ عورتوں کو پیچھے کر دو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیچھے کر دیا اگرچہ اس حدیث کو محدثین نے حضرت ابن مسعود ﷛ کا قول قرار دیا نہ کہ حدیث مرفوع تاہم از راہ حکم کے حدیث مرفوع کے درجہ میں ہے بناء بریں عورتوں کی اول صف صفوں میں بدترین صف ہے ان عورتوں کی نسبت سے جو پچھلی صف میں کھڑی ہوں اور ظاہر یہی ہے کہ صف اول اسی کو کہتے ہیں جو دوسری صف کی نسبت سے مسبوق نہ ہو۔ (مرقات: ۳/ ۷۰)

الصف بين السوارى

ستونوں کے درمیان صف باندھنے کا کیا حکم ہے

اخبرنا عمرو بن منصور حدثنا ابونعيم عن سفيان عن يحيىٰ بن هانئ عن عبدالحميد بن محمود قال كنا مع انس فصلينا مع امير من الامراء فدفعونا حتى قمنا وصلينا بين الساريتين فجعل انس يتاخر وقال قد كنا نتقي هذا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم.

عبدالحمید بن محمود سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت انس ﷛ کے ساتھ تھے پس ہم نے امراء میں سے ایک امیر کے ساتھ نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے بھیڑ کی وجہ سے ہم کو اپنی جگہ سے ہٹا دیا یہاں تک کہ ہم دو ستونوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی حضرت انس ﷛ پیچھے ہٹنے لگے اور کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اس سے بچتے تھے۔

تشریح: ستونوں کے بیچ میں صف باندھنے کے مسئلہ میں مشائخ کے خیالات مختلف ہیں کچھ حضرات ستونوں کے

بیچ میں صف بندی کو مکروہ کہتے ہیں مگر جمہور علماء کے نزدیک جائز ہے عبدالحمید بن محمود کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بین الساریتین نماز پڑھی جس سے مسلک جمہور کی تائید ہوتی ہے خاص طور سے تنگی مقام کے وقت تو کوئی اختلاف ہی نہیں چنانچہ ابن العربیؒ نے شرح ترمذی میں لکھا ہے "ولاخلاف فی جوازہ عند الضیق الخ" کہ تنگی مقام کے وقت ستونوں کے بیچ میں نماز کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں اور شمس الائمہ سرخسیؒ نے مبسوط میں صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ "**الصف بین الاسطوانتین غیر مکروہ لانه صف فی حق کل فریق وان لم یکن طویلاوتخلل الا سطوانة بین الصف کتخلل متاع موضوع اوکفرجة بین الرجلین وذالک لایمنع صحة الاقتداء ولا یوجب الکراهة**" اس سے واضح ہوگیا کہ دوستونوں کے بیچ میں صف بندی بلا کراہت جائز ہے کیوں کہ قول مشہور کے مطابق جس انقطاع صفوف کو سبب کراہت بتایا گیا وہ کوئی معقول وجہ نہیں کیوں کہ ضرورت کے وقت بین الساریتین صف باندھنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ صفیں ٹیڑھی نہ ہوں اور صف میں ستون حائل ہونے کا یوں حکم ہے جیسے کسی نے صف میں سامان رکھا تو سامان کے حائل ہونے سے صحت اقتداء میں کوئی فرق نہیں آتا اور نہ نماز کے اندر کوئی کراہت آتی ہے ایسے ہی صف میں ستون حائل ہونے کی وجہ سے صحت اقتداء میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا بلا کراہت اقتداء درست ہے اب رہا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے قول کا جواب وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دوستونوں کے بیچ میں صف باندھ کر نماز پڑنے سے احتیاط کرتے تھے اس کا معقول سبب یہ ہے کہ اس زمانہ میں مسجد نبوی کے ستون برابر نہ تھے جیسے ہمارے زمانہ میں ہم ان کو برابر دیکھتے ہیں اس لئے بین الساریتین صفیں برابر نہیں ہوسکتی تھی اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد نبوی میں بین الساریتین صف نہیں باندھتے تھے اور اب چونکہ برابر ہیں اس لئے دو ستونوں کے درمیان نماز صحیح ہے بعض نے وجہ کراہت یہ بیان کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ستونوں کے درمیان قیام کو جنات کے لئے مقرر فرمایا تھا کیوں کہ وہ بھی نماز میں شریک ہوتے تھے اس لئے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہاں صف نہیں باندھتے تھے لیکن اب تو مابین السواری کو خالی چھوڑنے کی کوئی حاجت نہیں کیوں کہ ہم جانتے ہی نہیں کہ جن ہمارے ساتھ شریک نماز ہوتے ہیں یا نہیں اگر شریک ہوتے ہیں تو انسان کی صورت میں ہوتے ہیں یا نہیں اس کا بھی ہمیں کچھ پتہ نہیں لہٰذا ہمارے حق میں قیام بین السواری مکروہ ہونے کی کوئی معقول وجہ ہے نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(بذل لمجهود .الکوکب الدری)

المكان الذى يستحب من الصف

صف میں سے وہ جگہ جس کو پسند کیا جاتا تھا

اخبرنا سوید بن نصر اخبرنا عبدالله عن مسعر عن ثابت بن عبید عن ابن البراء عن البراء قال کنا اذا صلینا خلف رسول الله صلى الله علیه وسلم احببت ان اکون عن یمینه.

براء بن عازب انصاری ﷺ سے روایت ہے براء بن عازب ﷺ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو ہم حضور ﷺ کے دائیں طرف کھڑے ہونے کو پسند کرتے تھے۔

نبی کریم ﷺ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اکثر دائیں طرف سے پھیرتے تھے اس لئے صحابہ کرام ﷺ اس طرف کھڑے ہونے کو پسند کرتے تھے۔

ماعلی الامام من التخفیف

امام کے ذمہ لازم ہے کہ ہلکی نماز پڑھاوے

اخبرنا قتیبة عن مالک عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال اذا صلی احدکم بالناس فلیخفف فان فیهم السقیم والضعیف والکبیر واذا صلی احدکم لنفسه فلیطول ماشاء.

حضرت ابوہریرہ ﷺ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھاوے تو ہلکی نماز پڑھاوے کیوں کہ ان میں بیمار آدمی ہوتا ہے اور ضعیف بھی اور بوڑھا بھی اور جب تم میں سے کوئی اپنے واسطے یعنی اکیلا نماز پڑھے تو جس قدر چاہے طویل کرے۔

اخبرنا قتیبة اخبرنا ابوعوانة عن قتادة عن انس ان النبی صلی الله علیه وسلم کان اخف الناس صلٰوة فی تمام.

حضرت انس ﷺ کہتے ہیں بلاشبہ نبی کریم ﷺ کی نماز ہلکی معلوم ہوتی تھی اور لوگوں کی نماز سے باوجود اس کے حضور ﷺ تمام ارکان خوب اچھی طرح ادا کرتے تھے۔

اخبرنا سوید بن نصر اخبرنا عبدالله عن الاوزاعی قال حدثنی یحییٰ ابن ابی کثیر عن عبدالله بن ابی قتادة عن ابیه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال انی لاقوم فی الصلٰوة فاسمع بکاء الصبی فاوجز فی صلاتی کراهیة ان اشق علی امه.

حضرت ابوقتادہ ﷺ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا بیشک میں نماز میں داخل ہوتا ہوں پھر میں بچے کا رونا سنتا ہوں لہٰذا اپنی نماز مختصر کرتا ہوں کیوں کہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ (لمبی نماز سے) اس کی ماں کو مشقت میں ڈالوں۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کوئی اکیلا نماز پڑھے اس کے لئے تطویل افضل ہے وہ جس قدر طویل نماز پڑھنا چاہے پڑھ سکتا ہے لیکن امام کا معاملہ اس سے مختلف ہے امام کے ذمہ اپنے مقتدیوں کی رعایت ضروری ہے اس کو تخفیف نماز کا شریعت کی طرف سے حکم دیا گیا ہے کیوں کہ مقتدیوں میں بیمار شخص ہوتا ہے اور ضعیف بھی پیدائشی کمزور ہو یا مرض

سے ضعیف ہو یا غفلت کی وجہ سے عبادۃ میں کمزور ہو اور بوڑھا بھی ہوتا ہے ایسے لوگ لمبی نماز سے تنگ ہو جائیں گے اور جماعت چھوڑ دیں گے اس لئے ان کی مصلحت سے امام کو تخفیف صلاۃ کا حکم دیا ہے لیکن امام کو یہ بھی مناسب نہیں کہ مقتدیوں کے اکتا جانے کے خوف سے قرأت اور تسبیح وغیرہ میں مقدار سنت سے کمی کرے قدر مسنون کی رعایت قرأت اور تسبیح میں تطویل نہیں ہے بہر حال امام کو مناسب نہیں کہ بقدر سنت ادا کرنے کے بعد قرأت اور تسبیح وغیرہ کو اس طرح طویل کرے جس کی وجہ سے لوگ تنگ ہو جائیں اس لئے کہ بلا وجہ نماز کو طویل کرنا لوگوں کو نماز سے نفرت دلانے کا باعث ہوتا ہے اور یہ طریقہ مکروہ ہے اور اگر لوگ قرأت مسنونہ سے زیادہ قرأت کے ساتھ راضی ہوں تو مکروہ نہیں۔

حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں عورتیں بھی جماعت میں شریک ہوتی تھیں بعضوں کے ساتھ چھوٹے بچے ہوتے جب اس کے رونے کی آواز حضور ﷺ سنتے تو نماز ہلکی کرتے اس خوف سے کہ بوجہ رونے بچے کے اس کی ماں کا قلب تشویش میں پڑتا اور ذوق وشوق اور حضور قلب نماز کی حالت میں نہ ہوتا اسی واقعہ کا ذکر تیسری حدیث میں آیا ہے۔ اسی واقعہ سے استنباط کرتے ہوئے علامہ خطابیؒ نے کہا کہ جب کسی انسان کی رعایت سے تخفیف نماز جائز ہے ایسے ہی تطویل بھی جائز ہوگی مثال کے طور پر جب امام کسی شخص کی آہٹ پاوے کہ وہ نماز میں شامل ہونے کا ارادہ رکھتا ہے اور امام رکوع میں ہو تو اس کو جائز ہے کہ رکوع میں اس شخص کا انتظار کرے تا کہ وہ رکعت پالے اور علامہ سندھیؒ نے بھی اس حدیث کی تشریح کے تحت حاشیہ میں اس صورت مذکورہ میں تطویل رکوع کو جائز کہا تا کہ وہ شخص رکعت پالے آگے لکھتے ہیں کہ اس کو ریا نہیں کہیں گے بلکہ یہ صورت اعانۃ علی الخیر اور تخلیص عن الشر کے باب سے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بعض علماء نے اس صورت کو مکروہ کہا اور کہا کہ مجھے اس کا خطرہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ فعل شرک ہو جائے یہی امام مالکؒ کا مذہب ہے اور حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ امام کے رکوع کو طویل کرنے کی دو حیثیت ہے ایک تو اس غرض سے رکوع کو طویل کرے تا کہ آنے والے رکوع کو پالے تو یہ مکروہ تحریمی ہے جس سے بڑا گناہ کا اندیشہ ہے لیکن اس کے سبب سے کافر نہیں ہوتا اس لئے کہ امام نے اس کے ساتھ غیر اللہ کی عبادت کی نیت نہیں کی اور اگر امام نے رکوع کو اس غرض سے طویل کیا تا کہ اس کے ذریعہ قرب الٰہی حاصل کرلے اس حالت میں کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا اور رکوع میں شریک ہو گیا تو اس میں کوئی قباحت نہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ اس جیسی حالت کبھی کبھی ہوتی ہے اور اس مسئلہ مذکورہ کا لقب مسئلۃ الریاء رکھا گیا ہے اس لئے احتراز اور احتیاط اس سے اولیٰ ہے۔ کذا فی شرح المنية ملخصًا (مرقات: ۳/ ۹۰. حاشية النسائی: ۱/ ۱۳۲)

الرخصة للامام فی التطويل

امام کے لئے تطویل کی اجازت ہے

اخبرنا اسماعيل بن مسعود حدثنا خالد بن الحارث عن ابن ابی ذئب قال اخبرنا الحارث بن

عبدالرحمن عن سالم بن عبدالله عن عبدالله بن عمر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأمر بالتخفيف ويأمُّنا بالصافات.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہلکی نماز پڑھانے کا حکم فرماتے تھے اور حضور ﷺ ہماری امامت کرتے سورہ صافات کے ساتھ۔

تشریح: ان دونوں باتوں میں جو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہیں منافات ہے اس کا ایک جواب علامہ طیبیؒ نے دیا ہے جس کو ملا علی قاریؒ نے نقل کیا ہے کہ منافاۃ اس وقت پیدا ہوتی جبکہ رسول اکرم ﷺ کے لئے امتیازی فضیلت نہ ہوتی حضور ﷺ کی قرأت میں تو بڑی خوبی یہ تھی کہ بہت سی آیتیں تھوڑے وقت میں پڑھ لیتے تھے اور بعضوں نے کہا کہ کسی وقت بیان جواز کے لئے یہ عمل کیا تھا۔ (مرقات: ۳/۹۳)

علامہ سندھیؒ نے یہ جواب دیا ہے کہ حضور ﷺ کی قرأت اگرچہ طویل ہوتی تھی پھر بھی لوگوں کو ہلکی معلوم ہوتی کیوں کہ مقتدی ذوق وشوق اور رغبت سے حضور ﷺ کی قرأت سنتے اور طویل قرأت سننے کی طاقت رکھتے اس لحاظ سے ان کے حق میں ہلکی قرأت معلوم ہوتی تو حاصل اس خبر کا وہی ہے جو آپ ﷺ نے فرمایا کہ امام کو مناسب ہے کہ اپنے مقتدیوں کے احوال کی رعایت کرتے ہوئے ہلکی نماز پڑھائے اب دونوں میں کوئی منافات نہیں۔

مايجوز للامام من العمل فى الصلوٰة

نماز میں جو عمل امام کے لئے جائز ہے اس کا بیان

اخبرنا قتيبة حدثنا سفيان عن عثمان بن ابى سليمان عن عامر بن عبدالله بن الزبير عن عمرو بن سليم الزرقى عن ابى قتادة قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يؤم الناس وهو حامل امامة بنت ابى العاص على عاتقه فاذا ركع وضعها واذا رفع من سجوده اعادها.

حضرت ابی قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ کو کہ آپ ﷺ لوگوں کی امامت کر رہے تھے اسی حالت میں آپ ﷺ ابوالعاص کی بیٹی امامہ کو اپنے مونڈھے پر اٹھائے ہوئے تھے جب رکوع کرتے تو زمین پر رکھ دیتے اور جب سجدہ سے اٹھتے تو اس کو اٹھا لیتے۔

حدیث مع ترجمہ وتشریح پیچھے گزر چکی ہے۔

مبادرة الامام

امام سے سبقت کرنا

اخبرناقتيبة حدثنا حماد عن محمد بن زياد عن ابى هريرة قال قال محمد رسول الله صلى الله عليه

وسلم الایخشی الذی یرفع رأسه قبل الامام ان یحول الله رأسه رأس حمار.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ نے فرمایا کیا وہ شخص جو اپنا سر امام سے پہلے اٹھاتا ہے اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کا سر مسخ کر دے حتی کہ گدھے کا سر جیسا بنا دے۔

اخبرنا یعقوب بن ابراهیم قال حدثنا ابن علیة اخبرنا شعبة عن ابی اسحق قال سمعت عبدالله بن یزید یخطب قال حدثنا البراء وکان غیر کذوب انهم کانوا اذا صلوا مع رسول الله فرفع رأسه من الرکوع قاموا قیاما حتی یروه ساجدا ثم سجدوا.

ابواسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انہوں نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی اور وہ جھوٹے نہ تھے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے اور اپنا سر رکوع سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اٹھاتے تو وہ کھڑے رہتے یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے کہ آپ ﷺ اپنی پیشانی زمین پر رکھنے والے ہیں پھر صحابہ سجدے میں چلے جاتے۔

اخبرنا مؤمل بن هشام حدثنا اسماعیل بن علیة عن سعید عن قتادة عن یونس بن جبیر عن حطان بن عبدالله قال صلی بنا ابوموسیٰ فلما کان فی القعدة دخل رجل من القوم فقال أقرت الصلوٰة بالبر والزکوٰة فلما سلم ابوموسیٰ اقبل علی القوم فقال ایکم القائل هذه الکلمة فارم القوم قال یا حطان لعلک قلتها قال لا وقد خشیت ان تبکعنی بها فقال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یعلمنا صلاتنا وسننا فقال انما الامام لیوتم به فاذا کبر فکبروا واذا قال غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقولوا اٰمین یجبکم الله واذا رکع فارکعوا واذا رفع فقال سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا لک الحمد یسمع الله لکم واذا سجد فاسجدوا واذا رفع فارفعوا فان الامام یسجد قبلکم ویرفع قبلکم قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فتلک بتلک.

حطان بن عبداللہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ ہم کو نماز پڑھائی جب وہ قعدہ میں تھے تو قوم میں سے ایک آدمی نماز میں داخل ہوا اور کہا" أقرت الصلاة بالبر والزكاة "نماز نیکی اور زکوٰۃ کے ساتھ ملا کر بیان کی گئی پھر جب ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے سلام پھیرا قوم کی طرف متوجہ ہوا پھر فرمایا تم میں سے کس نے یہ کلمہ کہا لوگ خاموش رہے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا اے حطان شاید تم نے کہا ہو انہوں نے کہا نہیں اور میں ڈر گیا کہ آپ کہیں اس کلمہ کی وجہ سے مجھے نہ ڈانٹنے لگے پھر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا بلاشبہ رسول اللہ ﷺ ہمیں ہماری نماز اور سنت کی تعلیم دیتے تھے حضور ﷺ نے فرمایا امام تو اسی لئے ہوتا ہے کہ بس اس کی پیروی کی جائے اور جب امام اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب" غیر المغضوب علیهم ولا الضالین "کہے تو تم آمین کہو اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول کریں گے اور جب امام رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب سر اٹھا کر سمع اللہ لمن حمدہ کہے

تو تم ربنا لک الحمد کہو اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول کریں گے اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب سجدہ سے سر اٹھائے تم بھی سجدہ سے سر اٹھاؤ امام تم سے پہلے سجدہ کرتا ہے اور تم سے پہلے سر اٹھاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ اس کے بدلہ میں ہے۔

تشریح: مقتدی کو بحالت نماز اپنے امام کی متابعت کرنا چاہئے نہ کہ مخالفت اس پر حدیث باب میں سخت وعید آئی ہے چنانچہ فرمایا جو شخص امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے سجدہ سے یا رکوع سے کیا وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اس کے اس نامناسب فعل کی پاداش میں اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر جیسا بنادے اس حدیث میں امام سے پہلے سجدہ یا رکوع میں جانے کا حکم نہیں بتلایا اس لئے کہ اکثر واقع یہی ہوتا ہے اور اس میں بے احتیاطی کرتے ہیں کہ لوگ امام سے پہلے سجدہ یا رکوع سے سر اٹھا لیتے ہیں اس لئے حدیث میں اس کا حکم بتلا دیا ورنہ امام سے پہلے سجدہ یا رکوع میں جانے پر بھی وعید ہے جس کا ذکر بزار کی روایت میں آیا ہے بزارؒ نے بواسطہ ملیح بن عبداللہ السعدی حضرت ابو ہریرہ ؓ سے بطور مرفوع یہ الفاظ نقل کئے ہیں ''**الذی یخفض ویرفع قبل الامام انما ناصیته بید الشیطان** '' جو شخص امام سے پہلے سر جھکائے اور اٹھائے اس کے ماتھے کے بال شیطان کے ہاتھ میں ہوتے ہیں لہٰذا وعید مذکور دونوں فعل پر ہے اس وعید کے معنی میں علماء کے اقوال مختلف ہیں بعض نے کہا مجازاً مسخ معنوی مراد ہے یعنی کیا وہ شخص اس سزا سے نہیں ڈرتا جو اپنا سر رکوع یا سجدہ سے امام کے پہلے اٹھاتا ہے یہ کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو گدھے کی طرح بے وقوف کردے ابن بزیزہ نے کہا کہ شاید تحویل رأس سے مسخ مراد ہو یعنی اللہ تعالیٰ اس شخص کی صورت گدھے کی سی کردے یا خوبصورتی کی تبدیلی مراد ہو یا تحویل معنوی مراد ہو یا ظاہری خوبصورتی اور معنوی کمال دونوں کی تحویل مراد ہو لیکن مجازاً مسخ معنوی مراد لینا موزوں و مناسب نہیں کیوں کہ جو شخص ایسی حرکت کرتا ہے وہ تو پہلے ہی سے بے وقوف ہے کیوں کہ امام سے سبقت کر کے نماز سے نکل سکتا نہیں پھر سبقت سے کیا فائدہ البتہ یہ کہا جائے کہ اس میں بیوقوفی تو پہلے سے تھی اب اس کی حماقت میں زیادتی کردے اور بالکل گدھے کی طرح پورا احمق بنادے تو پھر مسخ معنوی مجازی مراد لینے میں کوئی اشکال نہیں لیکن علماء کی ایک جماعت نے اس کو ظاہر پر محمول کیا ہے اور کہا کہ تحویل سے مسخ حقیقی مراد ہے یہی قول زیادہ راجح اور زیادہ صحیح ہے اس لئے کہ اس امت میں مسخ خاص جائز ہے البتہ ممتنع مسخ عام ہے۔ مسخ خاص کے وقوع کے جواز پر دلیل موجود ہے جیسے حضرت ابی مالک اشعری ؓ کی حدیث میں آیا ہے ''**ویمسخ آخرین قردة وخنازیر الی یوم القیامة**'' کہ ایک قوم کی شکل بصورت بندر اور سور ہو جائے گی روز قیامت تک۔ (**فتح الباری ملخصا**)

بہر حال صحیح حدیثوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مسخ اس امت میں بھی جائز ہے لہٰذا حدیث میں نازیبا فعل مذکور پر جس تحویل رأس کی وعید کا ذکر آیا ہے اس کو حقیقت پر حمل کرنا جائز ہے اس کی تائید و تصدیق ایک محدث کی نقل سے ہوتی ہے کہ انہوں نے طلب حدیث کی غرض سے دمشق کی طرف سفر کیا وہاں ایک مشہور شیخ تھا اس سے سب کچھ پڑھا لیکن وہ شیخ اپنے اور اس کے درمیان پردہ ڈالے رکھا تھا جس کی وجہ سے اس کا چہرہ معلوم نہیں ہوتا تھا جب وہ ایک طویل مدت تک اس کی خدمت میں رہا اور

اس نے حدیث پر اس کی حرص دیکھی تو کھول دیا اس کے لئے پردہ تو اس کا منہ گدھے کا سا دیکھا پھر اس شیخ نے کہا اے میرے بیٹے امام سے سبقت کرنے سے بچنا جبکہ میں نے یہ حدیث سنی تو میں نے اس کا واقع ہونا بعید جانا میں نے امام سے سبقت کی تو میرا منہ ویسا ہو گیا جیسے گدھے کا جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے۔

ملا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ شاید مسخ کی وجہ یہی ہو کہ شیخ موصوف نے اس کے وقوع کو بعید سمجھا تھا اس لئے اس کا منہ گدھے کا سا ہو گیا ورنہ معاملہ اس کے برعکس ہے کہ لوگ اپنے امام سے سبقت کرتے ہیں لیکن ان کے ساتھ یہی معاملہ نہیں ہوتا ہے معلوم ہوا کہ استبعاد کی وجہ سے شیخ کو ابتلاء میں ڈالا گیا ہے اور زیادہ ظاہر یہی ہے کہ یہ تہدید شدید اور سخت وعید پر محمول ہے یا یہ ہو گا عالم برزخ میں یا دوزخ میں۔(مرقات :۹۸/۳)

اگر کسی کو شبہ ہو کہ ہم تو کسی کو ایسا نہیں دیکھتے کہ مسخ چہرہ ہو گیا ہے تو اس کا یہ شبہ درست نہیں کیوں کہ حدیث شریف میں ''الا یخشی ''فرمایا یعنی یہ نازیبا فعل اس قابل ہے کہ اس کی یہ سزا ہو آئندہ کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اللہ کا کرم وعفو ہے کہ سزا نہیں دیتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بہر حال اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ امام سے پہلے سجدہ یا رکوع کرنا جائز نہیں ہے اس پر حدیث میں سخت وعید آئی ہے بلکہ مقارنۃ کا طریقہ اختیار کرے یعنی امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ باندھے اور امام کے رکوع کے ساتھ رکوع کرے اور سجدہ کے ساتھ سجدہ کرے اور مقارنۃ میں بھی اس قدر احتیاط کی جائے کہ تقدم کا امکان نہ رہے تو کوئی مضائقہ نہیں عنوان کے تحت کی دوسری حدیث میں ابو اسحاق کہتے ہیں کہ جب عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ کوفہ کے والی تھے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے انہوں نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم سے براء بن عازب انصاری رضی اللہ عنہ نے نہایت پختہ حدیث بیان کی جس کے الفاظ یہ ہیں ''انهم ای الصحابة رضی الله عنهم کانوا اذا صلوا الخ '' یہ حدیث اس قدر پختہ ہے کہ گھڑی ہوئی ہونے کا تصور تک نہیں ہوسکتا تو وکان غیر کذوب سے حدیث کی توثیق وتقویت مقصود ہے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے تہمت کذب کی نفی مقصود نہیں کیوں کہ وہ تو بڑے درجے والے صحابی ہیں ان پر جھوٹ بولنے کا الزام درست نہیں اور صیغہ مبالغہ کذوب سے جو شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ کذب ہو گا کیوں کہ نفی مبالغہ نفی اصل کو مستلزم نہیں لہٰذا صادق یا غیر کاذب کہنا چاہئے تھا اس کا جواب یہ دیا ہے کہ مبالغہ کا صیغہ نفس فعل کے معنی میں ہے یعنی کاذب کے معنی میں ہے جیسا کہ قول باری تعالیٰ ''لیس بظلام للعبید '' میں ظلام مبالغہ کا صیغہ نفس فعل کے معنی میں ہے حاصل کلام کا یہ ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کو مبادرۃ یعنی امام سے آگے رکوع اور سجدہ میں جانے سے منع فرمایا اور اس پر سخت وعید سنائی تو صحابہ رکوع سے سر اٹھانے کے بعد کھڑے رہتے اور حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ہی اس بات کے خوف سے سجدہ نہیں کرتے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ سجدہ میں حضور ﷺ سے سبقت کر جائیں اس لئے وہ بحالت قیام حضور ﷺ کے سجدہ کا انتظار کرتے اور جب دیکھتے کہ حضور ﷺ سجدہ کرنے والے ہیں تو صحابہ سجدہ کرنے کے لئے جھکتے۔(بذل المجهود: ۳۴۷/۱)

اس سے معلوم ہوا کہ اس قدر معاقبت اپنے امام کے فعل سے کہ سبقت کا امکان نہ رہے متابعت کے خلاف نہیں ہے صیغہ مبالغہ کذوب سے جوشبہ پیدا ہوتا ہے اس کا ایک جواب تو اوپر دیا گیا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ مفسرین نے ''وما ربک بظلام لـلعبید '' کے تحت فرمایا ہے کیا نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ ظالم متصور ہوسکتا ہے جس کا شبہ صیغہ مبالغہ سے پیدا ہوتا ہے حالانکہ خود فرمایا ''ان اللہ لا یظلم الآیة '' تو اس کا بہترین جواب یہ ہے کہ وہ ایسا کامل اور ایسا پاک ہے کہ اگر بفرض محال اس کے ہاں سے ظلم ہونے لگے تو پھر ادنیٰ سے ادنیٰ ظلم بھی بہت عظیم ترین ظلم ہوگا معمولی شخص کی معمولی حرکت کی کوئی پرواہ نہیں کرتا لیکن اگر کوئی بڑا آدمی یہ حرکت کرے تو بہت برا سمجھا جاتا ہے تو ایسے ہی براء بن عازب رضی اللہ عنہ جیسا بڑا صحابی اگر احکام شرعیہ کی تبلیغ میں معمولی جھوٹ بھی بولیں تو کاذب نہیں بلکہ کذوب ہیں کیوں کہ بڑے آدمی کی معمولی بات بھی بڑی ہوتی ہے تو درحقیقت ''وکان غیر کذوب '' لفظ سے عبداللہ بن یزید نے اس خیال کی پرزور تردید کی ہے کہ شاید حدیث گھڑ لی ہو جیسا کہ اس آیت میں لفظ ظلام سے زوردار طریقہ سے اللہ تعالیٰ سے مطلقاً ظلم کی نفی کی گئی ہے اس لئے کہ اس کے کسی فعل میں ظلم کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا غالباً عبداللہ بن یزید کی امارۃ کے زمانہ میں وہاں کے لوگ امام سے سبقت کرتے ہوں گے یا مقارنۃ کرتے ہوں گے اس لئے صیغہ مبالغہ استعمال کرکے مضمون حدیث زوردار طریقہ سے بیان کیا تاکہ لوگ اس کا اہتمام کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خروج الرجل من صلوٰة الامام وفراغه من صلوٰته فی ناحیة المسجد

مصلی آدمی کا امام کی نماز سے نکل جانا اور مسجد کے کسی گوشہ میں اپنی نماز سے اس کا فارغ ہونا

اخبرنا واصل بن عبدالاعلی حدثنا ابن فضیل عن الاعمش عن محارب بن دثار وابی صالح عن جابر قال جاء رجل من الانصار قد اقیمت الصلوٰة فدخل المسجد فصلی خلف معاذ فطول بهم فانصرف الرجل وصلی فی ناحیة المسجد ثم انطلق فلما قضی معاذ الصلوٰة قیل له ان فلانا فعل کذا وکذا فقال معاذ لئن اصبحت لاذکرن ذلک لرسول الله فاتی معاذ النبی صلی الله علیه وسلم فذکر ذلک له فارسل رسول الله صلی الله علیه وسلم الیه فقال ماحملک علی الذی صنعت فقال یا رسول الله عملت علی ناضحی من النهار فجئت وقد اقیمت الصلوٰة فدخلت المسجد فدخلت معه فی الصلوٰة فقرأ سورة کذا وکذا فطول فانصرفت فصلیت فی ناحیة المسجد فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم افتان یا معاذ افتان یا معاذ افتان یا معاذ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک انصاری آدمی آیا جبکہ نماز کے لئے اقامت کہی گئی وہ مسجد میں داخل ہوا اور معاذ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز کی نیت باندھ لی معاذ نے لمبی قرأت شروع کی وہ آدمی نماز کی صف سے خارج ہوگیا اور مسجد کے ایک گوشہ میں اکیلے نماز پڑھی پھر چلا گیا جب معاذ رضی اللہ عنہ نے نماز پوری کی ان سے عرض کیا گیا کہ بیشک فلاں شخص نے ایسا اور ایسا کیا

ہے معاذ ﷛ نے کہا میں اس کا ذکر صبح کو رسول اللہ ﷺ سے کروں گا صبح کو معاذ ﷛ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو بلوایا اور فرمایا تو نے ایسا عمل کیوں کیا اس نے عرض کیا یارسول اللہ میں کھیت میں پانی ڈالنے کے لئے دن کو اپنے اونٹ پر پانی لاکر تھکا ہوا تھا پس میں آیا جبکہ نماز شروع ہوگئی میں مسجد میں داخل ہوا پھر معاذ کے ساتھ نماز میں داخل ہوا معاذ نے فلانی فلانی لمبی سورت شروع کی میں نماز سے علیحدہ ہوگیا پھر مسجد کے گوشہ میں نماز پڑھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے معاذ! کیا تو فتنے میں ڈالنے والا ہے، اے معاذ کیا تو فتنے میں ڈالنے والا ہے ،اے معاذ! کیا تو فتنے میں ڈالنے والا ہے، یعنی لوگوں سے جماعت چھڑوا کر دین میں فتنہ اور بدنظمی ڈلوانا چاہتا ہے ایسا مت کر۔

حدیث کی دلالت ترجمہ پر ظاہر ہے یہ حدیث آگے دوسرے عنوان کے تحت لائیں گے اس کی مناسبت سے وہاں کچھ بحث کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

الائتمام بالامام یصلی قاعدا

اقتداء کرنا امام کی جبکہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھے

اخبرناقتیبة عن مالک عن ابن شهاب عن انس بن مالک ان رسول الله صلی الله علیه وسلم رکب فرسا فصرع عنه فجحش شقه الایمن فصلی صلوٰة من الصلوات وهو قاعد فصلینا وراءه قعودا فلما انصرف قال انما جعل الامام لیؤتم به فاذا صلی قائما فصلوا قیاماً واذا رکع فارکعوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا لک الحمد واذا صلی جالسا فصلوا جلوسا اجمعون.

حضرت انس بن مالک ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ گھوڑے پر سوار ہوئے اتفاق ہے آپ ﷺ گھوڑے پر سے گر پڑے آپ ﷺ کی داہنی کروٹ چھل گئی آپ ﷺ نے نمازوں میں سے ایک نماز بیٹھ کر پڑھی ہم نے بھی آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی پھر جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا سوائے اس کے اور کچھ کہ امام اسی لئے مقرر کیا گیا ہے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے جب امام کھڑے ہوکر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہوکر نماز پڑھو اور جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے تو تم "ربنا لک الحمد" کہو اور جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بیٹھ کر نماز پڑھو۔

اخبرنا محمد بن العلاء قال حدثنا ابومعاویة عن الاعمش عن ابراهیم عن الاسود عن عائشة قالت لما ثقل رسول الله صلی الله علیه وسلم جاء بلال یؤذنه بالصلوٰة فقال مروا ابابکر فلیصل بالناس قالت قلت یارسول الله ان ابابکر رجل اسیف وانه متی یقوم فی مقامک لایسمع الناس فلو امرت عمرفقال مروا ابابکر فلیصل بالناس فقلت لحفصة قولی له فقالت له فقال انکن لانتن صواحبات یوسف مروا

ابابکر فليصل بالناس قالت فامروا ابابکر فلما دخل فی الصلوٰة وجد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من نفسه خفة قالت فقام يهادی بين رجلين ورجلاه تخطان فی الارض فاذا دخل المسجد سمع ابوبکر حسه فذهب ليتاخر فاوما اليه رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان قم كما انت قالت فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم حتی قام عن يسار ابی بکر جالسا فكان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم يصلی بالناس جالسا وابوبکر قائما يقتدی ابوبکر برسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم والناس يقتدون بصلوٰة ابی بکر رضی اللہ عنه.

حضرت عائشہ ﷞ سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں جب رسول اللہ ﷺ سخت بیمار ہوئے حضرت بلال ﷜ نماز کی اطلاع دینے کے لئے حضور ﷺ کے پاس آئے حضور ﷺ نے فرمایا ابوبکر (﷜) کو بولو لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت عائشہ ﷞ فرماتی ہیں میں نے کہا اے اللہ کے رسول بیشک ابوبکر غمگین ہیں جب وہ آپ ﷺ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو قرأت نہیں سنا سکیں گے کاش کہ آپ عمر ﷜ کو حکم فرماتے حضور ﷺ نے فرمایا ابوبکر (﷜) سے کہہ دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے حفصہ ﷞ سے کہا تم حضور ﷺ کو بولو حضرت حفصہ ﷞ نے حضور ﷺ سے عرض کیا حضور ﷺ نے فرمایا بیشک تم یوسف ؑ کی صواحبات کی طرح ہو ابوبکر (﷜) کو حکم کرو لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت عائشہ ﷞ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق لوگوں نے حضرت ابوبکر ﷜ کو نماز پڑھا دینے کا حکم کیا جب ابوبکر ﷜ نماز میں داخل ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی طبیعت میں کچھ تخفیف پائی حضرت عائشہ ﷞ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ دو آدمیوں کے درمیان سہارا لیتے ہوئے جبکہ آپ کے دونوں پاؤں زمین پر لکیر کھینچ رہے تھے مسجد میں تشریف لے گئے جب مسجد میں داخل ہوئے اور ابوبکر ﷜ نے حضور ﷺ کی آہٹ سنی تو حضرت ابوبکر ﷜ پیچھے کی طرف ہٹنے لگے ان کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اشارہ کیا یعنی اشارہ سے بتا دیا کہ اپنی جگہ کھڑے رہو حضرت عائشہ ﷞ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے حتی کہ حضرت ابوبکر ﷜ کے بائیں طرف بیٹھ گئے تو رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے اور ابوبکر ﷜ کھڑے ہو کر اقتداء کرتے تھے رسول اکرم ﷺ کی اور لوگ اقتداء کرتے تھے ابوبکر ﷜ کی نماز کی۔

اخبرنا العباس بن عبدالعظيم العنبری حدثنا عبدالرحمن بن مهدی حدثنا زائدةُ عن موسی بن ابی عائشة عن عبيدالله بن عبدالله قال دخلت علی عائشة فقلت الاتحدثينی عن مرض رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قالت لما ثقل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقال اصلی الناس قلنا لاوهم ينتظرونک يارسول اللہ فقال ضعوا لی ماء فی المخضب ففعلنا فاغتسل ثم ذهب لينوء فاغمی عليه ثم افاق فقال اصلی الناس قلنا لاهم ينتظرونک يا رسول اللہ فقال ضعوا لی ماء فی المخضب ففعلنا فاغتسل ثم ذهب

لینوء ثم اغمی علیه ثم قال فی الثالثة مثل قوله قالت والناس عکوف فی المسجد ینتظرون رسول الله صلی اللہ علیه وسلم لصلوٰة العشاء فارسل رسول الله الی ابی بکر ان صل بالناس فجاءه الرسول فقال ان رسول اللہ یأمرک ان تصلی بالناس وکان ابوبکر رجلا رقیقا فقال یا عمر صل بالناس فقال انت احق بذلک فصلی بهم ابوبکر تلک الایام ثم ان رسول اللہ وجد من نفسه خفة فجاء یهادی بین رجلین احدهما العباس لصلوٰة الظهر فلمارأه ابوبکر ذهب لیتاخر فاوما الیه رسول الله صلی الله علیه وسلم ان لا یتاخر وامرهما فاجلساه الی جنبه فجعل ابوبکر یصلی قائما والناس یصلون بصلوة ابی بکر ورسول الله یصلی قاعدا فدخلت علی ابن عباس فقلت الااعرض علیک ما حدثتنی عائشة عن مرض رسول الله صلی الله علیه وسلم قال نعم فحدثته فما انکر منه شیأ غیر انه قال اسمت لک الرجل الذی کان مع العباس قلت لاقال هو علی کرم الله وجهه.

عبیداللہ بن عبداللہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور کہا کیا آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کی بیماری کا حال نہیں بتاتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا جب رسول اللہ ﷺ سخت بیمار ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہم نے کہا نہیں وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں یا رسول اللہ، حضورا کرم ﷺ نے فرمایا میرے لئے برتن میں پانی ڈالو ہم نے پانی ڈالا پھر حضور ﷺ نہائے پھر ارادہ کیا کہ کھڑے ہوں تو حضور ﷺ پر غشی طاری ہوئی پھر ہوش میں آ گئے تو فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے ہم نے کہا نہیں وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں یا رسول اللہ، پھر حضور ﷺ نے فرمایا میرے لئے برتن میں پانی رکھو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہم نے پانی رکھا تو حضور ﷺ نہائے پھر ارادہ کیا کہ کھڑے ہوں تو آپ ﷺ پر غشی طاری ہوئی پھر ہوش میں آ گئے پھر تیسری مرتبہ بھی مثل کلام سابق کے فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ لوگ مسجد میں ٹھہرے ہوئے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کا انتظار کر رہے تھے نماز عشاء کے لئے پھر رسول اللہ ﷺ نے کسی کو اس پیغام کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں ان کے پاس پیغام پہنچانے الایعنی حضرت بلال رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے بلال نے کہا بیشک رسول اللہ ﷺ آپ کو فرماتے ہیں کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور ابوبکر نرم دل آدمی تھے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے عمر (رضی اللہ عنہ) لوگوں کو نماز پڑھاؤ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ ہی زیادہ لائق ہو اس کے ساتھ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان ایام میں یعنی ایام مرض میں لوگوں کو نماز پڑھائی پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے مزاج میں تخفیف محسوس کی تو حضورا کرم ﷺ دو آدمی کے کندھے پر سہارا لگاتے ہوئے نماز ظہر کے لئے نکلے ایک ان دونوں میں سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو دیکھا تو ارادہ کیا کہ پیچھے ہٹ جائیں ان کو اشارہ سے رسول اللہ ﷺ نے بتادیا کہ نہ ہٹو پھر ان دونوں شخصوں کو فرمایا کہ مجھ کو بٹھا دو تو بٹھا دیا حضورا کرم ﷺ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں پس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے اور لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نماز کی اقتداء کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ بیٹھے نماز پڑھتے تھے اس حدیث کا راوی

عبید اللہ نے کہا میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور عرض کیا کہ کیا وہ حدیث آپ کے سامنے بیان نہ کروں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری سے متعلق مجھ سے بیان کی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں بیان کر پس میں نے وہ حدیث ان کے سامنے بیان کی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس میں سے کچھ انکار نہیں کیا سوائے اس کے کہ انہوں نے کہا کیا نام بتایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تم کو اس شخص کا جو عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے میں نے کہا نہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا وہ علی کرم اللہ وجہہ تھے۔

تشریح: عنوان کے تحت کی پہلی حدیث میں گھوڑے پر سے سقوط کے واقعہ کا بیان ہے اور دوسری حدیث میں مرض کے واقعہ کا بیان ہے ابن حبانؒ نے کہا کہ سقوط عن الفرس کا واقعہ ۵ھ ذی الحجہ میں واقع ہوا بعض روایات میں آیا ہے ''انفکت قدمہ'' کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں موچ آگئی تھی تو دونوں میں کوئی تعارض نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا داہنا پہلو چھل گیا گھوڑے سے گرنے کے سبب سے اور پاؤں میں موچ بھی آگئی تھی جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے نماز پڑھنے پر قادر نہ تھے اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازوں میں سے ایک نماز بیٹھے پڑھی یہ نماز فرض تھی یا نفل زیادہ ظاہر یہی ہے کہ وہ فرض نماز تھی حدیث باب میں ''فصلی صلاۃ من الصلوات'' کے الفاظ آئے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازوں میں ایک فرض نماز بیٹھے ادا فرمائی بعض علماء نے اس کو نفل کہہ دیا ان کی یہ بات صحیح نہیں صحابہ کہتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے لئے گئے تھے ہم نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں بیٹھے نماز پڑھی پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد ارشاد فرمایا کہ جب امام بیٹھے نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھے نماز پڑھو اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی حدیث میں فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات کے زمانہ میں ایک نماز بیٹھے پڑھی شارحین نے لکھا ہے کہ آخری نماز ظہر کو اتوار کے روز بیٹھے پڑھا اور قوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیٹھنے کا حکم نہیں کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بائیں جانب بیٹھے لوگوں کو نماز ظہر پڑھائی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی اور باقی لوگوں نے کھڑے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو کرتے تھے حضرت ابوبکر بھی اسی طرح کرتے تھے اور حضرت ابوبکر جس طرح افعال نماز ادا کرتے تھے ان کو دیکھ کر باقی لوگ بھی اسی طرح ادا کرتے تھے اس لئے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں پہلو میں کھڑے تھے اور کھڑے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے یہی معنی حدیث باب کے الفاظ ''یقتدی ابوبکر برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' آخر تک کے ہیں نہ یہ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کے امام تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے امام اس لئے کہ علماء نے لکھا ہے کہ اقتداء تو امام کی ہوتی ہے مقتدی کی اقتداء کرنا جائز نہیں ہے دراصل اس نماز میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مقتدی تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امام تھے اور لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے تو حدیث کے الفاظ مذکورہ کی بناء پر بعض لوگوں کا یہ قول واضح طور پر غلط ثابت ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ امام ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقتدی تھے۔ (قالہ الحافظ ابن حجر رحمہ اللہ)

البتہ پیر کے روز کی نماز فجر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھی ہے جیسا کہ اس کو بیہقیؒ نے صریح

طور پر بیان کیا ہے غرض کہ اوپر کے بیان سے ثابت ہوا کہ اتوار کے روز ظہر کی نماز حضورا کرم ﷺ نے پڑھائی امام حضور ﷺ تھے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور لوگ حضور ﷺ کی اقتداء میں کھڑے نماز پڑھی اب حدیث انس رضی اللہ عنہ اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں تعارض ہے اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اپنے شیخ حمیدیؒ سے نقل کیا ہے کہ ''اذا صلی جالسافصلوا جلوسا'' منسوخ ہے یہ بات حضور ﷺ نے پہلے مرض میں فرمائی تھی پھر اس کے بعد مرض وفات میں انتقال کے ایک دن پہلے حضورا کرم ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور لوگوں نے حضور ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھی اور ضابطہ کی بات یہ ہے کہ پچھلا فعل پہلے فعل کا ناسخ ہوتا ہے، لہٰذا حضورا کرم ﷺ کا یہ ارشاد کہ جب امام کسی عذر سے بیٹھے نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھے پڑھو حضور ﷺ کے اس آخری فعل سے منسوخ ہو گیا اب اگر امام کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھے تو مقتدی کھڑے ہو کر امام کی اقتداء کریں ان کا بیٹھے پڑھنا صحیح نہیں۔

نیز ابن الملک کی شرح المصابیح میں ہے ''فصلوا جلوساً ''منسوخ ہے کیوں کہ آخری فعل وہ تھا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی حدیث میں ان الفاظ سے بیان کیا ''فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی بالناس جالساً وابوبکر قائم الخ ''نیز حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے فرمایا کہ حضورا کرم ﷺ کا قول کہ جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو اس دلیل سے منسوخ ہو چکا ہے کہ حضورا کرم ﷺ نے آخری عمر میں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور لوگ حضور ﷺ کے پیچھے کھڑے تھے اور اس نسخ میں حکمت یہ ہے کہ امام کا جلوس اور قوم کا قیام عجمی کے فعل کے مشابہ ہے جب ان کا کوئی سردار دربار میں آتا تو سب لوگ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے رہتے جیسا کہ بعض روایات میں اس کا بیان آیا ہے تو یہاں نماز کے معاملہ میں امام کا جلوس اور مقتدیوں کا قیام حد سے زیادہ تعظیم میں گویا فعل عجمی کا مشابہ ہے اس لئے فرمایا ''اذا صلی قاعداً فصلوا قعوداً '' تا کہ ان کی مشابہت نہ ہو پھر جب اصول اسلامی مستحکم اور راسخ ہو گئے اور بہت سے امور شرعیہ میں عجمی کے ساتھ مخالفت اور نفرت ظاہر ہو گئی تب امر ثانی کو ترجیح دی گئی اور وہ یہ ہے کہ قیام نماز کا رکن ہے لہٰذا بغیر عذر کے اس کا چھوڑ دینا درست نہیں اور مقتدی کے لئے کوئی عذر نہیں تھا۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا کہ حدیث انس رضی اللہ عنہ کا قصہ غالباً نفل کا واقعہ ہے یعنی مقتدیوں کے لئے نفل کا واقعہ ہے پھر میں نے دیکھا کہ قاضی عیاضؒ نے ابن القاسم سے نقل کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جس نماز کا ذکر آیا ہے وہ قوم کے حق میں نفل تھی۔ (کما فی الفتح وعمدۃ القاری)

اور حضور ﷺ کی نماز ظہر تھی اس کی تصریح طحاویؒ کی روایت میں ہے لوگوں نے بنیت نفل ظہر کا اعادہ کیا اور حضورا کرم ﷺ کے ساتھ شریک ہو گئے یہ صورت اقرب الی الصواب ہے اور نفل میں قیام واجب نہیں جب امام بیٹھا ہوا نماز پڑھ رہا ہو تو مقتدی کے لئے قعود اس صورت مذکور میں جائز ہے تو ضابطہ اقتداء کے مطابق افعال نماز میں امام کی مشاکلۃ کو مقتدی نہ چھوڑے امام اور مقتدی کے درمیان موافقت ومشاکلۃ فی افعال الصلوٰۃ مطلوب شریعت ہے جیسے قاضی خان نے اپنے فتاویٰ

میں ذکر کیا ہے کہ امام تراویح کی نماز کسی عذر کی وجہ سے یا بغیر کسی عذر کے بیٹھ کر پڑھے اور کچھ لوگوں نے کھڑے اس کی اقتداء کی تو بعضوں نے کہا کہ سب کے نزدیک درست ہے اور یہی صحیح ہے کھڑے کی اقتداء تراویح میں بیٹھے کے پیچھے صحیح ہے مگر صورۃ کے لحاظ سے مخالفت معلوم ہوتی ہے لہٰذا بعضوں نے کہا صورۃ کے اعتبار سے مخالفت سے بچنے کے لئے مقتدیوں کا بیٹھ جانا مستحب ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ شریعت کی نظر میں امام اور مقتدیوں کے درمیان مشاکلۃ پسندیدہ چیز ہے۔

اور زیر بحث مسئلہ مذکورہ میں حضور اکرم ﷺ نے اکیلے اپنے گھر میں نماز شروع فرمائی تھی پھر صحابہ رضی اللہ عنہم عیادت کے لئے آئے اور انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی اقتداء کی اور ظاہر یہی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد میں فرض نماز ادا کر چکے تھے کیون کہ اس کے لئے اذان کہی جاتی تھی اور کسی سے یہ بات منقول نہیں کہ جب سقوط عن الفرس کے واقعہ کے بعد حضور ﷺ کچھ ایام بالا خانہ میں مقیم رہے ان ایام میں مسجد نبوی معطل رہی ہو اور نماز با جماعت چھوڑ دی گئی ہو اس لئے ظاہر یہی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے بعد حضور اکرم ﷺ کی عیادت کے لئے حاضر خدمت ہوئے تھے اور جب حضور اکرم ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ کی اقتداء کی فضیلت حاصل کرنے کے ارادہ سے بنیت نفل آپ ﷺ کے ساتھ شریک ہوگئے اب حدیث باب ''**اذا صلی جالسافصلوا جلوساً**'' کی مراد یہ ہے کہ جب امام بیٹھے نماز پڑھے تو مقتدی بھی بیٹھے نماز پڑھے جبکہ مقتدی کے لئے بیٹھ کر پڑھنا جائز ہو اور جب امام کھڑے نماز پڑھے تو مقتدی کے لئے قیام واجب ہے غرض جب امام کے جلوس کے وقت قوم سے بھی جلوس طلب کیا گیا اور قیام امام کے وقت قوم سے بھی قیام طلب کیا گیا لیکن کس صورت میں قیام واجب ہے اور کسی صورت میں قوم کے لئے جلوس جائز ہے اس کی تفصیل مقصد حدیث سے خارج ہے جو اس کی تفصیل جاننا چاہئے وہ خارجی دلائل کی طرف رجوع کرے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حدیث باب جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں صرف طلب مشاکلۃ اور مسئلہ اقتداء کا بیان ہے نہ کہ وجوب قیام کے مسئلہ کا اس میں بیان ہے اور نہ جواز قعود کے مسئلہ کا دونوں کے درمیان اجتماع بھی ہوسکتا ہے اور افتراق بھی انتہی۔

اب رہا اختلاف ائمہ کا اس مسئلہ میں تو اس مسئلہ مذکورہ کے بارہ میں یعنی اگر امام عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو تو قوم اس کی اقتداء میں نماز پڑھ سکتی ہے یا نہیں اس بارے میں اماموں کے اقوال مختلف ہیں امام احمد واسحٰق بن راہویہ اور اوزاعی وغیرہم کہتے ہیں حدیث باب میں جو حکم بیان کیا گیا ہے وہ ثابت ہے لہٰذا ان کے نزدیک اگر امام عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدیوں کے لئے اگر چہ وہ معذور نہ ہوں امام کی موافقت ضروری ہے کہ وہ بھی بیٹھ کر نماز پڑھیں امام مالکؒ اور ان کے اصحاب کی ایک جماعت کا مشہور قول یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد امام قاعد کی اقتداء کسی حال میں درست نہیں اس کو قاضی عیاضؒ نے نقل کیا ہے یہی قول امام محمد کی طرف بھی منسوب ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے ''**ویصلی القائم خلف القاعد خلافا لمحمد الخ**'' اور قاعد کی اقتداء کھڑے کے پیچھے سب کے نزدیک جائز ہے، امام محمدؒ نے فرمایا کہ تندرست کے لئے مریض کی اقتداء جائز

نہیں ہے جو مریض بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو اگر چہ وہ رکوع اور سجدہ بھی کرتا ہو اور کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مرض کی حالت میں بیٹھ کر جو نماز پڑھائی وہ حضور ﷺ کے لئے مخصوص تھا کیا تم دیکھتے نہیں کہ کچھ نماز تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھی گئی اور کچھ نماز حضور اکرم ﷺ کے پیچھے اور یہ صورت آج کل مسلمانوں میں سے کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

(كذا ذكره الطحاوی رحمه الله)

بہر حال امام مالک اور امام محمد رحمہما اللہ مرض وفات میں بیٹھ کر نماز پڑھانے کے واقعہ کو حضور ﷺ کے ساتھ مخصوص مانتے ہیں امام ابو حنیفہ اور امام شافعی اور امام ابو یوسف رحمہم اللہ وغیرہم کے نزدیک امام قاعد کے پیچھے نماز درست ہے لیکن مقتدیوں کو کھڑے ہو کر اقتداء کرنا ضروری ہے بیٹھ کر جائز نہیں اس کو حازمیؒ نے اکثر اہل علم کا قول بتایا ہے چنانچہ الاعتبار میں لکھا ہے

''وقال اكثر اهل العلم يصلون قيامًا ولايتابعون الامام فی الجلوس''۔

(فتح الملهم : ۲/۵۴،۵۵. مرقات:۳/۹۵،۹۷،۹۸)

اختلاف نية الامام والماموم

امام اور مقتدیوں کی نیت میں اختلاف کا بیان

اخبرنا محمد بن منصور حدثنا سفيان عن عمرو قال سمعت جابر بن عبدالله يقول كان معاذ يصلى مع النبی صلی الله عليه وسلم ثم رجع الى قوم يؤمهم فاخر ذات ليلة الصلوٰة وصلى مع النبی صلى الله عليه وسلم ثم رجع الى قومه يؤمهم فقرأ سورة البقرة فلماسمع رجل من القوم تاخر فصلى ثم خرج فقالوا نافقت يا فلان فقال والله ما نافقت ولأتين النبی صلى الله عليه وسلم فاخبره فاتى النبی صلى الله عليه وسلم فقال يارسول الله ان معاذا يصلى معک ثم يأتينا فيؤمنا انک اخرت الصلوٰة البارحة فصلى معک ثم رجع فامّنا فاستفتح بسورة البقرة فلما سمعت ذلک تاخرت فصليت وانما نحن اصحاب نواضح نعمل بايدينا فقال له النبی صلى الله عليه وسلم يامعاذ افتان انت اقرأ بسورة كذاوسورة كذا.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ معاذ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے پھر اپنی قوم کے پاس جاتے ان کی امامت کرتے ایک رات حضور ﷺ نے عشاء کی نماز تاخیر سے ادا فرمائی اور معاذ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پھر اپنی قوم کے پاس پہنچے ان کی امامت کی اور اس میں سورۃ بقرہ شروع کی جب قوم میں سے ایک آدمی نے سورہ بقرہ کی قرأت سنی تو وہ نماز سے پیچھے سرک گیا پھر اکیلے نماز پڑھی پھر نکل گیا لوگوں نے کہا اے فلاں تو منافق ہو گیا اس نے کہا قسم ہے اللہ کی میں منافق نہیں ہوں میں ضرور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور آپ ﷺ کو اصل واقعہ کی خبر دوں گا پس وہ شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا پھر عرض کیا یا رسول اللہ بیشک معاذ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں پھر

ہمارے پاس آتے ہیں اور ہماری امامت کرتے ہیں اور آپ ﷺ نے گزشتہ رات عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھی اور معاذ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پھر وہ لوٹے اور ہماری امامت کی پس سورہ بقرہ شروع کی جب میں نے اس کی قرأت سنی تو پیچھے ہٹ گیا اور اکیلے نماز پڑھی ہم اونٹ والے ہیں اپنے ہاتھوں سے کھیتی باڑی کے کام کرتے ہیں (یعنی مجھے دن کو محنت ومشقت کے کام کرنے کی وجہ سے تھکاوٹ تھی اتنی لمبی نماز کی مشقت کیسے برداشت کروں) پھر نبی کریم ﷺ نے معاذ سے فرمایا اے معاذ کیا تو فتنے میں ڈالنے والا ہے پڑھو فلانی سورۃ اور فلانی سورۃ۔

اخبرنا عمرو بن علی حدثنا یحییٰ عن اشعث عن الحسن عن ابی بکرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ صلی صلوٰۃ الخوف صلی بالذین خلفہ رکعتین وبالذین جاؤا رکعتین فکانت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم اربعا ولھؤ لاء رکعتین رکعتین.

حضرت ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے نماز خوف اس طرح ادا فرمائی کہ جو لوگ حضور ﷺ کے پیچھے تھے ان کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں اور جو لوگ بعد میں آئے ان کے ساتھ دو رکعتیں تو نبی کریم ﷺ کی چار رکعتیں ہوئیں اور لوگوں کی دو دو رکعتیں۔

تشریح : حدیث باب میں اس شخص کا تعین نہیں کیا گیا جس نے نماز قطع کیا اور مسجد کے گوشہ میں اکیلے پڑھ کر چلا گیا ہاں ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ وہ حزام بن ابی کعب رضی اللہ عنہ تھے یہ دن کو کام کرنے کی وجہ سے تھکے ہوئے تھے عشاء کی نماز میں شریک ہوگئے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سورۃ بقرہ کی شروع کی شاید اس خیال سے شروع کی ہو کہ کچھ آیات پڑھ کر رکوع کریں گے مگر حزام نے خیال کیا کہ معاذ رضی اللہ عنہ پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ پوری پڑھیں گے اس لئے نماز کو قطع کر کے علیحدہ پڑھی اور چونکہ قطع صلاۃ پھر علیحدہ پڑھنے کا معاملہ سورہ بقرہ کی افتتاح سے واقع ہوا اس لئے حضور اکرم ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو ان کے اس وہم میں ڈالنے والے فعل کی وجہ سے سرزنش کی کیوں کہ ابتلائے وہم کے باعث وہ شخص نماز سے علیحدہ ہوگیا، چنانچہ تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا "**یا معاذ افتان انت**" "اے معاذ کیا تم ایسا طریقہ اختیار کر کے لوگوں سے جماعت چھڑوا کر دین میں انتشار پیدا کرنا چاہتے ہو اس سے آئندہ احتیاط کرو جس کی صورت یہ ہے کہ فلانی سورۃ اور فلانی سورۃ پڑھا کرو۔

جن سورتوں کا حکم دیا ہے نسائی کی روایت میں مبہم طریقہ سے راوی نے ان کا ذکر کر دیا ہے بخاری ومسلم کی روایت میں واضح طور پر اوساط مفصل میں سے درمیانی سورتیں یعنی "**والشمس وضحھا**" اور "**واللیل اذا یغشی**" اور "**سبح اسم ربک الاعلی**" پڑھنے کا عشاء کی نماز میں حکم دیا ہے لہٰذا نسائی کی روایت میں یہی سورتیں مراد ہیں غرض کہ تمثیلا چند سورتیں بیان فرما کر امام کو تخفیف نماز کی تاکید فرمائی کہ امام بے قاعدہ جس قدر چاہے نماز کو طویل نہ کرے بلکہ مقتدیوں کی رعایت کرتے ہوئے ہلکی نماز پڑھاوے یہاں پر اس حدیث سے متعلق دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ فرض پڑھنے والے کی اقتداء نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے یا نہیں۔

امام شافعیؒ کے نزدیک درست ہے ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ نماز عشاء کو حضور اکرم ﷺ کے ساتھ پڑھ کر اپنی قوم کے پاس جاتے اور ان کو عشاء کی نماز پڑھاتے بخاری کا لفظ یہ کہ واپس جا کر قوم کو نماز فریضہ پڑھاتے تو ظاہر بات ہے کہ خود حضور ﷺ کے ساتھ عشاء پڑھ کر جب قوم کے پاس جا کر امامت کرتے تو وہ نفل پڑھنے والے ہوتے اور قوم فرض پڑھنے والی ہوتی تھی معلوم ہوا کہ فرض نماز پڑھنے والے کی اقتداء نفل پڑھنے والے کے پیچھے جائز ہے حنفیہ کے نزدیک مفترض نفل پڑھنے والے کے پیچھے نماز نہ پڑھے یہی قول امام مالکؒ کا ہے اور ایک روایت میں امام احمدؒ کا بھی یہی قول ہے ابن قدامہ نے کہا کہ اس روایت کو ہمارے اکثر اصحاب نے اختیار کیا ہے اور یہی قول زہری وحسن بصری وسعید بن میتب اور نخعی وغیرہم کا ہے رحمہم اللہ حدیث باب سے شافعیہ کے استدلال کا جواب ابن الملک نے یہ دیا ہے کہ نیت ایک باطنی چیز ہے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پیچھے عشاء کی نماز بنیت فرض پڑھتے تھے یا بنیت نفل اس کا علم جب تک نیت کرنے والا نہ بتادے نہیں ہوسکتا تو شاید معاذ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ بنیت نفل پڑھتے ہوں گے تاکہ حضور ﷺ سے نماز کا طریقہ سیکھے اور برکت حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے کی حاصل کرے اور تہمت نفاق سے اپنے نفس کو محفوظ رکھے پھر اپنی قوم کے پاس واپس جا کر ان کو فرض پڑھاتے تاکہ دونوں طرح کی فضیلتیں حاصل ہو جائیں اور اصح قول کے مطابق تاخیر عشاء افضل ہے اور حدیث کو اسی صورت پر حمل کرنا بہتر ہے کیوں کہ متنفل کی اقتداء مفترض کے پیچھے بلا اختلاف سب کے نزدیک جائز ہے۔

لہٰذا حدیث باب کو اسی پر محمول کرنا موزوں ومناسب ہے بخلاف صورۃ سابقہ کے جو مختلف فیہ ہے (مرقات) شوافع ہمارے خلاف کہتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ فرض پڑھتے تھے اس کی دلیل اس حدیث باب میں جو ایک زائد جملہ آیا ہے وہ پیش کیا ہے جس کو عبدالرزاق اور امام شافعی اور طحاوی وغیرہم نے نقل کیا کہ اسی حدیث میں ہے "**ھی لہ تطوع ولھم فریضۃ**" کہ عشاء کی نماز معاذ رضی اللہ عنہ کے لئے نفل ہے اور قوم کے لئے فرض اس سے واضح طور پر مسلک شوافع کی تائید ہوتی ہے حنفیہ کہتے ہیں کہ اس زائد جملہ سے ان کے مسلک کا اثبات نہیں ہوسکتا کیوں کہ علامہ عینیؒ نے کہا کہ امام احمدؒ نے اس زیادۃ کو ضعیف قرار دیا ہے اور کہا کہ میرے خیال میں وہ زیادۃ غیر محفوظ ہے اور ابن الجوزیؒ نے کہا کہ یہ زیادۃ صحیح نہیں اور شیخ نیمویؒ نے آثار السنن میں خوب بحث کر کے ثابت کیا ہے کہ عمرو بن دینار کے اصحاب میں سے سوائے ابن جریج کے اور کوئی اس زیادۃ کو بیان نہیں کرتا اس زائد جملہ مذکورہ کو صرف ابن جریج نے ہی روایت کیا ہے کسی اور راوی نے ان کی متابعت نہیں کی اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے کسی معتبر اور مستند شاگرد نے اس زائد جملہ کو نقل نہیں کیا جس کی وجہ سے اس کے اندر شبہ پیدا ہو گیا اور جب شبہ پیدا ہو گیا تو اس کو حدیث کا حصہ کس طرح قرار دیا جاسکتا ہے لہٰذا اس کو مدرج کہا جائے کسی راوی نے اپنی فہم سے اسے حدیث کے ساتھ ملا دیا اور بالفرض ہم اس زیادۃ کو تسلیم بھی کرلیں کہ یہ زیادۃ صحیح ہے ضعیف نہیں ہے تو اب شوافع سے پوچھتے ہیں کہ کیا معاذ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی دانست میں ایسا کیا کرتے تھے کہ حضور ﷺ کے پیچھے نیت فرض کی اور قوم کی امامت میں نفل کی کرتے تھے یا حضور ﷺ کو معلوم نہ تھا اگر حضور ﷺ کو معلوم تھا تو کیا آپ ﷺ نے تقریر فرمائی

تھی یانہیں کیوں کہ کسی امر پر حضور ﷺ کا سکوت اس وقت معتبر ہے جبکہ آپ ﷺ کو اس کی اطلاع ہو لیکن جس کی اطلاع نہ ہو اس پر سکوت معتبر نہیں اور یہاں جب ایک شخص کی شکایت سے معاذ رضی اللہ عنہ کے فعل کی حضور اکرم ﷺ کو اطلاع ہوگئی تو اس پر انکار کیا ہے یا خاموش رہے امام طحاویؒ نے کہا کہ حضور ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کے اس فعل پر انکار کیا ہے چنانچہ جب حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا قصہ پہنچا تو حضور ﷺ نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا ''**لاتکن فتانا اما ان تصلی معی و اما ان تخفف علی قومک**''۔(**رواه احمد فی مسنده**)

حضور ﷺ کے اس قول کا مطلب امام طحاویؒ اور علامہ عینی وغیرہم نے یہ بیان کیا ہے کہ یہ مانعۃ الجمع ہے یعنی میرے ساتھ نماز پڑھنے کے بعد واپس جا کر قوم کو نماز پڑھانا دونوں چیزیں جمع نہ ہوں گی اے معاذ دونوں میں سے کوئی ایک کر سکتے ہو تو دیکھو اگر دونوں باتیں جائز ہوتیں تو تردید کیوں فرماتے تو اس سے انکار ثابت ہوا کہ جمع مت کرو یا تو میرے ساتھ ہی پڑھو امامت چھوڑ دو یا امامت اختیار کرو اور قوم کے ساتھ تخفیف کرو یہ معنی حقیقی ہیں اس کلام کے۔(**فتح الملهم مختصراً**)

حضرت شیخ الہندؒ کا ارشاد

آپ فرماتے تھے کہ اقتداء خلف المتنفل کا مبنی کیا ہے یہ مبنی ہے مسئلہ اقتداء پر امام ابوحنیفہؒ نے پہلے ایک اصل قائم کی ہے کہ نماز امام و مقتدی کی متحد ہے اور مقتدی کی نماز امام کی نماز کے ضمن میں داخل ہے اور امام کو امام نہیں کہا جا سکتا جب تک کہ مقتدی اپنی نماز کو امام کی نماز کے ساتھ نہ باندھ دے اس بات کا ثبوت حدیث پاک ''**انما جعل الامام لیؤتم به**'' سے ہوتا ہے غرض اقتداء کی حقیقت یہ ہے کہ مقتدی اپنے فرض کو امام کے فرض میں اقتداء کے طور پر مبنی کرے اب نفل ضعیف ہے فرض قوی لہٰذا فرض پڑھنے والے کی اقتداء نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں کیوں کہ متبوع کو قوی ہونا چاہئے دوسری چیز یہ کہ مقتدیوں کو ہدایت فرمادی ''**لاتختلفوا علیه**'' کہ اختلاف نہ کرو جس سے معلوم ہوا کہ مقتدی افعال ظاہرہ اور افعال باطنہ میں امام کی مخالفت نہ کرے بلکہ مقتدی کو فعل اور نیت کے لحاظ سے امام کا تابع ہونا چاہئے اب ظاہر ہے کہ مفترض کے لئے اپنے متنفل امام کی نماز میں اس کی نماز کی نیت سے داخل ہونا ممکن نہیں اس لئے ابتداء ہی سے مفترض مقتدی کی نماز کا ارتباط متنفل امام کی نماز کے ساتھ قائم نہیں ہوسکتا اس لئے مفترض کی اقتداء متنفل کے ساتھ حقیقت اقتداء کے بالکل منافی ہے اور مقتدی کو اپنے امام کی جس مخالفت سے منع کیا گیا ہے اس کے مقتضی کے خلاف ہے دیکھو اس سے بڑھ کر اور کیا اختلاف ہوگا کہ مقتدی کی نیت فرض کی ہو اور امام کی نیت نفل کی اس بناء پر حضرت شیخ الہندؒ فرماتے تھے کہ نماز کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے شروع زمانہ میں نماز باجماعت میں امام اور مقتدی کے درمیان ایسا کامل رابطہ نہیں تھا جس کی بناء پر دونوں کی نماز کو متحد کہہ دیں چنانچہ ابوداؤد نے ابن ابی لیلیٰ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ ابتدائے اسلام میں جب کوئی مسبوق آتا تو وہ نمازی سے پوچھتا وہ بتا دیتا کہ اتنی رکعت گزر چکی ہے تو مسبوق ان کو جلدی سے جلدی پڑھ کر امام کے ساتھ شریک ہو جاتا ایک دن حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے کہا کہ میں بعد کو قضاء کروں گا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''**ان معاذ اقدسن لکم سنة کذالک فافعلوا**'' اس کے بعد

حکم ہوا کہ مسبوق امام کے ساتھ شریک ہوجائے گزری ہوئی رکعت بعد کو قضاء کرتے تو یہ واقعہ بتلا رہا ہے کہ ابتدائے اسلام میں امام اور مقتدی کے درمیان رابطہ کامل اور قوی نہیں تھا اس کی تکمیل بتدریج ہوئی حتیٰ کہ شریعت نے مقتدی کے افعال کو امام کے افعال کے ساتھ اس طرح مربوط کیا ہے کہ دونوں کی نماز کو ایک ہی نماز اور امام کی قرأت کو مقتدی کی قرأت قرار دیا گیا تو ممکن ہے کہ اقتداء مفترض خلف متنفل اس وقت کا واقعہ ہو جبکہ رابطہ واتحاد کامل اور قوی نہیں تھا لیکن جب ٹھوس رابطہ واتحاد امام اور مقتدی کے درمیان ہوگیا تو وہ صورت جو درحقیقت مقتضائے اقتداء کے خلاف ہے منسوخ ہوگئی ہاں اگر امر اقتداء کے استحکام کے بعد اقتداء خلف متنفل کا واقعہ پیش ہوا تو بیشک حجت بن سکے گا'' ولم یثبت مثل هذا الدلیل فی حدیث باب''۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتح الملهم)

امام نسائیؒ چونکہ اس مسئلہ میں یعنی مفترض کی اقتداء متنفل کے پیچھے جائز ہے امام شافعیؒ کے ساتھ ہیں اس لئے اس کی تائید میں حضرت ابوبکرہ ﷺ کی حدیث پیش کی جس میں صلاۃ الخوف کا ذکر ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے لشکر کے ایک گروہ کو دو رکعت نماز خوف پڑھائی پھر دوسری جماعت کو دو رکعت تو حضور اکرم ﷺ کی چار ہوئیں اور ہر ایک گروہ کی دو دو رکعتیں ہوئیں اور مسافر کی نماز حنفیہ کے یہاں دو ہی رکعت ہیں تو دوسرے گروہ کی اقتداء خلف المتنفل ہوئی اس کا جواب ابن ہمامؒ نے یہ دیا ہے کہ فرض مسافر دو رکعت ہونا اور آخری دو رکعت کا نفل ہونا ہمارے نزدیک ہے کیوں کہ امام شافعیؒ کے یہاں کل رکعات فرض ہیں لہٰذا ان کے مذہب پر اپنے دعویٰ کے ثبوت میں اس حدیث کو پیش کرنا بے فائدہ ہے کیوں کہ ان کے یہاں مفترض کی اقتداء خلف متنفل کہاں ہوئی بلکہ مفترض کی اقتداء خلف مفترض ہوئی یہ الزامی جواب ہے فتدبر۔

امام طحاویؒ نے صلاۃ خوف والی حدیث اور حدیث معاذ ﷺ کا یہ جواب دیا ہے کہ جو واقعہ حدیث میں بیان کیا گیا ہے وہ اس وقت تھا جبکہ فریضہ دومرتبہ پڑھنا جائز تھا پھر اس کو اسناد کے ساتھ روایت کیا بواسطہ عمرو بن شعیب عن خالد بن ایمن المعافری وہ کہتے ہیں کہ اہل عوالی اپنے گھروں میں نماز پڑھتے تھے پھر حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جماعت میں شامل ہوجاتے تو حضور ﷺ تکرار فریضہ سے ان کو منع فرمایا اور ظاہر ہے کہ ممانعت ہوتی ہے اباحت کے بعد لہٰذا اب فرض نماز ایک دن میں دومرتبہ پڑھنا منسوخ ہے جس پر حدیث ابن عمر ﷺ دلالت کر رہی ہے ''نهی ان نصلی فریضة فی یوم مرتین'' اور جب ایک واقعہ میں نسخ واقع ہوجائے اور کوئی واقعہ خلاف ناسخ واقع ہو اور تاریخ معلوم نہ ہو تو اس کو قبل از نسخ پر حمل کریں گے ہاں اگر تاریخ معلوم ہو تو پھر غور کریں گے اور مسئلہ مذکورہ متنازعہ میں تاریخ نامعلوم لہٰذا ناسخ سے قبل پر حمل کریں گے۔

ابن ہمام کہتے ہیں کہ امام طحاویؒ نے جو کچھ فرمایا کہ انہوں نے حدیث کو نسخ پر حمل کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ صلاۃ الخوف ابتداء میں اسی طرح پڑھی جاتی تھی جس کا ذکر ابوبکرہ ﷺ نے اپنی حدیث میں کیا ہے یعنی یہ بھی اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ تکرار فریضہ جائز تھا گویا ان دو رکعتوں میں سے ہر دو رکعتیں فرض تھیں اور یہ بات صحیح نصوص سے ثابت ہے کہ ہجرت کے چند سال بعد حضور ﷺ نے لوگوں کو صلاۃ خوف ایک ہی رکعت کر کے پڑھائی باوجود اس کے درمیان میں ہر گروہ کو نماز کے منافی افعال کرنے پڑے تو اگر مفترض کی اقتداء متنفل کے پیچھے جائز ہوتی تو حضور ﷺ ہر جماعت کو پوری نماز پڑھا دیتے اس سے

معلوم ہوا کہ فرض پڑھنے والے کی اقتداء نفل پڑھنے والے کے پیچھے جائز نہیں۔(فتح الملهم : ۸۲/۲، ۸۳)

فضل الجماعة

جماعت کی فضیلت کا بیان

اخبرنا قتيبة عن مالك عن نافع عن ابن عمران رسول الله صلى الله عليه وسلم قال صلٰوة الجماعة تفضل على صلٰوة الفذّ بسبع وعشرين درجة.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جماعت کی نماز ثواب میں اکیلے آدمی کی نماز سے ستائیس درجہ زیادہ ہوتی ہے۔

اخبرنا قتيبة عن مالك عن ابن شهاب عن سعيد بن المسيب عن ابى هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال صلٰوة الجماعة افضل من صلٰوة احدكم وحده خمسا وعشرين جزءا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جماعت کی نماز تم میں سے کسی اکیلے آدمی کی نماز سے پچیس درجہ افضل ہے۔

اخبرنا عبيدالله بن سعيد حدثنا يحيىٰ بن سعيد عن عبدالرحمن بن عمار قال حدثنى القاسم بن محمد عن عائشة عن النبى صلى الله عليه وسلم قال صلٰوة الجماعة يزيد على صلٰوة الفذ خمسا وعشرين درجة.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں نبی کریم ﷺ سے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے پچیس درجہ زیادہ ہوتی ہے۔

تشریح :اکثر روایات میں پچیس ہی درجہ آیا ہے مگر ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ستائیس درجہ آیا ہے تو جمع کا طریقہ یہ ہے کہ تفاوت فضیلت کے بیان سے ہم سمجھ گئے کہ زیادت فضیلت متاخر ہے فضیلت ناقصہ سے کیوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ثواب وانعام کو بڑھادیتے ہیں وعدہ کئے ہوئے ثواب سے بالکل کم نہیں کرتے تو حضور اکرم ﷺ نے پہلے مسلمانوں کو پچیس درجہ کی بشارت سنائی کہ جماعت سے نماز پڑھنے والے کو اکیلے کی نماز سے پچیس درجہ زیادہ ثواب ملتا ہے پھر اس کے بعد حضور اکرم ﷺ کو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ احسان اپنے بندوں کا ثواب اور انعام بڑھادیا تو حضور اکرم ﷺ نے ستائیس درجہ کی بشارت سنادی۔(قاله التوربشتی ؒ)

یا تو یہ تفاوت اس اعتبار سے ہے کہ نماز اور مصلی کے احوال مختلف ہوتے ہیں تو بعض کے لئے پچیس درجہ ہے اور بعض کے لئے ستائیس درجہ بلحاظ کمال صلاۃ اور محافظت صلاۃ اور خشوع کے نمازیوں میں سے بعض کے لئے ستائیس درجہ کی بشارت

ہے یا تفاوت اوقات کے اعتبار سے ہے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جماعت صحت صلاۃ کے لئے شرط نہیں اور نہ فرض عین ہے۔(کما قال الامام احمدؒ)

کیوں کہ اگر جماعت صحت نماز کے لئے شرط ہوتی تو پھر منفرد کے لئے کوئی درجہ نہ ہوتا۔

(کذا قال العلماء مرقات: ۳/۵۱)

بعض حضرات نے کہا کہ ستائیس درجہ کا اضافہ صلاۃ جہریہ میں اور پچیس درجہ کا سریہ میں ہوتا ہے اس قول کو حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں راجح قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

الجماعة اذا كانوا ثلثة

جبکہ آدمی تین ہوں تو جماعت سے نماز پڑھ لیں

اخبرنا قتيبة قال حدثنا ابوعوانة عن قتادة عن ابى نضرة عن ابى سعيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كانوا ثلثة فليؤمهم احدهم واحقهم بالامامه اقرأهم.

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تین آدمی ہوں تو ان میں سے ایک شخص ان کا امام ہو اور ان میں سے زیادہ حق دار امامت کا وہ شخص ہے جو قرآن پاک کو خوب اچھی طرح پڑھتا ہو۔

تشریح: اس حدیث میں تین آدمی کی جو قید آئی ہے وہ اتفاقی ہے اور اس سے کم اور زیادہ کا بھی یہی حکم ہے کہ ایک امام ہو اور باقی لوگ مقتدی ہوں مگر ان میں امامت کے لئے وہ شخص افضل ہے جس کا بیان اس حدیث میں ہے کہ وہ قرآن کو سب سے بہتر پڑھتا ہو۔

الجماعة اذا كانوا ثلثة رجل وصبى وامرأة

جب تین آدمی ہوں ایک مرد اور ایک لڑکا اور ایک عورت تو جماعت کی کیا کیفیت ہے

اخبرنا محمد بن اسماعيل بن ابراهيم حدثنا حجاج قال ابن جريج اخبرنى زيادان قزعة مولى لعبد القيس اخبره انه سمع عكرمة قال قال ابن عباس صليت الى جنب النبى صلى الله عليه وسلم وعائشة خلفنا تصلى معنا وانا الى جنب النبى صلى الله عليه اصلى معه.

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا اور عائشہ رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے وہ ہمارے ساتھ نماز پڑھتی تھیں اور میں نبی کریم ﷺ کے دائیں جانب کھڑا ہو کر آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ عورت مرد کے ساتھ کھڑی نہ ہو اگر اس کے ساتھ کوئی دوسری عورت نہ بھی ہو تب بھی وہ اکیلی پیچھے کھڑی ہو۔

الجماعة اذا كانوا اثنين

جب آدمی دو ہوں تو جماعت سے نماز پڑھنے کی صورت میں مقتدی امام کے دائیں جانب کھڑا ہو

اخبرنا سوید بن نصر حدثنا عبداللہ عن عبدالملک بن ابی سلیمان عن عطاء عن ابن عباس قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقمت عن یسارہ فاخذنی بیدہ الیسریٰ فاقامنی عن یمینہ.

ابن عباس ﷺ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی میں حضور اکرم ﷺ کے بائیں جانب کھڑا ہوا حضور اکرم ﷺ نے اپنے بائیں ہاتھ سے مجھ کو پکڑ کر اپنے دائیں طرف کھڑا کیا۔

اخبرنا اسماعیل بن مسعود حدثنا خالد بن الحارث عن شعبة عن ابی اسحق انه اخبرهم عن عبداللہ بن ابی بصیر عن ابیه قال شعبة وقال ابو اسحق وقد سمعته منه ومن ابیه قال سمعت ابی بن کعب یقول صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما صلوٰۃ الصبح فقال اشهد فلان الصلوٰۃ قالوا لاقال فلان قالوا لا قال ان هاتین الصلاتین من اثقل الصلوٰۃ علی المنافقین ولو یعلمون ما فیهما لاتوهما ولو حبوا والصف الاول علی مثل صف الملائکة ولو تعلمون فضیلته لابتدرتموه وصلوٰۃ الرجل مع الرجل ازکی من صلاته وحده وصلوٰۃ الرجل مع الرجلین ازکی من صلاته مع الرجل وما کانوا اکثر فهو احب الی اللہ عزوجل.

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں ابی بن کعب ﷺ سے سنا وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن صبح کی نماز پڑھی پھر فرمایا کیا فلاں شخص ہماری اس نماز میں حاضر ہے صحابہ ﷺ نے عرض نہیں پھر فرمایا کیا فلاں حاضر ہے صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا نہیں فرمایا بیشک یہ دونوں نمازیں یعنی عشاء اور فجر کی منافقوں پر بہت بھاری ہوتی ہیں اگر وہ لوگ جانتے کہ ان دونوں نمازوں کا کتنا بڑا اجر اور ثواب ہے تو وہ ان دونوں نمازوں کو ضرور حاضر ہوتے اگر چہ سرین کے بل گھسٹ کر اور صف اول ثواب اور فضیلت میں مثل صف فرشتوں کے ہے اگر تم اس کی فضیلت کو جانتے تو اس میں کھڑے ہونے کے لئے جلدی کرتے اور آدمی کی نماز ایک شخص کے ساتھ زیادہ ثواب رکھتی ہے منفرد کی نماز سے اور آدمی کی نماز دو شخصوں کے ساتھ زیادہ ثواب رکھتی ہے اس کی نماز سے ایک شخص کے ساتھ اور جس قدر آدمی زیادہ ہوں وہ نماز اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے۔

تشریح: اس حدیث میں فرمایا کہ عشاء اور صبح کی دونوں نمازیں منافقوں پر بہت گراں ہوتی ہیں کیوں کہ ان میں غفلت اور سستی بہت ہوتی ہے اور ان نمازوں میں حاضر ہونے سے دکھاوٹ حاصل نہیں ہوسکتی کیوں کہ وہ تو مسلمانوں کو دکھانے کے لئے نماز پڑھتے تھے تو ان وجوہ کی بناء پر یہ دو نمازیں منافقین پر بہت بھاری ہوتی ہیں آگے فرمایا اگر ان کو ان دونوں نمازوں کی اہمیت اور قدر معلوم ہوتی تو وہ گھٹنوں کے بل چل کر آتے پہلے جماعت کی فضیلت کا ذکر فرمایا پھر صف اول کی فضیلت کا ذکر

فرمایا کہ تمہاری صف اول مثل صف فرشتوں کے ہے صف اول کو فرشتوں کی صف کے ساتھ اس بات میں تشبیہ دی کہ جس طرح فرشتے اللہ تعالیٰ سے قریب ہوتے ہیں اسی طرح صف اول میں کھڑے ہونے والے امام سے قریب ہوتے ہیں۔

(قاله الطيبیؒ)

نیز فرشتوں کی صفوف میں چند صفات ہیں اول تسویہ دوم تراص ایک دوسرے سے مل کر کھڑے ہونا سوم اتمام یعنی پہلے ایک صف پوری کر لی جاتی ہے پھر دوسری صف چہارم تقارب بین الصفین تو اس امت کی صفوف فرشتوں کی صفوف پر ہیں جس طرح وہاں صفوف میں مراتب اور یہ صفات ہیں اسی طرح امت کی صفوں میں بھی ہیں بہر حال حدیث سے صف اول کی زیادہ فضیلت معلوم ہوئی تیسری چیز اس حدیث میں کثرت جماعت کی فضیلت بیان فرمائی ''وصلٰوۃ الرجل مع الرجل الخ '' اس سے معلوم ہوا کہ مساجد میں سے ہر وہ موضع جس میں مصلی زیادہ ہوں وہی افضل ہے اسی لئے ہمارے علماء نے کہا کہ نماز مسجد جامع میں افضل ہے پھر محلہ کی مسجد میں اس کی تائید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہوتی ہے اس میں آیا ہے ''من سرہ ان یلقی اللہ مسلما فلیحافظ علی هذه الصلوات حیث ینادی بهن ''۔(مرقات: ۵۸/۳، ۵۹)

الجماعة للنافلة

نفل نماز کی جماعت

اخبرنا نضر بن علی قال حدثنا عبدالاعلی حدثنا معمر عن الزهری عن محمود عن عتبان بن مالک انه قال یارسول الله ان السیول لتحول بینی وبین مسجد قومی فاحب ان تاتینی فتصلی فی مکان من بیتی اتخذه مسجدا فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم سنفعل فلما دخل رسول الله قال این ترید فاشرت الی ناحیة من البیت فقام رسول الله صلی الله علیه وسلم فصففنا خلفه فصلی بنا رکعتین.

عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ بلاشبہ سیلاب میرے اور میری قوم کی مسجد کے درمیان مانع ہوتا ہے لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے یہاں تشریف لائیں اور میرے گھر کے کسی حصہ میں نماز پڑھیں میں اس کو مسجد بنالوں گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا میں عن قریب ایسا کروں گا پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر میں داخل ہوئے تو فرمایا کہاں نماز کی خواہش رکھتے ہو حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے گھر کے ایک حصہ کی طرف اشارہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہوئے پھر آپ نے ہمارے ساتھ دو رکعت پڑھیں۔

تشریح: اس حدیث سے نفل کی جماعت جائز معلوم ہوتی ہے امام نوویؒ اسی حدیث کی بناء پر جائز کہتے ہیں احناف کا مسلک یہ ہے کہ بغیر تداعی اور مواظبت کے اگر اتفاقاً ایک دو آدمی نے نفل نماز بجماعت پڑھ لی تو بلا کراہت جائز ہے اور اگر تین آدمی نے ایک کے پیچھے اقتداء کی تو اس میں اختلاف ہے بعض جائز کہتے ہیں اور بعض مکروہ کہتے ہیں تداعی کا مطلب

یہ ہے کہ بعض بلائیں بعض کوکمافی المغرب اب درمختار کی عبارت ''ولا یصلی الوتر ولاالتطوع بجماعة خارج رمضان ای یکرہ ذالک لو علی سبیل التداعی '' سے اشکال وارد نہ ہوگا اور اگر نفل کی جماعت بطور مواظبت ہوتو حنفیہ کے نزدیک بدعت اور مکروہ ہے کیوں کہ یہ طریقہ خلاف متوارث ہے اسی پر صاحب قدوری کا قول ''ولا یجوز'' کوحمل کیا جائے گا اور غیر مختصر القدوری میں جواز کا جوقول نقل کیا گیا ہے وہ اول صورت پر محمول ہے لہٰذا کوئی تعارض نہیں اس کی وضاحت ابن عابدینؒ نے کی ہے اس کی تائید صاحب بدائع کے قول سے ہوتی ہے وہ کہتے ہیں کہ ''ان الجماعة فی التطوع لیست بسنة الا فی قیام رمضان '' تونفی سنت کراہت کو ستلزم نہیں ہاں اگر مع المواظبت ہوتو صلاۃ نافلہ کی جماعت بدعت ہے اس لئے مکروہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجماعة للفائت من الصلوٰة

قضاشدہ نماز کی جماعت کا بیان

اخبرنا علی بن حجر قال اخبرنا اسماعیل عن حمید عن انس قال اقبل علینا رسول الله بوجهه حین قام الی الصلوٰة قبل ان یکبر فقال اقیموا صفوفکم وتراصوا فانی اراکم من وراء ظهری.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے ہماری طرف متوجہ ہوئے پھر فرمایا تم اپنی صفوں کو درست کرو اور مل کر کھڑے ہوجاؤ کیوں کہ تم کو اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

اخبرنا هناد بن السری حدثنا ابوزبید واسمه عبثر بن القاسم عن حصین عن عبدالله بن ابی قتادة عن ابیه قال کنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم اذ قال بعض القوم لوعرست بنا یارسول اللهقال انی اخاف ان تناموا عن الصلوٰة قال بلال انا احفظکم فاضطجعوا فناموا واسند بلال ظهره الی راحلته فاستیقظ رسول الله وقد طلع حاجب الشمس فقال یا بلال این ماقلت قال ماثقلت علی نومة مثلها قط قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله عزوجل قبض ارواحکم حین شاء فردها حین شاء قم یا بلال فاذن الناس بالصلوٰة فقام بلال فاذن فتوضؤا یعنی حین ارتفعت الشمس ثم قام فصلی بهم.

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے قوم میں سے کچھ لوگوں نے کہا یارسول اللہ آپ اگر آخری شب کو ہمارے ساتھ آرام کے لئے اترتے تو اچھا ہوتا حضور ﷺ نے فرمایا مجھے خطرہ ہے کہ تم نماز سے سوجاؤ گے بلال رضی اللہ عنہ نے کہا میں نگاہ بانی کروں گا پھر لوگ لیٹ گئے اور سوگئے بلال رضی اللہ عنہ بھی اپنی سواری کے کجاوہ سے پیٹھ لگا کر سوگئے سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ جاگے جبکہ آفتاب طلوع ہو چکا تھا حضور ﷺ نے فرمایا اے بلال تونے جو کہا تھا وہ کہاں گیا بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آج کی رات والی جیسی نیند مجھ پر کبھی غالب نہیں ہوئی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک اللہ عزوجل تمہاری

روحین قبض کرلیتا ہے جبکہ وہ چاہتا ہے کہ پھرانہیں واپس کردیتا ہے جس وقت چاہتا ہے اے بلال اٹھولوگوں کونماز کی اطلاع دو بلال ﷺ کھڑے ہوئے اذان دی پھرلوگوں نے وضو کیا جبکہ آفتاب بلند ہوگیا پھر حضور اکرم ﷺ کھڑے ہوئے اورلوگوں کونماز پڑھائی۔

تشریح: لیلۃ التعریس کاواقعہ جوحضور اکرم ﷺ کومع اصحاب ﷺ کے پیش آیا تھااس کا ذکراس حدیث میں ہےاس سے معلوم ہوا کہ قضاءنماز کوبطریق اداازان اوراقامت کے ساتھ جماعت سے پڑھناشریعت کے خلاف نہیں راوی نے اس حدیث میں اقامت کاذکرنہیں کیالیکن مصنفؒ نے پیچھے باب ''کیف یقضی الفائت من الصلاۃ'' کے تحت اس کو دوسرے طریق سے بیان کیا ہے وہاں ''فاقام'' کالفظ نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضرت بلال ﷺ نے اقامت بھی کہی تھی مزیدتشریح وہاں ملاحظہ کیجئے۔

التشدید فی ترک الجماعة

ترک جماعت پرسخت وعید

اخبرنا سوید بن نصر اخبرنا عبداللہ بن المبارک عن زائدۃ بن قدامۃ قال حدثنا السائب بن حبیش الکلاعی عن معدان بن ابی طلحۃ الیعمری قال قال لی ابوالدرداء این مسکنک قلت فی قریۃ دوین حمص فقال ابوالدرداء سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول ما من ثلثة فی قریۃ ولا بدو لاتقام فیهم الصلٰوۃ الاقد استحوذ علیهم الشیطان فعلیکم بالجماعة فانما یاکل الذئب القاصیة قال السائب یعنی بالجماعة الجماعة فی الصلوٰۃ.

معدان بن ابی طلحہ الیعمری سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابوالدرداء ﷺ نے پوچھا تمہارامکان کہاں ہے میں نے کہاحمص کے قریب ایک گاؤں میں ہے ابوالدرداء ﷺ نے کہامیں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے سنا کہ تین آدمی جو کسی دیہات یا جنگل میں رہتے ہوں اوران میں باجماعت نمازادانہ کی جائے توایسی حالت میں ان پرشیطان غالب ہوتا ہے پس جماعت سے نماز پڑھنےکواپنے پرلازم کرلواس لئے کہ بھیڑیااس بکری کوکھاجاتا ہے جوریوڑ سے دور ہو۔

تشریح: ابن سعداورعجلی اورابن حبان رحمہم اللہ نے معدان بن ابی طلحہ الیعمری کوثقہ کہایعمری منسوب ہے یعمر کی طرف جوایک حصہ ہے کنانہ کا۔حضرت ابوالدرداء جن کانام عویمر ہےان کے متعلق رسول کریم ﷺ نے غزوۂ احد کے دن فرمایا ''نعم الفارس عویمر'' نیزفرمایا ''هو حکیم امتی'' ان کےفضائل بہت ہیں وہ اس حدیث کے راوی ہیں۔لفظ ثلاثۃ سے رجال مراد ہیں کیوں کہ عورتوں کی جماعت مکروہ ہے جماعت کاتحقق اگرچہ دوآدمی سے ہوسکتا ہے لیکن چونکہ افضل صورت تین آدمی کی ہے اس لئے اس کاذکرفرمایااوراس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کسی بستی میں رہنے والے تین آدمی کی نماز باجماعت کی

برکت سے شیطان کا غلبہ ان پر نہیں ہوسکتا تو تین سے زیادہ آدمی باجماعت نماز پڑھنے کی صورت میں بطریق اولیٰ شیطان کا غلبہ نہیں ہوسکے گا اور الفاظ حدیث چونکہ مطلق ہیں اس سے ہمارے مسلک کی تائید ہوتی ہے کہ جماعت مسافروں کے لئے بھی سنت ہے لیکن ان کے نزول کی حالت میں سنت ہے بحال سیر سنت نہیں کیوں کہ سیر کی حالت میں سنت قرار دینے سے حرج واقع ہوگا راوی حدیث سائب کہتے ہیں کہ یعنی'' **بالجماعة الجماعة فی الصلاة** ''یعنی لفظ بالجماعة سے نبی کریم ﷺ کی مراد نماز باجماعت تھی اس کا قرینہ'' **لاتقام فیهم الصلاة** '' کیوں کہ اقامت صلاۃ سے جماعت کے ساتھ نماز قائم کرنا مراد ہے جو شخص اکیلے نماز پڑھنے کا عادی ہو جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا اس پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے جیسا کہ وہ بکری جو ریوڑ سے دور ہو اس پر بھیڑیا مسلط ہوتا ہے اس کو کھا جاتا ہے۔(مرقات: ۳/ ۵۹. بذل المجهود: ۳/ ۳۱۰)

التشديد فی التخلف عن الجماعة

جماعت سے پیچھے رہ جانے پر سخت وعید کا بیان

اخبرنا قتيبة عن مالک عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هريرة ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال والذی نفسی بيده لقد هممت ان آمر بحطب فيحطب ثم آمر بالصلوٰة فيؤذن لها ثم آمر رجلا فيؤم الناس ثم اخالف الی رجال فاحرق عليهم بيوتهم والذی نفسی بيده لويعلم احدهم انه يجد عظما سمينا اومرما تين حسنتين لشهد العشاء.

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے البتہ میں نے اس بات کا قصد کیا تھا کہ کسی خادم کو لکڑیوں کے جمع کرنے کا حکم دوں پھر جب لکڑیاں جمع کی جاویں تو نماز کے لئے اذان کا حکم کروں (تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون حاضر ہوتا ہے اور کون حاضر نہیں ہوتا) اور جب نماز کے لئے اذان دی جائے تو پھر ایک آدمی کو حکم کروں کہ وہ لوگوں کی امامت کرے پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو نماز باجماعت کے لئے (بغیر عذر) کے حاضر نہیں ہوتے پھر ان پر ان کے گھروں کو جلادوں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر ان میں سے کسی کو معلوم ہوتا کہ اس کو مسجد میں گوشت والی موٹی ہڈی ملے گی یا دو کھر گائے یا بکری کے اچھے تو ضرور حاضر ہوتا نماز عشاء میں۔

تشریح: بغیر عذر کے تخلف عن الجماعت پر اس حدیث میں جو سخت وعید وارد ہوئی ہے وہ کس قوم کے بارے میں ہے اس کے مصداق میں مختلف اقوال ہیں بعض کہتے ہیں کہ احتمال ہے کہ یہ وعید تحریق بیوت کی مسلمان اور منافق سب کو شامل ہو کیوں کہ اس روایت میں رجال اور ابوداؤد کی روایت میں قوم کا لفظ فرمایا ہے جو ایک عام لفظ ہے اور بعض حضرات کہتے ہیں قوم سے مراد منافقین ہیں جو حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں تھے نقلہ ابن الملک ؒ اس کو نقل کرنے کے بعد ملا علی قاری ؒ کہتے ہیں ظاہر دوسرا قول ہے کیوں کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں کوئی بھی مخلص شخص جماعت سے روگردانی نہیں کرتا تھا مگر منافقین جن کا

نفاق کھلا ہوا تھایا وہ شخص جو اپنے دین میں شک کرتا تھا ایسے لوگو جماعت میں شریک نہیں ہوتے تھے اس کا قرینہ یہ ہے کہ آگے اسی حدیث میں فرماتے ہیں "لو یعلم احدھم الخ" کہ اگر ان میں سے کسی کو معلوم ہو جائے کہ مسجد میں موٹی گوشت والی ہڈی تقسیم ہو رہی ہے یا دو دو عمدہ کھر یا تیر (اہل لغت نے مرماۃ کے دونوں معنی لکھے ہیں اس کا تثنیہ مرماتین ہے) تو وہ بھاگ دوڑ کر مسجد میں چلے آتے حالانکہ یہ چیزیں متاع دنیا میں سے نہایت حقیر ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ لوگ دنیا کو ترجیح دیتے تھے اس ثواب عظیم پر جو اللہ تعالیٰ نے حضور نماز با جماعت پر رکھا ہے یہ شان منافقین کی تھی نیز بعض روایات میں آیا ہے "لیس صلاۃ اثقل علی المنافقین من العشاء و الفجر" نیز حدیث ابن مسعود میں آیا ہے "لقد رأیتنا ومایتخلف عن الجماعة الا منافق" تو ان قرائن وشواہد کی بناء پر اب کوئی شبہ نہیں رہا کہ بدون عذر کے منافقین ہی شرکت جماعت سے پیچھے رہ جاتے تھے اس لئے یہ سخت وعید ان کے حق میں ہے اوپر کی سطور میں ابن الملکؒ کے حوالہ سے جو قول ثانی نقل کیا گیا ہے یہی حافظ ابن حجرؒ وغیرہ کا بھی قول ہے انہوں نے فتح الباری میں مفصل بحث کی ہے اور اس کو فتح الملہم میں نقل کیا۔

اب رہا یہ سوال کہ محض تخلف عن الجماعۃ پر وعید ہے یا تخلف عن الجماعۃ مع النفاق پر اس کے بارہ میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا کہ میرے خیال میں وعید محض تخلف عن الجماعۃ پر ہے نفاق کو اس میں دخل نہیں لیکن اتفاق سے منافقین کے حق میں متحقق ہوئی کیوں کہ اس وقت بدون عذر کے سوائے منافقین کے کوئی ترک جماعت نہیں کرتا تھا اور چونکہ مصداق منافقین تھے اس لئے طرز کلام میں سختی بھی ہے چنانچہ "فاحرق علیھم بیوتھم" فرمایا کہ میں تارکین جماعت کے گھروں کا جلادوں بہر حال سیاق حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی نظر میں کوئی خاص جماعت آپ ﷺ کے زمانہ میں تھی جو تارک نماز با جماعت تھی اور وہ جماعت منافقین کی ہے اس لئے ایسی وعید ان کے لے مناسب ہے اس وعید کا جماعت صحابہ ؓ میں کسی کی طرف راجع ہونا ذوق کے خلاف ہے صحابہ ؓ کی وہ شان تھی جس کو ابن مسعود ؓ بیان کرتے ہیں کہ البتہ آدمی کو اس طرح لایا جاتا کہ دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ دھرے ہوتا اور لا کر جماعت کی صف میں کھڑا کیا جاتا تھا۔

تو اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ کوئی بھی جماعت صحابہ ؓ میں سے تارک نماز با جماعت نہ تھا لہٰذا وعید مذکور منافقین کے حق میں تھی یہاں پر اشکال یہ ہے کہ گھروں میں آگ لگانے کا قصہ تو بظاہر ارشاد نبوی "ان النار لایعذب بھا الا اللہ" کے خلاف ہے حضور اکرم ﷺ نے کیسے فرمایا "فاحرق علیھم بیوتھم بالنار" اس کا جواب علامہ باجیؒ وغیرہ نے یہ دیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے آگ نہیں لگائی یہ بات بطور تہدید اور زجر فرمائی جیسے کوئی کہے کہ جی میں آتا ہے کہ تجھے چباڈالوں تو اصل میں یہ غیظ وغضب جو قلب کے اندر تھا اس کو ایسے الفاظ سے تعبیر فرمایا اس کی حقیقت مراد نہیں ایسا ہی ارشاد مذکور میں سمجھ لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اب رہا یہ مسئلہ کہ نماز با جماعت کا کیا حکم ہے کیوں کہ اس سے تخلف پر اس قدر سخت وعید سے اس کا معاملہ بہت اہم معلوم ہوتا ہے اس بارے میں امام احمدؒ اور داؤد ظاہریؒ وغیرہم کہتے ہیں کہ جماعت فرض عین ہے یعنی ہر شخص پر فرض ہے مگر صحت صلاۃ

کے لئے شرط نہیں انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے مگر حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ اس حدیث سے فرض عین ہونے پر استدلال صحیح نہیں کیون کہ حدیث باب قوم منافقین کے حق میں وارد ہوئی۔ ابن ہمام نے کہا کہ اس حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو عنوان کے تحت نقل کی فرضیت کا ثبوت نہیں ہوسکتا کیوں کہ وہ خبر واحد ہے البتہ وجوب کا ثبوت ہوسکتا ہے الغایہ میں ہے کہ اکثر مشائخ حنفیہ کا قول ہے کہ جماعت واجب ہے اور المفید میں ہے کہ ثبوت اس کا سنت سے ہوا ہے اس لئے واجب کو سنت سے تعبیر کرتے ہیں ان حضرات کی دلیل یہی حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے اور شرح المنیۃ للحلبی میں ہے کہ بدون عذر تارک جماعت کو سخت سزادی جاتی تھی اور اس کی شہادت مسترد کردی جاتی تھی اور اس پر باز پرس نہ کرنے پر محلہ والے گناہ گار ہوتے ہیں تو یہ سارے احکام بتلارہے ہیں کہ نماز باجماعت واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اور کرخیؒ اور طحاویؒ اور اکثر اصحاب شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ جماعت فرض کفایہ ہے انہوں نے بھی اسی حدیث باب سے استدلال کیا ہے جس سے فرض عین ہونے پر استدلال کیا گیا ہے مگر یہ حضرات کہتے ہیں کہ فرض کفایہ سے مقصود شعائر اسلام کا اظہار ہے اور وہ کچھ لوگوں کے فعل سے حاصل ہوجاتا ہے ان حضرات کا قول ضعیف ہے کیوں کہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد نبوی میں نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی تھی اور جماعت میں شریک نہ ہونے والوں کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عتاب کے الفاظ فرمائے اور ان کے گھر کو جلادینے کا قصد فرمایا لیکن فرض کفایہ سے پیچھے رہ جانے والوں کے حق میں اس طرح کی وعید شدید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صادر نہیں ہوئی غرض کہ نماز باجماعت نہ فرض عین ہے نہ فرض کفایہ اور نہ صحت صلاۃ کے لئے شرط ہے بلکہ واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتح الملھم : ۲/۲۱۷، ۲۱۸ بحواله فتح الباری وشرح المنية وغيرهما ملخصاً. مرقات: ۳/۵۲)

المحافظة على الصلوات حيث ينادى بهن

تمام نمازوں کی محافظت کا حکم جب ان کی اذان دی جائے

اخبرنا سويد بن نصر قال اخبرنا عبدالله بن المبارك عن المسعودى عن على ابن الاقمر عن ابى الاحوص عن عبدالله انه كان يقول من سره ان يلقى الله عزوجل غدا مسلما فليحافظ على هؤلاء الصلوات الخمس حيث ينادى بهن فان الله عزوجل شرع لنبيه صلى الله عليه وسلم سنن الهدى فانهن من سنن الهدى وانى لااحسب منكم احدا الاله مسجد يصلى فيه فى بيته فلوصليتم فى بيوتكم وتركتم مساجدكم لتركتم سنة نبيكم ولو تركتم سنة نبيكم لضللتم ومامن عبد مسلم يتوضأ فيحسن الوضوء ثم يمشى الىٰ الصلوٰة الا كتب الله عزوجل له بكل خطوة يخطوها حسنة اويرفع له بهادرجة اويكفر عنه بها خطيئته ولقد رايتنا نقارب بين الخطاولقد رايتنا ومايتخلف عنها الا منافق معلوم نفاقه ولقد رايت

الرجل یھادی بین الرجلین حتی یقام فی الصف.

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷜ سے روایت ہے وہ فرماتے تھے کہ جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ اللہ تعالیٰ سے کل کو کامل مسلمان ہونے کی حالت میں ملاقات کرے تو وہ ان پانچوں نمازوں کی محافظت کرے جب ان کی اذان دی جائے یعنی جماعت سے نماز پڑھے بیشک اللہ عزوجل نے اپنے نبی کے واسطے ہدایت کے طریقے مقرر کئے اور بیشک یہ نمازیں جماعت سے پڑھنی ہدایت کے طریقوں سے ہے اور میرے خیال میں تم میں سے ہر شخص کے واسطے اپنے گھر میں ایک مسجد ہے جس میں وہ نماز پڑھتا ہے پس اگر تم اپنے گھروں میں فرض نماز (اکیلے اکیلے) پڑھو اور اپنی مسجدوں کو چھوڑ بیٹھو تو بیشک تم نے اپنی نبی ﷺ کی سنت چھوڑ دی اور اگر تم نے اپنے نبی ﷺ کی سنت چھوڑ دی تو البتہ تم گمراہ ہو جاؤ گے اور جب کوئی مسلمان بندہ اچھی طرح وضو کرے پھر نماز باجماعت کے ارادہ سے مسجد کی طرف چلے تو اللہ عزوجل اس کے ہر قدم کے بدلے ایک نیکی لکھتا ہے اور بوجہ اس قدم کے ایک درجہ بلند کرتا ہے اور اس سے اس کی ایک برائی مٹا دیتا ہے اور بلاشبہ میں نے صحابہ کو دیکھا کہ وہ اپنے قدموں کو قریب قریب رکھتے تھے اور بلاشبہ میں جانتا ہوں کہ جماعت صحابہ میں سے کوئی بھی نماز باجماعت سے پیچھے نہیں رہتا تھا مگر منافق جس کا نفاق کھلا ہوا تھا اور بیشک میں نے دیکھا کہ آدمی کو اس طرح لایا جاتا کہ دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ دھرے ہوتا یہاں تک کہ اس کو لا کر جماعت کی صف میں کھڑا کیا جاتا۔

اخبرنا اسحق بن ابراھیم حدثنا مروان بن معاویة حدثنا عبیداللہ بن عبداللہ بن الاصم عن عمه یزید بن الاصم عن ابی ھریرة قال جاء اعمی الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقال انه لیس لی قائد یقودنی الی الصلوٰة فسأله ان یرخص له ان یصلی فی بیته فاذن له فلما ولّٰی دعاه قال له اتسمع النداء بالصلوٰة قال نعم قال فاجب.

حضرت ابوہریرہ ﷜ سے روایت ہے کہ ایک اندھا شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا پھر عرض کیا میرے لئے کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جو مجھے کھینچ کر نماز کے لئے لے جائے پس اس نے حضور ﷺ سے اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت طلب کی حضور ﷺ نے اس کو اجازت دی جب وہ واپس جانے لگے اس کو بلایا اور فرمایا کیا تو نماز کی اذان سنتا ہے اس نے کہا ہاں پس حضور ﷺ نے فرمایا اذان کا جواب دیا کر و یعنی مسجد میں حاضر ہو کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھا کرو۔

اخبرنا ھارون بن یزید بن ابی الزرقاء حدثنا ابی حدثنا سفیان ح واخبرنی عبداللہ بن محمدبن اسحق حدثنا قاسم بن یزید حدثنا سفیان عن عبدالرحمن بن عابس عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عن ابن ام مکتوم انه قال یارسول اللہ ان المدینة کثیرة الھوام والسباع قال ھل تسمع حی علی الصلوٰة حی علی الفلاح قال نعم قال فحی ھلا ولم یرخص له.

ابن ام مکتوم ﷜ سے روایت ہے کہ اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول بیشک مدینہ میں موذی جانور اور درندے

بہت ہیں حضور ﷺ نے فرمایا کیا تو حی الصلاۃ اور حی علی الفلاح کی آواز سنتا ہے اس نے کہا ہاں حضور ﷺ نے فرمایا تم نماز کے لئے مسجد میں آیا کرو اور اس کو جماعت چھوڑنے کی اجازت نہیں دی۔

تشریح: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو شخص کل روز قیامت کو اللہ تعالیٰ سے کامل مسلمان ہونے کی حالت میں ملاقات کی خواہش رکھتا ہو وہ پانچوں نمازوں کو مسنون طریقہ پر ادا کرنے کا پابند ہو جائے مسنون طریقہ پر ادا کرنے کی صورت یہ ہے کہ محلّہ کی مسجد میں جب ان نمازوں کی اذان دی جائے تو انہیں ان کے شرائط اور ارکان کے ساتھ مساجد میں جماعت سے پابندی سے ہمیشہ پڑھ لیا کرے اس طریقۂ مسنونہ کی خلاف ورزی بلاشبہ منافقین ہی کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کا انجام گمراہی کی صورت میں ظاہر ہوا جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی ترک نماز نہیں کرتا تھا اور نہ مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے کی خلاف ورزی کرتا تھا کیوں کہ حضور اکرم ﷺ فرائض اپنے گھر میں نہیں پڑھتے مسجد میں پڑھتے تھے البتہ عذر کی صورت مستثنیٰ ہے بصورت عذر گھر میں پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں غرض حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی حدیث میں جو کچھ بیان کیا ہے اس سے ان کا مقصد نماز باجماعت کی تاکید ہے جس سے معلوم ہوا کہ جماعت کا معاملہ بہت ہی اہم ہے تو درحقیقت نماز وہی ہے جو جماعت سے ادا کی جائے نماز بلا جماعت غیر کامل اور ناقص ہے دیکھو قرآن میں کہیں صلوا نہیں کہا بلکہ ''**اقیموا الصلاۃ**'' کہا ہے تو قرآن وحدیث کامل اور مطلوب چیز کو لیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ مؤمن عاصی کا ذکر قرآن میں کم ہے زیادہ تر قرآن میں کفر وایمان کا ذکر ہے معلوم ہوا کہ قرآن ہمیشہ کامل چیز کو لیتا ہے لہٰذا جو نماز باجماعت ہو وہی کامل ہے اور اسی کامل صورت نماز کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی حدیث میں بیان کیا ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں ''**حافظوا علی ھؤلاء الصلوات الخمس الخ**'' واللہ تعالیٰ اعلم (**بذل المجھود: ۱/ ۳۱۱ مع زیادۃ من الجامع**)

عنوان کے تحت کی دوسری اور تیسری حدیث میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے واقعہ کا ذکر ہے نابینا ہونے کی وجہ سے وہ معذور تھے مسجد میں لے جانے والا کوئی خادم نہ تھا اس لئے حضور اکرم ﷺ سے ترک جماعت کی اور اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت طلب کی حضور اکرم ﷺ نے پہلے ان کو اجازت دی پھر جب وہ چلنے لگے تو بلایا اور دریافت فرمایا کیا تم اذان سنتے ہو ابن ام مکتوم نے کہا ہاں پہلی روایت میں ''**اتسمع النداء بالصلاۃ**'' اور دوسری میں ''**ھل تسمع حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح**'' کا کلمہ نقل کیا ہے تو لفظ نداء سے بھی اذان مراد ہے اور حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح سے بھی اذان مراد ہے خاص طور سے ان دونوں لفظوں کا اس لئے ذکر کیا کہ ان دونوں میں طلب کا معنی ہے غرض کہ جب حضور اکرم ﷺ نے عبداللہ بن ام مکتوم سے پوچھا کیا تم اذان سنتے ہو انہوں نے کہا ہاں تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اجب یعنی زبان سے اذان کا جواب دو پھر قدم سے چل کر جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں حاضر ہوا کرو پہلے تو ابن ام مکتوم کو اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی مطلقاً اجازت دے دی پھر اس کو عدم سماع اذان کی قید کے ساتھ مقید فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر نابینا اذان سنے تو اس کو جماعت چھوڑنے کی اجازت نہیں دی۔

بہر حال پہلے ترک جماعت کی اجازت دی پھر بوجہ وحی جدید کے جو اسی وقت نازل ہوئی تھی یا بوجہ بدلنے اجتہاد کے اجازت نہیں دی بشرطیکہ انبیاء کے اجتہاد کو جائز مانا جائے جیسا کہ اکثر علماء کا قول ہے کہ انبیاء کے لئے اجتہاد جائز ہے لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ بخاری و مسلم کی روایت میں آیا ہے کہ عتبان بن مالکؓ نے اپنی بینائی کی شکایت کی تو حضور اکرم ﷺ نے ان کو اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دی اس سے معلوم ہوا کہ جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں حاضر ہونا اندھے پر واجب نہیں اس کو ترک جماعت کی اجازت ہے مگر اس موقع پر ابن ام مکتوم کو اجازت نہیں دی اس کا سبب کیا ہے حالانکہ وہ معذور تھے ان کو پکڑ کر مسجد میں لے جانے کے لئے کوئی فرمان بردار قائد نہ تھا اور تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ عذر کی وجہ سے جماعت ساقط ہو جاتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ پہلے ان کو ترک جماعت فی المسجد کی اجازت دی ہو کہ عذر کی وجہ سے مسجد میں حاضر ہونا تم پر واجب نہیں پھر ان کو حکم دیا بطور استحباب جماعت میں حاضر ہونے کا یا یہ کہ ابن ام مکتوم بغیر قائد کے چل پھر سکتے ہوں تو جو نابینا بدون قائد کے بازار وغیرہ جا سکتا ہو اس کو مسجد میں حاضر ہونا چاہئے یا یہ کہ حکم اجابت ان کے لئے مخصوص ہو کیوں کہ یہ ایک جزئی واقعہ ہے جس میں عموم نہیں ہوتا یا یہ کہ ترک جماعت کی اجازت نہ دینے کا امر ابتدائے اسلام میں ہو پھر جب یہ آیت نازل ہوئی "**لیس علی الاعمیٰ حرج**" اور "**وما جعل علیکم فی الدین من حرج**" تو وہ امر سابق منسوخ ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (**مرقات: ۳/۵۴، ۶۴. بذل المجهود: ۱/۳۱۲**)

العذر فی ترک الجماعة

عذر کی وجہ سے ترک جماعت جائز ہے

اخبرنا قتيبة عن مالك عن هشام بن عروة عن ابيه ان عبدالله بن ارقم كان يؤم اصحابه فحضرت الصلوٰة يوما فذهب لحاجته ثم رجع فقال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اذا وجد احدكم الغائط فليبدأبه قبل الصلوٰة.

ہشام اپنے والد عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ارقم اپنے اصحاب کی امامت کرتے تھے ایک دن نماز کا وقت ہو گیا وہ قضائے حاجت کے لئے چلے گئے پھر جب لوٹے تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جب تم میں سے کوئی پاخانہ و پیشاب کی حاجت محسوس کرے تو نماز سے پہلے اپنی حاجت سے فارغ ہو جائے۔

اخبرنا محمد بن منصور حدثنا سفيان عن الزهرى عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا حضر العشاء واقيمت الصلوٰة فابدؤا بالعشاء.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کھانا حاضر ہو جائے اور نماز کے لئے تکبیر کہی جائے تو پہلے کھانا کھالو۔

اخبرنا محمد بن المثنى حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن قتادة عن ابى المليح عن ابيه قال

کنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم بحنین فأصابنا مطر فنادی منادی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان صلوا فی رحالکم.

ابی الملیح اپنے والد اسامہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے کہا ہم مقام حنین میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اتفاق سے بارش برسی تو رسول اللہ ﷺ کے منادی نے آواز لگائی یہ کہ تم اپنے ڈیروں میں نماز پڑھو۔

تشریح: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ عذر کی وجہ سے ترک جماعت جائز ہے عذر مختلف ہوسکتا ہے جیسے استنجے کی حاجت ہو اور کھانا موجود ہو اور بارش ہو علاوہ اس کے اور اعذار بھی ہوسکتے ہیں پاخانہ پیشاب کے عذر سے ترک جماعت جائز ہونا خود عبداللہ بن ارقم ﷺ کی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے وہ اپنے متعلقین کی امامت کرتے تھے ایک دن یہ واقعہ پیش آیا کہ نماز کا وقت ہوگیا ان کو قضائے حاجت کا تقاضا ہوا کسی کو امامت کا حکم دے کر فراغت کے لئے چلے گئے بعد فراغت واپس ہوکر حدیث پاک ''**سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم الخ**'' کے حوالہ سے اپنے عذر کا اظہار کیا لوگوں سے جس سے معلوم ہوا کہ اگر بول وبراز کی حاجت ہو اور دوسری طرف جماعت کھڑی ہو تو شریعت کا حکم ہے کہ پہلے پاخانہ پیشاب سے فارغ ہوجائے اس عذر کی وجہ سے ترک جماعت میں کوئی حرج نہیں۔

اور دوسری حدیث سے معلوم ہوا کہ عذر عشاء سے بھی ترک جماعت جائز ہے عشاء عین کے زبر کے ساتھ ہے اس کھانے کو کہتے ہیں جو رات کو کھایا جاتا ہے اور بعض نے کہا کہ اس کو کہتے ہیں جو زوال کے بعد کھایا جاتا ہے علامہ ابن حجرؒ نے کہا کہ ''**اذا حضر العشاء**'' بطور مثال فرمایا اس سے مراد طعام ہے جس کی نفس خواہش رکھتا ہو اگر چہ بعد زوال کا کھانا نہ ہو خواہ رات کا کھانا سامنے آجائے یا کسی اور وقت کا سامنے آجائے بہر حال حکم یہ ہے کہ پہلے کھانا کھالے پھر نماز پڑھے لیکن یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب کہ نماز پڑھنے والا بھوکا ہو اور وہ کھانے کی خواہش رکھتا ہو اگر کھانا چھوڑ دیا تو اس کا قلب کھانے ہی میں مشغول رہے گا اور وقت میں وسعت ہو تو ایسی حالت میں شریعت کا حکم ہے کہ پہلے کھانا کھالے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے خوب عمدہ بات فرمائی ''**ان یکون اکلی کله صلاة احب من ان تکون صلاتی کلها اکلا**'' میرا پورا کھانا نماز بن جانا بہتر ہے میری پوری نماز کھانا ہوجانے سے اور اگر نماز کا وقت بالکل تنگ ہو تو بہر حال پہلے نماز پڑھ لے اسی طرح اگر کھانے کی خواہش نہ رکھتا ہو اور قلب مشغول نہ ہو تو کھانا چھوڑ دے پہلے نماز پڑھ لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(مرقات: ۵۵/۳ وحاشیة النسائی: ۱۳۷/۱)

حد ادرک الجماعة

جماعت کے ثواب پانے کا بیان

اخبرنا اسحق بن ابراهیم حدثنا عبدالعزیز بن محمد عن ابن طحلاء عن محصن بن علی الفهری

عن عوف بن الحارث عن ابی هريرة عن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال من توضأ فأحسن الوضوء ثم خرج عامدا الى المسجد فوجد الناس قد صلوا كتب الله له اجر من حضرها ولاينقص ذلک من اجورهم شيئا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے آپ ﷺ نے فرمایا جس نے اچھی طرح وضو کیا (یعنی وضو کے شرائط اور آداب کی رعایت کے ساتھ وضو کیا) پھر جماعت کے قصد سے مسجد کی طرف متوجہ ہوا اور پایا لوگوں کہ نماز پڑھ چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ثواب لکھتا ہے ان کے برابر جو مسجد میں حاضر ہوئے اور جماعت سے نماز پڑھی اس کا یہ ثواب نمازیوں کے ثواب سے کچھ کم نہیں کرتا۔

اخبرنا سليمان بن داؤد عن ابن وهب قال اخبرنی عمرو بن الحارث ان الحكيم بن عبدالله القرشی حدثه ان نافع بن جبير وعبدالله بن ابی سلمة حدثاه ان معاذ بن عبدالرحمن حدثهما عن حمران مولى عثمان بن عفان عن عثمان بن عفان قال سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول من توضأ للصلوٰة فاسبغ الوضوء ثم مشى الى الصلوٰة المكتوبة فصلاها مع الناس اومع الجماعة او فی المسجد غفر الله له ذنوبه.

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے سنا جس نے نماز کے لئے کامل وضو کیا پھر فرض نماز کے لئے مسجد کی طرف متوجہ ہوا اور فرض نماز لوگوں کے ساتھ یا جماعت کے ساتھ یا مسجد میں پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

تشریح :اس حدیث میں بیان کردہ عمل پر وہ شخص اس قدر ثواب کا مستحق ہوتا ہے جتنا ثواب پوری نماز باجماعت پڑھنے والوں کو ملتا ہے اور نمازیوں کے ثواب میں سے کم کر کے نہیں بلکہ انہوں نے تو اپنے اپنے عمل کا مکمل ثواب پایا کیوں کہ انہوں نے جماعت سے نماز ادا کی اور اس شخص نے نماز باجماعت کی تحصیل میں اپنی کوشش اور محنت کے باعث ثواب پایا۔

علامہ سندھیؒ نے کہا کہ ظاہر حدیث ”كتب الله له الخ“ سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کی فضیلت اس پر موقوف ہے کہ اس شخص نے جماعت کے لئے کوشش کی ہو اور اس میں سستی اور کوتاہی نہ کی ہو خواہ جماعت ملے یا نہ ملے تو جس کو جماعت میں سے کچھ حصہ مل گیا اگر چہ تشہد میں شامل ہو گیا ہو اس کو نماز باجماعت کا ثواب حاصل ہوا اور فضیلت اور ثواب ایسے امور میں سے نہیں جس کو اپنے اجتہاد سے معلوم کیا جا سکتا ہو لہٰذا اس باب میں جس قول کا حدیث کے مخالف ہے اس کے قول کا کوئی اعتبار نہیں۔(حاشية النسائی : ۱/۱۳۷)

اعادة الصلوٰة مع الجماعة بعد صلوٰة الرجل لنفسه

اکیلے نماز پڑھنے کے بعد جماعت کے ساتھ اسی نماز کولوٹانے کا بیان

اخبرنا قتيبة عن مالک عن زيد بن اسلم عن رجل من بني الديل يقال له بسربن محجن عن محجن انه كان في مجلس مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فاذن بالصلوٰة فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم رجع ومحجن في مجلسه فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم مامنعک ان تصلي الست برجل مسلم قال بلى ولكني كنت قد صليت في اهلي فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا جئت فصل مع الناس وان كنت قد صليت.

بسر بن محجن اپنے والد محجن سے روایت کرتے ہیں کہ محجن ایک مجلس میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے نماز کے لئے اذان دی گئی رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی پھر لوٹے اور محجن اپنی جگہ بیٹھے ہوئے تھے رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا تم نے لوگوں کے ساتھ کیوں نماز نہیں پڑھی کیا تم مسلمان نہیں ہوا، انہوں نے کہا ہاں مسلمان ہوں لیکن میں نے اپنے اہل خانہ میں نماز پڑھی تھی رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا جب تم مسجد میں آ ؤلوگوں کے ساتھ نماز پڑھو اگر چہ نماز پڑھ چکے ہو۔

تشریح: ''فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم رجع '' کے تحت علامہ سندھیؒ نے لکھا ہے کہ بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مجلس جس میں محجن حضور اکرم ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے مسجد میں سے نہ تھی خارج مسجد میں تھی اس بناء پر اگر کوئی اذان سنے تو نماز کولوٹانا چاہئے لیکن اقرب الی الصواب یہی ہے کہ وہ مجلس مسجد کے اندر تھی مگر مقام نماز کے علاوہ تھی اور یہی احتمال زیادہ ظاہر اور زیادہ موافق ہے روایات کے ساتھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(حاشية النسائي: ۱۱۲/۲)

ظاہر الفاظ حدیث ''اذا جئت فصلي مع الناس الخ '' سے عام حکم معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بھی فرض نماز اگر تنہا پڑھ کر مسجد میں آیا ہو اور دیکھے کہ جماعت کھڑی ہوئی تو اس میں شامل ہو جائے لہٰذا اس سے امام شافعیؒ وغیرہ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے ان کے نزدیک اس صورت مذکورہ میں اعادہ سب نمازوں کا جائز ہے اور یہ کہ نماز جو امام کے ساتھ پڑھی نفل ہوگی امام مالکؒ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کی بناء پر مغرب اور فجر کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں کہ اگر کسی نے صبح اور مغرب کی نماز پڑھ لی تو دوبارہ جب اس کی جماعت ہو رہی ہو اس میں شامل نہ ہو۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ جس نے مغرب کی نماز پڑھی یا صبح کی پھر ان دونوں کو امام کے ساتھ پایا تو ان کو نہ پڑھے۔

(رواه مالک)

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا بھی ایک قول اسی طرح آیا ہے امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے موافقین کے نزدیک عصر کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر عصر پڑھ چکا ہو تو اس کا اعادہ جماعت کے ساتھ جائز نہیں کیوں کہ صحیح احادیث اور بقول علامہ عینیؒ متواتر ہیں وہ فجر اور عصر کے بعد نفل نماز سے ممانعت پر دلالت کرتی ہیں اور مغرب کا مستثنیٰ ہونا اوپر کی حدیث سے معلوم ہو چکا ہے کیوں کہ تین رکعتوں کا نفل پڑھنا خلاف شرع ہے نیز دار قطنی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع ہے جو بتا رہی ہے کہ مغرب اور فجر جماعت کے ساتھ دوبارہ پڑھنا منع ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "**اذا صليت في اهلك ثم ادركت فصلها الا الفجر والمغرب**" عبدالحق نے کہا کہ اس کو بطور مرفوع صرف سہل بن صالح انطا کی نے روایت کی ہے اور وہ ثقہ راوی تھے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے کہ ضابطہ سے ان کی روایت قابل اعتبار ہے لہٰذا اس کو جن لوگوں نے بطور موقوف روایت کیا ہے وہ ضرر رساں نہیں ہو سکتی اب یہ بات قابل غور ہے کہ اس حدیث مرفوع نے فجر کو حکم سابق یعنی اعادۃ صلاۃ کے حکم سے خارج کر دیا اس کی علت کیا ہے فقہاء کہتے ہیں کہ فجر کے بعد کراہت نفل حق فرض کے سبب سے ہے تا کہ تمام وقت فجر کا اسی وقت کے فرض میں مشغول ہو جاوے اور یہی علت عصر میں بھی تو موجود ہے تو چونکہ علت منع دونوں میں مشترک ہے اور احادیث متواترہ فجر اور عصر کے بعد نفل کی ممانعت پر دلالت کرتی ہیں اس بناء پر امام ابوحنیفہؒ نے ان روایات سے حدیث باب میں تخصیص فرمائی کہ اگر ایسا موقع پیش آ جائے تو ظہر اور عشاء دوبارہ پڑھ لے باقی تین نمازوں کا اعادہ نہ کرے اس تخصیص میں حنفیہ پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کیوں کہ شوافع نے بھی تخصیص کی ہے کیا تم دیکھتے نہیں کہ انہوں نے مغرب کو ایک رکعت کی زیادۃ کے ساتھ عموم حدیث سے خاص کر لیا ہے چنانچہ ابن قدامہ نے کہا کہ جب مغرب کا اعادہ کرے تو تین رکعتوں کے ساتھ ایک رکعت اور ملا کر شفع بنا لے اور امام احمدؒ نے اس کی صراحت کی ہے اور یہی قول اسود بن یزید و زہری و امام شافعی اور اسحاق رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے کیوں کہ یہ نماز جو امام کے ساتھ پڑھی نفل ہے اور تین رکعتوں کے ساتھ نفل پڑھنے کی شریعت میں کوئی نظیر نہیں اب ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے کس قرینہ سے مغرب کو خاص کیا ہے حالانکہ الفاظ حدیث "**فصل مع الناس وان كنت قد صليت**" عام ہیں کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شوافع کو مغرب کے اعادہ میں ایک رکعت ملا کر شفع بنانے کا حکم دیا تھا ہرگز نہیں تو وہ جواب میں سوائے اس کے اور کیا کہیں گے کہ ہم ایک رکعت ملانے کے اس لئے قائل ہوئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتیر ا یعنی تنہا ایک رکعت سے منع فرمایا کہ سوائے وتر کے طاق رکعت کے ساتھ نفل کی اجازت نہیں جس سے واضح ہو گیا کہ انہوں نے حدیث بتیرا کی بناء پر مغرب کو عموم حکم حدیث سے خاص کر لیا اب حنفیہ کہتے ہیں کہ تم نے حدیث بتیرا کے پیش نظر مغرب کو ایک رکعت کی زیادتی کے ساتھ شفع بنا لینے کا قول اختیار کر کے گویا حدیث باب کے حکم عام سے مغرب کو خاص کر لیا ایسا ہی اگر حنفیہ دوسری ممانعت والی احادیث کے پیش نظر فجر اور عصر کو بھی خاص کر لیں تو اس میں ان پر کیا اعتراض ہے پھر بھی اگر کوئی اعتراض کرے **فما هو جوابه وهو جوابنا**۔

(الكوكب الدرى وهامشه : ١/١١٦)

اعادة الفجر مع الجماعة لمن صلی وحده

جماعت کے ساتھ فجر کا اعادہ کرنا جس نے اسے تنہا پڑھ لیا ہو

اخبرنا زیاد بن ایوب حدثنا هشیم حدثنا یعلی بن عطاء اخبرنا جابر بن یزید بن الاسود العامری عن ابیه قال شهدت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم صلٰوة الفجر فی مسجد الخیف فلما قضی صلاته اذا هو برجلین فی آخر القوم لم یصلیا معه قال علیَّ بهما فاتی بهما ترعد فرائصهما فقال مامنعکما ان تصلیا معنا قالا یارسول الله صلی الله علیه وسلم انا قد صلینا فی رحالنا قال فلا تفعلا اذا صلیتما فی رحالکم ثم اتیتما مسجد جماعة فصلیا معهم فانها لکما نافلة.

جابر بن یزید بن اسود عامری اپنے والد یزید بن اسود عامری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ان کے والد کہتے ہیں کہ مسجد خیف میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میں بھی نماز فجر میں شریک تھا جب حضور ﷺ اپنی نماز سے فارغ ہوئے اچانک آپ نے سب لوگوں کے پیچھے دو آدمیوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ان کو میرے پاس لے آؤ وہ دونوں لائے گئے ان کے مونڈھوں کا گوشت کانپ رہا تھا یعنی حضور ﷺ کی ہیبت سے گھبرا گئے حضور ﷺ نے فرمایا کس بات نے تم کو ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے باز رکھا، انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہم نے اپنے مکانوں میں نماز پڑھ لی حضور ﷺ نے فرمایا ایسا مت کرو جب تم اپنے مکانوں میں نماز پڑھ چکو پھر مسجد میں آؤ کہ اس میں جماعت ہو رہی ہو تو لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرو پس یہ تمہارے لئے نفل ہوگی۔

تشریح: ملا علی قاریؒ نے ابن ہمامؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اس حدیث میں لفظ امر فصلیا وجوب کے لئے نہیں اس کا قرینہ "**فانها لکما نافلة**" ہے کہ یہ نماز جو تم جماعت کے ساتھ پڑھو گے نفل ہوگی۔ یہ حدیث معارض ہے اس حدیث سے جو عصر اور فجر کے بعد نفل کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث نہی کو اپنی زیادۃ قوت کی وجہ سے حدیث باب پر ترجیح ہوگی نیز تعارض کے وقت تحریم والی حدیث کو ترجیح دی جاتی ہے اباحت والی حدیث پر اس ضابطہ کے تحت یہاں حدیث نہی کو ترجیح ہوگی حدیث باب پر جس سے جماعت کے ساتھ اعادۂ فجر کا جواز ثابت ہوتا ہے یا اس حدیث کو اوقات معلومہ میں نماز کی ممانعت سے ماقبل کی حالت پر حمل کیا جائے تا کہ دونوں قسم کی حدیثوں میں تعارض نہ رہے جمع حاصل ہو جائے اور ماقبل نہی پر حمل کرنے کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں ہے کیوں کہ دار قطنی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع ہے جو واضح طور پر بتا رہی ہے کہ فجر اور مغرب کی نماز اکیلے پڑھنے کے بعد اس کو دوبارہ جماعت کے ساتھ نہ پڑھے اور عصر کی نماز کو فجر پر قیاس کر کے ہم یہی کہیں گے کہ عصر کا اعادہ بھی جائز نہیں کیوں کہ علت ممانعت دونوں میں مشترک ہے جس کی وضاحت اوپر کے عنوان کے تحت کر دی گئی اور وہاں اس حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قابل اعتماد ہونے کی بھی وضاحت ہو چکی ہے وہاں دیکھ لیجئے۔ (مرقات: ۳/۱۰۵)

اس مضمون کو بذل المجھود : ۱/ ۳۲۴ پرنقل کرنے کے بعد مصنفؒ لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں نے حدیث باب کو ناسخ مان کر اس سے بعد عصر اور صبح نماز کی ممانعت پر دلالت کرنے والی حدیث منسوخ ہونے کا دعویٰ کیا ہے ان کا کہنا ہے کہ جابر بن یزید کی یہ حدیث متاخر ہے کیوں کہ حجۃ الوداع میں مسجد خیف یعنی مسجد منیٰ میں بعد نماز فجر وارد ہوئی ہے لہٰذا اس سے نہی عن الصلاۃ بعد عصر اور فجر والی حدیث منسوخ ہوچکی ہے مگر ان کا یہ قول درست نہیں کیوں کہ بلحاظ وقوع حدیث جابر بن یزید متاخر ہونے کو ہم تسلیم نہیں کرتے اور نہ اس پر کوئی دلیل موجود ہے اور حجۃ الوداع میں واقع ہونے سے اس کا متاخر ہونا ثابت نہیں ہوتا علاوہ اس کے حضور اکرم ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حدیث نہی پر عمل کیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ عصر کے بعد نماز پڑھنے پر مارتے تھے۔

ابن ہمامؒ نے کہا کہ ان کے مارنے کا واقعہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں تھا کسی نے اس پر انکار نہیں کیا اس بناء پر وہ امر اجماعی ہوگیا لہٰذا نسخ کا دعویٰ کیسے ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر کوئی پوچھے کہ امر کا لفظ ''فصلیا معھم'' نماز فجر کے بارہ میں فرمایا لہٰذا اس سے امام شافعیؒ کے قول کی تائید ہوتی ہے اس اشکال کا جواب حضرت شیخ الہندؒ نے یہ دیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے دریافت کرنے کے بعد کہ تم نے ہمارے ساتھ کیوں نماز نہیں پڑھی ان دونوں شخصوں نے جواب دیا ''انا قد صلینا فی رحالنا'' کہ ہم نے اپنی منزل میں نماز پڑھ لی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے خیال میں شرکت جماعت سے مانع سوائے اس کے اور کوئی چیز نہ تھی کہ وہ اپنی منزل میں نماز پڑھ چکے تھے اسی لئے عذر کے بیان میں اسی پر اکتفاء کیا گیا ہے لیکن چونکہ ان کا یہ خیال کہ جس نے ایک مرتبہ اکیلے نماز پڑھ لی اس کے لئے قوم کے ساتھ اسی نماز کو دوبارہ پڑھنا مطلقاً جائز نہیں درست نہ تھا اس بناء پر حضور اکرم ﷺ نے اپنے ارشاد ''اذا صلیتما فی رحالکم الخ'' سے ان دونوں کے غلط تصور کی اصلاح فرمائی اور ان کو اپنے خودساختہ ضابطہ پر عمل کرنے سے اپنے ارشاد ''فلاتفعلا'' سے منع فرمایا باقی تفصیل اوقات اور تخصیص اعادہ کس وقت کے ساتھ ہے اور کس کے ساتھ نہیں اس کو دوسری حدیث میں بیان کیا گیا ہے چنانچہ عصر اور فجر کے بعد نماز کی ممانعت وارد ہوئی ہے اس لئے یہ دونوں نمازیں امر بالصلوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں تو گویا یہ مسئلہ ایسا ہے جیسے امام ترمذیؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ سجدہ میں سوگئے حتیٰ کہ خراٹے لینے لگے پھر کھڑے ہوکر نماز پڑھی میں نے کہا ''یارسول اللہ انک قد نمت'' کہ آپ تو سوگئے تھے اس لئے وضو ٹوٹ گیا پھر بلا وضو کیوں کر نماز پڑھ رہے ہیں تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کا سوال بتا رہا ہے کہ وہ بزعم خود نوم کو مطلقاً ناقض وضو سمجھتے اس لئے ان کے خیال فاسد کی اصلاح کی ضرورت محسوس کی اس لئے بجائے یوں جواب دینے کے کہ انبیاء کی خصوصیات میں یہ چیز بھی ہے کہ ان کی نیند ناقض نہیں ہوتی ایسی طرز سے سوال کا جواب دیا جو ضابطہ کی حیثیت رکھتا ہے اور اس سے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے خودساختہ ضابطہ کی جس کی بناء پر انہوں نے سوال مذکور کیا تھا تردید ہوجاتی ہے چنانچہ فرمایا ''انما الوضوء علی من نام مضطجعا الحدیث واللہ تعالیٰ اعلم'' اس جواب کو فتح الملہم میں نقل کیا ہے۔

علامہ ابن ہمامؒ نے یزید بن اسود کی حدیث باب اور احادیث نہی میں تعارض ثابت کر کے اپنی طرز کے مطابق محرم کو مبیح پر ترجیح دی "کما هو دابه فی امثال هذا الموضع"۔

کوکب دری کے حاشیہ پر محشی نے لکھا ہے کہ حدیث باب میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ نماز فجر کا ہے یا اور نماز کا اس میں روایات مختلف ہیں اس حدیث میں فجر کا واقعہ بیان کیا گیا ہے لیکن صاحب بدائع نے یقین کے ساتھ اس کو نماز ظہر کا واقعہ قرار دیا ہے اس کی تائید مسند ابی حنیفہؒ کی روایت کرتی ہے اس میں اس جیسا قصہ ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے" ان رجلین صليا الظهر فی بيوتهما الحديث" اور مثل اس کے امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں بیان کیا ہے بہر حال جب حنفیہ کے یہاں نماز ظہر کا واقعہ ہونا ثابت ہے تو اب حدیث باب کا جواب دینے کی ضرورت نہیں۔

اعادة الصلوٰة بعد ذهاب وقتها مع الجماعه

نماز کا وقت ختم ہونے کے بعد اس کو جماعت کے ساتھ لوٹانے کا بیان

اخبرنا محمد بن عبدالاعلی ومحمد بن ابراهيم بن صدران واللفظ له عن خالد بن الحارث حدثنا شعبة عن بديل قال سمعت ابا العالية يحدث عن عبدالله بن الصامت عن ابی ذر قال قال لی رسول الله صلی الله عليه وسلم وضرب فخذی كيف انت اذا بقيت فی قوم يوخرون الصلوٰة عن وقتها قال ماتأمر قال صل الصلوٰة لوقتها ثم اذهب لحاجتک فان اقيمت الصلوٰة وانت فی المسجد فصل.

حضرت ابوذر ؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میری ران پر ہاتھ مار کر مجھ سے فرمایا تیرا کیا حال ہوگا جبکہ تجھے ایسی قوم کے ساتھ رہنے کا اتفاق پڑ جائے جو نماز کو اس کے وقت سے تاخیر کریں گے ابوذر ؓ نے عرض کیا آپ کیا فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا نماز کو اس کے وقت مستحب پر پڑھ لیا کرو پھر اپنے کام میں مشغول ہو جاؤ پھر اگر جماعت کے ساتھ نماز ہو رہی ہو اور تم مسجد میں ہو تو جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لو۔

تشریح: اس حدیث میں جن امراء بد دین کے متعلق خبر دی تھی وہ بنی امیہ کے اقتدار کے زمانہ میں واقع ہوئی کسی واقعہ کی قبل از وقت اطلاع اور مستقبل میں حرف بحرف اس کا واقع ہونا آنحضرت ﷺ کا معجزہ تھا جس کی ان امراء کے عمل نے تصدیق کر دی کہ وہ نماز کا اہتمام نہیں کرتے تھے تاخیر سے پڑھتے تھے کس حد تک تاخیر کرتے تھے اس میں علماء کے اقوال مختلف ہیں امام نوویؒ نے کہا کہ تاخیر صلاۃ اس کے وقت مستحب سے کرتے تھے نہ کہ اس کے پورے وقت سے لہٰذا الفاظ حدیث "يؤخرون الصلاة عن وقتها" کو اسی پر حمل کرنا چاہئے مگر اس قول کو حافظ ابن حجرؒ نے غیر صحیح قرار دیا ان کا قول ہے کہ آثار صحابہ و تابعین شاہد ہیں کہ ان امراء بنی امیہ کی عادت تھی کہ وہ نماز کو اس کے پورے وقت سے ٹال کر پڑھتے تھے جیسے عطاء وابو نعیم اور ابن عمر وغیرہم کے آثار فتح الباری میں نقل کئے ہیں اور وہاں سے فتح الملہم میں نقل کئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حجاج اور

اس کے امیر ولید وغیرہما نماز کو اس کے وقت جواز سے ٹال کر پڑھتے تھے لہٰذا اس حدیث باب میں تاخیر صلاۃ وقت جواز سے تاخیر پر محمول ہے۔

امام نسائیؒ نے بھی حدیث کو اسی پر حمل کیا ہے چنانچہ علامہ سندھیؒ نے حاشیہ میں اس کی تصریح کی ہے بہرحال ایسے نازک وقت میں جبکہ حکام نماز کو اس کے وقت سے تاخیر کردیں لوگوں کو کیا کرنا چاہئے کیا ان کے ساتھ نماز پڑھنے کا انتظار کریں یا جماعت کو چھوڑ دیں اور نماز کو اس کے اول وقت میں ادا کریں اسی کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''**صل الصلوٰة لوقتها الحديث**'' ابوذر (رضی اللہ عنہ) ایسی حالت میں تم نماز کو اس کے وقت مستحب پر اکیلے پڑھ لیا کرو اس کے بعد اگر جماعت کھڑی ہوگئی ہو اور اس وقت تم مسجد میں ہو تو جماعت کے ساتھ بھی پڑھ لیا کرو۔

ملاعلی قاریؒ نے لکھا ہے کہ یہ حکم ہمارے نزدیک بلکہ بعض شافعیہ کے یہاں بھی ظہر اور عشاء میں ہے اس لئے کہ فجر اور عصر کے بعد نوافل مکروہ ہیں اور مغرب کی تین رکعت ہوتی ہیں اور نفل تین رکعت کی شریعت سے ثابت نہیں اور تین رکعت کے ساتھ ایک اور رکعت ملا کر چار کر لینے میں امام کی مخالفت ہے جو درست نہیں امراء جائر سے متعلق اس حدیث میں جو حکم بیان کیا گیا ہے وہ ظاہر حدیث سے عام معلوم ہوتا ہے لیکن ضرورت کی وجہ سے کراہیت دور ہو جائے گی کیوں کہ ان امراء کے ساتھ نماز نہ پڑھنے میں فتنہ کھڑا ہوتا اور کراہت کا مرتکب ہونا فتنہ اٹھانے سے آسان ہے ایسی ضرورت میں مکروہات مباح ہو جاتے ہیں ضابطہ ہے'' الضرورة تبيح المحظورات ''۔(مرقات: ۲/۱۳۴)

سقوط الصلوٰة عمن صلى مع الامام فى المسجد جماعة

جس نے امام کے ساتھ مسجد میں جماعت سے نماز پڑھی اس سے نماز ساقط ہونے کا بیان

اخبرنا ابراهيم بن محمد التيمى حدثنا يحيىٰ بن سعيد عن حسين المعلم عن عمرو بن شعيب عن سليمان مولى ميمونة قال رأيت ابن عمر جالسا على البلاط والناس يصلون قلت يا ابا عبدالرحمن ما لك لاتصلى قال انى قد صليت انى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا تعاد الصلوٰة فى يوم مرتين.

سلیمان مولی میمونہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ بلاط میں بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ نماز پڑھ رہے تھے میں نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن کیا تم لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے انہوں نے کہا میں نماز پڑھ چکا ہوں بیشک میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے نہ لوٹائی جائے نماز ایک دن میں یعنی ایک وقت میں دوبار۔

تشریح: بلاط ایک قسم کا پتھر ہے جس سے زمین کی فرش بندی کی جاتی ہے پھر بطور مجاز اسی مکان کو بلاط کہا جانے لگا جو مسجد نبوی اور بازار کے درمیان ایک مشہور جگہ ہے۔(قاله الطيبيؒ)

اس ترجمہ سے امام نسائیؒ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ جو شخص امام کے ساتھ نماز پڑھ چکا ہو پھر دوبارہ نہیں پڑھنی چاہئے اس پر

سلیمان کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ کچھ لوگ بلاط میں نماز پڑھ رہے تھے نہ کہ مسجد میں اور ابن عمر ﷛ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھ چکے تھے اس لئے اس کا اعادہ نہیں کیا یعنی لوگوں کے ساتھ دوبارہ نہیں پڑھی کیوں کہ ایسی صورت میں اعادہ ارشاد نبوی ﷺ کے خلاف ہے چنانچہ انہوں نے ارشاد نبوی ﷺ کے حوالہ سے فرمایا ''لاتعاد الصلوٰۃ فی یوم مرتین'' اور ابوداؤد میں ہے ''لاتصلوا صلاۃ فی یوم مرتین'' یعنی ایک ہی نماز کو بطریق فرضیت ایک ہی وقت میں جماعت سے یا غیر جماعت سے دوبارہ مت پڑھو البتہ اگر پہلی نماز میں نقصان واقع ہو تو اس کے اعادہ میں کوئی حرج نہیں۔

بہرحال اس توجیہ مذکور سے ماقبل کی حدیثوں، اور اس حدیث میں مطابقت ہو جاتی ہے ماقبل کی حدیث جو دوبارہ پڑھنے پر دلالت کرتی ہے اس شخص کے حق میں ہے جس نے تنہا نماز پڑھی ہو اور یہ حدیث اس کے حق میں ہے جو امام کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھ چکا ہو۔

قاضی شوکانیؒ نے کہا کہ صیدلانی اور غزالی اور صاحب مرشد کا قول ہے کہ جو شخص جماعت سے نماز پڑھ چکا ہو پھر اس نے جماعت پالی تو وہ لوگوں کے ساتھ دوبارہ نماز نہ پڑھے کیوں کہ اعادہ فضیلت جماعت حاصل کرنے کی غرض سے ہے وہ حاصل ہو چکی ہے انہوں نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے اور استذکار میں لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل اور اسحٰق راہویہ رحمہما اللہ اس پر متفق ہیں کہ ارشاد مبارکہ ''لاتصلوا صلاۃ فی یوم مرتین'' کا مطلب یہ ہے کہ فرض نماز پڑھنے کے بعد دوبارہ بنیت فرض پڑھے اسی کی ممانعت اس ارشاد میں فرمائی لیکن حضور اکرم ﷺ کے امر کی اقتداء میں جس نے بنیت نفل دوسری نماز جماعت سے پڑھی تو اس کو ایک وقت میں دو مرتبہ اعادۂ صلاۃ نہیں کہا جا سکتا کیوں کہ پہلی نماز فریضہ ہے اور دوسری نافلہ ہے اس لئے اعادہ کا بطریق فرضیت تحقق نہیں ہوا۔ (بذل المجھود : ۱/۳۲۵)

السعی الی الصلوٰۃ

نماز کے لئے دوڑنا

اخبرنا عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمن حدثنا سفیان حدثنا الزھری عن سعید عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتیتم الصلوٰۃ فلاتأتوھا وانتم تسعون واتوھا تمشون وعلیکم السکینۃ فما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاقضوا.

حضرت ابوہریرہ ﷛ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم نماز کو آؤ تو دوڑتے ہوئے مت آؤ سکون اور وقار سے چلتے ہوئے آؤ پس جو امام کے ساتھ پاؤ اس کو ادا کرو اور جو فوت ہو گیا اس کو پورا کرو یعنی امام کے فارغ ہونے کے بعد اٹھ کر بقیہ نماز کو ادا کرو۔

تشریح :اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے نماز کی طرف سعی کرنے سے جو منع فرمایا ہے اس سے مراد ہے دوڑنا

تو مطلب ارشاد مبارکہ کا یہ ہوا کہ جب تم نماز کی غرض سے نکلو مسجد میں دوڑتے ہوئے مت آؤ اس سے مصلی کا دل پراگندہ ہوتا ہے اور اطمینان زائل ہوجاتا ہے بلکہ سکون اور باوقار طریقہ سے چل کر آؤ تو پہلی صورت مکروہ ہے اور دوسری صورت یعنی ''وأتوھاتمشون علیکم السکینة '' محمود ہے لفظ مشی گو سعی کو بھی شامل ہے لیکن ''وعلیکم السکینة '' کے ساتھ مقید کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد وقار اور اطمینان سے چل کر مسجد کی طرف جانا غرض کہ جب نماز کے لئے نکلے تو اپنے قدموں سے لپکنے کی ممانعت حدیث سے معلوم ہوئی سکون واطمینان سے مسجد کی طرف جانے کا حکم ہے۔

الاسراع الی الصلوٰة من غیر سعی

بدون دوڑنے کے نماز کے لئے جلدی چلنا جائز ہے

اخبرنا عمروبن سواد بن الاسود بن عمرو اخبرنا ابن ابی وھب حدثنا ابن جریج عن منبوذ عن الفضل بن عبیداللہ عن ابی رافع قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی العصر ذھب الی بنی عبدالاشھل فیتحدث عندھم حتی ینحدر للمغرب قال ابورافع فبینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسرع الی المغرب مررنا بالبقیع فقال اف لک اف لک قال فکبرذلک فی ذرعی فاستاخرت وظننت انہ یریدنی فقال مالک امش فقلت احدث حدث قال ماذاک قلت افف بی قال لاولکن ھذا فلان بعثتہ ساعیا علی بنی فلان فغل نمرة فدرع الأن مثلھا من نار.

اخبرنا ھارون بن عبداللہ قال حدثنا معاویة بن عمروقال حدثنا ابواسحق عن ابن جریج قال اخبرنی منبوذ رجل من اٰل ابی رافع عن الفضل بن عبیداللہ بن ابی رافع عن ابی رافع نحوہ.

ابورافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز سے فارغ ہوتے تو بنی عبدالاشہل کی طرف تشریف لے جاتے اوران کے ساتھ بات چیت کرتے پھر نماز مغرب کے لئے اترتے ابورافع کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کے لئے جلدی چل رہے تھے ہم بقیع سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افسوس تیرے لئے افسوس تیرے لئے ابورافع کہتے ہیں یہ بات مجھ پر گراں ہوئی (کیوں کہ انہوں نے سمجھا اس کلمہ کا مخاطب میں ہوں) پس میں پیچھے ہٹ گیا اور میں نے خیال کیا کہ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات مجھ سے فرمائی حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے کیا ہوگیا چلو میں نے کہا کیا مجھ سے کوئی واقعہ سرزد ہوا۔ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا بات ہے میں نے عرض کیا کہ میرے حق میں اف لک اف لک فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں دراصل بات یہ ہے کہ میں نے فلاں شخص کو بنی فلاں پر عامل بنا کر بھیجا تھا اس نے ایک دھاری دار چادر خیانت کی اس کے بدلہ میں مثل اس کے اس کو آگ کا کرتا پہنایا گیا ہے (معلوم ہوا کہ خطاب عامل سے کیا تھا اس کی موت کے بعد جب حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر سے گزرے تو اس کی صورت خیال میں دکھائی دی اسی وقت اس سے خطاب کر کے کلمہ مذکورہ فرمایا یا یہ کہ شاید اسی وقت

قبر کھل گئی ہو اور حضور ﷺ نے اس کا حال دیکھا اور اس سے یہی خطاب فرمایا)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

امام نسائیؒ نے ترجمہ میں اشارہ کر دیا کہ حدیث میں جو یسرع الی المغرب آیا ہے اس میں اسراع مادون السعی پر محمول ہے جس سے معلوم ہوا کہ اگر وقار کے ساتھ نماز کے لئے مسجد کی طرف جلدی چلے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

(حاشية النسائی : ۱/۱۳۸)

التهجير الى الصلوٰة

نماز کے لئے سویرے جانے کی فضیلت

اخبرنا احمد بن محمد بن المغيرة حدثنا عثمان عن شعيب عن الزهری قال اخبرنی ابوسلمة بن عبدالرحمن و ابوعبدالله الاغران اباهريرة حدثهما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال انما مثل المهجر الى الصلوٰة كمثل الذی يهدی البدنة ثم الذی على اثره كالذی يهدی البقرة ثم الذی على اثره كالذی يهدی الكبش ثم الذی على اثره كالذی يهدی الدجاجة ثم الذی على اثره كالذی يهدی البيضة.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص سب سے پہلے اول وقت نماز کے لئے آتا ہے اس کو اتنا ثواب ملتا ہے جتنا اللہ کے واسطے اونٹ صدقہ کرنے والے کو ملتا ہے جو شخص اس کے بعد آتا ہے اس کو اس قدر ثواب ملتا ہے جتنا گائے صدقہ کرنے والے کو ملتا ہے پھر جو اس کے بعد آتا ہے اس کو اس قدر ثواب ملتا ہے جتنا دنبہ صدقہ کرنے والے کو ملتا ہے پھر اس کے بعد جو آتا ہے اس کو اتنا ثواب ملتا ہے جتنا مرغی صدقہ کرنے والے کو ملتا ہے پھر اس کے بعد جو آتا ہے اس کو اتنا ثواب ملتا ہے جتنا انڈے صدقہ کرنے والے کو ملتا ہے۔

بعض لوگوں نے ''كمثل الذی يهدی البدنة'' کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ نماز کے لئے سب سے پہلے جلدی جانے والے کو اس شخص کے برابر ثواب ملتا ہے جو مکہ میں اونٹ قربانی کے لئے بھیجتا ہے لیکن یہ ترجمہ بنظر لفظ دجاجۃ اور بیضہ کے مناسب نہیں کیوں کہ ان دونوں کو مکہ میں قربانی کے لئے بھیجنا درست نہیں بلکہ ان دونوں کی قربانی ہو ہی نہیں سکتی۔ **(قاله علامة السندهیؒ)**

مايكره من الصلوٰة عند الاقامة

اقامت کے وقت نماز مکروہ ہے

اخبرنا سويد بن نصر قال انبانا عبدالله بن المبارک عن زكريا قال حدثنی عمرو بن دينار قال سمعت عطاء بن يسار يحدث عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اقيمت الصلاة فلا صلاة الا المكتوبة.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب نماز کھڑی ہو جائے یعنی فرضوں کی تکبیر ہو رہی ہو تو سوائے فرض کے کوئی نماز نہیں۔

اخبرنا احمد بن عبداللہ بن الحکم ومحمد بن بشار قالا حدثنا محمد عن شعبة عن ورقاء بن عمر عن عمرو بن دینار عن عطاء بن یسار عن ابی ہریرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا اقیمت الصلاة فلاصلاة الا المکتوبة.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ سے آپ ﷺ نے فرمایا جب نماز کے لئے تکبیر کہی جائے تو کوئی نماز نہیں سوائے فرض کے۔

اخبرنا قتیبة قال حدثنا ابوعوانة عن سعد بن ابراهیم عن حفص بن عاصم عن ابن بحینة قال اقیمت صلاة الصبح فرأى رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلا یصلی والمؤذن یقیم فقال اتصلی الصبح اربعاً.

ابن بحینہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نماز صبح کی اقامت شروع کی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جبکہ مؤذن اقامت کہہ رہا تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا کیا تو صبح کی چار رکعتیں پڑھ رہا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب نماز کی اقامت کہی جائے اور جماعت کھڑی ہو جائے تو سوائے فرض نماز کے جس کے لئے اقامت کہی گئی اور نماز جائز نہیں لیکن نفی صلاۃ سے نفی عام مراد نہیں کہ کسی بھی مکان میں جائز نہ ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ مسجد میں یا صف کے قریب جائز نہیں لیکن اگر خارج مسجد میں یا مسجد کے پاس کسی مکان میں نماز پڑھے جائز ہوگی۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کی آڑ میں نماز پڑھے تو نماز جائز ہوگی۔ تیسری بات یہ ہے کہ نفی صلاۃ سے یا بالکل نفی مراد ہوگی یعنی نماز جائز ہی نہ ہوگی اہل ظاہر اسی کے قائل ہیں یا نفی کمال مراد ہوگی یہی جمہور کا قول ہے۔

قاضی شوکانیؒ نے کہا کہ اہل ظاہر اس مسئلہ میں حد سے تجاوز کر گئے ان کا قول یہ ہے کہ اگر کسی نے سنت فجر کی یا اس کے علاوہ نوافل کی نیت باندھی اور نماز پوری پڑھ لی سوائے سلام کے اس کے ذمہ کچھ باقی نہیں رہا پھر جماعت کھڑی ہوگئی تو دونوں رکعتیں باطل ہوگئیں اب سلام پھیرنے سے اس کے لئے کوئی فائدہ نہیں بلکہ فرض نماز میں شامل ہو جائے فرض کو پورا کرنے کے بعد اگر چاہے تو ان دونوں رکعتوں کو پڑھ لیا کرے قاضی شوکانی کہتے ہیں کہ اس صورت میں جبکہ سوائے سلام کے اس کے ذمہ کچھ باقی نہ رہا تو پھر اہل ظاہر نے اس کی سنت کو کیوں کر باطل کہہ دیا کاش کہ مجھے علم ہوتا کہ سلام پھیرنے میں کون سی مدت طویلہ کی ضرورت ہے جس کی وجہ سے رکعت فوت ہونے کا اندیشہ ہو حالانکہ اس صورت میں اس کی سنت فجر سب کے نزدیک جائز ہے ان کا یہ قول طریق اعتدال سے خارج ہے اہل ظاہر کے قول سمیت علامہ شوکانی کے حوالہ سے بذل المجہود: ۲/۲۶۳ پر نو اقوال نقل کئے ہیں جو چاہے وہاں دیکھ لے بطور اختصار کچھ اقوال نقل کر رہے ہیں کہ فجر کے علاوہ چاروں نمازوں میں سب کا اتفاق ہے کہ جماعت شروع ہونے کے بعد سنت پڑھنا جائز نہیں امام کی موافقت کرنی چاہئے البتہ سنت فجر کے بارے میں اختلاف ہے امام

شافعی اور احمد اور اسحاق وغیرہم کہتے ہیں کہ فجر میں بھی یہی حکم ہے کہ فرض کی اقامت کے بعد سنت میں مشغول ہونا جائز نہیں ہے، انہوں نے حدیث باب کے عموم سے اپنے قول پر استدلال کیا ہے امام مالکؒ داخل مسجد اور خارج مسجد میں فرق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب مصلی مسجد میں داخل ہوا اور جماعت کھڑی ہوگئی تو فجر کی دو رکعت سنت نہ پڑھے امام کے ساتھ نماز میں داخل ہو جائے اور اگر مسجد میں داخل نہیں ہوا اس صورت میں امام کے ساتھ پہلی رکعت فوت ہونے کا اندیشہ نہ تو خارج مسجد میں سنت فجر پڑھ لے اور اگر پہلی رکعت فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو امام کے ساتھ شامل ہو جائے پھر آفتاب نکلنے کے بعد سنت پڑھے۔

امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب داخل مسجد اور خارج مسجد کے فرق میں امام مالک کی موافقت کی ہے مگر اس مقدار میں جس کے سبب سے جماعت کی فضیلت فوت ہو جاتی ہے کچھ اختلاف ہے کہ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں اگر دونوں رکعتوں کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو امام کے ساتھ نماز میں داخل ہو جائے اور اگر غالب گمان ہو امام کے ساتھ صبح کی ایک رکعت مل جائے گی تو خارج مسجد میں سنت پڑھ لے پھر امام کے ساتھ شامل ہو جائے۔

حنفی اور مالکی حضرات اس حدیث کے متعلق کہتے ہیں کہ ''فلا صلاۃ الخ'' میں نفی کو اپنے عموم پر حمل کرنا درست نہیں ہے ، کیوں کہ اگر مؤذن اقامت شروع کر دے تو کیا ہر مسجد یا روئے زمین پر کسی بھی جگہ میں نماز ممنوع ہو جائے گی ظاہر ہے کہ ہرگز یہ مطلب نہیں اور چونکہ ظاہر اطلاق پر حمل کرنے کی صورت میں اشکال سے خالی نہیں اس لئے حدیث میں کوئی نہ کوئی قید لگانی پڑے گی تا کہ داخل مسجد میں فجر کی سنتوں کے پڑھنے اور خارج مسجد میں پڑھنے کے حکم میں فرق واضح ہو جائے اب کیا قید مناسب ہے تو اس بارے میں حنفیہ اور مالکیہ رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ حدیث باب کے حکم کو داخل مسجد کی حد تک محدود رکھنا پڑے گا، اب مراد حدیث کی تعین ہوگئی کہ جس مسجد میں اقامت ہوگئی اور جماعت کھڑی ہوگئی وہاں سنت فجر سے منع کیا گیا ہے اس کی تائید حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہوتی ہے اس کو علامہ عینیؒ نے بحوالہ صحیح ابن خزیمہ شرح بخاری میں نقل کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اس وقت نماز کی اقامت کہی گئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دیکھا کہ جلدی سے دو رکعت پڑھ رہے ہیں اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''**اصلاتان معا**'' کیا ایک ساتھ دو نمازیں ہیں ''**فنھی ان تصلیا فی المسجد اذا اقیمت الصلاۃ**'' یہاں فی المسجد کی قید لگی ہوئی ہے جب تک اس کے خلاف نہ دکھلایا جائے نقل عینی معتبر ہے۔

نیز ابن عمر رضی اللہ عنہ اگر کسی کو مسجد کے اندر سنت فجر پڑھتے ہوئے دیکھتے اقامت شروع ہونے کے بعد تو اس کو کنکریاں مارتے حالانکہ صحیح روایت میں ان کا یہ عمل منقول ہے کہ جب وہ مسجد کی طرف متوجہ ہوتے اور اقامت سنتے تو دو رکعت سنت فجر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پڑھتے پھر مسجد میں داخل ہوتے اور جماعت میں شامل ہو جاتے۔ **(کذا فی الفتح)**

اس سے معلوم ہوا کہ حنفیہ اور مالکیہ کا قول بے اصل نہیں اس کے علاوہ امام طحاویؒ اور ابن ابی شیبہؒ وغیرہما نے بہت سے آثار صحابہ و تابعین نقل کئے ہیں ان میں سے اکثر خارج مسجد سنت فجر کی دو رکعت کے جواز پر دلالت کرتے ہیں نیز حدیث باب کا ایک اور جواب یہ بھی دیا جا سکتا ہے کہ کبھی کسی فعل کی نفی یا اس سے نہی کی جاتی ہے لیکن اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس کے اسباب

سے روک دیا جائے تو یہاں حدیث باب میں ''فلا صلاۃ'' کا ارشاد اقامت کے وقت فعل غیر مکتوبہ سے منع کے لئے نہیں بلکہ مقصود ایسے اسباب میں مشغول ہونے سے روک دینا ہے جو فرض کی اقامت کے وقت سوائے فرض کے فعل غیر فرض کی نوبت تک پہنچانے والے ہوں۔

اب رہا یہ سوال اگر ایسی نوبت ہو جائے تو کیا کرے حدیث باب اس سے ساکت ہے اس کا حکم دوسرے آثار و قرائن سے معلوم کیا جائے گا تو حدیث باب سے اس بات پر تنبیہ و ترغیب مقصود ہے کہ فرض کی اقامت سے پہلے جلدی سے جلدی سنتیں پڑھ کر فرض کے لئے فارغ ہو جائے اسی غرض کی طرف وہ حدیث اشارہ کر رہی ہے جس کو طبرانی نے الکبیر میں سند جید کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ ﷺ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص کو فجر کی دو رکعت سنت پڑھتے دیکھا جبکہ مؤذن نے اقامت شروع کی تو حضور ﷺ نے ان کے مونڈھے کو ٹھونکر فرمایا ''الا کان ھذا قبل ھذا'' کہ سنت فجر تکبیر شروع ہونے سے پہلے کیوں نہیں پڑھی اب پڑھ رہے ہو اور یہی مفہوم حدیث کا جو ہم نے بیان کیا ہے اور جس پر حدیث کو حمل کیا ہے اس کی نظیر موجود ہے چنانچہ قاضی عیاضؒ نے حضرت ابن مسعود ﷺ کی حدیث ''بئس مالا حدان یقول نسیت آیۃ کیت و کیت بل نسی'' کے تحت فرمایا کہ اس حدیث کی بہتر تاویل و توجیہ یہ ہے کہ اس میں اس قول کے استعمال کی مذمت نہیں فرمائی بلکہ قاری کے حال کی مذمت کی کہ قرآن کی خبر گیری نہیں کی بوجہ غفلت اور بے پروائی کے اس حد تک نوبت آگئی کہ قرآن بھول گیا اسی طرح سے حافظ ابن حجرؒ نے بعض تراجم بخاری کی شرح میں فرمایا کہ ''نسیت آیۃ کذا و کذا'' کہنے سے ممانعت کا مقصد اس لفظ کے استعمال سے منع کرنا نہیں بلکہ مقصد ان اسباب کے اختیار کرنے سے منع کرنا ہے جو مفضی الی النسیان ہوں حتی کہ اس لفظ مذکور کے استعمال کی نوبت آجائے تو ایسا ہی اس حدیث باب میں سمجھ لیں کہ شارع ﷺ کا مقصود ''فلا صلاۃ'' سے نفی صلاۃ نہیں بلکہ ایسے اسباب سے منع کیا گیا ہے جن سے یہ نوبت پہنچے کہ اقامت کے وقت سنتیں پڑھنے لگے اس وقت تو مکتوبہ ہی پڑھنا چاہئے یہ توجیہہ مذکور امام طحاویؒ نے کی ہے جو نہایت لطیف ہے اور محاورات کے عین موافق ہے۔

(فتح الملھم: ۲/۲۷۱، ۲۷۲)

یاد رہے کہ یہ تفصیل مذکور فجر کی سنت کے بارہ میں ہے نہ کہ سنت ظہر کے بارہ میں ظہر کی چار رکعت سنت دونوں حالتوں میں خواہ امید ہو کہ رکعات ملیں گی یا نہ ہو بہر حال چھوڑ دے اور جماعت میں شامل ہو جائے کیوں کہ چار رکعت کا ادا کرنا فرض کے بعد وقت کے اندر ممکن ہے یہی صحیح ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ (ھدایہ)

فیمن یصلی رکعتی الفجر والامام فی الصلاۃ

اس شخص کی نماز کا کیا حکم ہے جو فجر کی دو رکعت سنت ادا کرے جبکہ امام فرض پڑھ رہا ہو

اخبرنا یحییٰ بن حبیب بن عربی قال حدثنا حماد قال حدثنا عاصم عن عبداللہ بن سرجس قال

جاء رجل ورسول الله صلی اللہ علیه وسلم فی صلاة الصبح فرکع الرکعتین ثم دخل فلما قضی رسول الله صلی اللہ علیه وسلم صلاته قال یا فلان ایهما صلاتک التی صلیت معنا او التی صلیت لنفسک.

حضرت عبداللہ بن سرجس ﷺ کہتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا جبکہ رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز میں تھے اس شخص نے دو رکعتیں پڑھیں پھر نماز میں شامل ہوگیا جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے فرمایا اے فلانے تو نے کس کو فرض شمار کیا اپنی اس نماز کو جو تو نے ہمارے ساتھ پڑھی یا اپنی تنہا نماز کو۔

تشریح: ''ایهما صلاتک'' اے فلاں تو نے کس کو فرض شمار کیا سے مقصود اس شخص کے فعل پر زجر اور انکار ہے کہ جس نماز کے قصد سے تم مسجد میں آئے ہو اگر وہ نماز یہی فرض ہے تو کیا کوئی عقلمند شخص جب اپنے مقصود کو پالے وہ اپنے مقصود پر غیر مقصود کو مقدم کرسکتا ہے اگر وہ نماز سنت ہے تو خلاف معقول ہے کیوں کہ سنت ادا کرنے کے لئے مسجد سے گھر بہتر ہے مگر متاخرین فقہاء نے اس میں توسیع کی ہے کہ داخل مسجد میں بھی کسی گوشہ میں سنت فجر پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور اس کو بعض علماء نے امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب کردیا مگر واضح رہے کہ یہ آپ کا اصل مذہب نہیں بلکہ اصحاب کی تخریجات میں سے ہے آپ کا اصل مذہب وہی ہے جو عنوان سابق کے تحت گزر چکا ہے کہ سنت فجر کی ادائیگی میں دو شرطیں ہیں ایک تو یہ کہ فرض کی ایک رکعت مل جائے دوم یہ کہ خارج مسجد میں ادا کرے۔

المنفرد خلف الصف

صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھنے والے کا بیان

اخبرنا عبدالله بن محمد بن عبدالرحمن قال حدثنا سفیان قال حدثنی اسحق بن عبدالله قال سمعت انسا رضی الله عنه قال اتانا رسول الله صلی الله علیه وسلم فی بیتنا فصلیت انا ویتیم لنا خلفه وصلت ام سُلیم خلفنا.

اسحاق بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے انس ﷺ سے سنا انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے پس میں اور ہمارے یتیم نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی اور ام سلیم نے ہمارے پیچھے نماز پڑھی۔

اخبرنا قتیبة قال حدثنا نوح یعنی ابن قیس عن ابن مالک وهو عمرو عن ابی الجوزاء عن ابن عباس قال کانت امرأة تصلی خلف رسول الله صلی الله علیه وسلم حسناء من احسن الناس قال فکان بعض القوم یتقدم فی الصف الأول لئلا یراها ویستأخر بعضهم حتی یکون فی الصف المؤخر فاذا رکع نظر من تحت ابطه فانزل الله عزوجل ولقد علمنا المستقدمین منکم ولقد علمنا المستأخرین.

حضرت ابن عباس ﷺ کہتے ہیں کہ ایک عورت جو بہت خوبصورت تھی رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتی ابن

عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کچھ لوگ پہلی صف کی طرف بڑھتے تا کہ اس عورت پر نظر نہ پڑے اور کچھ لوگ پیچھے کی طرف ہٹتے یہاں تک کہ پچھلی صف میں کھڑے ہوتے جب رکوع کرتے تو اپنی بغل کے نیچے سے اس عورت پر نظر ڈالتے اسی کے متعلق اللہ عزوجل نے یہ کلام نازل فرمایا" ولقد علمنا المستقدمين منكم ولقد علمنا المستأخرين "اور ہم جانتے ہیں تم میں سے آگے بڑھنے والوں کو بھی اور ہم جانتے ہیں پچھلی صف کی طرف ہٹنے والوں کو بھی۔

علامہ سندھیؒ نے کہا کہ پچھلی صف کی طرف ہٹنے والے شاید منافقین ہوں یا جاہل بدو لوگ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اور حدیث ثانی کی دلالت ان بعض لوگوں کے اکیلے پیچھے کھڑے ہونے پر غیر ظاہر ہے لہٰذا اس حدیث کا ترجمہ سے کوئی ربط نہیں۔

الركوع دون الصف

صف میں پہنچنے سے پہلے رکوع کرنا

اخبرنا حميد بن مسعدة عن يزيد بن زريع قال حدثنا سعيد عن زياد الاعلم قال حدثنا الحسن ان ابابكرة حدثه انه دخل المسجد والنبي صلى الله عليه وسلم راكع فركع دون الصف فقال النبي صلى الله عليه وسلم زادك الله حرصاً ولا تعد.

زیاد اعلم کہتے ہیں کہ ہم سے حسن بصری نے حدیث بیان کی اور ان سے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ میں مسجد میں داخل ہوا اس وقت نبی کریم ﷺ رکوع میں تھے پس میں نے صف کے پیچھے رکوع کیا (اور اسی حالت میں صف میں شامل ہو گیا) نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ عبادت پر تیری حرص کو بڑھادے اور آئندہ دوبارہ ایسا فعل مت کر۔

اخبرنا محمد بن عبدالله بن المبارك قال حدثني ابو اسامة قال حدثني الوليد بن كثير عن سعيد بن ابي سعيد عن ابيه عن ابي هريرة قال صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوما ثم انصرف فقال يا فلان الا تحسن صلاتك الا ينظر المصلي كيف يصلي لنفسه اني ابصر من ورائي كما ابصر بين يدي.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن نماز پڑھی پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک شخص سے مخاطب ہو کر فرمایا اے فلاں کیا تو اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا کیا نمازی دیکھتا نہیں کس طرح نماز پڑھتا ہے اپنے لئے بیشک میں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں جس طرح اپنے آگے سے دیکھتا ہوں۔

تشریح: پہلی حدیث کا راوی زیاد بن حسان زیاد اعلم سے مشہور تھے اعلم کے معنی ہیں پھٹے ہوئے ہونٹ والا ان کے اوپر کا ہونٹ پھٹا ہوا تھا اس لئے زیاد اعلم سے معروف تھے امام احمد اور ابن معین وغیرہما رحمہما اللہ تعالیٰ نے ان کی توثیق کی ہے

انہوں نے حسن بصریؒ کے واسطے سے حضرت ابوبکرة ﷛ کا واقعہ بیان کیا ہے ان کا اصل نام نفیع بن حارث ثقفی ہے جب وہ مسجد میں داخل ہوئے ابھی صف میں نہ پہنچے تھے صف کے پیچھے نیت باندھ کر رکوع میں شریک ہو گئے تا کہ رکعت ہاتھ سے نہ جائے پھر ایک دوقدم کے ساتھ صف کی طرف چلے اور صف میں شامل ہو گئے جب حضور اکرم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے آپ ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا گیا آپ ﷺ نے فرمایا ''زادک اللہ حرصا و لاتعد ''یعنی ان کے لئے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تیری حرص علی العبادۃ کو زیادہ کرے کیوں کہ تیرے اس فعل کا سبب عبادت کی حرص اور جماعت کی فضیلت حاصل کرنا ہے اور عبادت کی حرص مطلوب و محمود ہے لیکن آئندہ ایسا طریقہ اختیار نہ کرنا کیوں کہ کسی نیک کام کی حرص اور رغبت جب ہی محمود ہو سکتی ہے کہ وہ شریعت کے موافق ہو اور جو حرص علی العبادۃ طریقۂ مشروعہ کے خلاف ہو وہ مذموم ہے اسی لئے فرمایا ''و لاتعد ''کہ آئندہ اس طریقہ سے جو تم نے اختیار کیا ہے احتیاط کرنا۔

ظاہر یہی ہے کہ ''و لاتعد ''عود سے ہے تو مطلب یہ ہے کہ صف کے پیچھے رکوع کرنا پھر رکوع ہی کی حالت میں ایک دوقدم چل کر صف میں شامل ہونے کا عمل گو مفسد نماز نہیں لیکن اس سے احتراز اولیٰ ہے اس لئے دوبارہ ایسا طریقہ اختیار مت کرو بلکہ صف میں کھڑے ہو جاؤ پھر نیت باندھ کر رکوع میں شریک ہو جاؤ اس کی تائید طحاویؒ کی روایت سے ہوتی ہے انہوں نے حضرت ابوہریرہ ﷛ سے بطور مرفوع حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرمایا ''اذا اتا احدکم الصلاۃ فلایرکع دون الصف حتی یأخذ مکانہ من الصف ''کہ جب تم میں سے کوئی نماز کے لئے حاضر ہو جائے تو صف کے پیچھے رکوع نہ کرے یہاں تک کہ صف میں پہنچ جائے اور بعضوں نے کہا کہ لفظ ''لاتعد ''عین کے سکون اور دال کے پیش کے ساتھ عدو سے ہے جس کے معنی ہیں دوڑنا اس احتمال پر مطلب یہ ہوگا کہ تم نماز کے لئے دوڑتے ہوئے مت آؤ اس طور سے کہ بے اطمینانی کی کیفیت پیدا ہو جائے سکون سے آؤ اور صبر کرو یہاں تک کہ صف میں پہنچ جاؤ پھر نماز میں شامل ہو جاؤ مگر مقام کی مناسبت سے معنی اول زیادہ صحیح ہیں اور اسی کو حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے زیادہ راجح فرمایا چنانچہ وہ فرماتے ہیں ہم نے لاتعد کو تمام روایات میں تاء کے زبر اور عین کے پیش کے ساتھ عود سے ضبط کیا ہے۔

دوسری حدیث حضرت ابوہریرہ ﷛ سے مروی ہے کہ اس میں بھی غالباً اسی کا واقعہ ذکر ہے فرمایا ''الا تحسن صلاتک الحدیث ''اور ''انی ابصر من ورائی الخ ''کی تشریح ماقبل میں گزر چکی ہے۔

(بذل المجهود : ۱/۳۶۶ وحاشية النسائی : ۱/۱۳۹)

الصلاۃ بعد الظهر

بعد ظہر نماز کا بیان

اخبرنا قتيبة بن سعيد عن مالک عن نافع عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان

یصلی قبل الظهر رکعتین وبعدها رکعتین وکان یصلی بعد المغرب رکعتین فی بیته وبعد العشاء رکعتین وکان لایصلی بعد الجمعة حتی ینصرف فیصلی رکعتین.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ظہر سے پہلے دورکعت پڑھتے تھے اور اس کے بعد دورکعت پڑھتے اور مغرب کے بعد اپنے گھر میں دورکعت پڑھتے تھے اور عشاء کے بعد دورکعت پڑھتے اور جمعہ کے بعد نماز نہیں پڑھتے تھے یہاں تک کہ اپنے گھر میں تشریف لے جاتے پھر دورکعت پڑھتے۔

تشریح: علامہ سندھیؒ نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں قبل ظہر دورکعت کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں چار رکعت کا ذکر آیا ہے ان میں کوئی اختلاف نہیں کیوں کہ ممکن ہے آپ ﷺ کبھی دورکعت پڑھتے ہوں اور کبھی چار رکعت البتہ حدیث قولی تائید کرتی ہے چار والی حدیث کی اس لئے اس کو ترجیح دی جائے گی اور حدیث قولی یہ ہے کہ ''من ثابر علی اثنتی عشرة رکعة الخ'' جو شخص دن ورات میں بارہ رکعتیں ہمیشہ پڑھے اس کے لئے بہشت میں گھر بنایا جاتا ہے اسی حدیث میں ظہر کے پہلے چار رکعت کا ذکر آیا ہے اسی لئے ہمارے علماء چار رکعت کے قائل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۱۲۰/۲)

الصلاة قبل العصر وذکر اختلاف الناقلین عن ابی اسحق فی ذالک

عصر سے پہلے نماز اور اس میں ابواسحٰق سے نقل کرنے والوں میں اختلاف کا ذکر

اخبرنا اسماعیل بن مسعود قال حدثنا یزید بن زریع قال حدثنا شعبة عن ابی اسحق عن عاصم بن ضمرة قال سألنا علیا عن صلاة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال ایکم یطیق ذالک قلنا ان لم نطقه سمعنا قال کان اذا کانت الشمس من ههنا کهیأتها من ههنا عند العصر صلی رکعتین فاذا کانت من ههنا کهیأتها من ههنا عند الظهر صلی اربعاویصلی قبل الظهر اربعاً وبعدها ثنتین ویصلی قبل العصر اربعاً ویفصل بین کل رکعتین بتسلیم علی الملائکة المقربین والنبیین ومن تبعهم من المؤمنین والمسلمین.

عاصم بن ضمرۃ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی نماز کے متعلق دریافت کیا علی رضی اللہ عنہ نے کہا تم میں سے کون اس کی طاقت رکھتا ہے ہم نے کہا اگر چہ ہم اس کی طاقت نہیں رکھتے پھر بھی سننا چاہتے ہیں علی رضی اللہ عنہ نے کہا جب آفتاب مشرق کی جانب اتنا اونچا ہوتا ہے جیسے عصر کے وقت مغرب کی جانب ہوتا ہے تو حضور اکرم ﷺ دورکعت پڑھتے اور جب آفتاب مشرق کی جانب ایسا ہوتا ہے جیسے ظہر کے وقت مغرب کی جانب ہوتا ہے تو چار رکعت پڑھتے اور ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھتے اور اس کے بعد دورکعت پڑھتے اور عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے ہر دورکعت کے درمیان فرق کرتے سلام کرنے کے ساتھ مقربین فرشتوں پر اور انبیاء پر اور ایمان والوں اور مسلمانوں میں سے جو ان

کے تابع ہیں ان پر۔

اخبرنا محمد بن المثنی قال حدثنا محمد بن عبدالرحمن قال حدثنا حصین بن عبدالرحمن عن ابی اسحاق عن عاصم بن ضمرة قال سألت علی بن ابی طالب عن صلاة رسول الله صلی الله علیه وسلم فی النهار قبل المکتوبة قال من یطیق ذالک ثم اخبرنا قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی حین تزیغ الشمس رکعتین وقبل نصف النهار أربع رکعات یجعل التسلیم فی أخره.

عاصم بن ضمرہ۔سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی اس نماز کے متعلق پوچھا جوآپ ﷺ دن میں مکتوبہ سے پہلے پڑھتے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کون اس کی طاقت رکھتا ہے پھر ہمیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ دورکعت پڑھتے تھے جبکہ آفتاب بلند ہوتا اور نصف نہار سے پہلے چار رکعت پڑھتے اوران رکعتوں کے آخر میں سلام پھیرتے۔

تشریح:علامہ سندھیؒ نے لکھاہے کہ"اذا کانت الشمس من ھھنا الخ"سے مراد چاشت کاوقت ہے یعنی چاشت کے وقت دورکعت نبی کریم ﷺ پڑھتے تھےاورزوال آفتاب سے کچھ پہلے چاررکعت پڑھتے اس نماز کوصلاۃ الاوابین کہا جا تاہےاورتسلیم علی الملائکۃ کے ساتھ ہردورکعت کے درمیان فصل کرتے یعنی تشہد پڑھتے جیسا کہ امام ترمذیؒ نے اسحاق بن ابراہیم کے حوالہ سے نقل کیاہے کہ انہوں نے کہا کہ تسلیم علی الملائکۃ سے مرادتشہد ہےاس کوتسلیم سے اس لئےتعبیر کیا گیا ہے کہ اس میں"السلام

علینا وعلی عباد الله الصالحین"ہےاوریہی توجیہ ظاہر ہےاس کی تائید دوسری روایت کرتی ہےاس میں"یجعل التسلیم فی اخرہ"آیاہےاس کوتسلیم خروج پریعنی سلام کے ساتھ نماز سے فارغ ہونے پرحمل کیاجائے گا۔واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الافتتاح

باب العمل فی افتتاح الصلاة

افتتاح نماز کے طریقے کا بیان

اخبرنا عمرو بن منصور قال حدثنا علی بن عیاش قال حدثنا شعیب عن الزهری قال حدثنی سالم ح واخبرنی احمد بن محمد بن المغیرة قال حدثنا عثمان هو ابن سعید عن شعیب عن محمد وهو الزهری قال اخبرنی سالم بن عبدالله بن عمر عن ابن عمر قال رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا افتتح التکبیر فی الصلاة رفع یدیه حین یکبر حتی یجعلهما حذو منکبیه واذا کبر للرکوع فعل مثل ذالک ثم اذا قال سمع الله لمن حمده فعل مثل ذالک وقال ربنا ولک الحمد ولا یفعل ذلک حین یسجد ولا حین یرفع رأسه من السجود.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ ﷺ تکبیر کے ساتھ نماز شروع کرتے تو جس وقت تکبیر کہتے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں کے برابر اٹھاتے اور جب رکوع کے واسطے تکبیر کہتے تو اسی طرح کرتے پھر جب ''**سمع الله لمن حمده**'' کہتے تو اسی طرح کرتے اور کہتے ''**ربنا ولک الحمد**'' اور جب سجدہ کرتے تو دونوں ہاتھ کندھوں تک نہیں اٹھاتے اور نہ اس وقت اٹھاتے جب اپنا سر سجدہ سے اٹھاتے۔

اس حدیث میں تین مواضع رفع یدین کے بیان کئے ہیں ایک تکبیر تحریمہ کے وقت دوسرا رکوع کے وقت تیسرا رکوع سے سر اٹھانے کے وقت، تکبیر تحریمہ بالاتفاق فرض ہے اس وقت رفع یدین پر سب کا اجماع ہے سوائے اس کے ہاتھوں کا اٹھانا مختلف فیہ ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ امام شافعی اور امام احمد وغیرہما رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ رکوع میں جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین مستحب ہے اسی کے مطابق امام مالک ؒ سے بھی ایک روایت ہے امام شافعی ؒ کا اور ایک قول یہ ہے کہ جب تشہد اول سے کھڑا ہو تو رفع یدین مستحب ہے۔ (**قاله النووی ؒ**)

امام ابوحنیفہ ؒ اور آپ کے اصحاب اور اہل کوفہ کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ سوائے تکبیر تحریمہ کے دوسرے مواقع پر رفع یدین مستحب نہیں یہی امام مالک ؒ کی مشہور روایت ہے امام مالک کے شاگرد صاحب المدونہ ابن القاسم امام مالک ؒ سے یہی قول نقل کرتے ہیں اور ابن رشد مالکی ؒ نے بدایۃ المجتہد میں نقل کیا ہے کہ امام مالک ؒ نے اہل مدینہ کے عمل کی موافقت میں ترک رفع یدین کو ترجیح دی۔

امام ترمذی ؒ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ اور تابعین سے اکثر اہل علم کا قول ترک رفع یدین ہے یہاں یہ بات ذہن

میں رکھیں کہ حنفی اور شافعی کے درمیان رفع یدین اور عدم رفع یدین کے ساتھ جواز صلاۃ میں کوئی اختلاف نہیں چنانچہ اگر مصلی نے سوائے تکبیر افتتاح کے دوسرے مواقع پر رفع یدین نہیں کیا تو امام شافعیؒ اس کی نماز کو فاسد نہیں کہتے اور اگر کسی نے رکوع میں جاتے وقت بلکہ سجدہ کرتے وقت بھی دونوں ہاتھ اٹھائے تو امام ابوحنیفہؒ یہ نہیں کہتے ہیں کہ اس کی نماز فاسد ہوگئی بلکہ دونوں فریقوں کے درمیان اختلاف اولویت کا ہے آیا عدم رفع افضل ہے یا رفع یدین افضل ہے حنفی حضرات نے اول کو اختیار کیا اور شافعی حضرات نے ثانی کو اختیار کیا اور یہ اختلاف صرف رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین میں ہے امام شافعی وغیرہم کے مسلک کی بناء حدیث باب اور دیگر ان احادیث مرفوعہ پر ہے جو قبل رکوع اور بعد رکوع رفع یدین پر دلالت کرتی ہیں اور امام ابوحنیفہؒ وغیرہم کے قول کی بناء حضرت ابن مسعود و جابر بن سمرۃ و براء بن عازب وغیرہم رضی اللہ عنہم کی احادیث مرفوعہ پر ہے جن سے ترک رفع یدین ثابت ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مضمون یہ ہے کہ علقمہؒ کہتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہم سے کہا کیا میں تمہارے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی نماز جیسی نماز نہ پڑھوں پھر ہم کو نماز پڑھائی اور دونوں ہاتھ نہیں اٹھائے مگر اول ہی بار تکبیر تحریمہ میں اس کو امام ترمذی وابوداؤد اور نسائی رحمہم اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے اور ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن کہا یہ حدیث بتا رہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی نماز بغیر رفع یدین ہوتی تھی چونکہ یہ حدیث مخالفین کے مسلک کے خلاف ہے اس لئے انہوں نے اس پر چند اعتراضات کئے ہیں اول یہ کہ امام ترمذیؒ نے عبداللہ بن مبارک سے روایت کی انہوں نے کہا کہ حدیث ابن مسعود ثابت نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث دو مضمون کے ساتھ مروی ہے ایک میں ترک رفع یدین کو بیان کیا ہے جس کا مضمون ابھی اوپر گزرا ہے دوسری میں رفع قولی کا بیان ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ''**ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لایعود**''۔(**اخرجہ الطحاوی وغیرھم**)

اور ظاہر یہی ہے کہ عبداللہ بن مبارکؒ کا قول مذکور مضمون ثانی یعنی رفع قولی کے بارے میں ہے نہ کہ ترک رفع فعلی کے بارے میں جس کی دلیل یہ ہے کہ سنن نسائی میں آگے عنوان ''**ترک ذالک**'' کے تحت یہی ترک رفع فعلی والی حدیث جو ابھی اوپر نقل کی گئی ہے خود حضرت عبداللہ بن مبارک نے بروایت سفیان روایت کی ہے وہاں تو ابن مبارک نے یہ نہیں کہا ''**لم یثبت حدیث من لم یرفع ای حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنھم**'' جس سے ثابت ہوا کہ ابن مبارکؒ کا قول مذکور جو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے وہ رفع قولی سے متعلق ہے لہٰذا مخالفین کے لئے مناسب نہیں ان کے اس قول کو رفع فعلی والی روایت پر چسپاں کریں بصیرۃ وبصارۃ سے کام لینا چاہئے یہ جواب علامہ ظہیر احسن نیمویؒ نے اپنی کتاب آثار السنن میں دیا ہے اور اس کو فتح الملہم میں بھی نقل کیا ہے۔(۱۲/۲)

حضرت عبداللہ بن مبارک کے اس قول مذکور ''**لم یثبت حدیث ابن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یرفع الا فی اول مرۃ**'' کا ایک جواب علامہ ابن دقیق العیدؒ نے اپنی کتاب الامام میں یہ دیا ہے کہ ابن مبارک کے نزدیک حدیث ثابت نہ ہونے سے ان کے غیر کے نزدیک بھی ثابت نہ ہونے کو لازم نہیں کرتا یہ کس طرح ہوسکتا ہے حالانکہ اسی حدیث کا

مدار عاصم بن کلیب پر ہے اور وہ ثقہ مسلم کے راویوں میں سے ہیں اور ابن قطان مغربی اور ابن حزم اندلسیؒ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

اور اسی جواب سے ملتا جلتا جواب کوکب دری: ۱۳۱ پر بھی نقل کیا ہے کہ ابن مبارکؒ کا یہ کہنا حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ ثابت نہیں ایک بے دلیل تخمینی بات ہے کیوں کہ آپ کو معلوم ہے کہ ابن مبارکؒ نے اس حدیث پر جو جرح کی ہے وہ مبہم ہے اور جرح مبہم مقبول نہیں جس کی طرف امام ترمذیؒ کا قول اشارہ کر رہا ہے کہ انہوں نے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو حسن قرار دیا ہے اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے رجال تمام کے تمام صحیح کے رجال ہیں مگر عاصم بن کلیب پر بعض نے کلام کیا ہے لیکن اکثر محدثین نے اس کو مستند اور معتبر راویوں میں شمار کیا ہے نیز امام بخاریؒ نے جزء القراۃ میں ان سے روایت کی ہے بلکہ صحیح بخاری میں بھی ان سے بطور تعلیق روایت کی ہے اور امام مسلمؒ نے ان سے روایت کی ہے اور چاروں اصحاب سنن نے ان سے روایت کی ہے لہٰذا ان کو ضعیف کہنا کیوں کر صحیح ہوگا۔

دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ عبدالرحمٰن جو علقمہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے علقمہ سے نہیں سنا اس کا ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ اعتراض ہی بیکار ہے کیوں کہ خطیب وغیرہ نے سماع کی تصریح کی ہے اور ابراہیم نخعی اور عبدالرحمٰن رحمہما اللہ دونوں ہم عصر ہیں اور بالاتفاق ابراہیم نے علقمہ سے سنا تو عبدالرحمٰن کے نہ سننے کی وجہ کیا ہے۔

تیسرا اعتراض حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر امام بخاریؒ نے جزء رفع یدین میں کیا ہے کہ انہوں نے اس کو معلول قرار دیا ہے جس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ''ثم لم یعد'' یا'' ثم لا یعود '' کا جملہ سفیان نے اپنی طرف سے بڑھایا ہے اس جملہ کی زیادتی عاصم بن کلیب کے شاگردوں میں سے صرف سفیان ثوریؒ نقل کرتے ہیں اور عاصم بن کلیب کے ایک دوسرے شاگرد عبداللہ بن ادریس کی کتاب میں اس جملہ کی زیادتی موجود نہیں اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ اپنے استاد یحییٰ بن آدم سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن ادریس عن عاصم بن کلیب کی کتاب میں دیکھا کہ اس میں ثم لم یعد موجود نہیں لہٰذا عبداللہ بن ادریس کی روایت زیادہ صحیح ہے کیوں کہ اہل علم کے یہاں تسلیم شدہ بات ہے کہ قلم بند کی ہوئی حدیث زیادہ محفوظ ہوتی ہے کیوں کہ آدمی کوئی چیز بیان کرتا ہے تو وہ اس وقت صحیح ہوسکتی ہے جب کتاب کے مطابق ہو اس بناء پر اہل علم کے یہاں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہی حدیث محفوظ ہے۔

حدثنا الحسن بن الربیع حدثنا ابن ادریس عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود حدثنا علقمة ان عبداللہ رضی اللہ عنه قال علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الصلاۃ فقام فکبر ورفع یدیه ثم رکع فطبق یدیه فجعلهما بین رکبتیه فبلغ ذالک سعدا فقال صدق اخی قد کنا فعلنا ذلک فی اول الاسلام ثم امرنا بهذا ای ترک التطبیق.

امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ اہل نظر کے نزدیک یہی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ محفوظ ہے اس اعتراض کے کئی جوابات دیئے گئے ہیں پہلا جواب تو یہ ہے کہ جو حدیث عبداللہ بن ادریس نے روایت کی ہے وہ دوسری حدیث ہے اس پر سفیان ثوری اور

عبداللہ بن ادریسؒ کے مضمون حدیث کا اختلاف واضح طور پر دلالت کر رہا ہے دونوں کو ایک ہی حدیث بتانا قرین قیاس نہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ بالفرض ہم دونوں کے سیاق کلام کو حدیث واحد تسلیم بھی کر لیں لیکن محفوظ وہی حدیث ہے جو سفیان ثوری نے روایت کی ہے کیوں کہ وہ ابن ادریس سے احفظ ہیں چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں سفیان ثوریؒ کے متعلق فرمایا ثقۃ حافظ امام حجۃ اور جو حدیث ابن ادریسؒ نے روایت کی ہے وہ شاذ ہے کیوں کہ وہ مرتبہ میں سفیان ثوریؒ سے کم ہیں نیز عبداللہ بن ادریس اعلیٰ مرتبہ پر بھی ہوں تب بھی ان کی مخالفت سفیان ثوریؒ کی روایت کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتی اس لئے کہ سفیان ثوری ثقہ وحافظ و امام اور حجت ہیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ زیادتی معتبر اور معتمد راوی یعنی سفیان ثوریؒ کی ہے اور معتبر وحافظ اور متقن کی زیادۃ مقبول ہے اب رہا امام بخاریؒ وغیرہم کا یہ کہنا کہ کتاب یعنی لکھا ہوا اہل علم کے یہاں احفظ یعنی زیادہ محفوظ ہے تو یہ قول ضابطہ کلیہ نہیں کیوں کہ بعض اوقات سہو اور غلطی کتابت میں بھی ہوتی ہے پھر اس کی تصحیح اور اصلاح عالم اپنی یادداشت سے کرتا ہے اس لئے ممکن ہے کہ لفظ ''ثم لایعود'' کاتب کی غلطی سے عبداللہ بن ادریس کی کتاب سے ساقط ہو گیا ہو۔

چوتھا جواب علامہ زیلعیؒ نے نصب الرایہ میں یہ دیا ہے کہ امام بخاریؒ اور ابو حاتم نے کہا کہ لفظ ''ثم لایعود'' کی روایت میں سفیان ثوریؒ سے وہم ہو گیا اور ابن قطان وغیرہ نے کہا کہ اس لفظ کے بیان میں خطاء وکیع سے واقع ہوئی یہ ایسا اختلاف ہے جس سے دونوں قول بے وزن اور غیر مؤثر ہو جاتے ہیں بس صحت حدیث کی طرف رجوع کے علاوہ کوئی اور طریقہ نہیں کیوں کہ وہ لفظ ثقات نے روایت کیا ہے۔

پانچواں جواب یہ کہ لفظ ''لایعود'' یا ''فلم یعد'' کو معلول قرار دینے سے امام بخاریؒ وغیرہ کو کیا فائدہ پہنچے گا جبکہ معنیً وحکماً اس لفظ کے مساوی لفظ کا ثبوت ہے چنانچہ امام احمدؒ نے اپنی مسند میں متعدد مواضع میں ''فلم یرفع یدیه الا مرۃ'' کے الفاظ حضرت ابن مسعود ﷺ کی اسی حدیث میں روایت کئے ہیں اور امام احمدؒ نے اپنی کتاب مسند کو اس کے اندر روایت کردہ تمام احادیث ان کے نزدیک ثابت ہونے کی بناء پر اصل قرار دیا ہے غرض کہ امام بخاریؒ وغیرہم حضرت ابن مسعود ﷺ کی حدیث میں ''ثم لایعود'' جملہ کو معلول قرار دیں تب بھی کوئی حرج نہیں کیوں کہ اس کے بغیر بھی حنفیہ وغیرہم کا استدلال پورا ہو سکتا ہے کیوں کہ امام احمد اور ابن شیبہ رحمہما اللہ نے اس کے ہم معنی لفظ ''فلم یرفع یدیه الا مرۃ'' روایت کیا ہے جس سے مسلک حنفیہ کی واضح تائید ہوتی ہے اس لئے حق بات یہ ہے کہ اس لفظ مذکور کی زیادتی ثابت ہے اس کو معلول یا شاذ کہہ دینا سراسر انصاف کے خلاف ہے جس کی تفصیل ہم اوپر عرض کر چکے ہیں۔

چوتھا اعتراض حضرت ابن مسعود ﷺ کی حدیث پر یہ کیا جاتا ہے کہ شاید ابن مسعود ﷺ سوائے رفع یدین تکبیر تحریمہ کے دوسرے مواقع پر رفع یدین کو بھول گئے ہوں جیسے رکوع میں وضع یدین علی الرکب کے حکم کو بھول گئے اس لئے حضور اکرم ﷺ کے بعد بھی تطبیق کرتے رہے حالانکہ جمہور صحابہ اس کو منسوخ کہتے ہیں ناسخ حضرت سعد بن ابی وقاص کی

حدیث ہے وہ کہتے ہیں کہ پہلے ہم مامور بالتطبیق تھے بعد کو حضور ﷺ نے امر بالرکب فرمایا یعنی رکوع میں دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھنے کا حکم فرمایا تو جس طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ اسے محفوظ نہیں رکھ سکے ایسے ہی یہاں رفع یدین میں سب سے پہلے یہ غیر معقول اعتراض ابوبکر بن اسحاق نے کیا ہے اس کے اس قول کو بیہقی نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے اس گستاخانہ قول کی سخافت اتنی ظاہر ہے کہ وہ قابل ذکر ہی نہیں تو پھر اس کی طرف کیا التفات کیا جائے اور اس کا کیا جواب دیا جائے "**لایقوله الا سخیف**" اس لئے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر نسیان کا الزام محض دعویٰ ہے جس پر کوئی دلیل نہیں بلکہ عقل بھی اس بات کو باور نہیں کرتی کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو رفع یدین کی حدیث معلوم نہ تھی اسے بھول گئے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ صف اول کے صحابہ میں سے تھے طویل مدت تک حضور اکرم ﷺ کی صحبت میں رہے اور حضور ﷺ کا خادم رہے سفر اور حضر میں سالہا سال تک حضور اکرم ﷺ کی اقتداء میں شب و روز نماز پڑھتے رہے اور جن کی شان میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا "**کان اقرب الناس هدیا و دلًّا** (اچھی خصلت و دلیری میں) **وسمتا** (راہ راست پر چلنے میں) **برسول الله صلی الله علیه وسلم ابن مسعود رضی الله عنه**" یہ بات حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت فرمائی جبکہ لوگوں نے ان سے سوال کیا کہ ہمیں ایسے شخص کی طرف رہنمائی کیجئے جو تمام لوگوں میں حضور اکرم ﷺ سے راہ روش میں بہت زیادہ قریب تھے تاکہ ہم ان سے حدیثیں سکھیں اور سنیں اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان کا اس قدر عمیق تعلق اور تقرب تھا کہ وہ بے تکلف کثرت سے حضور اکرم ﷺ کے گھر میں آمد و رفت رکھتے تھے حتی کہ اجنبی لوگ ان کو اہل بیت سے سمجھتے نیز دوسرے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی فقاہت اور زیادہ علم بالسنۃ سے واقف ہونے کی شہادت دیتے چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو امور دینی کی تعلیم دینے کے لئے اہل کوفہ کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا "**انی والله الذی لااله الاهو آثرتکم به علی نفسی فخذوا منه کما فی طبقات ابن سعد**" اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "**فقیه فی الدین عالم بالسنة کما فی الطبقات**" نیز فرمایا "**اماابن مسعود فقرأ القرآن وعلم السنة وکفی بذلک کما فی الاستیعاب لابن عبدالبر**" تو جن کی یہی شان ہو وہ جب کہیں کہ حضور اکرم ﷺ اول تکبیر تحریمہ میں ہاتھ اٹھایا کرتے پھر ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے تو کیا انہوں نے حدیث رفع یدین محفوظ نہ رکھ سکنے کی وجہ سے ایسی بات کہہ دی جیسا کہ بعض مخالفین کا خیال ہے ہرگز نہیں جس شخص نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر بلاوجہ بدگمانی کرتے ہوئے غلط الزام عدم علم اور نسیان کا لگایا ہے اس کو قیامت کے دن جواب دہی کے لئے تیار رہنا چاہئے افسوس ہے ان معترضین پر کہ انہوں نے بغیر تحقیق اور دلیل کے کیوں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف عدم علم اور نسیان کی نسبت کردی جبکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ رفع یدین بھی روایت کرتے ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جھکاؤ اور اٹھاؤ میں رفع یدین کرتے تھے۔ (**رواه الطحاوی وغیرهم**) اور پھر فرماتے ہیں "**ان النبی صلی الله علیه وسلم لم یرفع الا فی اول مرة**" تو معلوم ہوا کہ حدیث رفع یدین کی متروک ہوگئی جب ہی تو انہوں نے ترک کردی ورنہ ترک سنت کا ان سے تصور تک نہیں کیا جا سکتا اس اعتراض مذکور کا خوب تفصیلی جواب علامہ ماردینیؒ نے الجوہر النقی

میں دیا ہے جس کو شوق ہو وہاں دیکھ لے۔

اب رہا تطبیق کا مسئلہ تو اس کا سبب عدم علم اور نسیان نہیں جیسے مخالفین کا خیال ہے ان کے پاس اپنے اس قول کی کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حدیث نسخ تطبیق محفوظ نہ رکھ سکے بھول گئے کیا دلیل ہے صرف فعل تطبیق سے ان کی طرف عدم حفظ اور نسیان کی نسبت سراسر غلط بات ہے بلکہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان جواز کی غرض سے تطبیق کی ہوتا کہ لوگ اس کو حرام نہ سمجھ لیں باوجود اس کے رفع یدین کی روایت کو نسخ تطبیق پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے یعنی ایک چیز کا دوسری چیز پر ان میں مناسبت اور مشابہت کے بغیر قیاس کرنا کیوں کہ رفع یدین میں تو دلیل نسخ واضح ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ رفع یدین بھی روایت کرتے ہیں اور عدم رفع یدین بھی پھر ان کا معمول عدم رفع رہا تو معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک حدیث رفع یدین متروک ہوگئی بدون ترک رفع کی وجہ کے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ رفع یدین کی سنت کو کیسے ترک کر سکتے ہیں بخلاف تطبیق کے اس کا حال مثل رفع یدین کے واضح نہیں ''**کما لا یخفی علی غیر المتعصب والمعاند**'' اس لئے قیاس مذکور درست نہیں اچھا ہم ان معترضین سے پوچھتے ہیں کہ کہ اگر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو نسیان ہوگیا تو کیا حضرت عمر اور حضرت علی اور اصحاب علی اور اصحاب ابن مسعود رضی اللہ عنہم سب کو نسیان ہوگیا ہے آثار صحیحہ سے ثابت ہے کہ یہ سب حضرات تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے اس کے بعد نہیں کرتے تھے اور کوئی شک نہیں کہ حضرت علی اور ابن مسعود وغیرہم رضی اللہ عنہم اکابر صحابہ ایسے نہ تھے کہ ایک سنت ثابتہ کو بدون دلیل ترک رفع یدین کے مع سینکڑوں اصحاب کے ترک کر دیں ''**لایقولہ الا احمق**'' غرض کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث پر جتنے اعتراضات کئے ہیں بنظر تحقیق وہ سب غلط ہیں یہی وجہ ہے کہ اس حدیث کو امام ترمذی وحافظ ابن عبدالبر وعلامہ ابن حزم اور حافظ ابن حجر وغیرہ بہت سے محدثین رحمہم اللہ نے حسن بلکہ صحیح قرار دیا ہے لہٰذا اس حدیث کے قابل حجت ہونے میں کوئی اشکال نہیں۔

حضرت براء بن عازب کی روایت

امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے موافقین کی دوسری دلیل حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر افتتاح کے وقت رفع یدین کرتے حتیٰ کہ دونوں کان کی لو کے قریب اٹھاتے پھر دوبارہ نہیں اٹھاتے تھے رواہ ابوداؤد وابن ابی شیبہ اور طحاوی رحمہ اللہ نے اس کو تین طریق اسناد سے روایت کیا اس حدیث سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوائے تکبیر تحریمہ کے رفع یدین نہیں کرتے تھے اس حدیث پر محدثین کی طرف سے کچھ اعتراضات کئے گئے ہیں۔

ایک یہ کہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو شاذ قرار دیا ہے کیوں کہ اس حدیث میں ''**ثم لا یعود**'' کا جملہ صرف شریک نے روایت کیا ہے دوسرے مستند راویوں کی روایت میں یہ جملہ نہیں ہے چنانچہ روایت حدیث کے بعد امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں ''**روی ھذا الحدیث ھشیم وخالد وابن ادریس عن یزید بن ابی زیاد لم یذکروا ثم لایعود**'' اور

یہی اعتراض علامہ خطابیؒ نے بھی کیا ہے انہوں نے کہا کہ اس جملہ کی روایت میں شریک منفرد ہے ثقاۃ یعنی ہشیم اور خالد وغیرہما نے اس کو یزید بن ابی زیاد سے نقل نہیں کیا لہٰذا فرد کی روایت مرجوح اور شاذ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اعتراض مذکور صحیح نہیں بلکہ شریک کے اس جملہ کی روایت میں یزید بن ابی زیاد سے متابعات کثیرۃ موجود ہیں ان کا ذکر علامہ ماردینیؒ نے الجوہر النقی میں کیا ہے کہ ابن عدی نے کامل میں کہا کہ ہشیم اور شریک اوران کے ساتھ ایک جماعت نے اس حدیث کو یزید بن ابی زیاد سے روایت کیا ہے اور سب نے اس حدیث میں ثم لم یعود کی زیادتی روایت کی ہے اس سے ابوداؤدؒ کا قول مذکور غیر معقول ثابت ہوتا ہے۔

نیز دار قطنی میں اسماعیل بن زکریا نے شریک کی متابعت کی ہے اور معجم طبرانی اوسط میں حمزۃ الزیات نے شریک کی متابعت کی ہے اور طحاوی میں سفیان ثوری نے شریک کی متابعت کی ہے اور اسرائیل بن یونس نے بھی اس حدیث کو ثم لم یعود کی زیادتی کے ساتھ یزید بن ابی زیاد سے روایت کیا ہے **(كما اخرجه البيهقي في الخلافيات)** لہٰذا شریک کے تفرد کا قول صحیح نہیں۔

دوسرا اعتراض اس حدیث پر امام بیہقی رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ کیا ہے کہ ثم لایعود حدیث کا لفظ نہیں بلکہ یزید بن ابی زیاد کا قول ہے جو حدیث میں داخل کر دیا گیا ہے کیوں کہ وہ ایک عرصہ تک مکہ مکرمہ میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ثم لایعود کی زیادۃ کے بغیر روایت کرتے تھے پھر جب کوفہ میں آئے تو وہاں انہوں نے اہل کوفہ کی تلقین سے ثم لایعود روایت کرنا شروع کر دیا امام بیہقی کہتے ہیں کہ ثم لایعود کی زیادتی حدیث سے نہ ہونے پر خود سفیان بن عیینہ کا قول دلالت کر رہا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں "**ثم قدمت الكوفة فسمعته يحدث بهذا وزاد فيه ثم لايعود فظننت انهم لقنوه**" کہ میرے شیخ یزید بن ابی زیاد ایک عرصہ تک حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ثم لایعود جملہ کے بغیر روایت کرتے تھے پھر کوفہ میں حاضر خدمت ہونے کے بعد میں نے ان سے سنا کہ وہ اس جملہ کی زیادتی کے ساتھ حدیث بیان کرتے تھے اور یہی اعتراض امام ابوداؤدؒ نے بھی کیا ہے چنانچہ سفیان بن عیینہ کے طریق سے روایت حدیث کے بعد فرماتے ہیں "**قال سفيان قال لنا بالكوفة بعد ثم لايعود**" یعنی سفیان کہتے ہیں کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث یزید بن ابی زیاد پہلے ہم سے بغیر ثم لایعود کے روایت کرتے تھے پھر جب کوفہ میں داخل ہوئے تو یہی حدیث اس لفظ کی زیادتی کے ساتھ روایت کی تو میرا خیال کہتا ہے کہ انہوں نے اہل کوفہ کی تلقین سے اس زائد لفظ کی روایت شروع کر دی لہٰذا وہ لفظ صحیح نہیں۔

اس کا جواب علامہ ماردینیؒ نے یہ دیا ہے کہ بیہقی نے کہا حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث عیسیٰ بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ اور حکم بن عتیبۃ نے بھی عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے واسطہ سے روایت کی ہے اس میں ثم لایعود کا لفظ ہے اور امام ابوداؤد نے عیسیٰ بن عبدالرحمٰن اور حکم کے طریق سے روایت کی ہے اور عیسیٰ بن عبدالرحمٰن بلاشبہ یزید بن ابی زیاد سے زیادہ قوی ہیں نیز امام طحاوی نے عیسیٰ اور حکم کی روایت سے ثم لایعود کی زیادتی کے ساتھ بیان کی ہے اب جبکہ عیسیٰ بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ اور حکم بن عتیبۃ دونوں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے واسطہ سے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ثم لایعود کا جملہ روایت کیا ہے اور دونوں ثقہ ہیں تو اس سے بیہقی وغیرہ کا اعتراض مذکور کہ یہ جملہ یزید بن ابی زیاد کا قول ہے باطل ہو گیا لیکن اس پر بیہقی نے یہ

اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کی سند میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ہیں کہ انہوں نے یہ حدیث اپنے بھائی عیسیٰ بن عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ اور حکم بن عتیبۃ سے روایت کی ہے اور وہ یعنی محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ اہل حدیث کے یہاں ضعیف ہیں لہٰذا ان کی حدیث سے استدلال درست نہیں اور غالباً یہی وجہ ہوگی کہ امام ابوداؤد نے بھی اس حدیث کے متعلق فرمایا ''**ھذا الحدیث لیس بصحیح**'' کہ یہ حدیث صحیح نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ تہذیب التہذیب میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی تضعیف نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ابوحاتم نے احمد بن یونس سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ زائدۃ نے ان کو ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے ''**کان افقہ اھل الدنیا**'' اور عجلی نے کہا کہ ''**محمد بن عبدالرحمٰن کان فقیھا صاحب سنۃ صدوقا جائزا الحدیث وکان عالماً بالقرآن وکان من احسن الناس وکان جمیلاً نبیلاً**'' اور یعقوب بن سفیان نے کہا کہ وہ ثقہ وعادل تھے اس کی حدیث میں کچھ کلام کیا گیا ہے تو اگرچہ بیہقی وغیرہ نے محمد بن عبدالرحمٰن کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن ان کو دوسرے حفاظ حدیث نے مستند قرار دیا ہے اب عیسیٰ اور حکم کی حدیث سے یزید بن ابی زیاد کی حدیث مذکور میں قوت پیدا ہوگئی اور محمد بن عبدالرحمٰن کی حدیث میں قوت آگئی اس حدیث سے جس کو محدثین کی ایک جماعت نے یزید بن ابی زیاد سے روایت کیا ہے ہم اس جماعت محدثین کا ذکر اوپر کر چکے ہیں جنہوں نے یزید بن ابی زیاد سے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث ثم لایعود کی زیادتی کے ساتھ روایت کی ہے اب محمد بن عبدالرحمٰن کی حدیث قابل استدلال ہوسکتی ہے اب رہا سفیان بن عیینہ کا یہ قول ''**ثم قدمت بالکوفۃ فلقیت یزید فسمعتہ یحدث بھذا الخ کما مر سابقاً**'' تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک سفیان کا محض اپنا گمان ہے کوئی معقول وجہ عدم صحت کی بیان ہونا چاہئے محض گمان کی بنیاد پر ان کا یہ کہنا کہ اہل کوفہ نے تلقین کے ذریعہ یزید بن ابی زیاد کو ثم لایعود کے روایت کرنے پر مجبور کردیا تھا غیر مسلم ہے بلکہ یہ ممکن ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث بطور اختصار اور تفصیل دونوں طرح مروی ہو کہ یزید بن ابی زیاد اس کو بعض اوقات بقدر ضرورت مختصراً روایت کرتے تھے اور بعض اوقات ثم لایعود کی زیادتی کے ساتھ پوری حدیث روایت کرتے تھے اس کی مثالیں حدیث کی کتابوں میں بہت ملتی ہیں اس لئے اس کو اضطراب یا تلقین وتلقن کے باب سے قرار دینا بالکل درست نہیں علاوہ اس کے جب ان کی حدیث دوسری حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے موید ہوگئی تو اب کسی طرح درجہ حسن سے کم نہیں خصوصاً جبکہ متابعت موجود ہے جس کا بیان اوپر ہو چکا ہے۔

حنفیہ کی تیسری دلیل حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے وہ کہتے ہیں ''**خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال مالی اراکم رافعی ایدکم کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلاۃ**'' (**رواہ مسلم**)

شمس جمع ہے شموس کی سرکش گھوڑے کو کہتے ہیں جو بار بار دم ہلاتا ہے حنفیہ کہتے ہیں کہ دیکھئے کہ اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے تکبیر تحریمہ کے بار بار ہاتھ اٹھانے پر ''**مالی اراکم الخ**'' کلام سے انکار فرمایا اس کو تیز اور سرکش خیل (گھوڑا) سے تشبیہ دی جو بار بار دم ہلاتا ہے کہ تم بھی ایسے کرتے ہو (یعنی بار بار ہاتھ اٹھاتے ہو) جو سکون فی الصلاۃ کے

منافی ہےاس لئے انکار کے بعد سکون فی الصلاۃ کاحکم دیاچنانچہ فرمایا''اسکنوا فی الصلاۃ ''کہ نماز میں اس طرح کی حرکت نہ کروسکون اختیارکرو۔

اس استدلال پر امام بخاریؒ نے اعتراض کیا ہے انہوں نے کہا جولوگ حدیث جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے عندالرکوع رفع یدین کی ممانعت پر استدلال کرتے ہیں وہ علم سے بے بہرہ ہیں غضب ہے جس مسئلہ کا اس حدیث سے کوئی تعلق نہیں اس سے استدلال کیا جاتا ہےاس لئے کہ یہ حدیث تشہد میں عندالسلام سے متعلق ہے کہ سلام کے وقت دائیں بائیں ہاتھ سے اشارہ کرتے تھےتو چونکہ رفع ایدی تشہد میں تسلیم کے وقت کرتے تھےاس لئے اس پر انکار فرمایا مالی اراکم رافعی الخ کلام سے نہ اس رفع یدین پر جوسنت ہے جس کی دلیل عبیداللہ بن القبطیہ کی حدیث ہے کہ ایسی ہی حدیث حضرت جابر بن سمرہ کی صحیح مسلم میں عبیداللہ بن القبطیہ کے طریق سے مروی ہےاس میں صراحت ہے کہ تسلیم کے وقت دائیں بائیں ہاتھ سے اشارہ کرتے تھےاس پر انکار کرتے ہوئے حضوراکرم ﷺ نے فرمایا''علام تومون بایدکم کانھا اذناب خیل شمس الخ ''اس صراحت کے بعد حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال اس رفع یدین کی ممانعت پر جوسنت ہے ان لوگوں کا طریقہ ہے جوعلم سے عاری ہیں یہ ہے امام بخاریؒ کے اعتراض کا حاصل اس کا جواب علامہ زیلعیؒ نے نصب الرایہ میں دیا ہےاور یہ مسلم ہے کہ علامہ موصوف حنفی ہونے کے باوجود حمایت مذہب نہیں کرتے نہایت بےتعصب آدمی ہیں وہ فرماتے ہیں ظاہر یہی ہے کہ یہ دونوں حدیثیں علیحدہ علیحدہ ہیں ایک کی تفسیر دوسری حدیث سے صحیح نہیں تو راوی نے اس کوایک وقت میں جیسا مشاہدہ کیاویسا ہی روایت کردیااور دوسری حدیث کودوسرے وقت میں جیسا مشاہدہ کیاویسا ہی روایت کردیااس میں کوئی اشکال نہیں۔واللہ اعلم

آگے بات کوکھولانہیں فتح الملہم وغیرہ میں کھولا ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں بہت فرق ہے خود الفاظ حدیث شاہد ہیں اول یہ کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے تمیم بن طرفہ کے طریق میں ہے''خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال مالی اراکم رافعی ایدکم الخ ''اورعبیداللہ بن القبطیہ کے طریق میں ہے''قال کنا اذا صلینا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلنا السلام علیکم ورحمۃ اللہ الحدیث ''پہلی حدیث اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی نمازیں پڑھ رہے تھے نہ کہ حضوراکرم ﷺ کے ساتھ اس وقت حضور ﷺ مسجد میں داخل ہوئے اور صحابہ کو دیکھا کہ نماز کے دوران بار بار اپنے ہاتھوں کو اٹھارہے تھے جیسے سرکش گھوڑا بار بار دم کو ہلاتا ہے اسی وقت حضوراکرم ﷺ نے کلام مذکور یعنی''مالی اراکم رافعی ایدکم کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلاۃ ''فرمایااور دوسری حدیث جوعبیداللہ بن القبطیہ کے طریق سے مروی ہےاس میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم نبی کریم ﷺ کے پیچھے یا آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تو کہتے''السلام علیکم ورحمۃ اللہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ واشارہ بیدہ الی الجانبین فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علام تومون بایدکم کانھا اذناب خیل شمس انما یکفی احدکم ان یضع یدہ علی فخذہ ثم یسلم علی اخیہ من علی یمینہ وشمالہ ''اس میں''اسکنوا

فی الصلاۃ ''نہیں تو دونوں حدیثوں میں سوائے تشبیہ کے کوئی اتحاد نہیں تشبیہ جو دی ہے وہ دونوں جگہ یکساں ہے لیکن یہاں سیاق حدیث شاہد ہے کہ واقعات الگ الگ ہیں دوسری چیز یہ کہ جو شخص تسلیم کے وقت رفع یدین کرتا ہو اس سے اسکن فی الصلاۃ نہیں کہا جاتا جیسا کہ اس شخص کے حق میں جو سلام پھیرنے کے وقت میں دائیں اور بائیں اپنے چہرہ کو پھیرتا ہے یہ نہیں کہا جاتا ''انہ التفت الی الیمین والشمال فی الصلاۃ '' کیوں کہ نماز میں دائیں بائیں کی طرف التفات ممنوع ہے اور تشہد کے بعد جو عمل کیا جائے وہ تو خروج من الصلاۃ کا عمل ہے اس کو فی الصلاۃ نہیں کہا جا سکتا اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے عند السلام رفع ایدی کی حدیث میں اسکنوا فی الصلاۃ نہیں فرمایا بلکہ اسکن فی الصلاۃ اس شخص سے کہا جاتا ہے جو نماز کے دوران رکوع وسجود وغیرہ کی حالت میں رفع یدین کرتا ہو اس بناء پر اسکنوا فی الصلاۃ کا جملہ بتلاتا ہے کہ رفع ایدی تشہد میں نہ تھا بلکہ نماز کے اندر تھا الغرض اس تشریح وتوضیح مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں حدیثوں کا مقتضاء علیحدہ علیحدہ ہے صرف یہ اشتراک ہے کہ دونوں کے راوی حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ ہیں تو کیا اس سے دونوں کا متحد ہونا لازم آتا ہے جیسا کہ امام بخاریؒ اور ان کے ساتھ جو لوگ ہیں وہ اس اشتراک سے اتحاد سمجھ کر دونوں حدیثوں کو تشہد کی حالت پر محمول کرتے ہیں حالانکہ اہل علم میں سے کسی نے بھی اتحاد راوی سے اتحاد مرویات پر استدلال نہیں کیا اس لئے دونوں کو عند السلام پر محمول نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ یہ ظاہر حدیث کے خلاف ہے ظاہر حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں کی مراد الگ الگ ہے جیسا کہ ہم نے اوپر قرائن قویہ کی روشنی میں اس بات کو ثابت کیا ہے اس لئے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جو تمیم بن طرفہ کے طریق سے مروی ہے اس سے ترک رفع یدین کی افضلیت پر حنفیہ کا استدلال مذکور بالکل صحیح ہے اس پر امام بخاریؒ کا اعتراض مذکور بے معقول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جواب تسلیمی

اچھا ہم تسلیم کرتے ہیں کہ واقعہ ایک ہے اور عند السلام سے متعلق ہے مگر کیا خصوص مورد مستلزم ہے خصوص حکم کو ہرگز نہیں چنانچہ ملا علی قاریؒ وغیرہ کہتے ہیں کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے اور وہ قول نبوی اسکنوا فی الصلاۃ ہے خصوص سبب کا اعتبار نہیں اور وہ بحالت سلام اشارہ بالایدی ہے تو اسکنوا فی الصلاۃ سے نبی کریم ﷺ نے اس بات پر تنبیہ فرمائی ہے کہ مقصود اصلی نماز میں سکون ہے نہ کہ حرکت لیکن جن حرکات کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی وہ مستثنیٰ ہیں انہیں چھوڑ کر باقی اجزاء صلاۃ میں سکون مطلوب شریعت ہے اس پر قرآن اور حدیث دلالت کرتی ہے تو انکار عند السلام ہاتھ اٹھانے پر اس لئے کیا ہے کہ بار بار ہاتھ اٹھانا مطلوب نہیں بلکہ سکون مقصود ہے اس لئے یہ مسئلہ بھی یعنی دوران صلاۃ رفع یدین کا اس کے تحت میں آجائے گا علاوہ ان دلائل مذکورہ کے اور بھی دلائل ہیں جن سے مسلک حنفیہ کی تائید ہوتی ہے ہم نے اختصار کی غرض سے صرف ان دلائل مذکورہ پر اکتفاء کیا ہے۔

حنفیہ پر حدیث چھوڑنے کا اعتراض اور اس کا جواب

رفع یدین کرنے والے حضرات اس حدیث باب سے استدلال کرتے ہوئے حنفیہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ تم نے اس حدیث پر عمل نہیں کیا جبکہ یہ حدیث رفع یدین کے باب میں سب سے زیادہ صحیح ہے ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں صحیح بخاری

میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ان سے ''واذا قام من الرکعتین '' کی زیادتی مروی ہے کہ جب پہلے قعدہ سے اٹھتے تو حضور اکرم ﷺ دونوں ہاتھ اٹھاتے اور یہ زیادۃ مقبول ہے حالانکہ امام شافعیؒ اس کے قائل نہیں اس لئے شافعیہ کی طرف سے حنفیہ پر جو اعتراض کیا جاتا ہے (کہ دیکھو حنفیہ رکوع اور اس سے اٹھتے وقت رفع یدین سے انکار کرتے ہیں حالانکہ اسی حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سوائے تکبیر افتتاح کے رکوع اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کا ثبوت ہوتا ہے) ویسے ہی اعتراض شافعہ پر بھی وارد ہوتا ہے کہ اسی حدیث مذکور میں دو رکعت سے اٹھنے کے بعد رفع کی زیادتی کا ذکر ہے اور ان کے یہاں بھی ثقات کی زیادتی مقبول ہے مگر وہ عند القیام من الرکعتین رفع یدین کے قائل نہیں ان کے پاس اس کا کیا جواب ہے ''**فما هو جوابکم فهو جوابنا**'' تو اگر عمل کرتے ہو تو سب پر عمل کرو اور اگر چھوڑتے ہو تو سوائے تکبیر تحریمہ کے باقی مواقع پر رفع یدین چھوڑ دو آدھا تیتر آدھا بٹیر سے کیا فائدہ شافعیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث دیگر احادیث کے مقابلہ میں اصح ہے لہٰذا ہم اس پر عمل کریں گے حنفیہ کہتے ہیں کہ ہم اس کے منکر نہیں بلاشبہ اصح ہے اور نہ رفع یدین کا انکار کرتے ہیں جو اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے بلاشبہ حضور اکرم ﷺ سے رفع یدین کرنا اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے مگر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ ابتداء میں تھا یا آخر تک بھی معمول رہا ہے تو کلام بقاء رفع اور ترک رفع میں ہے اب حق واللہ اعلم یہی ہے کہ رفع یدین متروک ہے کیوں کہ حنفیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہم کی حدیثوں سے رفع الرفع کو ثابت کیا ہے اور جب رفع الرفع کو ثابت کیا ہے (یعنی سوائے تکبیر تحریمہ کے دیگر مواقع پر ترک رفع یدین کو ثابت کیا ہے) تو اصل پر ایک اور امر زائد کو ثابت کیا ہے لہٰذا حنفیہ کے قول کو قبول کر لینا چاہئے جیسا کہ اس ضابطہ پر عمل خود شافعیہ کے یہاں مسلم ہے اور قبول سے کیسے انکار ہو سکتا ہے حالانکہ اسی حکم کی جنس یعنی رفع بین السجدتین وغیرہ میں حنفیہ اور شافعیہ سب کا ترک رفع پر اتفاق ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ رکوع اور قومہ کا رفع یدین متروک ہونے سے انکار کیا جائے حالانکہ عند الرکوع اور قومہ کا رفع یدین کا متروک ہونا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور براء ابن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے اس پر بعض شوافع کہتے ہیں کہ رفع یدین کا طریقہ آخر تک رہا ہے متروک نہیں ہوا چنانچہ اس کی دلیل میں سنن بیہقی کی ایک روایت پیش کرتے ہیں جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل کی ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع کرتے اور سجود میں رفع نہیں کرتے اس کے آخر میں ہے ''**فمازالت تلک صلاته حتی لقی الله تعالیٰ**'' تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا آخر تک معمول رفع یدین کا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس زیادۃ کے ساتھ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ غلط ہے چنانچہ علامہ نیمویؒ نے آثار السنن میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے بلکہ موضوع ہے تعجب ہے امام بیہقی اور حافظ ابن حجرؒ وغیرہ پر کہ انہوں نے اس حدیث کو اپنی تصانیف میں کیسے ذکر کیا اور اس سے کیسے خاموش رہے حالانکہ بعض رجال پر وضع حدیث کا الزام ہے چنانچہ علامہ ذہبیؒ نے میزان میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند میں عبدالرحمٰن بن قریش بن خزیمہ ہروی ہے جس کو سلیمانی نے جھوٹی حدیثیں بنانے والا کہا ہے اور دوسرا راوی اس کی سند میں عصمۃ بن محمد انصاری ہے جس کے متعلق ابو حاتم نے کہا ''**لیس بالقوی**'' کہ وہ ضعیف ہے اور یحییٰ نے کہا کہ وہ

کذاب ہے وضع حدیث کرتا تھا اور عقیلی نے کہا کہ یہ ثقات کی طرف نسبت کر کے موضوع احادیث نقل کرتا تھا اور دارقطنی وغیرہ نے کہا کہ محدثین نے اس کو ترک کر دیا ہے لہٰذا اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں اور اس روایت کا اعتبار کیسے ہوسکتا ہے جبکہ حضور اکرم ﷺ کے بعد خود راوی حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے رفع یدین ترک کر دیا ہے چنانچہ طحاوی اور ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے معرفتہ میں سند صحیح کے ساتھ مجاہد سے روایت کی ہے ''قال صلیت خلف ابن عمر فلم یرفع یدیه الا فی التکبیرۃ الاولیٰ من الصلوٰۃ ''یعنی مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو ابن عمر رضی اللہ عنہ ہاتھ نہیں اٹھاتے مگر پہلی تکبیر تحریمہ میں۔

اور موطا محمد میں اس کا متابع موجود ہے کہ عبدالعزیز بن حکیم نے مجاہد کی موافقت کی ہے لہٰذا اسناد میں کلام درست نہیں ہاں شوافع میں سے کوئی کہہ سکتا ہے کہ طاوسؒ نے مجاہد کے خلاف حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع کے مطابق ان کا عمل رفع یدین بھی روایت کیا ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ ہمارے مضر نہیں ہم تو کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی حدیث مرفوع کے خلاف ترک رفع کیوں کیا رفع کرنا ہی چاہئے تھا کیوں کہ وہ ان کی حدیث تھی رفع یدین ایک سنت کو ترک کر دیں بدون اس کے کہ اس کے ترک کی کوئی وجہ موجود نہ ہو کیوں کر ہوسکتا ہے تو اس سے صاف واضح ہے کہ ان کے پاس ضرور کوئی ثبوت ہوگا چنانچہ امام طحاویؒ کہتے ہیں کہ طاوس نے جو رفع یدین کا عمل نقل کیا ہے ممکن ہے نسخ رفع کی دلیل ثابت ہونے سے پہلے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی روایت مرفوعہ کے موافق عمل کرتے ہوں گے پھر جب ان کے نزدیک نسخ رفع کی دلیل ثابت ہوئی تو انہوں نے چھوڑ دیا اور اسی طرح کرتے جو مجاہدؒ نے بیان کیا ہے یہ نہیں کہہ سکتے کہ پہلے ترک ہوگا بعد میں رفع کیوں کہ یہ خود اس کے راوی ہیں کہ رفع یدین ہوا لامحالہ ترک کو متاخر کہنا پڑے گا۔

بعض شارحین نے کہا ہے کہ نسخ کے بغیر بھی توفیق ممکن ہے وہ اس طرح کہ رفع یدین سنت عزیمہ میں سے نہیں تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کبھی کیا اور کبھی چھوڑ دیا بہرصورت اس تفصیل مذکور سے واضح ہوگیا کہ رفع یدین حضور اکرم ﷺ کا آخری فعل نہ تھا اور اگر آخری فعل ہوتا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جیسے عاشق رسول اور کامل متبع سنت اس کو ہرگز ترک نہ کرتے۔

شافعیہ حدیث باب کے علاوہ اپنے مسلک کے اثبات پر اور بھی متعدد روایات پیش کرتے ہیں جن میں حضرت مالک بن الحویرث و حضرت وائل بن حجر و حضرت ابو حمید ساعدی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی احادیث خاص طور پر قابل ذکر ہیں لیکن ان کی اسانید میں کلام ہے ہم نے اس بحث کو طوالت کے خوف سے چھوڑ دیا ہے جو چاہے الجوہر النقی اور بذل المجہود وغیرہ میں دیکھ لے اور اگر یہ روایات صحیح بھی ثابت ہو جائیں تب بھی ہمیں مضر نہیں کیوں کہ ہم ثبوت رفع یدین کا انکار نہیں کرتے بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ رفع یدین اور ترک رفع دونوں ثابت ہیں البتہ چونکہ اقرب الی السکون ترک رفع یدین میں ہے اس لئے ہم نے اس کو ترجیح دی ہے۔

ترک رفع یدین کی رفع پر ترجیح

ہم شروع میں عرض کر چکے ہیں کہ عدم رفع یدین اور رفع یدین دونوں ثابت اور جائز ہیں لیکن اختلاف افضلیت میں ہے حنفیہ نے عدم رفع یدین کو ترجیح دی ہے اور امام شافعیؒ نے رفع کو امام شافعیؒ نے صرف حدیث باب میں بیان کردہ طریقہ کو اختیار کیا

ہے حالانکہ علاوہ ان مواقع کے جو حدیث میں بیان کئے ہیں خود ابن عمرؓ سے رکعتین کے بعد قیام کے وقت اور سجدہ میں جانے کے وقت رفع یدین کے متعلق روایت مرفوعہ آئی ہے اوران کی ایک اور حدیث مرفوع میں ہر جھکاؤ اور اٹھاؤ کے وقت اور رکوع وسجود و قیام اور دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کا ذکر آیا ہے اس کو امام طحاویؒ نے مشکل الآثار میں نقل کیا ہے۔

اور حافظ ابن حجرؒ نے بھی اس کو فتح الباری میں نقل کیا ہے اوران کی ایک اور حدیث مرفوع المدونۃ الکبری میں اس طرح روایت کی ہے کہ اس میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو بیہقیؒ نے خلافیات میں نقل کی ہے اس میں ابن عمرؓ نے کھل کر فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ تکبیر تحریمہ کے وقت جب نماز شروع فرماتے رفع یدین کرتے پھر نہیں کرتے۔ (کذا فی نصب الرایہ)

اور یہ روایات بھی صحیح ہیں باوجود اس کے امام شافعیؒ نے ان سب کو چھوڑ دیا ہے صرف حدیث باب میں روایت کردہ طریقہ کو اختیار کیا ہے لہٰذا اگر حنفیہ نے اس آخری روایت کے پیش نظر صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کو اختیار کیا ہے تو ان پر اعتراض کا کیا معنی جبکہ ان کے پاس اس کی معقول وجہ بھی موجود ہے وہ یہ کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نماز میں مقصود اصلی خشوع ہے چنانچہ قرآن حکیم میں ہے ”قد افلح المؤمنون الذین هم فی صلاتهم خاشعون“ تو اس میں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ جو خشوع نماز میں مقصود ہے یہ وہی سکون ہے جس کا حضور اکرم ﷺ نے اپنے ارشاد مبارک ”اسکنوا فی الصلٰوۃ“ میں حکم دیا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ خشوع کبھی فعل قلب سے ہوتا ہے جیسا کہ خشیت ہے اور کبھی فعل بدن سے ہوتا ہے جیسا کہ سکون ہے اب کوئی کہتا ہے کہ دونوں کا اعتبار ہے اسی کو امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے اور کوئی کہتا ہے کہ خشوع کا تعلق قلب سے ہے اور جب قلب خاشع ہے تو اس کا اثر اطراف اعضاء میں بھی ظاہر ہوگا اور خشوع عمل قلب ہونے پر حضرت علیؓ کی حدیث دلالت کرتی ہے فرمایا ”الخشوع فی القلب“۔ (رواہ الحاکم)

مجاہد کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نماز میں کھڑے ہوتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ لکڑی کا ستون اپنی جگہ کھڑا ہے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بھی یہی حالت تھی اور اسی کو خشوع فی الصلاۃ کہتے ہیں حتی کہ نماز میں سکون یہاں تک مطلوب ہے کہ دائیں بائیں نظر نہ گھمائے، بار بار کھجائے نہیں، بال گریں تو اٹھائے نہیں، کنکریوں کو جو زمین پر پڑی ہوں ان کو الٹ پلٹ نہ کرے کیوں کہ یہ حرکات ہیں اور سکون مطلوب ہے اس لئے حنفیہ کہتے ہیں کہ جب دونوں امر یعنی رفع یدین اور ترک رفع یدین نبی کریم ﷺ سے اور صحابہ وتابعین اور تبع تابعین سے ثابت ہیں تو ترجیح کس کو ہوگی تو ضابطہ یہ ہے کہ جو سکون سے اقرب ہے وہی راجح ہوگا اور سوائے تکبیر تحریمہ کے ترک رفع یدین اقرب ہے خشوع اور سکون سے جو زینت ہے نماز کی اور روح ہے نماز کی نہ کہ رفع یدین اسی لئے امام ابوحنیفہؒ نے ترک رفع یدین کو ترجیح دی ہے اور اسی کو افضل قرار دیا نیز امام ابوحنیفہؒ نے راویوں کی افضلیت سے ترک رفع کو ترجیح دی جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ نے امام اوزاعیؒ کو یہی جواب دیا جبکہ دونوں کے درمیان رفع

یدین کے مسئلہ میں مناظرہ پیش آیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ امام ابوحنیفہؒ اور امام اوزاعیؒ مکہ مکرمہ میں دارالحناطین میں جمع ہوئے کما حکی ابن عیینہ اوزاعی نے کہا یہ کیا بات ہے تم عندالرکوع اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین نہیں کرتے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا اس لئے نہیں کرتے کہ "لم یصح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ شئی ای لم یصح سالما عن المعارض "یعنی حدیث تو موجود ہے لیکن اس کے مقابلے میں دوسری قسم کی حدیث بھی ہے اس لئے احادیث سالم عن المعارض نہیں یہی مراد ہے امام اعظمؒ کی یہ مطلب نہیں کہ حدیث صحیح نہیں امام اوزاعیؒ نے کہا "کیف لم یصح وقدحدثنی الزھری عن سالم عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ وعند الرکوع وعند الرفع منہ "تو اس پر امام اعظمؒ نے فرمایا "حدثنا حماد عن ابراھیم عن علقمۃ والاسود عن عبداللہ بن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لایرفع یدیہ الا عند افتتاح الصلوٰۃ ثم لایعودلشئی من ذلک "کہ سوائے تکبیر تحریمہ کے کہیں رفع یدین نہیں کرتے تھے یہ سن کر اوزاعیؒ نے کہا میں نے زہری عن سالم عن ابیہ کی سند سے حدیث بیان کی جس کو سلسلۃ الذہب کہا گیا ہے اور تم ان کا نام لیتے ہو ان کے مقابلہ میں اس پر امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ حماد زہری سے افقہ ہے اور ابراہیم افقہ ہے سالم سے اور علقمہ فقہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کم نہیں اگرچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو شرف صحابیت حاصل ہے لیکن فقہ میں یہ کم نہیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مقام مقام فقاہت میں اظہر من الشمس ہے تو امام ابوحنیفہؒ نے فقاہت رواۃ کی بناء پر ترجیح دی جیسا کہ امام اوزاعیؒ نے علو اسناد کی بناء پر ترجیح دی۔

مناقب الشافعی للامام الرازی میں نقل مناظرہ کر کے اعتراض کر گئے کہ اس میں تفقہ کو کیا دخل ہے یہ تو حسی واقعہ ہے واقعہ کا انکار تو کر نہیں سکے اس لئے یہ اعتراض کیا مگر احناف جواب میں کہتے ہیں کہ اصول میں لکھا ہے کہ جب دو راوی ثقہ متدین جمع ہوں اور متعارض ہوں تو وجہ ترجیح تفقہ ہے یہ اصول صرف امام ابوحنیفہؒ کا نہیں دوسرے محدثین بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں۔

(کما فی معارفۃ علوم الحدیث للحاکم)

بہرحال ایک وجہ ترجیح یہ بھی ہے اس لئے امام ابوحنیفہؒ نے رفع یدین پر ترک رفع کو ترجیح دی علاوہ ازیں امام ابوحنیفہؒ کے مسلک میں احتیاط ہے کیوں کہ رفع یدین اس کے منسوخ ہونے کی تقدیر پر عمل بالمنسوخ ہوگا اور عدم رفع سے استحباب رفع کی تقدیر پر بہت سے بہت ایک امر مستحب کا چھوڑنا لازم آتا ہے اور احداث بدعت بدترین چیز ہے ترک ادب سے "وفی ذلک کفایۃ لمن سلک الاعتدال واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال"۔(نصب الرایہ . الجوھر النقی. بذل المجھود . فتح الملھم)

باب رفع الیدین قبل التکبیر

تکبیر سے پہلے رفع یدین کا بیان

اخبرنا سوید بن نصر قال انبانا عبداللہ بن المبارک عن یونس عن الزھری قال اخبرنی سالم عن

ابن عمر قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام الی الصلاۃ رفع یدیہ حتی تکونا حذو منکبیہ ثم یکبر قال وکان یفعل ذلک حین یکبر للرکوع ویفعل ذالک حین یرفع رأسہ من الرکوع ویقول سمع اللہ لمن حمدہ ولا یفعل ذالک فی السجود.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوتے دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ دونوں ہاتھ اپنے مونڈھوں کے برابر ہوتے تھے پھر تکبیر تحریمہ کہتے ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اور اسی طرح دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے جب رکوع کے لئے تکبیر کہتے اور اسی طرح کرتے جب رکوع سے سر مبارک اٹھاتے اور سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اور سجدوں میں رفع یدین نہیں کرتے تھے یعنی سجدہ میں جاتے اور سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ دونوں ہاتھ تکبیر تحریمہ سے پہلے اٹھائے پھر تکبیر کہے ایسا نہ کرے کہ پہلے تکبیر کہے پھر ہاتھ اٹھائے یہ خلاف سنت ہے رفع یدین کی پوری بحث اوپر کے عنوان کے تحت گزر چکی ہے۔

رفع الیدین حذو المنکبین

دونوں کندھوں کے برابر رفع یدین کا بیان

اخبرنا قتیبۃ عن مالک عن ابن شہاب عن سالم عن عبداللہ بن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلاۃ رفع یدیہ حذو منکبیہ واذا رکع واذا رفع رأسہ من الرکوع رفعہما کذالک وقال سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد وکان لا یفعل ذلک فی السجود.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو دونوں ہاتھ اپنے کندھوں کے برابر اٹھاتے اور جب رکوع کرتے اور اس سے سر اٹھاتے تو اس طرح دونوں ہاتھ اٹھاتے اور سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہتے اور سجدوں میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

تشریح: اس حدیث کے لفظ "**وقال سمع اللہ لمن حدہ ربنا ولک الحمد**" سے استدلال کرتے ہوئے امام شافعیؒ نے فرمایا کہ سنت یہی ہے کہ ہر نماز پڑھنے والا سمع اللہ اور ربنا دونوں کہے اور امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ امام صرف سمع اللہ لمن حمدہ کہے دلیل ان کی حدیث قولی ہے چنانچہ سوائے ابن ماجہ کے جماعت محدثین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو (الحدیث) تو دیکھئے اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے ذکر کو امام اور مقتدی کے درمیان تقسیم فرما دیا اور تقسیم منافی شرکت ہے لہٰذا امام کو اس میں شرکت نہ ہوگی اب رہا یہ سوال کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو اس میں بھی تقسیم ہے لہٰذا امام آمین نہ کہے اس کا جواب یہ ہے کہ دوسری دلیل سے معلوم ہوا کہ امام بھی کہے گا۔

چنانچہ ابن ہمامؒ نے کہا کہ جب فعلی اور قولی دونوں قسم کی روایات موجود ہیں اس حالت میں اگر ہم معارضہ کے طریقہ پر چلیں تو حضرت ابو ہریرہ ﷺ کی قولی روایت حضرت ابن عمر ﷺ کی فعلی روایت کے مقابلہ میں راجح ہوگی کیوں کہ تعارض کے وقت قولی روایت کو فعلی روایت پر ترجیح ہوتی ہے کیوں کہ قول خصوصیت کا احتمال نہیں رکھتا وہ ضابطہ کلیہ ہوتا ہے بخلاف فعل کے اس میں خصوصیت کا بھی احتمال ہوتا ہے اور اگر ہم دفع تعارض کے لئے جمع کے طریقہ پر چلیں تو ابن عمر ﷺ نے جو حضور اکرم ﷺ کے جمع کرنے کو روایت کیا ہے یہ انفرادی حالت پر محمول ہے کہ منفرد دونوں کو جمع کرے۔

اس کے بعد واضح رہے کہ صحیح حدیث میں ''**ربنا لک الحمد**'' اور ''**اللهم ربنا ولک الحمد**'' اور ''**ربنا ولک الحمد**'' تینوں وارد ہیں لیکن چونکہ دوسرے اور تیسرے کو بیان کرنے والی حدیث اصح ہے اور اکثر راویوں نے نقل کیا ہے اس لئے اخیر کے دونوں کلمات افضل ہیں نیز اس وجہ سے بھی افضل ہیں کہ واؤ عاطفہ کی بناء پر یہ دونوں کلمات دو چیزوں کو یعنی دعا اور اعتراف کو جامع ہیں مطلب اس کا یہ ہے کہ'' **یاربنا تقبل منا ولک الحمد علی هدایتک ایانا لما یرضیک عنا** '' اے ہمارے رب ہم سے قبول کیجئے اور تیرے لئے حمد ہے اس امر کی ہدایت پر جس کی بدولت تو ہم سے راضی ہو جائے۔

(قاله ابن حجرؒ مرقات: ۲/۲۵۶)

رفع الیدین حیال الاذنین

دونوں کانوں کے مقابل رفع یدین کا بیان

اخبرنا قتیبة قال حدثنا ابوالاحوص عن ابی اسحاق عن عبدالجبار بن وائل عن ابیه قال صلیت خلف رسول الله صلی الله علیه وسلم فلما افتتح الصلاة کبر ورفع یدیه حتی حاذتا اذنیه ثم یقرأ بفاتحة الکتاب فلما فرغ منها قال آمین یرفع بها صوته.

حضرت وائل بن حجر ﷺ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی جب حضور ﷺ نماز شروع فرماتے تو تکبیر کہتے اور دونوں ہاتھ اپنے دونوں کانوں کے برابر اٹھاتے پھر سورۂ فاتحہ پڑھتے پھر جب اس سے فارغ ہوتے آمین کہتے بلند آواز کے ساتھ۔

اخبرنا محمد بن عبدالاعلیٰ قال حدثنا خالد قال حدثنا شعبة عن قتادة قال سمعت نصر بن عاصم عن مالک بن الحویرث وکان من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان اذا صلی رفع یدیه حین یکبر حیال اذنیه واذا اراد ان یرکع واذا رفع رأسه من الرکوع.

حضرت مالک بن الحویرث ﷺ جو نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے تھے ان سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ جب نماز کا ارادہ فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ جس وقت تکبیر کہتے کانوں کے برابر اٹھاتے اور جب رکوع کا ارادہ فرماتے

اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے۔

اخبرنا یعقوب بن ابراھیم قال حدثنا ابن علیة عن ابن ابی عروبة عن قتادة عن نصر بن عاصم عن مالک بن الحویرث قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین دخل فی الصلاة رفع یدیہ وحین رکع وحین رفع رأسہ من الرکوع حتیٰ حاذتا فروع اذنیہ.

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں داخل ہونے کا ارادہ فرماتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جس وقت رکوع کرتے اور جس وقت رکوع سے سر اٹھاتے یہاں تک کہ دونوں ہاتھ اپنے کانوں کے اوپر کی جانب کے برابر ہوتے۔

تشریح: قاضی عیاضؒ نے کہا تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین مسنون ہے لیکن کیفیت رفع یدین میں اختلاف ہے امام مالک وامام شافعی اور ایک روایت میں امام احمد رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھائے ان حضرات کی دلیل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو عنوان سابق کے تحت مذکور ہے حنفیہ کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھ تکبیر کے وقت کانون کے برابر اٹھائے امام احمد کا بھی یہی قول ہے ان حضرات کی دلیل دوسرے عنوان کے تحت کی روایات ہیں جو حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اور حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں ان میں ''حیال اذنیہ'' کا لفظ آیا ہے کہ دونوں ہاتھ کانوں کے برابر اٹھاتے مگر حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت میں آیا ہے ''حتی حاذتا فروع اذنیہ'' کہ دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ دونوں ہاتھ کانوں کے اوپر کے حصہ کے برابر ہوتے تو امام ابوحنیفہؒ نے متوسط کو اختیار کیا اگر کوئی کہے کہ پہلی حدیث کی سند میں جمہور محدثین کے قول کے مطابق عبدالجبار کا سماع اپنے والد وائل بن حجرؒ سے ثابت نہیں ہاں اپنے بھائی علقمہ سے سماع حدیث کا ثبوت ہے چنانچہ امام ترمذیؒ نے کہا کہ میں نے محمد بن اسماعیل بخاری سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ عبدالجبار نے اپنے والد کو نہ پایا اور نہ ان سے کچھ سنا وہ اپنے والد کے انتقال کے چھ ماہ بعد پیدا ہوا۔

(کذا فی التخریج)

تو حدیث مرسل ہوئی لیکن کوئی حرج نہیں حدیث مرسل جمہور علماء کے یہاں قابل استدلال ہے نیز طحاوی اور دارقطنی اور اسحاق بن راہویہ نے یزید بن ابی زیاد سے انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے انہوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے ''**قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی رفع یدیہ کان ابھاماہ حذاء اذنیہ**'' دارقطنی کی روایت میں اتنا زائد ہے ثم لم یعد کہ پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے۔

نیز بیہقیؒ نے سنن کبریٰ میں حدیث انس رضی اللہ عنہ روایت کی جس کا مفہوم یہ ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کا افتتاح کرتے تو تکبیر کہتے اور دونوں ہاتھوں کو بلند کرتے یہاں تک کہ دونوں انگوٹھے مقابل کرتے دونوں کانوں کے ابن الجوزی نے کہا کہ اس کی اسناد کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

بہر حال ان روایات سے امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کا ثبوت ہوتا ہے اور درحقیقت ان روایات میں کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ علامہ طیبیؒ نے بیان کیا ہے کہ امام شافعیؒ جب مصر میں تشریف لے گئے تو ان سے تکبیر کے وقت رفع یدین کی کیفیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ مصلی اس طور سے ہاتھ اٹھائے کہ دونوں ہتھیلیاں مقابل کندھے کے رہیں اور انگوٹھے کان کی لو کے برابر اور باقی انگلیوں کے سر کان کے اوپر کی جانب کے مقابل رکھے تو اس توجیہ سے تینوں قسم کی روایت میں تطبیق ہو جاتی ہے اور سب پر عمل ہو جاتا ہے۔

ملاعلی قاریؒ اس کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں "هو جمع حسن اختاره بعض مشائخنا" کہ یہ عمدہ جمع ہے اس کو ہمارے بعض مشائخ نے اختیار کیا اور ہوسکتا ہے کہ کبھی دونوں کانوں تک اٹھائے ہوں اور کبھی دونوں کندھوں تک اور کبھی فروع اذنین تک ہر راوی نے جو دیکھا اسی کو نقل کر دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (شرح النقایه: ۱/۱۷. مرقات: ۲/۲۵۴)

باب موضع الابها مین عند الرفع

رفع یدین کے وقت دونوں انگوٹھوں کے مقام کا بیان

اخبرنا محمد بن رافع قال حدثنا محمد بن بشر قال حدثنا فطر بن خليفة عن عبدالجبار بن وائل عن ابيه انه رأى النبي صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلاة رفع يديه حتى تكاد ابهاماه تحاذى شحمة اذنيه.

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع فرماتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ دونوں انگوٹھے دونوں کانوں کی لو کے مقابل ہو جاتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ محاذی اپنے معنی پر ہے کہ دونوں انگوٹھوں کو دونوں کانوں کی لو کے محاذی کرتے اور چھونا مراد لینا غیر موجہ ہے۔

رفع اليدين مدا

تکبیر کے وقت دونوں ہاتھوں کو خوب اچھی طرح اٹھانا

اخبرنا عمرو بن علي قال حدثنا يحيى قال حدثنا ابن ابى ذئب حدثنا سعيد بن سمعان قال جاء ابوهريرة الى المسجد بني زريق فقال ثلاث كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعمل بهن تركهن الناس كان يرفع يديه في الصلاة مدا ويسكت هنيهة ويكبر اذا سجد واذا رفع.

سعید بن سمعان کہتے ہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مسجد بنی زریق میں آئے پھر کہا تین چیزیں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کرتے تھے اور لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دونوں ہاتھوں کو خوب اچھی طرح اٹھاتے اور تھوڑا سا سکوت کرتے

اور جب سجدہ کرتے اور سجدہ سے سر اٹھاتے تکبیر کہتے۔

تشریح:"کان یرفع یدیه فی الصلوٰة مدا"میں لفظ مدا حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے"ای یرفع یدیه فی حال کونه مادالهما الی رأسه"یا فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے"ای یمدهما"اور مدا کا اصل معنی ہے جر یعنی کھینچنا قاله الراغب اور بمعنی ارتفاع کے بھی ہے جوہری نے کہا مد النہار ارتفاعہ کذا فی النیل اب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں جس مد کا ذکر آیا ہے اس کی توجیہ وتاویل میں اختلاف ہے چنانچہ علامہ عینیؒ نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ ابن حبیب مالکی نے کہا کہ دونوں ہاتھ کانوں کے برابر اٹھاتے دوسرا قول ان کا یہ ہے کہ دونوں ہاتھ اپنے سر سے اوپر اٹھاتے تھے اور ابن عبدالبر مالکی نے کہا کہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ دونوں ہاتھ دونوں کندھوں کے برابر اٹھاتے اور یہ بھی مروی ہے کہ اپنے سینہ تک اٹھاتے اور یہ بھی مروی ہے کہ دونوں ہاتھ کانوں کے برابر اٹھاتے اور اس حدیث باب میں مروی ہے کہ رفع یدین میں مد یعنی رفع بلیغ کرتے اور یہ آثار سب کے سب محفوظ اور مشہور ہیں جو توسع پر دلالت کرتے ہیں اور ابن طاؤس سے نقل کیا ہے کہ وہ دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ اپنے سر سے تجاوز کر جاتے اور کہتے تھے"رأیت ابن عباس رضی الله عنه یصنعه"کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اسی طرح کرتے دیکھا اور طاؤس کہتے ہیں"ولا اعلم الا انه قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصنعه"اس کو ابن قطان نے اپنی کتاب الوہم والایہام میں صحیح قرار دیا ہے بہرحال انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے مد مذکور کو رفع بلیغ یعنی دونوں ہاتھوں کو مع الرأس دونوں کانوں سے اوپر اٹھانے پر محمول کیا ہے اور اسی طرح علامہ ابن عبدالبرؒ نے مد مذکور فی الحدیث کی تفسیر کی ہے۔(کما فی النیل)

اور جمہور نے اس مد مذکور فی الحدیث کو مد صابع پر محمول کیا ہے جو اس نشر کے مطابق ہے جس کا ذکر دوسری روایت میں آیا ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ جب تکبیر کہتے تو انگلیاں کشادہ رکھتے تھے۔

(رواه الترمذی وابن خزیمه فی صحیحه)

مطلب یہ کہ تکبیر تحریمہ کے وقت انگلیاں نہ ملائے بلکہ اپنے حال پر کھلی چھوڑ دے اور اسی حدیث باب میں آیا ہے "ویسکت هنیهة"خفیف سکوت فرماتے بعد"ولا الضالین"کے شاید وہ سکتہ تامین کے لئے ہوتا تھا یعنی آمین کہنے کے لئے ذرا سکوت فرماتے۔

فرض التكبيرة الاولى

تکبیر تحریمہ فرض ہونے کا بیان

اخبرنا محمد بن المثنی قال حدثنا یحیی قال حدثنا عبیدالله بن عمر قال حدثنی سعید بن ابی سعید عن ابیه عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم دخل المسجد فدخل رجل فصلی ثم جاء

فسلم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرد علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال ارجع فصل فانک لم تصل فرجع فصلی کما صلی ثم جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسلم علیہ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیک السلام ارجع فصل فانک لم تصل فعل ذالک ثلاث مرات فقال الرجل والذی بعثک باالحق مااحسن غیر ھذا فعلمنی قال اذا قمت الی الصلاۃ فکبر ثم اقرأ ماتیسر معک من القرآن ثم ارکع حتی تطمئن راکعا ثم ارفع حتی تعتدل قائما ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تطمئن جالسا ثم افعل ذالک فی صلاتک کلھا۔

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے پھر ایک آدمی داخل ہوا اور اس نے نماز پڑھی پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر آپ ﷺ کو سلام کیا آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا واپس جا کر نماز پڑھ کیوں کہ تو نے نماز نہیں پڑھی پھر وہ شخص واپس جا کر نماز پڑھی جیسی پہلے پڑھی تھی پھر آ کر نبی کریم ﷺ کو سلام کیا آپ ﷺ نے اس کے جواب میں وعلیک السلام کہا پھر فرمایا واپس جا کر نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی اس شخص نے تین مرتبہ ایسا ہی کیا پھر اس نے کہا قسم اس ذات پاک کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ میں اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا آپ مجھے سکھلا دیں پس حضور اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا جب تو نماز کو کھڑا ہو تو تکبیر کہہ پھر قرآن سے پڑھ جو تجھے آسان ہو پھر رکوع کر یہاں تک کہ مطمئن ہو جاؤ بحالت رکوع پھر سر اٹھا یہاں تک کہ سیدھا ہو جاوے بحالت قیام پھر سجدہ کر یہاں تک کہ تو مطمئن ہو جائے بحالت سجود پھر سر اٹھا یہاں تک کہ مطمئن ہو جائے بیٹھنے کی حالت میں پھر ایسا ہی اپنی تمام نماز میں کر۔

تشریح :امام نسائی نے اس حدیث سے تکبیر افتتاح کے فرض ہونے پر استدلال کیا ہے یہی قول امام مالک وثوری وامام شافعی وامام ابوحنیفہ اور امام احمد رحمہم اللہ اور جمہور صحابہ اور تابعین کا ہے اور تکبیر افتتاح کو تکبیر تحریمہ اس لئے کہتے ہیں کہ جتنی چیزیں تکبیر تحریمہ سے پہلے جائز تھیں وہ ساری چیزیں تکبیر تحریمہ کی وجہ سے حرام ہو جاتی ہیں اور تکبیر تحریمہ حنفیہ کے یہاں شرط ہے اور امام مالک وامام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک رکن ہے اور امام طحاویؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے دلیل ان کی صحیح مسلم کی حدیث ہے جو حضرت معاویہ بن حکم سے مروی ہے اس میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''**ان ھذہ الصلوٰۃ لاتصلح فیھا شیئ من کلام الناس انما ھی التسبیح والتکبیر وقراۃ القرآن** '' اور دلیل عقلی یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے لئے ہر وہ چیز ضروری ہے جو نماز کے لئے ضروری ہے جیسے استقبال قبلہ وطہارۃ اور ستر عورۃ اور یہ اس کے رکن ہونے کی علامت ہے۔

حنفیہ کی دلیل یہ کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ''**وذکر اسم ربہ فصلی** '' یہاں ذکر اسم ربہ سے تکبیر تحریمہ مراد ہے جو شرط صلاۃ ہے نہ کہ رکن کیوں کہ فصلی میں فاء عطف کے لئے ہے کہ تکبیر مذکور پر نماز کا عطف کیا گیا ہے جس کا تقاضا ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ جدا جدا ہوں کیوں کہ ایک ہی چیز کا عطف بے فائدہ ہے مثلاً زید اور زید آیا تو زید اول معطوف علیہ اور زید دوم معطوف ہے مگر بے فائدہ کلام ہے بلکہ دونوں الگ الگ ہونے چاہئے اس لئے تکبیر تحریمہ جزء صلاۃ نہیں تکبیر الگ اور نماز الگ

ہے مگر شرط ہے اور جس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے اس کا جواب یہ کہ اس سے مراد یہ ہے کہ نماز تسبیح اور تکبیر اور قرأۃ کی جنس سے ہے فرائض صلوٰۃ کا بیان مراد نہیں ورنہ تسبیح بھی فرض ہوگی اور ہم اس دلیل عقلی کو کہ تکبیر تحریمہ کے لئے طہارۃ واستقبال قبلہ اور ستر عورت شرط ہے تسلیم نہیں کرتے کیوں کہ حنفیہ کا قول ہے کہ نماز کی تمام خارجی شرائط کی نگہداشت صرف اس کے واسطے جو تکبیر سے متصل ہے یعنی قیام نماز بذات خود یہ شرائط تکبیر تحریمہ کے واسطے نہیں ہیں اسی لئے اگر واجب الستر حصہ بدن کا کھلا ہوا ہو جو بعد فراغت تکبیر کے خفیف عمل سے ڈھانک لیا یا قبلہ کی طرف منہ نہ ہوا اور تکبیر تحریمہ سے فارغ ہوتے ہی قبلہ رخ ہو گیا تو نماز درست ہو جاتی ہے کیوں کہ قیام صلوٰۃ کے ساتھ جس جزء تحریمہ کا اتصال ہے وہ صحیح شرط کے ساتھ اور صحیح رخ پر ہوا ہمارے اور امام شافعی وغیرہ کے درمیان اختلاف کا ثمرہ فرض کی تحریمہ پر بناء نفل کے جواز کی صورت میں ظاہر ہوگا حنفیہ کے نزدیک اگر کوئی فرض کا تحریمہ باندھے تو اس کو جائز ہے کہ اس تحریمہ سے نفل ادا کرے اگرچہ فرض سے اس طرح خارج ہونا مکروہ ہے تو اگر تحریمہ رکن ہوتا تو فرض کی تحریمہ سے نفل کا ادا کرنا جائز نہ ہوتا تو معلوم ہوا کہ تحریمہ رکن داخل نہیں ہے اور امام شافعیؒ وغیرہ کے نزدیک رکن ہونے کی وجہ سے بناء نفل علی تحریمۃ الفرض جائز نہیں ہے پھر تکبیر تحریمہ کے فرض ہونے کی دلیل خواہ شرط ہو یا رکن ارشاد باری تعالیٰ ''وربک فکبر '' ہے اس میں مراد تکبیر سے باجماع اہل تفسیر تکبیر افتتاح یعنی نماز شروع کرنے کی تکبیر ہے نیز دلیل اس کی وہ حدیث ہے جس کو ابوداؤد وترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے امام نوویؒ نے کہا کہ اس کی اسناد اچھی ہے الفاظ اس کے یہ ہیں ''مفتاح الصلوٰۃ الطهور وتحريمها التكبير وتحليلها التسليم '' کہ نماز کی کنجی طہور ہے اور تحریم اس کی تکبیر ہے اور تحلیل اس کی تسلیم ہے لہٰذا تکبیر تحریمہ شرط نماز مفروض ہے ہر نمازی پر جبکہ اس پر قدرت ہو۔

اور ارشاد مبارکہ ''ثم اقرأ ماتيسر معک من القرآن '' سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ سورۃ فاتحہ رکن نماز نہیں اور اگر رکن ہوتی تو حضور اکرم ﷺ اس شخص کو ضرور حکم دیتے کیوں کہ مقام تعلیم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

القول الذی یفتتح به الصلاة

جس قول سے نماز کو شروع کیا جاتا ہے اس کا بیان

اخبرنی محمد بن وهب قال حدثنا محمد بن سلمة عن ابی عبدالرحیم قال حدثنی زید هو ابن ابی انیسة عن عمرو بن مرة عن عون بن عبدالله عن عبدالله بن عمر قال قام رجل خلف نبی الله صلی الله علیه وسلم فقال الله اکبر کبیراً والحمد لله کثیرا وسبحان الله بکرة واصیلاً فقال نبی الله صلی الله علیه وسلم من صاحب الکلمة فقال رجل انا یا نبی الله فقال لقد ابتدرها اثنا عشر ملکا.

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پیچھے کھڑا ہوا پھر اس نے کہا اللہ اکبر کبیراً (اللہ بہت بڑا ہے بڑا ہے) والحمد للہ کثیر (اور تعریف اللہ کے واسطے ہے بہت) وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا (پاکی بیان کرتا ہوں اللہ کی

صبح اورشام) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کون ہے ان کلموں کو کہنے والا ایک آدمی نے کہا میں ہوں اے اللہ کے نبی! حضور اکرم ﷺ نے فرمایا بارہ فرشتے جلدی کرتے تھے ان میں سے کون ان کلموں کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں لے جاوے۔

اخبرنا محمد بن شجاع المروزی قال حدثنا اسماعیل عن حجاج عن ابی الزبیر عن عون بن عبداللہ عن ابن عمر قال بینما نحن نصلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رجل من القوم اللہ اکبر کبیراً والحمد للہ کثیراً وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من القائل کلمۃ کذا وکذا فقال رجل من القوم انا یا رسول اللہ قال عجبت لھا وذکر کلمۃ معناھا فتحت لھا ابواب السماء قال ابن عمر ماترکتہ منذ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولہ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نماز پڑھ رہے تھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قوم میں سے ایک آدمی نے کہا اللہ اکبر کبیراً والحمد للہ کثیراً وسبحان اللہ بکرۃ واصیلاً رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کون ہے ان کلمات کو پڑھنے والا قوم میں سے ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول میں ہوں حضور ﷺ نے فرمایا میں متعجب ہوں ان کلمات سے ان کے واسطے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے ان کلمات کو نہیں چھوڑا جب سے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا۔

تشریح: ابن قدامہ نے لکھا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد استفتاح بالذکر اکثر اہل علم کے یہاں سنن صلاۃ میں سے ہے امام مالکؒ کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے بعد کوئی ذکر مسنون نہیں بلکہ تکبیر کے بعد نماز کی ابتداء سورۂ فاتحہ سے ہوتی ہے ان کا استدلال اپنے قول پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ الحمد للہ رب العالمین کے ساتھ نماز شروع کرتے۔ **(رواہ مسلم)**

اور ہماری دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز شروع کرتے تو پڑھتے **سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک الخ**''۔ **(رواہ الترمذی وابوداؤد)**

اور مثل اس کے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے (رواہ النسائی والترمذی) اور اس کو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بھی روایت کیا ہے ان کی حدیث کے تمام رجال ثقات ہیں۔ **(رواہ دارقطنی)**

اور اس پر صحابہ نے عمل کیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تکبیر تحریمہ کے بعد اسی ذکر کے ساتھ نماز شروع کرتے اور کبھی لوگوں کو سنانے کی غرض سے ''**سبحانک اللھم وبحمدک الخ**'' کو بلند آواز سے پڑھتے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اسی ذکر کے ساتھ نماز کو شروع کرتے۔

امام مالکؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی جس حدیث سے استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ''**یفتتحون قرأۃ الصلوٰۃ بالحمدللہ رب العالمین**'' یعنی قرأۃ نماز کو الحمد للہ رب العالمین کے ساتھ شروع کرتے اس حدیث سے ذکر مسنون کی نفی نہیں ہوتی اور اس توجیہ سے تمام روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

امام احمد کا ارشاد

امام احمدؒ نے ''سبحانک اللھم الخ '' کے ساتھ نماز شروع کرنے کو اختیار کیا ہے اور فرمایا کہ جواذ کار نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں ان میں سے کسی بھی ذکر کے ساتھ اگر کوئی شخص نماز شروع کرے تو جائز ہے یہی قول اکثر اہل علم کا ہے جن میں سے سفیان ثوری اور اسحٰق بھی ہیں مگر افضل ثناء یہ ہے۔

امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد اس دعاء کا پڑھنا افضل ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ جب نماز کے قصد سے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے پھر پڑھتے ''انی وجھت وجھی للذی فطر السمٰوت والارض حنیفا الخ '' انتھی۔ (بحوالة حاشية کوکب دری: ۱۲۴)

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ حنابلہ اور شوافع کے یہاں استفتاح بالذکر سنن صلوٰۃ میں سے ہے کہ امام شافعیؒ نے دعاء توجیہ کے ساتھ استفتاح (شروع کرنے کو) کو اختیار کیا ہے اور امام احمدؒ نے ثناء کے ساتھ استفتاح کو اختیار کیا مگر امام مالکؒ اس کے قائل نہ تھے امام مالکؒ وغیرہ کہتے ہیں کہ قیام محل قرأۃ ہے اور رکوع محل تسبیح ہے اور سجود محل دعا ہے اور افضل ذکر قرأۃ ہے لہٰذا نماز کا افتتاح اسی کے ساتھ ہونا چاہئے مگر امام ابن العربی مالکیؒ نے اپنی شرح ترمذی میں لکھا ہے کہ امام مالکؒ سے مختصر میں وہ بات نقل کی گئی ہے جو المختصر میں نہیں امام مالکؒ تکبیر تحریمہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کلمات پڑھتے تھے یعنی ''سبحانک اللھم الخ ''۔ (۱/۴۳)

اب رہا حنفیہ کا مسلک تو امام ابوحنیفہ وغیرہم کا قول مختار وہی ہے جو امام احمد بن حنبلؒ کا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت سے پہلے صرف ثناء پڑھے اور امام ابوحنیفہؒ نے اس ثناء کو دوسرے اذکار ماثورہ پر اس لئے ترجیح دی کہ اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ پڑھتے تھے اور کبھی تعلیم کے قصد سے جہر سے پڑھتے تھے چنانچہ صحیح مسلم میں عبدۃ ابن ابی لبابہ کہتے ہیں ''ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کان یجھر بھؤلاء الکلمات یقول سبحانک اللھم وبحمدک الخ '' اور مسلک حنفیہ کی تائید ابن تیمیہ کے قول سے ہوتی ہے انہوں نے المنتقی میں حضرت ابوبکر و عمر و عثمان اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم کے آثار بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ ان حضرات کا اس استفتاح یعنی سبحانک الخ کو اختیار کرنا اور صحابہ کی موجودگی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس کو احیانا جہر سے پڑھنا باوجود اس کے سنت اس کا اخفاء کرنا ہے اس بات کی دلیل ہے کہ یہی افضل ہے اور نبی کریم ﷺ غالباً اسی کے ساتھ استفتاح پر مداومت فرماتے اور اگر کوئی اس دعا کے ساتھ استفتاح کرے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یعنی انی وجھت وجھی الخ تو اچھا ہے کیوں کہ اس کا ثبوت بھی صحیح روایت سے ہے مگر افضل یہی ہے کہ اسی اثناء کے ساتھ افتتاح کیا جاوے۔

امام ابو یوسفؒ اور شافعیہ میں سے ابو اسحاقؒ مروزی اور ابو حامدؒ کا مسلک یہ ہے کہ دونوں میں جمع کرے یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد اسی ثناء کے ساتھ توجیہ یعنی انی وجھت وجھی آخر تک ملاوے اس کا جواب صاحب ہدایہؒ نے یہ دیا ہے کہ ومارواہ محمول علی التھجد یعنی جو امام ابو یوسفؒ نے روایت کیا ہے وہ تہجد پر محمول ہے یعنی نفل میں دعاء توجیہ پڑھتے تھے نہ فرض باجماعت میں کیوں

کہ جماعت میں تخفیف قرأۃ کرنا صحیح حدیثوں سے ثبوت ہوا ہے تو جب قرأۃ میں تخفیف کا حکم ہے تو پھر ذکر میں تطویل خلاف سنت ہے اور مکروہ ہوگا لیکن بعض صحیح احادیث میں حضور ﷺ کا دعا توجیہ پڑھنا فرائض میں بھی ثبوت ہوا ہے جس سے معلوم ہوا کہ کبھی کبھی نماز با جماعت میں پڑھ لینا حرج نہیں ہے لیکن سبحانک الخ کے ساتھ جمع کرنے کا کسی صحیح روایت سے ثبوت نہیں البتہ اگر کوئی نوافل میں جمع کرے تو کچھ بھی قباحت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔(هدايه : ۱/۱۰۲ .فتح القدير وعين الهدايه)

وضع اليمين على الشمال فی الصلاة

نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کا بیان

اخبرنا سويد بن نصر قال حدثنا عبدالله عن موسىٰ بن عمير العنبری وقيس بن سليم العنبری قالا حدثنا علقمة بن وائل عن ابيه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كان قائما فی الصلاة قبض بيمينه على شماله.

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب حضور ﷺ نماز میں قیام کی حالت میں ہوتے تو دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑتے۔

تشریح : جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر باندھ لینا سنت ہے امام مالکؒ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ ہاتھ چھوڑ دے اس کو ابن القاسم نے نقل کیا ہے اور امام مالکؒ کے اکثر اصحاب نے اسی کو اختیار کیا ہے تو معلوم ہوا کہ ان کا قول مختار یہ ہے کہ ہاتھ چھوڑ دے دوسری روایت ان کی یہ ہے کہ فرائض میں ہاتھ چھوڑ دینا مسنون ہے اور نوافل میں باندھ لے حدیث باب اور صحیح مسلم کی روایت کا لفظ'' **ثم وضع يده اليمنى على اليسرى** '' امام مالکؒ پر حجت ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ محل وضع کیا ہے یعنی ہاتھ کس جگہ باندھا جائے حدیث باب اس سے ساکت ہے لیکن دوسرے محدثین نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی اسی روایت میں محل وضع کا ذکر کیا ہے چنانچہ صحیح ابن خزیمہ میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے ''**انه وضعهما على صدره** '' کا لفظ مروی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سینہ پر ہاتھ باندھتے اور مسند بزار میں ''**عند صدره** '' اور مصنف ابن ابی شیبہ میں انہی سے تحت السرۃ کا لفظ مروی ہے تو حدیث ایک ہے الفاظ مختلف ہیں اسی سبب سے اماموں کے اقوال بھی مختلف ہوگئے چنانچہ امام شافعیؒ کے نزدیک تحت الصدر ہاتھ باندھے کما فی الوسیط اور اکثر کتب شافعیہ اور الاُم میں یہی مذکور ہے اور ان کے اصحاب کے نزدیک معمول ومختار اور امام مالکؒ سے بھی ایک روایت اسی طرح منقول ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھے۔(**كما فی معارف السنن : ۲/۴۳۶ بحواله الحاوی**)

امام ابوحنیفہ وسفیان ثوری واسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ تعالیٰ اور شافعیہ میں ابواسحاقؒ مروزی کے نزدیک ناف کے نیچے ہاتھ باندھے اور امام احمدؒ سے تین روایات منقول ہیں۔

ایک امام شافعیؒ کے مطابق دوسرا امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق تیسری یہ کہ مصلی دونوں طریقوں میں سے جو چاہے اختیار کرسکتا ہے اور ابن ہبیرہؒ نے کہا کہ امام احمد کی روایت مشہورہ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے مطابق ہے اس کو معارف السنن صفحہ مذکورہ پر اپنے شیخ کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور فرمایا میزان میں اسی طرح ہے اور فرمایا کہ اسی کو خرقی نے اختیار کیا ہے۔

امام شافعیؒ کا استدلال صحیح ابن خزیمہ اور مسند بزار کی روایت سے ہے حالانکہ یہ زیادتی مذکورہ بقواعد محدثین صحیح نہیں اور عدم صحت کا قول صرف حنفیہ کا ہی نہیں بلکہ امام نوویؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے بھی اس زائد لفظ مذکور پر اعتماد نہیں کیا جب ہی تو اپنے مسلک کے اثبات میں ایسے الفاظ کی سخت حاجت ہونے کے باوجود انہوں نے ان الفاظ کو اپنی کتاب شرح مسلم وغیرہ میں اور فتح الباری اور التلخیص وغیرہ میں نقل نہیں کیا۔ علامہ ابن القیمؒ نے کہا کہ علی صدرہ کا لفظ سوائے مومل بن اسماعیل کے حفاظ حدیث میں سے کسی اور نے نقل نہیں کیا اور مومل ضعیف ہیں بہت سے محدثین نے ان کو کمزور شمار کیا ہے علامہ ذہبیؒ نے میزان میں لکھا ہے کہ مومل کے بارے میں ابوحاتم کہتے تھے کہ بہت راست گو تھے مگر غلطیاں بہت کرتے تھے اور امام بخاریؒ نے فرمایا مؤمل منکر الحدیث ہیں اور ابوزرعہؒ نے کہا ''فی حدیثه خطاء کثیر'' مومل کی حدیث میں غلطیاں بہت ہیں۔

علاوہ ان حضرات کے دارقطنی وغیرہ نے بھی مومل کو ضعیف قرار دیا ہے پھر قابل غور بات یہ ہے کہ علی صدرہ کی زیادتی جو مومل بن اسماعیل نے اپنے استاد سفیان ثوریؒ سے روایت کی ہے خود ان کے استاد کا مذہب وضع الیدین تحت السرۃ ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ زیادۃ غلط ہے۔ (کما فی الشرح المنتقی: ۲/ ۷۸)

اس لئے ایسی حدیث سے اپنے مسلک پر استدلال کافی نہیں مقام نزاع میں مضبوط دلیل لائے بغیر استدلال بے معقول ہے اب رہی مسند بزار کی روایت جس میں عند صدرہ کے الفاظ آئے ہیں تو یہ روایت بھی قابل حجت نہیں کیوں کہ اس کا مدار محمد بن حجر پر ہے جن کے بارے میں امام بخاریؒ نے کہا فیہ بعض النظر یعنی ضعیف ہیں اور علامہ ذہبیؒ نے کہا لہ مناکیر کہ محمد بن حجرؒ کی بہت سی احادیث منکر ہیں غرض کہ محل نزاع میں ایسی حدیث سے استدلال ناکافی ہے۔ (معارف السنن: ۲/ ۴۳۹)

حنفیہ کا استدلال ابن ابی شیبہ کی روایت سے ہے اس میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ''رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یضع یمینه علی شماله تحت السرة'' لیکن تحت السرۃ کی زیادۃ کے بارے میں محدثین کے اختلاف نے اس کو مشکوک بنا دیا ہے جیسا کہ علامہ بنوریؒ نے معارف السنن: ۲/ ۴۴۱ پر اپنے شیخ رحمہ اللہ کے حوالہ سے فرمایا کہ میں نے مصنف ابن ابی شیبہؒ کے دونوں نسخوں کا مطالعہ کیا ان میں تحت السرۃ کے الفاظ مجھے نہیں ملے اسی طرح شیخ حیاۃ سندھیؒ نے اپنے رسالہ فتح الغفور میں لکھا ہے جیسا کہ علامہ نیمویؒ نے اس کو نقل کیا ہے کہ میں نے مصنف ابن ابی شیبہ کے صحیح نسخہ کا مطالعہ کیا وہاں مجھے یہ الفاظ نہیں ملے لیکن شیخ ابوالمحاسن محمد قائم سندھیؒ نے اپنے رسالہ فوز الکرام میں لکھا ہے جیسا کہ شیخ نیمویؒ نے اس کو نقل کیا ہے کہ اس زیادۃ کو غلط بتانا باوجود اس کے کہ شیخ حافظ قاسم ابن قطلو بغاؒ نے اس زیادۃ کو مصنف کی طرف منسوب کیا ہے اور میں نے شیخ عبدالقادر مفتی کے کتب خانہ میں بچشم خود ایک نسخہ میں اس زیادۃ کے موجود ہونے کا مشاہدہ کیا بالکل خلاف انصاف ہے۔

بہر حال سب سے پہلے علامہ قاسم بن قطلو بغا نے اس زیادۃ کے متعلق کہا کہ وہ مصنف ابن ابی شیبہ میں موجود ہے اور چونکہ علامہ موصوف حفاظ حدیث میں سے ہیں اس لئے ان کے اس قول سے کہ یہ زیادۃ تحت السرۃ کی مصنف میں موجود ہے انکار نہیں ہوسکتا مگر پھر بھی بعض نسخوں میں موجود ہونے اور بعض میں نہ ہونے سے خلجان ضرور باقی رہتا ہے نیز حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت کے متن میں اضطراب ہے بعض میں علی صدرہ اور بعض میں عند صدرہ اور بعض میں تحت السرۃ کے الفاظ آئے ہیں اور ایسی حدیث سے جس میں اس قدر اضطراب ہو استدلال بے موزوں ہے البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ کے آثار سے اس کی تائید ہوتی ہے اس بناء پر حنفیہ تحت السرۃ کی زیادۃ کو ترجیح دیتے ہیں جیسے شافعیہ ابن حزیمہ کی زیادۃ مذکورہ کو ھلب الطائی اور مرسل طاؤس کی روایت کے ذریعہ سے ترجیح دیتے ہیں حالانکہ محدثین نے دونوں کو ضعیف قرار دیا ہے ھلب الطائی کی روایت مسند احمد میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "یضع ھذہ علی صدرہ" اور مرسل طاؤس مراسیل ابوداؤد اسی طرح اپنی سنن میں ابن الاعرابی کے نسخہ میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "ثم یشد ھما علی صدرہ" اور سبب ضعف کی تفصیل معارف السنن ۲/۴۴۰ پر مذکور ہے یہاں پر صرف یہ بتانا ہے کہ جیسے شافعیہ نے ان دونوں روایات کی بناء پر ابن خزیمہ کی زیادۃ کو ترجیح دی تو اسی طرح خصم یعنی حنفیہ نے تحت السرۃ کی زیادۃ کو حضرت علی اور ابی مجلز اور انس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کے آثار کی بناء پر ترجیح دی تو حنفیہ پر کیا اعتراض ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر ان الفاظ کے ساتھ "من السنة وضع الكف علی الكف فی صلاة تحت السرة" ابوداؤد میں ہے اور حضرت ابی مجلز رضی اللہ عنہ وغیرہ کے آثار الجوہر النقی میں لائے ہیں علاوہ اس کے اگر ہم تسلیم کرلیں کہ دونوں زیادتیں یعنی علی صدرہ اور تحت السرۃ ایک ہی ساتھ ساقط ہیں تو پھر شارح النقایہ کے قول کی طرف رجوع کرنا چاہئے کہ وضع الیمین علی الیسری بلاشبہ ثابت ہے لیکن ہاتھ ناف کے نیچے باندھے یا سینہ پر اس بارے میں کوئی حدیث صحیح نہیں لہٰذا قیام میں تعظیم کے قصد کی حالت میں وضع یدین کا جو معروف دستور ہے اسی کو اختیار کیا جانا چاہئے اور معہود و معروف طریقہ جس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے وہ وضع یدین تحت السرۃ ہے۔ (۱/۷۳)

فی الامام اذا رأی الرجل قد وضع شماله علی یمینه

امام جب ایک آدمی کو دیکھے اس نے نماز میں اپنا بایاں ہاتھ داہنے ہاتھ پر رکھا تو کیا کرے

اخبرنا عمرو بن علی قال حدثنا عبدالرحمن قال حدثنا هشيم عن الحجاج بن ابی زينب قال سمعت اباعثمان يحدث عن ابن مسعود قال رأنی النبی صلی الله عليه وسلم وقد وضعت شمالی علی يمينی فی الصلاة فأخذ بيمينی فوضعها علی شمالی.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو دیکھا کہ میں نماز میں اپنا بایاں ہاتھ داہنے ہاتھ پر رکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے داہنے ہاتھ کو پکڑ کر میرے بائیں ہاتھ پر رکھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر باندھنا خلاف سنت ہے اگر کوئی خلاف سنت ہاتھ باندھے تو اس کی اصلاح امام کے ذمہ ضروری ہے۔

باب موضع اليمين من الشمال فى الصلاة

اس بیان میں کہ نماز میں داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی کس جگہ پر رکھے

اخبرنا سويد بن نصر قال انبانا عبدالله بن المبارك عن زائدة قال حدثنا عاصم بن كليب قال حدثني ابي ان وائل بن حجر اخبره قال قلت لانظرن الى صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف يصلى فنظرت اليه فقام فكبر ورفع يديه حتى حاذتا باذنيه ثم وضع يده اليمنى على كفه اليسرى والرسغ والساعد فلما اراد ان يركع رفع يديه مثلها قال ووضع يديه على ركبتيه ثم لما رفع رأسه رفع يديه مثلها ثم سجد فجعل كفيه بحذاء أذنيه ثم قعد وافترش رجله اليسرى ووضع كفه اليسرى على فخذه وركبته اليسرى وجعل حد مرفقه الايمن على فخذه اليمنى ثم قبض اثنتين من اصابعه وحلق حلقة ثم رفع اصبعه فرأيته يحركها يدعو بها.

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نماز پڑھتے ہیں میں ضرور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو دیکھوں گا پس میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے پھر تکبیر کہی اور دونوں ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ دونوں کانوں کے برابر ہو گئے پھر اپنے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی کلائی اور بازو پر رکھا پھر جب رکوع کا ارادہ کیا تو دونوں ہاتھ اٹھائے اور رکوع میں دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے پھر جب سر اٹھایا رکوع سے تو دونوں ہاتھ اٹھائے پھر سجدہ کیا سجدے میں دونوں ہتھیلیاں دونوں کانوں کے مقابل رکھیں پھر بیٹھے اور اپنا بایاں پاؤں بچھایا اور بائیں ہتھیلی کو اپنی بائیں ران اور گھٹنے پر رکھا اور اپنا داہنا ہاتھ دائیں ران پر رکھا پھر اپنی انگلیوں میں سے دو انگلیاں بند کیں اور حلقہ کیا پھر اٹھائی انگلی (یعنی شہادت کی انگلی کو) تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اس انگلی کو ہلاتے تھے جبکہ اس کے ساتھ اشارہ کرتے۔

تشریح: اس حدیث کے آخری جملہ "ثم قبض اثنتين الخ" سے تشہد میں اشارہ بالسبابۃ کا مسنون ہونا ثابت ہوتا ہے نیز تشہد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ کرنا حضرت ابن عمر و ابن الزبیر اور ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہم کی حدیثوں میں اور علاوہ ان کے اور بھی بہت سی احادیث و آثار میں نقل کیا گیا ہے اور جب صحیح روایات سے اشارہ بالمسبحہ ثابت ہے تو اس کی مسنونیت میں کوئی شبہ نہیں اس ہی لئے اس کی مسنونیت پر تمام اماموں کا اتفاق ہے چنانچہ علامہ عینیؒ نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ ائمہ ثلاثہ اور ان کے متبعین تشہد میں شہادۃ کی انگلی سے اشارہ کی مسنونیت پر متفق ہیں اور اسی طرح ہمارے ائمہ ثلاثہ اور ان کے پیروکاروں میں سے متقدمین علماء اشارہ بالسبابہ کے مسنون ہونے پر متفق ہیں۔

ملاعلی قاریؒ نے تزیین العبارۃ میں لکھا ہے کہ تشہد میں اشارہ کا ثبوت قرآن سے بھی ملتا ہے حق تعالیٰ نے فرمایا ''مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھَاکُمْ عَنْہُ فانتھوا'' نیز فرمایا ''مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللہ'' اور احادیث تو بہت ہیں جن سے اشارہ کا ثبوت ملتا ہے اور دلیل اجماع سے بھی کیوں کہ اشارہ کے مسئلہ میں نہ صحابہ ﷺ میں سے کسی نے خلاف کیا اور نہ علماء سلف میں سے کسی نے خلاف کیا بلکہ ہمارے امام اعظمؒ اور ان کے دونوں شاگرد اور امام مالک وامام شافعی رحمہم اللہ اور دیگر تمام علماء سلف تشہد میں اشارہ بالسبابہ کے قائل ہیں امام محمدؒ نے مؤطا میں بیان کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اشارہ کرتے تھے ''ونحن نصنع بصنعہ قال وھو قول ابی حنیفۃ'' ہاں بعض متاخرین نے اسے خلاف سنت کہہ دیا بلکہ سب سے زیادہ کیدانی نے نہایت تشدد سے کام لیا ہے کیوں کہ انہوں نے کہا کہ دسویں چیز محرمات میں سے اشارہ بالسبابہ ہے جیسے اہل حدیث کرتے ہیں لیکن بعض متأخرین کے قول کا کوئی اعتبار نہیں کیوں کہ ان کی بات روایت اور درایت دونوں کے خلاف ہے اور کیدانی کا قول بالکل بے سروپا ہے جس کا منشاء قواعد اصول اور مراتب فروع سے نادانستگی ہے کیا کسی مؤمن کی شان ہے ایسی چیز کو حرام بتائے جو حضور ﷺ کے فعل سے ثابت ہے اور اس کی روایات حد شہرۃ کو پہنچ چکی ہیں کیدانی نے سخت غلط بات کہی جس کی وجہ سے وہ جرم عظیم کے مرتکب ہوئے اگر یہ نہ ہوتا کہ ہم اس کے متعلق نیک گمان کریں اور اس لحاظ سے اس کے کلام کی تاویل کریں یعنی اس نے حدیث سے انکار نہیں کیا ہے بلکہ نادانی سے غلطی کی ہے تو بیشک اس کو کفر صریح کا مرتکب قرار دیا جاتا۔

بہرحال تفصیل مذکور سے واضح طور سے ثابت ہوگیا کہ اشارہ بالسبابہ سنت ہے اور جن بعض متاخرین نے بدون دلیل اور بیان علت کے اشارہ کو خلاف سنت کہہ دیا ان کے قول کا کوئی اعتبار نہیں کیوں کہ اگر ترک اشارہ افضل ہوتا جیسا کہ ان متاخرین کہتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ ہرگز اشارہ بالسبابہ نہ فرماتے جبکہ روایات شاہد ہیں کہ حضور ﷺ تشہد میں اشارہ بالمسبحہ فرماتے تھے۔(بذل المجھود : ۲/۱۲۶)

اب رہی یہ بات کہ اشارہ کی کیا کیفیت تھی اس کی صورت خود راوی حدیث حضرت وائل بن حجر ﷺ نے حدیث باب میں بیان کی کہ حضور اکرم ﷺ نے چھوٹی دونوں انگلیوں کو بند کیا پھر انگوٹھے اور درمیانی انگلی سے حلقہ بنا کر شہادۃ کی انگلی سے اشارہ کیا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے بذات خود مشاہدہ کیا کہ جس انگلی سے تشہد میں اشارہ کیا تھا اس کو حرکت دیتے تھے بظاہر اس سے امام مالکؒ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے ان کے یہاں جب انگلی اٹھاوے تو اس کو حرکت دینا مستحب ہے لیکن حضرت ابن الزبیر ﷺ کی حدیث جس کو ابوداؤد اور نسائی وغیرہما نے روایت کیا ہے اس میں ''ولا یحرکھا'' آیا ہے کہ جب حضور ﷺ اپنی انگلی کے ساتھ اشارہ کرتے تو اس کو نہ ہلاتے اس حدیث باب کے مخالف ہے اور اکثر روایات تحریک سے خالی ہیں اس لئے جمہور علماء نے عدم تحریک کو اختیار کیا ہے۔(کذا قال علامۃ السندھیؒ فی ھامشہ النسائی)

قاضی شوکانیؒ نے امام بیہقیؒ کے حوالہ سے کہا کہ ممکن ہے اس حدیث میں حرکت دینے سے مراد انگلی سے اشارہ کرنا مراد ہو کیوں کہ اشارہ میں حرکت لازم ہے نہ کہ تکرار تحریک انگلی اس توجیہ سے تعارض ختم ہوکر روایات میں تطبیق ہوجاتی ہے اور یہی

توجیہہ حدیث کی ملاعلی قاریؒ نے بھی مرقات: ۲/ ۳۳۴ پر کی ہے اور آگے چل کر لکھا ہے کہ ابن الملکؒ نے کہا کہ ابوداؤد وغیرہ کی روایت کالفظ ولا یحرکہا سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اشارہ کے لئے انگلی اٹھاوے تو حرکت نہ دے یہی مسلک امام ابوحنیفہؒ کا ہے اور یہی مسلک شافعیہ کا بھی ہے چنانچہ بذل المجہود: ۲/ ۱۲۷ پر مولانا عبدالحی صاحب لکھنویؒ کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے السعایہ میں لکھا ہے کہ علامہ سیوطیؒ نے جامع الصغیر میں حدیث تحریک بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیہقیؒ کے حوالہ سے نقل کی جس کے الفاظ یہ ہیں ''تحریک الاصبع فی الصلوٰۃ مذعرۃ للشیطان'' اس کی شرح میں عزیزیؒ نے کہا کہ اس کی سند ضعیف ہے اور مفتی بہ قول شافعیہ کے یہاں بدون تحریک کے انگلی کا اٹھانا مستحب ہے اور خود بیہقیؒ نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یحرکھا کی توجیہہ مذکور کے بعد بواسطہ نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہی حدیث تحریک روایت کی پھر اس کو ضعیف قرار دیا ہے جس کی وجہ یہ بتائی کہ اس حدیث کو صرف محمد بن عمر والواقدی نے بیان کیا ہے اور وہ قوی نہیں اس لئے اس سے تحریک انگلی پر استدلال درست نہیں۔ (بذل المجهود بر صفحه مذکوره)

شمس الائمہ حلوانیؒ نے کہا کہ نفی یعنی لا الٰہ کے وقت شہادت کی انگلی اٹھاوے اور الا اللہ کے وقت جھکاوے تا کہ رفع اشارہ ہو نفی کی طرف اور وضع اشارہ ہو اثبات کی طرف۔

باب النهی عن التخصر فی الصلاة

نماز میں پہلو پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت کا بیان

اخبرنا اسحاق بن ابراهيم قال انبانا جرير عن هشام ح واخبرنا سويد بن نصر قال انبانا عبدالله بن المبارك واللفظ له عن هشام عن ابن سيرين عن ابی هريرة ان النبی صلی الله عليه وسلم نهی ان يصلی الرجل متخصرا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ آدمی اس حالت میں نماز پڑھے جبکہ اس کے دونوں ہاتھ کوکھ پر ہوں۔

اخبرنا حميد بن مسعدة عن سفيان بن حبيب عن سعيد بن زياد عن زياد بن صبيح قال صليت الی جنب ابن عمر فوضعت يدی علی خصری فقال لی هكذا ضربة بيده فلما صليت قلت لرجل من هذا قال عبدالله بن عمر قلت يا اباعبدالرحمن ما رابك منی قال ان هذا الصلب وان رسول الله صلی الله عليه وسلم نهانا عنه.

زیاد بن صبیح کہتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں اپنے دونوں ہاتھ کو کمر پر رکھ کر نماز پڑھنے لگا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ کے اشارہ سے مجھ سے کہا اس طرح سے کمر پر ہاتھ رکھ نماز پڑھتے ہو جب میں نماز سے فارغ ہوا تو ایک آدمی سے پوچھا یہ

کون ہے اس نے کہا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ میں نے کہا اے ابوعبدالرحمن کس چیز نے آپ کو مجھ سے ناراض کر دیا ابوعبدالرحمن نے کہا تمہارے اس فعل کی وجہ سے جو سولی کے مشابہ ہے اور بیشک رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس سے منع فرمایا۔

تشریح: نسائی کی روایت میں متخصرا کا لفظ آیا ہے اور صحیح مسلم کی روایت میں مختصراً مروی ہے متخصر ماخوذ ہے تخصر سے اور مختصر اختصار سے اختصار کی مختلف تفسیریں بیان کی گئی ہیں امام ترمذیؒ نے اختصار کی یہ تفسیر کی ہے کہ آدمی اپنا ہاتھ نماز کی حالت میں اپنے پہلو پر رکھے اور امام ترمذیؒ نے جو تفسیر کی ہے یہی تفسیر راوی حدیث محمد بن سیرینؒ نے کی ہے یہ حدیث ابن ابی شیبہؒ نے اپنی مصنف میں عن اسامۃ عن ہشام کے طریق سے روایت کی ہے اس میں محمد ابن سیرینؒ نے اختصار کی یہ تفسیر کی ہے ''**وھو ان یضع یدہ علی خاصرتہ وھو یصلی** '' علامہ خطابیؒ وغیرہ نے کہا کہ اختصار سے عصا کا سہارا لینا مراد ہے ابن العربیؒ نے کہا جس نے اختصار سے صلاۃ علی الخصرۃ یعنی چھڑی وغیرہ پر ٹیک لگا کر نماز پڑھنا مراد لیا وہ غیر معقول ہے گو ہمارے علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جو شخص قیام سے عاجز ہو کیا وہ بیٹھ کر نماز پڑھے گا یا عصا پر ٹیک لگا کر۔

ہروی اور ابن الاثیر نے کہا اختصار سے سورہ کا مختصر کرنا مراد ہے کہ سورہ کے آخر سے ایک آیت یا دو آیت پڑھے علاوہ اس کے اور معنی بھی بیان کئے گئے ہیں مگر زیادہ صحیح اور راجح قول اول ہے جمہور علماء نے اسی کو اختیار کیا ہے اس کی تائید حدیث باب سے ہوتی ہے جس میں زیاد بن صبیح حنفی کے واقعہ کا ذکر ہے کہ وہ دونوں ہاتھ کوکھ پر رکھ کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے ان کی خلاف سنت ہیئت فی الصلوٰۃ کو دیکھ کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اظہار انکار کرتے ہوئے فرمایا ''**ھذا الصلب فی الصلوٰۃ الخ** '' ان کا قول ہذا الصلب سے ان کی مراد یہ ہے کہ تمہاری یہ ہیئت فی الصلوٰۃ صلب کی مشابہت ہے کیوں کہ مصلوب سولی پر اپنے بازو کو پھیلا دیتا ہے اور صلب کی ہیئت نماز میں یہ ہے کہ قیام میں اپنے دونوں بازو کو دونوں پہلو سے دور رکھ کر اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں پہلو پر رکھنا اسی سے ہمیں حضور ﷺ نے منع فرمایا اب اختصار سے نہی کی متعدد وجوہ بیان کی گئی ہیں ابن ابی شیبہ نے حمید بن ہلال کے طریق سے موقوفاً روایت کی ہے کہ ابلیس ملعون ہونے کے بعد زمین پر اسی ہیئت اختصار کے ساتھ اترا تھا اس لئے ایسی ہیئت نماز میں مکروہ ہے بعض نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہود اس فعل کو کثرت سے کرتے تھے اس لئے اس سے بوجہ تشبہ بالیہود کے منع کیا گیا ہے چنانچہ امام بخاریؒ نے اس کو بنی اسرائیل کے ذکر میں ابوالفتح کی روایت سے وہ مسروق سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کوکھ پر ہاتھ رکھنے کو ناپسند کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ یہود اسی طرح کرتے تھے ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں فی الصلوٰۃ کا لفظ آیا ہے اور دوسری روایت میں ''**لاتشبھوا بالیھود** '' اس لئے تشبہ بالیہود مکروہ ہونے کی وجہ سے اس ہیئت سے منع کیا گیا ہے اور بعض نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے یہ ہیئت مذکورہ اہل دوزخ کی ہیئت استراحت ہوگی جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں مجاہد سے نقل کیا ہے مجاہدؒ کہتے ہیں ''**وضع الیدین علی الحقو استراحۃ اھل النار** '' اب رہا اختصار فی الصلوٰۃ کا حکم تو اس کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہم نے مکروہ فرمایا اور یہی قول امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ و امام شافعیؒ اور اوزاعیؒ کا ہے اور اہل ظاہر

اختصار فی الصلوٰۃ کوظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے حرام کہتے ہیں۔(کذا فی فتح الملھم : ۱۴۳/۲ . بحوالہ عمدۃ القاری)

الصف بین القدمین فی الصلوٰۃ

نماز میں دونوں قدموں کو پیوست کرنے کا بیان

اخبرنا عمروبن علی قال حدثنا یحییٰ عن سفیان بن سعید الثوری عن میسرۃ عن المنھال بن عمرو عن ابی عبیدۃ ان عبداللہ رأی رجلا یصلی قد صف بین قدمیه فقال خالف السنة ولو راوح بینھما کان أفضل.

ابی عبیدہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو نماز پڑھتے دیکھا کہ وہ نماز میں دونوں قدموں کو ملا کر کھڑا ہوا تھا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس شخص نے سنت کی مخالفت کی اگر باری باری دونوں پاؤں پر کھڑا ہو کر نماز پڑھتا تو افضل ہوتا۔

اخبرنا اسماعیل بن مسعود قال حدثنا خالد عن شعبة قال اخبرنی میسرۃ بن حبیب قال سمعت المنھال بن عمرو یحدث عن ابی عبیدۃ عن عبداللہ انه رأی رجلاً یصلی قد صف بین قدمیه فقال اخطأ السنة ولو راوح بینھما کان اعجب الی.

ابی عبیدہ حضرت عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک آدمی کو دونوں قدموں کو ملا کر نماز پڑھتے دیکھا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ شخص سنت سے تجاوز کر گیا ہے اگر باری باری دونوں قدموں پر کھڑا ہو کر نماز پڑھتا تو اس کے لئے بہتر ہوتا یہی صورت میرے نزدیک پسندیدہ ہے۔

تشریح : مراوحۃ کے معنی ہیں کہ باری باری ہر ایک قدم پر کھڑا ہونا تا کہ ہر ایک قدم کو راحت پہونچے نسائی کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قیام کی حالت میں دونوں قدموں کو ملانا خلاف سنت ہے جب ہی تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے فعل کو خلاف سنت قرار دیا ہے معلوم ہوا کہ بحالت قیام دونوں قدموں کے درمیان فصلہ رکھنا سنت ہے ملا کر کھڑا ہونا خلاف سنت ہے اب رہا مراوحۃ کا حکم تو شرح النقایہ میں لکھا ہے ''ویکرہ التراوح بین القدمین فی الصلاۃ الا بعذر'' معلوم ہوا کہ عذر کی صورت میں کوئی کراہت نہیں۔

سکوت الامام بعد افتتاح الصلوٰۃ

امام کا خاموش رہنا نماز شروع کرنے کے بعد

اخبرنا محمود بن غیلان قال حدثنا وکیع قال حدثنا سفیان عن عمارۃ بن القعقاع عن ابی زرعة بن عمروبن جریر عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کانت له سکتة اذا افتتح الصلاۃ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو تکبیر تحریمہ کے بعد کچھ دیر خاموش رہتے۔
یہ روایت بہت مختصر ہے خاموشی کے دوران کیا پڑھتے اس کا کوئی ذکر نہیں اگلے عنوان کے تحت کی روایت میں اس کا ذکر ہے۔

باب الدعاء بين التكبيرة والقراء ة

تکبیر اور قرأۃ کے درمیان دعاء پڑھنے کا بیان

اخبرنا علی بن حجر قال انبانا جرير عن عمارة بن القعقاع عن ابی زرعة بن عمرو بن جرير عن ابی هريرة قال كان رسول الله صلی الله عليه وسلم اذا افتتح الصلاة سكت هنيهة فقلت بأبی انت و أمی يارسول الله ماتقول فی سكوتک بين التكبير و القرأة قال اقول اللهم باعد بينی وبين خطايا ی كما باعدت بين المشرق والمغرب اللهم نقنی من خطايا ی كما ينقی الثوب الابيض من الدنس اللهم اغسلنی من خطايا ی بالماء والثلج والبرد.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو کچھ دیر خاموش رہتے میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ تکبیر اور قرأۃ کے درمیان سکوت میں کیا پڑھتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا یہ دعا پڑھتا ہوں "اللهم باعدبينی وبين خطايا ی الخ" یاالٰہی میرے گناہوں اور میرے درمیان اتنا فاصلہ پیدا کردیجئے جتنا کہ مشرق اور مغرب کے درمیان تو نے فاصلہ پیدا کردیا اے اللہ مجھ کو گناہوں سے پاک صاف کیجئے جیسا کہ سفید کپڑے کو میل سے پاک صاف کیا جاتا ہے یاالٰہی میرے گناہوں کو دھوڈالئے برف سے اور پانی سے اور اولوں سے۔

صحیح حدیثوں سے متعدد اذکار معلوم ہوئے ان میں سے ایک یہ دعا ہے اس کو حضور اکرم ﷺ تکبیر کے بعد قرأۃ سے پہلے پڑھتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کبھی کبھی جماعت میں پڑھ لینا حرج نہیں ہے ہاں دوام اور التزام کو حنفیہ خلاف سنت کہتے ہیں باقی تشریح پیچھے گذر چکی ہے۔

نوع آخر من الدعاء بين التكبير والقراء ة

تکبیر اور قرأۃ کے درمیان ایک اور دعا کا بیان

اخبرنا عمرو بن عثمان بن سعيد قال حدثنا شريح بن يزيد الحضرمی قال اخبرنی شعيب بن ابی حمزة قال اخبرنی محمد بن المنكدر عن جابر بن عبدالله قال كان النبی صلی الله عليه وسلم اذا استفتح الصلوٰة كبر ثم قال ان صلاتی ونسكی ومحيای ومماتی لله رب العالمين لاشريک له وبذٰلک امرت وانا من المسلمين اللهم اهدنی لأحسن الأعمال واحسن الاخلاق لايهدی لأحسنها الا انت وقنی سیئ

الاعمال وسيئ الاخلاق لايقی سيئها الاانت.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نماز شروع فرماتے تو اللہ اکبر کہتے پھر یہ دعا پڑھتے ''ان صلاتی ونسکی'' تا آخر بیشک میری نماز اور میری عبادت اور میری حیات اور میری موت رب العالمین کے واسطے ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کے ساتھ میں حکم کیا گیا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں یا الٰہی مجھ کو بہترین اعمال اور بہترین اخلاق کے واسطے ہدایت فرما بہترین اعمال اور بہترین اخلاق کے واسطے تیرے سوا کوئی ہدایت نہیں کرسکتا اور مجھ کو برے اعمال اور برے اخلاق سے بچا برے اعمال اور برے اخلاق سے تیرے سوا کوئی نہیں بچاسکتا۔

تشریح: علامہ سندھیؒ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ گاہ بگاہ وانا من المسلمین پڑھتے جیسا کہ اس روایت میں آیا ہے جس کا مقصد امت کی رہنمائی تھا تا کہ امت حضور ﷺ کی پیروی کریں ورنہ حضور ﷺ کی شان کے لائق اور مناسب لفظ ''وانا اول المسلمین'' ہے جیسا کہ اکثر روایات میں وارد ہوا ہے۔

نوع آخر من الذكر والدعاء بين التكبير والقراءة

تکبیر اور قرأۃ کے درمیان ایک اور ذکر اور دعاء کا بیان

اخبرنا عمرو بن علی قال حدثنا عبدالرحمن بن مهدی قال حدثنا عبدالعزيز بن ابی سلمة قال حدثنی عمی الماجشون بن ابی سلمة عن عبدالرحمن الاعرج عن عبيدالله ابن ابی رافع عن علی رضی الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا استفتح الصلوٰة كبر ثم قال وجهت وجهی للذی فطر السمٰوات والارض حنيفا وما انا من المشركين ان صلاتی ونسكی ومحياى ومماتی لله رب العالمين لاشريك له وبذٰلك امرت وانا من المسلمين ،اللهم انت الملك لااله الا انت انا عبدك ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفرلی ذنوبی جميعاً لايغفر الذنوب الا انت واهدنی لأحسن الأخلاق لايهدی لأحسنها الا انت واصرف عنی سيئها لايصرف عنی سيئها الاانت لبيك وسعديك والخير كله فی يديك والشر ليس اليك انا بك واليك تباركت وتعاليت استغفرك واتوب اليك.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اللہ اکبر کہتے پھر یہ دعا پڑھتے ''وجهت وجهی'' تا آخر میں نے متوجہ کیا اپنا منہ اس کے واسطے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس حال میں کہ متوجہ ہونے والا ہوں باطل سے بیزار ہو کر حق کی طرف اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں بیشک میری نماز اور میری عبادت اور میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا عالموں کے رب کے واسطے ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی توحید کے ساتھ میں حکم کیا گیا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں یا الٰہی تو بادشاہ ہے کوئی معبود نہیں مگر تو ہی ہے میں تیرا بندہ ہوں میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور میں اقرار

کرتا ہوں اپنے گناہ کا تو میرے سارے گناہوں کو بخشد ے تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف نہیں کرسکتا مجھ کو بہترین اخلاق کی ہدایت کر تیرے سوا کوئی بہترین اخلاق کی ہدایت نہیں کرسکتا اور مجھ کو دور رکھ برے اخلاق سے تیرے سوا کوئی مجھ کو برے اخلاق سے دور رکھ نہیں سکتا حاضر ہوں تیری خدمت میں اور تیرے حکم بجالانے میں اور تمام خیر تیرے ہاتھ میں ہے اور برائی تیری طرف نسبت نہیں کی جاتی (یا برائی کے ذریعے سے تیرا قرب ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا یا برائی تیری طرف نہیں چڑھتی یا مقبول نہیں ہوتی) میں تیرے ساتھ قائم ہوں اور تیری طرف رجوع رکھتا ہوں تو بابرکت ہے اور بلند شان والا ہے تجھ سے معافی مانگتا ہوں اور گناہ چھوڑ کر تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

اخبرنا یحیی بن عثمان الحمصی قال حدثنا ابن حمیر قال حدثنا شعیب بن ابی حمزة عن محمد بن المنکدر وذکر آخر قبله عن عبدالرحمن بن هرمز الاعرج عن محمد بن مسلمة ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کان اذا قام یصلی تطوعا قال اللّٰه اکبر وجهت وجهی للذی فطر السمٰوات والارض حنیفاً مسلماوما انا من المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰه رب العالمین لاشریک له وبذلک امرت وانا اول المسلمین اللهم انت الملک لااله الا انت سبحانک وبحمدک ثم یقرأ.

حضرت محمد مسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ جب نفل نماز پڑھنے کو کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے پھر "وجہت وجہی" تا آخر پڑھتے میں نے اپنا منہ اس ذات پاک کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا درآنحالیکہ دین میں سچا ہوں اور مذہب اسلام کا پیرو ہوں اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں بیشک میری نماز اور میری عبادت اور میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا اللہ ہی کے واسطے ہے جو پروردگار ہے عالموں کا اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کے ساتھ حکم کیا گیا ہوں اور میں اول ہوں مسلمانوں کا یاالٰہی تو بادشاہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تیری پاکیزگی بیان کرتا ہوں تیری حمد کے ساتھ پھر قرأۃ پڑھتے۔

تشریح: حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی حدیث باب سے امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے کہ جو طویل دعائیں حضور اکرم ﷺ تکبیر کے بعد قرأۃ سے پہلے پڑھتے تھے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ کی روایات میں ان کا ذکر آیا ہے ان کو نوافل میں پڑھنے کا معمول تھا کیوں کہ اس روایت میں تصریح ہے "اذا قام یصلی تطوعاً" جس سے معلوم ہوا کہ نوافل میں پڑھتے تھے لیکن اگر کوئی آدمی فرض نماز میں پڑھے تو بلا کراہت اس کی نماز درست ہوگی لہٰذا بعضوں کے اس قول کا کوئی اعتبار نہیں جو کہتے ہیں کہ فرض میں ان اذکار طویلہ میں سے کوئی ذکر بعد تکبیر قرأۃ سے پہلے پڑھنے سے بوجہ دراز ہونے قیام کے سجدہ سہو لازم ہوگا اس مسئلہ کے متعلق مزید تشریح پیچھے گذر چکی ہے۔

یہاں اور ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ حضرت محمد مسلمہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں "وانا اول المسلمین" ہے اور ماقبل میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں "وانا من المسلمین" وارد ہوا ہے دونوں صحیح ہیں کوئی اشکال نہیں جس کی وضاحت

ملاعلی قاریؒ نے علامہ طیبیؒ کے حوالہ سے یہ کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا میں اول ہوں مسلمانوں کا جیسا کہ قرآن حکیم میں اس کا بیان ہے تو حضور اکرم ﷺ نے حکایت کے طور پر کہا ''وانا اول المسلمین'' کیوں کہ ہر نبی اسلام میں اپنی امت پر سابق ہوتا ہے اور قرآن میں حضور ﷺ کو حکم ہوا ہے کہ آپ یوں کہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے فرمایا ''قل ان صلاتی ونسکی الآیۃ'' لیکن حضور ﷺ کبھی ''وانا اول المسلمین'' کہتے تھے اور کبھی بطور تواضع کے ''وانا من المسلمین'' کہتے گویا آپ ﷺ نے خود کو مسلمانوں میں سے ایک فرد شمار کیا ہے جیسا کہ فرمایا بطور تواضع کے ''واحشرنی فی زمرۃ المساکین'' کہ میرا حشر مسکینوں کی جماعت میں فرما۔

اور ازہار میں ہے کہ حضور ﷺ کا قول ''وانا اول المسلمین'' کہ میں اول ہوں مسلمانوں کا صرف حضور ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے جس کی توجیہہ اوپر بیان ہو چکی ہے اور سوائے حضور ﷺ کے کسی اور پر یہ بات درست نہیں آتی جھوٹ لازم آتا ہے لہٰذا اسی طرح نہ کہے بلکہ ''وانا من المسلمین'' کہے۔(ذکرہ الابہری)

ابن ہمامؒ نے کہا کہ اگر کوئی ''وانا اول المسلمین'' کہے تو بعضوں نے کہا اس سے نماز فاسد ہو جائے گی لیکن صحیح یہ ہے کہ اگر قصد تلاوت قرآنی کا کرے نہ اپنی حالت سے خبر دینے کا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔(مرقات : ۲/ ۲۸۱)

نوع آخر من الذكر بين افتتاح الصلوٰة وبين القراءة

افتتاح نماز اور قرأۃ کے درمیان ایک اور ذکر کا بیان

اخبرنا عبيدالله بن فضالة بن ابراهيم قال انبانا عبدالرزاق قال انبانا جعفر بن سليمان عن على بن على عن ابى المتوكل عن ابى سعيد ان النبى صلى الله عليه وسلم كان اذا افتتح الصلوٰة قال سبحانك اللهم وبحمدك تبارك اسمك وتعالىٰ جدك ولآاله غيرك.

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک نبی کریم ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو یہ ذکر پڑھتے ''سبحانک اللھم وبحمدک الخ'' پاک ہے تو یاالٰہی اور پاکی بیان کرتے ہیں ہم تیری حمد کے ساتھ اور تیرا نام بابرکت ہے اور بلند ہے تیری بزرگی اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

اخبرنا حمد بن سليمان قال حدثنا زيد بن الحباب قال حدثنى جعفر بن سليمان عن على بن على عن ابى المتوكل عن ابى سعيد قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلوٰة قال سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالىٰ جدك ولآاله غيرك.

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو پڑھتے ''سبحانک اللھم وبحمدک'' تا آخر۔

تشریح: امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو جس سے ثناء کا ثبوت ہوتا ہے ضعیف قرار دیا ہے انہوں نے کہا کہ ہم اس حدیث کو نہیں جانتے مگر حارثہ ابن ابی الرجال کی روایت سے اور حارثہ میں بوجہ حفظ کے کلام کیا گیا ہے امام ترمذی کی اس تنقیص کا جواب علامہ تورپشتی حنفی نے یہ دیا ہے کہ یہ حدیث حسن اور مشہور ہے اور خلفاء راشدین میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس ثناء کو اختیار کیا ہے اور صحیح مسلم میں مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس ثناء کو جہر سے پڑھتے تھے یعنی کبھی کبھی تعلیم دینے کے قصد سے جہر سے پڑھتے تھے اور فقہاء صحابہ میں سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اسی پر عمل کیا ہے اور تابعین میں سے بہت سے علماء نے اس کو اختیار کیا ہے اور امام ابوحنیفہؒ وغیرہ نے اس کو اختیار کیا ہے اور علماء حدیث میں سے سفیان ثوری و امام احمد بن حنبل اور اسحٰق بن راہویہ جیسے جلیل القدر حفاظ حدیث رحمہم اللہ نے اس پر اعتماد کیا ہے تو پھر اس حدیث کو کیوں کر ضعیف قرار دیا جا سکتا ہے۔

امام ترمذیؒ نے اس حدیث میں جو کلام کیا ہے وہ صرف اس حدیث کی اسناد میں ہے جس کا انہوں نے ذکر کیا ہے کیوں کہ انہوں نے یہ تو نہیں فرمایا کہ یہ ثناء جتنے طرق سے مروی ہے سب کمزور ہیں باوجود اس کے کہ کسی راوی پر جرح یا اس کی تعدیل میں سب کی ایک ہی رائے نہیں ہوتی بعض اوقات میں ایک راوی کو حدیث کے اماموں میں سے کسی نے ضعیف قرار دیا اور دوسرے نے اس کو ثقہ قرار دیا اور اسی حدیث باب کو بڑے بڑے ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے اور اس پر عمل کیا ہے اور اس حدیث کو ابوداؤد نے بھی اپنی جامع میں ایسی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے جس کے تمام رجال مقبول ہیں بہرحال اس سے واضح ہوگیا کہ امام ترمذیؒ نے اس اسناد میں کلام کیا ہے جس کا انہوں نے ذکر کیا ہے۔ (کذافی شرح الطیبیؒ. مرقات: ۲۷۸/۲)

اور علامہ انورشاہ کشمیریؒ کے قول سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث درجہ حسن سے گری ہوئی نہیں چنانچہ معارف السنن: ۳۵۹/۲ پر ان کا یہ قول نقل کیا ہے "یمکن تحسین حدیثه هذا فان النسائی : ۱/۱۴۳ اخرجه" اس کی علامہ بنوریؒ نے یوں وضاحت کی کہ شیخ رحمہ اللہ کی مراد یہ ہے کہ نسائیؒ کی شرط تمام اصحاب سنن کی شرط کے مقابلہ میں بہت سخت ہے بلکہ امام نسائی نے اپنی اس کتاب میں ایسی حدیث کی تخریج کا التزام کیا ہے جو ان کے نزدیک صحیح ہو لہٰذا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ہے نسائی کی شرط کے مطابق اور ان کے غیر کے نزدیک اس جیسی حدیث درجۂ حسن سے گری ہوئی نہیں خصوصاً جبکہ اس حدیث کے لئے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث شاہد ہے تو پھر حدیث حسن ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور ایسی ہی حدیث حسن جمہور علماء کے یہاں حجت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو دارقطنی اور طبرانی نے اسناد جید کے ساتھ روایت کیا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو حاکم نے ابوداؤد اور ترمذیؒ دونوں کی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے اور حاکم نے کہا صحیح الاسناد کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔

نوع آخر من الذكر بعد التكبير

بعد تکبیر کے ایک اور قسم کے ذکر کا بیان

اخبرنا محمد بن المثنى قال حدثنا حجاج قال حدثنا حماد عن ثابت وقتادة وحميد عن انس انه

قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى بنا اذجاء رجل فدخل المسجد وقد حفزه النفس فقال الله اكبر الحمد لله حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه فلما قضى رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاته قال ايكم الذى تكلم بكلمات فارم القوم قال انه لم يقل بأساً قال انا يا رسول الله جئت وقد حفزنى النفس فقلتها قال النبى صلى الله عليه وسلم لقد رأيت اثنى عشر ملكاً يبتدرونها ايهم يرفعها.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اچانک ایک آدمی آیا اور مسجد میں داخل ہوا اور اس وقت اس کا دم چڑھا ہوا تھا اس نے پڑھا" الله اكبر الحمدلله حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه "پھر جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی نماز پوری کی تو فرمایا تم میں سے کس نے ان کلموں کو پڑھا قوم خاموش رہی حضور ﷺ نے فرمایا اس نے کوئی برا کلمہ نہیں پڑھا اس آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول میں نے پڑھا میں آیا اور بیشک میرا دم چڑھا ہوا تھا اور میں نے یہ کلمات پڑھے نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں نے بارہ فرشتے دیکھے کہ جلدی کرتے تھے ان میں سے کون ان کلمات کو اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لے جاوے۔

مظاہر حق میں لکھا ہے کہ اس شخص نے دم چڑھنے کا جو امر ذکر کیا وہ بیان واقع تھا ورنہ ان کلموں کو کہنے اور عذر کرنے میں اس سے دخل نہیں رکھتا۔

باب البداء ة بفاتحة الكتاب قبل السورة

سورۃ سے پہلے فاتحۃ الکتاب کے ساتھ شروع کرنے کا بیان

اخبرنا قتيبة بن سعيد قال حدثنا ابوعوانة عن قتادة عن انس قال كان النبى صلى الله عليه وسلم وابوبكر وعمر رضى الله عنهما يستفتحون القراء ة بالحمدلله رب العالمين.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما قراءۃ "الحمدلله رب العالمين" کے ساتھ شروع کرتے تھے۔

اخبرنا عبدالله بن محمد بن عبدالرحمن الزهرى قال حدثنا سفيان عن ايوب عن قتادة عن انس قال صليت مع النبى صلى الله عليه وسلم ومع ابى بكر وعمر رضى الله عنهما فافتتحوا بالحمدلله رب العالمين.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی آپ حضرات نماز کو "الحمدلله رب العالمين" کے ساتھ شروع کرتے تھے۔

تشریح: ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ سورۃ فاتحہ کے پہلے بسم اللہ نہ پڑھتے تھے لیکن دوسری روایات سے اس کا پڑھنا ثابت ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں خواہ بسم اللہ کو سورۃ فاتحہ کا جزء کہیں جیسا کہ امام شافعیؒ کہتے ہیں یا

جزء نہ کہیں جیسے حنفیہ کہتے ہیں تو حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ یہ حضرات تسمیہ کو پوشیدہ پڑھتے جیسے تعوذ کو پوشیدہ پڑھتے پھر بلند آواز سے سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جہر کے ساتھ تسمیہ کی نفی کی نفی مطلق نہیں کی اور شرح السنہ میں ہے کہ امام شافعیؒ نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ یہ حضرات سورۃ سے پہلے قرأۃ فاتحہ کے ساتھ نماز شروع کرتے اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ حضرات بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں پڑھتے تھے جیسا کہ کہتے ہیں قرأت البقرۃ کہ میں نے سورۃ بقرۃ پڑھی اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تسمیہ نہیں پڑھا اب رہا جہر و اخفاء کا اختلاف وہ آگے آرہا ہے۔

قراء ة بسم الله الرحمٰن الرحيم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی قرأۃ کا بیان

اخبرنا علی بن حجر قال حدثنا علی بن مسهر عن المختار بن فلفل عن انس بن مالک قال بینما ذات یوم بین اظهر نا یرید النبی صلی الله علیه وسلم اذ اغفی اغفاء ة ثم رفع راسه متبسمًا فقلنا له ما اضحکک یا رسول الله قال نزلت علی آنفا سورة بسم الله الرحمن الرحیم انا اعطیناک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک هو الا بتر ثم قال هل تدرون ما الکوثر قلنا الله ورسوله اعلم قال فانه نهر وعدنیه ربی فی الجنة آنیته اکثر من عدد الکواکب ترده علی امتی فیختلج العبد منهم فاقول یارب انه من امتی فیقول لی انک لاتدری ما احدث بعدک.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک روز نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے اچانک آپ پر اونگھ طاری ہوگئی پھر مسکراتے ہوئے سر اٹھایا ہم نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کے مسکرانے کا کیا سبب ہے فرمایا ابھی مجھ پر ایک سورۃ اتری ہے پھر حضور ﷺ نے پڑھا ''**بسم الله الرحمن الرحیم انا اعطیناک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک هو الابتر** '' فرمایا کیا تم کو معلوم ہے کہ کوثر کیا چیز ہے ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بخوبی واقف ہیں فرمایا یہ ایک نہر ہے جس کو جنت میں عطا کرنے کا وعدہ مجھ سے میرے رب نے کیا ہے اس کے ظروف ستاروں کی تعداد سے زیادہ ہوں گے اس نہر پر میری امت حاضر ہوگی ایک بندہ کو حوض پر آنے والوں میں سے کھینچ کر الگ کردیا جائے گا میں عرض کروں گا پروردگار یہ تو میری امت میں سے ہے حکم ہوگا تم واقف نہیں ہو تمہارے بعد اس نے (دین میں) کیا کیا نئی چیزیں نکالی تھیں۔

اخبرنا محمد بن عبدالله بن الحکم عن شعیب حدثنا اللیث حدثنا خالد عن ابی هلال عن نعیم المجمر قال صلیت وراء ابی هریرة فقرأ بسم الله الرحمن الرحیم ثم قرأ بأم القرآن حتی اذا بلغ غیر المغضوب علیهم ولاالضالین فقال آمین فقال الناس آمین ویقول کلما سجدالله اکبر و اذا قام من الجلوس فی الاثنتین قال الله اکبر واذا سلم قال والذی نفسی بیده انی لأشبهکم صلاة برسول الله صلی

الله علیه وسلم.

نعیم المجمر کہتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ''بسم الرحمن الرحیم '' پڑھی پھرام القرآن یعنی سورۃ فاتحہ پڑھی حتی کہ'' ولا الضالین ''پر پہونچے تو آمین کہی پھر لوگوں نے بھی آمین کہی اور جب سجدے کرتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب جلوس سے کھڑے ہوئے دو رکعت کے بعد تو اللہ اکبر کہا اور جب سلام پھیرا تو کہا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میری یہ نماز تمہاری نمازوں کے مقابلہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے ساتھ زیادہ مشابہ ہے۔

تشریح :اہم بحث ومباحثہ والے مسائل میں سے جہر بالتسمیہ کا مسئلہ بھی ہے اس موضوع پر دار قطنیؒ اور خطیبؒ بغدادی وغیرہ نے رسائل لکھے ہیں خطیب بغدادی کی عظمت اور شان علمی اپنی اس کتاب کی وجہ سے گھٹ گئی جس میں انہوں نے اپنے مطلب کو ثابت کرنے کی خاطر سے جہر بالتسمیہ پر دلالت کرنے والی احادیث معلولہ کو جمع کیا ہے اور ان احادیث کو محدثین نے جن علتوں کی بناء پر مسترد کردیا ہے انہیں کھولنے کے بجائے پردہ ڈال دیا۔

علامہ زیلعیؒ نے نصب الرایہ میں تیرہ ورقوں میں خوب جوش وخروش سے بحث کر کے ثابت کیا ہے کہ کوئی حدیث جہر بالتسمیہ کی صحیح نہیں اور دار قطنیؒ نے بھی جہر بسملہ کے بارہ میں بعض کی درخواست پر ایک رسالہ تصنیف کیا بعض مالکیہ ان کے پاس گئے اور قسم دلائی کہ اس میں سے حدیث صحیح بتلا دیجئے تو انہوں نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ سے جہر بالتسمیہ میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے لیکن صحابہ سے بعض آثار صحیح اور بعض ضعیف مروی ہیں۔ **(حکاہ ابن تیمیہ فی الفتاوی: ۱/۷۷و الزیلعی فی نصب الرایۃ)**

اور ابن العربی مالکیؒ نے کہا کہ خطیب بغدادی اور دار قطنیؒ نے جہر بالتسمیہ کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش میں ایسی احادیث اپنی کتاب میں بھر دی ہیں جو اور کہیں نہیں پائی جاتی ہیں ایسی احادیث سے انہوں نے اس مسئلہ کو ثابت کیا ہے جو قابل سماع نہیں اس بارے میں امام مالک کا طریقہ مشعل راہ ہے کیوں کہ اہل مدینہ کی نقل متواتر سے یہ ثابت ہے کہ امام مالکؒ کے زمانہ تک مسجد نبوی ﷺ جہر بالتسمیہ سے خالی تھی لہٰذا متواتر کے بعد ان پچھلے علماء کی اخبار احاد کا کوئی اعتبار نہیں جن کو اگلے محدثین نے ان کی علتیں اور باطنی خرابیاں دیکھ کر مسترد کر دیا تھا۔ **(ذکرہ فی شرحہ الترمذی)**

اس مسئلہ میں مذاہب کی تفصیل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب اور امام احمد بن حنبل اور اسحاق اور ابو عبید اور ابن المبارک اور ثوری اور ابن ابی لیلیٰ اور حسن بن حی رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کے شروع میں پڑھے اور سنت یہ ہے کہ آہستہ پڑھے اور امام ترمذی وغیرہ نے کہا کہ تسمیہ کا آہستہ پڑھنا خلفاء راشدین کا معمول تھا اور یہی مذہب صحابہ میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہم کا اور تابعین کا تھا ان حضرات کے دلائل یہ ہیں ان کی صحت میں کوئی شک نہیں ہے کیوں کہ اسانید سے مروی ہیں پہلی دلیل صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ''**صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخلف ابی بکر وعمر وعثمان فلم اسمع احدا منھم یقرأ بسم اللہ الرحمن الرحیم** ''یہاں حضرت انس رضی اللہ عنہ مطلق قرأۃ تسمیہ کی نفی نہیں کی بلکہ جہر کی نفی کی ہے کیوں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ لفظ بھی مروی ہے

''فکانوا لایجهرون بسم الله الرحمن الرحیم ''نیز یہی روایت نسائی میں اگلے عنوان کے تحت ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے''عن انس قال صلیت خلف رسول الله صلی الله علیه وسلم الخ ''جس سے واضح ہو گیا کہ صحیح مسلم کی روایت میں اپنے قول''فلم اسمع '' سے نفی قرأۃ مراد نہیں بلکہ بسم اللہ آہستہ پڑھنے کی وجہ سے سنی نہ جاتی تھی اسی سماع کی نفی کی ہے دوسری دلیل حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے یہ حدیث امام نسائیؒ نے اگلے عنوان کے تحت روایت کی ہے اور امام ترمذیؒ نے بھی اس کو کچھ تفصیل سے روایت کیا ہے اور بتلادیا کہ یہ حدیث حسن ہے اور ترمذی کی اسی روایت میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے لڑکے نے نماز میں جہر کے ساتھ بسم اللہ پڑھی تھی تو اپنے لڑکے سے فرمایا''ای بنی محدث ایاک والحدیث الخ ''بیٹا بسملہ کا جہر کے ساتھ پڑھنا بدعت ہے اس سے بچو نیز طحاویؒ نے نخعیؒ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ بسملہ کا جہر کرنا بدعت ہے تو ان روایات سے واضح ہو گیا کہ سورہ فاتحہ کے شروع میں بسملہ کا آہستہ پڑھنا سنت ہے شافعیہ کی طرف سے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی حدیث پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس حدیث کا مدار ابن عبداللہ بن مغفل پر ہے اور وہ مجہول ہیں معلوم نہیں کون ہے لہٰذا اس حدیث کو حسن قرار دے کر اس سے استدلال کیوں کر صحیح ہوگا اس کا جواب علامہ زیلعیؒ نے نصب الرایہ میں یہ دیا ہے کہ ابن عبداللہ بن مغفل سے مسند احمد میں ابونعامہ قیس بن عبایہ نے روایت کی ہے اور طبرانی میں عبداللہ بن بریدہ نے روایت کی ہے اور ابوسفیان طریف السعدی نے بھی روایت کی ہے عند الطبرانی ابونعامہ ثقہ ہیں اور عبداللہ بن بریدہ کی شان تو اظہر من الشمس ہے اور ابوسفیان کی حدیث معتبر ہے جبکہ دوسرے راوی نے بھی اسی کے موافق روایت کی ہو اب ان تینوں کی روایت سے ابن عبداللہ ابن مغفل کی جہالت دور ہوگئی غرض کہ یہ حدیث عدم جہر تسمیہ کے بارے میں صریح ہے اور یہ حدیث اگر چہ اقسام صحیح سے نہیں ہے لیکن درجہ حسن سے گری ہوئی نہیں یہی وجہ ہے کہ امام ترمذیؒ نے اس کو حسن قرار دیا ہے اور حدیث حسن سے استدلال درست ہے خصوصاً جبکہ کثرت سے اس کے شواہد اور متابعات موجود ہوں اور اس حدیث کے متابعات اور شواہد موجود ہیں۔

تیسری دلیل طبرانیؒ کی روایت ہے انہوں نے کہا''حدثنا عبدالله بن وهیب حدثنا محمد بن ابی السری حدثنا معتمر بن سلیمان عن ابیه عن الحسن عن انس ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یسر بسم الله الرحمن الرحیم وابابکر وعمر وعثمان وعلی رضی الله عنهم ''یہ اسناد جید ہے بہر حال یہ تمام روایات صحیح اور صریح ہیں جن کی بناء پر تسمیہ کا عدم جہر اور اخفاء کی مسنونیت واضح اور قطعی طور سے ثابت ہوتی ہے۔

مسلک امام شافعیؒ

امام شافعیؒ کے نزدیک بسم اللہ کو سورۃ فاتحہ کے ساتھ جہر سے پڑھنا مستحب ہے جبکہ قرأۃ کو جہر کے ساتھ پڑھے ان کے مسلک کے ثبوت میں متعدد روایات پیش کی جاتی ہیں منجملہ ان کے عنوان کے تحت کی دونوں روایات بھی ہیں پہلی حدیث سے استدلال اس طرح کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرمایا کہ مجھ پر ابھی ایک سورۃ اتری ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے

قول سے یوں بیان کیا ''بسم اللہ الرحمن الرحیم انا اعطینک الکوثر '' تا آخر تو اس سے معلوم ہوا کہ تسمیہ سورۃ کا جزء ہے کیوں کہ سورۃ کا اطلاق تسمیہ اور اس کے مابعد کے پورے کلام پر کیا ہے اور جب ثابت ہوا کہ تسمیہ سورۃ کا جزء ہے تو اس سے اس بات پر استدلال کیا جا سکتا ہے کہ جس نماز میں جہر کے ساتھ قرأۃ پڑھی جاتی ہے اس میں تسمیہ کا بھی جہر ہوگا کیوں کہ اس کے کچھ معنی نہیں کہ تمام سورہ کا جہر کرے سوائے ایک جزء کے حنفیہ اس کا جواب دیتے ہیں کہ آپ کا یہ استدلال صحیح نہیں کیوں کہ اس میں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ بسم اللہ سورہ سے خارج ہو اور تبرکاً تسمیہ کے ساتھ سورہ کو شروع فرمایا ہو بہر حال سورہ کو بسم اللہ کے ساتھ شروع کرنا چاہئے لیکن اس سے نماز میں جہر بالتسمیہ ثابت نہیں ہوتا اس کے لئے صریح روایت کی ضرورت ہے اور یہ روایت غیر صریح اور محتمل ہے۔

دوسرا استدلال نعیم المجمر کی روایت سے ہے کہ اس سے شافعیہ نے جہر بالتسمیہ پر استدلال کیا ہے اس کی علامہ زیلعیؒ نے نصب الرایہ میں خوب بسط و تفصیل سے تردید کی ہے احقر بطور خلاصہ نقل کرتا ہے کہ نعیم المجمر کی روایت مرجوح شاذ ہے کیوں کہ حضرت ابو ہریرہ ﷺ کے قریب آٹھ سو شاگردوں میں سے صرف نعیم المجمر نے قرأۃ بسملہ کا جملہ اس حدیث میں روایت کیا ہے نیز حضرت ابو ہریرہ ﷺ کی اس حدیث میں ذکر بسملہ پر امام بخاریؒ و مسلمؒ نے اعتراض کیا ہے اور بالفرض قرأۃ تسمیہ کے جملہ کو صحیح مان بھی لیا جائے تب بھی صراحتاً اس روایت میں جہر بالتسمیہ کے قائلین کی کوئی حجت نہیں کیوں کہ نعیم مجمر نے '' فقرأ بسم الرحمٰن الرحیم '' کہا اور یہ اونچی آواز سے پڑھنے اور آہستہ پڑھنے دونوں کو شامل ہے لہٰذا شافعیہ کے لئے اس حدیث سے استدلال مفید نہیں البتہ یہ حدیث ان لوگوں پر حجت ہو سکتی ہے جو قرأۃ تسمیہ کے قائل نہیں غرض کہ ایسی خبر مجمل جو مختلف محامل کا احتمال رکھتی ہے وہ کس طرح ان صریح اور صحیح حدیثوں کا مقابلہ کر سکتی ہے جو اخفاء تسمیہ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں مزید بحث نصب الرایہ میں ہے جو معلوم کرنا چاہے ۱/ ۳۳۵، ۳۴۱ پر دیکھ لے علاوہ ان دونوں حدیث باب کے شافعیہ دیگر مختلف روایات سے بھی استدلال کرتے ہیں جن میں کوئی حدیث صحیح نہیں اسناد اور متن کے اعتبار سے بہت ضعیف ہیں اس کو ہم شروع میں دارقطنی وغیرہ کے حوالہ سے نقل کر چکے ہیں۔

مسلک امام مالکؒ

امام مالکؒ اور ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ فرض نمازوں میں سورہ فاتحہ کے شروع میں تسمیہ نہ پڑھے نہ آہستہ اور نہ جہر سے البتہ نفل نماز میں اول فاتحہ میں اور قرآن حکیم کی تمام سورتوں کے شروع میں تہجد پڑھنے والوں کے لئے قرأۃ تسمیہ کو جائز قرار دیتے ہیں اس کی ابن عبد البر مالکیؒ نے تصریح کی ہے امام مالکؒ کا استدلال حضرت انس ﷺ کے قول سے ہے کہ نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر ﷺ اور حضرت عمر ﷺ نماز ''الحمد للہ رب العالمین '' کے ساتھ شروع کرتے تھے جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ تکبیر کے بعد ثناء اور تعوذ اور تسمیہ نہیں پڑھتے تھے جمہور ائمہ اس کا جواب دیتے ہیں کہ بقرینہ دوسری احادیث کے یہ حدیث افتتاح قرأۃ پر محمول ہے۔ (کمافی البرھان والمعارف السنن)

ترک الجهر ببسم الله الرحمٰن الرحیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہر سے نہ پڑھنے کا بیان

اخبرنا محمد بن علی بن الحسن بن شقیق قال سمعت ابی یقول انبانا ابو حمزة عن منصور بن زاذان عن انس بن مالک قال صلی بنا رسول الله صلی الله علیه وسلم فلم یسمعنا قرأة بسم الله الرحمن الرحیم وصلی بنا ابوبکر وعمر فلم نسمعها منهما.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی قرأۃ نہیں سنائی اور ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھتے ان میں سے کسی کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہر کے ساتھ پڑھتے نہیں سنا۔

اخبرنا عبدالله بن سعید ابوسعید الأشج قال حدثنی عقبة بن خالد قال حدثنا شعبة وابن ابی عروبة عن قتادة عن انس قال صلیت خلف رسول الله صلی الله علیه وسلم وابی بکر وعمر وعثمان رضی الله عنهم فلم اسمع احدا منهم یجهر ببسم الله الرحمٰن الرحیم.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی ان میں سے کسی کو میں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہر سے پڑھتے نہیں سنا۔

اخبرنا اسماعیل بن مسعود قال حدثنا خالد قال حدثنا عثمان بن غیاث قال اخبرنی ابونعامة الحنفی قال حدثنا ابن عبدالله بن مغفل قال کان عبدالله بن مغفل اذا سمع احدنا یقرأ بسم الله الرحمن الرحیم یقول صلیت خلف رسول الله صلی الله علیه وسلم وخلف ابی بکر وخلف عمر رضی الله عنهما فما سمعت احداً منهم قرأ بسم الرحمٰن الرحیم.

حضرت ابن عبداللہ بن مغفل کہتے ہیں جب عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ ہم میں سے کسی کو سنتے کہ وہ جہر سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتا ہے تو فرماتے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ان میں سے کسی کو میں نے جہر کے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے نہیں سنا۔

تشریح :امام نسائیؒ ترجمہ سے اشارہ کر دیا کہ ان روایات میں نفس قرأۃ تسمیہ کی نفی نہیں کی بلکہ جہر سے پڑھنے کی نفی کی ہے اس سے بھی زیادہ صریح حسنؒ کی روایت ہے انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے **"کانوا یسرون بسم الرحمن الرحیم "۔(رواہ ابن خزیمہ)**

اس میں خوب صراحت کے ساتھ نفی سماع کی علت بتلادی کہ بسم اللہ آہستہ پڑھتے تھے اس لئے ہم نہ سنتے تھے۔ تیسری

حدیث کے متعلق امام نوویؒ نے خلاصہ میں لکھا ہے کہ ابن خزیمہؒ اور ابن عبدالبر اور خطیبؒ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اس کا سبب یہ بتاتے ہیں کہ اس کا مدار ابن عبداللہ بن مغفل پر ہے اور وہ مجہول ہیں اس اعتراض کا جواب اوپر کے عنوان کے تحت ملاحظہ کیجئے نیز امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے نیز امام نسائیؒ کی شرط دیگر ائمہ حدیث کے مقابلہ میں بہت زیادہ سخت ہے اور انہوں نے اس حدیث کو اسی سند سے روایت کیا ہے لہٰذا کم از کم درجۂ حسن سے گری ہوئی نہیں اور حدیث حسن سے استدلال صحیح ہے خصوصاً جبکہ اس کے شواہد اور متابعات بہت ہیں تو پھر قابلِ حجت ہونے میں کیا شبہ ہے حیرت کی بات ہے کہ جن لوگوں نے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے اور ابن عبداللہ بن مغفل کو مجہول راوی قرار دے کر اس سے استدلال چھوڑ دیا ہے انہوں نے جہر بالتسمیہ کے اثبات میں اس سے بھی زیادہ ضعیف حدیث سے استدلال کیا ہے بلکہ خطیب بغدادیؒ نے بعض حدیث موضوع سے بھی استدلال کیا ہے مگر خود انہوں نے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے جو غیر معقول ہے بہرحال ان احادیث سے مسلک حنفیہ کی تائید ہوتی ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ سے پہلے تسمیہ آہستہ پڑھا جائے یہی سنت ہے۔

ترک قراءة بسم الله الرحمٰن الرحيم فی فاتحة الكتاب

سورہ فاتحہ میں بسم اللہ کی قرأۃ ترک کردینا

اخبرنا قتيبة عن مالك عن العلاء بن عبدالرحمن انه سمع ابا السائب مولى هشام بن زهرة يقول سمعت اباهريرة يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى صلاة لم يقرأ فيها بام القرآن فهي خداج هي خداج هي خداج "غير تمام" فقلت يا ابا هريرة انى احياناً اكون وراء الامام فغمز ذراعي وقال اقرأ بها يا فارسي فى نفسك فانى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول يقول الله عزوجل قسمت الصلاة بيني وبين عبدى نصفين فنصفها لعبدى ونصفها لي ولعبدى ماسأل قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقرؤا يقول العبد الحمد لله رب العالمين يقول الله عزوجل حمدنى عبدى يقول العبد الرحمٰن الرحيم يقول الله عزوجل اثنى على عبدى يقول العبد مالك يوم الدين يقول الله عزوجل مجدنى عبدى يقول العبد اياك نعبد واياك نستعين فهذه الاية بيني وبين عبدى ولعبدى ماسأل يقول العبد اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين فهؤلاء لعبدى ولعبدى ماسأل.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص نماز پڑھے اور اس میں ام القرآن یعنی سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ناقص ہے اس کی نماز ناقص ہے اس کی نماز ناقص ہے پوری نہیں ہوتی ابوالسائب کہتے ہیں میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ میں تو کبھی کبھی امام کے پیچھے ہوتا ہوں یعنی اس حالت میں بھی پڑھوں تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے میرے

بازو کو دبایا اور فرمایا اے فارسی سورہ فاتحہ کو اپنے نفس میں پڑھ بیشک میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میں نے نماز یعنی سورہ فاتحہ اپنے اور میرے بندہ کے درمیان آدھوں آدھ تقسیم کردی نصف اس کا میرا اور نصف میرے بندہ کا ہے اور میرے بندہ کے لئے وہ چیز ہے جو اس نے مانگی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورہ فاتحہ پڑھو بندہ کہتا ہے ''**الحمد لله رب العالمين**'' اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے میری حمد کی بندہ کہتا ہے ''**الرحمن الرحيم**'' اللہ عزوجل فرماتا ہے بندہ نے میری ثناء کی بندہ کہتا ہے ''**مالک یوم الدين**'' اللہ عزوجل فرماتا ہے میرے بندہ نے میری تعظیم کی بندہ کہتا ہے ''**اياک نعبد واياک نستعين**'' اللہ عزوجل فرماتا ہے یہ آیت میرے اور میرے بندہ کے درمیان ہے اور میرے بندہ کے لئے وہ ہے جو اس نے مانگا ہے بندہ کہتا ہے ''**اهدنا الصراط المستقيم صراط الذی انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين**'' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ آیات میرے بندہ کے واسطے ہیں اور میرے بندہ کے لئے وہ ہے جو اس نے مانگا۔

تشریح: امانی الاحبار: ۱۱۶/۳ پر اوجز المسالک کے حوالہ سے باجیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ابو السائب انصاری نے اپنے زمانہ میں خلف الامام ترک قرأۃ کا مشاہدہ کیا کہ لوگ امام کے پیچھے قرأۃ نہ کرتے تھے اس لئے اپنے قول ''**یا اباهريرة انی اکون احيانا وراء الامام**'' سے ''**من صلى صلاة الخ**'' کو عموم پر رکھنے پر اعتراض کیا ہے اس کے جواب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے فارسی یعنی عجمی اپنے دل میں پڑھ اس طور سے کہ اپنے کان سنے شاید ان کی اصل فارس سے تھی اور فارس شیراز اور اس کے ماحول کو کہتے ہیں۔ (**كذا فى حاشية الطحاوى عن كشف المغطا**)

پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے وہ حدیث قدسی بیان کی جس میں سورہ فاتحہ کی ہر ایک آیت کی فضیلت بتائی گئی ہے مگر اس میں بسم اللہ کا ذکر نہیں ہے اور جن لوگوں نے اس حدیث میں تسمیہ کی زیادتی کی ہے اس کے جھوٹ ہونے پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کا جزء نہیں ہے اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ اس بات پر سب علماء کا اتفاق ہے کہ سورۃ فاتحہ کی سات آیات ہیں مگر اس میں اختلاف ہے کہ آیا بسم اللہ بھی ان میں داخل ہے کہ مجموعہ کا نام سورہ فاتحہ رکھا جاوے یا بسم اللہ کو جو بلاشبہ کلام الٰہی ہے اور قرآن میں سے ہے اس سورۃ کے اول بلکہ تمام سورتوں کے اول میں اس لئے لکھ دیا ہے تاکہ اس سے پہلی سورۃ اور دوسری سورۃ میں فرق ہو جائے اور اس سے سورہ کا ابتداء کرنا باعث تبرک اعتقاد کیا جاوے تو اس بارے میں مدینہ اور بصرہ اور شام کے قاریوں اور فقہاء کا یہی قول ہے اور امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی مسلک ہے کہ تسمیہ نہ سورہ فاتحہ کا جزء ہے اور نہ کسی دوسری کا محض فصل اور تبرک کے لئے سورتوں کے شروع میں لکھی گئی ہے ان حضرات کے مسلک کی تائید بخاری ومسلم کی روایت سے ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نماز کو ''**الحمد لله رب العالمين**'' سے شروع کرتے تھے نیز طبرانی اور ابن خزیمہ اور ابوداؤد وغیرہم کی روایات سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نماز میں بسم کو آہستہ پڑھتے تھے اور ''**الحمد لله رب العالمين**'' کو پکار کر تو معلوم ہوا کہ بسم اللہ الحمد کا جزء نہیں ہے کیوں کہ سورۃ میں سے ایک جزء کا پوشیدہ پڑھنا کوئی معنی نہیں

رکھتا اگر بسم اللہ سورہ فاتحہ کا جزء ہوتی تو اس کو بھی جہر سے پڑھتے اور مکہ اور کوفہ کے قاری اس کو الحمد کا جزء سمجھتے ہیں اور امام شافعیؒ اور عبداللہ بن مبارکؒ کا بھی یہی مذہب ہے اور اسی لئے ان کے یہاں بسم اللہ کو نماز میں پکار کر پڑھتے ہیں ان کے پاس بھی دلائل ہیں منجملہ ان کے اوپر کے عنوان ''**قراۃ بسم الرحمن الرحیم**'' کے تحت کی دونوں روایات ہیں امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ بسم اللہ اگر سورہ فاتحہ کا جزء نہ ہوتی تو جہر سے پڑھنا مشروع نہ ہوتا اور دوسری حدیث کا راوی نعیم المجمر خود کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ جہر سے پڑھی ان دونوں روایات کا جواب وہاں دیا جا چکا ہے نیز عنوان کے تحت کی حدیث میں جو تقسیم کی گئی ہے اس سے بالکل صراحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کا جزء نہیں ہے کیوں کہ اس حدیث قدسی میں حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بیان فرمایا ہے اس میں تسمیہ کا ذکر نہیں ہے دیکھئے کہ تقسیم الحمد سے شروع ہوئی نہ بسم اللہ سے اور نصف کو ایاک نعبد پر رکھا تو تین آیات اللہ تعالیٰ کی ثناء کی ہوئیں اور درمیان میں ایک آیت مشترک ہوئی اور آخر کی تین آیات بندے کی ہوئیں اور دلیل اس پر اللہ تعالیٰ کا قول ''**ھٰؤلآء لعبدی**'' یعنی یہ سب آیات میرے بندے کے لئے ہیں اس میں امام شافعیؒ کی تقسیم جاری نہیں ہوسکتی ان کے مسلک کا بیان آگے آرہا ہے کیون کہ اگر انعمت علیہم پر ایک آیت شمار نہ کریں تو بندہ کے واسطے صرف دو اور باقی اللہ تعالیٰ کے واسطے ہوں گی اور اگر انعمت علیہم پر آیت شمار کریں تو کل آیات آٹھ ہوجاوینگی بہرحال حدیث میں نصفاً نصف کی تصریح ہے اور یہ سب اس کے خلاف صورتیں ہیں غرض کہ اس حدیث نے کھل کر بتادیا ہے کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کا جزء نہیں ہے اسی بناء پر ابن عبدالبر مالکیؒ نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث نے ثابت کردیا کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کا جزء نہیں بلکہ خارج ہے اور یہ صریح نص ہے جو تاویل کا بالکل احتمال نہیں رکھتی اور مجھے تسمیہ کے سورہ فاتحہ سے خارج ہونے میں اس سے زیادہ واضح نص معلوم نہیں ہے۔

اور بذل المجہود: ۲/ ۳۷ پر امام مالکؒ کا مذہب المدونہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام مالکؒ کہتے ہیں فرض نماز میں بسم اللہ نہ پڑھے نہ چپکے سے اور نہ جہر سے اور نہ امام پڑھے اور نہ غیر امام نوافل میں اگر چاہے تو پڑھے اور اگر چاہے ترک کردے اختیار ہے اس سے معلوم ہوا کہ ان کے یہاں بسم اللہ قرآن میں سے نہیں دوسرے اذکار کی طرح ایک ذکر ہے البتہ سورہ نمل میں بسم اللہ وہ بلاشبہ قرآن کا جزء ہے امام مالکؒ بھی انہیں دلائل سے استدلال کرتے ہیں جن سے حنفیہ استدلال کرتے ہیں جیسے حدیث باب اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ''**ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابابکر وعمر کانوا یفتتحون الصلوٰۃ بالحمدللہ رب العالمین**'' وغیرہ احادیث سے استدلال کرتے ہیں مگر حنفیہ جس حیثیت سے استدلال کرتے ہیں مالکیہ اسی حیثیت سے نہیں بلکہ دوسری حیثیت سے جس کا ذکر اوپر کی سطور میں ہوچکا ہے اور حنفیہ اس قول امام مالکؒ کا یہ جواب دیتے ہیں کہ نقل متواتر سے ہم تک یہ امر پہنچا کہ ''**جمیع مافی المصحف**'' قرآں ہے بقلم وحی قرآں میں بسم اللہ لکھی گئی ہے سورتوں کے شروع میں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ تسمیہ قرآن میں سے ہے ہاں سورتوں میں سے نہیں کیوں کہ ممکن ہے کہ بسم اللہ سورتوں کے درمیان فصل کے لئے لکھ دی گئی ہو تا کہ اختتام سورۃ کا پتہ لگ جائے اسی کی طرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ''کان

النبی صلی اللہ علیه وسلم لایعرف فصل السورة حتی ینزل علیه بسم اللہ الرحمن الرحیم ''اشارہ کررہی ہے۔(رواہ ابو داؤد واخرجه ایضا الحاکم کما نقل الزیلعی وقال انه صحیح علی شرط الشیخین)

ایجاب قراء ة فاتحة الکتاب فی الصلاة

نماز میں سورۃ فاتحہ کی قرأۃ واجب ہونے کا بیان

اخبرنا محمدبن منصور عن سفیان عن الزهری عن محمود بن الربیع عن عبادة بن الصامت عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال لاصلاه لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب.

حضرت عبادہ بن صامت ﷺ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا نماز نہیں ہوتی اس شخص کی جس نے فاتحۃ الکتاب یعنی سورہ فاتحہ نہیں پڑھی۔

اخبرنا سوید بن نصر قال انبانا عبداللہ عن معمر عن الزهری عن محمود بن الربیع عن عبادة بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لاصلاة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب فصاعداً.

حضرت عبادہ بن صامت ﷺ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اس کے ساتھ اور کچھ۔

تشریح: قرأۃ خلف امام کی بحث الگ ہے یہاں امام نسائیؒ اس کو ثابت نہیں کررہے ہیں بلکہ نماز میں سورہ فاتحہ کی قرأۃ ضروری ہونے کو ثابت کررہے ہیں اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ امام مالکؒ وامام شافعیؒ اور امام احمدؒ نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کو فرض اور رکن کہتے ہیں اس کے ترک سے نماز فاسد ہوجاتی ہے اور اس کے ساتھ کسی سورۃ کو ملانا ان کے نزدیک سنت ہے ان کا استدلال حضرت عبادہ بن صامت ﷺ کی حدیث باب سے ہے اس حدیث کو بخاریؒ ومسلمؒ نے بھی روایت کیا ہے نیز دار قطنی نے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔(شرح النقایه : ۱/ ۶۹)

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں مطلق قرأۃ فرض ہے یعنی جتنی قرأۃ رکن نماز ہے اور جس کے بغیر نماز ہوتی ہی نہیں وہ کم سے کم اتنا حصہ ہے جس پر قرآن کا اطلاق کیا جاسکتا ہو اس بارے میں امام اعظمؒ سے تین روایات منقول ہیں ظاہر روایات میں مقدار مفروض کم ازکم پوری ایک آیت ہے خواہ طویل ہو یا چھوٹی ہو اس سے کم پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی دوسری روایت میں یہ منقول ہے کہ خاص کوئی مقدار مفروض متعین نہیں البتہ کم سے کم اتنا حصہ ہونا ضروری ہے جس پر قرآن کا اطلاق ہوسکتا ہو خواہ ایک آیت ہو یا اس سے کم بشرطیکہ اس کو قرأۃ کے قصد سے پڑھے تیسری روایت یہ ہے کہ مقدار مفروض بڑی ایک آیت ہے جیسے آیۃ الکرسی اور آیت دین یا چھوٹی تین آیات اتنی قرأۃ کے بغیر نماز نہیں ہوتی یہی قول امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا بھی ہے اس تفصیل کو صاحب امانی الاحبار نے بدائع کے حوالہ سے ۳/ ۵۸ پر نقل کیا ہے اور یہ سب حضرات سورہ فاتحہ کی قرأۃ اور اس کے ساتھ کوئی سورۃ ملانے کو

واجب کہتے ہیں ان میں سے کسی ایک کے چھوڑ دینے سے فرض تو ساقط ہو جاتا ہے مگر نماز کو دہرانا واجب ہے امام ابوحنیفہؒ کا استدلال قرآن پاک کی آیت ''فاقرأ وا ما تیسر من القرآن'' سے ہے اس آیت میں مطلقاً ''ماتیسر من القرآن'' کی قرأۃ کا حکم دیا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ''ماتیسر من القرآن'' رکن صلاۃ ہے کیوں کہ اس کا ثبوت کتاب اللہ سے ہے خاص سورہ فاتحہ رکن صلاۃ نہیں کیوں کہ رکن صلاۃ ہونے کا ثبوت کتاب الٰہی سے نہیں ہوتا بلکہ خاص سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی اور سورۃ ملانی واجب ہے ان دونوں کو واجب احادیث کی بناء پر کہتے ہیں تو اس طرح سے قرآن اور حدیث دونوں پر حنفیہ عمل کرتے ہیں خصم کی طرح کتاب اللہ کو چھوڑ کر صرف سنت پر عمل نہیں کرتے نیز حنفیہ نے سورہ فاتحہ رکن صلاۃ نہ ہونے پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع سے استدلال کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے نماز پڑھی اس میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی ''فھی خداج غیر تمام'' تو اس شخص کی یہ نماز ناقص ہے پوری نہیں ہوئی۔ **(رواہ مسلم وابوداؤد وغیرھما)**

لفظ خداج لغت اور عرف کی دلالت سے بمعنی ناقص ہے نہ کہ بمعنی فاسد اور اس کے مقابلہ میں تمام کا لفظ آیا ہے جیسا کہ خود لفظ حدیث اس پر دلالت کر رہا ہے اور نقصان ذات کے ساتھ متعلق نہیں ہوتا ہے بلکہ صفات کے ساتھ متعلق ہوتا ہے اور فساد اور بطلان ذات اور حقیقت شئی کے ساتھ متعلق ہوتا ہے اس بناء پر واجبات میں سے کوئی واجب ترک کر دینے سے نماز میں نقصان آتا ہے اور فرائض میں سے کوئی فرض چھوڑ دینے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اس لئے جو نماز سورہ فاتحہ سے خالی ہو وہ ترک واجب کی وجہ سے ناقص رہتی ہے یعنی تمام صلوٰۃ کے درجہ تک پہنچنے سے قاصر رہتی ہے لیکن اصل صلوٰۃ معدوم نہیں ہوتی بلکہ ترک واجب کی صورت میں بھی گو فرد ناقص کے ضمن میں کیوں نہ ہو اصل صلوٰۃ باقی رہتی ہے جیسا کہ اس حدیث کا لفظ خداج اسی کی طرف اشارہ کر رہا ہے اور عجیب بات ہے کہ شافعیہ وغیرہ نماز میں سورہ فاتحہ کو تو فرض کہتے ہیں مگر اس کے ساتھ سورۃ ملانے کو واجب نہیں کہتے حالانکہ اسی حدیث باب میں مسلم اور نسائی اور ابوداؤد وغیرہم کی روایت میں بدون شذوذ اور علت کے فصاعداً کی زیادت ہے جو سوائے سورہ فاتحہ کے ضم سورۃ کے وجوب پر دلالت کرتی ہے تو عجیب بات ہے کہ فصاعداً کے مصداق کو نہ فرض کہتے ہیں اور نہ واجب اس زائد لفظ فصاعداً کی روایت میں معمر کی اور حفاظ حدیث نے بھی متابعت کی ہے جیسے سفیان بن عیینہ کی متابعت ابوداؤد میں مذکور ہے اور عبدالرحمٰن بن اسحاق کی متابعت امام بخاری کی جزء القرأۃ میں مذکور ہے اور یہ عبدالرحمٰن بن اسحاق مدنی ہیں جو رجال مسلم سے ہیں عبدالرحمٰن واسطی جو ضعیف ہیں وہ مراد نہیں اور اوزاعی اور شعیب بن ابی حمزۃ نے بھی لفظ فصاعداً کو روایت کیا ہے۔ **(عند البیھقی)**

لہٰذا اس لفظ فصاعداً کی صحت میں بالکل شبہ نہیں اس حدیث باب کا جواب صاحب ہدایہؒ نے یہ دیا ہے کہ یہ حدیث خبر واحد ہے حدیث مشہور نہیں ہے اس خبر واحد سے مطلق قرأۃ کے حکم کو جو ارشاد قرآنی ''فاقرؤا ماتیسر من القرآن'' سے مستفاد ہوتا ہے سورہ فاتحہ کے ساتھ مقید کرنا مطلق نص پر زیادتی ہے اور یہ جائز نہیں کیوں کہ اس سے قرآن کا حکم متغیر ہو جاتا ہے لیکن حدیث نے عمل کو واجب کیا اس لئے ہم نے کہا کہ پوری سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورۃ پڑھنا واجب ہے۔ (ھدایہ: ۱/۱۰۴)

صاحب بحرالرائق کی تحقیق وتوضیح اور حنفیہ کی طرف سے جو جواب دیا ہے وہ بھی اسی کے قریب قریب ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ ہماری دلیل ایک تو ارشاد قرآنی ہے جو اوپر ذکر کیا گیا ہے دوسرے بخاریؒ ومسلمؒ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا''اذا قمت الی الصلوٰۃ فاسبغ الوضوء ثم استقبل القبلۃ ثم اقرأ ماتیسر معک من القرآن ''تو دیکھئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مطلقاً قرأۃ کا حکم دیا ہے اور نص سنۃ نص کتاب قطعی کے بالکل موافق ہے اس لئے تینوں اماموں نے اپنے استدلال میں جو حدیث''لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب ''پیش کی ہے باوجود اس کے وہ ظنی الثبوت اور ظنی الدلالۃ ہے یا صرف ظنی الثبوت ہے اس کے ذریعہ سے کتاب قطعی کی نص کو مقید کرنا درست نہیں کیوں کہ نص قرآنی کے مطلق حکم کو خبر واحد سے مقید کرنا گویا اس کے قطعی حکم مطلق کو منسوخ کرنا ہے اور خبر واحد قطعی کی ناسخ نہیں ہوسکتی بلکہ خبر واحد پر عمل واجب ہے نیز نبی کریم ﷺ سے نماز میں سورہ فاتحہ کی قرأۃ پر مواظبت ثابت ہے اور کوئی ایسی دلیل قطعی نہیں جو سورہ فاتحہ رکن صلاۃ ہونے کو متعین کردیتی ہو اب بغیر ترک کے محض مواظبت سے وجوب کا ثبوت ہوتا ہے لہٰذا جان بوجھ کر یا بھولے سے سورہ فاتحہ چھوڑ دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی ہے بلکہ سہو کی صورت میں نقصان کو پورا کرنے کے لئے نمازی پر سجدہ سہو واجب ہے اور عمداً چھوڑنے اسی طرح سہو کی صورت میں جبکہ سجدہ نہ کیا ہو نماز کا اعادہ واجب ہے۔

(بحرالرائق : ۱/۳۱۲)

بعض حنفیہ نے حدیث باب کا یہ جواب دیا ہے کہ لاصلوٰۃ میں لانفی کمال کے لئے ہے نہ کہ نفی اصل کے لئے مگر علامہ انور شاہ کشمیریؒ وغیرہ نے اس جواب کو پسند نہیں کیا چنانچہ معارف السنن: ۳۸۵ میں علامہ موصوف کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میرے نزدیک یہ جواب کمزور اور بے وزن ہے کیوں کہ سورہ فاتحہ اگرچہ رکن نماز نہیں ہمارے یہاں واجب تو ہے اور اس کے ترک سے گناہ ہوتا ہے تو اگر حدیث کی یہ تاویل درست ہو تو حدیث وجوب کا فائدہ نہیں دے گی کیوں کہ ظنی الدلالۃ اور ثبوت ایک ساتھ مفید وجوب نہیں ہوسکتے حدیث خبر واحد ہونے کی وجہ سے ظنی الثبوت ہے پھر جب اس میں تاویل کریں گے تو ظنی الدلالۃ بھی ہوگی لہٰذا وجوب فوت ہوجائے گا۔(کما صرح بہ علماء الاصول)

بہرحال صحیح یہ ہے کہ مدار بحث ظنی الثبوت ہونے کو قرار دیا جائے نہ کہ ظنی الدلالۃ کو تاکہ وجوب فاتحہ فوت نہ ہو اور شاید یہی وجہ ہوگی کہ صاحب ہدایہؒ نے اپنی کتاب میں اس حدیث کو امام شافعیؒ کی دلیل بتانے کے بعد اس طرح کی تاویل کے ذریعہ اس کو ظنی الدلالۃ قرار دینے کی کوئی بات نہیں کی بلکہ انہوں نے فرمایا''فقراء ۃ الفاتحۃ لاتتعین رکناً عندنا ''کہ ہمارے یہاں قرأۃ فاتحہ رکن ہونے کو متعین نہیں ہے پھر آگے چل کر مطلق قرأۃ کی فرضیت اور سورہ فاتحہ کو رکنیۃ کے درجہ سے اتار کر وجوب کے درجہ میں رکھنے پر دلیل پیش کی ہے اس کی تفصیل پیچھے گذر چکی ہے غرض کہ یہ تاویل مذکور جو بعض حنفیہ نے کی صاحب ہدایہؒ کی نظر میں غیر معقول ہے اسی لئے تو اس کا اپنی کتاب میں ذکر ہی نہیں کیا مزید بحث حضرت شاہ صاحبؒ کی تقریر کی معارف السنن جلد ثانی میں ہے جو چاہے وہاں دیکھ لے۔

فضل فاتحة الكتاب

سورہ فاتحہ کی فضیلت کا بیان

اخبرنا محمد بن عبدالله بن المبارک المخرمی قال حدثنا یحیی بن آدم حدثنا ابو الاحوص عن عمار بن رزیق عن عبدالله بن عیسی عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال بینما رسول الله صلی الله علیه وسلم وعنده جبریل علیه السلام اذ سمع نقیضاً فوقه فرفع جبریل علیه السلام بصره الی السماء فقال هذا باب قد فتح من السماء مافتح قط قال فنزل منه ملک فاتی النبی صلی الله علیه وسلم فقال ابشر بنورین اوتیتهما لم یؤتهما نبی قبلک فاتحة الکتاب وخواتیم سورة البقرة لم تقرأ حرفا منهما الا اعطیته.

حضرت ابن عباس ﷺ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ تشریف فرماتے اور آپ ﷺ کے پاس جبرئیل علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے اچانک اوپر سے دروازہ کھلنے کی سی آواز آئی جبرئیل علیہ السلام نے آسمان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا اور فرمایا یہ دروازہ آسمان کا جو اس وقت کھلا ہے اس سے پہلے کبھی نہیں کھلا راوی کہتے ہیں کہ اتنے میں ایک فرشتہ آسمان سے اترا اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ آپ ﷺ کو ایسے دونوروں کی بشارت ہو جو آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے ایک فاتحۃ الکتاب دوسری سورہ بقرہ کی خاتمہ والی آیات ان دونوں میں سے اگر آپ ایک حرف بھی پڑھیں گے تو آپ کو وہ چیز عطا کی جائے گی جس کو وہ حرف اپنے ضمن میں لیا ہوا ہے۔

اس حدیث سے سورہ فاتحہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے حدیث میں حرف سے مراد پورا جملہ ہے یعنی جو جملہ ان میں سے آپ پڑھیں گے آپ کی درخواست کردہ چیز عطا کی جائے گی یعنی ایک تو اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے جو ''اهدنا الصراط المستقیم الـــخ'' پڑھنے کا حکم ہوا ہے اس کو اگر پڑھا جائے گا تو ضرور سیدھا راستہ کی اللہ ہدایت کرے گا اور دوسرے سورہ بقرہ کی آخری آیات ''ربنا لاتواخذنا ان نسینا'' سے آخر سورہ تک اگر پڑھا جائے گا تو اللہ قبول فرما کر حسب دعا عطاء کردے گا بہر حال یہ دونوں نور صرف حضور اکرم ﷺ کو ہی عطا کئے گئے ہیں اسی لئے آپ کے بعد بھی آپ ﷺ کی امت بلحاظ مجموعی قیامت تک راہ راست سے گمراہ نہ ہوگی۔

تاویل قول الله عزوجل ولقد آتینک سبعا من المثانی والقرآن العظیم

حق تعالیٰ شانہ کے قول ''وَلَقَدْ آتَيْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ الخ'' کی تفسیر میں

اخبرنا اسماعیل بن مسعود قال حدثنا خالد قال حدثنا شعبة عن خبیب بن عبدالرحمن قال

سمعت حفص بن عاصم یحدث عن ابی سعید بن المعلی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مربہ وھو یصلی فدعاہ قال فصلیت ثم اتیتہ فقال مامنعک ان تجیبنی قال کنت اصلی قال الم یقل اللہ عزوجل یاایھا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم الا اعلمک اعظم سورۃ قبل ان اخرج من المسجد قال فذھب لیخرج قلت یارسول اللہ قولک قال الحمد للہ رب العالمین ھی السبع المثانی الذی اوتیت والقرآن العظیم.

حضرت ابی سعید بن المعلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی طرف سے گزر ہوا جبکہ وہ نماز پڑھ رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پکارا ابوسعید کہتے ہیں میں نے نماز پوری کی پھر حاضر خدمت ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میں نے تم کو پکارا تھا تم نے فوراً کیوں جواب نہیں دیا اور حاضر نہیں ہوئے ابوسعید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں نماز پڑھ رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اللہ عزوجل نے نہیں فرمایا اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے کو بجالایا کرو جبکہ تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہوں پھر فرمایا دیکھ میں تجھ کو مسجد سے باہر جانے سے پہلے قرآن میں جو بڑی سورۃ ہے اس کی تعلیم کروں گا ابوسعید کہتے ہیں جب مسجد سے باہر جانے لگے میں نے یاد دلایا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ سورۃ ''الحمد للہ رب العالمین'' ہے جس کی سات آیات ہیں ہر نماز میں دہرائی جاتی ہیں اور وہ قرآن عظیم ہے جو مجھ کو عطاء ہوا ہے۔

اخبرنا الحسین بن حریث قال حدثنا الفضل بن موسیٰ عن عبدالحمید بن جعفر عن العلاء بن عبدالرحمن عن ابیہ عن ابی ھریرۃ عن ابی بن کعب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما انزل اللہ عزوجل فی التوراۃ ولا فی الانجیل مثل ام القرآن وھی السبع لمثانی وھی مقسومۃ بینی وبین عبدی ولعبدی ماسأل.

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ام القرآن یعنی سورہ فاتحہ جیسی سورۃ اللہ عزوجل نے نہ توریت میں نازل کی اور نہ انجیل میں اور یہ وہی سبع مثانی ہے اور وہ میرے اور بندہ کے درمیان تقسیم کی گئی ہے اور میرے بندے کے لئے وہ چیز ہے جس کی اس نے درخواست کی۔

اخبرنا محمدبن قدامۃ قال حدثنا جریر عن الاعمش عن مسلم عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال اوتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سبعاً من المثانی السبع الطول.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سات سورتیں یعنی مثانی عطاء کی گئیں اور وہ سبع طوال ہیں۔

اخبرنا علی بن حجر قال حدثنا شریک عن ابی اسحق عن سعید بن جبیر عن ابن عباس فی قولہ عزوجل سبعاً من المثانی قال السبع الطول.

سعید بن جبیر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اللہ عزوجل کے قول سبعاً من المثانی کی تفسیر میں ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ سبعاً

سے مراد سبع طوال ہیں یعنی سات طویل سورتیں۔

تشریح: عنوان کے تحت کی اول حدیث میں کہ حضور اکرم ﷺ نے ابوسعید بن المعلی کو پکارا جبکہ وہ نماز میں تھے تو ان کے اس عذر پر کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اس لئے جواب نہیں دیا حضور ﷺ نے ان کو یہ آیت یاد دلائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ''استجیبوا'' اپنے عموم سے اس صورت کو بھی شامل ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی کو پکاریں تو نماز ہی میں جواب دینا واجب ہے رہی یہ بات کہ وہ نماز باقی رہے گی یا فاسد ہو جائے گی اور اس کا اعادہ کرنا پڑے گا یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اب اس میں بحث کرنے کا کوئی ثمرہ نہیں۔(بیان القرآن)

ملا علی قاریؒ نے مرقات:۴/۳۴۰ پر اسی حدیث کے تحت علامہ طیبیؒ سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں حضور ﷺ کی دعوۃ پر جواب دینے سے نماز نہیں ٹوٹتی تھی جیسے آپ ﷺ کو السلام علیک ایہا النبی کے ساتھ خطاب کرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی پھر قاضی بیضاویؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے بعض نے کہا کہ اجابۃ رسول نماز کو باطل نہیں کرتی کیوں کہ نماز بھی اجابۃ ہے اور بعض نے کہا اگر کسی فوری کام کے لئے حضور اکرم ﷺ نے پکارا ہو تو اس کی تعمیل کے لئے نماز توڑ دینا واجب ہے اور ظاہر حدیث سے قول اول معقول معلوم ہوتا ہے پھر ملا علی قاریؒ کہتے ہیں زیادہ قوی بات حدیث سے یہی معلوم ہوتی ہے کہ حضور ﷺ کے حق میں اجابۃ مطلقاً واجب ہے فوری امر یا غیر فوری کی کوئی قید نہیں جیسے آیت مبارکہ کے عموم سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اب رہی یہ بات کہ نماز کا کیا حال ہوگا تو یہ حدیث نہ بطلان پر دلالت کرتی ہے اور نہ عدم بطلان پر ہاں دوسرے دلائل چونکہ مطلق ہیں اس لئے نماز باطل ہو جاتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

المثانی جمع ہے مثناۃ کی اور اسم ظرف ہے یا مثنیۃ کی جمع ہے اور وہ اسم فاعل ہے بہر تقدیر المثانی صفت اور اس کا موصوف محذوف ہے یعنی آیات یا سوَر بہرحال اس حدیث مرفوع سے معلوم ہوتا ہے کہ سبع مثانی سے سورہ فاتحہ مراد ہے جس کی سات آیات ہیں اور نماز کی ہر رکعت میں مکرر پڑھی جاتی ہے اس لئے اس سورۃ کو مثانی کہا گیا ہے اور چونکہ اس کی بڑی قدر اور عظمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے اور الفاظ کے اختصار ہونے کے باوجود اس کے فوائد اور معانی بہت ہیں چنانچہ منقول ہے کہ تمام مقاصد دینی اور دنیوی ''ایاک نعبد وایاک نستعین'' کے تحت داخل ہیں اس لئے اس سورہ کو قرآن عظیم فرمایا اور حضرت عمر اور حضرت علی اور حضرت ابن مسعود اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہم کا یہی قول ہے کہ سبع مثانی سے سورہ فاتحہ مراد ہے۔

(تفسیر مظہری)

سعید بن جبیرؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول سبع مثانی کی تفسیر میں یہ نقل کیا ہے کہ اس سے مراد سبع طوال ہیں یعنی سات بڑی سورتیں جن میں سب سے اول سورہ بقرہ ہے اور انفال وتوبہ کا مجموعہ ہے یہ دونوں سورتیں ایک سورہ کے حکم میں ہیں اسی لئے دونوں کے درمیان بسم اللہ لکھی نہیں جاتی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مثانی کہنے کی یہ وجہ بیان کی کہ ان سورتوں میں فرائض وحدود وامثال اور عبرت انگیز مواعظ اور قصوں کا بار بار تذکرہ کیا گیا ہے اور دوسری حدیث میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے

مروی ہے سورہ فاتحہ کو ام القرآن فرمایا کیوں کہ یہ تمام قرآن کی اصل ہے اور سب علوم اس میں جمع ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ترک القراء ة خلف الامام فیمالم یجهر فیه

غیر جہری نماز میں امام کے پیچھے ترک قرأۃ کا بیان

اخبرنا محمد بن المثنی قال حدثنا یحیی قال حدثنا شعبة عن قتادة عن زرارة عن عمران بن حصین قال صلی النبی صلی الله علیه وسلم الظهر فقرأ رجل خلفه سبح اسم ربک الاعلیٰ فلما صلی قال من قرأ سبح اسم ربک الاعلیٰ قال رجل انا قال قد علمت ان بعضکم قد خالجنیها.

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھی ایک آدمی نے آپ ﷺ کے پیچھے ''سبح اسم ربک الاعلیٰ'' پڑھی جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کس نے ''سبح اسم ربک الاعلیٰ'' پڑھی اس آدمی نے کہا میں نے حضور ﷺ نے فرمایا مجھے یوں محسوس ہوا کہ بعض لوگ تم میں سے قرأۃ قرآن میں مجھ سے چھینا جھپٹی کرتے ہیں۔

اخبرنا قتیبة قال حدثنا ابوعوانة عن قتادة عن زرارة بن اوفیٰ عن عمران بن حصین ان النبی صلی الله علیه وسلم صلی صلاة الظهر او العصر ورجل یقرأ خلفه فلما انصرف قال ایکم قرأ بسبح اسم ربک الاعلیٰ فقال رجل من القوم انا ولم أرد بها الا الخیر فقال النبی صلی الله علیه وسلم قد عرفت ان بعضکم قد خالجنیها.

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھی اور ایک آدمی آپ ﷺ کے پیچھے قرأۃ کرنے لگے پھر جب نماز پوری کی تو فرمایا تم میں سے کس نے ''سبح اسم ربک الاعلیٰ'' پڑھی قوم میں سے ایک آدمی نے کہا میں نے اور میں نے اس سے خیر کا ارادہ کیا تھا نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ تم میں سے بعض لوگ میری قرأۃ میں مزاحم ہوتے ہیں۔

الفاظ حدیث ''قد عرفت ان بعضکم قد خالجنیها'' سے مقصد قرأۃ خلف الامام کی ممانعت ہے جس سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ سریہ میں امام کے پیچھے قرأۃ قرآن منع ہے۔

ترک القراء ة خلف الامام فیما جهر به

جہری نماز میں امام کے پیچھے ترک قرأۃ کا بیان

اخبرنا قتیبة عن مالک عن ابن شهاب عن ابن اکیمة اللیثی عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله

علیه وسلم انصرف من صلاة جهر فیها بالقراء ة فقال هل قرأ معی احد منکم آنفا قال رجل نعم یارسول الله قال انی اقول مالی انازع القرآن قال فانتهی الناس عن القراء ة فیما جهر فیه رسول الله صلی الله علیه وسلم بالقراء ة من الصلاة حین سمعوا ذلک.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ اس نماز سے فارغ ہوئے جس میں آپ ﷺ نے قرأۃ جہر سے پڑھی پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر پوچھا کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ ابھی کچھ پڑھا ہے ایک آدمی نے عرض کیا ہاں اے اللہ کے رسول آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں بھی کہتا تھا کہ مجھ سے قرآن پڑھنے میں کون جھگڑ رہا ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب لوگوں نے یہ سنا تو جن نمازوں میں رسول اللہ ﷺ جہر سے قرأۃ پڑھتے تھے ان میں لوگ قرأۃ سے رک گئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جہری نمازوں میں امام کے پیچھے مقتدی قرأۃ قرآن نہ کرے۔

قراء ة ام القرآن خلف الامام فیما جهر به الامام

امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا جبکہ وہ جہری قرأۃ کرے

اخبرنا هشام بن عمار عن صدقة عن زید بن واقد عن حرام بن حکیم عن نافع بن محمود بن ربیعة عن عبادة بن الصامت قال صلی بنا رسول الله صلی الله علیه وسلم بعض الصلوات التی یجهر فیها بالقراء ة فقال لا یقرأن احدمنکم اذا جهرت بالقراء ة الا بام القرآن.

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ایک نماز پڑھائی جس میں آپ ﷺ قرأۃ جہر سے پڑھتے تھے پھر فرمایا تم میں سے کوئی شخص ہرگز قرأۃ نہ پڑھے جبکہ میں جہر سے قرأت پڑھوں مگر ام القرآن یعنی سورہ فاتحہ۔

تشریح: امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کے علاوہ کوئی اور سورۃ کی قرأۃ کے عدم جواز میں کوئی اختلاف نہیں اس مسئلہ کو مصنفؒ نے اوپر کے عنوان کے تحت کی روایت سے بتلادیا کہ جہری نماز ہو یا سری بہرصورت امام کے پیچھے قرأۃ قرآن ممنوع ہے اب اس عنوان کے تحت کی روایت سے بتانا چاہتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأۃ سورہ فاتحہ ممنوع نہیں ہے کیوں کہ اس حدیث میں ام القرآن کو مستثنیٰ فرمایا ہے جس سے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا ممنوع نہیں تو خلف الامام قرأۃ سورۃ فاتحہ کے مسئلہ میں مصنفؒ نے امام شافعی کی موافقت کی ہے۔

بحث قرأۃ فاتحہ خلف الامام

اگر نماز جماعت سے ہو تو مقتدی کو بھی سورہ فاتحہ پڑھنا چاہئے یا صرف امام کا پڑھنا سب مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے اس مسئلہ میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب کا قول یہ ہے کہ نماز باجماعت میں خواہ جہری ہو یا سری مقتدی سورہ

فاتحہ نہ پڑھے یہی قول ایک جماعت اکابر صحابہ ﷺ کا ہے اور تابعین میں سے رئیس التابعین سعید بن المسیب کا اور عروہ بن زبیر اور سعید بن جبیر وزہری وشعبی واسود رحمہم اللہ کا ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک جہری اور سری دونوں نمازوں میں مقتدی پر قرأۃ سورہ فاتحہ واجب ہے امام مالکؒ کہتے ہیں کہ جہری نمازوں میں مقتدی سورہ فاتحہ نہ پڑھے صرف صلوٰۃ سریہ میں پڑھے اور صلوٰۃ سریہ میں بھی واجب نہیں کہتے گو بعض مالکیہ کے کلام سے وجوب معلوم ہوتا ہے بلکہ امام مالکؒ کا مذہب راجح اوجز المسالک میں یہ نقل کیا ہے کہ جہری اور سری دونوں نمازوں میں سورہ فاتحہ کی قرأۃ واجب نہیں ہے البتہ سری نماز میں مستحب اور جہری میں مکروہ کہتے ہیں امام احمدؒ کا قول بھی سری نماز میں مثل امام مالکؒ کے ہے اور جہری میں بھی اس وقت مستحب ہے جبکہ امام سے بہت دور کھڑے ہونے کی وجہ سے اس کی قرأۃ سننے میں نہ آتی ہو اور اگر امام کی قرأۃ سنے تو مقتدی قرأۃ نہ کرے اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صرف امام شافعیؒ کے نزدیک ان کے قول جدید کے مطابق جہری اور سری دونوں نمازوں میں مقتدی پر امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے ورنہ قول قدیم میں صرف سری نماز میں وجوب فاتحہ کے قائل ہیں اب دلائل کی طرف چلتے ہیں امام ابوحنیفہؒ وغیرہم کا استدلال آیت قرآنی اور احادیث سے ہے قرآن حکیم میں ہے ''واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم تُرحَمون ''اور جب قرآن پڑھا جاوے تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو امید ہے کہ تم پر رحمت ہو۔

بیہقیؒ نے لکھا ہے کہ امام احمدؒ نے فرمایا تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ یہ آیت نماز کے بارہ میں نازل ہوئی هكذا قال ابن ابن همام بعض لوگ کہتے ہیں کہ خطبہ کے بارہ میں نازل ہوئی یعنی خطبہ کے وقت خاموش رہنا مراد ہے مگر یہ قول قرین قیاس نہیں کیوں کہ یہ آیت مکی ہے کہ اس کا نزول مکہ میں ہوا اور خطبہ مدینہ میں جب جمعہ مشروع ہوا تب مقرر ہوا چنانچہ اکثر مفسرین بالخصوص امام بغوی شافعیؒ نے اپنی تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ حسن بصری وزہری ونخعی رحمہم اللہ کا قول یہی ہے کہ اس آیت کا نزول امام کے پیچھے قرأۃ پڑھنے کے سلسلہ میں ہوا جو لوگ کہتے ہیں کہ آیت کا نزول خطبہ جمعہ کے متعلق ہوا ان کے قول سے حسن بصری وغیرہم کا قول زیادہ راجح ہے کیوں کہ آیت مکی ہے اور نماز جمعہ کا وجوب مدینہ میں ہوا تھا اور بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے کہ آیت خطبہ کے بارہ میں نازل ہوئی تب بھی کوئی اشکال نہیں اس لئے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوص سبب کا جیسے آیت سرقہ اور آیت لعان اور دیگر آیات خاص اشخاص کے معاملوں میں نازل ہوئی ہیں مگر ان کی عبارت پر لحاظ کر کے عام حکم جاری کیا جاتا ہے۔(تفسیر مظهری .تفسير فتح المنان)

اسی طرح بقول بعض خطبہ کے متعلق نزول کو مان بھی لیا جائے تب بھی نماز میں استماع وانصات کا وجوب ثابت ہوتا ہے کیوں کہ جب خارج صلوٰۃ خطبہ کے دوران استماع وانصات کا حکم ہے تو داخل صلوٰۃ میں بطریق اولیٰ ہونا چاہئے کیوں کہ مقتدی تابع محض ہے اور خارج صلوٰۃ میں تابع محض نہیں ہے بہر حال خلاصہ اس آیت سے استدلال کا یہ ہے کہ آیت مطلق ہے جو اپنے عموم پر ہے اصول کے مطابق مطلق اپنے اطلاق پر اور مقید اپنی تقیید پر قائم رہتا ہے اس لئے ارشاد باری تعالیٰ ''واذا قرئ

القرآن ''میں قرأۃ مطلق ہے جو جہریہ اور سریہ دونوں کو شامل ہے اسی طرح انصات یعنی خاموش رہنا قرأۃ جہریہ کے ساتھ خاص نہیں غیر جہریہ کو بھی شامل ہے البتہ استماع جہریہ کے ساتھ مختص ہے وہ اپنے خصوص پر مستعمل رہے گا تو تقدیر کلام اس طرح ہوگی ''واذا قرئ القرآن جهراً اوسراً فاستمعوا له عند الجهر وانصتوا له مطلقاً'' غرض کہ اس آیت میں استماع اور انصات دونوں کا حکم ہے چپکے قرأۃ کی صورت میں اگرچہ استماع ممکن نہیں انصات تو ممکن ہے لہٰذا ظاہر نص کے مطابق واجب ہے امام بیہقیؒ کہتے ہیں کہ اس آیت میں مقتدیوں کو خلف الامام دنیوی باتیں کرنے یا جہر کے ساتھ قرأۃ پڑھنے سے منع کیا گیا ہے سورہ فاتحہ آہستہ پڑھنے سے منع نہیں کیا گیا اس کے جواب میں حنفیہ کہتے ہیں کہ بیہقی کا قول درست نہیں نص اور اجماع کے خلاف ہے کیوں کہ آیت کے الفاظ مطلق اور عام ہیں سورہ فاتحہ وغیرہ سے بھی خاموش رہنے کو مقتضی ہے پھر ہم پوچھتے ہیں کیا امام بیہقی خطبہ کی حالت میں چپکے چپکے ذکر اللہ اور تسبیح وغیرہ پڑھنے کی اجازت دیدیں گے اگر نہیں تو وہاں اس آیت سے مطلقاً خاموشی واجب ہونے پر استدلال کیوں کر صحیح ہو گیا اگر اجازت دیں گے تو ان کے مذہب کے بھی خلاف ہوگا اور اجماع کے بھی خلاف ہے خطبہ جمعہ میں کسی کے بھی نزدیک خطبہ سننے والے کو ذکر اللہ اور تسبیح وغیرہ پڑھنا درست نہیں نہ آہستہ اور نہ بلند آواز سے پس حیرت ہے کہ خطبہ میں تو مطلقاً ذکر وتلاوت وغیرہ کو منع کیا جائے آہستہ سے بھی اور بلند آواز سے بھی اور نماز میں قرأۃ سریہ کو درست کہا جائے حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ آیت مذکورہ کا نزول قرأۃ خلف الامام کے بارے میں ہوا ہے اگر یہ کہا جائے کہ خطبہ کے لئے احادیث میں انصات کی تاکید ہے تو ہم کہیں گے کہ نماز کے اندر مقتدی کو انصات کی تاکید قرآن میں بھی ہے اور احادیث میں بھی جن کو ہم نقل کریں گے۔

قرأت خلف الامام کی ممانعت احادیث کی روشنی میں

قرأت خلف الامام کے عدم جواز پر احادیث بھی دلالت کرتی ہیں اس سلسلہ کی احادیث تو بہت ہیں طوالت کا خوف مانع ہے اس لئے بطور نمونہ کے چند احادیث نقل کر رہے ہیں جن سے امام ابوحنیفہؒ وغیرہم اپنے مسلک پر استدلال کرتے ہیں پہلی دلیل حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے ان کی ایک طویل حدیث میں جس کو امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے یہ جملہ آیا ہے ''واذا قرأ ای الامام فانصتوا'' حضور ﷺ نے فرمایا جب امام قرأت پڑھے تو خاموش رہو یہ ارشاد جماعت کے بارے میں فرمایا مگر قابل غور بات یہ ہے کہ یہاں مثل آیت قرآنی کے نہیں فرمایا بلکہ صرف 'فانصتوا' فرمایا فرق یہ ہے کہ آیت بھی نماز کے بارے میں ہے اور حدیث بھی لیکن آیت میں الفاظ عام ہیں کہ ہر حال میں یہ حکم ہے جو اس میں بیان کیا گیا ہے اور یہاں حدیث میں مسئلہ امام اور مقتدی کا ہے اور امر دائر ہے اقتداء کے مسئلہ پر اس لئے فرمایا ''فانصتوا'' کہ سنو یا نہ سنو امام کی آواز پہونچے یا نہ پہنچے سکوت اس غرض سے ہے کہ امام ہمارا مدعا دربار الٰہی میں پیش کر رہا ہے تو سب کا بولنا بے فائدہ ہے بہر حال مدار انصات کے دو ہیں اول یہ کہ سکوت سننے کے لئے دوم یہ کہ انصات اس وقت ہوتا ہے کہ دوسرا ہمارا وکیل اور ترجمان ہے وہ بولنے کے لئے کافی ہے ہمیں بولنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ دس (۱۰) بیس (۲۰) آدمی ایک درخواست لے کر حاکم کے پاس

جائیں اور سب بولنے لگیں اور حاکم کہہ دے کہ ایک کو بولنے دو ایک کا کہنا سب کا کہنا ہے تو کیا یہ مقصود ہے کہ اگر چاہو تو بول سکتے ہو ہاں ایک کافی ہے یہ مقصود حاکم نہیں بلکہ روکنا مقصود ہے کہ سب مت بولو سب کی طرف سے ایک کا بولنا کافی ہے بلاضرورت حاکم کے سامنے بولنا خلاف ادب ہے یہی معنی ارشاد مبارکہ ''فانصتوا'' میں ہوں گے چند علماء نے اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ سے مناظرہ کرنا چاہا امام اعظمؒ نے فرمایا کہ سب کا بولنا بے کار ہے لہٰذا ایک کو اپنا وکیل بنا دو جس کا بولنا تمہارا بولنا ہو انہوں نے کہا اچھی بات ہے یہ شخص سب سے اعلم ہے یہ گفتگو کریں گے امام اعظمؒ نے کہا مسئلہ کا حل ہو گیا کیوں صاحب مناظرہ میں تو ایک کافی ہو جائے دربار الٰہی میں جہاں سب مقتدی امام کو جو اپنے مقتدیوں کی طرف سے ان کا ذمہ دار ہے پیش کر کے حمد وثناء اور مناجات کرنے حاضر ہوئے ہیں وہاں سب کی طرف سے ایک شخص یعنی امام کا بولنا کافی نہ ہو یہ تو بالکل بے اصولی بات ہے اس ہی لئے کتاب اللہ اور حدیث میں انصات یعنی خاموش رہنے کا حکم متقدیوں کو دیا گیا ہے آیت ''واذا قرئ القرآن الخ'' میں یہ احتمال تھا کہ جہری نماز کے ساتھ مخصوص ہو لیکن عجیب بات ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مثل قرآن نہیں فرمایا بلکہ فرمایا ''اذا قرأ فانصتوا'' یہ جہریہ اور سریہ دونوں کو شامل ہے کیوں کہ جہریہ اور سریہ کی کوئی قید نہیں مطلقاً خاموش رہنے کا وجوب اس سے ثابت ہوتا ہے خواہ سورہ فاتحہ ہو یا کوئی اور سورۃ ہو سب سے چپ کرنا چاہئے شوافع کی طرف سے یہاں یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس حدیث میں ''اذا قرأ فانصتوا'' کو صرف سلیمان التیمیؒ نے زیادہ روایت کیا ہے اور کسی نے روایت نہیں کیا اور یہ محفوظ نہیں ہے لہٰذا اس سے استدلال صحیح نہیں اس کا جواب حنفیہ یہ دیتے ہیں کہ سب سے پہلے امام احمد بن حنبلؒ نے اس زیادۃ کو صحیح کہا ہے جیسا کہ ابن عبدالبرؒ نے تمہید میں بیان کیا ہے پھر ابوبکر بن اثرمؒ نے جو امام احمدؒ کے شاگرد ہیں پھر امام مسلمؒ نے پھر امام نسائیؒ نے مجتبیٰ میں اس کو جگہ دی ہے اور اس میں صحیح حدیث درج کرنے کا وعدہ کیا ہے پھر ابن جریر طبریؒ نے اپنی تفسیر میں اس زیادۃ کو صحیح فرمایا ہے پھر حافظ ابوعمرو بن حزم اندلسیؒ نے پھر زکی الدین منذریؒ نے اپنی کتاب الترغیب والترہیب میں پھر ابن تیمیہؒ اور ابن کثیرؒ نے پھر حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس زائد جملہ کی تصحیح کی ہے تو تعجب ہے کہ شوافع اسے گرانے کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قتادہؒ کے شاگردوں میں سے صرف سلیمان تیمیؒ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ''اذا قرأ الامام فانصتوا'' زیادہ کیا ہے اور کسی نے اس جملہ کو نقل نہیں کیا شوافع کا یہ قول غلط ہے سلیمان تیمیؒ اس زیادتی کے نقل کرنے میں متفرد نہیں بلکہ مستند حفاظ حدیث نے سلیمان تیمیؒ کی متابعت کی ہے چنانچہ عمرو بن عامر اور سعید بن ابی عروبہ نے قتادہ سے مثل سلیمان تیمیؒ کے روایت کی ہے جیسا کہ بزار و ابن عدی اور ابن خزیمہ نے نقل کی ہے اور ابوعبیدہ نے بھی اس زیادتی کے نقل کرنے میں سلیمان تیمیؒ کی متابعت کی ہے اس کا ذکر علامہ نیمویؒ نے تعلیق میں فرمایا ہے نیز اس زائد جملہ کے نقل کرنے میں اگر سلیمان تیمیؒ متفرد بھی ہوں تب بھی ان کا تفرد مضر نہیں کیوں کہ وہ کامل الحفظ اور تام الضبط ہے خود امام مسلمؒ نے جو ایک بلند شان امام اور حافظ ہیں اس زیادتی کو صحیح قرار دیا ہے اور اپنی صحیح میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے بواسطہ سلیمان تیمیؒ اس جملہ کو بیان کیا ہے ان سے جب ان کے شاگرد ابوبکر بن اخت ابی النضر نے سوال کیا کہ اس حدیث میں ''اذا قرأ فانصتوا'' صحیح ہے تو امام مسلم

نے جواب دیا "ترید احفظ من سلیمان" کیا تم سلیمان سے بڑھ کر حافظ الحدیث تلاش کرتے ہو یعنی کامل الحفظ والضبط ہے ان کا تفرد مضر نہیں ثقہ راوی کی زیادۃ قبول ہوتی ہے اگر چہ منفرد ہو۔

دوسری دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امام اسی لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب وہ قرأۃ کرے تو خاموش رہو اور "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے تو "اللھم ربنا لک الحمد" کہو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اسی حدیث میں بھی "واذا قرأ (ای الامام) فانصتوا" کا جملہ آیا ہے یہ حدیث امام مسلمؒ کے نزدیک صحیح ہے گو انہوں نے اپنی صحیح میں روایت نہیں کی صحیح مسلم میں ہے کہ ان سے جب شاگرد نے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو جواب دیا یہ بھی صحیح ہے میرے نزدیک پھر شاگرد نے پوچھا آپ نے اس کو اپنی کتاب میں کیوں درج نہیں کیا امام مسلمؒ نے جواب دیا "لیس کل شئی عندی صحیح وضعته ھھنا انما وضعت ھھنا ما اجمعوا علیه" یعنی حدیث ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اجماعی ہے اس لئے اس کو کتاب میں داخل کیا اور حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ مجمع علیہ نہ تھی اس لئے درج نہیں کیا اجماع سے کیا مراد ہے اجماع خاص لوگوں کا یا اجماع عام یہاں اس سے بحث نہیں ہمیں صرف اتنا کہنا ہے کہ اس حدیث کو امام مسلمؒ نے صحیح کہا ہے اور امام احمد بن حنبلؒ اور ابن حزم نے بھی اس کو صحیح کہا ہے۔

(جوھر النقی)

اب تعصب کو بالائے طاق رکھ کر سوچنا چاہیئے کہ اس حدیث میں اتباع کا جو ارشاد فرمایا ہے اس کے معنی متعین کریں حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں "لیئوتم به" بمعنی "لیتبع به" کے ہے (فتح الباری) یعنی امام صرف اسی لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے معلوم ہوا کہ امام اور مقتدی کا رابطہ یہ ہے کہ مقتدی کو متبع ہونا چاہیئے اب ہمیں غور وخوض کرنا چاہیئے کہ اتباع کن چیزوں میں ہے تو غور وفکر کے بعد ہم نے نصوص شارع علیہ السلام میں اتباع کی یہ صورۃ پائی کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب امام تکبیر کہے تو تم بھی کہو اسی طرح سے رکوع کی اور سجود کی اور جلوس کی اتباع بتلادی لیکن "سمع اللہ لمن حمدہ" میں فرمایا کہ تم "ربنا ولک الحمد" کہو اس کا اتباع بھی معلوم ہو گیا پھر ہم نے غور وخوض کیا کتاب اللہ یا حدیث میں کوئی ایسی چیز ہے جو قرأۃ قرآن کی حالت میں صورۃ اتباع کی تعین بتلاتی ہو کیا اتباع قرأۃ ہے یا خاموش رہنا تو جستجو کے بعد قرأۃ کا اتباع کیا ہے وہ ہمیں معلوم ہو گیا دیکھئے وحی قرآن حاصل کرنے کی کیفیت کے بیان میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر آتے تھے تو رسول اللہ ﷺ آیات وحی کو یاد رکھنے کے لئے (جبرئیل علیہ السلام کی قرأۃ کے وقت میں ہی) اپنی زبان اور لبوں کو (چپکے چپکے) حرکت دیتے تھے اور یہ عمل حضور ﷺ پر سخت گزرتا تھا جس کے آثار نمایاں ہوتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "لاتحرک به لسانک لتعجل به ان علینا جمعه وقرآنه فاذا قرأنه فاتبع قرآنه" ابن عباس رضی اللہ عنہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں "فاستمع له وانصت کما فی البخاری" تو اللہ تعالیٰ کی اپنے نبی کریم ﷺ کو جبرئیل کے ساتھ قرأۃ کرنے کی ممانعت سے اور آپ کو اتباع قرأۃ کا حکم دینے سے معلوم ہوا کہ قرآن پڑھنے والے کا اتباع یہی

ہے کہ خاموشی کے ساتھ اس کو سنا جائے تو اب متعین ہو گیا کہ لسان شریعت میں اتباع قرأۃ یہی ہے کہ استماع وانصات ہو کوئی دکھلا دے کہ ساتھ ساتھ پڑھنے پر اتباع بولا گیا ہو ہرگز نہیں دکھا سکتا کوئی کہہ سکتا ہے کہ امام کی سکتات مین پڑھیں گے اس کا دعویٰ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے باطل ہو جاتا ہے کیوں کہ اسی حدیث میں ہے "**فکان رسول الله صلی الله علیه وسلم بعد ذٰلک اذا اتاه جبریل استمع فاذا انطلق جبریل قرأه النبی صلی الله علیه وسلم کما قرأ**"۔(**اخرجه الشیخان**)

اس آیت کے نزول کے بعد تو حضور ﷺ حکم الٰہی سے یہی سمجھے کہ جبرئیل علیہ السلام کی قرأۃ کے دوران خاموشی کے ساتھ اس کو سننا چاہئے اسی لئے آپ ﷺ قرأۃ کی طرف کان لگا دیتے اور خاموش رہتے پھر جبرئیل علیہ السلام کی قرأۃ کے بعد حضور ﷺ اسی طرح پڑھتے تھے جس طرح جبرئیل علیہ السلام پڑھتے تھے تو اس سے معلوم ہوا کہ قرآن پڑھنے والے کا اتباع یہی ہے کہ خاموشی کے ساتھ اس کو سنا جائے نہ کہ ساتھ ساتھ پڑھنا اور نہ سکتات میں اب نبی کریم ﷺ کا ارشاد "**انما جعل الامام لیؤتم به**" (امام اسی لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے) نہایت مضبوط دلیل ہے اس زیادۃ کے مضمون کی صحت پر جو حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں دونوں فرماتے ہیں "**واذا قرأ (ای الامام) فانصتوا**" کیوں کہ اتباع کا مفہوم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر سے ثابت ہے اسی مفہوم کو ان دونوں حضرات کی حدیثون میں واضح کیا گیا ہے اب جو احادیث نص قرآن کے موافق نہ ہوں ایسی احادیث میں تاویل ضروری ہے اگر سند صحیح ہو ورنہ ترک کر دیا جائے گا اگر سند ضعیف ہو علامہ ابن تیمیہؒ اس زیادۃ یعنی "**واذا قرأ فانصتوا**" کے بارے میں فرماتے ہیں "**وهی زیادة من الثقة لاتخالف المزید بل توافق معناه فان الانصات الی قرأة القاری من تمام الائتمام به کما فی فتاوی ابن تیمیه**" علامہ موصوف کے اس قول سے ہماری تقریر مذکور کی بڑی تائید ہوتی ہے غرض تفصیل مذکور کا حاصل یہ نکلا کہ مخالفین اگر اس زیادۃ یعنی "واذا قرأ فانصتوا" کی صحت کو مان لیں پھر تو کوئی جھگڑا ہی نہیں اور اگر انکار کریں تو چلو بقول تمہارے اس کو صحیح مت کہو لیکن اس حدیث کا ابتدائی حصہ "**انما جعل الامام لیؤتم به**" کے بارے میں کیا کہو گے یہ تو صحیح ہے اس سے مسلک حنفیہ کا ثبوت تفصیل مذکور کی روشنی میں بلاشبہ ہوتا ہے۔

تیسری دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس نماز سے فارغ ہوئے جس میں آپ ﷺ نے قرأۃ پکار کر پڑھی تھی پھر فرمایا کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ ابھی کچھ پڑھا ہے ایک شخص نے عرض کیا جی ہاں اے اللہ کے رسول میں نے قرأت کی ہے حضور ﷺ نے فرمایا میں کہہ رہا تھا کوئی شخص قرآن میں مجھ سے منازعت کر رہا ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب لوگوں نے یہ سنا اس کے بعد لوگ جن نمازوں میں قرآن پکار کر پڑھا جاتا ہے ان میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قران پڑھنے سے رک گئے اس حدیث کو امام مالکؒ وامام احمدؒ اور ابوداؤد وغیرہم نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے امام ابو حنیفہؒ وغیرہم کے مسلک کی پوری تائید ہوتی ہے کہ مقتدی کی قرأۃ امام کے پیچھے مطلقاً جائز نہیں

ہے کیوں کہ حدیث کے الفاظ "**فانتهى الناس عن القرأة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما جهر فيه بالقرأة الخ**" میں فاتحہ یا غیر فاتحہ کا کوئی ذکر نہیں بلکہ مطلقاً قرأت سے رک جانا مفہوم ہو رہا ہے اور حدیث سے یہ بھی مفہوم ہو رہا ہے کہ ایک شخص کا نعم کہنا حضور ﷺ کے دریافت فرمانے پر اس کی واضح دلیل ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک مطلقاً قرأۃ کا نہ پڑھنا عام تھا کہ سب نہ پڑھتے تھے کیوں کہ حضور ﷺ کے دریافت کرنے پر صرف ایک شخص نے جواب دیا کہ میں نے قرأۃ کی ہے اور اگر سب پڑھتے تھے تو پھر اس طرز سے "**هل قرأ منكم معي احد آنفاً**" کیا تم میں سے کسی نے اس وقت میری قرأۃ کے ساتھ قرأۃ کی ہے سوال کی کوئی حاجت نہ تھی نیز سوال کا عنوان صاف بتلا رہا ہے اس شخص نے قرأۃ جہر کے ساتھ نہیں کی تھی اگر جہر کے ساتھ پڑھتا تو حضور ﷺ اس طرح فرماتے "**من قرأ معي**" یعنی میرے ساتھ ساتھ کس نے قرأت کی ہے نیز اس شخص کا حضور ﷺ کے پیچھے قرأت کرنا حضور ﷺ کے امر سے نہ تھا ورنہ حضور ﷺ کو اس سوال کی ضرورت نہ ہوتی کہ کیا کسی نے اس وقت میرے پیچھے قرأت کی ہے اور حضور ﷺ کا صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ سوال کرنا کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ ساتھ کچھ پڑھا ہے خود بتلا رہا ہے کہ امام کے ساتھ مقتدی کا پڑھنا حضور ﷺ کو پسند خاطر نہ تھا جبھی تو صرف ایک شخص کی قرأت پر بھی حضور ﷺ نے فرمایا "**مالي انازع القرآن**" یہ کون مجھ سے قرأت کو چھین رہا ہے اور چونکہ قرأت خلف الامام کو حضور ﷺ نے منازعۃ اور مجاذبۃ القرآن فرمایا اس لئے غیر مقلدین کی یہ تاویل بھی نہیں چل سکتی کہ اس حدیث میں سوال قرأۃ فاتحہ سے نہ تھا بلکہ سورہ فاتحہ سے زیادہ قرأت کے متعلق تھا کیوں کہ کراہت وممانعت کی علت منازعۃ القرآن ہے اور یہ علت بلا تفاوت جس طرح قرأۃ سورۃ میں پائی جاتی ہے اسی طرح سورہ فاتحہ کی قرأۃ میں بھی پائی جاتی ہے لہٰذا [illegible] کہ عام ہونا ظاہر ہے بلکہ اگر سریہ میں بھی منازعت ہونے لگے تو قرأت کی ممانعت ہوگی چونکہ یہ واقعہ جہر کا تھا اس لئے اس کا ذکر آ گیا اب رہا یہ سوال کہ وجہ منازعت کیا تھی عام طور پر شارحین تصادم آواز کو وجہ منازعت بتلاتے ہیں اگر یہ وجہ منازعت تھی تو اس حدیث میں باوجود جہر بالقرآن کے ایک شخص کے آہستہ پڑھنے سے منازعت ہوئی تو سری نماز میں یہ وجہ بطریق اولیٰ موجود ہے کیوں کہ جہری نماز میں امام کی آواز غالب رہتی ہے اور سری میں چند مقتدی کے پڑھنے سے امام کی آواز پر مقتدیوں کا غلبہ ہو جائے گا اور جہری میں ایک شخص کے آہستہ پڑھنے سے باوجود آواز حضور ﷺ کی غالب وقاہر ہونے کے منازعت ہوئی تو سری نماز میں بطریق اولیٰ منازعت ہوگی۔

علامہ زرقانیؒ نے شرح موطا میں لکھا ہے کہ منازعت کے معنی کشمکش کے ہیں یعنی امام کو تن تنہا قرأت پڑھنے نہ دینا امام کے ساتھ مقتدی کا بھی پڑھنا یہی معنی مقتدی پر سری نماز میں بھی صادق آتا ہے کیوں کہ مقتدی امام کو تنہا قرأت کرنے نہیں دیتا بلکہ خود بھی امام کے ساتھ ساتھ پڑھتا رہتا ہے معلوم ہوا کہ نماز میں قرأت خالص امام کا حق ہے اسے مقتدی ناحق پڑھ کر امام سے چھیننا چاہتا ہے یہ معنی بھی جہریہ اور سریہ دونوں کو عام ہے لہٰذا قرأت خلف امام مطلقاً منع ہے یہ اقوال فتح الملہم میں نقل کرنے کے

بعد علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک سبب منازعت میں تصادم آواز کو دخل نہیں بلکہ سبب منازعت عدم انصات واستماع ہے مگر پہلے یہ سمجھ لیں کہ لفظ یہاں چار آئے ہیں اول منازعت کا لفظ جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے اور سنن میں حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں لفظ منازعت اور دوسری میں لفظ التباس آیا ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں لفظ خلط آیا ہے اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث میں **مخالجة** کا لفظ آیا ہے یہ تمام الفاظ متقارب المراد ہیں یعنی سب کا قریب قریب ایک ہی مفہوم ہے اور میرے خیال میں جب مقتدی کا وظیفہ انصات واستماع ہے کیوں کہ اس کو آیت سورہ اعراف کے ذریعہ جس میں انصات واستماع کا حکم ہے قرأت کی ممانعت کر دی گئی اور حدیث انصات جو نص کتاب کے لئے مثل مبین کے ہے اس کے ذریعہ قرأت کی ممانعت کر دی گئی پھر باوجود ممانعت کے بعض قوم نے خصوصاً جہری نماز میں منہی عنہ کا ارتکاب کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے عین نماز میں قرأت کی جیسا کہ اس کا ذکر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے تو امر منہی عنہ کا ارتکاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت میں منازعۃ قرآن ومخالجۃ والتباس اور تخلیط کا باعث ہوا اس کی نظیر موجود ہے چنانچہ امام نسائیؒ نے شبیب بن ابی روح کی روایت سے بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں سورہ روم تلاوت فرمائی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر شبہ پڑ گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر کر فرمایا "**ما بال اقوام یصلون معنا لا یحسنون الطهور وانما یلبس علینا القرآن اولٰئک** "تو دیکھئے کہ اس موقع پر وضو ایک خارجی چیز کا اثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر پڑ رہا ہے کہ قوم میں سے کسی نے اچھا وضو نہیں کیا اس سے وضو کی کوئی سنت یا اس کے آداب رہ گئے ہوں گے اس کا یہ فعل تاثیر باطنی کے اعتبار سے التباس قرآن کا باعث ہوا اسی طرح عدم انصات اور عدم استماع نماز میں بطریق اولیٰ سبب منازعت ہوگا کیوں کہ مقتدی کا وظیفہ انصات واستماع تھا اس نے اپنے وظیفہ کو چھوڑ کر منہی عنہ کا ارتکاب کیا اور قرأت کی تو اس مقتدی کا فعل قرأت جو منہی عنہ تھا باعث منازعت ہوا تو اب جہاں جہاں وجہ منازعت ہوگی خواہ جہریہ میں ہو یا سریہ میں مطلقاً قرأت خلف الامام کی ممانعت ثابت ہوگی۔

اعتراض اور اس کا جواب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث پر شوافع کی طرف سے ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس حدیث کا مدار ابن اکیمہ اللیثی یعنی ابو الولید عمارہ پر ہے جو مجہول ہے لہٰذا اس سے استدلال درست نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ابن اکیمہ اللیثیؒ معتبر اور مستند راوی ہیں ان کی توثیق بہت سے محدثین نے کی ہے چنانچہ ابو حاتم نے ان کی شان میں کہا "**صالح الحدیث مقبول** " اور دوری نے یحیٰ بن سعید کے حوالہ سے کہا کہ عمارۃ بن اکیمہ ثقہ ہیں اور یعقوب بن سفیان نے کہا ابن اکیمہ مدینہ کے مشہور تابعین سے ہیں اور ابن حبان نے ان کو ثقات میں سے شمار کیا ہے اور التمہید میں ابن عبد البر مالکیؒ نے کہا ابن اکیمہ حدیث بیان کرتے تھے سعید بن مسیب کی مجلس میں ان کی حدیث کو ابن المسیب غور سے سنتے تھے اور یحیٰ بن معین نے فرمایا تمہیں زہری کا یہ قول "**سمعت ابن اکیمة یحدث سعید بن المسیب** " کافی ہے ابن المسیب کا ان کی حدیث کو توجہ سے سننا اور ابن

شہاب زہری کا ان سے روایت کرنا اس کی واضح دلیل ہے کہ ابن اکیمہ اللیثی محدثین کی نظر میں عظیم القدر اور ثقہ ہیں علاوہ ان حضرات کے دیگر محدثین نے بھی ان کی توثیق کی ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر کسی راوی حدیث کی محدثین توثیق وتصدیق کریں ایسے راوی کو مجہول شمار نہیں کیا جاسکتا لہٰذا حدیث قابل حجت ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

دوسرا اعتراض اس حدیث پر شافعیہ نے یہ کیا ہے کہ "فانتھی الناس الی آخرہ " زہری کا قول ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول نہیں لہٰذا یہ مرسل ہوا جواب اس کا یہ ہے کہ حق یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کیوں کہ تمام روایات میں اسی سطح سے یہ قول موجود ہے ورنہ راویان حدیث اس پر متنبہ کرتے سیاق امام مالکؒ وسیاق امام محمدؒ فی موطاہ اور سیاق امام نسائی صراحت سے بتلا رہا ہے کہ یہ کلام حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہے نہ کہ زہری کا شوافع نے اس کو کلام زہری ثابت کرنے کی جو کوشش کی ہے وہ ایک بے فائدہ کوشش ہے اس کا منشا یہ ہے کہ جب زہریؒ نے اپنے حلقہ درس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی اور "مالی انازع القرآن " کے بعد جملہ "فانتھی النا س الخ "روایت کیا تو اس وقت کچھ آواز میں پستی تھی جس کی وجہ سے بعض تلامذہ کو آواز نہ پہونچی تو ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ زہری نے کیا کہا اس نے جواب میں کہا "قال الزھری فانتھی الناس الخ "اس سے محدثین نے خیال کیا کہ یہ زہری کا قول ہے ان کا یہ گمان درست نہیں کیا ایک دوسرے سے سوال کا یہ مطلب ہے کہ زہری اپنی طرف سے کیا کہہ رہے ہیں ہرگز نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ زہری نے روایت میں کیا کہا تو معمر نے جواب دیا کہ زہری نے یہ کہا "فانتھی الناس الخ "اس کی دلیل ابوداؤد میں ابن السرح کی روایت ہے ابن السرح اپنی حدیث میں کہتے ہیں "قال معمر عن الزھری قال ابوھریرۃ فانتھی الناس الخ " یہ روایت ہر قسم کی تاویل کو مسترد کر رہی ہے اور واضح طور سے بتلا رہی ہے کہ یہ جملہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا لہٰذا حدیث سے خارج نہیں داخل حدیث ہے اور علامہ ابن تیمیہؒ نے فرمایا جیسا کہ ان کا قول فتح الملہم میں نقل کیا ہے کہ اگر زہریؒ ہی کا قول تسلیم کر لیا جائے کہ وہ فرما رہے ہیں "فانتھی الناس "تمام صحابہ قرأۃ سے رک گئے تو زہری جو اپنے زمانہ میں یکتا تھے اور سنت اور اخبار زمانہ رسالت اور صحابہ کے مذہب کا علم رکھنے والا ان سے زیادہ کوئی نہ تھا اور جہری قرأۃ کا مسئلہ وہ ہے جو ہر روز تین بار پیش آتا ہے ایسے مسئلہ میں زہری کہتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأۃ نہ پڑھتے تھے تو زہری کا یہ قول قرأۃ خلف الامام کی ممانعت کے دلائل میں سے ایک مضبوط ترین دلیل ہے اس بات کی کہ صحابہ کرام جہری نماز میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرأۃ نہ کرتے تھے اس سے یقیناً معلوم ہو گیا کہ اس واقعہ مذکورہ کے بعد تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جہری نماز میں قرأۃ پڑھنا چھوڑ دیا تھا۔

علاوہ اس تفصیل مذکور کے حدیث کا آخری جملہ "فانتھی الناس عن القرأۃ الخ "خواہ ابن شہاب زہری کا قول ہو یا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا حنفیہ کا استدلال اس پر موقوف نہیں بلکہ حنفیہ کا استدلال ارشاد مبارکہ "مالی انازع القرآن " سے ہے اس سے بلاشبہ مطلقاً قرأۃ خلف الامام کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔

چوتھی دلیل حنفیہ کی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز

پڑھے امام کی قرأۃ اس کے لئے قرأۃ ہے الفاظ حدیث یہ ہیں ''من کان له امام فقرأة الامام له قرأة '' اس حدیث صحیح میں ایک ضابطہ کلیہ بتلا دیا گیا ہے کہ جہری اور سری دونوں نمازوں میں بحالت اقتداء اپنے امام کی قرأۃ گویا مقتدی کی قرأۃ ہوگئی یعنی حسی قرأۃ نہیں بلکہ بحکم شرعی امام کی قرأۃ مقتدی کے لئے قرأت ہے لہٰذا مقتدی کو مطلقاً قرأۃ کی اجازت نہیں اگر وہ خود بھی قرأت کرے گا تو اس کی دو قرأتیں ایک نماز میں ہو جائیں گی یہ مشروع نہیں ہے کیوں کہ بمطابق مدلول حدیث جب امام کی قرأۃ سے مقتدی کی قرأۃ ادا ہو رہی ہے تو پھر مقتدی کی قرأۃ کی ضرورت نہیں اس کا وظیفہ خاموشی اور استماع ہے۔

حضرت مولانا نانوتویؒ کا ارشاد

آپ کا ارشاد حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے نقل کیا ہے کہ آپ فرماتے تھے امام واسطہ فی العروض ہے جیسے کوئی کہے واسطہ فی العروض میں کہ ایک ہی وصف میں واسطہ اور ذی الواسطہ دونوں متصف ہیں فلاں آدمی دہلی کو چلا جا رہا ہے تو حرکت تو آدمی کو نہیں ریل کو ہے لیکن فعل ایک ہونے کے باوجود مرکب وراکب دونوں کی طرف نسبت ہے ایسے ہی امام واسطہ فی العروض ہے کہ حقیقۃً متصف بالقرأۃ تو امام ہے اور بالعرض مقتدی بھی تو چونکہ مقتدی حکماً قاری ہے لہٰذا مقتدی کا پڑھنا کوئی ضروری نہیں بلکہ جائز نہیں بلکہ شرع جدید نکالنا ہے اس کی نظیر حدیث سترہ ہے کہ امام کا سترہ سب مقتدیوں کے لئے کافی ہے تو کیا پچاس ہزار نمازی کے لئے پچاس ہزار سترہ کی ضرورت ہے کہ سب کے سامنے الگ الگ سترہ ہو نہیں بلکہ امام کا سترہ سب کے لئے کافی ہے ٹھیک اسی طرح یہاں امام کی قرأۃ مقتدی کی قرأۃ کے لئے کافی ہے نیز اگر امام کو سہو ہو تو صرف امام کے ذمہ ہونا چاہئے کیوں کہ امام سے ہے نہ کہ مقتدی سے مگر کہتے ہیں کہ امام کا سہو مقتدی کا سہو ہے اس کے برعکس نہیں کہتے نیز اگر صلاۃ سریہ میں آیت سجدہ پڑھے تو پھر کیا مقتدی سجدہ تلاوت نہ کریں گے کہتے ہیں کہ کریں گے حالانکہ اس نے آیت سجدہ کو نہ پڑھا اور نہ سنا تو یہاں بھی وہی راز ہے کہ مقتدی اپنے امام کی قرأۃ کے ساتھ حکماً قاری ہے اسی لئے کسی روایت میں یہ نہیں۔ ہے ''واذا قرأ الامام فاقرأوا '' کہ جب امام قرأۃ کرے تو تم بھی قرأۃ پڑھو اگر مقتدی کے ذمہ امام کی قرأۃ کے ساتھ قرأۃ فرض یا واجب ہوتی تو اس کا بیان حدیث میں ضرور آتا جس میں امام اور مقتدی کے فرائض بیان کئے گئے ہیں جس حدیث صحیح میں دونوں کے فرائض کا ذکر فرمایا ہے اس میں مقتدی کو ان امور میں امام کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے کہ امام جب تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو جب ''سمع الله لمن حمده '' کہے ''اللهم ربنا لک الحمد '' کہو اور جب سجدہ کرے تو سجدہ کرو الخ لیکن قرأۃ امام کے وقت یہ نہیں فرمایا کہ جب امام قرأت کرے تو تم بھی قرأت کرو بلکہ یہ ارشاد فرمایا ''واذا قرأ فانصتوا '' کہ جب امام قرأت کرے تم خاموش رہو اس سے صاف معلوم ہوا کہ مقتدی کو قرأت حسیہ کی اجازت نہیں بالکل خاموش رہنے کا حکم ہے اس کی قرأت امام کی قرأت سے ادا ہو رہی ہے خواہ سورہ فاتحہ کی قرأت ہو یا اور سورۃ کی قرأت کیوں کہ حدیث مذکور جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں مطلق قرأۃ کا حکم بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص کسی امام کے پیچھے نماز پڑھے امام کی قرأۃ مقتدی کے لئے قرأت ہے لہٰذا قرأت فاتحہ اور قرأۃ سورۃ دونوں میں مقتدی کی قرأت مکروہ تحریمی ہے۔ (کما یفیده قول صاحب الهدایة)

مخالفین کے اعتراضات اوران کے جوابات

اس حدیث جابر رضی اللہ عنہ پر دارقطنی اور بیہقی وغیرہما نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کو صرف ابوحنیفہؒ نے بطور موصول روایت کیا ہے دیگر ثقات نے جیسے سفیان ثوری وشعبہ وشریک اور ابوخالد دالانی وغیرہم نے اس کو موسیٰ بن ابی عائشہ عن عبداللہ بن شداد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی بدون ذکر جابر رضی اللہ عنہ کے مرسلاً روایت کیا ہے اور مرسل ہی صحیح ہے اسی طرح حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہ حدیث حفاظ کے یہاں ضعیف ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو حافظ احمد بن منیع نے اپنی مسند میں اسحاق ازرق سے وہ سفیان ثوری اور شریک سے وہ موسیٰ بن ابی عائشہ سے وہ عبداللہ بن شداد سے وہ جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اس کی سند بقول شیخ ابن ہمامؒ وغیرہ کے امام مسلمؒ کی شرط پر صحیح ہے اور برہان میں لکھا ہے کہ اس کی اسناد علی شرط الشیخین صحیح ہے نیز احمد بن منیع نے اس کو عن ابی نعیم عن الحسن بن صالح عن ابی الزبیر عن جابر رضی اللہ عنہ کے طریق سے بھی روایت کیا ہے ''**کما فی البرھان وقال علی شرط مسلم**'' اور اسی اسناد کے ساتھ عبد بن حمید نے بھی اس حدیث کو مرفوعاً روایت کیا ہے۔(فتح القدیر)

اور حافظ ابن کثیرؒ نے کہا کہ حدیث ''**من کان لہ امام فقرأتہ لہ قرأۃ**'' کو امام احمدؒ نے بھی اپنی مسند میں اسود بن عامر سے انہوں نے حسن بن صالح سے انہوں نے ابی الزبیر سے انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اس کے متعلق شیخ ابن قدامہ نے کہا ''**وھذا اسناد صحیح متصل رجالہ کلھم ثقات**'' اس کی اسناد صحیح اور متصل ہے اور تمام رجال اس کے ثقات ہیں اسود بن عامر بخاری کے راویوں میں سے ہیں اور حسن بن صالح کی پیدائش ابی الزبیر کی وفات سے بیس سال بلکہ اس سے کچھ زیادہ عرصہ پہلے ہوئی لہٰذا انہوں نے ابی الزبیر کو پایا ہے ابن قدامہ کہتے ہیں کہ اس طریق کے علاوہ یہ حدیث اور بھی پانچ طریقوں سے مروی ہے ''**کذا فی الشرح الکبیر کما فی التعلیق الصبیح**'' اور اس کے حوالہ سے صاحب امانی الاحبار نے نقل کیا ہے علاوہ اس کے ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں اس حدیث کو مالک بن اسماعیل سے انہوں نے حسن بن صالح سے انہوں نے ابی الزبیر سے انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''**کل من کان لہ امام فقرأتہ لہ قرأۃ**'' اس کی سند صحیح ہے ''**کما قال العلامۃ ابن الترکمانیؒ**'' اور ابی الزبیر کی وفات ١٢٨ھ میں ہوئی اور حسن بن صالح کی پیدائش ١٠٠ھ میں اور وفات ١٦٧ھ میں ہوئی تو شرط مسلم کے موافق معاصرت کافی ہے لہٰذا حسن بن صالح کا سماع ابوالزبیر سے ممکن ہے اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اگر ایک کی دوسرے سے ملاقات ممکن ہو اور وہ اس سے روایت کرے تو اس کی روایت اتصال پر محمول ہے لہٰذا حسن بن صالح کی اس روایت کے متعلق یہی کہیں گے کہ انہوں نے اس کو ابوالزبیر سے بلاواسطہ سنا ہے لہٰذا دارقطنی وغیرہ کا اعتراض مذکور غلط ہے کیوں کہ تفصیل مذکور سے ثابت ہو گیا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو سفیان ثوری اور شریک بن عبداللہ نخعی اور ابوالزبیرؒ نے صحیح طریقوں سے امام ابوحنیفہؒ کی طرح بطور موصول روایت کیا ہے لہٰذا تین ثقہ راویوں کی متابعت کے بعد معترضین کا یہ کہنا کہ یہ حدیث مرفوعاً

صحیح نہیں اصول کے خلاف ہے پھر اگر کوئی ثقہ راوی ایک زائد چیز کے نقل کرنے میں متفرد بھی ہو اس کا قبول کرنا واجب ہوتا ہے کیوں کہ رفع (مرفوعاً روایت کرنا) زیادۃ ہے وزیادۃ الثقۃ مقبولۃ اس ضابطہ کے مطابق اگر امام ابوحنیفہؒ تنہا بھی کسی حدیث کو بطور مرفوع روایت کریں تو حجت ہے کیوں کہ ثقہ فی الحدیث اور علوم شریعت میں ان کا جو مقام اہل علم میں ہے کسی سے پوشیدہ نہیں بشرطیکہ انصاف پسند غیر متعصب ہو باوجود اس کے یہاں امام ابوحنیفہؒ مرفوع کرنے میں متفرد نہیں ایک جماعت ثقات جیسے سفیان ثوریؒ وغیرہ نے مرفوع کیا ہے تو پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث کیوں کر مقبول اور حجت نہ ہوگی۔

شیخ ابن ہمامؒ نے کہا کہ مرفوعاً حدیث جابر رضی اللہ عنہ کو ضعیف کہنے والوں نے اعتراف کرلیا کہ مرسل ہی صحیح ہے کیوں کہ بقول ان کے حفاظ حدیث نے اس کو بدون ذکر جابر رضی اللہ عنہ کے موسیٰ بن ابی عائشہ سے انہوں نے عبداللہ بن شداد سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے تو اب ہم کہتے ہیں کہ مرسل اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہے اور مرسل بھی عبداللہ بن شدادؒ کا جو کبار تابعین سے ہیں اور تابعی اس اعتبار سے کہ سماع حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ورنہ زمانہ نبوی میں موجود تھے مگر حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں تصریح کی ہے کہ عبداللہ بن شداد صغار صحابہ سے ہیں اس بناء پر مرسل صحابی ہوگا ایسے مرسل کو تو امام شافعیؒ تسلیم کرتے ہیں چنانچہ امام نوویؒ نے صحیح مسلم کے مقدمہ میں لکھا ہے ''**واما مرسل الصحابی وهو روايته مالم يدرکه فمذهب الشافعی والجماهير انه يحتج به**'' تو معلوم ہوا اس پر ائمہ اربع وغیرہم کا اجماع ہے کہ ایسے مرسل سے استدلال ہوسکتا ہے ''**انتهى قول ابن همام مع زيادة من الجامع**''۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے فرمایا کہ یہ مرسل عبداللہ بن شداد کا ہے اس کی تائید ظاہر قرآن اور سنت سے ہوتی ہے اور صحابہ وتابعین میں سے جمہور اہل علم اسکے قائل ہیں اور اس کا راوی اکابر تابعین سے ہے لہٰذا ایسے مرسل کے قابل استدلال ہونے پر ائمہ اربعہ وغیرہم کا اتفاق ہے۔

دوسرا اعتراض دارقطنی اور بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور پر یہ کیا ہے کہ اس حدیث کو امام ابوحنیفہؒ نے بواسطہ موسیٰ بن ابی عائشہ جس راوی سے یعنی عبداللہ بن شداد سے روایت کیا ہے انہوں نے براہ راست یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نہیں سنی بلکہ درمیان میں ابوالولید کا واسطہ ہے اور وہ مجہول ہے لہٰذا یہ حدیث قابل استدلال نہیں دراصل بیہقیؒ وغیرہ کے اس اعتراض کی بنیاد امام ابو یوسفؒ کی ایک مفصل روایت ہے جس کو انہوں نے کتاب الآثار میں امام ابوحنیفہؒ سے آپ نے موسیٰ بن ابی عائشہ سے آپ نے عبداللہ بن شداد سے آپ نے ابوالولید سے آپ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بایں الفاظ بیان کیا ہے ''**ان رجلاً قرأ خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الظهر او العصر الخ**'' پورا قصہ نقل کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روایت کیا ہے ''**من صلی خلف الامام فان قراءة الامام له قراءة**'' تو اس روایت میں ابوالولید کا واسطہ ہے حالانکہ یہ روایت ایک جماعت کثیرۃ کی روایات کے خلاف ہے ایک بڑی جماعت نے محدثین کی امام ابو یوسفؒ سے بلا واسطہ ابوالولید کے اس کو روایت کیا ہے ان تمام روایات کو امانی الاحبار: ۲/ ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱ میں نقل کیا ہے اور خود بیہقی نے بھی کتاب القراۃ

میں اور دار قطنی نے دونوں طرح کی روایات نقل کی ہیں دیگر روایات سے صرف نظر کر کے اس حدیث کو گرانے کی کوشش کی ہے اور اس پر اعتراض کر دیا کہ اس میں عبداللہ بن شداد اور جابر رضی اللہ عنہ کے درمیان میں ابوالولید کا واسطہ ہے اور وہ مجہول ہے لہٰذا ''من صلی خلف الامام الخ'' حدیث نا قابل حجت ہے ہم اس اعتراض کا جواب حاکمؒ کے حوالہ سے دیتے ہیں حاکم نے اس حدیث کو ابو یوسف عن ابی حنیفہ کے طریق سے بواسطہ ابوالولید روایت کرنے کے بعد فرمایا عبداللہ بن شداد بعینہ ابوالولید ہیں اس بات کو علی بن المدینی نے بیان کیا ہے اور حاکم نے کہا کہ جو شخص معرفۃ اسامی کی تحقیق نہیں کرے گا اور اس معاملہ میں غفلت اور سستی کرے گا وہ اس طرح کے وہم میں مبتلا ہوگا۔ **(کما فی شرح النخبۃ للقاری)**

اس بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ درحقیقت روایت یوں تھی عن عبداللہ بن شداد بن الہاد ابی الولید عن جابر رضی اللہ عنہ ناسخین کی غلطی سے ابوالولید سے پہلے عن کا لفظ بڑھا دیا امام ابو یوسفؒ سے نیچے کے راویوں میں سے کسی راوی نے وہم کیا کہ اپنے وہم کی بناء پر اس طرح بدل دیا کہ اس کا تلفظ ہی مختلف ہو جائے، واللہ اعلم۔ غرض حاکم کی اس تحقیق کی روشنی میں عبداللہ بن شداد اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔

تیسرا اعتراض حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث پر امام بخاریؒ نے رسالہ القرأۃ خلف الامام میں یہ کیا ہے کہ یہ حدیث بوجہ مرسل اور منقطع ہونے کے اہل حجاز اور اہل عراق کے علماء کے نزدیک ثابت نہیں مرسل تو اس وجہ سے ہے کہ اس کو عبداللہ بن شداد نے بدون ذکر جابر رضی اللہ عنہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اور انقطاع اس وجہ سے ہے کہ اس حدیث میں حسن بن صالح اور ابی الزبیر کے درمیان ایک راوی چھوٹ گیا ہے اور وہ جابر جعفی ہے اور یہ بھی معلوم نہیں کہ حسن بن صالح کا سماع ابی الزبیر سے ہے یا نہیں اس قول کا منشاء یہ ہے کہ امام بخاریؒ کے یہاں شرط یہ ہے کہ حدیث کا سننا یا صراحت کے ساتھ ملاقات کا بیان ہو اس کا جواب یہ ہے کہ شیخ ابن ہمامؒ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے متعدد اسانید صحیحہ کے ساتھ بطور مرفوع روایت ہے ہم نے ان روایات مرفوعہ کو مسند احمد بن منیع (جو ترمذی وغیرہ کے شیوخ میں سے ہیں ثقہ اور کامل الضبط ہیں) اور مسند احمد اور مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے پیچھے اعتراض اول جو دار قطنی اور بیہقی نے کیا ہے اس کے جواب کے ذیل میں نقل کیا ہے وہاں ملاحظہ کیجئے لہٰذا مرسل کا دعویٰ کر کے مرفوع کا انکار کرنا باطل ہوا۔

دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ کو حفاظ حدیث نے بلا واسطہ جابر جعفی روایت کیا ہے ہم نے ان حفاظ کی روایات کو مسند احمد بن منیع اور مسند احمد اور مصنف ابن ابی شیبہ کی روایات کے حوالہ سے پیچھے اعتراض اول اور اس کے جواب کے تحت نقل کیا ہے ان میں حسن بن صالح نے براہ راست ابوالزبیر سے روایت کی ہے اسی طرح ابونعیم نے بدون ذکر جابر جعفی کے بطریق حسن بن صالح عن ابی الزبیر روایت کیا ہے۔ **(کذا فی اطراف المزی)**

اور ہم پیچھے ابن قدامہ وغیرہ کے حوالہ سے یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ حسن بن صالح اور ابوالزبیر دونوں میں معاصرت ثابت ہے اور شرط امام مسلمؒ کے موافق معاصرت کافی ہے ملاقات ممکن ہے جو امام مسلم کے یہاں حدیث صحیح ہونے کے لئے کافی

ہے اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اگر ملاقات ممکن ہو ایک شخص کی دوسرے سے اور وہی شخص اس دوسرے سے روایت کرے تو اس کی روایت اتصال پر محمول ہے لہٰذا شبہ انقطاع کا نہیں رہا البتہ ابن ماجہ کے طریق میں حسن بن صالح اور ابوالزبیر کے درمیان جابر جعفی کا واسطہ ہے اور وہ ضعیف ہے اسے دیکھ کر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو منقطع نہیں کہہ سکتے جیسا کہ امام بخاریؒ نے منقطع فرما کر اسے ضعیف قرار دیدیا کیوں کہ حنفیہ وغیرہم کا اعتماد مسند احمد بن منیع اور مسند احمد وغیرہما کے طرق پر ہے جن میں کسی میں بھی جابر جعفی کا واسطہ نہیں ہے لہٰذا جابر جعفی کے واسطہ کو جو ابن ماجہ کے طریق میں ہے المزید فی متصل الاسانید سے شمار کریں گے تو اب کہیں گے کہ دو طرح سے حسن بن صالح راوی ہیں کہ انہوں نے بلا واسطہ ابوالزبیر سے سنا اور کبھی بواسطہ جابر جعفی اور لیث کے سنا لہٰذا دونوں طرح سے روایت کرتے ہیں بہر حال اعتماد اول طریق پر ہے اور جابر جعفی اگر چہ ضعیف ہے لیکن متابعت میں کوئی حرج نہیں مزید برآں حنفیہ کے پاس اس حدیث کے ایسے طرق بھی ہیں جن میں کوئی ضعیف راوی نہیں ہے چنانچہ مؤطا میں امام محمدؒ نے ابوحنیفہؒ سے ابوالحسن موسیٰ بن ابی عائشہ سے عبداللہ بن شداد سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے حضور ﷺ نے فرمایا ''**من صلی خلف الامام فان قرأۃ الامام له قرأۃ** '' اور امام طحاویؒ نے احمد بن عبدالرحمن سے انہوں نے اپنے چچا عبداللہ بن وہب سے انہوں نے لیث بن سعد سے انہوں نے یعقوب بن ابراہیم انصاری امام ابو یوسفؒ القاضی سے انہوں نے نعمان بن ثابت امام ابوحنیفہؒ سے انہوں نے موسیٰ بن ابی عائشہ سے انہوں نے عبداللہ بن شداد سے انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''**من کان له امام فقرأ الامام له قرأۃ** '' اس حدیث کے تمام راوی ثقہ اور مستند ہیں اور یہی حدیث ہے جس کے بارہ میں بیہقی نے جزء القرأۃ میں لکھا ہے ''**ارجو ان یکون صحیحاً** '' پھر صحیح مان کر بے کار تاویل کی ہے جس کا مضمون حدیث سے بالکل تعلق نہیں اچھا ہمیں یہاں اسناد سے مطلب ہے کہ انہوں نے اس حدیث کی صحت کو مان لیا ہے حاصل کلام کا یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث طرق متعدد سے مروی ہے بعض طرق بلاشبہ صحیح ہیں اور بعض حسن ہیں اور بعض طرق مرسلاً صحیح ہیں اگر چہ مسنداً صحیح نہ ہوں اور مراسیل مقبول ہیں اور بعض طرق ضعیف ہیں مگر بعض کو بعض کے ساتھ ملانے سے اس کے اندر قوۃ پیدا ہوگئی اور ضعف دور ہو گیا لہٰذا اس حدیث پر وارد کئے جانے والے تمام اعتراضات بے معقول ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے فتویٰ سے تائید

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ قرینہ ہے اس بات کا کہ ان سے عبداللہ بن شداد کی روایت بطور مسند صحیح ہے کہ خود راوی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کے مطابق فتوی دیا ہے جو صحیح سند سے ثابت ہے چنانچہ امام مالکؒ نے اسناد صحیح کے ساتھ وہب بن کیسان سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرماتے سنا ''**من صلی رکعة لم یقرأ بامّ القرآن فلم یصل الا وراء الامام** '' نیز عبید اللہ بن مقسم سے مروی ہے انہوں نے عبداللہ بن عمر اور زید بن ثابت اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ ظہر اور عصر کی نماز میں قرأت کی جائے یا نہیں سب نے جواب دیا ''**لا تقرؤا خلف الامام شئی**

من الصلوات"۔(رواه الطحاوی واسناده صحیح) وافتاء جابر ﷺ بمقتضی الحدیث یقوی الظن بصحة روایة عبدالله بن شداد مسنداً عنه وهو المطلوب.

آثار صحابہ سے تائید

مسلک حنفیہ کی تائید آثار صحابہ سے بھی ہوتی ہے چھ اکابر صحابہ جیسے حضرت علی بن ابی طالب وعبداللہ بن مسعود وعبداللہ بن عمر وزید بن ثابت وجابر بن عبداللہ اور عبداللہ بن عباس ﷺ کے حوالہ سے امام طحاویؒ نے آثار نقل کئے ہیں جن سے ترک القرأت خلف الامام کا ثبوت ہوتا ہے جو دیکھنا چاہے طحاوی میں باب القرأۃ خلف الامام کے تحت دیکھ لے علاوہ ان کے حضرت ابوبکر وعمر وعثمان وسعد بن ابی وقاص اور ابی الدرداء ﷺ بھی قرأت خلف الامام سے سختی سے منع کرتے تھے بلکہ علامہ عینیؒ نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ قرأۃ خلف الامام کی ممانعت اسی (۸۰) کبار صحابہ سے مروی ہے جن میں حضرت علی ﷺ اور عبادلہ ثلاثہ بھی ہیں تو ان سب حضرات کا اتفاق بمنزلہ اجماع کے ہے اس بناء پر صاحب ہدایہؒ نے فرمایا "وعلی ترک القرأة خلف الامام اجماع الصحابة" باعتبار متفق ہونے اکثر کے قرأۃ خلف الامام کی ممانعت پر اس کو اجماع فرمایا "ومثل هذا یسمی اجماع عندنا" یعنی جب جمہور صحابہ ﷺ سے ممانعت ثابت ہوئی تو یہ گویا بمنزلہ اجماع کے ہے بہر حال قرآن وسنت کی نصوص وآثار صحابہ اور عقل ودرایت کے اعتبار سے واضح ہوتا ہے کہ مقتدی کا وظیفہ صرف خاموش رہنا ہے اور باوجود ساکت رہنے کے شارع ﷺ نے مقتدی کو اپنے امام کی قرأۃ سے قاری ہونے کا اعتبار کیا ہے یعنی بلحاظ حسی مقتدی ساکت ہے لیکن حکماً قاری ہے جیسا کہ ہم نے تفصیلی بحث اور دلائل سے اس کو ثابت کیا ہے۔

قائلین قرأۃ خلف الامام کے دلائل

پیچھے شوافع کا مسلک بیان کر چکے ہیں کہ وہ قرأۃ فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں ان کی سب سے مضبوط دلیل حضرت عبادہ بن صامت ﷺ کی حدیث ہے جس کو بخاریؒ ومسلمؒ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "لاصلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب" اس شخص کی نماز نہیں جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے وجہ استدلال یہ ہے کہ لفظ صلوٰۃ اور لفظ من عام ہے ہر نماز اور ہر مصلی کو لہٰذا قرأۃ فاتحہ امام ومقتدی اور منفرد سب پر واجب ہے اس کے جواب میں علامہ نیمویؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے استدلال اشکال سے خالی نہیں دیکھو امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد "لاصلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب" کا مطلب یہ ہے کہ جب تنہا نماز پڑھے تو سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہ ہوگی اور امام ابوداؤدؒ کہتے ہیں کہ سفیانؒ نے اس حدیث کے بعد کہا "لمن یصلی وحده" کہ یہ حکم اس کے لئے ہے جو تنہا نماز پڑھتا ہو یہ دونوں فقہ اور حدیث کے امام ہیں ان دونوں کی وضاحت سے بات صاف ہوگئی کہ یہ حدیث مقتدی کے بارے میں نہیں علامہ نیمویؒ کہتے ہیں کہ بجائے "لمن یصلی وحده" کے یوں فرماتے "ان هذا الحکم لمن کان ضامناً للصلوٰة ومتکفلاً لها اماماً کان اومنفرداً" تو بہتر ہوتا کیوں کہ امام احمدؒ اور سفیانؒ کی تفسیر سے شبہ ہوتا تھا کہ کہیں امام بھی نہ نکل جائے اور حکم صرف منفرد کے

ساتھ مخصوص ہو بہر حال دونوں فقیہ اور حافظ الحدیث نے اس ارشاد کو امام یا منفرد پر محمول کیا ہے اس تخصیص کی تائید لفظ فصاعداً سے ہوتی ہے جس کو امام مسلمؒ وغیرہ نے اس حدیث کے آخر میں بطریق معمر زہری سے روایت کیا ہے۔(انتھی کلام النیموی)

اب اگر لفظ من میں تخصیص نہ کریں بلکہ بقول شوافع عام رکھیں تو ان کو اس کا قائل ہونا چاہئے کہ امام کے ساتھ مقتدی کے ذمہ سورہ فاتحہ اور اس کے علاوہ ایک سورۃ یا دو تین آیتیں پڑھنا بھی واجب ہے حالانکہ وہ اس کے قائل نہیں اس لئے حدیث سے شوافع وغیرہم کا استدلال اشکال سے خالی نہیں کیوں کہ حدیث اگرچہ صحیح ہے لیکن مقتدی کے حق میں غیر صریح ہے دوسرا ارشاد مبارکہ فصاعداً میں جو حکم بیان کیا گیا ہے وہ حضرات اس کے قائل نہیں حالانکہ قرائن وشواہد سے اس زیادت کی صحت ثابت ہے جس کی تفصیل پیچھے گذر چکی ہے اس جواب کو نقل کرنے کے بعد فتح الملہم میں علامہ عثمانیؒ نے ایک اور جواب یہ دیا ہے کہ نصوص انصات اور حضور ﷺ کا ارشاد ''من كان له امام فقرأة الامام له قرأة'' دونوں قرأۃ کے حق میں عام ہیں خواہ سورہ فاتحہ ہو یا غیر فاتحہ اور مقتدی کے حق میں خاص ہیں اور حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کے برعکس ہے یعنی عام ہے جو مقتدی کو بھی شامل ہے اب یا تو حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کو حدیث انصات وغیرہ کے ذریعہ سے ایسے شخص کے ساتھ خاص کرلیں گے جو نماز کا ضامن ہو اور وہ امام یا منفرد ہے کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس حدیث عبادہ میں خلف الامام کی زیادۃ ہے جیسا کہ بیہقی نے کتاب القرأۃ میں یہ زیادۃ بواسطہ عثمان بن عمر وہ یونس سے وہ زہری سے روایت کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم مقتدی کو بھی شامل ہے اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ یہ زیادۃ شاذ ہے اس کی کوئی متابعت موجود نہیں اور اس پر وہ حدیث دلالت کر رہی ہے جس کو امام بخاریؒ و مسلمؒ نے روایت کیا ہے کہ ان دونوں حضرات کی روایت میں خلف الامام کا ذکر نہیں ہے اور اسی طرح حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کے اور جتنے طرق ہیں کسی میں بھی اس زیادتی کا ذکر نہیں ہے پھر علامہ عثمانیؒ نے حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی کتاب فصل الخطاب کے حوالہ سے ان کا قول نقل کیا ہے کہ خلف الامام کی زیادۃ مدرج ہے کہ کسی راوی نے حدیث کے ساتھ اپنا کلام ایسی طرح بول دیا کہ خلط ملط ہو گیا اور اگر کوئی شخص اس کے متعلق قسم کھا کر بولے کہ یہ مدرج من الراوی ہے تو وہ اپنی قسم میں صادق ہوگا حانث نہ ہوگا بہر حال اس زیادۃ کی تعلیل میں حضرت شاہ صاحبؒ نے فصل الخطاب میں مفصل بحث کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس زیادۃ کی تصحیح بیہقی کی طرف سے بلحاظ اصول محدثین انتہائی تعجب انگیز ہے شاید یہ زیادتی خلف الامام کی محمد بن یحییٰ الصفار کی طرف سے ہے جو اپنی سمجھ کے مطابق عموم سے نکالی ہے۔

یا ہم حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں قرأۃ کو عام رکھیں گے اور اس قرأۃ سے وہ قرأۃ مراد لیں گے جس کے قرأۃ ہونے کا شریعت نے اعتبار کیا ہے قرأۃ حسیہ ہو یا حکمیہ تو ہم بھی کہتے ہیں کہ اس شخص کی نماز نہیں جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی لیکن مقتدی تارک قرأۃ نہیں بلکہ وہ بھی اپنے امام کی قرأۃ کی وجہ سے بمنزلہ قاری ہے لہٰذا مقتدی کی نماز قرأۃ شرعیہ سے خالی نہیں گو قرأۃ حسیہ سے خالی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تیسرا جواب یہ ہے کہ قرآن کا حکم انصات واستماع ہے یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو تم اے مقتدی لوگ کان دھر کر سنو

اور خاموش رہو تو واضح ہوگیا کہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث جس سے شوافع نے استدلال کیا ہے وہ مقتدی کو عام نہیں کیوں کہ اگر مقتدی کو عام ہو تو یہ معنی ہوں گے کہ اے مقتدی لوگ تم پڑھو خاموش مت رہو اور نہ سنو تو یہ آیت سے معارضہ ہے شوافع نے کہا کہ ہم مقتدی پر صرف قرأۃ فاتحہ واجب کرتے ہیں تو آیت کے معنی میں یہ تاویل کرو کہ جب قرأن پڑھا جاوے تو سوائے سورہ فاتحہ کے سنو اور خاموش رہو جواب یہ ہے کہ آپ حدیث ہی کے معنی میں تاویل کریں اس طرح کہ ''لاصلوٰۃ الخ'' ہر ایسے شخص کے واسطے ہے جس پر قرأۃ لازم ہے بدون خاموشی سے سننے کے کیوں کہ جس پر خاموشی اور سننا واجب ہے وہ کیسے پڑھ سکتا ہے تو معلوم ہوگیا کہ حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ میں مراد امام یا منفرد ہے نہ مقتدی تو آپ نے جو حدیث کو عام سمجھا تھا کہ وہ مقتدی کو بھی شامل ہے وہ نص قرآنی کی وجہ سے معلوم ہوگیا کہ عام نہیں ہے اور حدیث میں اسی لحاظ سے کوئی قید نہیں لگائی کہ قرآن تو عام ظاہر ہے علاوہ اس کے اگر خالی لفظ میں قید نہ ہونے سے عام ہو تو دوسری حدیث میں ہے ''**امرنا ان نقرأ بفاتحة الكتاب وماتيسر**'' یہ بھی صحیح ہے اور اس میں کوئی قید نہیں امام کی تو یہ بھی عام ہوگی لیکن اس میں فاتحہ مع سورۃ ہے تو اس سے لازم آیا کہ مقتدی پر فاتحہ پڑھنا مع سورۃ واجب ہے حالانکہ شوافع اور غیر مقلدین اس کے قائل نہیں تو یہ کہاں کا انصاف ہے کہ مقتدی پر سورہ فاتحہ کی قرأۃ کو واجب کہتے ہیں اور قرآن سے جو سورہ آسان ہو اس کی قرأۃ کو واجب نہیں کہتے دوسرا استدلال شوافع کا امام ترمذیؒ وغیرہ کی روایت سے ہے اور وہ بھی حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ ہی کی حدیث ہے جو صریح ہے لیکن صحیح نہیں تفصیل آگے آرہی ہے وہ حدیث یہ ہے کہ حضرت عبادہ کہتے ہیں ہم فجر کی نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھے ''**فقرأ رسول الله صلى الله عليه وسلم فثقلت عليه القرأة فلما فرغ قال لعلكم تقرأون خلف امامكم قلنا نعم هذا يارسول الله قال لاتفعلوا الا بفاتحة الكتاب فانه لا صلوٰة لمن لم يقرأ بها**'' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اگرچہ شوافع کے مسلک پر صریح ہے لیکن محدثین کے نزدیک صحیح نہیں علامہ ابن تیمیہؒ وغیرہ نے اس کو امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ ائمہ حدیث کے حوالہ سے معلول قرار دیا ہے ان کا مقام علم اسناد اور حدیث میں جتنا بلند ہے شوافع وغیرہم اس کا انکار نہیں کر سکتے علامہ موصوف نے اپنے فتاویٰ میں وجہ اعلال کی نشاندہی کر کے اس حدیث کا ضعیف ہونا ثابت کیا ہے چنانچہ امام احمدؒ وغیرہ کے حوالہ سے اس حدیث کی تضعیف نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں ''**ان الحديث الصحيح قول رسول الله صلى الله عليه وسلم لاصلوٰة الا بامّ القرآن فهذا هو الذى اخرجاه اى البخارى ومسلم فى الصحيح رواه الزهرى عن محمود بن الربيع عن عبادة واما الحديث اى الترمذى وغيره فغلط فيه بعض الشاميين واصله ان عبادة كان يوماً فى بيت المقدس فقال هذا فاشتبه عليهم المرفوع بالموقوف على عبادة والله اعلم**'' (**كما فى فتح الملهم**)

ان کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا قصہ ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد پیش آیا ہے کہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے خود ہی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنی شروع کر دی نماز سے فارغ ہونے کے بعد جب ان سے سوال کیا گیا کہ آپ کو سورہ فاتحہ پڑھتے ہوئے سنا حالانکہ امام جہر سے قرأۃ کر رہے تھے تو حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں ''**كنا**

خلف رسول الله صلی الله علیه وسلم فی صلوٰۃ الفجر الخ"۔

حضرت علامہ انور شاہؒ کا ارشاد

حضرت شاہ صاحبؒ نے ضعف حدیث کی جو علت بیان کی ہے وہ ابن تیمیہؒ کے بیان کردہ سبب سے زیادہ واضح ہے آپ نے وجہ اعلال کی تشریح یہ کی ہے کہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے تین امور منقول ہیں ایک تو ان کا اپنا قصہ ہے جس میں آیا ہے کہ وہ بیت المقدس میں نماز پڑھ رہے تھے صبح کی نماز میں قرأۃ خلف الامام کی تو نافع بن محمود نے پوچھا کہ آپ نے امام کے پیچھے کیوں قرأۃ پڑھی تو حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب" کے عموم سے اپنے واقعہ پر استدلال کیا ہے قصہ سے استدلال نہیں کیا اور نہ اس میں اس قصہ کا ذکر ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں واقع ہوا تھا یہ سند کے اعتبار سے قوی ہے اور دوسرا ترمذیؒ کی حدیث ہے جو ہمارے سامنے ہے اور اس میں اختلاط کا قصہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا اور تیسرا حدیث قولی ہے جو بدون واقعہ کے ہے یعنی "لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب" اور یہ بھی بلاشبہ صحیح ہے اب حدیث اول کا راوی نافع بن محمود ہے اور حدیث ثالث محمود بن ربیع کے طریق سے ہے اور مکحول کے پاس نافع اور محمود دونوں کی روایات تھیں تو انہوں نے اپنی غلطی سے دونوں کو ملا کر ایک کر دیا اور اس حدیث میں قصہ اور حدیث قولی کو ایک ہی ساتھ بیان کر دیا اور مکحول ذکر قصہ اور حدیث قولی میں متفرد ہیں پس یہی علت ہے اس حدیث کے معلول ہونے کی۔

سند حدیث میں اضطراب

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی سند میں بہت اضطراب ہے علامہ ابن الترکمانیؒ اور علامہ نیمویؒ نے اس کی وضاحت کی ہے چنانچہ اس کو مکحول نے کبھی حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت کیا ہے یعنی سند منقطع ہے مکحول اور حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کے درمیان واسطہ حذف ہے اور کبھی روایت کرتے ہیں نافع بن محمود عن عبادۃ کے طریق سے اور کبھی عن محمود عن عبادۃ سے اور کبھی محمود سے ابونعیم سے حضرت عبادہ سے روایت کرتے ہیں محمود اور حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک اور شخص یعنی ابونعیم کو داخل کر دیا نیز حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے میں محمود بن ربیع کا ذکر مکحول کے طریق میں صرف محمد بن اسحاق کرتے ہیں وہ محمود بن ربیع کے ذکر میں متفرد ہیں مکحول کے شاگردوں میں سے زید بن واقد نے ان کی مخالفت کی ہے چنانچہ ابوداؤد اور دارقطنی اور عند البخاری جزء القرأۃ میں زید بن واقد نے اس کو مکحول سے انہوں نے نافع سے انہوں نے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے غرض کہ زید بن واقد نے مکحول سے نافع بن محمود سے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے نہ کہ مکحول سے محمود سے عبادہ رضی اللہ عنہ سے اور یہ جو حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص میں فرمایا وتابعہ زید بن واقد وغیرہ عن مکحول کہ زید بن واقد وغیرہ نے محمد بن اسحاق کی مکحول سے روایت کرنے میں متابعت کی ہے اس سے یہ مراد نہیں کہ اسناد میں متابعت کی بلکہ یہ مراد ہے کہ حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ مکحول سے روایت کرنے میں محمد بن اسحٰق کی متابعت کی ہے اسی لئے حافظ ابن حجرؒ نے صرف اپنے قول عن مکحول پر اقتصار کیا ہے اور عن مکحول عن محمود عن عبادۃ نہیں کہا پس جب ذکر اسناد میں ابن اسحاق کی عدم متابعت ثابت ہوئی اور اس

میں زید بن واقد نے ان کی مخالفت کی اور زید بن واقد ابن اسحاق سے زیادہ معتبر ہیں اس لئے ابن اسحاق کا طریق شاذ غیر محفوظ ہے چنانچہ ابن الصلاحؒ نے اپنے مقدمہ میں لکھا ہے کہ ''اذا انفرد الراوی بشئی نظر فیه فان کان ما انفرد به مخالفاً لما رواه من هو اولیٰ منه بالحفظ لذٰلک واضبط کان ماتفرد به شاذا او مردوداً'' اگر راوی تنہا کوئی چیز بیان کرے تو اس پر غور وخوض کرنا چاہئے پس جس چیز کو راوی تنہا بیان کرتا ہے اس سے زیادہ مضبوط راوی اس کی مخالفت کرے تو اس صورت میں وہ روایت جس کے بیان میں راوی منفرد ہو شاذ کہلاتی ہے تو جس حدیث کی سند میں اتنے اختلافات ہوں اس کے اضطراب میں کس کو کلام ہوسکتا ہے اگر حنفیہ میں سے کوئی شخص ایسی مضطرب حدیث کو اپنی دلیل میں پیش کرتا تو شوافع اور غیر مقلدین آسمان سر پر اٹھا لیتے کہ حنفیہ کو علم اسناد وعلل کی خبر ہی نہیں کہ ایسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں بہرحال علامہ نیمویؒ مذکورہ علتیں بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی اسناد میں بہت اضطراب ہے اور اضطراب موجب ضعف ہے اس بناء پر نا قابل استدلال ہے مزید تفصیل ان کی کتاب آثار السنن میں ملاحظہ ہو۔

نیز اس حدیث کے متن میں بھی اضطراب ہے جس کا ذکر علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ نے بطور اختصار تعلیقات آثار السنن میں اور صاحب معارف السننؒ نے ۳/۲۰۳،۲۰۴ پر تفصیل سے کیا ہے نیز حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے سائل کون تھا کیا وہ محمود تھے یا نافع اس میں بھی اضطراب ہے بعض روایت میں سوال کی نسبت محمود کی طرف کی گئی ہے۔

(کما فی مصنف ابن ابی شیبه واحکام القرآن للطحاوی)

اور ابوداؤد کی روایت میں نافع کی طرف حالانکہ واقعہ ایک ہے سوال دونوں میں سے کسی ایک نے کیا ہے تو اختلاف الفاظ اس قدر ہے پھر اختلاف سائل اور اختلاف سند یہ سب ایسے امور ہیں جن کی وجہ سے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث پر جو ترمذی وغیرہ میں ہے کوئی اطمینان نہیں ہوسکتا پھر کیوں کر ایسی حدیث سے قرأۃ خلف الامام کے واجب ہونے پر استدلال صحیح ہوسکتا ہے اور بالفرض اگر اس حدیث کو صحیح بھی مان لیا جائے تو پھر ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث مقتدیوں کے ذمہ قرأۃ فاتحہ کے وجوب پر دلالت کررہی ہے اگرچہ امام جہر کے ساتھ قرأۃ کرے کیوں کہ واقعہ صبح کی نماز کا ہے اسی طرح اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام کی قرأۃ کے ساتھ مقتدیوں کے قرأۃ پڑھنے میں اور قرأۃ فاتحہ کے وقت منازعت قرآن میں کوئی حرج نہیں تو اس صورت میں حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ارشاد باری تعالیٰ ''واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا'' کے معارض ہوگی اور امام مسلمؒ وغیرہ کی حدیث ''واذا قرأ فانصتوا'' کے معارض ہوگی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث منازعۃ کے معارض ہوگی پس تعارض کے وقت ایسی حدیث کے مقابلہ میں نص قرآن اور ان احادیث صحیحہ کو جو اس باب میں وارد ہوئی ہیں ترجیح دی جائے گی۔ اور اگر قرأۃ خلف الامام کے قائلین میں سے کوئی کہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی سکتے ثابت ہیں اگر مقتدی سکتات امام کے وقت سورہ فاتحہ پڑھ لے تو آیت ''واذا قرئ القرآن'' کا مخالف نہ ہوگا اور نہ منازعۃ قرآں ہوگی اس کا جواب یہ ہے کہ امام کے ذمہ کسی دلیل سے سکتہ کا وجوب ثابت نہیں باوجود اس کے سیاق حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ اس طریقہ کے خلاف ہے بڑی مشکل سے

مستدرک حاکم کی ایک روایت حضرت ابو ہریرہ ﷺ کی نکالی ہے الفاظ اس کے یہ ہیں ''قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى صلاة مكتوبة مع الامام فليقرأ بفاتحة الكتاب في سكتاته'' اس کے متعلق علامہ نیموی کہتے ہیں اس کی سند میں محمد بن عبد اللہ بن عبید بن عمیر لیثی قوی نہیں ہے اس کو ابن معین اور دار قطنی نے ضعیف قرار دیا ہے اور امام بخاری نے منکر الحدیث اور امام نسائی نے متروک قرار دیا ہے اور علاوہ اس کے اس کی اسناد میں اختلاف ہے کبھی تو وہ عطاء سے حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں ''كما هو عند الحاكم '' اور کبھی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں ''كما هو عند الدار قطني '' پس ایسی حدیث سے استدلال صحیح نہیں اب رہے وہ دو سکتے جو حضرت سمرہ بن جندب ﷺ روایت کرتے ہیں کما رواہ ابوداؤد وغیرہم ایک سکتہ تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء کے لئے ہے اور دوسرا ولا الضالین کے بعد لیکن وہ اس قدر چھوٹا تھا کہ حضرت سمرہ ﷺ بیان کرتے ہیں اور دوسرے صحابی حضرت عمران بن حصین ﷺ رد کر رہے ہیں کہ سکتہ نہیں ہوا جب مدینہ منورہ میں حضرت ابی بن کعب ﷺ کے پاس اطلاع پہونچی تو انہوں نے حضرت سمرہ ﷺ کی تصدیق کی لیکن اس قدر مختصر تھا کہ بعض صحابہ کو پتہ بھی نہ چلا درحقیقت یہ سکتہ سانس درست کرنے کے لئے تھا نہ قرأۃ فاتحہ کے لئے کسی حدیث میں کہیں منقول نہیں کہ سکتہ طویلہ ہوا ہو یا سکتہ طویلہ میں قرأۃ فاتحہ ہوئی ہو صرف امام شافعیؒ کا قول ہے کہ مقتدی کو امام کے سکتات میں فاتحہ پڑھنا ضروری ہے ان کے نزدیک امام کو سورہ فاتحہ کے بعد اتنا طویل سکتہ کرنا چاہئے کہ مقتدی سورہ فاتحہ پڑھ لیں امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ وغیرہما فرماتے ہیں کہ امام کے ذمہ کسی دلیل سے اس سکتہ کا وجوب ثابت نہیں اور نہ سکتات امام میں قرأۃ فاتحہ کسی حدیث صحیح سے ثابت ہے چنانچہ حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں ''كما في فتح الملهم ''

اگر جہری قرأۃ میں مقتدی پر قرأۃ واجب ہو تو دو صورتوں میں سے ایک صورت ہوگی کہ امام کے ساتھ پڑھیں یا یہ کہ مقتدی کی رعایت سے امام پر سکوت واجب ہوتا کہ مقتدی قرأۃ پڑھ لیں اور ہم اس مسئلہ میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں جانتے کہ مقتدی کی قرأۃ کے لئے امام پر سکوت واجب نہیں مقتدی کو امام کے ساتھ قرأۃ کرنے سے کتاب اللہ اور سنت کے ذریعہ سے منع کر دیا گیا ہے اس بناء پر مقتدی کے ذمہ امام کے ساتھ قرأت کا واجب نہ ہونا ثابت ہوا بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اگر جہری قرأۃ کی حالت میں مقتدی کی قرأۃ مستحب ہوتی تو امام کے لئے سکوت مستحب ہوتا تاکہ مقتدی قرأۃ پڑھ لیں اور جمہور علماء کے نزدیک امام کے لئے سکوت مستحب نہیں یہی مذہب امام مالکؒ و امام ابوحنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا ہے اس بارے میں ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ مقتدی کی قرأت کے لئے سکوت نہ فرماتے اور نہ اس کو کسی صحابی نے حضور ﷺ سے نقل کیا ہے بلکہ بخاری و مسلم کی روایت میں ایک سکتہ کا ذکر آیا ہے کہ حضور ﷺ تکبیر تحریمہ کے بعد سکوت فرماتے اور سنن کی روایات میں دو سکتے کا ذکر آیا ہے ایک سکتہ تکبیر کے بعد قرأۃ شروع کرنے سے پہلے اور دوسرا سکتہ قرأت فاتحہ کے بعد ہوتا تھا لیکن اس قدر مختصر تھا کہ اس میں قرأۃ فاتحہ کی کوئی گنجائش نہ تھی اور علماء میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں کہ نبی کریم ﷺ تین سکتات فرماتے تھے یا چار سکتات جو شخص حضور ﷺ سے تین یا چار سکتات نقل کرتا ہے تو بلاشبہ اس نے تمام مسلمانوں کے خلاف ایک بے اصل بات کہی اور جو سکتہ ولا

الضالین کے وقت ہوتا ہے وہ ان سکتات کی جنس سے ہے جو آیات کے ختم پر ہوتے ہیں اور وہ بہت ہی معمولی ہوتا ہے تو اس طرح کے سکتہ کو سکوت نہیں کہا جا سکتا اور علماء میں سے کوئی اس کا قائل نہیں کہ اس قدر معمولی سکتہ میں مقتدی کے لئے قرأۃ فاتحہ ممکن ہو پوری تفصیل علامہ ابن تیمیہؒ کے ارشاد کی فتح الملہم :۲/۲۷ پر مذکور ہے طویل بحث کے بعد فرماتے ہیں نیز اگر تمام صحابہ ﷺ نبی کریم ﷺ کے پیچھے قرأت کرتے تو دو حال سے خالی نہیں پہلے سکتہ میں قرأت فاتحہ کرتے یا دوسرے سکتہ میں بہر صورت ان کا یہ عمل ہم سے چھپا نہ رہتا بلکہ اہتمام اور تواتر کے ساتھ ہم تک پہونچ جاتا لیکن اس کا کہیں ثبوت نہیں اور صحابہ میں سے کوئی بھی کسی سے اس کو نقل نہیں کرتا کہ وہ دوسرے سکتہ میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے نیز اگر دوسرے سکتہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا مشروع ہوتا تو صحابہ ﷺ کو اس کا علم تمام لوگوں سے زیادہ ہوتا تو معلوم ہوگیا کہ یہ طریقہ بدعت ہے نیز جہری قرأت سے مقصود مقتدیوں کا استماع ہے اسی لئے وہ جہری قرأت میں نہ کہ سریہ میں امام کی قرأت پر آمین کہتے ہیں اب جب مقتدی قرأت میں مشغول ہو کر امام کی قرأت کے استماع سے اعراض کریں گے تو امام کو ایسی قوم کے روبرو قرأت پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے جو امام کی قرأت کو نہیں سنتی یہ تو گویا ایسا ہے جیسا کہ ایک شخص کچھ لوگوں سے گفتگو کر رہا ہو مگر وہ لوگ نہ اس کی بات سنتے ہوں اور نہ اس کے خطاب کو ''وهذا سفه تنزه عنه الشريعة انتهى ''مزید برآں سکتات امام کے وقت قرأۃ فاتحہ کی تردید امام رازیؒ نے بھی خوب اچھی طرح سے اپنی تفسیر میں کی ہے پوری عبارت اس کی امانی الاحبار :۳/۱۳۸ پر نقل کی ہے پھر اسی صفحہ پر ابن العربیؒ کا قول نقل کیا ہے جس سے قراءۃ فاتحہ خلف امام کی بھرپور تردید ہوتی ہے ابن العربیؒ فرماتے ہیں'' **ويقال للشافعي عجبا لك كيف يقدر المأموم في الجهر على القرأة اينازع القرآن الامام ام يعرض عن استماعه ام يقرأ اذا سكت فان قال يقرأ اذا سكت قيل له فان لم يسكت الامام وقد اجمعت الامة على ان سكوت الامام غير واجب متى يقرأ خلف الامام ويقال له اليس في استماعه لقراء ةالامام قراء ة منه وهذا كاف لمن انصفه وفهمه وقد كان ابن عمر لايقرأ خلف الامام و كان اعظم الناس اقتداء برسول الله صلى الله عليه وسلم** ''تیسرا استدلال قرأۃ مقتدی کو واجب کہنے والوں کا اس حدیث سے ہے جس کو امام بخاریؒ نے جزء القرأۃ میں ابوقلابہ سے حضرت انس ﷺ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی نماز سے فارغ ہونے کے بعد صحابہ ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر دریافت فرمایا کیا تم نماز میں امام کی قرأت کے ساتھ قرأت کرتے ہو سب خاموش رہے حضور ﷺ نے تین مرتبہ سوال کیا صحابہ ﷺ نے کہا بیشک ہم پڑھتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا'' **فلا تفعلوا وليقرأ احدكم بفاتحة الكتاب في نفسه** '' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو بیہقیؒ نے معلول قرار دیا ہے کہ یہ طریق غیر محفوظ ہے اور محمد بن ابی عائشہ نے نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے ایک شخص سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا'' **اتقرأون والامام يقرأ اوقال تقرأون خلف الامام والامام يقرأ قالوا نعم قال فلا تفعلوا الا ان يقرأ احدكم فاتحة الكتاب في نفسه** ''اس کو امام احمدؒ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور اس کو خالد الحذاءؒ کے سواء کوئی روایت نہیں کرتا وہ اس میں متفرد ہے اس کی ایوب سختیانی

نے مخالفت کی ہے ایوب سختیانیؒ نے اس کو ابو قلابہ سے نبی کریم ﷺ سے مرسلاً روایت کیا ہے اور خالد الحذاء نے بھی اس کو ابوبکر بن ابی شیبہ کی روایت میں بطور مرسل روایت کیا ہے دار قطنی نے کتاب العلل میں کہا کہ مرسل ہی صحیح ہے بہر حال یہ احادیث اپنی صحت اور قوت اسناد کے اعتبار سے نصوص قرآن وسنت کا مقابلہ نہیں کرسکتیں جو انصات اور امام ومقتدی کی قرأت متحد ہونے پر وارد ہوئی ہیں اور بالفرض اگر ان احادیث کو جو حضرت انس رضی اللہ عنہ اور رجل من الصحابہ سے مروی ہیں صحیح مان بھی لیا جائے تب بھی ان سے قرأت خلف الامام کے قائلین کا مدعا ثابت نہیں ہوسکتا کیوں کہ ان احادیث مذکورہ میں لفظ فی نفسہ کا مفہوم جو شوافع وغیرہ بیان کرتے ہیں وہ اس مفہوم میں صریح نہیں بلکہ اس کے معنی تنہا کے بھی آتے ہیں جیسے روح المعانی وغیرہ میں دیکھ سکتے ہیں کہ قول باری تعالیٰ ''**وقل لهم في انفسهم** ''اس کی یہی تفسیر کی ہے''**ای قل لهم خالياً ليس معهم احد** ''اسی طرح حدیث قدسی میں آیا ہے''**من ذكرني في نفسه ذكرته في نفسي ومن ذكرني في ملأ ذكرته في ملأخير من ملأه** ''اس حدیث میں''**ذكر في نفسه**'' کے مقابلہ میں''**ذكر في الملأ** '' کے بیان سے صاف معلوم ہوا کہ فی نفسہ کے معنی تنہا کے ہیں پس حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہ کی احادیث کا بھی یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ تم امام کے پیچھے قرأت نہ کیا کرو ہاں جب تم میں سے کوئی اکیلا نماز پڑھتا ہو تو ضرور سورہ فاتحہ پڑھ لیا کرے تو ان حدیثوں میں مقتدی کا حکم بیان کرنے کے بعد منفرد کا حکم بیان فرمایا اور یہ بات بالکل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق ہے فرمایا''**اذا صلى احدكم خلف الامام فحسبه قرأة الامام واذا صلى وحده فليقرأ رواه مالك في الموطا**''شوافع کے اور بھی دلائل ہیں مگر وہ ان دلائل سابقہ کے مقابلہ میں جو ہم نے امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کی تائید وتقویت میں بیان کئے ہیں کچھ وقعت نہیں رکھتے اس لئے ان کا بیان کرنا مناسب نہیں سمجھا خلاصہ کلام کا یہ ہے کہ قرأت خلف الامام کے مسئلہ میں یہ اختلاف مذکور اجتہادیات وانظار کا اختلاف ہے لیکن یہ واضح ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو مقام فہم حقائق کا امام ابوحنیفہ کو عطا فرمایا ہے وہ بہت کم ائمہ کو ملا ہے نصوص وقیاس سب کے موافق امام اعظمؒ کا مسلک ہے اس مسئلہ کی جو حقیقت امام اعظمؒ نے پائی وہ کسی نے نہیں پائی۔ (اس مسئلہ کا اکثر مضمون فتح الملہم سے لیا گیا ہے تھوڑا بہت فتح القدیر وامانی الاحبار ومعارف السنن سے)

تاويل قوله عزوجل واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون

اللہ عزوجل کے قول''واذا قرئ القرآن الخ'' کی تاویل وتوجیہ

اخبرنا الجارود بن معاذ الترمذى قال حدثنا ابو خالد الاحمر عن محمد بن عجلان عن زيد بن اسلم عن ابى صالح عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما جعل الامام ليؤتم به فاذا كبر فكبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لك الحمد.

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب قرأت کرے خاموش رہو اور جب ''سمع اللہ لمن حمد'' کہے تو ''اللھم ربنا لک الحمد'' کہو۔

اخبرنا محمد بن عبداللہ بن المبارک قال حدثنا محمد بن سعد الانصاری قال حدثنی محمد بن عجلان عن زید بن اسلم عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا و اذا قرأ فانصتوا قال ابوعبدالرحمن کا ن المخرمی یقول ھو ثقۃ یعنی محمد بن سعد الانصاری.

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اتباع کیا جائے تو جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب قرأت کرے تو خاموش رہو ابوعبدالرحمٰن یعنی امام نسائیؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی محمد بن سعد انصاری کو مخرمی ثقہ کہتے تھے۔

تشریح: علامہ سندھیؒ نے جملہ ''و اذا قرأ فانصتوا'' کے تحت لکھا ہے کہ جب امام قرأت کر رہا ہو تو شریعت نے خاموش رہنے کا حکم اس کی قرأت سننے کے لئے دیا ہے اور یہ استماع صرف جہری قرأت کی حالت میں ہو سکتا ہے اور اس حدیث کو امام مسلمؒ نے صحیح قرار دیا ہے پس جن محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے ان کے قول کا کوئی اعتبار نہیں اور امام نسائی نے ترجمہ کے ماتحت کی حدیث سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ کی یہ حدیث آیت کی تفسیر ہے لہٰذا ''و اذا قرئ القرآن'' سے جو عموم مستفاد ہو رہا ہے اس کو خاص قرأت امام کی حالت پر محمول کیا جاوے گا۔ (حاشیۃ النسائی: ۱۴۲/۲)

اس حدیث کو جب امام مسلمؒ نے صحیح قرار دیا ہے جیسا کہ علامہ سندھیؒ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے تو پھر اس پر بعض محدثین کے اعتراض کا کوئی وزن نہیں جیسے امام ابوداؤدؒ نے کہا کہ اس حدیث میں ''و اذا قرأ فانصتوا'' کی زیادۃ محفوظ نہیں ہمارے نزدیک ابوخالد نے وہم کیا ہے اور بیہقی نے کہا غلطی محمد بن عجلان سے ہوئی کہ اس نے اس جملہ کا اضافہ کیا ہے پھر بواسطہ ابن ابی حاتم ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ کلمہ محفوظ نہیں ابن عجلان نے اپنے خیال کے موافق حدیث سے ملا دیا بہر حال اس قسم کے اعتراضات میں کوئی وزن نہیں ہے کیوں کہ ابوخالد احمرؒ جس کا نام سلیمان بن حیان ہے ان ثقات میں سے ہیں جن کی روایات سے امام بخاری و مسلم نے احتجاج کیا ہے اور باوجود اس کے وہ اس زیادۃ میں متفرد بھی نہیں بلکہ ان کی متابعت موجود ہے چنانچہ محمد بن سعد انصاریؒ نے بھی محمد بن عجلانؒ سے اس حدیث کو ابوخالد احمر کی طرح ''و اذا قرأ فانصتوا'' کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام نسائیؒ اور ابن معینؒ وغیرہما نے محمد بن سعد انصاری کی توثیق کی ہے نیز ابوخالد احمر کی متابعت اسماعیل بن ابان نے بھی کی ہے۔ (کما اخرجہ البیہقی)

اس سے واضح ہو گیا کہ ابوخالد احمر نے کوئی وہم نہیں کیا جیسا کہ ابوداؤد کا خیال ہے اور امام مسلم نے ''و اذا قرأ

فانصتوا'' کی زیادۃ کو نہ صرف صحیح قرار دیا ہے بلکہ اس کو اپنی صحیح میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں سلیمان تیمیؒ سے قتادہ سے روایت کی ہے اور اس پر ابوداؤد وغیرہ نے جو کلام کیا ہے اس کے جواب کی پوری تفصیل عنوان سابق کے تحت گذر چکی ہے اور حدیث باب پر امام ابوداؤد کے اعتراض کا یہ جواب جو ہم نے نقل کیا ہے حافظ منذریؒ نے اپنی کتاب مختصر میں دیا ہے۔(**كما فى نصب الرايه**)

اسی کے حوالہ سے صاحب امانی الاحبار نے :۳/۱۳۶ پر اس کو نقل کیا ہے اور محمد بن عجلان پر بیہقی وغیرہ کی تنقید کا جواب علامہ ابن الترکمانیؒ نے یہ دیا ہے کہ ابن عجلان کی عجلی نے توثیق کی ہے اور الکمال لعبد الغنی میں ہے ثقة کثیر الحدیث کہ ابن عجلان معتبر اور بکثرت حدیث روایت کرنے والے ہیں اور دارقطنی نے کہا کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں ابن عجلان کی حدیث روایت کی ہے پس یہ ثقہ کی زیادۃ ہے اور ان کی متابعت خارجہ بن مصعب اور یحییٰ بن العلاء نے بھی کی ہے۔(**كما ذكره البيهقى**)

اور ابن حزم نے حدیث ابن عجلان کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ ابن عبد البرؒ نے التمہید میں اپنی سند سے ابن حنبل سے نقل کیا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ دونوں حدیثوں کو صحیح فرماتے تھے یعنی حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بھی جو عنوان سابق کے تحت مذکور ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو بھی اب جس حدیث کو امام احمد بن حنبلؒ اور امام مسلمؒ وغیرہما صحیح قرار دے رہے ہیں اس سے اعراض کرنا انصاف سے بعید ہے۔(**امانى الاحبار بر صفحه مذكوره**)

بہرحال یہ حدیث بتلا رہی ہے کہ مقتدی پر امام کے پیچھے قرأت کرنا مطلقاً واجب نہیں لہٰذا اس سے مسلک حنفیہ کی تائید ہوتی ہے اور امام شافعیؒ پر تمام نمازوں میں اور امام مالکؒ پر ظہر وعصر میں حجت ہے۔(**كذا فى نخب الافكار**)

امام ابوبکر جصاصؒ نے احکام القرآن میں لکھا ہے کہ یہ حدیث قرأت امام کے وقت انصات کو ثابت کر رہی ہے اور بتلا رہی ہے کہ امام کی قرأت کے لئے مقتدی کا خاموش رہنا اتباع امام ہے جس کی حدیث باب میں تاکید فرمائی اور اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ قرأت مقتدی کے لئے امام کا خاموش رہنا جائز نہیں کیوں کہ اگر مقتدی کی خاطر امام خاموش رہنے کا مامور ہوتا تو اس کو اس کا پابند ہونا پڑتا کہ مقتدی اپنی قرأت سے فارغ ہونے تک اس کی پیروی کرے پس ایک ہی حالت میں امام مقتدی اور مقتدی امام بن جاوے گا اور یہ غلط طریقہ ہے۔

اكتفاء المأموم بقراءة الامام

امام کی قرأت پر مقتدی کا اکتفاء کرنا

اخبرنى هارون بن عبدالله قال حدثنا زيد بن الحباب قال حدثنا معاوية بن صالح قال حدثنى ابو الزاهرية قال حدثنى كثير بن مرة الحضرمى عن ابى الدرداء سمعه يقول سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم افى كل صلاة قرأة قال نعم قال رجل من الانصار وجبت هذه فالتفت الى وكنت أقرب القوم منه

فقال ماأری الامام اذا أم القوم الا قد کفاهم قال ابو عبدالرحمن هذا عن رسول الله صلی الله علیه وسلم خطأ انما هو قول أبی الدرداء ولم یقرأ هذا مع الکتاب.

کثیر بن مرہ الحضرمی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ فرماتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کیا ہر نماز میں قرأت ہے آپ ﷺ نے فرمایا جی ہاں پس ایک انصاری شخص نے کہا کہ یہ قراءۃ ہر نماز میں واجب ہوگئی پھر ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے میری طرف التفات کیا اور میں بہ نسبت اور لوگوں کے ان سے بہت قریب تھا آپ نے فرمایا نہیں میرے نزدیک امام جب قوم کی امامت کرے تو اس کی قرأت سب کے لئے کافی ہے۔ ابوعبدالرحمٰن یعنی امام نسائیؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث رسول اللہ سے مرفوعاً درست نہیں بلکہ یہ ابوالدرداء کا قول ہے یعنی حدیث موقوف ہے مرفوع نہیں۔

تشریح: امام نسائی کہتے ہیں یہ کلام یعنی ''**ماری الامام الخ**'' حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے یعنی حدیث موقوف ہے مرفوع درست نہیں اور دارقطنی نے کہا کہ اس حدیث کو زید بن حباب نے معاویہ بن صالح سے مرفوعاً روایت کیا ہے یعنی انہوں نے جملہ ''**ماری الامام اذا ام القوم الاقد کفاھم**'' کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے اس میں زید بن حباب سے خطا ہوگئی صواب یہ ہے کہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور بیہقی نے کہا کہ اس حدیث کو ابوصالح کاتب اللیث نے مرفوعاً روایت کیا ہے یہ اس کی غلطی ہے صواب یہ ہے کہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے ''**ماری الامام الخ**'' کثیر بن مرۃ سے کہا تھا لیکن اس کے برعکس طبرانی نے الکبیر میں اس کو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے بطریق مرفوع روایت کیا ہے الفاظ یہ ہیں ''**فقال النبی صلی الله علیه وسلم ما اری الامام اذا قرأ الا کان کافیا**'' علامہ ہیثمی نے کہا ''**واسناده حسن**''۔

دارقطنی وغیرہ کے اعتراض کا جواب

دارقطنی وغیرہ کے اس کلام کا جواب علامہ ظفر احمد عثمانی نے فاتحۃ الکلام میں اور صاحب امانی الاحبار نے یہ دیا ہے کہ حدیث مرفوع کا مدار زید بن حباب پر ہے جو صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے رجال میں سے ہیں اور علی بن المدینی وعجلی ودارقطنی وابن حبان اور ابن عدی وغیرہم نے ثقہ کہا ہے اور یہاں بطور مرفوع معاویہ بن صالح سے روایت کی ہے جو قاضی الاندلس اور صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے راویوں میں سے ہیں پس ان کی حدیث مرفوع معتبر ہوگی اور زید بن حباب کی متابعت ابوصالح عبداللہ بن صالح المصری کاتب اللیث نے کی ہے ابوصالح کاتب اللیث سے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں تعلیقاً روایت کی ہے ابوحاتم نے اس کو ثقہ مامون کہا اور ابن القطان نے اس کی اس لفظ سے تعریف کی ہے ''**هو صدوق ولم یثبت علیه ما یسقط له حدیثه الا انه مختلف فیه فحدیثه حسن کما فی تهذیب التهذیب**'' تو جس حدیث کو ایسے ثقہ راوی مرفوع کریں جبکہ وہ اس میں متفرد بھی نہیں بلکہ دوسرے ثقہ راوی یعنی ابوصالح کاتب اللیث نے زید بن حباب کی متابعت کی ہے محققین کے یہاں اس کو مرفوع ہی کہا جائے گا اور بالفرض موقوف کہیں تو کوئی حرج نہیں ہمارے نزدیک حدیث موقوف بھی حجت ہے۔

اس کا ایک اور جواب شیخ ابن ہمامؒ نے دیا ہے انہوں نے کہا کہ اگر یہ کلام "ماری الامام الخ" نبی کریم ﷺ کا ارشاد نہ ہو بلکہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا قول ہو تب بھی مرفوع کے حکم میں ہے کیوں کہ مسئلہ قیاسی نہیں انہوں نے نبی کریم ﷺ سے آپ کا ارشاد "فی کل صلاۃ قراءۃ" روایت کیا پھر اس کے خلاف حضور ﷺ سے سنے بغیر کیوں کر یہ بیان کر سکتے ہیں کہ امام کی قرأت مقتدی کے لئے کافی ہے جو ارشاد سابق کے سراسر مخالف ہے معلوم ہوا کہ انہوں نے اس خاص صورت کے متعلق "ماری الامام الخ" کلام اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ حضور ﷺ سے سن کر روایت کیا ہے غرض کہ حدیث موقوف ہو یا مرفوع اس سے مسلک حنفیہ کی تائید ہوتی ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت نہ کرنا چاہئے اور حدیث میں امامت مطلقہ کا ذکر فرمایا جو سریہ اور جہریہ دونوں کو شامل ہے۔

مایجزئ من القراءة لمن لا یحسن القرآن

جو شخص قرآن نہیں پڑھ سکتا اس کے لئے کونسی چیز قرأت سے کفایت کرے گی

اخبرنا یوسف بن عیسیٰ ومحمود بن غیلان عن الفضل بن موسیٰ قال حدثنا مسعر عن ابراهیم السکسکی عن ابن ابی اوفی قال جاء رجل الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال انی لا أستطیع ان اخذ شیأ من القرآن فعلمنی شیأ یجزئ من القرآن فقال قل سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر ولا حول ولا قوة الا بالله.

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا پھر عرض کیا بیشک میں قرآن میں سے کچھ بھی نہیں پڑھ سکتا آپ مجھے کچھ سکھلا دیجئے جو قرآن سے کفایت کرے حضور ﷺ نے فرمایا پڑھو "سبحان الله والحمدلله الخ"۔

تشریح: مفرض تو نماز میں قرأت قرآن ہے حتی کہ نہ ہو تو نماز باطل ہے صاحبین کے یہاں ادنی مقدار جواز کا تین آیات چھوٹی یا ایک آیت بڑی ہے یہی امام ابوحنیفہؒ سے بھی ظاہر روایت ہے لیکن اس حدیث میں اس شخص کی تعلیم میں جو تسبیح حضور ﷺ نے بتلائی اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کفایت کرے گی قرأت سے جبکہ کوئی شخص قرأت قرآن سے عاجز ہو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک جزوی واقعہ ہے اس میں بیان کردہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو طلب وکوشش کے باوجود قرأت مفروضہ پر قادر نہ ہو یا مسلمان ہونے کے بعد اس کو بقدر قرأت مفروضہ سیکھنے کا موقعہ نہ ملا ہو اسی وقت جبکہ مسلمان ہوا نماز کا وقت آ گیا ہو تو ایسی حالت میں اس کی آسانی کے لئے یہ کلمات بتلا دیئے گئے پھر جب وہ نماز سے فارغ ہو جائے تو اس کے ذمہ قرأت مفروضہ کا سیکھنا لازم ہے اس تاویل کو بواسطہ صاحب عون المعبود شارح المصابیح سے بذل المجہود میں نقل کیا ہے۔

علامہ طیبیؒ نے کہا کہ یہ قصہ نماز کے بارے میں نہیں بظاہر اس شخص کی غرض یہی تھی کہ میں قرآن سے کچھ یاد کرنے اور اس کو ورد (وہ عمل جو روز بلاناغہ کیا جائے) کے طور پر پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا اس لئے اے اللہ کے رسول آپ مجھے کوئی ایسا وظیفہ

بتلا دیجئے جس کو میں اپنا معمول بنالوں اور شب و روز کے اوقات میں بلا ناغہ اس کو پڑھتا رہوں اس بات کی تائید خود اس شخص کے قبض بالیدین سے ہوتا ہے جس کا ذکر اسی قصہ میں ابوداود کی روایت میں آیا ہے کہ اس نے دونوں ہاتھوں کو بند کیا یعنی اس نے اشارہ کیا کہ یاد رکھا میں نے جو کچھ آپ نے فرمایا اور میں اس کو جب تک زندہ رہوں نہیں چھوڑوں گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(مرقات: ۲/۳۰۴)

جهر الامام بآمين

امام کا جہر کے ساتھ آمین کہنا

اخبرنا عمرو بن عثمان قال حدثنا بقية عن الزبيدى قال اخبرنى الزهرى عن ابى سلمة عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا أمن القارئ فأمنوا فان الملائكة تومن فمن وافق تأمينه تأمين الملائكة غفر الله ماتقدم من ذنبه.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قاری آمین کہے تم بھی آمین کہو کیوں کہ فرشتے آمین کہتے ہیں پس جس شخص کا آمین کہنا فرشتوں کے آمین کہنے سے موافق پڑ جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے گناہ بخش دیتا ہے۔

اخبرنا محمد بن منصور قال حدثنا سفيان عن الزهرى عن سعيد بن المسيب عن ابى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم قال اذا أمن القارى فأمنوا فان الملائكة تؤمن فمن وافق تأمينه تامين الملائكة غفر له ماتقدم من ذنبه.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قاری آمین کہے تم بھی آمین کہو کیوں کہ بے شک فرشتے آمین کہتے ہیں پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

اخبرنا اسماعيل بن مسعود قال حدثنا يزيد بن زريع قال حدثنى معمرعن الزهرى عن سعيد بن المسيب عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قال الامام غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولو آمين فان الملائكة تقول آمين وان الامام يقول آمين فمن وافق تأمينه تامين الملائكة غفر له ماتقدم من ذنبه.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام ''**غير المغضوب عليهم ولا الضالين**'' کہے تو تم آمین کہو کیوں کہ فرشتے آمین کہتے ہیں اور بے شک امام آمین کہتا ہے پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

اخبرنا قتيبة عن مالك عن ابن شهاب عن سعيد وابى سلمة انهما اخبراه عن ابى هريرة ان رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا أمن الامام فامنوا فانہ من وافق تأمینہ تامین الملائکۃ غفرلہ ماتقدم من ذنبہ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو اس لئے کہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق پڑ جائے گی اس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

تشریح: امام نسائی نے آمین بالجہر کو لفظ حدیث ''اذا أمّن القاری'' سے نکالا ہے کہ جب امام آمین کہے یہ اسی وقت معلوم ہوگا جب امام زور سے آمین کہے کیوں کہ اگر امام آمین آہستہ کہے تو مقتدی کو امام کے آمین کہنے کی خبر نہیں ہوگی لہٰذا تأمین امام کے وقت مقتدی کو آمین کہنے کا حکم دینا درست نہ ہوگا حالانکہ حضور ﷺ نے فرمایا جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو غرض اس استنباط دقیق سے مصنفؒ نے جہر بآمین کو ثابت کیا ہے۔ (کذا قال علامۃ السندھیؒ فی حاشیتہ علی النسائی)

حنفی حضرات کہتے ہیں کہ اس حدیث سے امام کا آمین بالجہر کہنا ثابت نہیں ہوتا بلکہ آمین کا آہستہ کہنا ثابت ہوتا ہے وہ اس دلیل سے کہ آگے حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ بطریق زہریؒ عن سعید بن مسیبؒ مروی ہے اس سے معلوم ہوا کہ امام ''ولاالضالین'' تک جہر سے پڑھے گا اور بعد ہی آمین آہستہ کہے گا تو جب وہ ''ولا الضالین'' کہے تو پھر تم آمین کہو اور بتلادیا کہ امام بھی آمین کہے گا اور چونکہ امام کا آمین کہنا مخفی تھا تو دوسری روایت میں تصریح ہے کہ وقت اس کا وہ ہے کہ جب ''ولا الضالین'' پورا کرلے۔

غرض کہ مقتدیوں کا آمین کہنا اس وقت پر رکھا جب امام سے ''ولاالضالین'' سن لیں تو اس صورت میں امام کا آمین کہنا اور مقتدیوں کا موافق پڑ جائے گا کہ وہ آمین آہستہ کہے گا اور یہی مراد روایت سابقہ کی ہے یعنی ''اذا أمن القاری'' کی پس معلوم ہوا کہ اس کی یہ مراد نہیں کہ امام زور سے آمین کہے گا تو تم بھی سن کر آمین کہو بلکہ یہ مراد ہے کہ امام کے آمین کہنے سے موافقت کرو جس وقت وہ کہے اسی وقت تم بھی کہو لیکن چونکہ وہ چپکے سے کہے گا تو پھر کیوں کر معلوم ہوگا اس لئے بتلادیا کہ جب وہ ''ولاالضالین'' کہے اگر یہ مراد نہ ہو تو دونوں حدیثیں باہم ایک دوسرے سے مخالف ہوجائیں گی اس طرح کہ ''اذا أمن الامام'' سے یہ نکلے گا کہ جب اس کی تامین آواز سے سن لو تب آمین کہو اور ''ولاالضالین'' سے یہ نکلے گا کہ جب ''ولا الضالین'' سن لو تو آمین کہو اور ان دونوں پر عمل ایک آمین میں متعذر ہے تو اس بیان مذکور سے یہ حجت ساقط ہوگئی کہ اس حدیث سے آمین بالجہر کہنا امام کا صریح ثابت ہے نیز ''وان الامام یقول آمین'' سے اس پر تنبیہ فرمادی کہ امام کی خاموشی نہیں بلکہ وہ آہستہ آمین کہتا ہے ورنہ جہر سے ہوتا تو اس کی تامین بیان کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی صرف فرشتوں کا آمین کہنا بیان فرماتے بہرحال حدیث باب کا لفظ ''اذا أمن القاری فامنوا'' امام کے آمین بالجہر پر نص نہیں کیوں کہ مقتدی کو آمین کا معلوم ہونا امام کے جہر پر موقوف نہیں بلکہ امام کے ''ولا الضالین'' سے مقتدی کو معلوم ہوجاتا ہے لہٰذا اس حدیث سے امام کے آمین بالجہر کا مسئلہ نکالنا کافی نہیں اور یہ قول کہ اگر امام جہر سے آمین نہ کہے گا تو ہمیں علم کیوں کر ہوگا غیر معقول ہے کیوں کہ ہم اوپر بتلاچکے ہیں کہ ''ولا الضالین'' جب امام کہے گا تو معلوم ہوجائے گا بہرحال یہ جواب امام نسائی کے اس استدلال کا ہے جو انہوں نے حدیث باب سے امام کے آمین بالجہر پر کیا ہے اس کے بعد عرض ہے کہ یہ مسئلہ آمین بالجہر کا کوئی معرکۃ الآراء نہیں مگر چونکہ

اختلاف ہوگیا ہے اس لئے بڑا بن گیا ہے واضح ہو کہ آمین کہنے میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ اگر تعلیم مقصود ہو تو جہر کے جواز میں بھی اختلاف نہیں تو اختلاف صرف اس صورت میں ہے کہ بغیر قصد تعلیم وغیرہ کے آیا جہر افضل ہے یا اخفاء تو امام ابوحنیفہؒ وامام مالکؒ وسفیان ثوریؒ وغیرہم اکابر علماء تابعین فرماتے ہیں کہ امام اور مقتدی دونوں آمین کو آہستہ کہیں لیکن امام مالکؒ کا دوسرا قول جو ابن القاسمؒ نے نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ آمین صرف مقتدی کہے نہ کہ امام، امام شافعیؒ کے دو قول ہیں قول قدیم میں وہی شافعیہ کا مذہب ہے کہ امام اور مقتدی سب آمین کو جہر سے کہیں وہ اسی کو افضل کہتے ہیں یہی قول امام احمدؒ کا ہے اور قول جدید میں یہ ہے کہ امام آمین کا جہر کرے اور مقتدی آہستہ کہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ فتویٰ قول قدیم پر ہے اب اس کے بعد دلائل کی طرف چلتے ہیں امام ابوحنیفہؒ وغیرہم کے مسلک کی تائید قرآن اور احادیث سے ہوتی ہے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''**ادعوا ربکم تضرعا وخفیة انه لا یحب المعتدین** '' یہ آیت واضح طور سے بتلا رہی ہے کہ اصل الاصول دعاء میں تضرع وزاری ہے جو آہستگی میں خوب پائی جاتی ہے اور آمین دعا ہے جس کے معنی ''**اسمع واستجب** '' کے ہیں یعنی اے خدا ہماری دعاء سن لیجئے اور قبول کر لیجئے یہی معنی امام بغویؒ نے بحوالہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کئے ہیں ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں اور بیہقی نے دلائل میں حضرت ابومیسرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سورہ فاتحہ پڑھائی اور ''**ولا الضالین** '' پر پہنچ کر فرمایا آمین کہیئے اور لفظ آمین دعاء ہونے کی دلیل یہ ہے کہ قرآن میں ''**فقد اجیبت دعوتکما** '' فرمایا گیا ہے حالانکہ داعی حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام صرف آمین کہتے تھے غرض جب قرآن پاک سے تامین کا دعا ہونا ثابت ہے اور بنائے دعاء تضرع وخفیہ پر ہے لہٰذا لفظ آمین کو آہستہ کہنا چاہئے اور جن احادیث سے آمین آہستہ کہنے کی تائید ہوتی ہے ان میں سے ایک تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام ''**غیر المغضوب علیهم ولا الضالین** '' کہے ''**فقولوا آمین فانه من وافق قوله الملائکة غفرله ما تقدم من ذنبه** '' یہ حدیث صحیح ہے اس کو بخاری ومسلم اور جماعت نے روایت کیا ہے یہ حدیث اخفاء پر دلالت کر رہی ہے کیوں کہ اگر امام پکار کر آمین کہتا تو مقتدیوں کو معلوم ہوتا پھر ''**غیر المغضوب علیهم ولا الضالین** '' سے آمین کہنے کا موقعہ بتادینا اور فرشتوں کے ساتھ موافقت بتلانا کچھ مفید نہیں۔

حدیث دوم یہ حدیث بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ''**اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا آمین فان الامام یقولها الحدیث** '' اس کو امام احمدؒ اور امام نسائیؒ اور دارمیؒ نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے اس حدیث سے امام کا آمین باخفاء کہنا صراحۃً ثابت ہے ورنہ ''**فان الامام یقولها** '' کہنے کی کوئی حاجت نہ تھی۔

حدیث سوم ابوداؤد اور ترمذی وغیرہما نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو سکتہ کرتے تھے ایک سکتہ تکبیر کے بعد (اس میں ثناء وتعوذ پڑھتے تھے) اور ایک سکتہ جب ''**غیر المغضوب علیهم ولا الضالین** '' سے فارغ ہوتے تھے (اس میں آمین کہتے تھے) چنانچہ علامہ نیمویؒ کہتے ہیں کہ اول سکتہ میں آہستہ ثناء پڑھتے تھے

اور دوسرے سکتہ میں آہستہ آمین کہتے تھے اور اگر دوسرے سکتہ کو بعض علماء کے قول کے مطابق سانس درست کرنے کے لئے سکتہ فرماتے پر محمول کیا جائے تو اس سے مقتدی کی تامین پہلے ہوتی نبی کریم ﷺ کی تامین سے حالانکہ حضور ﷺ نے مقتدی کو امام سے سبقت کرنے سے منع فرمادیا غرض آیت شریفہ اور قولی اور فعلی حدیثوں سے واضح ہوگیا کہ آمین آہستہ کہے یہی سنت ہے اور امام شافعیؒ وغیرہ کا استدلال حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہے جو امام ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ وغیرہما نے روایت کی ہے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو ''**غیر المغضوب علیهم و لا الضالین**'' پڑھ کر آمین کہتے سنا اور اپنی آواز کو بلند کیا اور اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آمین سے مسجد گونج جاتی تھی۔

(رواہ ابن ماجه)

ان روایات سے آمین بالجہر کا ثبوت ہوتا ہے اس قسم کی احادیث کا حنفیہ یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ ایسی احادیث ہیں جن میں محدثین کو کلام ہے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث چار وجوہ سے مضطرب ہے جن کی تفصیل نصب الرایہ اور آثار السنن اور معارف السنن میں مذکور ہے اور ابن ماجہ کی روایت جس میں ''**فیرتج بها المسجد**'' کا لفظ آیا ہے اور ابوداؤد کی روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ''**غیر المغضوب علیهم و لا الضالین**'' کو تلاوت کیا تو کہا آمین اس کے آخر میں ہے ''**حتی یسمع من یلیه من الصف الاول**'' ان دونوں کو بشر بن رافع کے طریق سے امام ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اس کے بارے میں علامہ زیلعیؒ کہتے ہیں کہ بشر بن رافع کو امام بخاری و ترمذی و نسائی واحمد وابن معین اور ابن حبان رحمہم اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے اور ابن القطان نے کہا ''**ضعیف ویروی هذ الحدیث عن ابی عبدالله ابن عم ابی هریرة و ابو عبدالله هذا لا یعرف له حال ولا روی عنه غیر بشر والحدیث لا یصح من اجله**'' پس ایسی مضطرب اور ضعیف حدیث پہلی حدیثوں کا مقابلہ نہیں کرسکتی کیوں کہ آمین بالاخفاء کے ثبوت میں قرآن پاک کی آیت اور صحیح احادیث ہیں اور ادھر صرف ایسی احادیث ہیں جن کو حفاظ حدیث ضعیف قرار دے رہے ہیں اور اسی لئے امام بخاریؒ نے باوجودیکہ آمین بالجہر کا باب باندھا مگر ان حدیثوں میں سے کسی کو بھی باب کے تحت درج نہیں کیا کیوں کہ ان کے نزدیک ان کی صحت پر وثوق نہ تھا صرف قولوا آمین کو روایت کر کے بس کر گئے اور اس سے کسی طرح جہر ثابت نہیں ہوتا ورنہ ''**قولوا التحیات لله الخ**'' اور ''**قولوا ربنا لک الحمد**'' اور ''**قولوا مثل ما یقول المؤذن**'' میں بھی جہر کا قائل ہونا پڑے گا ''**ولم یقل به احد من العلماء**'' نیز حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی وجوہ تضعیف سے قطع نظر کرتے ہوئے اگر اس کو ثابت بھی مانا جائے تب بھی صرف ایک جزئی واقعہ ہے ابوداؤد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف دوبار خدمت نبوی میں حاضر ہوئے قیام کی مدت نامعلوم ہے تو یہ واقعہ جزئیہ ہے جو دوام اور استمرار پر دال نہیں ہوسکتا اس کی یہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کبھی کبھار تعلیم کے قصد سے آمین کو آواز سے کہہ دیا ہوگا تاکہ لوگوں کو حضور ﷺ کا آمین کہنا معلوم ہوجائے جیسا کہ بخاری و مسلم نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نماز ظہر سے متعلق یہ روایت کی ہے کہ ''**یسمعنا الایة احیانا الحدیث**''

حالانکہ ظہر کی نماز میں چپکے پڑھنا سب کا قول ہے تو صرف تعلیم کے لئے کہ ظہر میں فلاں سورہ پڑھتا ہوں بعض آیات کو سنا دیتے تھے اسی طرح آمین میں ہوتو کوئی بعید نہیں اگر حضور اکرم ﷺ نماز میں آخر حیاۃ مبارکہ تک آمین جہر کے ساتھ کہتے تو یہ فعل ایسا نہ تھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ پر مخفی رہتا حالانکہ وہ اس کا انکار کرتے ہیں معلوم ہوا کہ آمین بالجہر پر حضور اکرم ﷺ کا دوام واستمرار نہ تھا اور قولی حدیث تو آمین بالجہر کے بارے میں ایک بھی نہیں چنانچہ علامہ انور شاہ کشمیری صاحبؒ نے فرماتے ہیں کہ ذخیرہ حدیث خالی ہے کہ حضور ﷺ نے مقتدیوں کے لئے امر بالجہر فرمایا ہو۔ آج کل تعصب اور حمیت مذہب کی وجہ سے بعض لوگوں نے ایسے خفیف مسائل میں غلو کر کے مسلمانوں میں تفرقہ ڈال دیا اور باہمی نفاق وکینہ کو بجائے مردہ سنت کے جلا دیا نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔ (تفسیر فتح المنان جلد دوم. معارف السنن ملخصاً جلد دوم)

باب الامر بالتامين خلف الامام

امام کے پیچھے آمین کہنے کا حکم دینا

اخبرنا قتيبة عن مالك عن سمي عن ابي صالح عن ابي هريرة رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا قال الامام غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين فانه من وافق قوله قول الملائكة غفر له ماتقدم من ذنبه.

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام ''**غير المغضوب عليهم ولا الضالين**'' کہے تو تم آمین کہو اس لئے کہ جس شخص کا قول فرشتوں کے قول کے موافق پڑ جائے گا اس کے گذشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

تشریح: منجملہ دلائل عدم قرأت خلف الامام کے ایک یہ دلیل بھی ہے چنانچہ حافظ ابن عبدالبر مالکیؒ نے اسی حدیث سے قرأت فاتحہ خلف الامام کے عدم جواز پر استدلال کیا ہے جبکہ امام جہر کے ساتھ قرأت کرے مقتدی نہ سورہ فاتحہ پڑھے اور نہ اس کے علاوہ کوئی اور سورہ کیوں کہ اگر مقتدی پر قرأت فاتحہ واجب ہوتی تو حضور ﷺ مقتدیوں کو حکم دیتے کہ تم میں سے ہر شخص قرأت فاتحہ سے فارغ ہونے کے بعد آمین کہے کیوں کہ سورۃ فاتحہ سے فارغ ہونے کے وقت آمین کہنا سنت ہے اور یہ بات واضح ہے کہ جب مقتدی قرأت خلف الامام میں مشغول ہوں گے تو اس حالت میں مقتدی اپنے امام کی قرأت فاتحہ سے فراغت کو سن نہیں پائیں گے اور جب یہی صورت حال ہے تو پھر مقتدی امام کے ''ولا الضالین'' کے وقت مامور بالتامین کیوں کر ہو سکتے ہیں پس معلوم ہوا کہ قرأت خلف الامام جائز نہیں اور تمام علماء کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ مقتدی امام کے ساتھ جہری نماز میں غیر فاتحہ کی قرأت نہ کرے تو اسی پر قیاس کر کے سورہ فاتحہ کا پڑھنا بھی جائز نہ ہونا چاہئے کیوں کہ مقتدیوں کا وظیفہ آمین کہنا ہے جبکہ ان کا امام قرأت فاتحہ سے فارغ ہو جائے پس مقتدیوں کو استماع قرآن کے علاوہ کسی اور چیز میں مشغول نہ ہو چاہئے۔

فضل التأمين

آمین کہنے کی فضیلت کا بیان

اخبرنا قتيبة عن مالک عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هريرة ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال اذا قال احدكم آمين وقالت الملائكة فی السماء آمين فوافقت احداهما الأخرى غفرله ماتقدم من ذنبه.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی آمین کہتا ہے اور فرشتے آسمان پر آمین کہتے ہیں تو دونوں میں سے ایک کا آمین دوسرے کے آمین کہنے سے موافق پڑ جائے گا پھر اس شخص کے گذشتہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

تشریح: امام نسائی بتانا چاہتے ہیں کہ اس حدیث کا تعلق فضل تامین سے ہے نہ کہ جہر سے یا اخفاء سے اب تامین کی فضیلت اس وقت ہوسکتی ہے کہ تین موافقات ہوں تامین امام وتامین مقتدی وتامین ملائکہ اور حدیث میں موافقت سے مراد موافقت فی القول والزمان ہے پھر ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ سے تمام فرشتے مراد ہوں اسی کو ابن بزیزہ نے اختیار کیا ہے اور بعضوں نے کہا ان میں سے حفاظت کرنے والے فرشتے مراد ہیں اور بعضوں نے کہا کہ ملائکہ متعاقبہ مراد ہیں مگر حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ قول راجح یہ ہے کہ ملائکہ سے وہ فرشتے مراد ہیں جو اس نماز میں آسمان یا زمین کے فرشتوں میں سے حاضر ہوتے ہیں کیوں کہ اعرج کی روایت جو عنوان کے تحت ہے اس میں ''وقالت الملائكة فی السماء آمين'' آیا ہے اور محمد بن عمرو کی روایت میں'' فوافق ذلک قول اهل السماء '' آیا ہے اور عبدالرزاق نے عکرمہ سے یہ الفاظ روایت کئے ہیں ''صفوف اهل الارض علی صفوف اهل السماء فاذا وافق آمين فی الارض آمين فی السماء غفر للعبد '' اور ایسی بات اپنی رائے سے کہی نہیں جاسکتی لہٰذا یہی آخری قول زیادہ قابل اعتماد ہے۔

(معارف السنن : ۲/۴۲۸ بحواله فتح الباری)

بہرحال روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آمین ملائکہ کی جنس سے ہے نہ انسان کی جنس سے کہیں یہ نہیں کہا گیا کہ ملائکہ تمہاری موافقت کرتے ہیں بلکہ یوں فرمایا ''فمن وافق تأمينه تأمين الملائكة غفرله ما تقدم من ذنبه'' معلوم ہوا کہ تأمین ملائکہ کی جنس سے ہے اور ظاہر یہی ہے کہ فرشتوں کی تامین مصلی کے قول ''اهدنا الصراط المستقيم الخ'' پر ہوتی ہے پس جو لوگ بغیر عجب اور نام ونمود اور ریا کے خالص لوجہ اللہ تعالیٰ مثل ملائکہ کے آمین کہیں گے تب ان کے گذشتہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قول الماموم اذا عطس خلف الامام

مقتدی کا کچھ پڑھنا جب وہ امام کے پیچھے چھینکے

اخبرنا قتيبة حدثنا رفاعة بن يحيى بن عبد الله بن رفاعة بن رافع عن عم ابيه معاذ بن رفاعة بن رافع عن ابيه قال صليت خلف النبى صلى الله عليه وسلم فعطست فقلت الحمد لله حمداً كثير طيباً مباركاً فيه مباركاً عليه كما يحب ربنا ويرضى فلما صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم انصرف فقال من المتكلم فى الصلوٰة فلم يكلمه احد ثم قالها الثانية من المتكلم فى الصلاة فقال رفاعة بن رافع بن عفراء أنا يارسول الله قال كيف قلت قال قلت الحمدلله حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه مباركاً عليه كما يحب ربنا ويرضى فقال النبى صلى الله عليه وسلم والذى نفسى بيده لقد ابتدرها بضعة وثلاثون ملكاً أيهم يصعد بها.

حضرت رفاعہ بن رافع ﷜ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی میں نے چھینکا پھر الحمد اللہ حمداً کثیرا آخر تک پڑھا جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ چکے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر دریافت فرمایا کون ہے نماز میں کلام کرنے والا کسی نے کوئی جواب نہیں دیا پھر یہ بات دوسری بار فرمائی کون ہے نماز میں کلام کرنے والا پس رفاعہ بن رافع بن عفراء نے کہا میں ہوں اے اللہ کے رسول حضور ﷺ نے فرمایا کس طرح پڑھا تو نے رفاعہ ﷜ نے کہا میں نے یہ الفاظ پڑھے ''الحمدللہ حمداً کثیراً'' تا آخر نبی ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے البتہ تیس سے کچھ زیادہ فرشتے ان کلمات کے لے جانے کے لئے سبقت کرتے تھے کہ کونسا ان میں سے ان کلمات کو لے جاوے۔

اخبرنا عبدالحميد بن محمد قال حدثنا مخلد قال حدثنا يونس بن ابى اسحاق عن ابيه عن عبدالجبار بن وائل عن ابيه قال صليت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما كبر رفع يديه اسفل من اذنيه فلما قرأ غير المغضوب عليهم ولاالضالين قال آمين فسمعته وانا خلفه قال فسمع رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلا يقول الحمدلله حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه فلم سلم النبى صلى الله عليه وسلم من صلاته قال من صاحب الكلمة فى الصلاة فقال الرجل انا يارسول الله وماأردت بها بأساً قال النبى صلى الله عليه وسلم لقد ابتدرها اثنا عشر ملكا فما نهنهها شئى دون العرش.

حضرت وائل بن حجر ﷜ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی جب آپ نے تکبیر کہی تو دونوں ہاتھ اپنے دونوں کانوں کی لوتک اٹھائے پھر جب'' غير المغضوب عليهم ولاالضالين ''پڑھا تو آمین کہی پس اس کو میں نے سن لیا اور میں آپ ﷺ کے پیچھے تھا وائل بن حجر ﷜ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی سے ''الحمد لله حمداً

کثیراً طیباً مبارکاً فیہ ''سنا جب نبی کریم ﷺ نے سلام پھیرا فرمایا نماز میں اس کلمہ کا پڑھنے والا کون ہے اس آدمی نے کہا میں ہوں اے اللہ کے رسول اور میں نے اس کلمہ سے کسی شر کا ارادہ کا نہیں کیا نبی ﷺ نے فرمایا البتہ بارہ فرشتے جلدی کرتے تھے کہ ان میں سے کونسا ان کلموں کو اٹھا کر لے جاوے پس کوئی چیز ان کلموں کو عرش تک پہنچنے سے مانع نہیں ہوئی۔

تشریح: اگر کسی کو نماز میں چھینک آئی پھر اس نے الحمد للہ پڑھا تو شریعت کے لحاظ سے کیا حکم ہے کوکب دری ۷۷ا پر لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ چونکہ امام مامور بالتخفیف ہے اس لئے چھینک پر وہ الحمد للہ الخ کو چھوڑ دے اور باوجود اس کے اگر پڑھ لے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ حدیث باب میں جو امر مذکور ہے اس پر سلف میں سے کسی نے عمل نہیں کیا اور کوئی بھی اس کے استحباب کا قائل نہیں لہٰذا حدیث باب کو بیان جواز پر حمل کیا جائے گا اور پڑھ لینے کی صورت میں فساد نماز نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ الحمد للہ کہنا جواب متعارف نہیں ہے بلکہ اللہ جل شانہ کی حمد ہے لیکن اگر چھینکنے والے کے جواب میں یرحمک اللہ کہا تو بلا شبہ نماز فاسد ہو جائے گی کیوں کہ یہ خطاب ہے اس میں خطاب کا کاف موجود ہے اور لوگوں میں یہ گفتگو جاری بھی ہے تو ان کے کلام سے ٹھہرا اس لئے نماز فاسد ہو جائے گی ''صرح بہ فی الدر المختار وفصلہ ابن عابدینؒ'' بہرحال حدیث باب جس واقعہ کو بیان کر رہی ہے وہ ایک واقعہ جزئیہ ہے اس سے استدلال کرتے ہوئے یہ کہنا درست نہیں کہ بحالت نماز چھینک پر الحمد للہ کہنا مستحب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جامع ماجاء فی القرآن

ان روایات متفرقہ کے بیان میں جو قرآن کے بارے میں وارد ہوئی ہیں

اخبرنا اسحاق بن ابراھیم قال انبانا سفیان عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ قالت سأل الحرث بن ھشام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف یأتیک الوحی قال فی مثل صلصلۃ الجرس فیفصم عنی وقد وعیت عنہ وھو أشدہ علیّ واحیاناً یأتینی فی مثل صورۃ الفتی فینبذہ الیَّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا آپ کو وحی کس طرح آتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا کبھی کبھی میرے پاس وحی آتی ہے مثل آواز جرس کے اور یہ قسم وحی کی مجھ پر بہت زیادہ سخت ہوتی ہے پس وحی موقوف ہوتی ہے اس حال میں کہ میں اس سے یاد کر چکا ہوتا ہوں اور کبھی کبھی فرشتہ ایک جوان آدمی کی شکل میں آتا ہے پس وہ وحی کو میرے قلب میں اتار دیتا ہے۔

اخبرنا محمد بن سلمۃ والحرث ابن مسکین قرأۃ علیہ وأنا اسمع واللفظ لہ عن ابن القاسم قال حدثنی مالک عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ ان الحرث بن ھشام سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف یأتیک الوحی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احیانا یأتینی فی مثل صلصلۃ الجرس

وهو اشده علی فیفصم عنی وقد وعیت ماقال واحیانا یتمثل لی الملک رجلا فیکلمنی فاعی مایقول قالت عائشة ولقد رأیته ینزل علیه فی الیوم الشدید البرد فیفصم عنه وان جبینه لیتفصد عرقاً.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حارث بن ہشام نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ آپ کو وحی کیوں کر آتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا کبھی کبھی جرس کی آواز کی طرح آتی ہے اور یہ قسم وحی کی مجھ پر نہایت شاق گزرتی ہے پھر وحی منقطع ہو جاتی ہے اس حال میں کہ اس نے جو کچھ بتلایا اس کو یاد کر چکا ہوتا ہوں اور کبھی فرشتہ آدمی کی صورت میں آکر مجھ سے کلام کرتا ہے تو میں اس کی بات یاد کر لیتا ہوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں البتہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ پر نہایت سردی کے موسم میں وحی اترتی تھی جب وحی آپ ﷺ سے منقطع ہوتی تو بیشک آپ ﷺ کی پیشانی مبارک سے پسینہ بہتا تھا۔

اخبرنا قتیبة قال حدثنا ابوعوانة عن موسیٰ بن ابی عائشة عن سعید بن جبیر عن ابن عباس فی قوله عزوجل لاتحرک به لسانک لتعجل به ان علینا جمعه وقرانه قال کان النبی صلی الله علیه وسلم یعالج من التنزیل شدة وکان یحرک شفتیه قال الله عزوجل لاتحرک به لسانک لتعجل به ان علینا جمعه وقرانه قال جمعه فی صدرک ثم تقرأه فاذا قرأناه فاتبع قرآنه قال فاستمع له وانصت فکان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا أتاه جبریل استمع فاذا انطلق قرأه کما أقرأه.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اللہ عزوجل کے قول "لاتحرک به لسانک لتعجل به ان علینا جمعه وقرانه" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ آیات وحی کو یاد رکھنے کے لئے (جبرئیل علیہ السلام کی قرأت کے وقت میں) اپنی زبان اور لبوں کو حرکت دیتے تھے اور یہ عمل حضور ﷺ پر سخت گزرتا تھا جس کے آثار نمایاں ہوتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "لاتحرک به لسانک لتعجل به ان علینا جمعه وقرانه " ابن عباس رضی اللہ عنہ اس کی تفسیر میں کہتے ہیں قرآن کو تمہارے سینہ میں جمع کر دینا ہمارے ذمہ ہے پھر قرآن کو تمہاری زبان سے جاری کرنا بھی ہمارے ذمہ ہے "فاذا قرأناه فاتبع قرآنه" کی تفسیر میں فرماتے ہیں قرآن کو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس کے نزول کے بعد جب جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے تو غور سے سنتے جبرئیل علیہ السلام کی قرأت کو پھر جب جبرئیل علیہ السلام چلے جاتے تو حضور ﷺ قرآن کو بالکل اسی طرح پڑھتے تھے جس طرح جبرئیل علیہ السلام نے پڑھایا۔

اخبرنا نصربن علی قال انبانا عبدالاعلی قال حدثنا معمر عن الزهری عن عروة عن ابن مخرمة ان عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال سمعت هشام بن حکیم بن حزام یقرأ سورة الفرقان فقرأ فیها حروفا لم یکن نبی الله صلی الله علیه وسلم أقرأنیها قلت من أقرأک هٰذه السورة قال رسول الله صلی الله علیه وسلم قلت کذبت ما هکذا اقرأک رسول الله صلی الله علیه وسلم فأخذت بیده اقوده الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلت یارسول الله انک اقرأتنی سورة الفرقان وانی سمعت هذا یقرأ فیها حروفاً

لم تكن أقرأتنيها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقرأ ياهشام فقرأ كما كان يقرأ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم هكذا انزلت ثم قال اقرأ ياعمر فقرأت فقال هكذا انزلت ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان القرآن انزل على سبعة احرف.

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ہشام بن حکیم بن حزام سے سورۃ الفرقان پڑھتے سنا وہ یہ سورۃ کئی طرح سے پڑھتے تھے برخلاف اس کے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو پڑھائی تھی میں نے پوچھا یہ سورۃ آپ کو کس نے پڑھائی انہوں نے جواب دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں نے کہا جھوٹ بولتے ہو اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو نہیں پڑھائی پھر میں نے اس کو ہاتھ سے پکڑ کر کھینچتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ بیشک آپ نے مجھے سورۃ فرقان پڑھائی اور بیشک میں نے اس سے سنا کہ سورۃ فرقان چند طریقوں سے پڑھتا ہے آپ نے مجھے اتنے طریقوں سے نہیں پڑھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ہشام پڑھ پس ہشام نے پڑھی جس طرح وہ پڑھتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح اتاری گئی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پڑھ اے عمر پس پڑھی میں نے پھر فرمایا اسی طرح اتاری گئی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک قرآن سات طرح پر اتارا گیا ہے۔

اخبرنا محمد بن سلمة والحارث بن مسكين قرأة عليه وانا اسمع واللفظ له عن ابن القاسم قال حدثني مالك عن ابن شهاب عن عروة بن الزبير عن عبدالرحمن بن عبدالقاری قال سمعت عمر بن الخطاب رضي الله عنه يقول سمعت هشام بن حكيم يقرأ سورة الفرقان على غير ماأقرأها عليه وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم أقرأ نيها فكدت ان اعجل عليه ثم امهلته حتى انصرف ثم لببته بردائه فجئت به الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت يارسول الله انى سمعت هذا يقرأ سورة الفرقان على غير ما أقرأ تنيها فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم اقرأ فقرأ القرأة التى سمعته يقرأ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم هكذا انزلت ثم قال لى اقرأ فقرأت فقال هكذا انزلت ان هذا القرآن أنزل على سبعة احرف فاقرؤا ماتيسر منه.

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ سورۃ الفرقان جس طرح سے میں پڑھتا تھا اس کے برعکس ہشام بن حکیم سے پڑھتے ہوئے سنا اور سورۃ فرقان مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی پس میں قریب تھا کہ قرأت تمام کرنے سے پہلے اس پر جلدی کروں یعنی اس کو کھینچ کر لے جاؤں پھر میں نے اس کو مہلت دی یہاں تک کہ پڑھنے سے فارغ ہوا پھر میں اس کی گردن میں چادر ڈال کر کھینچنے لگا اور کھینچتا ہوا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا پھر میں نے کہا یا رسول اللہ بیشک میں نے اس سے سنا ہے کہ سورۃ فرقان اس کے خلاف پڑھتا ہے جس طرح پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو پڑھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہشام سے فرمایا پڑھ پس ہشام نے اسی طرح پڑھا جو میں نے اس کو پڑھتے سنا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح اتاری گئی پھر فرمایا مجھ سے

پڑھ تو میں نے پڑھی پھر فرمایا اسی طرح اتاری گئی بیشک یہ قرآن سات طرح پر اتارا گیا ہے پس پڑھو جو اس میں سے تم کو آسان ہو۔

اخبرنا یونس بن عبدالاعلی قال حدثنا ابن وهب قال اخبرنی یونس عن ابن شهاب قال اخبرنی عروة بن الزبیر ان المسوربن مخرمة وعبدالرحمن بن عبدالقاری اخبراه انهما سمعا عمر بن الخطاب یقول سمعت هشام بن حکیم یقرأ سورة الفرقان فی حیاة رسول الله صلی الله علیه وسلم فاستمعت لقرأته فاذا هو یقرؤها علی حروف کثیرة لم یقرئنیها رسول الله صلی الله علیه وسلم فکدت أساوره فی الصلاة فتصبرت حتی سلم فلما سلم لببته بردائه فقلت من اقرأک هذه السورة التی سمعتک تقرؤها فقال أقرأنیها رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلت کذبت فوالله ان رسول الله صلی الله علیه وسلم هو أقرأنی هذه السورة التی سمعتک تقرؤها فانطلقت به اقوده الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلت یارسول الله انی سمعت هذا یقرأ سورة الفرقان علی حروف لم تقرئنیها وانت اقرأتنی سورة الفرقان فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ارسله یا عمر اقرأ یاهشام فقرأ علیه القرأة التی سمعته یقرؤها قال رسول الله صلی الله علیه وسلم هکذا انزلت ثم قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اقرأ یا عمر فقرأت القرأة التی اقرأنی قال رسول الله صلی الله علیه وسلم هکذا انزلت ثم قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان هذا القرآن انزل علی سبعة احرف فاقرؤا ماتیسر منه.

مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن عبدالقاری دونوں نے عروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی اطلاع دی کہ ہم نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی حیاۃ مبارکہ میں ہشام بن حکیم سے سورۃ الفرقان پڑھتے سنا میں نے اس کی قرأت کو غور سے سنا تو وہ اس سورۃ کو مختلف طریقوں سے پڑھتا تھا اتنے طریقوں سے مجھے رسول اللہ ﷺ نے اس سورہ کی تعلیم نہیں دی پس مجھے اتنا غصہ آیا کہ میں اس پر نماز کی حالت میں حملہ کر دوں پھر میں نے بتکلف اپنے نفس کو قابو میں رکھا اس کے سلام پھیرنے تک پھر جب اس نے سلام پھیرا تو میں نے اس کی گردن میں چادر ڈال کر اس کو کھینچا پھر میں نے کہا یہ سورہ جس کو میں نے تم سے پڑھتے سنا ہے تمہیں کس نے پڑھائی ہشام نے کہا یہ سورہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی میں نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو اللہ کی قسم بیشک یہ سورہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو پڑھائی پھر میں اس کو کھینچ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا اور عرض کیا یا رسول اللہ بیشک میں نے اس سے سورۃ الفرقان کو ئی لغات پر پڑھتے سنا ہے حالانکہ آپ ہی نے مجھ کو سورۃ الفرقان پڑھائی مگر اتنے لغات پر نہیں پڑھائی پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عمر اس کو چھوڑ دے اے ہشام پڑھ پس ہشام نے اس کو حضور ﷺ کے سامنے اس طرح سے پڑھا جو میں نے اس کو پڑھتے سنا تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسی طرح اتاری گئی پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عمر پڑھ پس میں نے اسی طرح پڑھی جس طرح سے رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو پڑھائی رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا اسی طرح اتاری گئی پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک یہ قرآن سات لغات پر نازل کیا گیا ہے پس پڑھو اس میں سے جو تم کو آسان ہو۔

اخبرنا محمد بن بشار قال حدثنا محمد بن جعفر غندر قال حدثنا شعبة عن الحكم عن مجاهد عن ابن ابی ليلی عن ابی بن كعب ان رسول الله صلی الله عليه وسلم كان عنداضاة بنی غفار فاتاه جبرئيل عليه السلام فقال ان الله عزوجل يأمرک ان تقرئ امتک القرآن علی حرف قال أسال الله معافاته ومغفرته وان أمتی لاتطيق ذلک ثم أتاه الثانية فقال ان الله عزوجل يامرک ان تقرئ امتک القرآن علی حرفين قال أسال الله معافاته ومغفرته وان امتی لاتطيق ذلک ثم جاء ه الثالثة فقال ان الله عزوجل يامرک ان تقرئ امتک القرآن علی ثلاثة احرف فقال أسال الله معافاته ومغفرته وان امتی لاتطيق ذلک ثم جاء ه الرابعة فقال ان الله عزوجل يامرک ان تقرئ امتک القرآن علی سبعة احرف فايما حرف قرؤا عليه فقد أصابوا قال ابوعبدالرحمن هذا الحديث خولف فيه الحكم خالفه منصور بن المعتمر رواه عن مجاهد عن عبيد بن عمير مرسلاً.

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بنی غفار کے غدیر کے پاس تشریف فرما تھے آپ ﷺ کے پاس جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے پھر عرض کیا بیشک اللہ عزوجل آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی امت کو ایک ہی لغت میں قرآن پڑھائیں حضور ﷺ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے اس کی فیاضی اور مغفرت کی درخواست کروں گا اور بیشک میری امت اس کی طاقت نہیں رکھ سکتی پھر جبرئیل علیہ السلام دوسری بار حضور ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا بیشک اللہ عزوجل آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی امت کو دو لغت پر قرآن پڑھائیں حضور ﷺ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے اس کی فیاضی اور مغفرت کی درخواست کروں گا بیشک میری امت اس کی طاقت نہیں رکھ سکتی پھر جبرئیل علیہ السلام تیسری بار حضور ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ اللہ عزوجل آپ کو حکم فرماتا ہے کہ آپ اپنی امت کو تین لغات پر قرآن پڑھائیں حضور ﷺ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے اس کی فیاضی اور مغفرۃ کی درخواست کروں گا بیشک میری امت اس کی طاقت نہیں رکھ سکتی پھر جبرئیل علیہ السلام چوتھی بار حضور ﷺ کے پاس آئے پھر عرض کیا کہ اللہ عزوجل آپ کو حکم فرماتا ہے کہ آپ اپنی امت کو سات لغات پر قرآن پڑھائیں آپ کی امت جس لغت پر بھی پڑھے گی ان کی قرأت درست ہوگی۔

ابوعبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ اس حدیث میں حکم کی مخالفت کی گئی ہے اس کی مخالفت منصور بن معتمر نے کی ہے انہوں نے اس کو مجاہد سے عبید بن عمیر سے بطور مرسل بیان کیا ہے۔

اخبرنی عمروبن منصور قال حدثنا ابوجعفر بن نفيل قال قرأت علی معقل بن عبيدالله عن عكرمة بن خالد عن سعيد بن جبير عن ابن عباس عن ابی بن كعب قال اقرأنی رسول الله صلی الله عليه وسلم

فبینا انا فی المسجد جالس اذ سمعت رجلا یقرؤها یخالف قرأتی فقلت له من علمک هذه السورة فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلت لا تفارقنی حتی نأتی رسول الله صلی الله علیه وسلم فأتیته فقلت یارسول الله ان هذا خالف قراء تی فی السورة التی علمتنی فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اقرأیا ابی فقرأتها فقال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم احسنت ثم قال للرجل اقرأ فقرأ فخالف قراء تی فقال له رسول الله صلی الله علیه وسلم احسنت ثم قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یا أبی انه انزل القرآن علی سبعة احرف کلهن شاف کاف قال ابوعبدالرحمن معقل بن عبید الله لیس بذلک القوی.

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو ایک سورۃ پڑھائی اس کے بعد جب میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا اتفاق سے اسی سورہ کو ایک آدمی سے پڑھتے سنا وہ میری قرأت کے خلاف پڑھتا تھا میں نے اس سے پوچھا تم کو یہ سورۃ کس نے سکھائی اس نے کہا رسول اللہ ﷺ نے میں نے کہا تم مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے جب تک کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس نہ جائیں تو میں نے اس کو حضور ﷺ کے پاس لایا پھر عرض کیا یارسول اللہ آپ نے جو سورۃ مجھ کو سکھلائی تھی اس شخص نے اس کو میری قرأت کے خلاف پڑھا پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابی پڑھ پس میں نے وہ سورۃ پڑھی رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تو نے اچھا پڑھا پھر اس آدمی سے فرمایا پڑھ اس آدمی نے میری قرأت کے خلاف پڑھی رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا تو نے اچھا پڑھا پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابی بیشک قرآن سات لغات پر اتارا گیا ہے پس ہر لغت ان میں سے شافی وکافی ہے۔

اخبرنی یعقوب ابن ابراهیم قال حدثنا یحییٰ عن حمید عن انس عن ابی قال ماحاک فی صدری منذ اسلمت الا انی قرأت آیة وقرأها آخر غیر قراء تی فقلت أقرأنیها رسول الله صلی الله علیه وسلم وقال الآخر أقرأنیها رسول الله صلی الله علیه وسلم فأتیت النبی صلی الله علیه وسلم فقلت یا نبی الله أقرأتنی آیة کذا وکذا قال نعم وقال الآخر ألم تقرئنی آیة کذا وکذا قال نعم ان جبرئیل ومیکائیل علیهما السلام آتیانی فقعد جبرئیل عن یمنی ومیکائیل عن یساری فقال جبریل علیه السلام أقرا القرآن علی حرف قال میکائیل استزده حتی بلغ سبعة احرف فکل حرف شاف کاف.

حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں جب سے میں مسلمان ہوا میرے دل میں کوئی کھٹکا نہیں گذرا مگر یہ کہ ایک آیت میں نے پڑھی اور دوسرے نے اس کو میری قرأت کے خلاف پڑھا میں نے کہا یہ آیت مجھے رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی اور دوسرے نے کہا کہ یہ آیت مجھے رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا پھر عرض کیا اے اللہ کے نبی آپ نے مجھے فلانی آیت اس طرح اس طرح پڑھائی حضور ﷺ نے فرمایا ہاں اور دوسرے نے کہا کہ کیا آپ نے مجھے فلانی آیت اس طرح اس طرح نہیں پڑھائی حضور ﷺ نے فرمایا ہاں بیشک جبرئیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام دونوں میرے

پاس آئے پس جبرئیل علیہ السلام میرے دائیں جانب بیٹھے اور میکائیل علیہ السلام بائیں جانب جبرئیل علیہ السلام نے کہا قرآن کو ایک لغت پر پڑھا کیجئے میکائیل علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ سے زیادتی کی درخواست کیجئے اللہ تعالیٰ سے زیادتی طلب کیجئے حتی کہ سات لغات پر پہنچا پس ان میں سے ہر لغت کافی وشافی ہے۔

اخبرنا قتيبة عن مالک عن نافع عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال مثل صاحب القرآن كمثل صاحب الابل المعلقة اذا عاهد عليها أمسكها وان اطلقها ذهبت.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صاحب قرآن کا حال اس اونٹ والے کے حال کی مانند ہے جس نے اپنا اونٹ رسی سے باندھ رکھا ہے اگر اس کی دیکھ بھال کرے تو وہ اس کے قابو میں رہتا ہے اور اگر اس کو چھوڑ دے تو بھاگتا ہے۔

اخبرنا عمران بن موسىٰ قال حدثنا يزيد بن زريع قال حدثنا شعبة عن منصور عن ابى وائل عن عبدالله عن النبى صلى الله عليه وسلم قال بئسما لأحدهم ان يقول نسيت آية كيت وكيت بل هو نسى استذكروا القرآن فانه اسرع تفصيا من صدور الرجال من النعم من عقله.

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں میں سے کسی کے واسطے ایسا کہنا اچھا نہیں کہ میں فلانی اور فلانی آیت بھول گیا بلکہ یوں کہے کہ بھلا دیا گیا قرآن کو یاد کرتے رہو اس لئے کہ قرآن لوگوں کے سینوں سے بہت جلد نکلنے والا ہے بہ نسبت چار پایوں کے اپنی رسیوں سے۔

تشریح: عنوان کے تحت کی پہلی روایت میں حارث بن ہشام نے نبی کریم ﷺ سے وحی کے متعلق سوال کیا آپ ﷺ کے پاس وحی کس طرح آتی ہے اس کے جواب میں حضور ﷺ نے دو صورتیں ارشاد فرمائیں کبھی تو یہ صورت ہوتی ہے کہ مجھے ایک آواز گھنٹی کی طرح سنائی دیتی ہے اس آواز جرسی کی اصل حقیقت حضور اکرم ﷺ سے منقول نہیں لیکن شارحین نے اپنی رائے سے اس کی کئی وجہ بیان کی ہیں بعض کہتے ہیں کہ ملائکہ کے پروں کی آواز تھی بعض کہتے ہیں کہ تنبیہ کرنے کے لئے پہلے آواز آتی تھی بعض کہتے ہیں کہ یہ خود اس وحی کی آواز ہوتی ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وحی کے وقت ملکیتہ کا زور اور بشریت کا تنزل ہوتا ہے جس میں باہم ایک منازعت سی پیدا ہونے سے جسم میں ایک عظیم انقلاب پیدا ہوتا ہے جس سے یہ جھنجناہٹ کی سی آواز بھی کان میں آتی ہے اور پسینہ بھی آجاتا ہے بظاہر بیہوشی کی سی حالت بھی ہوجاتی۔ والعلم عند اللہ

حضور ﷺ فرماتے ہیں یہ قسم وحی کی مجھ پر سب سے دشوار ہوتی ہے اس کے بعد جب وہ کیفیت دور ہوجاتی ہے تو جو وحی میں ارشاد ہوا تھا وہ مجھ کو محفوظ ہوجاتا ہے اور کبھی یوں ہوتا ہے کہ فرشتہ کسی آدمی کی صورت میں میرے سامنے آجاتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے پھر جو کچھ وہ کہتا ہے میں اس کو یاد کر لیتا ہوں۔

وحی کے وقت ایک دوسری آواز کا بھی ذکر ہے

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی کی کسی قسم میں کبھی اس آواز کے خلاف بھی ہوتی تھی جو حدیث باب میں بیان فرمائی ہے چنانچہ امام احمدؒ اور ترمذیؒ وغیرہما نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت سے سورۃ المؤمنین کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آتی تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک کے پاس شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح کچھ بھنبھناہٹ سنی جاتی تھی ایک روز ایسا ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے لگی تو ہم تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو گئے جب وحی کی کیفیت ختم ہو گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر دعاء کی اے اللہ ہم کو مزید عطا فرما کمی نہ کر ہم کو عزت عطا فرما اور ذلیل نہ کر ہم کو اور زیادہ دے اور محروم نہ رکھ ہم کو دوسروں پر ترجیح دے اور دوسروں کو ہم پر برتری نہ دے اور ہم کو اپنے سے راضی رہنے کی توفیق بخش اور تو ہم سے راضی ہو جا اس کے بعد فرمایا مجھ پر دس آیات اتری ہیں جو شخص ان پر پورا پورا عمل کرے گا وہ ضرور جنت میں داخل ہو گا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ''قد افلح المؤمنون '' سے دس آیات تلاوت فرمائیں۔

امام نسائی نے اس حدیث کو منکر کہا ہے لیکن حاکم نے صحیح قرار دیا ہے اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی میں کبھی ایسی آواز بھی ہوتی تھی جس کو کبھی بلند فطرت صحابی بھی سن لیا کرتا تھا لیکن پھر بھی اس کا ادراک صرف ایک غیبی صوت کے سوا کچھ نہ ہوتا نہ تو اس کے حروف سنے جاتے نہ معنی مفہوم ہوتے بلکہ صرف ایک بسیط آواز ہوتی عجیب بات ہے کہ حدیث باب میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس آواز کو تشبیہ دی تو گھنٹی کی آواز سے تشبیہ دی اور یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آواز کو دوی نحل یعنی شہد کی مکھی کی آواز سے تشبیہ دی ہے علماء نے لکھا ہے کہ گھنٹی کی آواز گو بلحاظ شریعت ناپسندیدہ ہے لیکن وحی کو اس کے ساتھ اس لحاظ سے تشبیہ دی گئی ہے کہ وہ بھی ایک بسیط آواز ہوتی ہے اور بے جہت سنائی دیتی ہے مکھیوں کی سلسلہ وار بھنبھناہٹ سے بھی اسی طرح کی آواز پیدا ہوتی ہے یعنی اس کا شروع اور خاتمہ الگ الگ ممتاز محسوس نہیں ہوتا صرف گھنٹی کی طرح ایک بسیط آواز معلوم ہوتی ہے ان دونوں تشبیہوں پر اگر آپ غور کریں تو واضح ہو گا کہ وہ ایک ہی حقیقت کی ترجمانی کر رہی ہیں فرق ہو تو شاید صرف اتنا ہی ہو کہ صاحب وحی کو وہ آواز کچھ زیادہ تیز محسوس ہوتی ہو اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو صلصلۃ الجرس یعنی گھنٹی کی آواز سے تشبیہ دی ہو اور سامعین میں جس کو اس غیبی صوت کا سننا نصیب ہوتا ہو اس کو خفیف اور ہلکی محسوس ہوتی ہو اس سے یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے کہ وحی کی حقیقت خواب وخیال سے یقیناً بالاتر ہے عالم خواب کا سارا تماشا صرف سونے والے کے سامنے ہوتا ہے اور یہاں آثار وحی سامعین پر بھی درجہ بدرجہ نمودار ہوتے تھے حتی کہ بعض اوقات وحی کی بے کیف آواز کا ادراک بھی ہوتا تھا دیکھئے کہ نزول وحی کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو متاثر ہوتے ہی تھے لیکن اس حالت میں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر کسی دوسرے کے جسم کے ساتھ متصل ہو جاتا تو وہ بھی وحی کی عظمت سے پس پس جاتا تھا اب مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم کے ان مختلف احساسات کے بعد بھی کیا وحی کو محض ایک دماغی تخیل کہا جا سکتا ہے۔ والعیاذ باللہ

وحی کے وقت ایک تیسری قسم کی آواز کا بھی ذکر ہے

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ ﷜ بطور مرفوع روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب آسمان پر کسی بات کا فیصلہ فرماتے ہیں تو فرشتے اس فرمان کی عظمت اور دہشت سے اپنے پر اس طرح مارتے ہیں جیسے پتھر پر زنجیر لگتی ہے اور اس سے ایک آواز پیدا ہوتی ہے یہاں بعض راویوں نے اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ وہ آواز ان کے آر پار ہو جاتی ہے جب خوف اور دہشت کی یہ کیفیت ان کے قلوب سے دور ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے سے دریافت کرتے ہیں پروردگار نے کیا حکم دیا تو جو ان میں مقرب ہیں وہ جواب دیتے ہیں وہی حکم دیا جو درست و مناسب تھا اور وہ بڑا عالیشان اور سب سے بڑا ہے۔ (رواہ البخاری)

اس حدیث میں وحی کے وقت ایک تیسری قسم کی آواز کا بھی ذکر ہے لیکن ان تینوں پر اگر آپ غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ اصل غرض سب جگہ ایک ہی ہے پتھر پر زنجیر کی آواز بھی گھنٹی کی آواز کی طرح ایک گونج رکھتی ہے اس میں بھی سننے والے کو کسی خاص جہت کا ادراک نہیں ہوتا بلکہ ایک بسیط اور مسلسل آواز محسوس ہوتی ہے اور بس۔

ہم اس قسم کی بحثوں کا فیصلہ کرنا غیر ضروری سمجھتے ہیں اور غیر مفید بھی فلاسفۂ قدیم کو عام انسانی آواز کی سماع کی حقیقت میں اختلاف رہا ہے پھر ہمارا کیا حوصلہ ہے کہ ہم وحی کی آواز کی حقیقت میں لب کشائی کر سکیں عالم غیب کے امور کے متعلق سب سے معتدل اور آسان راستہ یہی ہے کہ ان پر یقین رکھا جائے اور اس کا اعتراف کر لیا جائے اور بس۔

اگر وہ ہمارے دائرہ ادراک کی چیز ہوتی تو پھر اس کو عالم غیب کہنا ہی کیوں کر درست ہوتا عالم غیب ہے وہی جو ہمارے حواس و ادرکات کے دسترس سے باہر ہو اس لئے اس کی اطلاع کے لئے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے ہیں اور ان ہی کے اعتماد پر اس پر یقین کرنے کے لئے ہم مکلف بنائے گئے ہیں لیکن صرف ایک نظیر کے طور پر ٹیلیگراف یعنی تار کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے یہاں بھی عام سامعین کو صرف ایک کھٹکے کی بے معنی آواز آتی ہے لیکن جو اس کا رمز شناس ہوتا ہے وہ اس آواز کو اسی طرح سمجھ لیتا ہے جس طرح کہ آپ عام بات چیت کو سمجھ لیتے ہیں اسی طرح حضور ﷺ بھی وحی کی آواز سلسلۃ الجرس کی طرح سنتے اور اس کا مطلب پورا پورا سمجھ لیتے یا دوسری شکل ٹیلیفون کی ہے جس میں خود متکلم باتیں کرتا ہے مگر یہاں بھی مخاطب کے سوا کوئی اور دوسرا شخص اس آواز کو نہیں سنتا لیکن جو نہیں سنتا وہ سننے والے کے اعتماد پر ٹیلیفون کی تمام خبروں کا پورا یقین کر لیتا ہے اور اپنے دل میں دروغ بیانی یا اس کے وہم و خیال ہونے کا کوئی احتمال بھی نہیں لاتا فرق ہے تو بس اتنا ہے کہ یہاں اس کو یہ اعتماد حاصل ہوتا ہے کہ اس آواز کو ہر انسان سن سکتا ہے اور اگر چاہے تو وہ خود بھی سن سکتا ہے مگر وحی نہ ہر انسان پر آتی ہے اور نہ ہر انسان اس کی آواز سن سکتا ہے مگر کسی بات پر یقین کرنے کے لئے کیا یہ بھی کوئی اصول ہے کہ جب تک خود اس بات کو بلا واسطہ معلوم نہ کر لیا جائے اس کا یقین نہ کیا جائے پھر کیا بنی اسرائیل کی ضدی قوم نے حضرت موسیٰ ﷤ سے یہی فرمائش نہیں کی تھی کہ جب ہم رب العزت کا کلام خود بلا واسطہ نہ سن لیں اس وقت تک محض آپ کے بیان پر یقین نہیں لا سکتے حضرت موسیٰ ﷤ کی خاطر آخر ان کی یہ ہٹ بھی پوری کی گئی لیکن جن کو نہیں ماننا تھا وہ اس پر بھی نہ مانے اور یہ حیلہ اور انکار کھڑا کیا کہ جب تک متکلم خود ہمارے سامنے آ کر

بالمشافہ آمنے سامنے گفتگو نہ کرے ہمیں اس پسِ پردہ گفتگو پر کوئی اعتماد نہیں ہوسکتا گویا اس قوم کا مطالبہ یہ تھا کہ جو بات خود ان کے نبی کے لئے ممکن نہ تھی وہ ان کے لئے ممکن ہوجائے اور اگر بالفرض یہ بھی ہوجاتا تو یقیناً وہ کوئی اور تیسرا بہانہ نکال لیتے۔

پس نبوت اور وحی اور عالم غیب کے ہر ہر جزئی کے لئے علیحدہ علیحدہ دلائل کی فکر میں نہ پڑیئے اور انبیاء علیہم السلام پر ایمان لے آنے کے بعد جو بات وہ کہتے ہیں ان کے اعتماد پر آپ اس کو مان ہی لیجئے جب ہی راہ راست سے بھٹکے ہوئے انسان کو ہدایت نصیب ہوجاتی ہے پھر جب وحی کی حقیقت ہی ایک غیبی حقیقت ہے تو اس کے اقسام میں بھی یقیناً یہی صفت ہونی چاہئے اس لئے ہم اس پر بھی کچھ زیادہ کلام کرنا نہیں چاہتے جتنا قرآن پاک کے ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ وحی کی ایک صورت تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ خود نبی کے باطن میں کوئی بات القاء فرمادے نہ کوئی آواز مسموع ہو اور نہ فرشتے کا واسطہ ہو دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ جل شانہ اپنے نبی پر کچھ القاء فرمائے مگر پس پردہ جیسا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کوہ طور پر تیسری صورت یہ ہے کہ فرشتہ آئے اور اس کے ذریعہ سے وحی نازل ہو اس کی پھر دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ فرشتہ انسانی صورت میں متشکل ہو کر آئے دوم یہ کہ نبی کے باطن میں تصرف کر کے اس کو ملکوتیتہ کے قریب کردیا جائے اس دوسری صورت میں چونکہ خود آپ کی ذات قدسی صفات میں تصرف کیا جاتا تھا اس لئے اس وحی کی یہ قسم آپ پر شدید ہوتی تھی یوں تو وحی کی جو قسم بھی تھی وہ شدید ہی تھی مگر اس قسم میں اس تصرف کی وجہ سے اس کی شدت میں اضافہ ہوجاتا تھا اس کے علاوہ وحی کی جتنی قسمیں ہیں وہ سب ان ہی میں سے کسی نہ کسی قسم میں داخل ہیں قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے **"ماکان لبشر ان یکلمه الله الا وحیا اومن وراء حجاب ویرسل رسولاً فیوحی باذنه مایشاء "** اور کسی آدمی کی طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے باتیں کرے مگر اشارہ سے یا پردہ کے پیچھے سے یا کوئی پیغام لانے والا فرشتہ بھیجے پھر پہنچادے اس کے حکم سے جو وہ چاہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں جو اس باب میں سب سے پہلے روایت کی گئی ہے تیسری قسم کا ذکر ہے دوسری قسم کا ذکر اس لئے نہیں کیا گیا کہ اس کا وجود ہی نادر تھا وحی کی یہ صورت یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کوہ طور پر پیش آئی تھی یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شب معراج میں پیش آئی اس کی تفصیلی بحث کے بعد صاحب ترجمان السنہ فرماتے ہیں کہ حضرت استاذ مولانا محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہ کا مختار یہ تھا کہ شب معراج میں نوازش کی ابتداء مکالمہ اور وحی سے شروع ہوئی تھی اور رویت پر جاکر منتھی ہوگئی تھی یعنی شروع میں مکالمہ ہوتا رہا مگر اس وقت تک رویت نہ ہوئی اور جب مکالمہ ختم ہوگیا تو اب رب السمٰوات والارضین نے اپنے دیدار سے آپ کو مشرف فرمایا۔

(ترجمان السنه: جلد۳)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کی روایت جو عنوان کے تحت مذکور ہے اس میں آیا ہے **"ان القرآن انزل علی سبعة احرف "** یہ ارشاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کی قرأت پر سخت غصہ آیا ہشام بن حکیم سورۃ الفرقان کئی طرح سے پڑھ رہے تھے اس کو سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آگیا اور حضرت ہشام رضی اللہ عنہ کو گلے کے کپڑے سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں لے گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی قرأت سنی اور دونوں کی

قرأت کو درست فرمایا پھر ارشاد مذکور فرمایا اس حدیث کی صحت میں کسی کو کلام نہیں مگر حرف کے معنی میں علماء کا بہت کچھ اختلاف ہے چنانچہ تفسیر اتقان میں چالیس قول نقل کئے ہیں مگر مصنف تفسیر حقانیؒ نے لکھا ہے کہ میں نے جہاں تک علماء محققین کے اقوال اور احادیث صحیحہ میں نظر کی اور مختلف عنوان میں اس حدیث کے مطلب پر غور کیا تو یہ معلوم ہوا کہ سات حرف سے قبائل عرب یا خاص قبائل قریش کے وہ مختلف محاورات مراد ہیں کہ جن سے مطلب میں کچھ تغیر نہ آئے اور ہر ایک کو ادا کرنے میں آسانی ہو جائے چنانچہ حضور اکرم ﷺ کی استدعاء کے موافق اس امر کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دیدی تھی مگر حضور ﷺ لوگوں کو قرآن اسی طرز پر یاد کراتے اور کاتبوں سے اسی طریق پر لکھواتے تھے جو خالص آپ کی زبان تھی پس جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں قرآن جمع کیا گیا تو خاص اسی طرز پر جمع کیا گیا اور باقی وجوہ کہ جن کی ایک عارضی طور سے اجازت تھی رفع اختلاف کے لئے کتابت میں نہ آئیں اس وقت وہ سبعہ احرف باقی نہ رہے گو اپنے طور پر کوئی پڑھا کرے مگر اس مصحف میں درج نہ کئے گئے پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں اس نسخہ سے پانچ یا سات نسخے انہیں کے حافظوں کے اہتمام سے نقل کرا کے اطراف وجوانب میں بھیجے ان میں بھی وہ سبعہ احرف چھوڑ دیئے گئے کیوں کہ یہ نسخے تو خاص اسی نسخے سے نقل ہوئے تھے جو خاص آنحضرت ﷺ کی زبان کے موافق لکھا گیا تھا الغرض قرآن جب لکھا گیا تو خط کوفی میں خاص اسی طرز پر لکھا گیا تھا کہ جو حضور ﷺ نے اپنی حیاۃ میں حفاظ کو یاد کرادیا اور کاتبوں سے لکھوایا تھا باقی وہ جو کچھ بطریق تفسیر تھا اور بعض لوگوں نے اس کو اپنے مصاحف میں متبرک سمجھ کر لکھ لیا تھا کہ جس کو منسوخ التلاوہ کہتے ہیں اور ان عام محاورات کو کہ جن کی بضرورت اجازت تھی چھوڑ دیا کیوں کہ وہ درحقیقت قرآن نہ تھی پھر جن کو اس رسم الخط میں تردد ہوتا تھا تو اس کو صحابہ پھر تابعین وغیرہم علماء اپنی یاد سے دور کردیتے تھے بعد ازاں جب یہ دیکھا کہ مصاحف کثرت سے پھیل گئے اور اسلام سینکڑوں بلکہ ہزاروں کوس اور مختلف قوموں میں پہنچ گیا کہ جن کی عربی زبان نہیں ہے تو عام سہولت کے لئے قرآن پر تابعین ہی کے زمانہ میں اعراب زبر وزیر و مد وجزم لگائے گئے اور آیات اور اوقاف کے نشان دیئے گئے کہ جس سے ہر شخص بلا کم وکاست اور بلا تغیر بخوبی قرآن حکیم پڑھ سکتا ہے اور ہر طرح کی غلطی سے محفوظ رہ سکتا ہے اللہ تعالیٰ متقدمین کو جزاء خیر عطاء فرمائے کہ ان کی کوشش اور محنت کا یہ نتیجہ ہے کہ نزول کے زمانہ سے آج تک ہر ملک اور ہر قوم میں ایک ہی قرآن ہے کسی جگہ بھی حروف یا شوشہ یا نقطہ کا فرق نہیں و للہ الحمد۔

(تفسیر حقانی)

باب کے ذیل کی حدیث جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اگر جانور کی نگرانی نہ کرے اور وہ رسی سے کھل جائے تو بھاگ جائے گا اسی طرح قرآن پاک کی اگر حفاظت نہ کی جائے تو وہ سینے سے نکل جاتا ہے اور بھول جاتا ہے۔

آخری حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں یہ ارشاد فرمایا "**بئسما لاحدهم ان يقول الخ**" بئسما نکرہ موصوفہ ہے اور ان یقول مخصوص بالذم ہے "**ای بئس شيئا كائنا للرجل قوله نسيت آية**" مطلب اس کا یہ ہے کہ بھول گیا کہنا اس لئے منع ہے کہ وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ میں بوجہ بے پروائی کے فلانی فلانی آیت کو چھوڑ دیا اور بھول گیا

بلکہ یوں کہے بھلا دیا گیا اس کے کہنے میں حسرت اور غم کا ظاہر کرنا ہے اپنی اس غفلت اور کوتاہی پر جو اس سعادۃ اور نعمت کی حفاظت میں کی ہے۔(کذا فی اللمعات)

القراءة فی رکعتی الفجر

فجر کی دونوں رکعتوں میں قرأت کا بیان

اخبرنی عمران بن یزید قال حدثنا مروان بن معاویة الفزاری قال حدثنا عثمان بن حکیم قال اخبرنی سعید بن یسار ان ابن عباس اخبره ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرأ فی رکعتی الفجر فی الأولی منهما الآیة التی فی البقرة قولوا امنا باللہ وما انزل الینا الی آخر الایةوفی الاخری امنا باللہ واشهد بانا مسلمون.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سنت فجر کی پہلی رکعت میں وہ آیت پڑھتے تھے جو سورۃ بقرۃ میں ہے یعنی ''قولوا امنا باللہ وما انزل الینا'' آخر تک اور دوسری رکعت میں ''امنا باللہ واشهد بانّا مسلمون''۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورۃ کا بعض حصہ پڑھنا خاص طور سے سورۃ کے درمیان میں سے مکروہ نہیں چنانچہ سنت فجر کی دو رکعت میں پہلی رکعت میں حضور ﷺ سورۃ بقرہ میں سے ''قولوا امنا باللہ الخ'' پڑھتے اور دوسری رکعت میں سورۃ آل عمران میں سے ''امنا باللہ واشهد بانا مسلمون'' پڑھتے اور یہ دونوں آیتیں حضور ﷺ سورہ فاتحہ کے بعد پڑھتے تھے چونکہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا ایک واضح امر ہے اس کی قرأت کی بہت سی حدیثوں میں تاکید فرمائی ہے اس لئے راوی نے اس کا ذکر چھوڑ دیا ہے۔(کذا قال علامة السندھی فی ھامشه علی النسائی: ۱/۱۱۰)

باب القراءة فی رکعتی الفجر بقل یا ایها الکافرون وقل هو اللہ أحد

سنت فجر کی دو رکعتوں میں ''قل یایها الکافرون وقل هو اللہ احد'' پڑھنے کا بیان

اخبرنا عبدالرحمٰن بن ابراهیم دحیم قال حدثنا مروان قال حدثنا یزید بن کیسان عن ابی حازم عن ابی هریرة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ فی رکعتی الفجر قل یاایها الکافرون وقل هو اللہ احد.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی دو رکعتوں میں ''قل یاٰ ایها الکافرون اور قل هو اللہ احد'' پڑھتے تھے۔

تشریح: کبھی کبھی سنت فجر کی دو رکعتوں میں سورۃ الکافرون پہلی رکعت میں اور دوسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھتے تھے یعنی سورہ فاتحہ کے بعد جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے اور ان دونوں سورتوں کی قرأت سے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورہ یا اس کے قائم مقام چیز کا ملانا واجب ہے مثلاً چھوٹی تین آیتیں ہوں یا بڑی ایک آیت ہو۔(مرقات: ۲/۲۹۵)

تخفيف ركعتي الفجر

فجر کی دونوں رکعتیں ہلکی پڑھنے کا بیان

اخبرنا اسحق بن ابراهيم قال انبأنا جرير عن يحيىٰ بن سعيد عن محمد بن عبدالرحمن عن عمرة عن عائشة قالت ان كنت لأرى رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى ركعتي الفجر فيخففهما حتى اقول اقرأ فيهما بام الكتاب.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں بیشک مجھے بخوبی معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی سنت دو رکعتیں پڑھتے تھے اور اس قدر ہلکی پڑھتے حتی کہ میں کہتی کہ آپ نے ان دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھی کہ نہیں۔

''حتى اقول الخ'' کلام سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ مجھے سورہ فاتحہ کی قرأت میں شک ہوتا تھا کہ حضور ﷺ نے سورہ فاتحہ پڑھی یا نہیں اور نہ اس طرح کے کلام سے اس کا قصد کیا جاتا ہے بلکہ مقصد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مبالغہ فی التخفیف ہے یعنی یہ دونوں رکعتیں بہت ہی ہلکی ہوتی تھیں۔

القراءة في الصبح بالروم

صبح کی نماز میں سورۃ روم کا پڑھنا

اخبرنا محمد بن بشار قال حدثنا عبدالرحمن قال انبأنا سيفان عن عبدالملك بن عمير عن شبيب ابى روح عن رجل من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم عن النبى صلى الله عليه وسلم انه صلى صلاة الصبح فقرأ الروم فالتبس عليه فلما صلى قال ما بال اقوام يصلون معنا لا يحسنون الطهور فانما يلبس علينا القرآن اولئک .

شبیب ابی روح نبی کریم کے اصحاب میں سے ایک آدمی سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے صبح کی نماز میں سورہ روم تلاوت فرمائی پس حضور ﷺ پر قرأت مشتبہ ہوگئی حضور ﷺ نے سلام پھیر کر فرمایا لوگوں کو کیا ہوگیا ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں مگر وہ اچھی طرح وضو نہیں کرتے پس یہی لوگ ہم پر قرأت قرآن میں گڑبڑ کردیتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ التباس قرأت کا باعث وضو ناقص ہے کہ قوم میں سے کسی نے اچھی طرح وضو نہیں کیا کہ کوئی سنت یا آداب اس سے رہ گئے ہوں گے پس وضو کامل نہیں ہوا اس کا اثر حضور ﷺ کے قلب پر پڑا جس کے باعث قرأت میں اشتباہ پیدا ہوگیا ملا علی قاریؒ نے مرقات: ۱/۳۳۰ پر علامہ طیبیؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اس حدیث میں ان لوگوں کے لئے باعث عبرت ہے جو تاثیر صحبت سے بے خبر ہیں کیا وہ لوگ غور نہیں کرتے کہ بعض امتی کے عدم احسان فی الطہور سے سید

المرسلین ﷺ کے قلب پر اثر پڑا کہ قرآن کی قرأت میں خلط ملط ہونے لگا تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو شب وروز اہل فسق اور اہل بدعت کی مصاحبت میں گرفتار ہیں'' العیاذ باللہ منه ''۔

القراء ة فی الصبح بالستین الی المائة

صبح کی نماز میں ساٹھ سے سو آیات تک پڑھنے کا بیان

اخبرنا محمد بن اسماعیل بن ابراهیم قال حدثنا یزید قال انبانا سلیمان التیمی عن سیار یعنی ابن سلامة عن ابی برزة أن رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یقرأ فی صلاة الغداة بالستین الی المائة.

حضرت ابی برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز میں ساٹھ سے سو آیات تک پڑھتے تھے۔

القراء ة فی الصبح بقاف

صبح کی نماز میں سورہ قاف پڑھنے کا بیان

اخبرنا عمران بن یزید قال حدثنا بن ابی الرجال عن یحییٰ بن سعید عن عمرة عن ام هشام بنت حارثة بن النعمان قالت ماأخذت قٓ والقرآن المجید الامن وراء رسول الله صلی الله علیه وسلم کا ن یصلی بها فی الصبح.

حضرت ام ہشام بنت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے سورہ ق والقرآن المجید نہیں سیکھی مگر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے اقتداء کی حالت میں آپ ﷺ صبح کی نماز میں یہ سورہ پڑھتے تھے۔

اخبرنا اسماعیل بن مسعود ومحمد بن عبدالاعلی واللفظ له قالٰ حدثنا خالد عن شعبة عن زیاد بن علاقة قال سمعت عمی یقول صلیت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم الصبح فقرأ فی احدی الرکعتین والنخل باسقات لها طلع نضید قال شعبة فلقیته فی السوق فی الزحام فقال قٓ.

حضرت زیاد بن علاقہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے اپنے چچا سے سنا وہ کہتے تھے میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی آپ ﷺ نے دونوں رکعتوں میں سے ایک رکعت میں ''والنخل باسقات لها طلع نضید ''اور لمبے لمبے کھجور کے درخت جو گچھے سے خوب گوندھے ہوئے ہوتے ہیں پڑھا شعبہؒ کہتے ہیں میں نے بازار میں ایک بڑے مجمع میں زیاد بن علاقہ سے ملاقات کی تو انہوں نے کہا سورۃ قٓ پڑھی تھی۔

تشریح: والنخل باسقات سے وہ سورہ مراد ہے جو اس آیت پر مشتمل ہے جزء بول کر راوی نے پوری سورہ قٓ والقرآن المجید مراد لی ہے۔

القراء ة فی الصبح باذا الشمس کورت

صبح کی نماز میں ''اذا الشمس کورت'' پڑھنے کا بیان

اخبرنا محمد بن ابان البلخی قال حدثنا وکیع بن الجراح عن مسعر والمسعودی عن الولید بن سریع عن عمرو بن حریث قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرأفی الفجر اذا الشمس کورت.

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو فجر کی نماز میں ''اذا الشمس کورت'' پڑھتے سنا۔

القراء ة فی الصبح بالمعوذتین

صبح کی نماز میں معوذتین پڑھنے کا بیان

اخبرنا موسیٰ بن حزام الترمذی وھٰرون بن عبداللہ واللفظ لہ قالا حدثنا ابو اسامة قال اخبرنی سفیان عن معاویة بن صالح عن عبدالرحمن بن جبیر بن نفیر عن ابیہ عن عقبة بن عامر انہ سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن المعوذتین قال عقبة فأمنا بھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صلاة الفجر.

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے معوذتین کے بارے میں سوال کیا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں سورتوں کے ساتھ فجر کی نماز میں ہماری امامت فرمائی۔

تشریح: حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے معوذتین یعنی ''قل اعوذ برب الفلق ''اور''قل اعوذ برب الناس '' کی فضیلت کے بارے میں سوال کیا تھا کیوں کہ حضور ﷺ نے ان کو ان دونوں کے پڑھنے کا حکم دیا تھا جبکہ انہوں نے حضور ﷺ سے سوال کیا اے اللہ کے رسول کیا میں دفع شر کے لئے سورہ ہود اور سورہ یوسف پڑھوں جیسا کہ اگلے عنوان کے تحت اس کا ذکر آ رہا ہے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق حضور ﷺ نے ان دونوں سورتوں کے ساتھ امامت اس لئے کی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ دونوں سورتیں عظیم الشان ہیں جو دو بڑی سورتوں کے قائم مقام ہیں ورنہ حضور ﷺ کی عادت مبارکہ یہی تھی کہ آپ فجر کی نماز میں بڑی سورتیں پڑھتے تھے۔

(کذا قال علامة السندھیؒ فی ھامشہ علی النسائی : ۱/۱۱۱)

باب الفضل فی قراء ة المعوذتین

معوذتین پڑھنے کی فضیلت کا بیان

اخبرنا قتیبة قال حدثنا اللیث عن یزید بن ابی حبیب عن ابی عمران اسلم عن عقبة بن عامر قال اتبعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو راکب فوضعت یدی علی قدمہ فقلت اقرئنی یارسول اللہ

سورة هود وسورة يوسف فقال لن تقرأ شيئا ابلغ عند الله من قل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس.

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب جارہا تھا پس میں اپنا ہاتھ حضور ﷺ کے قدم پر رکھا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول مجھے سورۃ ہود اور سورۃ یوسف پڑھا دیجئے حضور ﷺ نے فرمایا ''قل اعوذ برب الفلق'' اور ''قل اعوذ برب الناس'' سے بڑھ کر (باب استعاذہ) میں اور کوئی سورہ پڑھنے کے لئے نہیں پاؤ گے۔

اخبرني محمد بن قدامة قال حدثنا جرير عن بيان عن قيس عن عقبة بن عامر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم آيات أنزلت على الليلة لم يرمثلهن قط قل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس.

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آج کی رات مجھ پر ایسی آیتیں اتاری گئیں کہ مثل ان کے کبھی نہیں دیکھی گئیں یعنی ''قل اعوذ برب الفلق'' اور ''قل اعوذ برب الناس''۔

تشریح: استعاذہ کے معاملہ میں یہ دونوں سورتیں سب سے افضل ہیں کہ اس میں ہر مخلوق کی برائی سے پناہ مانگی ہے علامہ طیبی نے کہا کہ ارشاد مبارکہ ''لن تقرأشيئاً الخ'' سے حضور ﷺ کی مراد یہ ہے کہ استعاذہ کے معاملہ میں ان دونوں سورتوں کے برابر کوئی اور سورہ کامل تر نہیں اور ابن الملکؒ نے کہا کہ مراد رغبت دلانی ہے ان دونوں سورتوں کے ساتھ پناہ طلب کرنے پر۔

بہر حال باب استعاذہ میں جب کہ وہ وقت استعاذہ کا ہو تو یہ دونوں سورتیں ہر مصیبت والی چیز سے بچاؤ کے لئے سب سے زیادہ کامل اور نافع ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (مرقات ومظاهر حق)

القراءة فى الصبح يوم الجمعة

جمعہ کے روز صبح کی نماز میں قرأۃ کا بیان

اخبرنا محمد بن بشار قال حدثنا يحيىٰ بن سعيد قال حدثنا سفيان ح وانبانا عمرو بن علی قال حدثنا عبدالرحمن قال حدثنا سفيان واللفظ له عن سعد بن ابراهيم عن عبدالرحمن الاعرج عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقرأ فى صلاة الصبح يوم الجمعة الٓم تنزيل وهل اتى.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں ''الٓم تنزيل'' اور ''هل اتىٰ'' پڑھتے تھے۔

اخبرنا قتيبة قال حدثنا ابوعوانة ح واخبرنا علی بن حجر قال انبانا شريک واللفظ له عن المخول بن راشد عن مسلم عن سعيد بن جبير عن ابن عباس ان النبی صلى الله عليه وسلم كان يقرأ فی صلاة الصبح يوم الجمعة تنزيل السجدة وهل اتى على الانسان.

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے بیشک نبی ﷺ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں ''تنزیل السجدة '' اور ''هل اتى على الانسان '' پڑھتے۔

تشریح :اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن حضور اکرم ﷺ فجر کی پہلی رکعت میں ''الٓمّ تنزیل ''یعنی ''سورة السجدة '' اور دوسری رکعت میں ''هل اتى على الانسان ''یعنی ''سورة الدهر '' پڑھا کرتے تھے اب اگر کوئی شخص ان سورتوں کو جمعہ کے دن صبح کی نماز میں تبرک کے طور پر پڑھے تو کراہت نہ ہوگی مگر شرط یہ ہے کہ کبھی کبھی ان کے علاوہ دوسری سورہ بھی پڑھ لے تاکہ عوام جاہلوں کو یہ گمان نہ جم جائے کہ اس نماز کے لئے یہی سورة مقرر ہے دوسری جائز نہیں ہے پس احناف کے یہاں قول مختار یہ ہے کہ کسی نماز کے لئے کوئی سورہ یا آیت ہمیشہ کے لئے مقرر کرنا مطلقاً مکروہ ہے خواہ اس کو ضروری سمجھے یا نہ سمجھے اس کی تفصیل ہدایہ اور شروحات ہدایہ میں مذکور ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بعض نمازوں میں کچھ مصالح اور فوائد کے پیش نظر بعض خاص سورتیں پڑھنا پسند فرمائیں لیکن حتمی طور پر نہ ان کا تعین فرمایا اور نہ دوسروں کو تاکید فرمائی کہ وہ ایسا ہی کریں پس اس بارے میں اگر کوئی حضور ﷺ کا اتباع کرے اور ان نمازوں میں وہی سورتیں اکثر پڑھے تو بہتر ہے اور جو ایسا نہ کرے تو اس کے لئے بھی کوئی حرج نہیں ہے۔(معارف الحدیث)

باب سجود القرآن

قرآن کے سجدوں کا بیان

السجود فی صٓ

سورۃ صٓ میں سجدہ کا بیان

اخبرنی ابراهیم بن الحسن المقسمی قال حدثنا حجاج بن محمد عن عمرو بن ذر عن ابیه عن سعید بن جبیر عن ابن عباس ان النبی صلی الله علیه وسلم سجد فی صٓ وقال سجدها داؤد توبةً ونسجدها شکراً۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے سورہ صٓ میں سجدہ کیا اور فرمایا داؤد علیہ السلام نے سجدۂ توبہ کیا تھا اور ہم سجدۂ شکر کرتے ہیں۔

تشریح: حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ ابن السکن نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے بلکہ ابن کثیر نے کہا کہ اس حدیث کے رجال شرط امام بخاریؒ کے مطابق ہیں۔(کذا فی المرقات)

حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک قضیہ میں جو سورہ صٓ میں مذکور ہے سجدہ توبہ کے واسطے کیا تھا حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں ان کی توبہ قبول ہونے پر ہم شکر گذاری کے واسطے سجدہ کرتے ہیں اب اس میں توضیح مسئلہ یہ ہے کہ سورہ صٓ کی یہ آیت ''فاستغفر ربه وخر راکعا واناب'' پڑھنے سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے اور امام مالکؒ ہر سجدہ تلاوت کو سنت کہتے ہیں اس لئے ان کے نزدیک اس جگہ بھی سجدۂ تلاوت مسنون ہے امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک بھی سجدۂ تلاوت سنت ہے مگر امام شافعی اور امام احمدؒ کے مشہور قول میں یہ سجدہ سورۃ صٓ کا سجدۂ شکر ہے جو عزائم سجود میں سے نہیں اس لئے نماز کے اندر نا جائز ہے اور نماز سے باہر مستحب ہے اس کا جواب شیخ ابن ہمامؒ نے یہ دیا ہے کہ اس حدیث سے زائد سے زائد یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں اس سجدہ کا سبب بیان کر دیا ہے اور ہمارے لئے اس کا سبب بیان کر دیا لیکن بطور شکر اس سجدہ کا مامور ہونا اس کے واجب ہونے سے تو نہیں روکتا دیکھئے تمام فرائض اور واجبات کا وجوب اللہ تعالیٰ کے لگاتار اور مسلسل نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لئے ہی تو ہوا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو اس قدر نماز پڑھتے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دونوں قدم سوج جاتے کسی نے عرض کیا آپ اتنی عبادت کس واسطے کرتے ہیں حالانکہ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ بخشے گئے حضور ﷺ نے فرمایا ''افلا اکون عبدا شکورا'' کیا میں شکر کرنے والا بندہ نہ

بنوں۔(مرقات : ۴۰/۳)

تفسیر مظہری میں حضرت مجاہدؒ کی روایت کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا میں سورۃ ص میں سجدہ کروں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھا ''ومن ذریته داؤد وسلیمان'' سے ''فبھدا ھم اقتدہ'' تک اور فرمایا تمہارے نبی کو حکم دیا گیا ہے کہ دوسرے انبیاء کی اقتداء کریں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ جواب بتلا رہا ہے کہ آپ کے نزدیک بھی اس جگہ سجدہ تلاوت ہے یہ روایت حنفیہ کے لئے حجت اور ہمارے قول کی دلیل ہے رہا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ یہ واجب سجدوں میں سے نہیں ہے تو یہ روایت موقوف ہے اس کے مقابلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا پچھلا قول کہ میں نے حضور ﷺ کو سورۃ صٓ میں سجدہ کرتے دیکھا مرفوع ہے لہٰذا حضور ﷺ کے سجدہ کرنے سے یا حضرت داؤد علیہ السلام کے سجدکرنے سے سورۃ ص کا سجدہ واجب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ انتھی مختصرا

نیز مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں سورۃ صٓ لکھ رہا ہوں جب آیت سجدہ پر پہنچا تو دیکھا کہ دواۃ قلم اور شجر وحجر سب نے سجدہ کیا حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ حضور ﷺ کے سامنے ذکر کیا پھر تو آپ ہمیشہ سورۂ صٓ میں سجدہ کرتے تھے الفاظ اس کے یہ ہیں ''فلم یزل یسجد بھا: ۸۴/۴'' اور تفسیر ابن کثیر میں بواسطہ یزید بن زریع عن حمید عن بکر بن عبداللہ مزنی یہ الفاظ ہیں ''فلم یزل یسجد بھا بعد: ۲۹۲/۲'' کہ اس واقعہ کے بعد حضور رضی اللہ عنہ ہمیشہ جب سورۂ صٓ تلاوت فرماتے آیت سجدہ پر سجدہ کرتے تھے۔

شیخ ابن ہمامؒ کہتے ہیں کہ مواظبت سے اب سورہ صٓ کا سجدہ واجب ہونا ثابت ہوتا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول ''سجدة صٓ لیس من عزائم السجود'' سے۔

اسی طرح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت جو سند صحیح سے ابوداؤد نے ان الفاظ کے ساتھ بیان کی ہے ''قرأ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وھو علی المنبر صٓ الحدیث'' سے بظاہر جو عدم وجوب ثابت ہو رہا ہے وہ اس قصۂ خواب سے پہلے کا امر ہے اس واقعہ کے بعد یہ سجدہ عزائم سے ہوگیا۔(فتح الملھم : ۱۶۴/۲)

السجود فی والنجم

سورۃ والنجم میں سجدہ تلاوت کا بیان

اخبرنا عبدالملک بن عبدالحمید بن میمون بن مھران قال حدثنا ابن حنبل قال حدثنا ابراھیم بن خالد قال حدثنا رباح عن معمر عن ابن طاؤس عن عکرمة بن خالد عن جعفر بن المطلب بن ابی وداعة عن ابیه قال قرأ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بمکة سورة النجم فسجد وسجد من عندہ فرفعت رأسی وابیت ان اسجدولم یکن یومئذ اسلم المطلب.

جعفر بن مطلب بن ابی وداعۃ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں سورۃ والنجم پڑھی پھر آپ ﷺ نے سجدہ کیا اور مومن ومشرک جو آپ ﷺ کے پاس تھے سب نے سجدہ کیا مگر میں نے سجدہ نہیں کیا اور بات یہ ہے کہ اس وقت تک مطلب بن ابی وداعہ مسلمان نہیں ہوا۔

اخبرنا اسماعيل بن مسعود قال حدثنا خالد قال حدثنا شعبة عن ابی اسحق عن الاسود عن عبدالله ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قرأ النجم فسجد فيها.

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۃ النجم پڑھی پھر سجدہ کیا۔

ترک السجود فی النجم

سورۃ النجم میں سجدہ نہ کرنے کا بیان

اخبرنا علی بن حجر قال انبانا اسماعيل وهو ابن جعفر عن يزيد بن خصيفة عن يزيد بن عبدالله بن قسيط عن عطا بن يسار انه اخبره انه سأل زيد بن ثابت عن القراء ة مع الامام فقال لا قراء ة مع الامام فی شیٔ وزعم انه قرأ علی رسول الله صلى الله عليه وسلم والنجم اذا هوى فلم يسجد.

یزید بن عبداللہ بن قسیط روایت کرتے ہیں عطاء بن یسار سے کہ عطاء نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے امام کے ساتھ قرأت کے بارے میں سوال کیا تو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کسی نماز میں امام کے ساتھ کچھ بھی قرأت جائز نہیں ہے اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سورۃ والنجم پڑھی آپ ﷺ نے اس میں سجدہ نہیں کیا۔

تشریح: اوپر کے عنوان کے تحت کی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے سورۃ النجم میں سجدہ کیا اور حضور ﷺ کے پاس اسی مجلس میں جتنے مسلمان اور مشرک تھے سب نے سجدہ کیا مسلمانوں نے حضور ﷺ کی متابعت میں سجدہ کیا اور مشرکوں نے اس لئے سجدہ کیا کہ اپنے بتوں کے یعنی لات اور عزی اور منات کے نام سنے اور علامہ طیبیؒ نے کہا کہ اس موقع پر جتنے مشرکین نے سجدہ کیا تھا وہ بعد کو سب مسلمان ہو گئے دوسرے عنوان کے تحت کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے سجدہ نہیں کیا اس کی کیا توجیہ ہے اس کی وجہ امام شافعیؒ نے یہ بتائی ہے کہ بیان جواز کے لئے سجدہ نہیں کیا امام مالکؒ کہتے ہیں مفصل میں سجدہ تلاوت نہیں اس لئے سجدہ نہیں کیا مفصل چھوٹی سورتوں کو کہتے ہیں کہ سورہ حجرات سے آخر قرآن تک ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سجدہ تلاوت والنجم میں واجب ہے۔

آپ کی دلیل مطلب بن وداعہ کی حدیث ہے جو اوپر کے عنوان کے تحت مذکور ہے دوسری دلیل حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اس کو امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں نقل کیا ہے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ گیارہ سجدے کئے ان میں سے سورۃ النجم کا سجدہ بھی تھا نیز بزار اور دارقطنی نے بطریق ہشام بن حسان عن

ابن سیرین عن ابی ہریرۃ روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے سورۃ النجم میں سجدہ کیا اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ سجدہ کیا الحدیث اس کے تمام رجال ثقہ ہیں ان روایات سے امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے اور اس حدیث باب کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس حدیث سے سجدہ کا واجب نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا کیوں کہ یہ ایک جزئی واقعہ کا بیان ہے پس ممکن ہے کہ اس وقت جبکہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سورۃ النجم پڑھی حضور ﷺ کا وضوء نہ ہو (اس لئے سننے کے باوجود سجدہ نہیں کیا) یا ترک سجدہ اس وجہ سے ہوا کہ قرأت وقت مکروہ میں کی گئی ہو یا یہ بتانا مقصود ہو کہ سجدۂ تلاوت علی الفور واجب نہیں حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور ﷺ نے بعد میں بھی کبھی یہ سجدہ نہیں کیا۔ (فتح الملهم : ۲/۱۶۴ بحواله شيخ ابن همامؒ . مرقات: ۳/۳۴)

باب السجود فی اذا السماء انشقت

''اذا السماء انشقت''میں سجدہ کا بیان

اخبرنا قتيبة عن مالک عن عبدالله بن يزيد عن ابی سلمة بن عبدالرحمن ان اباهريرة قرأبهم اذا السماء انشقت فسجد فيها فلما انصرف اخبرهم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم سجد فيها.

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بعض صحابہ کے ساتھ سورہ ''اذا السماء انشقت'' پڑھی پھر اس میں سجدہ کیا جب سجدہ سے فارغ ہوئے تو اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے اس میں سجدہ کیا۔

اخبرنا محمد بن رافع قال حدثنا ابن ابی فديک قال انبانا ابن ابی ذئب عن عبدالعزيز بن عياش عن ابن قيس وهو محمد عن عمر بن عبدالعزيز عن ابی سلمة عن ابی هريرة قال سجد رسول الله صلى الله عليه وسلم فی اذا السماء انشقت.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ''اذا السماء انشقت'' میں سجدہ کیا۔

اخبرنا محمد بن منصور قال حدثنا سفيان عن يحيیٰ بن سعيد عن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن عمر بن عبدالعزيز عن ابی بکر بن عبدالرحمن بن الحارث بن هشام عن ابی هريرة قال سجدنا مع النبی صلى الله عليه وسلم فی اذا السماء انشقت واقرأ باسم ربک.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ ''اذا السماء انشقت'' اور ''اقرأباسم ربک'' میں سجدہ کیا۔

اخبرنا قتيبة قال حدثنا سفيان عن يحيیٰ بن سعيد عن ابی بکر بن محمد عن عمر بن عبدالعزيز عن ابی بکر بن عبدالرحمن بن الحارث بن هشام عن ابی هريرة مثله.

قتیبہ نے بھی اس حدیث کو مثل محمد بن منصور کے روایت کیا ہے۔

اخبرنا عمروبن علی قال حدثنا يحيیٰ قال حدثنا قرة بن خالد عن محمد بن سيرين عن ابی هريرة

قال سجد ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما فی اذا السماء انشقت ومن ھو خیر منھما.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے اور وہ شخص جو ان دونوں سے بہتر ہیں یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''اذا السماء انشقت '' میں سجدہ کیا۔

تشریح : یہ روایات امام مالکؒ پر حجت ہیں کہ وہ کہتے ہیں مفصل میں سجدہ نہیں یہ دونوں سورتیں مفصلات میں سے ہیں ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور خود راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے سجدہ کیا۔

السجود فی اقرأ باسم ربک

اقرأ باسم ربک میں سجدہ کرنے کا بیان

اخبرنا اسحق بن ابراھیم قال انبانا المعتمر عن قرۃ عن ابن سیرین عن ابی ھریرۃ قال سجد ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ومن ھو خیر منھما صلی اللہ علیہ وسلم فی اذا السماء انشقت واقرأ باسم ربک.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے اور ان دونوں سے بہتر شخصیت یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''اذا السماء انشقت'' اور ''اقرأ باسم ربک'' میں سجدہ کیا۔

اخبرنا اسحق بن ابراھیم قال انبانا سفیان عن ایوب بن موسی عن عطاء بن میناء عن ابی ھریرۃ ووکیع عن سفیان عن ایوب بن موسیٰ عن عطاء بن مینا عن ابی ھریرۃ قال سجدت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اذا السماء انشقت واقرأ باسم ربک.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ''اذا السماء انشقت '' اور ''اقرأ باسم ربک'' میں سجدہ کیا۔

یہ روایات بھی امام مالکؒ پر حجت ہیں کیوں کہ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''اذا السماء انشقت '' اور ''اقرأ باسم ربک'' میں سجدہ کیا ہے حالانکہ یہ دونوں سورتیں مفصلات میں سے ہیں۔

باب السجود فی الفریضة

فرض نماز میں سجدہ کرنے کا بیان

اخبرنا حمید بن مسعدۃ عن سلیم وھو ابن اخضر عن التیمی قال حدثنی بکر بن عبداللہ المزنی عن ابی رافع قال صلیت خلف ابی ھریرۃ صلاۃ العشاء یعنی العتمۃ فقرأ سورۃ اذا السماء انشقت

فسجد فیها فلما فرغ قلت یا اباھریرۃ ھذہ یَعنی سجدۃ ما کنا نسجد ھا قال سجد بھا ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم وانا خلفہ فلا ازال أسجد بھا حتی ألقی أبا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم.

ابورافع کہتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھی آپ نے سورۃ ''اذا السماء انشقت'' پڑھی اور سجدہ کیا جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے کہا اے ابوہریرہ یہ کیا کیا ہم تو اس سورہ میں سجدہ نہیں کرتے تھے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورہ میں سجدہ کیا اور میں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سجدہ کیا لہٰذا مرتے دم تک اس سورہ میں سجدہ کرتا رہوں گا یہاں تک کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملوں۔

تشریح: چونکہ لفظ عشاء کا اطلاق نماز مغرب پر کبھی کبھی کیا جاتا ہے اس لئے راوی نے یعنی العتمۃ سے وضاحت کردی کہ یہاں نماز عشاء مراد ہے۔(**کذا قال علامۃ السندھی**)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرض نماز میں سجدہ والی سورہ کا پڑھنا مکروہ نہیں مگر امام مالکؒ مکروہ کہتے ہیں المدونہ میں ہے کہ ہم نے امام مالکؒ سے پوچھا امام کا صبح کی نماز میں سجدہ والی سورۃ کا پڑھنا کیسا ہے آپ نے فرمایا امام کے لئے صبح کی نماز میں ایسی سورۃ کا پڑھنا جس میں سجدہ ہو مکروہ سمجھتا ہوں کیوں کہ اس صورت میں وہ لوگوں کی نماز کو ان پر خلط ملط کردے گا پھر بھی اگر امام نے صبح کی نماز میں کوئی سجدہ والی سورۃ پڑھ لی تو سجدہ کرے البتہ حنفیہ کے نزدیک جن نمازوں میں قرأت چپکے پڑھی جاتی ہے اور جمعہ اور عید کی نماز میں امام کے لئے آیت سجدہ کا پڑھنا مکروہ ہے چنانچہ درالمختار میں ہے ''**ویکرہ للامام ان یقرأ ھا فی مخافتۃ ونحو عید وجمعۃ الا ان تکون بحیث تودی برکوع الصلوٰۃ اوسجودھا**'' وجہ کراہت علامہ شامیؒ نے یہ بیان کی ہے کہ اگر امام سجدہ کرنا چھوڑ دے تو اس نے درحقیقت واجب کو چھوڑ دیا اور اگر سجدہ کرے تو امام اچانک سجدہ میں جائے گا تو مقتدی متحیر ہوں گے اور شک وشبہ میں پڑ جائیں گے کہ امام بجائے رکوع کے سجدے میں کیوں چلا گیا کیوں کہ آیت سجدہ پڑھنا ان کو معلوم نہیں ہے بہرحال حنفیہ کے نزدیک صرف سری نماز میں آیت سجدہ کا پڑھنا مکروہ ہے جس کی وجہ ہم نے علامہ شامی کے حوالہ سے بیان کردی اور چونکہ یہ کراہت خارجی مصلحت کی وجہ سے ہے اس لئے حدیث باب سے حنفیہ پر اعتراض وارد نہیں ہوسکتا۔(**بذل المجھود: ۳۱۸/۲**)

باب قراءۃ النھار

دن کی نماز میں قرأۃ کا بیان

اخبرنا محمد بن قدامۃ قال حدثنا جریر عن رقبۃ عن عطاء قال قال ابوھریرۃ کل صلاۃ یقرأ فیھا فما اسمعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أسمعنا کم وما اخفاھا اخفینا منکم.

حضرت عطاءؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے قرأت ہر نماز میں پڑھی جاتی ہے پس جو قرأت ہم کو رسول

اللہ ﷺ سناتے تھے ہم بھی تم کو سناتے ہیں اور جو ہم سے اخفاء کرتے تھے ہم بھی تم سے اخفاء کرتے ہیں۔

اخبرنا محمد بن عبدالاعلی قال انبانا خالد قال حدثنا ابن جریج عن عطاء عن ابی ھریرة قال فی کل صلاة قرأة فما اسمعنا رسول الله صلی الله علیه وسلم اسمعناکم وما اخفاها اخفینا منکم.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہر نماز میں قرأت ہوتی ہے پس جن نمازوں میں رسول اللہ ﷺ ہم کو قرأت سناتے تھے ہم بھی تم کو سناتے ہیں اور جن نمازوں میں آہستہ قرأت کرتے تھے ہم بھی آہستہ قرأت کرتے ہیں۔

تشریح :صاحب ہدایہؒ نے جہری اور سری قرأت کی تفصیل کے بعد فرمایا'' **هٰذا هو المتوارث** ''یعنی ہم نے اپنے متصل طبقہ والوں سے باجماعت نماز ادا کرنے کا عمل یونہی پایا اور اس طبقہ نے اپنے اوپر کے طبقہ سے اسی طرح تابعین تک اور تابعین نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے یوں ہی پایا اور صحابہ نے بلاشبہ حضور ﷺ سے یوں ہی لیا ہے اور جو عمل اس متوارث طریقہ سے ثابت ہوا اس کے لئے کسی معین نص نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔(فتح القدیر)

القراء ة فی الظهر

ظہر میں قرأت کا بیان

اخبرنا محمد بن ابراهیم بن صدران قال حدثنا سلم بن قتیبة قال حدثنا هاشم بن البریدعن ابی اسحق عن البراء قال کنا نصلی خلف النبی صلی الله علیه وسلم الظهر فنسمع منه الآیة بعد الایات من سورة لقمان والذاریات.

حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نبی ﷺ کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھتے تھے پس ہم آپ ﷺ سے سورۃ لقمان اور سورۃ والذاریات کی آیات میں سے بعض آیت سنتے تھے۔

اخبرنا محمد بن شجاع المروزی قال حدثنا ابوعبیده عن عبدالله بن عبید قال سمعت ابا بکر بن النضر قال کنا بالطف عند انس فصلی بهم الظهر فلما فرغ قال انی صلیت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم صلاة الظهر فقرألنا بهاتین السورتین فی الرکعتین بسبح اسم ربک الاعلیٰ وهل أتاک حدیث الغاشیة.

ابوعبیدہ نے عبداللہ بن عبید کی روایت سے بیان کیا کہ عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر بن نضر سے کہتے سنا کہ ہم کربلا میں انس رضی اللہ عنہ کے پاس تھے انہوں نے لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے کہنے لگے میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی آپ ﷺ نے دونوں رکعتوں میں یہ دونوں سورتیں پڑھیں'' **سبح اسم ربک الاعلی** ''اور'' **هل اتٰک حدیث الغاشیة** ''۔

تشریح :حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سری نماز میں بعض آیات جہر کے

ساتھ پڑھ کر سنا دینے سے قرأت جہری نہ ہو جائے گی اور بعض اوقات جہر قلیل سے نماز میں کوئی نقصان نہیں آتا۔ علامہ طیبیؒ نے کہا کہ فاتحہ اور سورۃ سے بعض کلمات کو بلند آواز کے ساتھ پڑھتے تا کہ لوگ معلوم کرلیں کہ فاتحہ کے بعد سورۃ پڑھتے ہیں یا فلانی سورۃ پڑھتے ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ بعض آیات کا سری نماز میں جہر کے ساتھ پڑھنا غلبۂ استغراق پر محمول ہے تدبر قرآن میں غلبۂ استغراق کی وجہ سے بعض آیات کو حضور ﷺ بلا قصد جہر کے ساتھ پڑھتے یا بیان جواز کے لئے پڑھتے یا اس لئے بعض آیات کو جہر کے ساتھ پڑھتے تا کہ لوگ جان لیں کہ حضور ﷺ فاتحہ کے بعد سورۃ پڑھتے ہیں یا فلانی سورت پڑھتے ہیں تا کہ لوگ حضور ﷺ کی اقتداء کریں ملا علی قاریؒ کہتے ہیں ہمارے نزدیک بیان جواز کے لئے امام کا جہر کے ساتھ قرأت کرنا سری نماز میں جائز نہیں کیوں کہ جہر اور اخفاء دونوں امام پر واجب ہیں البتہ بیان جواز کے قول سے اگر حافظ ابن حجرؒ یہ مراد لیتے ہیں کہ ایک یا دو آیت سنا دینے سے قرأت سریہ سے خارج ہو کر جہریہ میں داخل نہ ہو جائے گی تو پھر ہمارے خلاف نہیں۔

تطویل القیام فی الرکعة الاولی من صلاة الظهر

نماز ظہر کی پہلی رکعت میں قیام کو طویل کرنا

اخبرنا عمرو بن عثمان قال حدثنا الولید عن سعید بن عبدالعزیز عن عطیة بن قیس عن قزعة عن ابی سعید الخدری قال لقد کانت صلاة الظهر تقام فیذهب الذاهب الی البقیع فیقضی حاجته ثم یتوضأ ثم یجیئ ورسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی الرکعة الاولیٰ یطولها.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ظہر کی نماز ادا کی جاتی پس جانے والا البقیع تک چلا جاتا اور اپنی حاجت سے فارغ ہو کر واپس آتا پھر وضو کرتا پھر نماز میں شامل ہو جاتا اور رسول اللہ ﷺ پہلی رکعت میں ہوتے آپ ﷺ پہلی رکعت کو لمبا کرتے تھے۔

اخبرنی یحییٰ بن درست قال حدثنا ابو اسماعیل وهو القناد قال حدثنا خالد قال حدثنا یحییٰ بن ابی کثیر ان عبداللہ بن ابی قتادة حدثه عن ابیه عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال کان یصلی بنا الظهر فیقرأ فی الرکعتین الاولیین یسمعنا الایة کذلک وکان یطیل الرکعة فی صلاة الظهر والرکعة الاولی یعنی فی صلاة الصبح.

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمارے ساتھ ظہر کی نماز پڑھتے تھے پس پہلی دونوں رکعتوں میں قرأت پڑھتے ہم کو کبھی کوئی آیت سنا دیتے اور ظہر کی نماز میں رکعت لمبی کرتے تھے اور صبح کی نماز میں پہلی رکعت کو طویل کرتے تھے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ ظہر کی پہلی رکعت کو طویل کرتے اس کے تحت علامہ سندھیؒ

لکھتے ہیں کہ پہلی رکعت کو اس لئے طویل کرتے کہ حضور ﷺ کو معلوم تھا کہ مقتدی طویل قرأت کی رغبت رکھتے ہیں تو ایسے وقت میں پہلی رکعت کو دوسری رکعت سے طویل کرنے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے ورنہ امام کے لئے تخفیف مطلوب ہے۔

(فی هامشه علی النسائی : ۱/۱۱۲)

اور بنظر اس فائدہ کے کہ لوگ اول رکعت سمیت پوری جماعت پاویں فجر کی نماز میں پہلی رکعت کو طویل فرماتے جیسا کہ اس کا ذکر باب کے تحت کی دوسری حدیث میں آیا ہے، صاحب ہدایہؒ نے امام محمدؒ کا قول نقل کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے یعنی مستحب ہے کہ امام تمام نمازوں میں پہلی رکعت کو دوسری رکعت پر طویل کرے کیوں کہ مروی ہے کہ حضور ﷺ پہلی رکعت کو اس کے ماسوائے پر تمام نمازوں میں طویل کرتے تھے۔

اس سے صاحب ہدایہؒ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جو آگے عنوان ''تقصیر القیام الخ'' کے تحت آرہی ہے اور اس حدیث کو امام بخاریؒ و مسلمؒ نے بھی روایت کیا ہے اور علامہ عینیؒ نے ذکر کیا ہے کہ عشاء میں بھی یونہی کرتے۔ (ابو داؤد)

اور اسی قول کو امام نوویؒ نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (الزاهدی و معراج الدرایه)

باب اسماع الامام الآية فی الظهر

ظہر کی نماز میں امام کا کوئی آیت سنا دینا

اخبرنا عمران بن يزيد بن خالد بن مسلم يعرف بابن ابی جميل الدمشقی قال حدثنا اسماعيل بن عبدالله بن سماعة قال حدثنا الأوزاعی عن يحيی بن ابی كثير قال حدثنی عبدالله بن ابی قتادة قال حدثنا ابی ان رسول الله صلی الله عليه وسلم كان يقرأ بام القرآن وسورتين فی الركعتين الاوليين من صلاة الظهر وصلاة العصر ويسمعنا الآية احياناً وكان يطيل الركعة الاولی.

حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرے والد نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی کہ بیشک رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں ام القرآن یعنی سورہ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور ہم کو کبھی کوئی آیت سنا دیتے اور پہلی رکعت کو طویل کرتے تھے۔

تشریح اوپر کی روایت کے تحت گزر چکی ہے۔

تقصير القيام فی الركعة الثانية من الظهر

ظہر کی دوسری رکعت میں قیام کو مختصر کرنے کا بیان

اخبرنا عبيدالله بن سعيد قال حدثنا معاذ بن هشام قال حدثنی ابی عن يحيی بن ابی كثير قال

حدثنی عبدالله بن ابی قتادہ ان اباہ اخبرہ قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقرأ بنا فی الرکعتین الاولیین من صلاۃ الظهر ویسمعنا الآیة احیانا ویطول فی الاولی ویقصر فی الثانیة وکان یفعل ذلک فی صلاۃ الصبح یطول فی الاولیٰ ویقصر فی الثانیة وکان یقرأ بنا فی الرکعتین الاولیین من صلاۃ العصر یطول الاولی ویقصر الثانیة.

حضرت یحییٰ بن ابی کثیر کہتے ہیں مجھے سے عبداللہ بن ابی قتادہ ﷺ نے اپنے والد کے حوالہ سے حدیث بیان کی ان کے والد ابوقتادہ ﷺ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرتے تھے اور ہم کو بعض اوقات کوئی آیت سنا دیتے اور پہلی رکعت کو طویل کرتے اور دوسری رکعت کو مختصر کرتے تھے اور اسی طرح نماز صبح میں کرتے تھے پہلی رکعت میں لمبی قرأت کرتے اور دوسری رکعت میں چھوٹی قرأت اور ہمارے ساتھ نماز عصر کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرتے تھے پہلی رکعت کو طویل کرتے تھے اور دوسری رکعت کو مختصر کرتے۔

اسی حدیث کی بناء پر امام محمدؒ نے فرمایا ''احب الیَّ ان یطیل الرکعة الاولی علی الثانیة فی الصلوٰۃ کلها'' کہ مجھے زیادہ محبوب ہے یعنی مستحب ہے کہ پہلی رکعت کو دوسری رکعت پر تمام نمازوں میں طویل کرے مزید تفصیل کتب فقہ میں دیکھ لیجئے۔

القراءۃ فی الرکعتین الاولیین من صلاۃ الظهر

نماز ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت کا بیان

اخبرنا محمد بن المثنیٰ قال حدثنا عبدالرحمن بن مهدی قال حدثنا ابان بن یزید عن یحییٰ بن ابی کثیر عن عبدالله بن ابی قتادۃ عن ابیه قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقرأ فی الظهر والعصر فی الرکعتین الاولیین بام القرآن وسورتین وفی الاخریین بام القرآن وکان یسمعنا الآیة أحیانا وکان یطیل اول رکعة من صلاۃ الظهر.

عبداللہ بن ابی قتادہ ﷺ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں اُمُّ القرآن یعنی فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں ام القرآن یعنی سورہ فاتحہ پڑھتے تھے اور کبھی ہمیں کوئی آیت سنا دیتے اور نماز ظہر کی اول رکعت کو طویل کرتے تھے۔

القراءۃ فی الرکعتین الاولیین من صلاۃ العصر

نماز عصر کی پہلی دو رکعتوں میں قرأۃ کا بیان

اخبرنا قتیبة قال حدثنا ابن ابی عدی عن حجاج الصواف عن یحییٰ بن ابی کثیر عن عبدالله بن

ابی قتادة عن ابیه وعن ابی سلمة عن ابی قتادة قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقرأ فی الظهر والعصر فی الرکعتین الاولیین بفاتحة الکتاب وسورتین ویسمعنا الآیة احیاناً وکان یطیل الرکعة الاولی فی الظهر ویقصر فی الثانیة وکذالک فی الصبح.

حضرت ابوقتادہ ﷛ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دوسورتیں پڑھتے تھے اور کبھی ہمیں کوئی آیت سنا دیتے اور ظہر کی پہلی رکعت کو طویل کرتے تھے اور دوسری رکعت کو مختصر کرتے اسی طرح فجر کی نماز میں۔

اخبرنا عمرو بن علی قال حدثنا عبدالرحمن قال حدثنا حماد بن سلمة عن سماک عن جابربن سمرة ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یقرأ فی الظهر والعصر بالسماء ذات البروج والسماء والطارق ونحوهما.

حضرت جابر بن سمرہ ﷛ سے روایت ہے کہ بیشک نبی ﷺ ظہر اور عصر کی نماز میں ''**والسماء ذات البروج**'' اور ''**والسماء والطارق**'' اور ان جیسی دونوں سورتیں پڑھتے تھے۔

اخبرنا اسحق بن منصور قال حدثنا عبدالرحمن عن شعبة عن سماک عن جابربن سمرة قال کان النبی صلی الله علیه وسلم یقرأ فی الظهر والیل اذا یغشیٰ وفی العصر نحو ذٰلک وفی الصبح باطول من ذٰلک.

حضرت جابر بن سمرہ ﷛ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ ظہر میں ''**واللیل اذا یغشی**'' پڑھتے اور عصر میں مثل اس کے اور صبح کی نماز میں اس سے زیادہ طویل پڑھتے تھے۔

حضور ﷺ کی قرأت کے بارے میں روایات متعددہ آئی ہیں وہ اختلاف اوقات اور احوال پر محمول ہیں لہٰذا احادیث قرأت میں کوئی تعارض نہیں۔ (**کذا قال علامة السندی**)

تخفیف القیام والقراء ة

قیام اور قرأت کی تخفیف کا بیان

اخبرنا قتیبة قال حدثنا العطاف بن خالد عن زید بن اسلم قال دخلنا علی انس بن مالک فقال صلیتم قلنا نعم قال یا جاریة هلمی لی وضوءً ماصلیت وراء امام اشبه صلاة برسول الله صلی الله علیه وسلم من امامکم هٰذا قال زید وکان عمر بن عبدالعزیز یتم الرکوع والسجود ویخفف القیام والقعود.

زید بن اسلم کہتے ہیں ہم انس بن مالک ﷛ کے پاس گئے تو انہوں نے پوچھا تم نے نماز پڑھ لی ہم نے کہا جی ہاں پھر

انہوں نے اپنی خادمہ سے کہا میرے لئے وضو کا پانی لاؤ حضرت انس کہتے تھے میں نے کسی امام کے پیچھے ایسی نماز نہیں پڑھی جس کی نماز رسول اللہ ﷺ کی نماز کے ساتھ بہت مشابہ ہو تمہارے اس امام کی نماز سے زید بن اسلم کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز رکوع اور سجدہ کو خوب اچھی طرح کرتے تھے اور قیام اور قعود کو مختصر کرتے۔

اخبرنا هارون بن عبدالله قال حدثنا ابن ابی فدیک عن الضحاک بن عثمان عن بکیر بن عبدالله عن سلیمان بن یسار عن ابی هریرة قال ماصلیت وراء احد اشبه صلاة برسول الله صلی الله علیه وسلم من فلان قال سلیمان کان یطیل الرکعتین الاولیین من الظهر ویخفف الأخرین ویخفف العصر ویقرأ فی المغرب بقصار المفصل ویقرأ فی العشاء بوسط المفصل ویقرأ فی الصبح بطول المفصل.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کسی کے پیچھے ایسی نماز نہیں پڑھی جو بہت زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مانند ہو فلاں شخص کی نماز سے سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ وہ ظہر کی پہلی دو رکعتیں لمبی کرتے تھے اور پچھلی دو رکعتیں ہلکی کرتے اور نماز عصر کو ہلکی کرتے تھے اور مغرب میں مفصل کی چھوٹی سورتیں پڑھتے اور عشاء میں مفصل کی درمیانی سورتیں پڑھتے تھے اور صبح میں مفصل کی لمبی سورتیں پڑھتے تھے۔

تشریح: پہلی حدیث میں ''من امامکم هذا'' کا لفظ اور دوسری میں ''من فلان'' آیا ہے اس سے کون مراد ہے شارحین نے لکھا ہے کہ ''من امامکم'' سے مراد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ہیں اور یہ قول درست ہے کیوں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا انتقال اکانوے ہجری میں ہوا۔ (ذکرہ الطیبی)

اور عمر بن عبدالعزیز اکسٹھ ۶۱ ہجری میں پیدا ہوئے اور ''من فلان'' سے کون مراد ہے بعضوں نے کہا اس سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اس کو ابن الملکؒ نے نقل کیا ہے اور بعضوں نے کہا عمرو بن سلمہ بن نفیع ہیں اور بعضوں نے کہا اس سے بھی عمر بن عبدالعزیزؒ مراد ہیں مگر اس قول کو علامہ تورپشتیؒ نے ناقابل اعتماد قرار دیا ہے کیوں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اکسٹھ ۶۱ ہجری میں پیدا ہوئے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ستاون ۵۷ ہجری میں ہوا اور بعضوں نے کہا کہ اٹھاون اور بعضوں نے کہا انسٹھ ہجری میں ہوا لہٰذا ''من فلان'' سے عمر بن عبدالعزیزؒ مراد ہونے کی روایت درست نہیں اور بعضوں نے کہا اس سے مراد کوئی اور شخص ہے جو مدینہ کا امیر تھا اسی کو علامہ طیبیؒ نے قول مختار قرار دیا ہے اس حدیث میں ظہر اور عصر کا ذکر نہیں کیا ملا علی قاریؒ نے کہا ہمارے مذہب میں وہ عشاء کے ساتھ ملحق ہین بہرحال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس شخص کی نماز حضور ﷺ کی نماز سے بہت ملتی جلتی تھی جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خود فرما رہے ہیں تو جو کچھ وہ اپنے مشاہدہ سے بیان کرر ہے ہیں اس لحاظ سے اس فلانے کی نماز رکوع وسجود اور قرأت وغیرہ کے اعتبار سے بہت زیادہ حضور ﷺ کی نماز کے مشابہ تھی اور اس سے قرأت کی جو ترتیب ثابت ہوتی ہے الفاظ حدیث مذکورہ ترتیب قرأت کی مواظبت پر دلالت کر رہے ہیں اور اس کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے ہوتی ہے جو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تھا اس کو امام ترمذیؒ

نے اپنی جامع میں بطور تعلیق اور بیہقیؒ اور ابن ابی شیبہؒ اور طحاویؒ نے بطور مسند نقل کیا ہے اس فرمان میں لکھا ہوا تھا کہ مغرب میں قصار مفصل اور عشاء میں اوساط مفصل اور فجر میں طوال مفصل پڑھا کرو اور ترمذیؒ نے فرمان کے حوالہ سے ظہر میں اوساط مفصل کا ذکر کیا ہے ابن ہمام نے فتح القدیر میں نقل کیا ہے اب تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ مغرب میں قصار مفصل پڑھے اور عشاء اور عصر میں اوساط مفصل پڑھے اور فجر میں طوال مفصل پڑھے رہا ظہر کا معاملہ تو صاحب ہدایہؒ کی روایت کے مطابق ظہر میں بھی مثل فجر کے طوال مفصل ہیں اور ابن شاہین کی روایت میں اوساط مفصل ہیں ابن ہمامؒ نے کہا کہ ظہر میں طوال مفصل کی روایت میں نے نہیں دیکھی بلکہ ترمذیؒ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کے حوالہ سے بتایا کہ آپ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ظہر میں اوساط مفصل پڑھا کرو ہاں صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سے ہر ایک رکعت میں بقدر تیس (۳۰) آیت کے پڑھتے تھے تو یہ مقدار البتہ طوال مفصل کے برابر ہے واضح رہے کہ مفصلات آخر قرآن کی سورتیں ہیں مفصل ان کو اس لئے کہتے ہیں کہ فصل کے معنی ہیں جدا ہونا تو یہاں سے سورتیں چھوٹی چھوٹی ہوتی ہیں اور بوجہ درمیان میں ہونے بسم اللہ کے ایک دوسرے سے جدا ہیں ان میں طوال مفصل اور اوساط مفصل اور قصار ہیں اور طوال کی ابتداء میں اختلاف ہے چنانچہ ابن ہمامؒ کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب میں سے حلوانی وغیرہ نے کہا کہ اس کی ابتداء سورہ حجرات سے ہوتی ہے تو سورہ حجرات سے سورہ بروج تک جو سورتیں ہیں ان کو طوال مفصل کہتے ہیں اور بعضوں نے کہا سورہ قٓ سے لے کر سورہ بروج تک اور سورہ بروج سے لم یکن تک اوسط مفصل ہیں اور باقی کو قصار مفصل کہتے ہیں اور بعضوں نے کہا کہ طوال مفصل سورہ حجرات سے سورہ عبس تک ہیں اور اوساط سورہ عبس سے سورہ الضحیٰ تک اور باقی قصار مفصل ہیں۔ (مرقات وفتح القدیر)

باب القراء ة فی المغرب بقصار المفصل

مغرب میں قصار مفصل کی قرأت کا بیان

اخبرنا عبیداللہ بن سعید قال حدثنا عبداللہ بن الحارث عن الضحاک بن عثمان عن بکیر بن عبداللہ بن الأشج عن سلیمان بن یسار عن ابی ہریرۃ قال ماصلیت وراء احد اشبہ صلاۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فلان فصلینا وراء ذٰلک الانسان وکان یطیل الأولیین من الظہر ویخفف فی الأخریین ویخفف فی العصر ویقرأ فی المغرب بقصار المفصل ویقرأ فی العشاء بالشمس وضحٰھا واشباھھا ویقرأ فی الصبح بسورتین طویلتین.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی کے پیچھے ایسی نماز نہیں پڑھی جو بہت زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ ہو فلانے کی نماز سے ہم نے اس شخص کے پیچھے نماز پڑھی وہ ظہر کی پہلی دو رکعتوں کو طویل کرتے اور آخری دونوں

رکعتوں کومختصر کرتے تھے اور عصر میں ہلکی سورتیں پڑھتے اور مغرب میں مفصل کی چھوٹی سورتیں پڑھتے اور عشاء میں ''والشمس وضحها'' اور اس جیسی سورتیں پڑھتے اور فجر میں دولمبی سورتیں پڑھتے تھے۔

القراءة فی المغرب بسبح اسم ربک الاعلیٰ

مغرب میں ''سبح اسم ربک الاعلیٰ ''پڑھنے کا بیان

اخبرنا محمد بن بشار قال حدثنا عبدالرحمن قال حدثنا سفیان عن محارب بن دثار عن جابر قال مر رجل من الانصار بناضحين على معاذ وهو يصلى المغرب فافتتح بسورة البقرة فصلى الرجل ثم ذهب فبلغ ذلک النبی صلی اللہ علیه وسلم فقال افتان يا معاذ افتان يامعاذ الا قرأت بسبح اسم ربک الاعلى والشمس وضحاها ونحوهما.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک انصاری آدمی کا دو پانی لادنے والے اونٹ کے ساتھ معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف سے گزر ہوا اور معاذ رضی اللہ عنہ مغرب کی نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے سورۂ بقرۃ کی قرأت شروع کی تو اس شخص نے اپنی الگ نماز پڑھ لی پھر چلا گیا اس کی اطلاع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ کیا تو فتنہ میں ڈالنے والا ہے اے معاذ کیا تو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے تو نے ''سبح اسم ربک الاعلیٰ، والشمس وضحاها'' اور مثل ان دونوں کے سورۃ کیوں نہیں پڑھی۔

تشریح :اس حدیث میں نماز مغرب کا ذکر آیا ہے حالانکہ صحیح روایت میں نماز عشاء کا واقعہ ہونے کا ذکر ہے اور نماز عشاء ہی کا واقعہ ہونا صحیح ہے اور تعدد واقعہ پر محمول کرنا درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (قاله علامة السندهیؒ)

القراءة فی المغرب بالمرسلات

مغرب میں مرسلات پڑھنے کا بیان

اخبرنا عمرو بن منصور قال حدثنا موسیٰ بن داؤد قال حدثنا عبدالعزیز بن ابی سلمة الماجشون عن حميد عن انس عن ام الفضل بنت الحارث قالت صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فی بيته المغرب فقرأ المرسلات ماصلی بعد ها صلاة حتى قبض صلى الله عليه وسلم.

حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اپنے گھر میں مغرب کی نماز پڑھائی اس میں سورۃ المرسلات پڑھی اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی یہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔

بیان جواز کے لئے کبھی مغرب میں سورۃ المرسلات پڑھی تا کہ معلوم ہو جائے کہ یوں بھی جائز ہے اس پر مداومت نہیں فرمائی۔

اخبرنا قتيبة قال حدثنا سفيان عن الزهری عن عبيدالله عن ابن عباس عن امه انها سمعت النبی

صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی المغرب بالمرسلات.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنی والدہ اُم الفضل سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ سے مغرب میں سورہ مرسلات پڑھتے سنا۔

القراء ة فی المغرب بالطور

مغرب میں سورۂ طور پڑھنے کا بیان

اخبرنا قتیبة عن مالک عن الزهری عن محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیه قال سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقرأ فی المغرب بالطور .

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے مغرب میں سورۂ طور پڑھتے سنا۔

القراء ة فی المغرب بحٰم الدخان

مغرب میں سورۂ حٰم الدخان پڑھنے کا بیان

اخبرنا محمد بن عبدالله بن یزید المقرئ قال حدثنا ابی قال حدثنا حیوة وذکر آخر قالا حدثنا جعفر بن ربیعة ان عبدالرحمن بن هرمز حدثه ان معاویة بن عبدالله بن جعفر حدثه ان عبدالله بن عتبة بن مسعود حدثه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قرأ فی صلاة المغرب بحٰم الدخان.

حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے معاویہ بن عبداللہ سے حدیث بیان کی کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے مغرب کی نماز میں حٰم الدخان پڑھی۔

تشریح: اس حدیث کا راوی عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھتیجا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا وہ کوفہ میں قیام پذیر تھے اور کبار تابعین میں سے تھے انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وغیرہ سے حدیث سنی اور چونکہ اسناد حدیث میں ان کے بعد صحابی کا واسطہ ساقط ہے اس لئے حدیث مرسل ہے امام نسائیؒ نے اس کو بطریق ارسال روایت کیا ہے مغرب کی دونوں رکعتوں میں سورۃ الدخان پوری پڑھی یا کچھ حصہ اس کا۔(مرقات: ۲/۳۰۸)

القراء ة فی المغرب بالٓمٓصٓ

مغرب میں الٓمٓصٓ یعنی سورۃ الاعراف پڑھنے کا بیان

اخبرنا محمد بن سلمة قال حدثنا ابن وهب عن عمرو بن الحارث عن ابی الاسود انه سمع عروة بن الزبیر یحدث عن زید بن ثابت انه قال لمروان یااباعبدالملک اتقرأ فی المغرب بقل هو الله احد وانا

اعطیناک الکوثر قال نعم قال فمحلوفه لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فیھا باطول الطولیین آلمٓصٓ.

حضرت عروہ بن الزبیر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے حدیث بیان کرتے تھے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مروان سے کہا اے ابوعبدالملک کیا تم مغرب میں "قل ھو اللہ احد" اور "انّا اعطیناک الکوثر" پڑھتے ہو مروان نے جواب دیا ہاں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا قسم اللہ کی البتہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب میں دو طویل سورتوں میں سے زیادہ لمبی سورۃ آلمٓصٓ پڑھتے تھے۔

اخبرنا محمد بن عبدالاعلٰی قال حدثنا خالد قال حدثنا ابن جریج عن ابن ابی ملیکۃ اخبرنی عروۃ بن الزبیر ان مروان بن الحکم اخبرہ ان زید بن ثابت قال مالی اراک تقرأ فی المغرب بقصار السور وقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فیھا باطول الطولیین قلت یا ابا عبداللہ ما أطول الطولیین قال الأعراف.

مروان بن حکم نے عروہ بن زبیر کو بتایا کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مجھ سے کہتے ہیں کیا بات ہے میں تم کو مغرب میں چھوٹی سورتیں پڑھتے دیکھتا ہوں حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب میں دوطویل سورتوں میں سے زیادہ لمبی سورۃ پڑھتے دیکھا ہوں ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں میں نے عروہ سے پوچھا اے ابوعبداللہ دولمبی سورتوں میں سے زیادہ لمبی سورۃ کونسی ہے انہوں نے کہا سورۃ الاعراف۔

اخبرنا عمرو بن عثمان قال حدثنا بقیۃ وابوحیوۃ عن ابن ابی حمزۃ قال حدثنا ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ فی صلاۃ المغرب بسورۃ الاعراف فرقھا فی رکعتین.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز میں سورۃ الاعراف پڑھی اس کو مغرب کی دونوں رکعتوں میں متفرق طور سے پڑھا۔

تشریح: بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ مروان بن حکم مغرب کی نماز میں ہمیشہ سورۃ الاخلاص اور سورۃ الکوثر پڑھتے تھے حالانکہ قرآن میں سے کسی نماز کے واسطے کوئی سورہ یا آیت معین کر لینا اور ہمیشہ اسی کا پڑھنا ضروری سمجھنا اس طرح کہ سوائے اس کے جائز نہیں ہے شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ ہے کیوں کہ اس سے اس خاص نماز میں بقیہ قرآن کا چھوڑنا لازم آتا ہے گویا اس نماز کو بقیہ قرآن سے حصہ ہی نہیں ہے پس مروان کی اس مداومت اور التزام پر انکار کرتے ہوئے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اتقرأ فی المغرب الخ" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کے لئے مناسب ہے کہ وہ کبھی کبھی تبرک کے طور پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ رکھنے کی غرض سے ان سورتوں کو بھی پڑھے جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا۔

(کذافی ھامش النسائی لعلامۃ السندی : ۱/۱۱۴)

یہاں پر ایک یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اوپر کی احادیث مذکورہ میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نماز مغرب میں سورہ مرسلات اور سورۃ الطور اور سورۃ الدخان اور سورۃ الاعراف پڑھتے یہ سورہ زیادہ طویل ہے سورہ انعام سے لیکن باب ماقبل کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مغرب میں قصار مفصل پڑھتے تھے اور ہم پیچھے عرض کر چکے ہیں کہ اس کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے ہوتی ہے جو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تھا (نیز امام بخاریؒ نے باب المواقیت) میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی روایت کے حوالہ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں ہم نماز مغرب حضور ﷺ کے ساتھ پڑھتے پھر اپنی بستی کی طرف لوٹنے کے بعد اگر کوئی تیر پھینکتا تو دیکھتا کہاں گرا ہے پس یہ احادیث مغرب میں تخفیف قرأت پر دلالت کر رہی ہیں اور یہی قول کہ مغرب میں قصار مفصل ہیں امام طحاویؒ کی روایت کے مطابق احناف اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور جمہور کا ہے چنانچہ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت رافع بن خدیج کے بیان کے مطابق جب ایسے وقت میں حضور ﷺ نماز مغرب سے فارغ ہوتے تو پھر اس میں ناممکن ہے کہ حضور ﷺ نماز مغرب میں پورا سورۂ اعراف یا اس کا نصف پڑھ لیا ہو علاوہ اس کے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عشاء کی نماز میں سورۂ بقرہ پڑھی باوجود اس کے عشاء کا وقت وسیع ہے اس میں سورۃ بقرہ کی گنجائش ہے اس وقت اس پر حضور ﷺ نے انکار فرمایا اس تعارض کا جواب حافظ ابن حجرؒ نے دیا ہے جس سے احادیث میں مطابقت ہو جاتی ہے آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ بعض اوقات یا تو بیان جواز کے لئے مغرب میں لمبی قرأت کرتے یا مقتدیوں کی عدم مشقت اور ان کی رغبت دیکھ کر طویل سورہ پڑھتے اور حضرت ام الفضل اور جبیر بن مطعم وغیرہما کی حدیثوں میں یہ منصوص نہیں کہ ان سورتوں پر مداومت فرمائی اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بطور انکار والی مدینہ مروان بن حکم سے جو کچھ کہا تھا اس سے ان کی مراد سورۃ الاعراف کی قرأت پر مواظبت نہ تھی بلکہ یہ مراد تھی کہ اس سورہ کا بھی خیال رکھنا چاہئے میں نے اس کو مغرب میں حضور ﷺ سے پڑھتے سنا۔(فتح الملهم : ۲/ ۸۱)

مزید تفصیل وہاں مذکور ہے خلاصہ یہ ہے کہ مغرب میں قصار مفصل مستحب ہیں کیوں کہ حضور ﷺ کا معمول اکثر اوقات میں اسی طرح پر تھا اس باب میں اخبار و آثار بکثرت ہیں اسی پر اکثر فقہاء کا عمل ہے اور احناف و امام مالکؒ و امام شافعیؒ اور جمہور علماء اسی کے قائل ہیں باقی خاص سورتیں جو مغرب میں پڑھنے کے بارے میں احادیث مذکورہ میں وارد ہیں اس کی وہی توجیہہ ہے جو ہم نے حافظ ابن حجرؒ اور علامہ سندھیؒ کے حوالہ سے اوپر نقل کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

القراءة فى الركعتين بعد المغرب

بعد مغرب دو رکعتوں میں قرأت کا بیان

اخبرنا الفضل بن سهل قال حدثنى ابو الجواب قال حدثنا عمار بن زريق عن ابى اسحق عن ابراهيم بن مهاجر عن مجاهد عن ابن عمر قال رمقت رسول الله صلى الله عليه وسلم عشرين مرة يقرأ

فی الرکعتین بعد المغرب وفی الرکعتین قبل الفجر قل یاایها الکافرون وقل هو الله احد.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیسوں (۲۰) مرتبہ دیکھا کہ آپ مغرب کے بعد دورکعتوں میں اور فجر سے پہلے دورکعتوں میں ''قل یا ایها الکافرون'' اور ''قل هو الله احد'' پڑھتے تھے۔ مطلب حدیث کا یہ ہے کہ میں نے اکثر مرتبہ حضور ﷺ کو یہ دونوں پڑھتے دیکھا تحدید مراد نہیں۔

الفضل فی قراء ۃ قل هو الله احد

''قل هو الله احد'' کی قرأت کی فضیلت کا بیان

اخبرنا سلیمان بن داؤد عن ابن وهب قال حدثنا عمروبن الحارث عن سعید بن ابی هلال ان ابا الرجال محمد بن عبدالرحمن حدثه عن امه عمرة عن عائشة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم بعث رجلا علی سریة فکان یقرأ لاصحابه فی صلاتهم فیختم بقل هو الله احد فلما رجعوا ذکروا ذلک لرسول الله صلی الله علیه وسلم فقال سلوه لای شئی فعل ذلک فسألوه فقال لانها صفة الرحمن عزوجل فانا أحب ان اقرأبها قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اخبروه ان الله عزوجل یحبه.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو لشکر کی ایک جماعت پر امیر بنا کر بھیجا اور وہ اپنے ساتھیوں کی امامت کرتا اور اپنی قرأت ''قل هو الله احد'' کے ساتھ ختم کرتا جب لوگ لوٹے تو رسول اللہ ﷺ کے روبرو اس کا ذکر کیا حضور ﷺ نے فرمایا اس سے پوچھو اس طرح کس واسطے کرتا ہے اس سے پوچھا تو اس نے کہا ایسا اس لئے کرتا ہوں بیشک اس میں رحمٰن عزوجل کی صفت ہے اس لئے میں پسند کرتا ہوں یہ کہ اس کو پڑھوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو بتادو کہ اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔

اخبرنا قتیبة عن مالک عن عبیدالله بن عبدالرحمن عن عبید بن حنین مولی آل زید بن الخطاب قال سمعت اباهریرة یقول اقبلت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فسمع رجلا یقرأ قل هو الله احد الله الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفواً احدفقال رسول الله صلی الله علیه وسلم وجبت فسألته ماذا یارسول الله قال الجنة.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جارہا تھا آپ نے ایک آدمی سے سنا کہ وہ ''قل هو الله احد الله الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفواً'' پڑھ رہا تھا پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واجب ہوئی یعنی اس کے لئے میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول کیا واجب ہوئی فرمایا بہشت۔

اخبرنا قتیبة عن مالک عن عبدالرحمن بن عبدالله بن عبدالرحمن بن ابی صعصعة عن ابیه عن ابی

سعید الخدری ان رجلا سمع رجلا یقرأ قل هو اللہ احد یرددها فلما اصبح جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکر ذلک له فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ انها لتعدل ثلث القرآن.

حضرت ابوسعید خدری ﷛ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے اور ایک آدمی سے سنا کہ وہ ''قل هو اللہ احد '' کو بار بار پڑھ رہا تھا پھر جب صبح ہوئی تو نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا پھر آپ ﷺ کے روبرو اس کا ذکر کیا پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے بیشک یہ سورہ تہائی قرآن کے برابر ہے۔

اخبرنا محمد بن بشار قال حدثنا عبدالرحمن قال حدثنا زائدۃ عن منصور عن هلال بن یساف عن ربیع ابن خثیم عن عمرو بن میمون عن ابن ابی لیلی عن امرأۃ عن ابی ایوب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قل هو اللہ احد ثلث القرآن قال ابوعبدالرحمن ماأعرف اسناداً أطول من هذا.

حضرت ابوایوب ﷛ روایت کرتے ہیں نبی ﷺ سے آپ ﷺ نے فرمایا ''قل هو اللہ احد'' تہائی قرآن ہے۔

تشریح: پہلی حدیث جو حضرت عائشہ ﷝ سے مروی ہے اس میں آیا ہے کہ جس آدمی کو نبی کریم ﷺ نے لشکر پر امیر بنایا تھا وہی امامت بھی کرتا تھا وہ اپنی قرأت سورۃ الاخلاص کے ساتھ ختم کرتا اس کا ایک مطلب ملاعلی قاریؒ نے بیان کیا ہے کہ ہر نماز کی آخری رکعت میں بعد سورہ فاتحہ کے سورۃ الاخلاص پڑھتا اور حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد یا فاتحہ اور سورہ کے بعد سورۂ اخلاص پڑھتا ملاعلی قاری کہتے ہیں کہ معنی اول جو ہم نے بتائے ہیں وہ بہتر ہیں کیوں کہ اس صورت میں سب کے نزدیک نماز بلا کراہت ہوتی ہے بہرحال جب لشکر کے لوگ حضور ﷺ کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہوئے تو انہوں نے حضور ﷺ سے اس امیر کے عمل کا ذکر کیا حضور ﷺ نے فرمایا اس سے دریافت کرو کیوں ایسا کرتا تھا لوگوں نے اس امیر سے پوچھا تو اس نے عرض کیا کہ یہ بلاشبہ رحمٰن کے اوصاف ہیں جو اس سورۃ میں بیان کئے گئے ہیں اس لئے میں اس کو پڑھنا پسند کرتا ہوں حضور ﷺ نے فرمایا اس کو بشارت دو کہ بیشک اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت رکھتا ہے یہاں پر یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں تو محبت کا استعمال محال ہے چنانچہ علامہ طیبیؒ کہتے ہیں کہ مرغوب اور لذت والی چیزوں کی طرف نفس کی خواہش اور میلان کو محبت کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے اس لئے ارشاد مذکور گویا تو ارادہ اثابت پر محمول کیا جائے یا نفس اثابت اور انعام پر یعنی اللہ تعالیٰ کے تعلق اور محبت رکھنے کا حاصل یہ ہے کہ اپنے بندے کو ثواب اور انعام دیتا ہے اور بندوں کا اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ بندے اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کی طرف متوجہ اور مائل رہیں کیوں کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہر لحاظ سے تمام صفات کاملہ کے مستحق ہیں۔ (مرقات: ۳۴۹/۴، ۳۵۰)

دوسری حدیث میں حضرت ابوہریرہ ﷛ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو سورۂ اخلاص پڑھتے سنا تو حضور ﷺ نے فرمایا ''وجبت'' یعنی بمقتضائے وعدہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فضل کے اس شخص کے واسطے بہشت واجب ہوگئی علامہ سندھیؒ کہتے ہیں بلحاظ ظاہر وجوب جنت اس شخص کی قرأت کا بدلہ ہے لہٰذا ظاہر یہی ہے کہ یہ جزاء ہر عامل کے لئے ہے جو

اس پر عمل کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تیسری حدیث میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے آدمی کو سورۂ اخلاص پڑھتے سنا وہ آدمی کون تھا اس کے متعلق محشی نے حافظ ابن حجرؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ وہ حضرت قتادہ بن نعمان تھے اس پر امام احمد کی روایت بطریق ابوالہیثم عن ابی سعید دلالت کر رہی ہے اس روایت میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں بات قتادہ بن النعمان رضی اللہ عنہ ''یقرأ من اللیل کله قل ھو اللہ ھو احد لایزید علیھا الحدیث'' اور جس نے سنا شاید وہ خود راوی حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہوں کیوں کہ یہ حضرت قتادہ کے ماں شریک بھائی تھے اور دونوں باہم پڑوسی تھے اور ابن عبدالبر مالکیؒ نے یقین کے ساتھ کہا کہ یہی دونوں تھے تو گویا اس حدیث میں خود کو اور اپنے بھائی کو غیر واضح طور پر بیان کیا ہے بہرحال اسی رات سورۂ اخلاص بار بار پڑھتے رہے امام بخاریؒ کی روایت میں یہ لفظ آیا ہے ''وکان الرجل یتقالھا'' کہ وہ شخص اس سورہ کو معمولی سمجھ رہا تھا صبح ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہو کر اس کا ذکر کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت تاکید کے ساتھ اس سورہ کی عظمت وفضیلت بیان فرمائی کہ سورۂ اخلاص کو ثلث القرآن فرمایا یعنی سورۂ اخلاص تہائی قرآن کے مساوی ہے تہائی قرآن کے برابر اس لئے ہے کہ قرآن میں تین علوم کا بیان ہے علم توحید اور علم شرائع اور تہذیب اخلاق وتزکیہ نفس کا علم ان تینوں میں اہم ترین اور بنیادی حیثیت رکھنے والا علم توحید ہے اسی کا بیان سورۃ الاخلاص میں ہے۔

علامہ طیبیؒ نے کہا کہ تہائی قرآن ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن میں تین امور مذکور ہیں قصے واحکام اور صفات الٰہی تو سورۂ اخلاص میں خالص صفات کا بیان ہے لہٰذا وہ ثلث القرآن ہے اور بعضوں نے کہا کہ سورۂ اخلاص ثواب میں تہائی قرآن کے برابر ہے یعنی ایک مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھنے سے تہائی قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ بغیر تضعیف کے تہائی قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے مگر اس قول کے متعلق علامہ قرطبی نے کہا کہ یہ ایک بلا دلیل دعویٰ ہے جو اشکال سے خالی نہیں جب اس کو ثلاثیۃ پر باعتبار حصول ثواب حمل کیا جائے تو کیا وہ تہائی قرآن کی متعین ہے کونسی تہائی قرآن کی فرض کی گئی اس سے تو لازم آتا ہے کہ تین بار سورۂ اخلاص پڑھنے سے پورا قرآن حکیم ختم کرنے کا ثواب حاصل ہو جائے گا بہرحال بقول علامہ قرطبی کے ان لوگوں کا دعویٰ بے دلیل ہے اور بعض نے کہا کہ اس ارشاد مبارکہ سے مراد یہ ہے کہ یہ سورۂ اخلاص جس اخلاص اور توحید پر مشتمل ہے اس پر جو شخص عمل کرے گا اس کو تہائی قرآن کے پڑھنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔

حافظ ابن عبدالبرؒ نے کہا کہ جس نے اس حدیث میں کوئی تاویل نہیں کی اس نے خود کو ان لوگوں سے بچا لیا جنہوں نے اپنی رائے سے اس حدیث کا جواب دیا چنانچہ امام احمدؒ اور اسحٰق بن راہویہ نے اور لوگوں کی طرح کوئی تاویل نہیں کی انہوں نے مطلب حدیث کا یہ بیان کیا ہے کہ ثواب کے اعتبار سے اس سورہ کی فضیلت ہے پس اسی کے پیش نظر اس کی تعلیم وتعلم کی ترغیب دی اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کو تین بار پڑھنے سے ختم قرآن کا ثواب ملے گا یہ مطلب حدیث سے نکالنا صحیح نہیں اگرچہ سورۂ اخلاص کو دو سو مرتبہ پڑھے تب بھی درست نہیں۔ (مرقات: ۳۴۹/۴)

القراءة فی العشاء الآخرة بسبح اسم ربک الاعلٰی

نماز عشاء میں ''سبح اسم ربک الاعلٰی'' کی قرأت کا بیان

اخبرنا محمد بن قدامة قال حدثنا جرير عن الاعمش عن محارب بن دثار عن جابر قال قام معاذ فصلى العشاء الاخرة فطول فقال النبی صلى الله عليه وسلم أفتان يامعاذ أفتان يامعاذ اين كنت عن سبح اسم ربک الاعلى والضحی واذا السماء انفطرت.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عشاء کی نماز پڑھائی اور طویل قرأت پڑھی پس نبی ﷺ نے فرمایا اے معاذ کیا تو دین سے نفرت دلانے والا ہے اے معاذ کیا تو دین سے نفرت دلانے والا ہے کیوں بے خبر تھا ان سورتوں سے ''سبح اسم ربک الاعلیٰ'' اور ''والضحیٰ'' اور ''اذا السماء انفطرت'' سے یعنی یہ سورتیں پڑھا کرو۔

تشریح: علامہ سندھیؒ کہتے ہیں کہ بظاہر طرز مصنفؒ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں قسم کی روایات میں تطبیق دینا چاہتے ہیں ایک روایت تو پیچھے نماز مغرب کے متعلق گزر چکی ہے اور دوسری روایت یہ ہے جو نماز عشاء کے بارے میں ہے تو دونوں کو دو قصوں پر محمول کیا ہے اس لئے دونوں روایات سے استدلال کیا ہے اس کے بعد علامہ سندھیؒ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کا دو بار پیش آنا بعید ہے ہاں اگر یہ کہا جائے کہ ہوسکتا ہے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ دو مرتبہ پیش آیا ہو پھر دونوں واقعات کا ذکر نبی کریم ﷺ سے ایک ہی دفعہ کیا گیا ہو تب بات بن سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فی هامشه علی النسائی: ۱/۱۱۴)

اسی طرح سے ابن حبانؒ نے بھی دونوں طرح کی روایات میں تعدد قصہ پر محمول کر کے تطبیق دیدی اور حافظ ابن حجرؒ کا میلان بھی اسی کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ (کما فی التلخیص)

اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ اگر تعدد قصہ پر حمل کیا جائے یا بطور مجاز مغرب سے عشاء مراد لی جائے تب تعارض ختم ہو جاتا ہے ورنہ صحیح بخاری کی روایت زیادہ صحیح ہے اس سے نماز عشاء کا قصہ ثابت ہوتا ہے مگر حافظ ابن حجرؒ کے اس آخری قول پر علامہ عینیؒ نے شرح بخاری میں اعتراض کیا ہے کہ قصۂ مغرب کے ثبوت میں امام طحاویؒ نے ایسی روایت پیش کی ہے جس کے رجال صحیح بخاری کے رجال ہیں تو پھر روایت عشاء کو اصح کہنا کیسے درست ہوگا اصحیت کا قول غیر معقول ہے اس سے علامہ عینیؒ کا میلان بھی تعدد قصہ کی طرف معلوم ہوتا ہے غرض کہ تمام روایات پر نظر ڈالنے سے دو واقعات کا ہونا زیادہ راجح اور ظاہر معلوم ہوتا ہے پھر تطبیق کی وہی صورت ہے جو اوپر بیان کی گئی ہے۔

القراء ة فی العشاء الآخرة بالشمس وضحها

پچھلی عشاء میں "والشمس وضحٰها" پڑھنے کا بیان

اخبرنا قتیبة قال حدثنا اللیث عن ابی الزبیر عن جابر قال صلی معاذ بن جبل لأصحابه العشاء فطول علیهم فانصرف رجل منا فاخبر معاذ عنه فقال انه منافق فلما بلغ ذٰلک الرجل دخل النبی صلی الله علیه وسلم فأخبره بما قال معاذ فقال له النبی صلی الله علیه وسلم اترید ان تکون فتاناً یا معاذ اذا أممت الناس فاقرأ بالشمس وضحاها وسبح اسم ربک الاعلٰی واللیل اذا یغشی واقرأ باسم ربک.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو عشاء کی نماز پڑھانے لگے انہوں نے لمبی قرأت شروع کی تو ہم میں سے ایک آدمی علیحدہ نماز پڑھ کر نکل گیا اس کی اطلاع معاذ رضی اللہ عنہ کو دیدی گئی انہوں نے کہا بیشک وہ منافق ہے پھر جب اس شخص کو اس بات کی خبر پہنچی تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ رضی اللہ عنہ کے اس قول کی اطلاع دی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے معاذ کیا تو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنا چاہتا ہے اور ان کو دین سے روکنا چاہتا ہے جب تو لوگوں کی امامت کرے تو پڑھ "والشمس وضحها" اور "سبح اسم ربک الاعلیٰ" اور "واللیل اذا یغشی" اور "اقرأ باسم ربک"۔

اخبرنا محمد بن علی بن الحسن بن شقیق قال حدثنا ابی قال الحسین بن واقد عن عبدالله بن بریدة عن ابیه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یقرأ فی صلاة العشاء الأخرة بالشمس وضحاها واشباهها من السور.

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز میں "والشمس وضحاها" اور اس کی مثل جو سورتیں ہیں انہیں پڑھتے تھے۔

تشریح: یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو منافق کیوں کہا حالانکہ وہ منافق نہ تھا اس کا جواب علامہ عراقیؒ نے یہ دیا ہے کہ جس عذر کی وجہ سے اس شخص نے یہ فعل کیا ہے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اس شخص کے عذر کا علم نہ تھا اور اس دور میں عشاء کی جماعت میں شریک نہ ہونا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک علامات نفاق سے سمجھا تا تھا اس لئے بلحاظ علامت نفاق اس کو منافق کہہ دیا پھر جب اس صحابی نے اپنا عذر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو اس وقت معلوم ہو گیا کہ وہ شخص منافق نہ تھا سنن بیہقی کی روایت میں آیا ہے کہ اس آدمی نے کہا "ولکن سیعلم معاذ اذا قدم القوم" اور اس کے آخر میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد کے بعد حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا "مافعل خصمی وخصمک" انہوں

نے عرض کیایارسول اللہ''صدق اللہ و کذبت استشھد ''کہ وہ اللہ کے راستہ میں شہید ہوگیا یعنی غزوہ احد میں اس سے معلوم ہوا کہ وہ مؤمن صادق تھے دن بھر محنت ومشقت کے کام وکاج سے تھکے ہوئے تھے جس کی وجہ سے لمبی نماز پڑھنے کی ہمت اور طاقت نہ تھی اس عذر کی بناء پر نماز توڑ دی پھر علیحدہ پڑھ کر چلے گئے پھر اس نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے قول مذکور کہ وہ منافق ہے کی اطلاع حضور ﷺ کو دی تو حضور ﷺ نے بطور تنبیہ اور زجر کے معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا''افتان یامعاذ''اور مسلم کی روایت میں''یامعاذ افتان انت ''اور نسائی کی اس روایت میں''اترید ان تکون فتانا یامعاذ''کے الفاظ روایت کئے ہیں لفظ فتان اوزان مبالغہ سے ہے اور فتنہ کا معنی ہے لوگوں کو دین سے روکنا اور ان کو گمراہی پر آمادہ کرنا حق تعالیٰ نے فرمایا''ما انتم علیه بفاتنین ای بمضلین ''۔(شرح السنه)

حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ یہاں فتنہ سے مراد ہے کہ تطویل قرأت چونکہ سبب ہوتی ہے کہ لوگ اس کی وجہ سے نماز چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں اور باجماعت نماز سے ناپسندیدگی ظاہر کرتے ہیں اس لئے اسے فتنہ کہا گیا اور کلام مذکور دوبار اور بعض روایات میں آیا ہے کہ تین بار فرمایا بہر حال حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی اس بے احتیاطی پر ان کو زجر وتنبیہ فرمائی پھر آئندہ احتیاط کرنے اور نماز میں تخفیف کرنے اور اپنے مقتدیوں کی رعایت کی ہدایت فرمائی اور اس سلسلہ میں چند سورتوں یعنی''والشمس وضحاھا '' وغیرہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ سورتیں پڑھا کرو ان جیسی سورتوں کے ساتھ نماز مقتدیوں پر گراں نہیں ہوتی۔

دوسری حدیث حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں العشاء کے بعد لفظ الآخرۃ بڑھا دیا اس کی کیا وجہ ہے اس کی وجہ علامہ عراقیؒ نے شرح التقریب میں یہ بتائی ہے کہ اعراب یعنی بدو لوگ مغرب کو عشاء کہتے تھے اور حدیث شریف میں مسلمانوں کو اس سے منع کیا گیا ہے کہ تم مغرب کو عشاء نہ کہا کرو جیسا کہ امام بخاریؒ نے بواسطہ عبداللہ بن مغفل مزنی روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا''لاتغلبنکم الاعراب علی اسم صلوتکم المغرب قال وتقول الاعراب ھی العشاء''اور اس روایت میں''واشباھھا من السور''سے کونسی سورتیں مراد ہیں اس کی راوی حدیث نے وضاحت نہیں کی ہاں دوسری روایت نے اس کی وضاحت کردی چنانچہ علامہ عراقی کہتے ہیں اس سے مراد یہ سورتیں ہیں''واللیل اذا یغشی''اور''سبح اسم ربک الاعلی ''اور''والضحی ''اور''اذا السماء انفطرت ''اور علاوہ ان کے ان جیسی دوسری سورتوں کی طرف اشارہ فرمادیا اور یہ سورتیں اوساط مفصل سے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ نماز عشاء میں اوساط مفصل کی قرأت مستحب ہے۔(امانی الاحبار: جلد۳)

القراءۃ فیھا بالتین والزیتون

نماز عشاء میں سورۃ التین پڑھنے کا بیان

اخبرنا قتیبة عن مالک عن یحییٰ بن سعید عن عدی بن ثابت عن البراء بن عازب قال صلیت مع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العتمة فقرأ فیھا بالتین و الزیتون.

حضرت براء بن عازب ﷛ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عشاء آخرہ کی نماز پڑھی آپ ﷺ نے اس میں سورۃ التین پڑھی۔

تشریح: یہ واقعہ سفر کا ہے کہ حضور ﷺ نے بحالت سفر عشاء کی پہلی رکعت میں سورۃ التین پڑھی جیسا کہ اس پر متصل عنوان کے ماتحت کی روایت دلالت کررہی ہے سفر کا ایک اثر ہے آدھی نماز ساقط کرنے میں لہٰذا قرأت کی تخفیف میں اس کا مؤثر ہونا بدرجۂ اولیٰ ہے۔

القراء ة فی الرکعة الاولی من صلاة العشاء الاخرة

عشاء آخرہ کی پہلی رکعت میں قرأت کا بیان

اخبرنا اسماعیل بن مسعود قال حدثنا یزید بن زریع قال حدثنا شعبة عن عدی بن ثابت عن البراء بن عازب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فقرأ فی العشاء فی الرکعة الاولی بالتین والزیتون.

حضرت براء بن عازب ﷛ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں تھے آپ ﷺ نے عشاء کی پہلی رکعت میں سورۃ التین پڑھی۔

الرکود فی الرکعتین الاولیین

پہلی دونوں رکعتوں کو طویل کرنے کا بیان

اخبرنا عمرو بن علی قال حدثنا یحییٰ بن سعید قال حدثنا شعبة قال حدثنی ابوعون قال سمعت جابر بن سمرة یقول قال عمر (رضی اللہ عنہ) لسعد قد شکاک الناس فی کل شئ حتی فی الصلاة فقال سعد أتئد فی الاولیین واحذف فی الاخریین وما آلو ما اقتدیت بہ من صلاةرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ذاک الظن بک.

ابوعون کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن سمرہ ﷛ سے سنا وہ کہتے تھے کہ حضرت عمر ﷛ نے سعد بن ابی وقاص ﷛ سے کہا لوگوں نے ہر چیز میں تمہاری شکایت کی حتی کہ نماز کے متعلق بھی سعد ﷛ نے کہا میں پہلی دونوں رکعتوں کو طویل کرتا ہوں اور آخری دونوں رکعتوں کو مختصر کرتا ہوں اور میں نماز کو اسی طرح پڑھانے میں کوئی کوتاہی اور سستی نہیں کرتا جیسی نماز میں نے رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں آپ کے ساتھ پڑھی حضرت عمر ﷛ نے کہا میرا گمان بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ تم کہتے ہو۔

اخبرنا حماد بن اسماعیل بن ابراهیم بن علیة ابوالحسن قال حدثنا ابی عن داؤد الطائی عن عبدالملک بن عمیر عن جابر بن سمرة قال وقع ناس من اهل الکوفة فی سعد عند عمر فقالوا والله مایحسن الصلاة فقال اما انا فأصلی بهم صلاة رسول الله صلی الله علیه وسلم لاأخرم عنها ارکد فی الاولیین واحذف فی الاخریین قال ذاک الظن بک.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اہل کوفہ کے کچھ لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی شکایت کی انہوں نے کہا اللہ کی قسم سعد اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے سعد رضی اللہ عنہ نے کہا میں ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جیسی نماز پڑھاتا ہوں میں اس میں ذرا کوتاہی اور کمی نہیں کرتا پہلی دو رکعتوں میں لمبی قرأت کرتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں تخفیف کرتا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا گمان بھی تمہارے بارے میں ایسا ہی ہے جیسا کہ تم کہتے ہو۔

تشریح: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اہل کوفہ کے حاکم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے ان ایام میں بنو اسد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے متعلق شکایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجتے تھے حتی کہ انہوں نے اس بات کی بھی شکایت کی تھی کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اچھی نماز نہیں پڑھتے اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو تنبیہ کی تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حقیقت حال ظاہر کی کہ میں تو ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی طرح نماز پڑھاتا ہوں پہلی دو رکعتوں میں قرأت کو طویل کرتا ہوں اور اخیر کی دو رکعتوں میں ہلکی کرتا ہوں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی تصدیق کی اور اہل کوفہ کی باتوں کو بے اصل دیکھ کر مسترد کر دیا یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ بیان واقعی کے ساتھ اپنی مصلحت کے واسطے اور دفع کرنے عار اور نقصان کے اپنے کمال کا ظاہر کرنا دین میں جائز ہے۔

قراءة سورتین فی رکعة

ایک رکعت میں دو سورتوں کا پڑھنا

اخبرنا اسحق بن ابراهیم قال انبانا عیسٰی بن یونس عن الاعمش عن شقیق عن عبدالله قال انی لاعرف النظائر التی کان یقرأ بهن رسول الله صلی الله علیه وسلم عشرین سورة فی عشر رکعات ثم أخذ بید علقمة فدخل ثم خرج الینا علقمة فسألناه فأخبرنا بهن.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں بیشک ان نظائر کو جانتا ہوں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے دس رکعات میں بیس (۲۰) سورتیں ہیں پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے علقمہ کا ہاتھ پکڑا اور اندر گئے پھر نکلے علقمہ ہم نے ان سے پوچھا تو علقمہ نے ان نظائر کی ہمیں تفصیل بتائی۔

اخبرنا اسماعیل بن مسعود قال حدثنا خالد قال حدثنا شعبة عن عمرو بن مرة قال سمعت ابا وائل

یقول قال رجل عند عبداللہ قرأت المفصل فی رکعة قال ھذا کھذا الشعر لقد عرفت النظائر التی کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقرن بینھن فذکر عشرین سورة من المفصل سورتین فی رکعة.

حضرت عمرو بن مرۃ کہتے ہیں میں نے ابووائل کو کہتے سنا کہ ایک آدمی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مجلس میں کہا میں مفصل کی تمام سورتیں ایک رکعت میں پڑھ لیتا ہوں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا تم اشعار کی طرح جلدی جلدی پڑھتے ہوں گے البتہ میں ان نظائر کو جانتا ہوں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملا کر پڑھتے تھے پھر مفصل کی بیس سورتیں بیان کیں ہر رکعت میں دو دو سورتیں پڑھتے۔

اخبرنا عمرو بن منصور قال حدثنا عبداللہ بن رجاء قال انبانا اسرائیل عن ابی حصین عن یحییٰ بن وثاب عن مسروق عن عبداللہ وأتاہ رجل فقال انی قرأت اللیلة المفصل فی رکعة فقال ھذا کھذا لشعر لکن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کان یقرأ النظائر عشرین سورة من المفصل من آل حٰم.

حضرت مسروق سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ ایک آدمی ان کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میں آج کی رات مفصل کی سورتیں ایک رکعت میں پڑھیں پس ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا شاید تم اشعار کی طرح تیز پڑھتے ہوں گے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفصل سے بیس سورتیں حٰم والی پڑھتے تھے جو آپس میں ایک دوسرے کی مانند ہیں۔

تشریح: ان بیس سورتوں کی تفصیل ابوداؤد میں ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق وہ اس طرح سے ہے کہ ایک رکعت میں سورۂ نجم اور سورۃ الرحمٰن اور ایک رکعت میں **اقتربت** اور **الحاقه** ایک رکعت میں **والطور** اور **الذاریات** ایک رکعت میں **واذا وقعت الواقعة** اور سورۂ نون ایک رکعت میں **سأل سائل** اور **والنازعات** ایک رکعت میں **ویل للمطففین** اور **عبس** ایک رکعت میں **مدثر** اور **مزمل** ایک رکعت میں **ھل اتی** اور **لا اقسم بیوم القیامة** ایک رکعت میں **عم یتساء لون** اور **مرسلات** ایک رکعت میں سورۃ **الدخان** اور **اذا الشمس کورت** ابوداؤد کہتے ہیں "**وھذا تالیف ابن مسعود**" یعنی حدیث میں ان مذکورہ سورتوں کی ترتیب بمطابق جمع کرنے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہے کہ انہوں نے اسی ترتیب سے اپنے مصحف میں جمع کی تھیں۔

حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف کی تالیف برعکس ہے تالیف عثمانی کے تالیف عثمانی میں ترتیب یوں تھی کہ پہلے سورۂ فاتحہ پھر بقرہ پھر نساء پھر آل عمران اور یہ تالیف ترتیب نزول کے مطابق نہ تھی اور کہتے ہیں کہ حضرت علی کا مصحف ترتیب نزول کے مطابق تھا اس میں سب سے پہلے سورۃ اقرأ لکھی ہوئی تھی پھر مدثر پھر ن والقلم پھر مزمل پھر تبت پھر التکویر پھر سبح اسم اور اسی طرح سے آخری مکی سورہ تک پھر مدنی سورتیں لکھی ہوئی تھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قاضی ابوبکر باقلانی نے کہا کہ اب جس ترتیب پر قرآن ہے ہوسکتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے امر سے اسی ترتیب سے لکھا گیا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ موجودہ ترتیب سورتوں کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتہاد سے ہوئی ہو لیکن حضرت اوس بن ابی اوس

حذیفہ الثقفی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے احتمال اول ہی راجح ہونا معلوم ہوتا ہے کہ سورتوں کی ترتیب بھی حضور ﷺ کے عہد میں ہو چکی تھی اسی ترتیب سے جواب موجود ہے اس حدیث کو امام احمدؒ اور ابوداؤد وغیرہما نے روایت کیا ہے بہر حال جس طرح تمام محققین کے نزدیک آیات کی ترتیب توقیفی ہے یعنی جس طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور ﷺ سے کہا آپ ﷺ نے اسی کے موافق آیات قرآن کو مرتب کیا اور ہر سورۃ کی آیات کو ان کے موقعہ پر لکھوا دیا اسی طرح ان سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے۔

(بذل المجهود : ۲/۲/۲ ۳ ۱ ۳)

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ نظائر ان سورتوں کو کہتے ہیں جو معانی میں مثلاً مواعظ میں یا احکام میں یا قصص میں آپس میں ایک دوسرے کے متماثل ہیں نہ کہ عدد آیات میں اور جو آدمی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تھا اس کا نام نہیک بن سنان ہے اس کی تصریح صحیح مسلم کی روایت میں ہے جب اس نے اپنی کثرت حفظ اور زبانی یاد کی پختگی کا اظہار اپنی اس بات سے کیا کہ میں ایک رکعت میں مفصل کی تمام سورتیں پڑھ لیتا ہوں تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے اس عمل کو پسند نہیں کیا اس پر انکار کرتے ہوئے فرمایا ''**هذا كهذا لشعر** ''یعنی تم قرآن کو اشعار کے طرز پر بلا تامل و تدبر از حد جلدی جلدی پڑھتے ہوں گے تو انکار اس بناء پر نہیں کیا کہ ایک رکعت میں مفصل کی قرأت جائز نہیں بلکہ ھذّ یعنی سرعت افراط سے منع کیا ہے اور ترتیل و تدبر کے ساتھ قرأت کرنے کی ترغیب دی اسی کے جمہور علماء قائل ہیں۔

مرقات شرح مشکاۃ میں ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ تالیف ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے طرز پر کلام اللہ نہ پڑھا جائے اسی طرز پر پڑھا جاوے جس طرح اب مرتب ہے البتہ چھوٹے بچوں کو درست ہے کہ ضرورت تعلیم کے واسطے نیچے کی طرف سے پڑھیں اور اگر نماز میں غیر مرتب پڑھے تو خلاف اولی ہے اور بعضوں نے کہا مکروہ ہے یہی مذہب امام احمدؒ کا ہے اور اگر پہلی رکعت میں سورۃ الناس پڑھے تو دوسری رکعت میں کیا پڑھے امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا وہی پڑھے اور امام شافعیؒ نے فرمایا شروع کرے اول بقرہ سے مفلحون تک یہی ایک روایت میں امام ابوحنیفہؒ سے بھی منقول ہے اور اظہر یہی ہے کیوں کہ افادہ اولی ہے اعادہ سے اور قاضی عیاضؒ نے کہا کہ حدیث باب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے موافق ہے کہ رات کو حضور ﷺ گیارہ رکعتیں پڑھتے۔

(مرقات: ۱۲۸/۳)

قراء ة بعض السورة

سورۃ کا بعض حصہ پڑھنا

اخبرنا محمد بن علي قال حدثنا خالد قال حدثنا ابن جريج قال اخبرني محمد بن عباد حدثنا رفعه الى ابن سفيان عن عبدالله بن السائب قال حضرت رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الفتح فصلى في قبل الكعبة فخلع نعليه فوضعهما عن يساره فافتتح بسورة المؤمنين فلما جاء ذكر موسى اوعيسى

علیهما السلام اخذته سعلة فرکع.

حضرت عبداللہ بن سائب ﷺ کہتے ہیں کہ میں فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا حضور ﷺ نے دونوں جوتے اتار لئے پھر ان کو اپنے بائیں طرف رکھا پھر کعبہ کے سامنے نماز پڑھی نماز میں سورۃ المؤمنین شروع کی جب حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کا ذکر آیا تو حضور ﷺ کو کھانسی آگئی پس آپ ﷺ نے رکوع کیا۔

تشریح: فتح مکہ کے دن حضور ﷺ نے صحابہ کو کعبہ کے سامنے فجر کی نماز پڑھائی اس میں سورۃ المؤمنین یعنی قد افلح المؤمنون شروع کی یہاں تک کہ ان آیات پر پہونچے جن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کا ذکر ہے تو ان قصوں پر تدبر کے وقت روئے حتی کہ حضور ﷺ کو کھانسی آگئی پس سورہ تمام نہ کر سکے رکوع میں چلے گئے۔ **(قاله الطیبیؒ فی المرقات)**

اس کے بعد واضح رہے کہ اس موقع پر بعض سورۃ پر اقتصار ضرورۃ اور عذر کی وجہ سے تھا لہٰذا اس حدیث سے بلا ضرورت بعض سورۃ کی قرأت پر اکتفاء کرنے پر استدلال ناتمام ہے پس اس سلسلہ میں اس حدیث سے استدلال بہتر ہے جس میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے مغرب میں سورۃ الاعراف کو تھوڑا تھوڑا کر کے دونوں رکعتوں میں پڑھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فی هامش النسائی لعلامة السندهیؒ: ۱/۱۱۵)

تعوذ القاری اذا مرّ بآیة عذاب

قاری جب کسی آیت عذاب پر گزرے تو عذاب سے پناہ مانگنے کا بیان

اخبرنا محمد بن بشار حدثنا یحییٰ وعبدالرحمن وابن ابی عدی عن شعبة عن سلیمان عن سعد بن عبیدة عن المستورد بن الأحنف عن صلة بن زفر عن حذیفة انه صلی الی جنب النبی صلی الله علیه وسلم لیلة فقرأ فکان اذا مرّ بآیة عذاب وقف وتعوذ واذا مرّ بآیة رحمة وقف فدعا وکان یقول فی رکوعه سبحان ربی العظیم وفی سجوده سبحان ربی الاعلیٰ.

حضرت حذیفہ ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے ایک رات کو نبی ﷺ کے پہلو میں نماز پڑھی آپ ﷺ نے قرأت کی پس جب کسی آیت عذاب پر گزرتے تو ٹھہر کر عذاب سے پناہ مانگتے اور جب کسی آیت رحمت پر گزرتے تو ٹھہر کر دعا مانگتے اور رکوع میں ''سبحان ربی العظیم'' اور سجدہ میں ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کہتے تھے۔

تشریح: اس حدیث کے لفظ لیلۃ نے واضح کر دیا ہے کہ حضور ﷺ نے اس طرح کی استدعارات کی نماز میں فرمائی تھی ابن ہمامؒ نے کہا کہ یہ حدیث تو دلیل ہے اس بات کی کہ نوافل میں امام کو بھی ایسا کرنا جو حدیث میں مذکور ہے جائز ہے حالانکہ فقہاء نے منع کی تصریح کی ہے لیکن اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ مقتدی پر تطویل گراں ہوگی اور اگر مقتدی پر گراں نہ ہو تو

امام نوافل میں ایسا کرسکتا ہے۔(فتح القدیر: ۱/۳۴۱)

مسألة القاری اذا مربآية رحمة

قاری کا سوال کرنا جبکہ آیت رحمت پر گزرے

اخبرنا محمد بن آدم عن حفص بن غياث عن العلاء بن المسيب عن عمرو بن مرة عن طلحة بن يزيد عن حذيفة والاعمش عن سعد بن عبيدة عن المستورد بن الاحنف عن صلة بن زفر عن حذيفة ان النبی صلی الله عليه وسلم قرأ البقرة وآل عمران والنساء فی ركعة لايمر بآية رحمة الاسأل ولابآية عذاب الااستجار.

حضرت حذیفہ ﷛ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے سورۃ البقراور آل عمران اور النساء ایک رکعت میں پڑھیں آپ ﷺ کا کسی آیت رحمت پر گزر نہ ہوا مگر آپ ﷺ نے رحمت کی درخواست کی اور کسی آیت عذاب پر گزر نہ ہوا مگر آپ ﷺ نے عذاب سے پناہ مانگی۔

ترديد الآية

آیت کو بار بار پڑھنا

اخبرنا نوح بن حبيب قال حدثنا يحيىٰ بن سعيد القطان قال حدثنا قدامة بن عبدالله قال حدثتنی جسرة بنت دجاجة قالت سمعت اباذر يقول قام النبی صلی الله عليه وسلم حتى اذا أصبح بآية والآية ان تعذبهم فانهم عبادک وان تغفر لهم فانک انت العزيز الحكيم.

حضرت جسرۃ بنت دجاجہ کہتی ہیں میں نے ابوذر ﷛ سے سنا وہ کہتے تھے کہ نبی ﷺ ایک رات کو کھڑے ہوئے اور قرآن کی ایک آیت کو بار بار صبح تک پڑھتے رہے اور آیت یہ تھی "**ان تعذبهم فانهم عبادک** " تا آخر اگر تو ان کو عذاب دے (تو بیجا نہیں) وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف کردے گا تو بیشک تو ہی غالب اور حکمت والا ہے۔

تشریح: علامہ طیبیؒ نے کہا چونکہ آیت شریفہ کی تلاوت میں آنحضرت ﷺ کو بڑی حلاوت اور لذت حاصل ہورہی تھی اس لئے بار بار صبح تک پڑھتے رہے اور حافظ ابن حجرؒ نے اس کو شرح الشمائل میں خارج صلوٰۃ کا واقعہ بتایا اور ابن الملک نے نماز کے اندر پڑھنے کا واقعہ بتایا کہ رات کی نماز میں قیام کی حالت میں اور رکوع وسجدے میں اس آیت کو تکرار فرماتے رہے غالباً حضور ﷺ کا اس آیت کو بار بار پڑھتے رہنا اللہ رب العزت کی دو صفت عدل اور مغفرت کے مستحضر ہونے کی وجہ سے تھا روز حشر کا سارا معاملہ انہی دو صفتوں کا مظہر ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قوله عزوجل ولاتجهر بصلاتک ولاتخافت بها

اللہ عزوجل کا قول" ولا تجهر بصلاتک و لاتخافت بها" کے شان نزول کا بیان

اخبرنا احمد بن منیع ویعقوب بن ابراهیم الدورقی قالا حدثنا هشیم قال حدثنا ابو بشر جعفر بن ابی وحشیة وهو ابن ایاس عن سعید بن جبیر عن ابن عباس فی قوله عزوجل ولاتجهر بصلاتک ولاتخافت بها قال نزلت ورسول الله صلی الله علیه وسلم مختف بمکة فکان اذا صلی باصحابه رفع صوته وقال ابن منیع یجهر بالقرآن وکان المشرکون اذا سمعوا صوته سبوا القرآن ومن انزله ومن جاء به فقال الله عزوجل لنبیه صلی الله علیه وسلم ولاتجهر بصلاتک ای بقراءتک فیسمع المشرکون فیسبوا القرآن ولاتخافت بها عن اصحابک فلا یسمعوا وابتغ بین ذالک سبیلا.

سعید بن جبیرؒ اللہ عزوجل کے قول" ولاتجهر بصلاتک و لاتخافت بها" کے متعلق حضرت ابن عباس ؓ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس زمانہ میں مکہ میں چھپے ہوئے تھے اس دور میں جب صحابہ نماز کو پڑھاتے تھے تو قرأت اونچی آواز سے کرتے تھے جب مشرک لوگ قرآن کو سنتے تو قرآن کو اور قرآن اتارنے والے کو اور جس پر اتارا گیا تھا اس کو سب کو برا کہتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی پس اللہ بزرگ و برتر نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا" ولاتجهر بصلاتک" یعنی قرأت بلند آواز سے نہ کرو کہ مشرک سن کر قرآن کو گالیاں دینے لگیں" ولاتخافت بها" اور نہ اتنی پست آواز سے پڑھو کہ ساتھی بھی نہ سن پائیں" وابتغ بین ذلک سبیلا" اور درمیانی راستہ اختیار کرو کہ صحابہ سن لیں اور مشرکوں تک قرأت کی آواز نہ پہنچے۔

اخبرنا محمد بن قدامة قال حدثنا جریر عن الاعمش عن جعفر بن ایاس عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال کان النبی صلی الله علیه وسلم یرفع صوته بالقرآن وکان المشرکون اذا سمعوا صوته سبوا القرآن ومن جاء به فکان النبی صلی الله علیه وسلم یخفض صوته بالقرآن ما کان یسمعه اصحابه فانزل الله عزوجل ولاتجهر بصلاتک ولاتخافت بها وابتع بین ذٰلک سبیلا.

سعید بن جبیر نے ابن عباس ؓ کی روایت سے بیان کیا کہ نبی ﷺ قرآن بلند آواز سے پڑھتے تھے اور مشرکین جب حضور ﷺ کی قرأت کو سنتے تو قرآن کو اور قرآن لانے والے کو سب وشتم کرتے تھے پس نبی ﷺ قرآن کو اتنی پست آواز سے پڑھتے تھے کہ آپ ﷺ کے اصحاب بھی نہ سن پائیں پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا" ولاتجهر بصلاتک ولاتخافت بها وابتغ بین ذٰلک سبیلا"۔

باب رفع الصوت بالقرآن

قرآن اونچی آواز سے پڑھنے کا بیان

اخبرنا یعقوب بن ابراهیم الدورقی عن وکیع قال حدثنا مسعر عن ابی العلاء عن یحییٰ بن جعدة عن ام هانئ قالت کنت اسمع قراء ة النبی صلی الله علیه وسلم وانا علی عریشی.

حضرت امّ ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں میں اپنے بالاخانہ پر رسول اللہ ﷺ کی قرأت سنا کرتی تھی۔

تشریح: اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ خوب صاف صاف اور بلند آواز سے قرآن پڑھتے تھے اور قرآن مسجد حرام میں پڑھتے تھے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کا مکان مسجد کے قریب تھا وہ اپنے گھر کی چھت کے اوپر سے حضور ﷺ کے قرآن پاک پڑھنے کی آواز سن لیتی تھیں۔

باب مد الصوت بالقراء ة

قرآن کی قرأت میں مدصوت کا بیان

اخبرنا عمرو بن علی قال حدثنا عبدالرحمن قال حدثنا جریر بن حازم عن قتادة قال سألت انسا کیف کانت قراء ة رسول الله صلی الله علیه وسلم قال کان یمد صوته مداً.

حضرت قتادہ کہتے ہیں میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی قرأت کی بابت دریافت کیا کہ آپ ﷺ کی قرأت کس طرح تھی انہوں نے جواب دیا قرأت میں اپنی آواز کو کھینچتے تھے یعنی جو حروف قابل مد ہیں ان کو کھینچ کر پڑھتے تھے۔

تزیین القرآن بالصوت

قرآن کو خوبصورت آواز کے ساتھ پڑھنا

اخبرنا علی بن حجر قال حدثنا جریر عن الاعمش عن طلحة بن مصرف عن عبدالرحمن بن عوسجة عن البراء قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم زینوا القرآن باصواتکم.

حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم قرآن کو اپنی آوازوں کے ساتھ زینت دو (یعنی خوبصورت آواز سے قرآن پڑھو)۔

اخبرنا عمرو بن علی قال حدثنا یحییٰ قال حدثنا شعبة قال حدثنی طلحة عن عبدالرحمن بن عوسجة عن البراء بن عازب قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم زینوا القرآن باصواتکم قال ابن عوسجة کنت نسیت هٰذه زینوا القرآن حتی ذکرنیه الضحاک بن مزاحم.

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خوش آوازی سے زینت قرآن کو ظاہر کرو ابن عوسجہ کہتے ہیں اس کلام کو یعنی زینوا القرآن کو میں بھول گیا تھا حتی کہ مجھے ضحاک بن مزاحم نے یاد دلایا۔

اخبرنا محمد بن زنبور المکی قال حدثنا ابن ابی حازم عن یزید بن عبداللہ عن محمد بن ابراھیم عن ابی سلمة عن ابی ھریرة انه سمع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول ماأذن اللہ لشئ ما اذن لنبی حسن الصوت یتغنی بالقرآن یجھربه .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ اتنا کسی چیز کی طرف توجہ نہیں فرماتے جتنا اس نبی کی آواز کو توجہ سے سنتے ہیں جو خوش آوازی سے قرآن پڑھتا ہو۔

اخبرنا قتیبة قال حدثنا سفیان عن الزھری عن ابی سلمة عن ابی ھریرة ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال ما اذن اللہ عزوجل لشئی یعنی اذنه لنبی یتغنی بالقرآن .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل اتنا کسی چیز کی طرف توجہ نہیں فرماتے جتنا کہ اس نبی کی آواز کو توجہ سے سنتے ہیں جو خوش الحانی سے قرآن پڑھتا ہو۔

اخبرنا سلیمان بن داؤد عن ابن وھب قال اخبرنی عمروبن الحارث ان ابن شھاب اخبرہ ان ابا سلمة اخبرہ ان ابا ھریرة حدثه ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم سمع قراء ة ابی موسیٰ فقال لقداوتی مزماراً من مزامیر آل داؤد علیه السلام.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی قرأت سنی تو آپ ﷺ نے فرمایا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو خوش آوازی دی گئی جیسے داؤد علیہ السلام کو خوش آوازی دی گئی تھی۔

اخبرنا عبدالجبار بن العلاء بن عبدالجبار عن سفیان عن الزھری عن عروة عن عائشة قالت سمع النبی صلی اللہ علیه وسلم قراء ة ابی موسیٰ فقال لقد اوتی ھٰذا من مزامیر آل داؤد علیه السلام.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی قرأت سنی تو آپ ﷺ نے فرمایا البتہ اس کو داؤد علیہ السلام کی سی خوش آوازی دی گئی۔

اخبرنا اسحٰق ابن ابراھیم قال حدثنا عبدالرزاق قال حدثنا معمر عن الزھری عن عروة عن عائشة قالت سمع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قراء ة ابی موسی فقال لقد اوتی ھٰذا مزمارا من مزا میر آل داؤد علیه السلام.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی قرأت سنی تو حضور ﷺ نے فرمایا داؤد علیہ السلام کی سی خوش آوازی ابوموسیٰ کو خوش آوازی عطاء کی گئی۔

اخبرنا قتيبة قال حدثنا الليث بن سعد عن عبدالله بن عبيدالله بن ابى مليكة عن يعلى بن مملك انه سأل ام سلمة عن قراء ة رسول الله صلى الله عليه وسلم و صلاته قالت مالكم و صلاته ثم نعتت قراء ته فاذا هى تنعت قراء ة مفسرة حرفاً حرفاً.

یعلی بن مملک نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نبی علیہ السلام کی قرأت اور نماز کا حال پوچھا حضرت ام سلمہ نے کہا تمہیں آنحضرت علیہ السلام کی نماز سے کیا غرض (یعنی حضور علیہ السلام کی نماز اور قرأت نرالی تھی) پھر اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ السلام کی قرأت کی کیفیت خود پڑھ کر بتائی پس ایک ایک لفظ کھول کھول کر پڑھ کر بتایا۔

تشریح: عنوان کے ماتحت کی پہلی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنی آواز سے زینت قرآن کو ظاہر کرو تجربہ شاہد ہے کہ جو لوگ ترتیل وتجوید (قرآن کو سنوار کر مخارج سے پڑھنے کا فن) کی رعایت کر کے قرآن پڑھنے کے عادی ہیں اگر کسی وقت ان میں سے کوئی خوش الحان قاری مل جائے تو ذرا اس سے قرآن سن کر دیکھ لو اور ایسے قاری سے بھی جو غیر خوش الحان ہو تو دونوں کی قرأت میں بڑا فرق ہو جاتا ہے کہ خوش الحان قاری کی تلاوت اس قدر مؤثر ہوتی ہے اور اس سے دل ودماغ کو ایسی فرحت حاصل ہوتی ہے اور ایسا عجیب وغریب لطف اور مزہ محسوس ہوتا ہے جس کی کوئی نظیر موجود نہیں لیکن غیر خوش الحان قاری کی تلاوت میں یہ باتیں نہیں ہوسکتیں بہرحال اس ارشاد مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ترتیل وتجوید کی رعایت کرتے ہوئے خوش آوازی سے الفاظ قرآں کی تلاوت میں کوئی حرج نہیں بلکہ حق تعالیٰ کو بہت محبوب ہے لیکن تکلف کے ساتھ راگ اور نغمہ کے طرز وطریقہ پر قرآن کو اس طرح پڑھنا کہ حروف اور حرکات میں زیادتی اور نقصان ہو حرام ہے اس طرح کا پڑھنے والا فاسق ہوتا ہے اور سننے والا گناہ گار اس کو ایسی حرکت سے روک دینا چاہئے کیوں کہ وہ بہت بری بدعت ہے۔

(مرقات: ۵/۸. مظاهر حق: ۲/۲۳۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی حدیث میں حضور علیہ السلام کا جو ارشاد "ما اذن الله لشئى الخ" روایت کیا ہے اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ایک تو انبیاء علیہم السلام آداب تلاوت کما حقہ ادا کرتے دوسرے اس کے ساتھ خوش آوازی مل جاتی تھی اس لئے ان کی قرأت کو حق تعالیٰ جل شانہٗ نہایت توجہ سے سنتے ہیں اور انبیاء کے بعد حسب درجات پڑھنے والوں کی طرف توجہ فرماتے ہیں یہاں سے ان لوگوں کے خیالات کا باطل ہونا ثابت ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ الفاظ کی تلاوت بدون فہم معانی کے بے کار ہیں بلکہ اس حدیث سے الفاظ بھی مقصود ہونا بالکل واضح ہے کیوں کہ قرأت اور استماع الفاظ ہی سے متعلق ہے نہ کہ معانی سے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث میں آل داؤد علیہ السلام سے مراد خود حضرت داؤد علیہ السلام ہیں بعض اوقات آل فلاں کہتے ہیں مگر مراد خود ہوتے ہیں اس لئے کہ خوش آوازی میں مشہور تو حضرت داؤد علیہ السلام ہیں نہ کہ آل داؤد اور حدیث میں حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش آواز اور خوش لحن کو مزمار کی آواز کے مثل ٹھہرایا وہ واقعی انتہائی خوش آواز تھے جس وقت زبور خوش آوازی سے پڑھتے جنازہ کے جنازہ ان کی مجلس سے نکلتے اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی امت میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی نہایت خوش

آوازی سے قرآن پڑھنے کی صلاحیت عطا فرمائی اس شان میں وہ سب سے زیادہ ماہر اور فائق تھے کیوں کہ جس بلیغ انداز سے ان کی قرأت کی تعریف فرمائی ویسے الفاظ ان کے علاوہ کسی اور صحابی کی قرأت کے حق میں استعمال نہیں فرمائے۔ حضرت یعلی بن مملک کی روایت میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی قرأت کی جو کیفیت بیان کی اس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی قرأت کے وقت حرفوں کا گننا چاہتا تو گن سکتا تھا تو مراد یہ ہے کہ تجوید کے طرز پر خوب ترتیل اور خوش الحانی سے پڑھتے تھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرا پڑھنا ایک سورۃ کو ترتیل سے میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے بغیر ترتیل کے سارے قرآن کو پڑھنے سے۔ (مرقات: ۵/۱۱)

باب التكبير للركوع

رکوع کے واسطے تکبیر کہنے کا بیان

اخبرنا سويد بن نصر قال انبانا عبدالله بن المبارك عن يونس عن الزهري عن ابي سلمة بن عبدالرحمن ان اباهريرة حين استخلفه مروان على المدينة كان اذا قام الى الصلاة المكتوبة كبر ثم يكبر حين يركع فاذا رفع رأسه من الركعة قال سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد ثم يكبر حين يهوى ساجداً ثم يكبر حين يقوم من الثنتين بعد التشهد يفعل مثل ذلك حتى يقضي صلاته فاذا قضى صلاته وسلم اقبل على اهل المسجد فقال والذي نفسي بيده انى لاشبهكم صلاة برسول الله صلى الله عليه وسلم.

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ جب مروان نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا والی بنایا تو جب وہ فرض نماز شروع کرتے تو تکبیر کہتے پھر تکبیر کہتے جب رکوع کرتے پھر جب رکوع سے سر اٹھاتے تو ''سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد'' کہتے پھر تکبیر کہتے جب سجدہ کرتے پھر تکبیر کہتے جب دو رکعت سے تشہد کے بعد اٹھتے اسی طرح کرتے یہاں تک کہ اپنی نماز کو تمام کرتے پھر جب اپنی نماز کو پورا کرتے اور سلام پھیرتے تو اہل مسجد کی طرف متوجہ ہوتے پھر کہتے اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے بیشک میں نے تم کو جو نماز پڑھائی وہ حضور ﷺ کی نماز کے بہت زیادہ مشابہ ہے۔

رفع اليدين للركوع حذاء فروع الاذنين

رکوع کے واسطے دونوں ہاتھوں کو دونوں کانوں کے اوپر کے حصے کے برابر اٹھانا

اخبرنا علي بن حجر قال انبانا اسماعيل عن سعيد عن قتادة عن نصر بن عاصم الليثي عن مالك بن الحويرث قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يرفع يديه اذا كبر واذا ركع واذا رفع رأسه من

الرکوع حتی بلغتا فروع اذنیه.

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں ہاتھ اٹھاتے دیکھا جب کہ تکبیر کہتے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے یہاں تک کہ دونوں ہاتھ اپنے کانوں کے اوپر کے حصہ کے برابر پہنچتے۔

باب رفع الیدین للرکوع حذاء المنکبین

دونوں ہاتھوں کو رکوع کے واسطے دونوں کندھوں کے برابر اٹھانے کا بیان

اخبرنا قتیبة قال حدثنا سفیان عن الزهری عن سالم عن ابیه قال رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا فتتح الصلاة یرقع یدیه حتی یحاذی منکبیه واذا رکع واذا رفع رأسه من الرکوع.

حضرت سالم نے اپنے والد کی روایت سے بیان کیا ان کے والد کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ دونوں کندھوں کے برابر کرتے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے (تو اسی طرح رفع یدین کرتے)۔

ترک ذالک

ترک رفع یدین کا بیان

اخبرنا سوید بن نصر قال انبانا عبد الله بن المبارک عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبدالله قال الااخبرکم بصلاة رسول الله صلی الله علیه وسلم قال فقام فرفع یدیه اول مرة ثم لم یعد.

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کیا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی اطلاع نہ دوں چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے پس دونوں ہاتھ اٹھائے پہلی دفعہ پھر دوبارہ نہیں اٹھائے۔

رفع یدین کے متعلق تفصیلی بحث اور دونوں ہاتھوں کو کہاں تک اٹھانا چاہئے اس کی پوری تفصیل پیچھے گذر چکی ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے مسلک احناف کی تائید ہوتی ہے کہ حدیث رفع یدین منسوخ ہوگئی۔

اقامة الصلب فی الرکوع

رکوع میں پیٹھ سیدھی رکھنے کا بیان

اخبرنا قتیبة قال حدثنا الفضیل عن الاعمش عن عمارة بن عمیر عن ابی معمر عن ابی مسعود قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لاتجزئ صلاة لایقیم الرجل فیها صلبه فی الرکوع والسجود.

حضرت ابی مسعود ﷛ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی نماز ادا نہیں ہوتی کہ جس میں آدمی اپنی پیٹھ کو رکوع اور سجود میں درست نہ کرے۔

تشریح: رکوع وسجود میں اقامت صلب سے تعدیل وطمانینت کی طرف اشارہ کیا ہے یعنی ارکان نماز کا آہستہ آہستہ ٹھیک طور سے ادا کرنا اسی حدیث کی بناء پر امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ وغیرہما کہتے ہیں کہ رکوع اور سجدے میں طمانینت فرض ہے یعنی فعل رکوع اور سجود کو تھوڑی دیر تک کئے رہنا طمانینت ہے اس کے ترک سے نماز ادا نہیں ہوتی کیوں کہ اس حدیث میں ''لاتجزئ صلوٰۃ'' فرمایا جو صریح دلالت کررہا ہے کہ تعدیل وطمانینت ضروری ہے اس کی رعایت نہ کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک تعدیل وطمانیت رکوع اور سجدے میں فرض تو نہیں لیکن اصح قول کے مطابق واجب ہے اگر کوئی شخص چھوڑ دے تو ایسی نماز کا اعادہ واجب ہے اور اس حدیث کا جواب دیتے ہیں کہ یہ حدیث خبر واحد ہے اس سے تعدیل وطمانینت کی فرضیت ثابت نہیں ہو سکتی کیوں کہ قرآن پاک کی آیت ''وارکعوا واسجدوا'' میں جس جزء صلوٰۃ کا مطالبہ کیا گیا ہے وہ رکوع اور سجود ہے اور لغت میں رکوع جھک جانے کو اور سجود سر کو زمین پر رکھنے کو کہتے ہیں جس سے معنی رکوع وسجود کے متحقق ہو جائیں گے اب رہی طمانینت رکوع یا سجدہ میں تو وہ خود رکوع یا سجدہ نہیں ہے بلکہ اس فعل کو کچھ دیر تک کئے رہنا طمانینت ہے تو معلوم ہوا کہ فعل رکوع وسجود بدون تعدیل کے بھی حاصل ہے اور وہی رکن مفروض ہے جس کا آیت میں مطالبہ کیا گیا ہے اور تعدیل اس پر زائد ہے لہٰذا سقوط فرض طمانینت پر موقوف نہ ہوگا اور اگر اس حدیث کی بناء پر یہ کہا جائے کہ نماز کی صحت تعدیل وطمانینت پر موقوف ہے جیسا کہ ظاہر حدیث سے مفہوم ہو رہا ہے تو اس سے کتاب اللہ کا تغیر لازم آئے گا اور تغیر کے لئے خبر واحد کافی نہیں کیوں کہ آیت قطعی ہے اور خبر واحد ظنی ہے دونوں برابر نہیں تو اطلاق نص سے جس قدر ثابت ہے وہ فرض ہے باقی حدیث سے جس تعدیل وطمانینت کا ثبوت ہو رہا ہے وہ وجوب کے درجہ میں ہے اور ترک واجب سے نماز کا اعادہ واجب ہوتا ہے، ہم بھی اس کے قائل ہیں لیکن یہ کہنا کہ ترک واجب سے فرض بھی ساقط نہ ہوگا اور بالکل نماز ہی نہ ہوگی اس کو ہم تسلیم نہیں کرتے علاوہ اس کے ایک اور جواب یہ بھی دیا جا سکتا ہے کہ حدیث باب سے امام ابو یوسفؒ وغیرہ کا قول مذکور صراحت کے ساتھ ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس حدیث میں جس اجزاء کی نفی کی گئی ہے اس کے انواع واقسام ہیں کہ ایک قسم اجزاء کی وہ ہے جو فریضہ صلوٰۃ کا ساقط ہو جانے اور ذمہ سے فارغ ہو جانے میں کافی ہوتا ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو گناہوں کے معاف ہو جانے اور تحصیل درجات میں کافی ہوتا ہے اب بلحاظ ظاہر نفی اگرچہ تمام مراتب کی نفی ہو رہی ہے لیکن آیت مذکورہ کی ہم نے جو توضیح وتشریح کی ہے اس کی بناء پر نفی دوسری قسم کے ساتھ خاص ہو جاتی ہے بہرحال جس حدیث باب سے امام شافعیؒ وغیرہ نے تعدیل اور طمانینت کی فرضیت پر استدلال کیا ہے اسی سے حنفیہ وجوب تعدیل ارکان پر استدلال کرتے ہیں کیوں کہ یہ خبر واحد ہے پس حنفیہ کے دلائل ان کے مخالفین پر حجت ہیں مگر مخالفین کے دلائل حنفیہ پر حجت نہیں بن سکتے کیوں کہ وہ اخبار احاد میں سے ہے اور آیات رکوع وسجود مجمل نہیں ہیں۔ (ھدایہ وعین الھدایہ وکوکب دری)

الاعتدال فی الرکوع

رکوع میں اعتدال کا بیان

اخبرنا سوید بن نصر قال انبانا عبداللہ بن المبارک عن سعید بن ابی عروبة وحماد بن سلمة عن قتادة عن انس عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اعتدلوا فی الرکوع والسجود ولایبسط احدکم ذراعیہ کالکلب.

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے آپ ﷺ نے فرمایا تم رکوع اور سجود میں اعتدال کرو اور تم میں سے کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھ نہ بچھاوے مثل کتے کے۔

تشریح: رکوع اور سجود میں اعتدال کی تعلیم دی اس سے کیا مراد ہے اس میں دو قول ہیں بعض حضرات کہتے ہیں کہ رکوع میں اعتدال یہ ہے کہ سر کو نہ اونچا رکھے اور نہ جھکاوے بلکہ پیٹھ کی سطح سرین سے برابر ہموار رکھے حتی کہ اگر مصلی کی پیٹھ پر پانی بھرا پیالہ رکھیں تو ٹھہرا رہے حضرت وابصہ بن معبد کی حدیث میں ہے ''**سوی ظھرہ حتی لو صب علیہ الماء لاستقر**'' یعنی اپنی پیٹھ کو رکوع میں برابر کرتے حتی کہ اگر اس پر پانی ڈال دیا جاتا تو ٹھہر جاتا۔(**رواہ ابن ماجہ**)

اور اسی طرح طبرانی نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی روایت سے حدیث وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ نقل کی ہے اور سجدے میں اعتدال یہ ہے کہ سرین کو اونچا رکھے اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھے اور دونوں کہنیاں زمین سے اٹھائے رکھے اور پیٹ کو دونوں رانوں سے الگ رکھے۔(**ذکرہ الطیبی. فتح القدیر. مرقات**)

اور بعض نے کہا کہ رکوع وسجود میں اعتدال سے مراد یہ ہے کہ اطمینان اور تسلی سے رکوع اور سجدے کرے یہاں تک کہ بدن کے جوڑ اپنی اپنی جگہ ٹھہر جائیں لیکن سیاق وسباق سے معنی اول ہی راجح ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اور سجدے میں طریقہ مسنونہ کے مطابق اپنے باہوں کو زمین سے الگ رکھے مثل کتے کے بچھانے سے ممانعت فرمائی چنانچہ حدیث میں فرمایا ''**ولایبسط احدکم ذراعیہ کالکلب**'' ابن دقیق العیدؒ نے کہا کہ اس ارشاد مبارکہ میں حالت سجدہ میں جس فعل سے منع کیا گیا ہے ساتھ ہی اس کی علت بتلا دی کہ دونوں ذراعین کا زمین پر بچھائے رکھنا گویا ایک رذیل اور ادنی چیز یعنی کتے کی ہیئت سے مشابہت ہے جب کتا بیٹھتا ہے دونوں باہوں کو بچھا کر بیٹھتا ہے تو اشیاء رذیلہ کے ساتھ تشبیہ کا مقتضی یہ ہے کہ نماز میں اس طرح کی ہیئت سے اجتناب کرے کیوں کہ ایسی حرکت خلاف سنت ہونے کی وجہ سے شریعت کی نظر میں بلکہ عقل سلیم کی نظر میں بھی ناپسندیدہ ہے۔(**مرقات**)

باب التطبیق

تطبیق کا بیان

اخبرنا اسماعیل بن مسعود قال حدثنا خالد بن الحارث عن شعبة عن سلیمان قال سمعت

ابراهیم یحدث عن علقمة والاسود انهما کانا مع عبدالله فی بیته فقال اصلی هؤلآء قلنا نعم فامهما وقام بینهما بغیر اذان ولااقامة قال اذا کنتم ثلاثة فاصنعوا هکذا واذا کنتم اکثر من ذٰلک فلیؤمکم احدکم ولیفرش کفیه علی فخذیه فکانما انظر الی اختلاف اصابع رسول الله صلی الله علیه وسلم.

حضرت علقمہ اور اسود دونوں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے گھر میں تھے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کیا یہ لوگ نماز پڑھنے کا ارادہ رکھتے ہیں ہم نے کہا جی ہاں پس ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دونوں کی امامت کی اور دونوں کے درمیان میں کھڑے ہوگئے نہ اذان کہی اور نہ اقامت کہنے لگے جب تم تین آدمی ہوں تو اسی طرح کیا کرو اور جب اس سے زیادہ ہوں تو اس صورت میں تم میں سے ایک آدمی آگے بڑھ کر امام کی جگہ کھڑا ہو اور دونوں ہتھیلیوں کو دونوں رانوں پر رکھے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تطبیق اصابع کو دیکھ رہا ہوں۔

اخبرنی احمد بن سعید الرباطی قال حدثنا عبدالرحمن بن عبدالله قال انبانا عمرو وهو ابن ابی قیس عن الزبیر بن عدی عن ابراهیم عن الاسود وعلقمة قالا صلینا مع عبدالله بن مسعود فی بیته فقام بیننا فوضعنا ایدینا علی رکبنا فنزعها فخالف بین اصابعنا وقال رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یفعله.

حضرت اسود اور علقمہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے گھر میں نماز پڑھی وہ ہم دونوں کے بیچ میں کھڑے ہوئے ہم نے اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھا یعنی رکوع میں تو انہوں نے ہاتھوں کو کھینچ لیا پھر بعض انگلیوں کو بعض میں داخل کر کے گھٹنوں کے درمیان رکھا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا۔

اخبرنا نوح بن حبیب قال انبانا ابن ادریس عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبدالله قال علمنا رسول الله صلی الله علیه وسلم الصلاة فقام فکبر فلما اراد ان یرکع طبق یدیه بین رکبتیه ورکع فبلغ ذٰلک سعداً فقال صدق اخی قد کنا نفعل هٰذا ثم امرنا بهذا یعنی الامساک بالرکب.

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز سکھائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے پھر تکبیر کہی اور جب رکوع کا ارادہ فرمایا تو رکوع کیا اور دونوں ہاتھوں کو ملا کر اپنے دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھا پھر اس کی اطلاع حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ملی تو انہوں نے کہا کہ میرے بھائی نے سچ بولا ہم لوگ ایسا کرتے تھے پھر ہم کو حکم دیا گیا کہ ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھا کریں۔

تشریح: تطبیق کے معنی رکوع میں دونوں ہاتھ ملا کر دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھنے کے ہیں جمہور علماء کے نزدیک یہ کسی وقت کا فعل تھا پھر منسوخ ہوگیا اس کی تائید حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہوتی ہے جس کو ابن المنذرؒ نے سند قوی سے نقل کیا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تطبیق کا فعل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی وقت کیا تھا اس سے وقتی فعل ہونا

دوامی نہ ہونا واضح ہوتا ہے نیز اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت مصعب بن سعد نے کہا کہ میں نے اپنے دونوں ہاتھ کو دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھا تو مجھے میرے والد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے منع کیا اور کہا کہ ہم لوگ اس طرح کرتے تھے پھر ہم کو اس سے منع کر دیا گیا اور حکم دیا گیا کہ اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھا کریں۔(رواہ البخاری ومسلم)

اب رہا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فعل جیسا کہ حدیث باب سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے دونوں ہاتھ ملا کر دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھے تو شاید ان کو نسخ کی اطلاع نہ پہونچی ہوگی۔(بذل المجهود : ۲/۷۸)

اور فتح الملہم میں بحوالہ اکمال یہ سبب بیان کیا ہے کہ شاید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تطبیق کو عزیمت سمجھتے ہوں گے کیوں کہ تطبیق کی صفت پر رکوع کرنے سے نہایت عاجزی اور ذلت کا اظہار ہوتا ہے اسی واسطے تطبیق کرتے ہوں گے اور ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھنے کا جو طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے ثابت ہے اس کو شاید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اباحت اور جواز پر حمل کرتے ہوں گے اور ان کو ناسخ قولی نہ پہنچا ہوگا۔ واللہ اعلم

اسی حدیث باب سے دوسرا مسئلہ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ امامت کے وقت حضرت علقمہ اور اسود کے بیچ میں کھڑے ہوئے یہ بھی ان کا مسلک ہے دوسرے حضرات کا یہ مسلک نہیں دوسرے تمام صحابہ وغیرہم کا مذہب یہ ہے کہ جب امام کے ساتھ دو آدمی ہوں تو امام مقدم ہو اور دونوں مقتدی پیچھے کھڑے ہوں اس مسئلہ کا ثبوت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہوتا ہے جو صحیح مسلم میں موجود ہے علاوہ اس کے اور بھی روایات مرفوعہ ہیں جن سے مسلک جمہور کی تائید ہوتی ہے اور چاروں اماموں کا بھی یہی مسلک ہے۔(فتح الملهم : ۲/۱۲۴)

تیسری بات یہ بتائی کہ تشہد میں تطبیق مت کرو چنانچہ فرمایا "ولیفرش كفيه على فخذيه" کہ تشہد میں دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر رکھے اور ان کا قول "فكانما انظر الخ" تطبیق کے ساتھ متعلق ہے تقدیر کلام یہ ہے "رأيته صلى الله عليه وسلم طبق فكانما انظر الخ"۔

نسخ ذٰلک

تطبیق منسوخ ہو جانے کا بیان

اخبرنا قتيبة قال حدثنا ابو عوانة عن ابی يعفور عن مصعب بن سعد قال صليت الى جنب ابى وجعلت يدى بين ركبتى فقال لى اضرب بكفيك على ركبتيك قال ثم فعلت ذٰلك مرة اخرى فضرب يدى وقال انا قد نهينا عن هٰذا وامرنا ان نضرب بالاكف على الركب.

حضرت مصعب بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کے پہلو میں نماز پڑھی اور میں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھا تو میرے والد نے مجھ سے کہا کہ اپنی دونوں ہتھیلیوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھو مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے

ہیں پھر میں نے دوسری بار ایسا ہی کیا پس میرے والد نے میرے ہاتھ پر مارا اور کہا کہ ہمیں اس سے منع کردیا گیا ہے اور اس کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھا کریں۔

اخبرنا عمرو بن علی قال حدثنا یحییٰ بن سعید عن اسماعیل بن ابی خالد عن الزبیر بن عدی عن مصعب بن سعد قال رکعت فطبقت فقال ابی ان ھٰذا شئ کنا نفعله ثم ارتفعنا الی الرکب.

حضرت مصعب بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے رکوع کیا اور تطبیق کی پس میرے والد نے کہا کہ یہ ایک چیز تھی جو ہم کیا کرتے تھے پھر ہمیں حکم دیا گیا کہ اس کو ترک کردیں اور دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھا کریں۔

ان روایات سے واضح ہوتا ہے کہ تطبیق کا فعل منسوخ ہوگیا اس پر ائمہ اربعہ وغیرہم کا اتفاق ہے۔

الامساک بالرکب فی الرکوع

رکوع میں گھٹنوں کو مضبوط پکڑنے کا بیان

اخبرنا محمد بن بشار قال حدثنی ابو داؤد قال حدثنا شعبة عن الاعمش عن ابراهیم عن ابی عبدالرحمن عن عمر قال سنت لکم الرکب فامسکوا بالرکب.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تمہارے لئے یہی سنت ہے کہ رکوع میں دونوں گھٹنوں کو دونوں ہاتھوں کے ساتھ خوب اچھی طرح پکڑ لیا کرو۔

اخبرنا سوید بن نصر قال انبانا عبداللہ عن سفیان عن ابی حصین عن ابی عبدالرحمن السلمی قال قال عمر انما السنة الاخذ بالرکب.

ابوعبدالرحمٰن سلمی کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بلاشبہ سنت تو یہی ہے کہ رکوع میں گھٹنوں کو مضبوط پکڑ لیا کرو۔

باب مواضع الراحتین فی الرکوع

رکوع میں دونوں ہتھیلیاں کہاں رکھی جائیں اس کا بیان

اخبرنا هناد بن السری فی حدیثه عن ابی الاحوص عن عطاء بن السائب عن سالم قال أتینا ابا مسعود فقلنا له حدثنا عن صلاة رسول الله صلی الله علیه وسلم فقام بین ایدینا و کبر فلما رکع وضع راحتیه علی رکبتیه و جعل اصابعه اسفل من ذٰلک و جافی بمرفقیه حتی استوی کل شئ منه ثم قال سمع الله لمن حمده فقام حتی استوی کل شئ منه.

حضرت سالم سے روایت ہے وہ کہتے ہیں ہم ابومسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کس

طرح پڑھتے تھے ہمیں اس کے متعلق بتائیے پس وہ ہمارے سامنے کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی (یعنی تکبیر کے ساتھ نماز شروع کی) پھر جب تکبیر کہہ کر رکوع میں گئے تو اپنی دونوں ہتھیلیاں دونوں گھٹنوں پر رکھیں اور اپنی انگلیاں گھٹنوں سے نیچے رکھیں اور اپنی دونوں کہنیاں دونوں پہلو سے جدا رکھیں یہاں تک کہ ہر چیز یعنی ہر عضو ابو مسعود کے اپنی جگہ ٹھہر گئے پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہا اور کھڑے ہوئے یہاں تک کہ ابو مسعود رضی اللہ عنہ کے بدن کے ہر جوڑ اپنی اپنی جگہ ٹھہر گئے۔

تشریح: نسائی کی روایت مختصر ہے ابوداؤد میں سالم البراد کی روایت سے مفصلاً موجود ہے وہاں آیا ہے کہ حضرت ابو مسعود نے پہلی رکعت کی طرح اس کے ساتھ اور تین رکعتیں پڑھیں چار رکعتیں پڑھنے کے بعد کہا ”هکذا راینا رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى“ اسی طرح ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا۔

باب مواضع اصابع اليدين فی الركوع

رکوع میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کہاں رکھی جائیں اس کا بیان

اخبرنا احمد بن سليمان الرهاوى قال حدثنا حسين عن زائدة عن عطاء عن سالم ابى عبدالله عن عقبة بن عمرو قال الا اصلى لكم كمارأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى فقلنا بلى فقام فلما ركع وضع راحتيه على ركبتيه وجعل اصابعه من وراء ركبتيه وجافى ابطيه حتى استقر كل شئى منه ثم رفع رأسه فقام حتى استوى كل شئى منه ثم سجد فجافى ابطيه حتى استقر كل شئى منه ثم قعد حتى استقر كل شئ منه ثم سجد حتى استقر كل شئى منه ثم صنع كذلك اربع ركعات ثم قال هكذا رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى وهكذا كان يصلى بنا.

حضرت عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کیا میں تمہارے واسطے ویسی نماز نہ پڑھوں جیسی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے دیکھا ہم نے کہا ہاں پڑھ کر دکھا دیجئے پس کھڑے ہوئے جب رکوع کیا تو دونوں ہتھیلیاں دونوں گھٹنوں پر رکھیں اور انگلیوں کو دونوں گھٹنوں کے پیچھے رکھا اور دونوں بغل کو پہلو سے جدا رکھا حتی کہ ہر چیز (عضو) ان کی اپنی اپنی جگہ ٹھہر گئی پھر اپنا سر اٹھایا اور کھڑے ہوئے حتی کہ ہر چیز (جوڑ) ان کی اپنی اپنی جگہ ٹھہر گئی پھر سجدہ کیا اور دونوں بغلوں کو پہلو سے جدا رکھا یہاں تک کہ ہر چیز ان کی اپنی اپنی جگہ ٹھہر گئی پھر بیٹھے یہاں تک کہ ہر چیز ان کی اپنی اپنی جگہ ٹھہر گئی پھر اسی طرح دوسری رکعتوں میں بھی کیا اور اس طرح سے چار رکعتیں ادا کیں پھر کہا اسی طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا اور اسی طرح سے ہم کو نماز پڑھاتے تھے۔

باب التجافی فی الركوع

رکوع میں بازو کو پہلو سے دور رکھنے کا بیان

اخبرنا يعقوب بن ابراهيم عن ابن علية عن عطاء بن السائب عن سالم البراد قال قال ابو مسعود

الا اریکم کیف کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی قلنا بلی فقام فکبر فلما رکع جافی بین ابطیہ حتی لما استقر کل شئی منہ رفع رأسہ فصلی اربع رکعات ھٰکذا وقال ھٰکذا رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی.

سالم البراد سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ابومسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کیا میں تم کو نہ دکھلا دوں رسول اللہ ﷺ کس طرح نماز پڑھتے تھے ہم نے کہا ضرور پس کھڑے ہوئے پھر تکبیر تحریمہ سے نماز شروع کی جب رکوع کیا تو بازو کو پہلو سے الگ رکھا یہاں تک کہ جب ہر چیز ان کی اپنی اپنی جگہ ٹھہر گئی تو سر اٹھایا پس اسی طریقے سے چار رکعتیں پڑھیں اور کہا اسی طریقے سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا۔

تشریح: ان روایات مذکورہ میں حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے رکوع کی حالت میں جس کیفیت سے دونوں ہتھیلیاں رکھنے اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں رکھنے اور بانہیں پہلو سے جدا رکھنے کے افعال بیان کئے ہیں یہ ساری چیزیں سنت ہیں ان امور کی رعایت کرتے ہوئے رکوع کرنا چاہئے ورنہ نماز خلاف سنت ہوگی۔

باب الاعتدال فی الرکوع

رکوع میں اعتدال کا بیان

اخبرنا محمد بن بشار قال حدثنا یحییٰ قال حدثنا عبدالحمید بن جعفر قال حدثنی محمد بن عمرو بن عطاء عن ابی حمید الساعدی قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا رکع اعتدل فلم ینصب رأسہ ولم یقنعہ ووضع یدیہ علی رکبتیہ.

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ جب رکوع کرتے تو پیٹھ اور سر برابر رکھتے نہ اپنا سر جھکاتے اور نہ اونچا کرتے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھتے۔

تشریح: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ رکوع میں اعتدال کی رعایت حضور ﷺ کے عمل سے ثابت ہے اور یہی سنت ہے اعتدال کی تفسیر خود ہی راوی حدیث نے کر دی چنانچہ حضرت ابوحمید کہتے ہیں "**فلم ینصب رأسہ ولم یقنعہ**" کہ رکوع میں نہ اپنا سر نیچے کی طرف جھکاتے اور نہ اونچا کرتے بلکہ پیٹھ اور سر دونوں برابر رکھتے۔

النھی عن القراءۃ فی الرکوع

رکوع میں قرأت کی ممانعت کا بیان

اخبرنا عبیداللہ بن سعید قال حدثنا حماد بن مسعدۃ عن اشعث عن محمد عن عبیدۃ عن علی قال

نهانی النبی صلی الله علیه وسلم عن القسی والحریر وخاتم الذهب وان اقرأ وانا راکع وقال مرة اخری وان اقرأ راکعاً.

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو مصری کپڑے اور ریشمی کپڑے پہننے سے منع فرمایا اور سونے کی انگوٹھی پہننے سے بھی اور جب میں رکوع کروں اس حالت میں قرأت پڑھنے سے بھی۔

اخبرنا عبیدالله بن سعید قال حدثنا یحیی بن سعید عن ابن عجلان عن ابراهیم بن عبدالله بن حنین عن ابیه عن ابن عباس عن علی قال نهانی النبی صلی الله علیه وسلم عن خاتم الذهب وعن القراءة راکعاً وعن القسی والمعصفر.

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو سونے کی انگشتری سے اور رکوع کی حالت میں قرأت کرنے سے اور قسی کپڑے اور کسم سے رنگے ہوئے کپڑے سے منع فرمایا۔

اخبرنا الحسن بن داؤد المنکدری قال حدثنا ابن ابی فدیک عن الضحاک بن عثمان عن ابراهیم بن حنین عن ابیه عن عبدالله بن عباس عن علی قال نهانی رسول الله صلی الله علیه وسلم ولا اقول نهاکم عن تختم الذهب وعن لبس القسی وعن لبس المفدم والمعصفر وعن القراءة فی الرکوع.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو سونے کی انگوٹھی اور مصری کپڑے اور گہرے سرخ رنگ والے کپڑے اور کسم سے رنگے ہوئے کپڑے استعمال کرنے سے اور رکوع میں قرأت کرنے سے منع فرمایا اور میں یہ نہیں کہتا کہ تم کو منع فرمایا ہے۔

اخبرنا عیسی بن حماد زغبة عن اللیث عن یزید بن ابی حبیب ان ابراهیم بن عبدالله بن حنین حدثه ان اباه حدثه انه سمع علیا یقول نهانی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن خاتم الذهب وعن لبوس القسی والمعصفر وقراءة القرآن وانا راکع.

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو سونے کی انگوٹھی سے اور مصری کپڑے سے اور کسم سے رنگے ہوئے کپڑے سے اور رکوع میں قرأت قرآن سے منع فرمایا ہے۔

اخبرنا قتیبة عن مالک عن نافع عن ابراهیم بن عبدالله بن حنین عن ابیه عن علی قال نهانی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن لبس القسی والمعصفر وعن تختم الذهب وعن القراءة فی الرکوع.

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اس کپڑے کے استعمال سے جس میں ریشمی خطوط ہوتے ہیں اور کسم سے رنگے ہوئے کپڑے سے اور سونے کی انگشتری سے اور رکوع میں قرأت کرنے سے۔

تشریح: ان احادیث میں رکوع میں قرأۃ قرآن سے منع فرمایا اسی طرح سونے کی انگوٹھی وغیرہ کے استعمال سے

بھی منع فرمایا اور حکم ممانعت حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں مگروہ کہتے ہیں" ولا اقول نهاكم " یہ کلام ان کا حدیث باب میں راوی نے ذکر کیا ہے تو کیا اس کلام سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہی مراد ہے کہ جن چیزوں سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے آپ ﷺ کی یہ ممانعت میرے ساتھ مخصوص ہے تمہارے واسطے نہیں یہ مطلب اس کلام کا ہرگز نہیں ہوسکتا کیوں کہ ضابطہ کی بات یہ ہے کہ امور تشریعی سب کو شامل ہیں کسی ایک فرد کے ساتھ بالکل خاص نہیں ہوتے بلکہ اس کلام سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقصد یہی بتانا ہے کہ ایک موقعہ پر صرف مجھ ہی کو مخاطب کر کے ان چیزوں سے احتیاط کی ہدایت فرمائی خطاب عام کے انداز سے نہیں جس میں کوئی بات تمام اہل مجلس کو مخاطب کر کے بولی جاتی ہے ہاں دوسروں کے واسطے حکم ممانعت عموم تشریع سے ثابت ہے۔(ذكره السندیؒ فی هامشه)

بہر حال اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ رکوع اسی طرح سجدے میں قرأت قرآن منع ہے ممانعت کی علماء نے مختلف وجوہ بیان کی ہیں سب کا حاصل قریب قریب ایک ہے ابن الملکؒ نے کہا کہ ارکان نماز میں سے افضل رکن قیام ہے اور افضل الاذکار قرآن ہے اس لحاظ سے افضل کو افضل کے واسطے مقرر کیا گیا ہے اور غیر افضل یعنی رکوع اور سجود کی حالت میں افضل چیز کی قرأت سے منع کیا گیا تا کہ افضل الاذکار یعنی قرآن دوسرے اذکار کے برابر ہونے کا خیال پیدا نہ ہو۔کوکب دری میں لکھا ہے کہ رکوع اسی طرح سجود کی حالت انحطاط اور پستی کی حالت ہے اور عاجزی وانکساری اور عبودیت ظاہر کرنے کی حالت ہے اس لحاظ سے نبی کریم ﷺ نے رکوع کی حالت میں قرأت قرآن سے منع فرمایا کیوں کہ قرأت قرآن اگر چہ ذکر ہے مگر اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی صفت ہونے کی وجہ سے اس کی شان نہایت بلند ہے لہٰذا رکوع کی حالت جو نماز میں آدمی کے مراتب کے احوال میں سے ادنی مرتبہ کی حالت ہے قرأت قرآن کے لئے موزوں ومناسب نہیں بلکہ بمقتضائے حالت رکوع کے تسبیح مناسب ہے اسی لئے رکوع کا وظیفہ تسبیح مقرر کیا گیا ہے اور قیام کا وظیفہ قرأت قرآن جو درحقیقت اللہ رب العزت کے ساتھ ایک قسم کا مکالمہ ہے اور اس کے لئے حالت قیام ہی مناسب ہے اسی لئے فقہاء کہتے ہیں کہ طول قیام کثرۃ سجود سے افضل اور بہتر ہے اس حدیث باب میں کچھ اور چیزوں سے بھی منع کیا گیا ہے جیسا کہ قسی سے منع کیا گیا ہے لفظ قسی قاف کے زبر اور تشدید سین مکسورہ کے ساتھ ہے قس کی طرف نسبت ہے ایک شہر کا نام ہے مصر کے شہروں سے اسی کی طرف ثیاب قسیہ کو منسوب کیا جاتا ہے وہ ایک قسم کپڑے کی ہے کہ اس میں خطوط ریشمی ہوتے ہیں۔(كذا فی هامش النسائی لعلامة السندهیؒ)

اور علامہ طیبیؒ نے کہا کہ وہ کتان کا کپڑا ہوتا ہے جس کے ساتھ ریشم بھی ملا ہوتا ہے بہر حال نہی تنزیہی پر محمول ہے اور اگر وہ کپڑا کل ریشمی ہو یا بانا اس کا ریشمی ہو تو نہی تحریم کے لئے ہوگی۔(قاله ابن الملکؒ) باقی امور ممنوعہ کا مفہوم ترجمہ سے واضح ہے۔

تعظيم الرب فی الركوع

رکوع میں رب کی تعظیم کا بیان

اخبرنا قتيبة بن سعيد قال حدثنا سفيان عن سليمان بن سحيم عن ابراهيم بن عبدالله بن معبد بن

عباس عن ابیه عن ابن عباس قال کشف النبی صلی اللہ علیه وسلم الستارة والناس صفوف خلف ابی بکر رضی اللہ عنه فقال ایها الناس انه لم یبق من مبشرات النبوة الا الرؤیا الصالحة یراها المسلم اوتری له ثم قال الا انی نهیت ان اقرأ راکعا او ساجدا فاما الرکوع فعظمو فیه الرب واما السجود فاجتهدوا فی الدعاء قمن ان یستجاب لکم.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے پردہ (دروازہ کا) کھولا اور لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صفیں باندھے ہوئے کھڑے ہیں پس حضور ﷺ نے فرمایا اے لوگوں آثار نبوت سے کچھ باقی نہیں رہا مگر موافق ومناسب خوشخبری دینے والے خواب جس کو مسلمان خود دیکھتا ہے یا اس کے واسطے دکھلایا جاتا ہے پھر فرمایا سن لو بیشک میں منع کیا گیا ہوں یہ کہ رکوع یا سجدہ کی حالت میں قرآن پڑھوں پس رکوع میں رب کی بڑائی بیان کرو اور سجدہ میں خوب دعاء مانگا کرو پس سجدہ کی حالت اس قابل ہے کہ اس میں تمہارے واسطے دعاء قبول کی جاوے۔

تشریح: پردہ کھولنے کا ذکر جو اس حدیث میں آیا ہے وہ مرض وفات کے آخری ایام کی بات ہے اور پیر کے روز کا واقعہ ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور اس کے بعض طرق میں آیا ہے کہ پھر حضور ﷺ نے پردہ ڈال دیا "**فلم یقدر علیه حتی مات**" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پردہ ڈالنے کے بعد حضور ﷺ اپنے گھر سے باہر تشریف نہیں لا سکے۔ واللہ اعلم

بہر حال اس مرض وفات کے آخری دن میں لوگوں سے یہ ارشاد فرمایا کہ میری موت کے سبب سے وحی منقطع ہو جائے گی وحی کی روشنی میں کوئی چیز جانی پہچانی نہیں جا سکتی مگر ایک چیز ہے جو باقی رہے گی اور وہ نبوت کی مبشرات سے ہے لفظ مبشرات جمع ہے مبشرۃ کی خوش کرنے والی خبر کو کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد دنیوی بشارۃ وہ ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء اور صلحاء کو خواب یا بیداری کی حالت میں عالم مثال کا انکشاف کر کے دیتا ہے رویائے صالحہ (اچھے خواب) سے یہی عالم مثال کا انکشاف مراد ہے غرض کہ اس ارشاد مبارکہ میں اس حقیقت کو واضح فرمادیا کہ میرے بعد لوگوں کو سوائے بشارتوں کے اللہ کے کسی قول کی اطلاع براہ راست یا ملائکہ کی معرفت آئندہ نہ ہوگی نبوت کا دروازہ بند ہو گیا بعض روایات میں آیا ہے کہ صحابہ نے عرض کیا مبشرات کیا ہیں فرمایا وہ رویائے صالحہ ہے یعنی موافق ومناسب خواب اس کے ذریعہ سے کچھ چیزیں معلوم ہوا کریں گی مگر واضح رہے کہ رویت کا مدلول ظنی ہے اور مبشرات النبوۃ یقینی ہیں کیوں کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب بھی وحی ہوتا ہے اس پر نصِ قطعی دلالت کرتی ہے لیکن خواب خواہ اولیاء اور صلحاء کا ہو مفید یقین نہیں اس پر شبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارۃ مفید یقین ہونا چاہئے اس کا جواب یہ ہے کہ خواب سے یقین نہیں تو غالب گمان ضرور حاصل ہوتا ہے اور بشارۃ کے لئے گمان غالب ہی کافی ہے اور چونکہ خواب کی صداقت میں مسلمان کے حال کو نبی ﷺ کے حال سے مناسبت ہے اس لئے حدیث باب میں بتلا دیا کہ اچھا خواب دیکھنا مسلمان ہی کے ساتھ مخصوص ہے یا تو وہ اپنے لئے دیکھتا ہے یا اس کو اپنے کسی مسلمان بھائی کے لئے دکھایا

جاتا ہے اس کی مثالیں مشکاۃ شریف کی کتاب الرویا میں مذکور ہیں۔(کذا فی الاکمال)

قاضی شوکانیؒ نے کہا کہ مبشرات النبوۃ ماخوذ ہے تباشیر الصبح سے اور وہ صبح کی پہلی شعاعوں کو کہتے ہیں یہاں مبشرات النبوۃ سے وہ واقعات مراد ہیں جو ابتدائے نبوت میں سچے خوابوں کی شکل میں چھ ماہ تک قائم رہے حضور ﷺ جو خواب دیکھتے تھے وہ صبح کی طرح بغیر آمیزش ابہام اور اشتباہ کے بعینہ ظاہر ہو جاتا تھا چھ ماہ تک یہی کیفیت رہی اس کے بعد وحی کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا چنانچہ اسی کا ذکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی حدیث میں ان الفاظ سے فرماتی ہیں ''اول ما بدئ به رسول الله صلى الله عليه وسلم من الوحى الرؤيا الصادقة فى النوم الحديث''۔(فتح الملهم)

بہر حال اس حقیقت پر تنبیہ ضروری سمجھی گئی اس لئے اپنی وفات سے کچھ پہلے وضاحت کے ساتھ اس کی اطلاع دی۔

دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رکوع اور سجدہ کی حالت میں قرآن پڑھنے سے منع فرمایا پس رکوع میں سبحان ربی العظیم پڑھو اور سجدہ میں خوب دعا مانگو سجدہ کی حالت قبولت دعا کے لئے موزوں و مناسب ہے سجدہ میں جو دعاء کرنے کو فرمایا دعاء دو قسم کی ہوتی ہے ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ سے اپنا مطلب مانگے اور دوسرے یہ کہ اس کی ثناء اور حمد کرے یعنی سبحان ربی الاعلیٰ کہے کریم ہستی کی تعریف وغیرہ کرنی بھی حقیقت میں دعاء ہی ہوتی ہے پس دونوں قسموں کو شامل ہے۔

علامہ طیبیؒ وغیرہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا نبی کریم ﷺ کو رکوع میں رب کی تعظیم کا اور سجدے میں دعاء کا حکم دینا اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ رکوع اور سجود میں قرأت کی ممانعت حضور ﷺ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ امت بھی آپ ﷺ کے ساتھ اس ممانعت میں داخل ہیں۔(مرقات: ۲/۲۱۲)

قاضی عیاضؒ نے کہا کہ جمہور فقہاء کا قول یہ ہے کہ رکوع اور سجود میں قرأت قرآن منع ہے ان کی حجت یہ احادیث ہیں جن میں ممانعت فرمائی گئی ابن قدامہؒ نے المغنی میں لکھا ہے کہ رکوع اور سجود میں قرأت قرآن مکروہ ہے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور فی الباب السابق سے استدلال کیا ہے اور تحفۃ الفقہاء میں ہے ''ويكره ان يقرأ فى غير حالة القيام لان الركوع والسجود محل الثناء والتسبيح دون القراءة'' امام مالکؒ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رکوع میں دعا مکروہ ہے اور سجدہ میں تسبیح پر ادعیہ ماثورہ کا اضافہ کرنا جائز ہے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ فرائض میں خواہ امام ہو یا مقتدی یا منفرد رکوع اور سجدے میں تسبیح پر اکتفاء کرے اور نوافل میں اگر تسبیح کے ساتھ ادعیہ ماثورہ بھی ملا لیا جاوے تو کوئی قباحت نہیں۔(امانی الاحبار بحواله النخب لعلامه العينیؒ)

باب الذكر فى الركوع

رکوع میں ذکر کا بیان

اخبرنا اسحق بن ابراهيم قال انبانا ابومعاوية عن الاعمش عن سعد بن عبيدة عن المستورد بن

الاحنف عن صلة بن زفر عن حذیفة قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فرکع فقال فی رکوعه سبحان ربی العظیم وفی سجوده سبحان ربی الاعلی.

حضرت حذیفہ ﷺ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی آپ ﷺ نے رکوع کیا پھر رکوع میں ''سبحان ربی العظیم'' اور سجدے میں ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کہا۔

نوع آخر من الذکر فی الرکوع

رکوع میں ایک اور قسم کے ذکر کا بیان

اخبرنا اسماعیل بن مسعود قال حدثنا خالد ویزید قالا حدثنا شعبة عن منصور عن ابی الضحی عن مسروق عن عائشة قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یکثر ان یقول فی رکوعه وسجوده سبحانک ربنا وبحمدک اللهم اغفرلی.

حضرت عائشہ ﷺ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رکوع اور سجدے میں یہ ذکر کثرت سے پڑھتے تھے ''سبحانک ربنا وبحمدک اللهم اغفرلی''۔

نوع آخر منه

اور ایک قسم کے ذکر کا بیان

اخبرنا محمد بن عبدالاعلی قال حدثنا خالد قال حدثنا شعبة قال انبانی قتادة عن مطرف عن عائشة قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول فی رکوعه سبوح قدوس رب الملائکة والروح.

حضرت عائشہ ﷺ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رکوع میں پڑھتے تھے ''سبوح قدوس رب الملائکة والروح'' کہ اللہ بہت شان وشوکت والا ہے بہت پاک ہے پروردگار ہے فرشتوں کا اور جبرائیل کا۔

نوع آخر من الذکر فی الرکوع

رکوع میں ایک اور ذکر کا بیان

اخبرنا عمرو بن منصور یعنی النسائی قال حدثنا آدم بن ابی ایاس قال حدثنا اللیث عن معاویة یعنی ابن صالح عن ابی قیس الکندی وهو عمرو بن قیس قال سمعت عاصم بن حمید قال سمعت عوف بن مالک یقول قمت مع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لیلة فلما رکع مکث قدرسورة البقرة یقول فی رکوعه سبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریاء والعظمة.

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک رات کو (نماز پڑھنے کے لئے) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھڑا ہوا جب آپ ﷺ نے رکوع کیا رکوع میں بقدر سورۃ بقرہ (پڑھنے) کے ٹھہرے رکوع میں کہتے رہے ''سبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریاء والعظمة'' پاک ہے قدرت اور سلطنت والا اور شان وشوکت اور عظمت والا۔

حدیث میں جس نماز کا ذکر ہے وہ نماز تہجد کی تھی۔

نوع آخر منه

رکوع میں ایک اور ذکر کا بیان

اخبرنا عمرو بن علی قال حدثنا عبدالرحمن بن مهدی قال حدثنا عبدالعزیز بن ابی سلمة قال حدثنا عمی الماجشون بن ابی سلمة عن عبدالرحمن الاعرج عن عبیداللہ بن ابی رافع عن علی بن ابی طالب ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کان اذا رکع قال اللھم لک رکعت ولک اسلمت وبک آمنت خشع لک سمعی وبصری وعظامی ومخی وعصبی.

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع کرتے تو یہ ذکر پڑھتے ''اللھم لک رکعت الخ'' یاالٰہی میں نے تیرے واسطے رکوع کیا اور تیرے واسطے تابعدار ہوا اور میں نے تیرے تمام احکام مان لئے تابعدار ہوا تیرے واسطے میرے کان اور میری آنکھ اور میری ہڈیاں اور میرا دماغ اور میرے پٹھے۔

نوع آخر

ایک اور ذکر کا بیان

اخبرنا یحییٰ بن عثمان الحمصی قال حدثنا ابوحیوۃ قال حدثنا شعیب عن محمد بن المنکدر عن جابر بن عبداللہ عن النبی صلی اللہ علیه وسلم کان اذا رکع قال اللھم لک رکعت وبک آمنت ولک اسلمت وعلیک توکلت انت ربی خشع سمعی وبصری ودمی ولحمی وعظمی وعصبی للہ رب العالمین.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ ﷺ رکوع کرتے تو یہ کلمات پڑھتے ''اللھم لک رکعت الخ'' اے اللہ میں نے تیرے واسطے رکوع کیا اور تمام احکام قبول کئے اور تیرے واسطے تابعدار ہوا اور تیرے اوپر توکل کیا تو میرا رب ہے عاجزی کو ظاہر کیا میرے کان اور میری آنکھ اور میرے خون اور میرے گوشت اور میری ہڈی اور میرے پٹھے نے اللہ رب العالمین کے واسطے۔

اخبرنا یحییٰ بن عثمان قال حدثنا ابن حمیر قال حدثنا شعیب عن محمد بن المنکدر و ذکر آخر قبلہ عن عبدالرحمن الاعرج عن محمد مسلمة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قام یصلی تطوعا یقول اذا رکع اللھم لک رکعت وبک امنت ولک اسلمت وعلیک توکلت انت ربی خشع سمعی وبصری ولحمی ودمی ومخی وعصبی للہ رب العالمین۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت نفل نماز پڑھتے تو رکوع میں یہ دعاء پڑھتے "اللھم لک رکعت وبک امنت" تا آخر۔

باب الرخصة فی ترک الذکر فی الرکوع

رکوع میں ذکر چھوڑ دینے کی اجازت کا بیان

اخبرنا قتیبة قال حدثنا بکر بن مضر عن ابن عجلان عن علی بن یحییٰ الزرقی عن ابیه عن عمه رفاعة بن رافع وکان بدریا قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذ دخل رجل فی المسجد فصلی ورسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یرمقه ولایشعر ثم انصرف فاتی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فسلم علیه فرد علیه السلام ثم قال ارجع فصل فانک لم تصل قال لا ادری فی الثانیة اوفی الثالثة قال والذی انزل علیک الکتاب لقد جهدت فعلمنی وارنی قال اذا اردت الصلاة فتوضأ فاحسن الوضوء ثم قم فاستقبل القبلة ثم کبر ثم اقرأ ثم ارکع حتی تطمئن راکعا ثم ارفع حتی تعتدل قائما ثم اسجد حتی تطمئن ساجداً ثم ارفع رأسک حتی تطمئن قاعداً ثم اسجد حتی تطمئن ساجداً فاذا صنعت ذلک فقد قضیت صلاتک وما انتقصت من ذلک فانما تنقصه من صلاتک۔

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور وہ بدری تھے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اتفاق سے ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا پھر اس نے نماز پڑھی اور رسول اللہ ﷺ اس کی طرف دیکھ رہے تھے اور وہ شخص نہ جانتا تھا کہ حضور ﷺ اس کی طرف دیکھ رہے تھے پھر نماز سے فارغ ہو کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور سلام کیا حضور ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا نماز کا اعادہ کر کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی اس شخص نے دوسری یا تیسری باری میں کہا اس خدا کی قسم جس نے آپ ﷺ پر کتاب نازل کی میں نے تو نے بہت کوشش کی اس سے بہتر نماز میں نہیں جانتا آپ مجھے سکھلا دیں حضور ﷺ نے فرمایا جب تو نماز کا ارادہ کرے تو خوب اچھی طرح وضو کر پھر قبلہ رو ہو کر کھڑا ہو پھر تکبیر تحریمہ کہہ پھر قرأت کر پھر تو اطمینان سے رکوع کر پھر رکوع سے سر اٹھا یہاں تک کہ تو سیدھا کھڑا ہو جا پھر اطمینان سے سجدہ کر پھر سجدہ سے سر اٹھا یہاں تک کہ اطمینان سے بیٹھ جا پھر اطمینان سے دوسرا سجدہ کر پس اگر تو نے اپنی نماز کو اس طرح سے ادا کیا تو تیری نماز پوری ہوگئی اور جو کچھ تو نے اس سے کم کیا تو اتنا ہی

اپنی نماز میں سے ناقص کرڈالا۔

تشریح :امام نسائیؒ نے اس حدیث سے اپنے قول پر استدلال اس طرح سے کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس شخص کو اطمینان سے رکوع کرنے کا حکم دیا مگر رکوع میں تسبیح کا حکم نہیں دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رکوع میں تسبیح ضروری نہیں اس کے چھوڑ دینے سے نماز باطل نہیں ہوتی یہی قول جمہور علماء کا ہے چنانچہ امام نوویؒ نے کہا کہ رکوع اور سجدے میں تسبیح سنت ہے واجب نہیں یہی مذہب امام مالکؒ وامام ابوحنیفہؒ وامام شافعیؒ اور جمہور علماء رحمہم اللہ کا ہے مگر امام احمدؒ اور ائمہ حدیث میں سے ایک فریق کا قول ہے کہ رکوع اور سجود میں تسبیح واجب ہے ان حضرات نے حدیث ''فعظموا فیه الرب '' سے استدلال کیا ہے یہ حدیث پیچھے عنوان کے تحت گزر چکی ہے اس میں بصورت امر رکوع میں تسبیح کا حکم دیا گیا ہے نیز ارشاد نبوی ''صلوا کما رأیتمونی اصلی '' سے استدلال کیا ہے اس کا جواب جمہور یہ دیتے ہیں کہ امر کا لفظ استحباب پر محمول ہے اور جمہور عدم وجوب پر حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے جب اس شخص کو کیفیت نماز کی تعلیم دی تو آپ ﷺ نے اس کو تسبیح کا حکم نہیں دیا اور اگر تسبیح واجب ہوتی تو ضرور اس کو تسبیح کا حکم بھی فرماتے۔(امانی الاحبار :۳/ ۲۶۱)

یاد رہے کہ حدیث باب میں جس شخص کے بے اعتدالی اور لاپروائی سے نماز پڑھنے کا ذکر آیا ہے اس کا نام شارحین نے خلاد بن رافع بتایا ہے جو راوی حدیث علی بن یحییٰ کا دادا ہے اور اس کا ذکر صراحت کے ساتھ ابن ابی شیبہؒ کی روایت میں آیا ہے انہوں نے بروایت عباد بن العوام از محمد بن عمرو از علی بن یحییٰ از رفاعہ اس طرح بیان کیا ہے ''ان خلاد ادخل المسجد الحدیث ''۔

باب الامر باتمام الرکوع

بیان میں اس امر کے کہ رکوع پورا کیا کرو

اخبرنا محمد بن عبدالاعلی قال حدثنا خالد قال حدثنا شعبة عن قتادة قال سمعت انسا یحدث عن النبی صلی الله علیه وسلم قال اتموا الرکوع والسجود اذا رکعتم وسجدتم.

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ سے یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگوں جب تم رکوع اور سجدہ کرو تو پورا رکوع اور سجدہ کیا کرو۔

تشریح :تمام رکوع اس صورت میں ہوگا جبکہ رکوع میں تین مرتبہ ''سبحان ربی العظیم '' کہے اس کا بیان حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی رکوع کرے تو اپنے رکوع میں تین بار ''سبحان ربی العظیم '' کہے تو بیشک اس کا رکوع پورا ہوا، وذلک ادناه (یعنی کمال سنت کا ادنی درجہ تین بار ہے) اور جب سجدہ کرے تو تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہے وذالک ادناہ۔ بعض شارحین ہدایہ نے کہا کہ وذالک ادناہ کی ضمیر کا مرجع رکوع یا

سجود ہے یعنی تین مرتبہ تسبیح کے برابر رکوع یہ ادنی مرتبہ ہے ہاں اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس قدر اعتدال رکوع میں واجب ہے اور یہ جو منقول ہے کہ ادنی مقدار اعتدال کی ایک تسبیح ہے تو یہ ماسوائے رکوع اور سجود کے ہے کیوں کہ ہر دو سجدہ کے درمیان مثلاً کوئی رکن مفروض نہیں رکھا گیا جیسے رکوع اور سجدہ رکن مفروض ہے بلکہ یہ جلسہ دونوں سجدے کے متحقق ہونے کے لئے ہے یہ اس صورت میں ہوگا جب ایک سجدے سے سر اٹھا کر اتنا اطمینان اور اعتدال کر لے اور تسبیحات سنت ہیں اور تین تسبیحات کہنا اندازہ ہے تا کہ اس سنت سے فرض رکوع کی مقدار کامل ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث مذکور کو ابوداؤد اور ترمذی وغیرہما نے روایت کیا ہے۔

باب رفع اليدين عند الرفع من الركوع

رکوع سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھ اٹھانے کا بیان

اخبرنا سويد بن نصر قال انبانا عبدالله بن المبارك عن قيس بن سليم العنبرى قال حدثنى علقمة بن وائل قال حدثنى ابى قال صليت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فرأيته يرفع يديه اذا افتتح الصلاة واذا ركع واذا قال سمع الله لمن حمده هكذا واشار قيس الى نحو الاذنين.

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی پس میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کو دیکھا کہ دونوں ہاتھ اٹھاتے جبکہ نماز کو شروع فرماتے اور جب رکوع کرتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو اسی طرح دونوں ہاتھ اٹھاتے اور راوی حدیث قیس نے اشارہ سے بتایا کہ دونوں کانوں (کی لو) کے قریب تک اٹھاتے تھے۔

تشریح: رفع یدین کے متعلق تفصیلی بحث پیچھے اپنی جگہ پر گزر چکی ہے امام طحاویؒ نے اپنی سند سے مغیرہ بن مقسمؒ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم نخعیؒ سے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے حوالہ سے عرض کیا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے اور جبکہ رکوع کرتے اور جبکہ رکوع سے سر اٹھاتے تو حضرت ابراہیم نے جواب دیا اگر وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت ایک مرتبہ رفع یدین کرتے دیکھا ہے تو بلاشبہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پچاس مرتبہ دیکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے اس کی سند صحیح ہے۔

باب رفع اليدين حذوفروع الاذنين عند الرفع من الركوع

رکوع سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھوں کو دونوں کانوں کے اوپر والے حصے تک اٹھانے کا بیان

اخبرنا اسماعيل بن مسعود قال حدثنا يزيد وهو بن زريع قال حدثنا سعيد عن قتادة عن نصر بن

عاصم انه حدثهم عن مالک بن الحویرث انه رأی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یرفع یدیه اذا رکع واذارفع رأسه من الرکوع حتی یحاذی بهما فروع اذنیه.

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے یہاں تک کہ انہیں دونوں کانوں کے فروع سے برابر کرتے۔

باب رفع الیدین حذو المنکبین عند الرفع من الرکوع

رکوع سے سر اٹھاتے وقت دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھانے کا بیان

اخبرنا عمرو بن علی قال حدثنا یحییٰ بن سعید قال حدثنا مالک بن انس عن الزهری عن سالم عن ابیه ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کان یرفع یدیه اذا دخل فی الصلاة حذو منکبیه واذا رفع رأسه من الرکوع فعل مثل ذٰلک واذا قال سمع اللہ لمن حمده قال ربنا لک الحمد وکان لایرفع یدیه بین السجدتین.

حضرت سالم اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز میں داخل ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اسی طرح کرتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو ربنا لک الحمد کہتے اور دونوں سجدوں کے درمیان اپنے ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔

تشریح: رفع یدین کی کیفیت کے بیان میں روایات مختلف ہیں حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ دونوں کانوں سے اوپر تک ہاتھ اٹھانے کو بیان کرتے ہیں اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کندھوں تک اٹھانے کو اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت میں تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں انگوٹھے کانوں کی لو تک اٹھانے کا ذکر ہے اور ایک روایت میں سینہ تک اٹھانے کا ذکر ہے اور آثار صحابہ و تابعین بھی ہر ایک طور پر محفوظ و مشہور ہیں تو معلوم ہوا کہ ان میں سے ہر طریق کی گنجائش ہے لیکن ان طریقوں میں افضل کون طریقہ ہے تو حنیفہ کے نزدیک وہی صورت اولیٰ ہے جو حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بیان کی ہے کہ دونوں انگوٹھوں کو دونوں کانوں کی لو تک اٹھائے کیوں کہ یہ ایسی صورت ہے کہ سب صورتیں اس میں داخل ہو جاتی ہیں۔

قاضی عیاضؒ نے کہا کہ امام طحاویؒ اس طرف گئے ہیں کہ اختلاف آثار اختلاف حالات کے سبب سے ہے چنانچہ سینہ اور کندھوں کے مقابل تک ہاتھ اٹھانے پر بس کرنا سردی کے ایام میں تھا جبکہ ان کے ہاتھ چادروں کے اندر ہوتے تھے تو اس عذر کے سبب سے لوگ چادروں کے اندر ہی سے سینہ اور کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے اور کانوں تک اور کانوں سے اوپر تک اٹھاتے تھے جبکہ چادریں پہنے ہوئے نہ ہوتے اور ہاتھ باہر ہوتے تھے۔

علامہ خطابیؒ نے کہا کہ ہم سے ابوثور کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ امام شافعیؒ فرماتے تھے کہ راویوں کی

وجہ سے محل رفع یدین کے متعلق حدیثیں مختلف وارد ہوئی ہیں کہ جب حضور ﷺ دونوں ہاتھ اٹھا کر اپنی ہتھیلی کی پشت کندھوں کے مقابل رکھی اور انگلیوں کے سروں کو کانوں کے برابر رکھا اور ید یعنی ہاتھ دونوں کے مجموعہ کو کہتے ہیں تو بغیر تفصیل کے بعض راویوں نے اول چیز کو روایت کر دیا اور بعض نے دوسری کو تو دراصل دونوں حدیثوں میں کوئی اختلاف نہیں۔

ابن العربیؒ نے کہا کہ مقابل صدر تک ہاتھ اٹھانے کا جس روایت میں ذکر آیا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں اب رہا کندھے اور کان تک ہاتھ اٹھانے کا امر تو اسے صحیح بخاری و مسلم کی روایات میں نقل کیا گیا ہے اس لئے وہی قابل اعتماد ہے اور دونوں میں جمع کی صورت یہ ہے کہ انگلیوں کے سروں کو کانوں سے محاذی کرے اور ہتھیلی کے حصے کو کندھوں سے محاذی کرے اس طرح سے دونوں قسم کی روایات میں تطبیق دی جاسکتی ہے۔ (امانی الاحبار : جلد ۳)

اور تکبیر تحریمہ کے علاوہ باقی جگہوں میں رفع یدین کا کیا حکم ہے اس کی پوری وضاحت پیچھے گزر چکی ہے۔

الرخصة فی ترک ذٰلک

ترک رفع یدین کی رخصت کا بیان

اخبرنا محمود بن غیلان المروزی قال حدثنا وکیع قال حدثنا سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبدالله انه قال الااصلی بکم صلاة رسول الله صلی الله علیه وسلم فصلی فلم یرفع یدیه الامرة واحدة.

حضرت علقمہ روایت کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے کہ آپ نے کہا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز کی طرح نماز نہ پڑھاؤں پس انہوں نے نماز پڑھائی اور دونوں ہاتھ نہیں اٹھائے مگر ایک بار۔

تشریح :اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے حسن قرار دیا ہے اور ابن حزمؒ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اس سے مسلک حنفیہ کی تائید ہوتی ہے کہ رفع یدین تکبیر افتتاح کے وقت کے علاوہ باقی جگہوں میں ترک کر دیا گیا ہے جب ہی تو حضرت ابن مسعود ؓ صرف ایک بار تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھائے پھر نہیں اٹھائے لیکن بعض محدثین نے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے اعتراض اور اس کا جواب پیچھے عنوان ''باب العمل فی افتتاح الصلٰوۃ'' کے تحت دیا گیا ہے۔

باب مایقول الامام اذا رفع رأسه من الرکوع

امام جب رکوع سے اپنا سر اٹھائے تو کیا کہے

اخبرنا سوید بن نصر قال انبانا عبدالله عن مالک عن ابن شهاب عن سالم عن ابن عمران رسول الله صلی الله علیه وسلم کان اذا افتتح الصلاة رفع یدیه حذو منکبیه واذا کبر للرکوع واذا رفع رأسه من

الركوع رفعهما كذلك ايضا وقال سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد وكان لا يفعل ذالك فی السجود.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو دونوں ہاتھ کندھوں کے مقابل اٹھاتے اور جب رکوع کے لئے تکبیر کہتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اسی طرح دونوں ہاتھ اٹھاتے اور ''سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد'' کہتے اور سجود میں دونوں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔

اخبرنا اسحق بن ابراهيم قال حدثنا عبدالرزاق قال حدثنا معمر عن الزهری عن ابی سلمة عن ابی هريرة قال كان رسول الله صلی الله عليه وسلم اذا رفع رأسه من الركوع قال اللهم ربنا ولك الحمد.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو ''اللهم ربنا ولك الحمد'' کہتے۔

تشریح: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں ''سمع الله لمن حمده'' کہنے کو نقل نہیں کیا ان کی روایت بخاری ومسلم میں موجود ہے کہ اس میں دونوں ذکر تسمیع وتحمید کہنے کو روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ دونوں ذکر کو جمع کرتے تھے کیوں کہ ''سمع الله لمن حمد'' امام کے وظائف میں سے ہونے پر سب کا اتفاق ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں تو مسئلہ ''سمع الله لمن حمده'' کا چونکہ بالکل ظاہر ہے اس لئے راوی حدیث نے اس کو چھوڑ دیا البتہ امام ''سمع الله لمن حمده'' کے ساتھ ''ربنا ولك الحمد'' بھی کہے گا یا نہیں اس میں کچھ اختلاف ہے جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

باب مایقول الماموم

بیان میں اس بات کے کہ مقتدی کیا پڑھیں

اخبرنا هناد بن السری عن ابن عيينه عن الزهری عن انس ان النبی صلی الله عليه وسلم سقط من فرس علی شقه الايمن فدخلوا عليه يعودونه فحضرت الصلاة فلما قضی الصلاة قال انما جعل الامام ليؤتم به فاذا ركع فاركعوا واذا رفع فارفعوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا ولك الحمد.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ گھوڑے سے داھنی کروٹ پر گر پڑے پس صحابہ حضور ﷺ کی حال پرسی کے لئے گئے وہاں نماز کا وقت ہوگیا جب نماز پوری کر چکے فرمایا امام صرف اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جاوے جب وہ رکوع کرے تم بھی رکوع کرو اور جب وہ اٹھے تم بھی اٹھو اور جب ''سمع الله لمن حمده'' کہے تو تم ''ربنا ولك الحمد'' کہو۔

اخبرنا محمد بن سلمة قال انبانا ابن القاسم عن مالك قال حدثنی نعيم بن عبدالله عن علی بن يحيی الزرقی عن رفاعة بن رافع قال كنا يوما نصلی وراء رسول الله صلی الله عليه وسلم فلما رفع رأسه

من الركعة قال سمع الله لمن حمده قال رجل وراءه ربنا ولك الحمد حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه فلما انصرف رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من المتكلم آنفا فقال الرجل انا يا رسول الله قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لقد رأيت بضعة وثلاثين ملكا يبتدرونها ايهم يكتبها اولا.

حضرت رفاعہ بن رافع ﷺ کہتے ہیں کہ ہم ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے جب آپ ﷺ نے رکوع سے سر اٹھایا "سمع الله لمن حمده" کہا اسی وقت ایک آدمی نے آپ کے پیچھے کہا "ربنا ولك الحمد حمداً كثيراً طيباً مباركا فيه" جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا ابھی ان کلمات کا پڑھنے والا کون تھا اس شخص نے کہا یا رسول اللہ میں تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک میں نے تیس سے زیادہ فرشتے دیکھے کہ جلدی کرتے تھے ان میں سے کون ان کلموں کا ثواب سب سے پہلے لکھے۔

باب قوله ربنا ولك الحمد

"ربنا ولك الحمد" کہنے کی فضیلت کا بیان

اخبرنا قتيبة عن مالك عن سمي عن ابي صالح عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا قال الامام سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا ولك الحمد فان من وافق قوله قول الملائكة غفر له ماتقدم من ذنبه.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام "سمع الله لمن حمده" کہتا ہے تو تم "ربنا ولك الحمد" کہو بات یہ ہے کہ جس کا کہنا فرشتوں کے کہنے سے موافق پڑا تو اس کے اگلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

اخبرنا اسماعيل بن مسعود قال حدثنا خالد قال حدثنا سعيد عن قتادة عن يونس بن جبير عن حطان بن عبدالله انه حدثه انه سمع ابا موسىٰ قال ان نبي الله صلى الله عليه وسلم خطبنا وبين لنا سنتنا وعلمنا صلاتنا فقال اذا صليتم فاقيموا صفوفكم ثم ليؤمكم احدكم فاذا كبر الامام فكبروا واذا قرأ غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين يجبكم الله واذا كبر واركع فكبروا واركعوا فان الامام يركع قبلكم ويرفع قال نبي الله صلى الله عليه وسلم فتلك بتلك واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا ولك الحمد يسمع الله لكم فان الله قال على لسان نبيه صلى الله عليه وسلم سمع الله لمن حمده فاذا كبر وسجد فكبروا واسجدوا فان الامام يسجد قبلكم ويرفع قبلكم قال نبي الله صلى الله عليه وسلم فتلك بتلك فاذا كان عند القعده فليكن من اول قول احدكم التحيات الطيبات الصلوات لله سلام

علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته سلام علینا وعلی عباد الله الصالحین اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبده ورسوله سبع کلمات وهی تحیة الصلاة.

حضرت ابوموسی اشعری ﷜ کہتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ہمیں وعظ فرمایا اور ہمارے واسطے سنتیں بیان کیں اور ہماری نماز کی تعلیم دی فرمایا جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنی صفوں کو درست کرو پھر تم میں سے ایک شخص امام ہو جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب ''غیر المغضوب علیهم ولا الضالین '' پڑھے تم آمین کہو اللہ تمہاری دعا قبول کرے گا اور جب اللہ اکبر کہے اور رکوع کرے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور رکوع کرو امام تم سے پہلے رکوع کرتا ہے اور تم سے پہلے اٹھتا ہے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا یہ اس کے مقابلہ میں ہے اور جب ''سمع الله لمن حمده '' کہے تو ''اللهم ربنا ولک الحمد '' کہو اللہ تمہاری دعا قبول کرے گا بیشک اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی زبانی فرمایا ''سمع الله لمن حمده '' قبول کی اللہ نے واسطے اس شخص کے جس نے اس کی تعریف کی پھر جب اللہ اکبر کہے اور سجدہ کرے تم بھی اللہ اکبر کہو اور سجدہ کرو امام پہلے سجدہ کرتا ہے اور پہلے اٹھتا ہے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا یہ اس کے مقابلہ میں ہے اور جب تم قعدہ کی حالت میں ہو تو ہر شخص کا اول قول یہ ہونا چاہئے کہ ''التحیات الطیبات الصلوات لله'' تا آخر سات کلمات ہیں اور یہ نماز کا تحیہ ہے۔

قدر القیام بین الرفع من الرکوع والسجود

رکوع اور سجود سے اٹھنے کے درمیان کس قدر ٹھہرنا چاہئے اس کا بیان

اخبرنا یعقوب بن ابراهیم قال حدثنا علیة قال انبانا شعبة عن الحکم عن عبدالرحمن ابن ابی لیلی عن البراء بن عازب ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان رکوعه واذا رفع رأسه من الرکوع وسجوده ومابین السجدتین قریبا من السواء.

حضرت براء بن عازب ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا رکوع اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اور آپ ﷺ کا سجدہ اور آپ ﷺ کا دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا یہ سب تقریباً برابر ہوتے تھے۔

تشریح: ''قریبا من السواء '' کا مطلب یہ ہے کہ رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ سب مقدار وقت میں قریب قریب برابر ہوتے تھے۔ (قالہ علامة الطیبیؒ)

بعض حضرات نے کہا کہ حضرت براء ﷜ کی حدیث میں ''قریباً من السواء '' کی یہ مراد نہیں کہ حضور ﷺ بقدر قیام رکوع کرتے اور اسی طرح سجود اور اعتدال کرتے تھے بلکہ یہ مراد ہے کہ حضور ﷺ کی نماز متقارب اور متناسب ہوتی تھی پس جس وقت حضور ﷺ قرأت کو طویل کرتے تو باقی ارکان کو طویل کرتے اور جس وقت قرأت ہلکی کرتے تو باقی ارکان کو بھی مختصر کرتے چنانچہ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے فجر کی نماز میں سورۂ صافات پڑھی اور سنن کی کتابوں میں حضرت

انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ کے سجدے کا اندازہ صحابہ نے بقدر دس تسبیحات کے کیا یعنی جتنی دیر میں سجدہ کرتے صحابہ کہتے ہیں ہم اتنی دیر میں دس تسبیحات پڑھ لیتے اور دس تسبیحات سے کم کو اس صورت پر محمول کیا جائے جبکہ سورہ صافات کے علاوہ کوئی اور مختصر سورہ پڑھتے جیسا کہ سنن کی روایات میں تین مرتبہ تسبیح کا ذکر آیا ہے اور بعض حضرات نے کہا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے قول "قريباً من السواء" کا مطلب یہ ہے کہ ہر رکن تقریباً برابر ہوتا تھا چنانچہ پہلی رکعت کا قیام تقریباً دوسری رکعت کے رکوع برابر ہوتا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔(فتح الملهم : ٢/٨٧. بذل المجهود)

باب مايقول في قيامه ذلك

اپنے اس قیام میں کیا پڑھتے تھے اس کا بیان

اخبرنا ابو داؤد سليمان بن سيف الحراني قال حدثنا سعيد بن عامر قال حدثنا هشام بن حسان عن قيس بن سعد عن عطاء عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم كان اذا قال سمع الله لمن حمده قال اللهم ربنا لك الحمد ملء السماوات وملء الارض وملء ماشئت من شئي بعد.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جس وقت "سمع الله لمن حمده" کہتے تو یہ دعا پڑھتے "اللهم ربنا لك الحمد الخ" یا الٰہی پروردگار ہمارے آسمانوں اور زمین بھر دینے کے بقدر تعریف تیرے واسطے ہے اور بقدر بھرنے اس چیز کے کہ تو چاہے کسی چیز سے بعد آسمانوں اور زمین کے یعنی بقدر بھرنے عرش اور کرسی کے تعریف تیرے واسطے ہے۔

اخبرني محمد بن اسماعيل بن ابراهيم قال حدثنا يحيىٰ بن ابي بكير قال حدثنا ابراهيم بن نافع عن وهب بن ميناس العدني عن سعيد بن جبير عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم كان اذا اراد السجود بعد الركعة يقول اللهم ربنالك الحمد ملء السماوات وملء الارض وملء ماشئت من شئي بعد.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب رکوع کے بعد سجدہ کا ارادہ فرماتے تو یہ دعاء پڑھتے "اللهم ربنالك الحمد الخ"۔

اخبرني عمرو بن هشام ابو امية الحراني قال حدثنا مخلد عن سعيد بن عبدالعزيز عن عطية بن قيس عن قزعة بن يحيىٰ عن ابي سعيد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول حين يقول سمع الله لمن حمده ربنا لك الحمد ملء السماوات وملء الارض وملء ماشئت من شئي بعد اهل الثناء والمجد خير ما قال العبد وكلنا لك عبد لامانع لما اعطيت ولا ينفع ذا الجد منك الجد.

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت "سمع الله لمن حمده" کہتے تو پڑھتے "ربنا لك

الحمد الخ ''اے ہمارے رب آسمانوں اور زمین بھری ہوئی تعریف تیرے واسطے ہے اور عرش و کرسی بھری ہوئی تعریف آسمانوں اور زمین کے بعد اے تعریف اور عظمت کے لائق خدا بندے نے جو کچھ کہا تو اس سے زیادہ لائق ہے اور ہم سب تیرے بندے ہیں اس چیز کو کوئی روکنے والا نہیں جو تو نے عطا کی اور دولت مند کو تیرے عذاب سے اس کی دولت مندی فائدہ نہیں دے سکتی۔

اخبرنا حمید بن مسعدة قال حدثنا یزید بن زریع قال حدثنا شعبة عن عمرو بن مرة عن ابی حمزة عن رجل من بنی عبس عن حذیفة انه صلی مع رسول الله صلی الله علیه وسلم ذات لیلة فسمعه حین کبر قال الله اکبر ذاالجبروت والملکوت والکبریاء والعظمة وکان یقول فی رکوعه سبحان ربی العظیم واذا رفع رأسه من الرکوع قال لربی الحمد لربی الحمد وفی سجوده سبحان ربی الاعلی وبین السجدتین رب اغفرلی رب اغفرلی وکان قیامه ورکوعه واذا رفع رأسه من الرکوع وسجوده وما بین السجدتین قریباً من السواء.

حضرت حذیفہ ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک رات کو نماز پڑھی جس وقت آپ ﷺ نے تکبیر کہی میں نے آپ سے یہ پڑھتے سنا ''**الله اکبر ذاالجبروت والملکوت والکبریاء والعظمة** '' اور رکوع میں کہتے تھے ''**سبحان ربی العظیم** '' اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو کہتے ''**لربی الحمد لربی الحمد** '' اور سجدہ میں کہتے ''**سبحان ربی الاعلی** '' اور دونوں سجدوں کے درمیان ''**رب اغفرلی رب اغفرلی** '' کہتے اور حضور ﷺ کا قیام اور رکوع اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اور حضور ﷺ کا سجدہ اور دو سجدوں کے درمیان کا جلسہ سب قریب قریب برابر ہوتے تھے۔

باب القنوت بعد الرکوع

رکوع کے بعد قنوت کا بیان

اخبرنا اسحق بن ابراهیم قال حدثنا جریر عن سلیمان التیمی عن ابی مجلز عن انس بن مالک قال قنت رسول الله صلی الله علیه وسلم شهراً بعد الرکوع یدعو علی رعل وذکوان وعصیة عصت الله ورسوله.

حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رکوع کے بعد ایک مہینہ قنوت پڑھی بددعا کرتے تھے چند قبیلوں یعنی رعل اور ذکوان اور عصیہ پر انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی تھی۔

تشریح: قنوت کا لفظ مختلف معانی پر مستعمل ہوتا ہے جیسے دعاء وعبادۃ وخشوع وقیام وطول قیام وسکوت وطاعت وصلوۃ ان میں سے جس معنی کا لفظ حدیث احتمال رکھتا ہو وہی معنی مراد ہوگا یہاں دعا کے معنی میں ہے پھر قنوت کی دو قسمیں ہیں قنوت نازلہ اور قنوت وتر امام نسائی یہاں قنوت نازلہ کا حکم بیان کر رہے ہیں اور قنوت وتر کا بیان آگے آئے گا نازلہ میں حنفیہ کے یہاں بھی

قنوت بعد الرکوع ہے اس قنوت نازل کا قصہ مشہور ہے کہ ستر (۷۰) آدمی تبلیغ کے لئے روانہ فرمائے تھے اور رعل وذکوان جو معاہد تھے انہوں نے عہد توڑ دیا وجہ یہ تھی کہ انہوں نے سمجھا کہ ہم پر چڑھائی کرنے آئے ہیں مسلمانوں کے امیر نے کہا کہ ہم تم سے نہیں لڑیں گے بلکہ آگے جائیں گے مگر وہ لوگ نہ مانے اور تمام صحابہ کو سوائے ایک کے شہید کر دیا ان کی موت پر حضور اکرم ﷺ بہت غمگین ہوئے حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ان قبیلوں والوں پر مہینے بھر تک حضور ﷺ بددعاء فرماتے رہے۔

باب القنوت فی صلاة الصبح

صبح کی نماز میں قنوت کا بیان

اخبرنا قتيبة قال حدثنا حماد عن ايوب عن ابن سيرين ان انس بن مالک سئل هل قنت رسول الله صلى الله عليه وسلم في صلاة الصبح قال نعم فقيل له قبل الركوع اوبعده قال بعد الركوع.

حضرت ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کیا رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز میں قنوت پڑھی تھی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا جی ہاں پھر ان سے پوچھا گیا رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد انہوں نے کہا رکوع کے بعد۔

اخبرنا اسماعيل بن مسعود قال حدثنا بشر بن المفضل عن يونس عن ابن سيرين قال حدثني بعض من صلى مع رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاة الصبح فلما قال سمع الله لمن حمده في الركعة الثانية قام هنيهة.

ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی ان میں سے بعض نے مجھ سے بیان کیا کہ جب دوسری رکعت میں حضور ﷺ نے "**سمع الله لمن حمده**" کہا تو تھوڑی دیر کھڑے رہے۔

اخبرنا محمد بن منصور قال حدثنا سفيان قال حفظناه من الزهري عن سعيد عن ابي هريرة قال لما رفع رسول الله صلى الله عليه وسلم رأسه من الركعة الثانية من صلاة الصبح قال اللهم انج الوليد بن الوليد وسلمة بن هشام وعياش بن ابي ربيعة والمستضعفين بمكة اللهم اشد وطاتك على مضر واجعلها عليهم سنين كسني يوسف.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز میں دوسری رکعت کے رکوع سے سر اٹھایا تو فرمایا اے اللہ نجات دے ولید بن ولید کو اور سلمہ بن ہشام کو اور عیاش بن ابی ربیعہ کو اور مکہ کے کمزور مسلمانوں کو اے اللہ قوم مضر پر سخت عذاب نازل کر اور اپنا عذاب ان پر اس طرح اتار کہ ان پر سات برس کا بڑا قحط مسلط کر جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے وقت میں اہل مصر پر واقع ہوا تھا۔

اخبرنا عمرو بن عثمان قال حدثنا بقية عن ابن ابي حمزة قال حدثني محمد قال حدثني سعيد بن

المسيب وابوسلمة بن عبدالرحمن ان اباهريرة كان يحدث ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يدعو فى الصلاة حين يقول سمع الله لمن حمده ربناولک الحمد ثم يقول وهو قائم قبل ان يسجد اللهم انج الوليد بن الوليد وسلمة بن هشام وعياش بن ابى ربيعة والمستضعفين من المؤمنين اللهم اشدد وطاتک على مضر واجعلها عليهم كسنى يوسف ثم يقول الله اكبر فيسجد وضاحية مضر يومئذ مخالفون لرسول الله صلى الله عليه وسلم.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں دعاء کرتے تھے جس وقت آپ ''سمع الله لمن حمده ربنا ولک الحمد '' کہتے پھر سجدہ کرنے سے پہلے قیام کی حالت میں کہتے یاالٰہی ولید بن ولید اور سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے اور مؤمنوں میں جو لوگ کمزور ہیں ان کو بھی نجات دے یاالٰہی قوم مضر کو سخت عذاب میں مبتلا کیجئے اور یوسف علیہ السلام کے وقت میں جس طرح اہل مصر قحط کے سات سالوں میں مبتلا ہوگئے تھے اسی طرح قوم مضر پر قحط سالی مسلط فرمادیجئے پھر کہتے اللہ اکبر پھر سجدہ کرتے اور اس زمانے میں قوم مضر میں سے دیہاتی لوگ رسول اللہ ﷺ کے مخالف تھے۔

باب القنوت فى صلاة الظهر

ظہر کی نماز میں قنوت کا بیان

اخبرنا سليمان بن سلم البلخى قال حدثنا النضر قال انبانا هشام عن يحيى عن ابى سلمة عن ابى هريرة قال لاقربن لكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فكان ابوهريرة يقنت فى الركعة الآخرة من صلاة الظهر وصلاة العشاء الاخرة وصلاة الصبح بعد مايقول سمع الله لمن حمده فيدعو للمؤمنين ويلعن الكفرة.

ابوسلمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا البتہ میں تم کو ایسی نماز پڑھا کر دکھاؤں جس طرح رسول اللہ ﷺ پڑھتے تھے ابوسلمہؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ظہر کی آخری رکعت میں اور عشاء کی آخری رکعت میں اور فجر کی نماز میں ''سمع الله لمن حمده '' کہنے کے بعد قنوت پڑھتے تھے مؤمنوں کے واسطے دعاء کرتے اور کافروں پر بددعاء کرتے تھے۔

باب القنوت فى صلاة المغرب

نماز مغرب میں قنوت کا بیان

اخبرنا عبيدالله بن سعيد عن عبدالرحمن عن سفيان وشعبة عن عمروبن مرة ح واخبرنا عمروبن

علی قال حدثنا یحییٰ عن شعبة وسفیان قالا حدثنا عمروبن مرة عن ابن لیلی عن البراء بن عازب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقنت فی الصبح والمغرب وقال عبیداللہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم .

حضرت براء بن عازب ﷜ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ صبح اور مغرب کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے۔

باب اللعن فی القنوت

قنوت میں لعنت کا بیان

اخبرنا محمد بن المثنی قال حدثنا ابوداؤد قال حدثنا شعبة عن قتادة عن انس وھشام عن قتادة عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قنت شھرا قال شعبة لعن رجالا وقال ھشام یدعو علی احیاء من احیاء العرب ثم ترکہ بعد الرکوع ھذا قول ھشام وقال شعبة عن قتادة عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قنت شھرا یلعن رعلا وذکوان ولحیان .

حضرت انس ﷜ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے ایک مہینہ رکوع کے بعد قنوت پڑھی شعبہؒ کہتے ہیں کہ اس قنوت میں کچھ لوگوں پر لعنت فرماتے تھے اور ہشامؒ کہتے ہیں کہ عرب کے چند قبیلوں پر بددعاء فرماتے رہے پھر اس کو چھوڑ دیا یہ ہشام کا قول ہے اور شعبہ نے قتادہ سے اور انہوں نے حضرت انس ﷜ سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں ''ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قنت شھراً الخ'' کہ نبی ﷺ نے ایک مہینہ قنوت پڑھی رعل وذکوان اور لحیان پر بددعا کرتے تھے۔

باب لعن المنافقین فی القنوت

قنوت میں منافقین پر لعنت کرنے کا بیان

اخبرنا اسحق بن ابراھیم قال انبانا عبدالرزاق قال حدثنا معمر عن الزھری عن سالم عن ابیہ انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین رفع رأسہ من صلاة الصبح من الرکعة الاخرة قال اللھم العن فلانا وفلانا یدعوعلی اناس من المنافقین فانزل اللہ عزوجل لیس لک من الامر شیٔ اویتوب علیھم اویعذبھم فانھم ظالمون.

حضرت سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ان کے والد حضرت عبداللہ بن عمر ﷜ نے نبی ﷺ سے سنا کہ جس وقت حضور ﷺ صبح کی دوسری رکعت کے رکوع سے سر اٹھائے تو اس طرح کی بددعاء فرمائی یاالٰہی فلاں اور فلاں پر لعنت کر بددعاء کرتے تھے کچھ لوگوں پر منافقین میں سے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ''لیس لک من الامری شئی الخ'' آپ

کو (کسی کے مسلمان ہونے یا کافر رہنے کے متعلق خود) کوئی دخل نہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان پر یا تو (رحمت سے) متوجہ ہو جائیں یا ان کو (دنیا ہی میں) کوئی سزا دیدیں کیوں کہ وہ ظلم بھی بڑا کر رہے ہیں۔

ترک القنوت

قنوت چھوڑ دینے کا بیان

اخبرنا اسحق بن ابراهيم قال انبانا معاذ بن هشام قال حدثني ابي عن قتادة عن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قنت شهراً يدعو على حي من احياء العرب ثم تركه.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے ایک مہینہ تک قنوت پڑھی عرب کے کچھ قبائل پر بدعاء فرماتے تھے پھر اس کو چھوڑ دیا۔

اخبران قتيبة عن خلف وهو ابن خليفة عن ابي مالك الاشجعي عن ابيه قال صليت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يقنت وصليت خلف ابي بكر فلم يقنت وصليت خلف عمر فلم يقنت وصليت خلف عثمان فلم يقنت وصليت خلف علي فلم يقنت ثم قال يابني انها بدعة.

ابو مالک اشجعی اپنے والد طارق بن اشیم سے روایت کرتے ہیں ان کے والد نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی آپ ﷺ نے قنوت نہیں پڑھی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے قنوت نہیں پڑھی اور عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے قنوت نہیں پڑھی اور عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے قنوت نہیں پڑھی اور علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے قنوت نہیں پڑھی پھر فرمایا اے میرے بیٹے قنوت بدعت ہے۔

تشریح: اوپر کے ابواب کے تحت کی روایات سے چار نمازوں یعنی فجر وظہر ومغرب وعشاء میں قنوت پڑھنے کا ثبوت ہوتا ہے بلکہ ابوداؤد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے عصر میں بھی قنوت کا ثبوت ہوتا ہے اب ان روایات کے مطابق قنوت پڑھی جائے گی یا نہیں اس مسئلہ میں اختلاف ہے امام نوویؒ نے شافعیہ کا صحیح مشہور مذہب یہ نقل کیا ہے کہ اگر کوئی حادثہ پیش آوے جیسے دشمن کا غلبہ ہو یا قحط اور وباء وغیرہ کا حادثہ پیش آئے جس سے مسلمانوں کو ضرر پہنچتا ہو تو پانچوں نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھے اور اگر ایسا کوئی حادثہ واقع نہ ہو تو پھر نہ پڑھے اور یہی قول شافعیہ کا قاضی عیاضؒ نے بھی نقل کیا ہے چنانچہ انہوں نے کہا کہ بعض علماء نے تمام نمازوں میں قنوت کو جائز قرار دیا ہے اس میں اہل اسلام کے لئے دعاء کرے اور کفار پر بددعاء کرے امام شافعیؒ اور طبریؒ کا یہی قول ہے اور حنفیہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ قنوت نازلہ فجر کے ساتھ خاص ہے اسی طرح ابن قدامہؒ نے المغنی میں لکھا ہے کہ اگر مسلمانوں پر کوئی حادثہ نازل ہو تو امام فجر کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھے اس کی امام احمدؒ نے تصریح کی ہے اور امام ابو حنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ اسی کے قائل ہیں اور صبح کے علاوہ دوسرے فرائض میں قنوت نہ پڑھے اس کی تائید شرح المنیۃ

کے مضمون سے ہوتی ہے وہاں اس مسئلہ پر بحث کے بعد لکھا ہے کہ حادثہ کے وقت قنوت کی مشروعیت برابر باقی ہے اور صحابہ میں سے جن حضرات نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد قنوت پڑھی اس کا یہی محمل ہے کہ انہوں نے حوادث کے وقت پڑھی یہی مذہب ہمارا اور جمہور کا ہے اور حافظ ابوجعفر الطحاویؒ نے فرمایا کہ بدون حادثہ اور بلاء کے ہمارے نزدیک صبح کی نماز میں قنوت نہ پڑھے البتہ اگر فتنہ یا کوئی بلاء واقع ہو تو قنوت پڑھنے میں کوئی حرج نہیں کیوں کہ حضور ﷺ نے قنوت پڑھی لیکن حوادث کے وقت تمام نمازوں میں قنوت کا قائل فقہاء میں سے سوائے امام شافعیؒ کے کوئی نہیں تو حنفیہ نسائی اور صحیح مسلم کی روایات کو جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے ظہر اور عشاء میں قنوت پڑھی نیز مغرب میں قنوت پڑھنے کے متعلق روایت صحیح بخاری میں موجود ہے ان کو منسوخ مانتے ہیں کیوں کہ ان نمازوں میں مواظبت اور تکرار کے ساتھ قنوت نازلہ نہیں پڑھی گئی جیسے فجر کی نماز میں حضور ﷺ نے مواظبت اور تکرار کے ساتھ مسلسل ایک مہینہ تک قنوت پڑھی اس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ قنوت نازلہ نماز فجر کے ساتھ مخصوص ہے اب رہا یہ سوال کہ حنفیہ تو کہتے ہیں قنوت نازلہ کا عمل فجر میں منسوخ ہو گیا تو پھر تخصیص بالفجر کے قول کا کیا معنی اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں دو باتیں ہیں ایک تو عموم حکم کا منسوخ ہونا دوسرے اصل حکم کا تو حنفیہ کے قول کے مطابق مطلب یہ ہے کہ عموم حکم منسوخ ہے نہ کہ اصل حکم۔ كما نبه عليه نوح آفندي. (اماني الاحبار)

بہر حال اس تفصیل مذکور سے واضح ہو گیا کہ کوئی سخت حادثہ واقع ہونے کی صورت میں قنوت فجر حنفیہ کے نزدیک باقی ہے وہ منسوخ نہیں ہوا ہاں دوام قنوت فجر کا انکار کرتے ہیں کیوں کہ کسی صحیح روایت میں دوام واستمرار کی کوئی تصریح نہیں لیکن اس مسئلہ میں شافعیہ اور مالکیہ کا مسلک ہمارے خلاف ہے چنانچہ ابن رشد نے البدایہ میں لکھا ہے کہ امام مالکؒ کے نزدیک فجر کی نماز میں بطور دوام قنوت پڑھنا مستحب ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک سنت ہے اور احناف اور حنابلہ کے مسلک کی تفصیل پیچھے ابھی گزر چکی ہے حنفیہ اور حنابلہ کے دلائل میں سے مضبوط ترین دلیل حضرت ابو مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس کو امام نسائیؒ نے آخری عنوان کے تحت نقل کیا ہے دیکھئے کہ حضرت ابو مالک رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز میں قنوت کو بدعت قرار دیا ہے یعنی اس پر مواظبت کو بدعت قرار دیا ہے کیوں کہ اس رسم کو تابعین نے نکالا ہے اس کا وجود نہ تو حضور ﷺ کے دور میں تھا اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں۔

علامہ سندھیؒ کا ارشاد

جملہ "یابنی انها بدعة" کی تشریح میں لکھا ہے کہ اس سے واضح ہو گیا کہ کچھ ایام تک فجر کی نماز میں قنوت تھی پھر وہ منسوخ ہو گیا یا قنوت ایام حوادث ومصائب کے ساتھ مخصوص تھی یہی قول ثانی دوسری احادیث قنوت کے پیش نظر زیادہ مناسب اور راجح ہے۔

حضرت گنگوہیؒ کا ارشاد

آپ کی تقریر جو کوکب دری: ۷۷ اپر نقل کی گئی ہے اس سے بھی حادثہ کے وقت صبح کی نماز میں قنوت نازلہ کا جواز ثابت ہوتا ہے فرماتے ہیں یہ جو ہمارے بعض علماء حنفیہ کہتے ہیں کہ قنوت فجر منسوخ ہے اس لئے کہ جب آیت "ليس لك من الامر

شئی الخ ''نازل ہوئی تو پھر حضور ﷺ نے اس کو نہ پڑھا بعد ازاں ترک فرما دیا انکا یہ قول نا قابل اعتبار ہے کیوں کہ اس آیت میں قنوت فی الفجر سے منع نہیں کیا گیا البتہ مشرکین پر لعنت سے ممانعت کی گئی کیوں کہ حضور ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں اور بد دعا کرنا مشرکوں پر حالانکہ ان میں سے اکثر لوگوں کے مقدر میں اسلام تھا بظاہر قانون رحمت کے خلاف ہے اس بناء پر اللہ جل شانہ نے اس آیت میں مشرکوں پر بد دعاء کرنے سے منع فرمایا فجر میں ترک قنوت کے لئے یہ آیت نازل نہیں ہوئی اور ان بعض علماء کا قول کیوں کر معقول ہوسکتا ہے اگر ان کے قول کو صحیح قرار دیا جائے تو پھر ہمارے نزدیک حادثہ کے وقت بھی قنوت نازلہ درست نہ ہونا چاہئے حالانکہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب اس کے خلاف ہے کہ حادثہ کے وقت قنوت نازلہ پڑھنا جائز ہے۔

حنفیہ کی دوسری دلیل حضرت ابن مسعود ؓ کی روایت ہے جو ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے''**لم یقنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا شھر الم یقنت قبلہ و لابعدہ**''چونکہ یہ حدیث دوام قنوت کے قائلین کے خلاف ہے اس لئے انہوں نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کی سند میں ابوحمزہ قصاب راوی کی قوۃ یادداشت بگڑ گئی تھی اس لئے اس کی حدیث ضعیف ہے جو قابل استدلال نہیں اس کا جواب حنفیہ وغیرہ نے یہ دیا ہے کہ حدیث ہمارے پاس ایک صاف ستھری سند سے پہنچی ہے چنانچہ اس حدیث کو امام ابوحنیفہؒ نے حمادؒ سے انہوں نے ابراہیمؒ سے انہوں نے علقمہؒ سے انہوں نے ابن مسعود ؓ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے''**ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یقنت فی الفجر قط الاشھرا واحدالم یری قبل ذلک ولابعدہ یدعوا علی ناس من المشرکین**''(مسند امام اعظم)

اسی طرح ابو محمد بخاری نے امام ابوحنیفہ کے طریق سے اس کو روایت کیا ہے اور اس میں اتنا زیادہ بیان کیا ہے''**وانما قنت فی ذلک الشھر یدعوا الخ**''اور قاضی عمر الاشنانی اور ابن خسرو نے اپنی مسند میں امام ابوحنیفہؒ کے طریق سے اس کو روایت کیا ہے۔(**کما فی جامع المسانید**)

شیخ ابن ہمامؒ اور شارح المنیہ حلبی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے کیوں کہ اس کی سند بے غبار ہے اور اس حدیث کی تائید حضرت ابن مسعود ؓ کے ترک قنوت پر عمل سے ہوتی ہے حالانکہ انہوں نے حدیث قنوت روایت کی اور اس کی تائید حضرت انس ؓ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کو امام مسلمؒ اور نسائی وغیرہما نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے''**ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قنت شھرا یدعو علی احیاء من احیاء العرب ثم ترکہ**''یہ حدیث بلاشک صحیح ہے جو تمام نمازوں کو شامل ہے پس ان روایات سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ عام حالات میں بطور دوام فجر کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھنا نہ مسنون ہے اور نہ مستحب بلکہ بدعت ہے جیسا کہ اس پر حضرت ابو مالک اشجعی ؓ کی حدیث مذکور دلالت کررہی ہے البتہ اگر مسلمانوں پر کوئی سخت حادثہ نازل ہوگیا ہو اس زمانہ میں صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھنے کو بدعت نہیں فرمایا اور ہم بتا چکے ہیں کہ حنفیہ اور حنابلہ خاص حالت میں قنوت خاص کے قائل ہیں۔ شوافع وغیرہ اپنے مسلک کے اثبات میں ایک روایت تو حضرت براء بن عازب ؓ کی پیش کرتے ہیں''**ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقنت فی الصبح**

والمغرب ''دوسری روایت حضرت انس ﷺ کی پیش کرتے ہیں ان سے کہا گیا'' انما قنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شھرا فقال مازال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقنت فی صلوۃ الغداۃ حتی فارق الدنیا '' دلیل اول کے جواب میں حنفیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے قنوت پڑھنے میں کوئی نزاع نہیں اختلاف ہمارے اور تمہارے درمیان دوام اور استمرار قنوت میں ہے اگر آپ کہتے ہیں لفظ کان دوام واستمرار پر دلالت کرتا ہے لہٰذا قنوت فجر باقی ہے تو حنفیہ کہتے ہیں کہ علامہ نوویؒ نے جمہور محققین کے حوالہ سے لکھا ہے کہ لفظ کان دوام واستمرار پر دلالت نہیں کرتا اچھا تسلیم کرتے ہیں آپ کی بات لیکن محض استمرار ودوام بالآخر ترک کے منافی نہیں علاوہ ازیں اس حدیث میں مغرب کا بھی ذکر ہے تو کیا وجہ ہے فجر کی نماز میں شوافع دوام قنوت کو مسنون کہتے ہیں مغرب میں اس کا قائل نہیں اس کا جواب جو شوافع دیں گے وہی جواب فجر کے متعلق حنفیہ وغیرہ دیں گے نیز حضرت ابوہریرہ ﷺ کی حدیث متفق علیہ میں آیا ہے'' انہ کان یقنت فی الرکعۃ الآخرۃ من صلوۃ الظھر والعشاء الآخرۃ وصلوۃ الصبح '' دیکھئے اس حدیث میں بھی لفظ کان ہے یہاں کان یقنت کے متعلق شوافع کا کیا خیال ہے اگر وہ کہیں کہ کان یفعل استمرار مشروعیت پر دلالت کرتا ہے تو جو جواب اس حدیث کا شوافع دیں گے وہی جواب حنفیہ وحنابلہ قنوت بالفجر میں دیں گے یہ جواب مذکور علامہ شوکانی نے دیا ہے اور صاحب امانی الاحبار نے اس کو نقل کیا ہے۔

دوسری روایت سے استدلال کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ حدیث'' مازال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقنت فی صلوۃ الغداۃ الخ '' صحیح ہوتی تو پھر جھگڑا کا ہے کو لیکن یہ حدیث ابو جعفر الرازی کے طریق سے مروی ہے اور وہ حفاظ حدیث کے یہاں ایک متکلم فیہ راوی ہے لہٰذا ایسی حدیث ضعیف سے استدلال صحیح نہیں۔ (قالہ الشوکانیؒ)

علاوہ اس کے یہ حدیث صحیح تسلیم کر لینے کے بعد بھی حجت نہیں بن سکتی کیوں کہ حضرت انس ﷺ کی یہ حدیث معارض ہے خود کی حدیث کے کیوں کہ ان کی وہ حدیث جو بخاری ومسلم میں ہے ایک مہینہ کے ساتھ مقید ہے اور صاحب تنقیح نے کہا کہ شوافع کے پیش کردہ دلائل میں حضرت انس ﷺ کی یہ حدیث سب سے زیادہ قوی ہے پس اگر یہ صحیح ہو تو اس پر محمول ہے کہ آنحضرت نوازل میں برابر قنوت پڑھتے تھے یا اس حدیث میں قنوت سے مراد طول قیام ہے نہ کہ قنوت خاص اور قنوت بمعنی قیام بھی آیا ہے چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کونسی نماز افضل ہے حضور ﷺ نے فرمایا'' طول القنوت '' یہاں طول قنوت سے مراد محدثین کے نزدیک طول قیام ہے اسی طرح حضرت انس ﷺ کی روایت میں بھی طول قیام مراد ہے اب مطلب یہ ہوگا کہ حضور ﷺ ہمیشہ صبح کی نماز میں قیام کو دراز کرتے تھے یہاں تک کہ دنیا کو چھوڑ دیا۔ (امانی الاحبار)

باب تبرید الحصی للسجود علیہ

کنکریوں پر سجدہ کرنے کے واسطے ان کو ٹھنڈا کرنے کا بیان

اخبرنا قتیبۃ قال حدثنا عباد عن محمد بن عمرو عن سعید بن الحارث عن جابر بن عبداللہ قال

كنا نصلي مع رسول الله صلى الله عليه وسلم الظهر فآخذ قبضة من حصى في كفي ابرده ثم احوله في كفي الآخر فاذا سجدت وضعته لجبهتي .

حضرت جابر بن عبداللہ ؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھتے تھے میں مٹھی بھر کنکر اپنی ہتھیلی میں لیتا اور پھر ان کو دوسرے ہاتھ میں الٹ پلٹ کر کے ٹھنڈا کرتا پھر جب سجد کرنے کا ارادہ کرتا تو ان کو سجدہ کی جگہ رکھتا پھر اپنی پیشانی سمیت ان پر سجد کرتا۔

تشریح :معلوم ہوتا ہے کہ کنکریاں سخت گرم ہونے کی وجہ سے ان پر سجد کرنا ممکن نہ تھا اس لئے تحویل کے طریقہ سے انہیں ٹھنڈا کرتے پھر ان پر سجدہ کرتے اتنا فعل عمل کثیر میں داخل نہیں چنانچہ علامہ سندھیؒ لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں عمل قلیل جائز ہے بشرطیکہ اس میں غرض صحیح ہو اور عبث نہ ہو۔

باب التكبير للسجود

سجدہ کے واسطے تکبیر کا بیان

اخبرنا يحيى بن حبيب بن عربي قال حدثنا حماد عن غيلان بن جرير عن مطرف قال صليت انا وعمران بن حصين خلف علي بن ابي طالب فكان اذا سجد كبر واذا رفع رأسه من السجود كبر واذا نهض من الركعتين كبر فلما قضى صلاته اخذ عمران بيدي فقال لقد ذكرني هذا قال كلمة يعني صلاة محمد صلى الله عليه وسلم.

حضرت مطرف کہتے ہیں کہ میں اور عمران بن حصین ؓ نے علی بن ابی طالب ؓ کے پیچھے نماز پڑھی جب وہ سجدہ کرتے اللہ اکبر کہتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے اللہ اکبر کہتے اور جب دو رکعت سے اٹھتے اللہ اکبر کہتے جب نماز پوری کر چکے تو عمران نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا بیشک انہوں نے مجھے محمد ﷺ کی نماز یاد دلائی۔

اخبرنا عمرو بن علي قال حدثنا معاذ ويحيى قالا حدثنا زهير قال حدثني ابو اسحق عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمة والاسود عن عبدالله بن مسعود قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكبر في كل خفض ورفع ويسلم عن يمينه وعن يساره وكان ابوبكر وعمر رضي الله عنهما يفعلانه.

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ ۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تکبیر کہتے تھے ہر خفض اور رفع میں سلام پھیرتے تھے دائیں طرف اور بائیں طرف کو اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

تشریح :ایک زمانہ میں خفض یعنی جھکاؤ میں تکبیر متروک ہوگئی تھی جو خلاف سنت ہے کثرۃ سے احادیث صحیحہ بتلاتی

ہیں کہ رفع اور خفض میں تکبیرات سنت ہیں البتہ رکوع سے اٹھتے وقت سمع اللہ لمن حمدہ ہے تکبیر نہیں ہے اس پر امت کا اجماع ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سنت متروکہ کو زندہ کیا اور آج تک اس پر عمل ہے چونکہ خلفاء بنو امیہ انخفاض حرکات میں تکبیرات چھوڑ دی تھیں اور اسے سنت بنالیا تھا اس لئے مصنف نے باب باندھ کر اور اس کے تحت یہ حدیث لاکر بتلا دیا کہ تکبیر ہر رفع اور خفض میں سنت ہے۔

باب کیف یخر للسجود

اس بات کے بیان میں کہ سجدے میں کس طرح جاوے

اخبرنا اسماعیل بن مسعود قال حدثنا خالد عن شعبة عن ابی بشر قال سمعت یوسف وهو ابن ماهک یحدث عن حکیم قال بایعت رسول الله صلی الله علیه وسلم ان لا اخر الا قائما.

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی ہے کہ میں سجدہ نہ کروں مگر رکوع سے سیدھا کھڑا ہونے کے بعد۔

تشریح: اس جملہ کا مطلب بعضوں نے یہ بیان کیا ہے کہ میں نہ مروں گا مگر اسلام پر ثابت اور قائم رہنے کی حالت میں تو اس معنی کے لحاظ سے یہ حدیث گویا آیت قرآنی "**ولا تموتن الا وانتم مسلمون**" کے مثل ہو جائے گی اور بعضوں نے اس کے کچھ اور معنی بیان کئے ہیں مگر امام نسائی نے حدیث کا جو مطلب سمجھا ہے اور جس کے پیش نظر یہ باب باندھا ہے دیگر معنوں کے مقابلہ میں بہت عمدہ ہے پس مطلب حدیث کا یہ ہے "**لا اسقط الی السجود الا قائما ای ارجع من الرکوع الی القیام ثم اخر منه الی السجود ولا اخر من الرکوع الیه**" یہ وہی مفہوم ہے حدیث کا جو مصنف نے سمجھا۔

(کذا قال علامة السندھی)

باب رفع الیدین للسجود

سجدے کے واسطے دونوں ہاتھ اٹھانے کا بیان

اخبرنا محمد بن المثنی قال حدثنا ابن ابی عدی عن شعبة عن قتادة عن نصر بن عاصم عن مالک بن الحویرث انه رأی النبی صلی الله علیه وسلم رفع یدیه فی صلاته واذا رکع واذا رفع رأسه من الرکوع واذا سجد واذا رفع رأسه من السجود حتی یحاذی بهما فروع اذنیه.

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں دونوں ہاتھ اٹھاتے دیکھا جبکہ رکوع کرتے اور جبکہ رکوع سے سر اٹھاتے اور جبکہ سجدہ کرتے اور جبکہ سجدے سے سر اٹھاتے حتی کہ دونوں ہاتھوں کو دونوں کانوں کے اوپر والے حصہ کے مقابل کرتے۔

اخبرنامحمد بن المثنی قال حدثنا عبدالاعلی قال حدثنا سعید عن قتادة عن نصر بن عاصم عن مالک بن الحویرث انه رأی النبی صلی الله علیه وسلم رفع یدیه فذکر مثله.

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کونماز میں دونوں ہاتھ اٹھاتے دیکھا بعدازاں پوری حدیث مثل حدیث سابق کے بیان کی۔

اخبرنا محمد بن المثنی قال حدثنا معاذ بن هشام قال حدثنی ابی عن قتادة عن نصر بن عاصم عن مالک بن الحویرث ان نبی الله صلی الله علیه وسلم کان اذا دخل فی الصلاة فذکر نحوه وزاد فیه واذا رکع فعل مثل ذلک واذا رفع رأسه من الرکوع فعل مثل ذالک واذا رفع رأسه من السجود فعل مثل ذلک.

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ نماز میں داخل ہونے کاارادہ فرماتے پس بواسطہ ان کے راوی نے مانند حدیث سابق کے بیان کیااور اس میں اتنااور زائد بیان کیاہےاور جب رکوع کرتے تومثل اسی کے کرتے اور جب رکوع سے سراٹھاتے تومثل اسی کے کرتے اور جب سجدے سے سر اٹھاتے تومثل اسی کے کرتے۔

ترک رفع الیدین عند السجود

سجدے کےوقت دونوں ہاتھ نہ اٹھانے کا بیان

اخبرنا محمد بن عبید الکوفی المحاربی قال حدثنا ابن المبارک عن معمرعن الزهری عن سالم عن ابن عمر قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یرفع یدیه اذا افتتح الصلاة واذا رکع واذا رفع وکان لایفعل ذلک فی السجود.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے تھےاور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے (تو دونوں ہاتھ اٹھاتے) اور سجدے میں دونوں ہاتھ نہ اٹھاتے۔

تشریح: شافعیہ وغیرہ اس حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کی بناء پر کہتے ہیں کہ دونوں سجدوں کے بیچ کا رفع یدین بھی منسوخ ہوگیا اب صرف تکبیر تحریمہ کے علاوہ اور دو مقام میں یعنی رکوع میں جانے اور رکوع سے سراٹھانے کے وقت رفع یدین کرے حنفیہ کہتے ہیں کہ دلیل قوی سے ثابت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا فعل نبی کریم ﷺ کے بعد اس روایت کے خلاف تھا کہ سوائے تکبیر تحریمہ کے انہوں نے رفع یدین نہیں کیا جس سے واضح ہوتا ہے کہ ضرور ان کے پاس کوئی ماخذ ہوگا کیوں کہ ہم ہرگز ایک جلیل القدر صحابی پر یہ گمان نہیں کر سکتے کہ ایک سنت ترک کردیں بدون اس کے ترک کی وجہ موجود نہ ہو۔ مزید بحث پیچھے

گزر چکی ہے۔

باب اول مایصل الی الارض من الانسان فی سجوده

اس بات کے بیان میں کہ آدمی سجدے کے وقت سب سے پہلے زمین پر کونسا عضو رکھے

اخبرنا الحسین بن عیسی القومسی البسطامی قال حدثنا یزید وهو ابن هارون قال انبانا شریک عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر قال رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا سجد وضع رکبتیه قبل یدیه واذا نهض رفع یدیه قبل رکبتیه.

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب سجدہ کرنے کا ارادہ کرتے تو اپنے دونوں گھٹنے اپنے ہاتھ سے پہلے رکھتے اور جس وقت اٹھتے تو دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے۔

اخبرنا قتیبة قال حدثنا عبدالله بن نافع عن محمد بن عبدالله بن حسن عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یعمد احدکم فی صلاته فیبرک کما یبرک الجمل.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی اپنی نماز میں اس کا قصد کرتا ہے کہ وہ بیٹھے جس طرح اونٹ بیٹھتا ہے (یعنی اونٹ کے بیٹھنے کی طرح سجدے میں جائے)۔

اخبرنا هارون بن محمد بن بکار بن بلال من کتابه قال حدثنا مروان بن محمد قال حدثنا عبدالعزیز بن محمد قال حدثنا محمد بن عبدالله بن الحسن عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا سجد احدکم فلیضع یدیه قبل رکبتیه ولا یبرک بروک البعیر.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی سجد کرنے کا ارادہ کرے تو اپنے گھٹنوں سے پہلے دونوں ہاتھوں کو رکھے اور نہ بیٹھے جس طرح اونٹ بیٹھتا ہے۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا مسلک حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق ہے کہ سجدہ میں جاتے وقت سنت یہ ہے کہ گھٹنوں کو پہلے زمین پر رکھا جائے پھر ہاتھوں کو بلکہ ملا علی قاریؒ نے مرقات میں علامہ طیبیؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہی مسلک اکثر اہل علم کا ہے اور ضابطہ کا مقتضی بھی یہی ہے کہ جو عضو زمین سے قریب تر ہو جیسا کہ گھٹنا وہ زمین پر پہلے رکھا جائے "ثم الاقرب فالاقرب" یعنی پھر ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی اور قیام کے وقت اس کے برعکس امام ترمذیؒ نے فرمایا کہ اکثر اہل علم کا عمل اسی پر ہے لیکن واضح رہے کہ امام شافعیؒ حدیث کے اول حصہ میں ہمارے موافق ہیں نہ کہ دوسرے میں یعنی

''واذا نهض رفع يديه قبل ركبتيه''میں ان کا مسلک ہمارے خلاف ہے اس کی تصریح علامہ نوویؒ نے کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں سنت یہ ہے کہ جس وقت کھڑا ہو تو دونوں ہاتھوں کی انگلیاں زمین پر بچھا کر دونوں ہتھیلیوں کے پیٹ پر ٹیک دے کر کھڑا ہو جائے اور حنفیہ کے نزدیک سنت یہ ہے کہ بدون ٹیک لگائے زمین پر سیدھا پنجوں کے بل کھڑا ہو جاوے علامہ نوویؒ کا استدلال بخاری میں حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے اور حدیث باب کے جزء ثانی کو انہوں نے ضعیف قرار دیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی تائید دوسری روایات سے ہوتی ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں''كان ينهض في الصلوة على صدور قدميه''نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں''من السنة ان لا يعتمد بيديه الا الشيخ العاجز الذى لايستطيع''نیز عطیہ عوفیؒ کہتے ہیں کہ میں نے جماعت صحابہ کو دیکھا''يقومون على صدور اقدامهم في الصلوة''کہ نماز میں اپنے پنجوں کے بل کھڑے ہو جاتے تھے اب جب کہ ان روایات سے حدیث باب کی تائید ہوتی ہے تو وہ قابل حجت بن سکتی ہے کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان تمام روایات کو علامہ نوویؒ نے ضعیف قرار دیا ہے اس کا جواب ملا علی قاریؒ نے یہ دیا ہے کہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ روایات جب کہ زیادہ ہوں تو ضعف سے قوۃ کے درجہ میں آجاتی ہے مزید برآں حدیث باب کو امام ترمذیؒ نے حسن قرار دیا اور حاکمؒ اور ابن حبانؒ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور اس باب میں کوئی شک نہیں کہ امام ترمذیؒ وغیرہ علامہ نوویؒ سے بہت بڑے ہیں لہٰذا حدیث باب کے جزء ثانی کو ضعیف قرار دینا''كما ضعفه النووى''کیوں کر قابل اعتماد ہوگا۔(مرقات: ۲/۳۲۴)

اور امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ کہتے ہیں کہ پہلے زمین پر ہاتھوں کو رکھا جائے اور گھٹنوں کو بعد میں ان کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو باب کے تحت حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بعد مذکور ہے پہلی حدیث میں''يعمد احدكم''سے پہلے ہمزہ استفہام انکاری محذوف ہے''اى ايعمد احدكم الخ''تو مطلب یہ ہے کہ تم اپنی نماز میں سجدہ میں جاتے وقت اس طرح سے مت جاؤ جیسے اونٹ بیٹھتا ہے اس حدیث سے استدلال اپنے قول پر یوں کیا ہے کہ اس حدیث سے نماز میں تشبه بالجمل کی ممانعت ثابت ہوتی ہے کیوں کہ اونٹ جب بیٹھتا ہے پہلے گھٹنے زمین پر رکھتا ہے لہٰذا سجدہ میں جاتے وقت گھٹنوں کو پہلے زمین پر رکھنا فعل بعیر کے مشابہ ہونے کی وجہ سے مکروہ ہوا جب ہی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دونوں حدیثوں میں اس سے منع کیا گیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کو پہلے زمین پر رکھنے کا حکم دیا ہے اس کا جواب ابو سلیمان خطابیؒ وغیرہ نے یہ دیا ہے کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث محدثین کے نزدیک زیادہ مضبوط ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس کی وجہ حافظ ابن حجرؒ نے یہ بیان کی ہے کہ حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ اس کی سند میں شریک قاضی ہیں جو مضبوط راوی نہیں اس اعتراض کا جواب علامہ ابن حجرؒ نے یہ دیا ہے کہ سند میں شریک قاضی کی وجہ سے اس کو ضعیف قرار نہیں دیا جا سکتا کیوں کہ امام مسلمؒ نے ان سے روایت کی ہے لہٰذا یہ حدیث

امام مسلمؒ کی شرط پر صحیح ہے علاوہ اس کے یہ حدیث اور دو طریقوں سے مروی ہے لہٰذا ان دونوں طریقوں سے نقصان کا تدارک ہوگیا لہٰذا حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کو حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر ترجیح دی جائے گی اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ منسوخ ہوگئی ناسخ حدیث مصعب بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے رکھتے تھے، پھر ہمیں ہاتھوں سے پہلے زمین پر گھٹنوں کو رکھنے کا حکم دیا گیا۔(رواہ ابن خزیمہ)

تو اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث سے پہلے وارد ہوئی اور اگر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مقدم نہ ہو بلکہ اس کے برعکس ہو تو نسخ کا دو مرتبہ ہونا لازم آوے گا اور یہ خلاف دلیل ہے۔

(مرقات : ۳۲۵/۲)

علامہ ابن القیمؒ نے زاد المعاد میں دس وجوہ سے حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ زیادہ وقوی ہونا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت کیا ہے اور ان کو صاحب امانی الاحبار نے ۶۶/۴ پر نقل کیا ہے ہم یہاں پر ایک دو نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث متن کے لحاظ سے مضطرب ہے اس کی روایت میں کوئی راوی کہتا ہے ''ولیضع یدیہ قبل رکبتیہ'' اور کوئی اس کے برعکس کہتا ہے اور کوئی کہتا ہے ''ولیضع یدیہ علی رکبتیہ'' اور بعض ناقلین اس جملہ کو بالکل حذف کر دیتے ہیں مگر حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کرنے والوں میں کوئی اختلاف نہیں سب ایک ہی متن نقل کرتے ہیں تو چونکہ اتفاق اسباب ترجیح سے ہے اس لئے حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ زیادہ راجح اور قوی ہے حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں منجملہ ان کے ایک وجہ ترجیح یہ ہے کہ حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے لئے شواہد ہیں جیسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث اور حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لئے کوئی شاہد نہیں پس دونوں کے معارضہ کی صورت میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو اپنے شواہد کی وجہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ترجیح دی جائے گی۔

باب وضع الیدین مع الوجہ فی السجود

دونوں ہاتھوں کو چہرہ کے ساتھ سجدہ میں رکھنے کا بیان

اخبرنا زیاد بن ایوب دلویة قال حدثنا ابن علیة قال حدثنا ایوب عن نافع عن ابن عمر رفعه قال ان الیدین تسجد ان کما یسجد الوجه فاذا وضع احدکم وجهه فلیضع یدیه واذا رفع فلیرفعهما.

نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے اس حدیث کو نبی کریم ﷺ تک پہنچایا فرمایا کہ بیشک دونوں ہاتھ سجدہ کرتے ہیں جیسا کہ چہرہ سجدہ کرتا ہے پس جب تم میں سے کوئی اپنا چہرہ رکھے تو دونوں ہاتھ بھی رکھے اور جب اپنا چہرہ اٹھائے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھاوے۔

''کما یسجد الوجه'' سے مراد کہ پیشانی اور ناک دونوں سجدہ کرتے ہیں۔

باب علی کم السجود

سجدہ کتنے اعضاء پر کرنا چاہئے اس کا بیان

اخبرنا قتیبة قال حدثنا حماد عن عمرو عن طاؤس عن ابن عباس قال امر النبی صلی ا للہ علیه وسلم ان یسجد علی سبعة اعضاء ولایکف شعرہ ولا ثیابه .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کو سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ کہ جمع نہ کریں اپنے بالوں اور کپڑے کو۔

تشریح :حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ نماز میں ضم شعر وثیاب مکروہ تنزیہی ہونے پر سوائے امام مالکؒ کے تمام علماء کا اتفاق ہے۔(مرقات)

تفسیر ذلک

جن سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان کی تفصیل

اخبرنا قتیبة قال حدثنا بکر عن ابن الهاد عن محمد بن ابراهیم عن عامر بن سعد عن العباس بن عبدالمطلب انه سمع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول اذا سجد العبد سجد منه سبعة آراب وجهه وکفاہ ورکبتاہ وقدماہ

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے سنا کہ جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اس کے سات اعضاء سجدہ کرتے ہیں اس کا چہرہ اس کی دونوں ہتھیلیاں اس کے دونوں گھٹنے اور اس کے دونوں قدم۔

السجود علی الجبین

پیشانی پر سجدہ کرنے کا بیان

اخبرنا محمد بن سلمة والحارث بن مسکین قرأة علیه وانا اسمع واللفظ له عن ابن القاسم قال حدثنی مالک عن یزید بن عبداللہ بن الهاد عن محمد بن ابراهیم بن الحارث عن ابی سلمة عن ابی سعید الخدری قال بصرت عینای رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم علی جبینه وانفه اثر الماء والطین من صبح لیلة احدی وعشرین مختصر.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اکیسویں شب کی صبح کو میری دونوں آنکھیں رسول اللہ ﷺ پر پڑیں تو میں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ کی پیشانی اور ناک پر پانی اور کیچڑ کا نشان تھا۔ یہ حدیث مختصر ہے کہ پوری حدیث بیان نہیں کی اس کا

کچھ حصہ بیان کیا ہے۔

تشریح: رمضان کی اکیسویں شب کی صبح کو حضور ﷺ کی پیشانی اور ناک پر پانی اور کیچڑ کا نشان موجود تھا رات کو بارش ہوئی مسجد چھپر کی تھی اس لئے ٹپکنے لگی تو معلوم ہوا کہ رات کی عبادت میں سجدہ میں زمین پر پیشانی اور ناک دونوں رکھتے تھے جب ہی تو حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ پیشانی اور ناک دونوں پر پانی اور کیچڑ کا نشان دیکھا تو اس روایت نے واضح کر دیا کہ اوپر کی حدیث میں بیان کردہ اعضاء سجدہ میں وجہ سے مراد پیشانی اور ناک دونوں مراد ہیں کہ سجدہ دونوں پر کرے بہر حال جس نے پیشانی اور ناک پر سجدہ کیا بلا شبہ اس نے وجہ پر سجدہ کیا جس کا بیان اوپر کے عنوان کے تحت کی حدیث ''**اذا سجد العبد سجد منہ سبعة اراب وجهه الخ**'' میں آیا ہے اور اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے اختلاف اس میں ہے کہ اگر کسی نے دونوں میں سے کوئی ایک پر سجدہ کیا تو کیا حکم ہے سجدہ ہوگا یا نہیں اس سلسلہ میں صاحب امانی الاحبار نے نیل الاوطار کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ابن رشد نے کہا کہ امام اوزاعی و امام احمد و اسحاق اور ابن حبیب مالکی رحمہم اللہ کے نزدیک پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کرنا واجب ہے اور یہی قول امام شافعیؒ کا ہے اور جمہور کے یہاں سجدہ کی حالت میں پیشانی کا زمین پر ٹیکنا واجب ہے صرف ناک پر سجد کرنے کا کوئی اعتبار نہیں اور علامہ نوویؒ نے کہا کہ سجدہ میں پیشانی کا زمین پر رکھنا واجب ہے اور پوری پیشانی کا رکھنا ضروری نہیں بلکہ بعض کا رکھنا کافی ہے اور ناک کا زمین پر ٹیکنا مستحب ہے لہٰذا اگر کوئی ناک زمین پر نہ رکھے تو سجدہ ادا ہوگا اور اگر صرف ناک پر اکتفاء کرے اور پیشانی کو زمین پر نہ ٹیکے تو سجدہ صحیح نہ ہوگا یہی مذہب امام شافعیؒ و امام مالکؒ اور اکثر علماء کا ہے۔

امانی الاحبار: ۴/۶۷، ۶۸ پر نخب الافکار اور المغنی وغیرہما کے حوالہ سے مزید تفصیلی بحث نقل کی ہے اور صاحب ہدایہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حنفیہ میں سے صاحبین کے نزدیک بھی سجدہ میں ناک پر اکتفاء کرنا جائز نہیں البتہ عذر کی صورت میں مثلاً پیشانی میں زخم ہے تو ناک پر اکتفاء کرنا جائز ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک صرف ناک پر یا صرف پیشانی پر اکتفاء کرنا جائز ہے بہر حال اگر پیشانی پر اکتفاء کیا تو بالاتفاق حنفیہ کے نزدیک جائز ہے اور اگر ناک پر اکتفاء کیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سجدہ مع کراہت جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک بغیر عذر کے ناک پر اکتفاء جائز ہی نہیں اور یہی امام ابو حنیفہؒ سے بھی ایک روایت ہے اس کو اسد بن عمرو نے امام اعظم سے نقل کیا ہے امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ وغیرہما کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''**امرت ان اسجد علی سبعة اعظم علی الجبهة الخ**'' کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سات ہڈیوں پر سجدہ کروں اور ان میں سے پیشانی کو شمار کیا ہے یعنی ان اعضاء سبعہ میں پیشانی شمار ہے اور ناک شمار نہیں لہٰذا صرف ناک پر اکتفاء کرنا جائز نہیں ہے اور امام ابو حنیفہؒ کی دلیل کی تقریر یہ ہے کہ جس سجدہ کا حکم قرآن پاک میں دیا گیا ہے اس کے معنی چہرہ کا کچھ حصہ ہیئت تعظیم کے ساتھ زمین پر رکھ دینے کے ہیں کیوں کہ کل چہرہ کا رکھنا ممکن ہی نہیں اور جب تمام چہرہ کا رکھنا متعذر رہے تو ظاہر ہے کہ مامور بہ بعض وجہ ہوگا لیکن رخسار اور ٹھوڑی بالا جماع مامور بہ میں داخل نہیں یعنی نص قرآنی میں جس سجود کا حکم دیا گیا ہے اس آیت میں باجماع امت یہ دونوں مراد نہیں ہیں کیوں کہ ان دونوں میں سے کسی ایک پر

سجدہ ہیئت تعظیم کے ساتھ نہیں ہوسکتا ٹھوڑی پر سجدہ کی صورت میں بد اسلوب اور ہیئت حقارت ظاہر ہوتی ہے اور رخسار پر سجدہ کرنے سے انحراف عن القبلہ لازم آتا ہے اب ناک اور پیشانی باقی رہ گئے اور پیشانی اس قابل ہے کہ سجود کے واسطے محل بن سکے تو اسی طرح ناک بھی محل بن سکتی ہے کیوں کہ ناک میں دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ وہ فرض کے لئے محل بن سکتی ہے دوسرے یہ کہ محل نہیں بن سکتی صورت ثانیہ کی کوئی گنجائش نہیں کیوں کہ عذر کی صورت میں باتفاق علماء فرض ناک کی طرف منتقل ہوجاتا ہے کہ سب کہتے ہیں کہ عذر کی صورت میں سجدہ میں ناک پر اکتفاء کرنا جائز ہے اگر ناک اس قابل نہ ہوتی کہ فرض کے لئے محل بن سکے تو پھر عذر کی حالت میں مثل ٹھوڑی کے اس کی طرف فرض منتقل نہ ہوتا بلکہ فرض ایماء کی طرف منتقل ہوتا جیسا کہ پیشانی اور ناک دونوں میں زخم ہونے کی صورت میں فرض ایماء کی طرف منتقل ہوتا ہے غرض کہ پہلی صورت متعین ہوگئی لہٰذا ناک پر سجدہ کرنے سے سجدہ ادا ہوجائے گا جس طرح پیشانی پر سجدہ کرنے سے ادا ہوجاتا ہے بہر حال اس تفصیل مذکور سے واضح ہوگیا کہ سجدہ میں صرف ناک زمین پر رکھنے سے صاحبین وغیرہما کے نزدیک سجدہ جائز نہ ہوگا اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مع الکراہت سجدہ ادا ہوجاتا ہے لیکن لکھا ہے کہ یہ قول امام اعظم کا قول قدیم ہے بعد میں آپ نے قول صاحبین کی طرف رجوع کیا ہے یہی صحیح اور اسی پر فتویٰ ہے مشائخ نے صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (فتح القدیر : ۱/۲۱۳ . و در المختار)

السجود على الانف

ناک پر سجدہ کرنے کا بیان

اخبرنا احمد بن عمرو بن السرح ويونس بن عبدالاعلى والحارث بن مسكين قرأة عليه وانا اسمع واللفظ له عن ابن وهب عن ابن جريج عن عبدالله بن طاؤس عن ابيه عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال امرت ان اسجد على سبعة لااكف الشعر ولا الثياب الجبهة والانف واليدين والركبتين والقدمين.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات اعضاء پر سجدہ کروں نہ بالوں کو جمع کروں اور نہ کپڑے کو پیشانی پر اور ناک پر اور دونوں ہاتھوں پر اور دونوں گھٹنوں پر اور دونوں قدموں پر۔

تشریح: اس حدیث میں پیشانی اور ناک عضو واحد کے حکم میں ہے اس لئے کہ روایت میں سبعۃ آراب اور بعض روایات میں سبعۃ اعظم آیا ہے پس اگر جبہہ اور انف کو دو عضو شمار کیا جائے تو پھر اعضاء سجود آٹھ ہوجائیں گے حالانکہ حدیث میں سات اعضاء بتائے گئے ہیں لیکن ناک کا ذکر استحباباً فرمایا ہے اور وہ تابع ہے پیشانی کے اس کی تائید اصحاب التشریح کے قول سے ہوتی ہے وہ کہتے ہیں کہ ناک کی دونوں کی ہڈیاں قرن حاجب سے شروع ہوکر ثنایا اور رباعیات کے اوپر والی جگہ پر ختم ہوجاتی ہیں لہٰذا ناک اور پیشانی جو اوپر والی حد ہے ایک ہی عضو کے حکم میں ہے اس تشریح کے مطابق لفظ انف کے ذکر سے کوئی اشکال

لازم نہیں آتا۔(امانی الاحبار :۶۸/۴)

السجود علی الیدین

دونوں ہاتھوں پرسجدہ کرنا

اخبرنا عمرو بن منصور النسائی قال حدثنا المعلی بن اسد قال حدثناوھیب عن عبداللہ بن طاؤس عن ابیہ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال امرت ان اسجد علی سبعۃ اعظم علی الجبھۃ واشار بیدہ علی الانف والیدین والرکبتین واطراف القدمین.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پرسجدہ کروں پیشانی پراوراشارہ کیا اپنے ہاتھ سے ناک کی طرف اور دونوں ہاتھوں پراور دونوں گھٹنوں پراور دونوں قدموں کے کناروں پر۔

تشریح: زبان مبارک سے جبہہ فرمایااور ہاتھ سے اشارہ انف کی طرف کیاتو اس سے مقصود یہ نہ تھا کہ ناک پر اقتصار جائز ہے بلکہ مقصود یہ تھا کہ ناک اور پیشانی جوناک سے متصل ہے عضوواحد کے حکم میں ہیں جب پوری پیشانی زمین پر رکھی جائے گی تو ناک خودبخودزمین سے لگ جائے گی نیز اعضاء سجودسات ہونے پرامت کا اجماع ہےاور سات اس صورت میں ہوگی جبکہ پیشانی اورناک عضوواحدہوں۔(کذا فی النخب لعلامۃ العینیؒ)

باب السجود علی الرکبتین

دونوں گھٹنوں پرسجدہ کرنے کابیان

اخبرنا محمد بن منصور المکی وعبداللہ بن محمد بن عبدالرحمن الزھری قالا حدثنا سفیان عن ابن طاؤس عن ابیہ عن ابن عباس امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یسجدعلی سبع و نھی ان یکف الشعر والثیاب علی یدیہ ورکبتیہ واطراف اصابعہ قال سفیان قال لنا ابن طاؤس ووضع یدیہ علی جبھتہ وامرھا علی انفہ قال ھٰذا واحد واللفظ لمحمد.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کوسات اعضاء پرسجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہےاورمنع کیا گیا ہے بالوں اور کپڑوں کوجمع کرنے سے(جن سات اعضاء پرسجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے) وہ یہ ہیں کہ دونوں ہاتھوں پراور دونوں گھٹنوں پراور دونوں پیروں کی انگلیوں کے سروں پرسفیانؒ کہتے ہیں کہ ہم سے ابن طاؤسؒ نے کہا کہ طاؤس نے اپنے دونوں ہاتھوں کواپنی پیشانی پررکھااور پیشانی کےاوپر سے ناک پرگزارا پھرکہا کہ یہ عضوواحد ہے۔

الفاظ حدیث جو امام نسائیؒ نے نقل کیے ہیں محمد بن منصور المکی کے ہیں۔

باب السجود علی القدمین

دونوں قدموں پر سجدہ کرنے کا بیان

اخبرنا محمد بن عبدالله بن عبدالحکم عن شعیب عن اللیث قال انبانا ابن الهاد عن محمد بن ابراهیم بن الحارث عن عامر بن سعد بن ابی وقاص عن عباس بن عبدالمطلب انه سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول اذا سجد العبد سجد معه سبعة آراب وجهه وکفاه ورکبتاه وقدماه.

حضرت عباس بن المطلب ﷜ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے سنا کہ جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اس کے ساتھ اعضاء سجدہ کرتے ہیں اس کا چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں اور دونوں گھٹنے اور دونوں قدم۔

باب نصب القدمین فی السجود

سجدہ میں دونوں قدم کھڑے رکھنے کا بیان

اخبرنا اسحاق بن ابراهیم قال انبانا عبدة قال حدثنا عبیدالله بن عمر عن محمد بن یحیی بن حبان عن الاعرج عن ابی هریرة عن عائشة قالت فقدت رسول الله صلی الله علیه وسلم ذات لیلة فانتهیت الیه وهو ساجد وقدماه منصوبتان وهو یقول اللهم انی اعوذ برضاک من سخطک وبمعافاتک من عقوبتک وبک منک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک.

حضرت عائشہ ﷝ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کو (اپنے لحاف میں نہ پایا) پس میں آپ ﷺ کے پاس پہنچی اور آپ ﷺ اس وقت سجدہ میں تھے اور آپ ﷺ کے دونوں قدم (زمین پر) کھڑے تھے اور یہ دعاء پڑھ رہے تھے "اللھم انی اعوذبک برضاک من سخطک الخ" اے اللہ آپ کی رضا کے وسیلہ سے آپ کی ناراضگی سے اور آپ کی معافی کے وسیلہ سے آپ کی سزا سے میں پناہ چاہتا ہوں اور آپ کی بھیجی ہوئی مصیبتوں اور عذابوں سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں اور آپ کی ایسی تعریف نہیں کرسکتا جیسی خود آپ نے اپنی تعریف فرمائی۔

تشریح: کرخی اور جصاص نے مختصرات میں ذکر کیا ہے کہ اگر دونوں پاؤں کی انگلیاں سجدہ میں اٹھالیں تو سجدہ درست نہ ہوگا جیسا کہ اس حدیث میں آیا ہے کہ سجدہ کی حالت میں حضور ﷺ کے دونوں قدم زمین پر ٹکے ہوئے تھے تو سجود علی القدمین سے مراد یہی ہے کہ سجدہ میں دونوں قدموں کا زمین پر ٹیکنا ضروری ہے۔

باب فتخ اصابع الرجلین فی السجود

سجدہ میں دونوں پیروں کی انگلیوں کے سروں کو ڈھیلا کر کے قبلہ کی طرف متوجہ کردینے کا بیان

اخبرنا محمد بن بشار قال حدثنا یحییٰ بن سعید قال حدثنا عبدالحمید بن جعفر قال حدثنی محمد بن عطاء عن ابی حمید الساعدی قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اھوی الی الارض ساجدا جافی عضدیہ ابطیہ وفتخ اصابع رجلیہ مختصر.

حضرت ابی حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب سجدے کے لئے زمین کی طرف جھکتے تو دونوں بازو کو دونوں بغلوں سے دور رکھتے اور (سجدے میں) دونوں پاؤں کی انگلیوں کو موڑ کر قبلہ کی طرف متوجہ کردیتے۔ (یہ کیفیت جو بیان کی ہے کہ سجدے میں پیروں کی انگلیاں ڈھیلی کر کے ان کے سروں کو قبلہ کی طرف موڑ دیتے مستحبات صلوٰۃ میں سے ہے)۔
یہ حدیث مختصر ہے مفصل حدیث حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ کی جس میں حضور اکرم ﷺ کی نماز کی پوری کیفیت بیان کی ہے وہ ابوداؤد اور ترمذی میں موجود ہے۔

باب مکان الیدین من السجود

سجدے میں دونوں ہاتھوں کو کس جگہ رکھا جائے اس کا بیان

اخبرنا احمد بن ناصح قال حدثنا ابن ادریس قال سمعت عاصم بن کلیب یذکر عن ابیہ عن وائل بن حجر قال قدمت المدینۃ فقلت لا نظرن الی صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکبر ورفع یدیہ حتی رأیت ابھامیہ قریبا من اذنیہ فلما اراد ان یرکع کبر ورفع یدیہ ثم رفع رأسہ فقال سمع اللہ لمن حمدہ ثم کبر وسجد فکانت یداہ من اذنیہ علی الموضع الذی استقبل بھما الصلاۃ.

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ پہنچا پھر میں نے کہا کہ ضرور رسول اللہ ﷺ کی نماز کی طرف دیکھوں گا پس حضور ﷺ نے تکبیر کہی اور دونوں ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ دونوں انگوٹھے دونوں کانوں کے قریب کئے پھر جب رکوع کا ارادہ کیا تکبیر کہی اور دونوں ہاتھ اٹھائے پھر رکوع سے اٹھے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہا پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا پس سجدے میں حضور ﷺ کے دونوں ہاتھ دونوں کانوں کی اس جگہ کے مقابل تھے جبکہ نماز شروع کرتے وقت اٹھائے تھے۔

تشریح: مطلب حدیث کا یہ ہے کہ نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے تو سجدے میں بھی اسی کیفیت کے مطابق دونوں ہاتھوں کو کانوں کے مقابل رکھا نہ کہ کندھوں کے مقابل یہی مسلک عطاء بن ابی رباح وابراہیم نخعی ووہب ابن منبہ اور احناف میں سے ائمہ ثلاثہ اور ابن حبیب مالکی کا ہے اور امام احمد کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے۔

(رحمهم الله تعالی نقله صاحب امانی الاحبار بحوالة النخب لعلامة العینیؒ : ۴/۷۵)

ان حضرات کی ایک دلیل تو یہ حدیث باب ہے اور دوسری حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کا راوی ابواسحٰق ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تو اپنی پیشانی کہاں رکھتے تھے تو انہوں نے جواب دیا ''بین کفیه'' دونوں ہتھیلیوں کے درمیان۔ (رواه الطحاویؒ)

اور امام شافعیؒ وغیرہ کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ سجدہ میں دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے مقابل رکھے ان کی دلیل حدیث ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ ہے۔ (کما فی ابی داؤد والترمذی وغیرهما)

اس کا جواب امام طحاویؒ نے یہ دیا ہے کہ حضرت ابوحمید ساعدی نے جو عمل نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ میں دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے مقابل رکھا وہ حالت عذر پر محمول ہے کہ سردی کے ایام میں کمبل جبہ اور کوٹ زیب تن کئے ہوئے تھے لہٰذا دونوں ہاتھوں کو کانوں کے مقابل رکھنے میں دشواری پیش آتی۔

اور معانی الاحبار :۴/۷۵ پر السعایۃ کے حوالہ سے ایک اور جواب صاحب غایۃ البیان کا نقل کیا ہے کہ حضرت ابوحمید ساعدی کی حدیث حالت کبر یعنی بڑھاپے کی حالت پر محمول ہے بہرحال امام طحاویؒ نے حالت عذر پر محمول کیا ہے اور صاحب غایۃ البیان نے حالت کبر پر۔

تیسرا جواب علامہ ابن ہمامؒ نے دیا ہے مگر انہوں نے دوسرے پیرایہ سے اس مسئلہ کو سلجھایا ہے چنانچہ انہوں نے صاحب ہدایہ کی عبارت ''وضع وجهه بین کفیه الخ '' کے تحت فرمایا کہ صحیح مسلم میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ''فلما سجد بین کفیه '' کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہتھیلیوں کے درمیان سجدہ کیا اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جو شخص اس طرح سے سجدہ کرے گا اس کے دونوں ہاتھ کانوں کے مقابل ہوں گے اور بعض روایات میں صریح لفظ ''حذاء الاذنین '' کا آیا ہے چنانچہ اسحٰق بن راہویہ نے اپنی مسند میں بروایت ثوری عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل بن حجر ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے ''قال رمقت النبی صلی الله علیه وسلم فلما سجد وضع یدیه حذاء اذنیه '' نیز حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے جب ابواسحٰق نے سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنی پیشانی کہاں رکھتے تو حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ''بین کفیه'' کہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھتے تھے۔ (رواه الطحاوی)

لیکن ترمذی وابوداؤد وغیرہما میں حضرت ابوحمید کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں دونوں ہتھیلیاں کندھوں کے مقابل رکھتے اب روایت میں تعارض ہو گیا تو اس کے جواب میں ابن ہمام کہتے ہیں کہ ترمذی وغیرہ کی روایت میں ایک راوی فلیح بن سلیمان ہے اور اگرچہ راجح یہی ہے کہ فلیح قابل اعتماد ہے لیکن امام نسائی وابن معین وابوحاتم وابوداؤد ویحیٰ القطان اور ساجی رحمہم اللہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اسی وجہ سے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو جو صحیح مسلم میں ہے ترجیح دی گئی ہے لیکن یہاں پر کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ جب تک کوئی نقل ایک وضع کے دوام پر ظاہر نہ ہو صرف ایک ہی وضع پر

کیوں حصر کیا جائے کیوں کہ جائز ہے کہ حضور ﷺ نے دونوں طرح کیا ہو کبھی ہتھیلیاں کندھوں کے مقابل اور کبھی کانوں کے مقابل رکھی ہوں اسی لئے جواب اول نقل کرنے کے بعد ابن ہمامؒ کہتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ سنت یہ ہے کہ دونوں میں جو ممکن اور آسان ہو وہ کرے تاکہ مرویات میں تطبیق ہو جائے اس بناء پر کہ حضور ﷺ کبھی یہ کرتے اور کبھی وہ کرتے تھے مگر بات یہ ہے کہ ہاتھوں کا پہلو سے جدا رکھنا جو مسنون ہے وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں کے مقابل رکھنے میں خوب ممکن ہے کندھوں کے مقابل رکھنے کی صورت میں ممکن نہیں اس لئے افضل یہ ہے کہ سجدہ میں وجہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھے اور دونوں ہاتھوں کو کانوں کے مقابل رکھے۔(فتح القدیر: ۱/۲۱۲)

باب النهی عن بساط الذراعین فی السجود

سجدے میں دونوں ہاتھوں کو بچھانے سے منع کرنے کا بیان

اخبرنا اسحاق بن ابراهيم قال حدثنا يزيد وهو ابن هارون قال حدثنا ابو العلاء واسمه ايوب بن ابى مسكين عن قتادة عن انس عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لايفترش احدكم ذراعيه فى السجود افتراش الكلب.

حضرت انس ؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص سجدہ کی حالت میں اپنے دونوں ہاتھ نہ بچھائے مانند بچھانے کتے کے۔

تشریح: نماز میں حیوانات کی ہیئت اختیار نہ کرے اس کو شریعت ناپسند کرتی ہے اور احادیث مختلفہ تشبہ بالحیوانات کی ممانعت دلالت کرتی ہیں چنانچہ حضور ﷺ نے نماز میں سجدے میں جاتے وقت اونٹ کی ہیئت اختیار کرنے سے منع فرمایا اور التفات سے مثل التفات ثعلب کے اور نقرۃ سے مثل نقرۃ الغراب کے اور اقعاء کلب سے ممانعت فرمائی اور حدیث باب میں کتے کی طرح سجدے میں دونوں ہاتھوں کو زمین پر بچھانے سے منع فرمایا جس سے یہ طریقہ خلاف سنت ہونا واضح ہوتا ہے اور سنت یہ ہے کہ سجدے کی حالت میں دونوں ہاتھ زمین سے بلند اور الگ رکھے اس کے خلاف کرنے سے نماز مکروہ ہوگی۔(مرقات)

باب صفة السجود

سجدہ کس طرح سے کیا جائے اس کا بیان

اخبرنا علی بن حجر المروزی قال انبانا شریک عن ابی اسحاق قال وصف لنا البراء السجود فوضع یدیه بالارض ورفع عجیزته وقال هکذا رأیت رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعل.

ابواسحٰق سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ سجدہ کس کیفیت سے کرنا چاہئے اسے براء بن عازب ؓ نے ہمارے واسطے یوں بیان کیا کہ انہوں نے سجدہ کیا اور دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیک دیا اور سرین کو اونچا رکھا اور کہا کہ اسی طرح میں نے رسول

اللہ ﷺ کو سجدہ کرتے دیکھا۔

اخبرنا عبدة بن عبدالرحیم المروزی قال انبانا ابن شمیل هو النضر قال انبانا یونس بن ابی اسحاق عن ابی اسحاق عن البراء ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان اذا صلی جخی.

حضرت براء ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے تو سجدے میں اپنے دونوں بازو کو دونوں پہلوؤں سے دور رکھتے۔

اخبرنا قتیبة قال حدثنا بکر عن جعفر بن ربیعة عن الاعرج عن عبدالله بن مالک ابن بحینة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان اذا صلی فرج بین یدیه حتي یبدوبیاض ابطیه.

حضرت عبداللہ بن مالک ابن بحینہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت نماز پڑھتے یعنی سجدہ کرتے تو دونوں ہاتھوں کے درمیان کشادگی رکھتے حتی کہ دونوں بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوتی۔

اخبرنا محمد بن عبدالله بن بزیع قال حدثنا معتمر بن سلیمان عن عمران عن ابی مجلز عن بشیر بن نهیک عن ابی هریرة قال لو کنت بین یدی رسول الله صلی الله علیه وسلم لابصرت ابطیه قال ابو مجلز کانه قال ذلک لانه فی صلاة.

حضرت ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہوتا تو آپ ﷺ کی بغلوں کو دیکھتا ابومجلز کہتے ہیں ابو ہریرہ ؓ چونکہ حضور ﷺ کے پیچھے نماز میں تھے اس وجہ سے یہ بات کہی۔

اخبرنا علی بن حجر قال انبانا اسماعیل قال حدثنا داؤد بن قیس عن عبیدالله بن عبدالله بن اقرم عن ابیه قال صلیت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فکنت أری عفرة ابطیه اذا سجد .

عبیداللہ بن عبداللہ بن اقرم سے روایت ہے ان کے والد کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی جب حضور ﷺ سجدہ کرتے تو میں آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھتا۔

تشریح: ان احادیث میں حضور اکرم ﷺ کے سجود کی جو ہیئت بیان کی گئی اسی کے مطابق سجدہ کرنا مسنون ہے مرد اس ہیئت مسنونہ کے مطابق سجدہ کرے اس پر تمام امت کا اتفاق ہے حضرت براء ؓ وغیرہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ جب سجدہ کرتے تو اپنے دونوں بازو کو دونوں پہلو سے دور رکھتے اور دونوں ہاتھوں کو کشادہ رکھتے اور زمین پر نہ بچھاتے بلکہ زمین سے اونچا رکھتے ورنہ راوی حدیث کا قول ''حتی یبدو بیاض ابطیه'' درست نہ ہوگا کیوں کہ سجدہ میں جب تک خوب اچھی طرح مجافات نہ ہو (اور مجافات ان امور مذکورہ کے ساتھ متحقق ہوسکتی ہے) تو بغل کی سفیدی ظاہر نہیں ہوسکتی واضح رہے کہ حدیث باب میں سجدہ کے وقت بغل کی جس سفیدی کا راوی ذکر کررہے ہیں بلکہ عبداللہ بن اقرم ؓ کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ سجدہ کرتے تو میں بغل کی سفیدی کو دیکھتا حالانکہ بغل محل سواد ہے کیوں کہ وہاں بال اگتے ہیں اور حضور ﷺ کی بغلوں میں بھی

بال اگتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے وہ سفیدی حضور ﷺ کی خصوصیات میں سے تھی لیکن وہ بیاض بغل کی بالکل خالص سفید بھی نہ تھی بلکہ لفظ عفرۃ سے واضح ہوتا ہے کہ سطح ارض کی طرح سفید تھی اور واقعہ بغل کی سفیدی ظاہر ہونے کا حالت احرام کا معلوم ہوتا ہے چونکہ حضور ﷺ احرام کی چادر پہنے ہوئے تھے جب سجدہ کرتے تو بغل کی سفیدی ظاہر ہوتی تھی اور صحابی کہتے ہیں کہ میں اس کو سجدہ کے وقت دیکھتا۔ (کوکب دری: ۱۳۶)

اور علامہ بنوریؒ نے بھی معارف السنن: ۳/۴۳ پر اسی حدیث عبداللہ بن اقرم رضی اللہ عنہ کی تشریح کے تحت لکھا ہے ''والظاهر انه كان ذلك فى حالة الاحرام'' ظاہر یہی ہے کہ سجدہ کے وقت دونوں بغلوں کی سفیدی کے ظاہر ہونے اور دیکھنے کا واقعہ حالت احرام کا تھا جبکہ حضور ﷺ قمیص زیب تن کئے ہوئے نہ تھے یہاں پر ایک شبہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن اقرم حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے وقت بغل کی سفیدی دیکھتے لیکن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نہیں دیکھتے چنانچہ وہ خود کہتے ہیں ''لو كنت بين يدى رسول الله صلى الله عليه وسلم لابصرت ابطيه'' اس کا جواب علامہ سندھیؒ نے یہ دیا ہے کہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ ہر شخص اس کو دیکھے نماز میں لوگوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں اس لحاظ سے مشاہدہ بیاض بغل کا مختلف ہونا بعید نہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی نظر بوجہ خشوع وخضوع اور انہماک فی الصلوٰۃ کے بغل پر نہ پڑھی ہوگی اس لئے باوجود حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے کے وہ سفیدی بغل کی ان کو نظر نہ آتی۔

باب التجافى فى السجود

سجدہ کی حالت میں مجافات یدین کا بیان

اخبرنا قتيبة قال حدثنا سفيان عن عبيدالله وهو ابن عبدالله بن الاصم عن عمه يزيد وهو ابن الاصم عن ميمونة ان النبى صلى الله عليه وسلم كان اذا سجد جافى يديه حتى لو ان بهمة ارادت ان تمر تحت يديه مرت.

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب سجدہ کرتے تو دونوں ہاتھوں کو دور رکھتے یعنی دونوں بازو کو پہلو سے اور ران کو پیٹ سے حتی کہ اگر کوئی بکری کا بچہ حضور ﷺ کے دونوں ہاتھوں کے نیچے سے گزرنا چاہتا تو گزر سکتا۔

باب الاعتدال فى السجود

سجود میں اعتدال کا بیان

اخبرنا اسحاق بن ابراهيم قال انبانا عبدة قال حدثنا سعيد عن قتادة عن انس ح واخبرنا اسماعيل بن مسعود عن خالد عن شعبة عن قتادة قال سمعت انسا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اعتدلوا

فی السجود ولا یبسط احدکم ذراعیه انبساط الکلب اللفظ لاسحٰق.

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث بیان کرتے سنا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم سجدہ میں اعتدال کرو اور تم میں سے کوئی شخص اپنے ہاتھوں کو نہ بچھائے جس طرح کتا بچھاتا ہے۔

تشریح: علامہ سندھیؒ نے اس کی تشریح کے تحت لکھا ہے کہ سجدہ میں جس اعتدال کا حکم دیا گیا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ سجدہ میں نہ افتراش ہو اور نہ قبض بلکہ درمیانی طریقہ اختیار کرے یعنی دونوں ہتھیلیاں زمین پر رکھے اور کہنیاں زمین سے اونچی رکھے اور پیٹ کو ران سے دور رکھے یہ ہیئت تواضع سے قریب تر ہے اور اس سے پیشانی کو زمین پر خوب اچھی طرح ٹیکنا آسان ہوتا ہے اور غفلت اور کسالت پیدا نہیں ہوتی۔(فی هامشه علی النسائی: ۱/۱۲۴)

باب اقامة الصلب فی السجود

سجدہ میں پیٹھ کو کھڑا رکھنے کا بیان

اخبرنا علی بن خشرم المروزی قال انباناعیسیٰ وهو بن یونس عن الاعمش عن عمارة عن ابی معمر عن ابی مسعود قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لاتجزئ صلاة لایقیم الرجل فیها صلبه فی الرکوع والسجود.

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی نماز درست نہیں ہوتی جس میں آدمی رکوع اور سجدہ میں اپنی پیٹھ کو درست نہ کرے۔

تشریح: اقامت صلب سے رکوع اور سجود دونوں میں تعدیل وطمانینت کی طرف اشارہ کیا ہے کیوں کہ اقامت حسی جو رکوع میں مطلوب ہے وہ سجدہ میں ممکن نہیں کیوں کہ رکوع میں پیٹھ اور گردن کو برابر کرنا مطلوب ہے اور سجدہ میں نیچے کا حصہ یعنی سرین کو اوپر کے حصہ سے اونچا رکھنا مطلوب ہے بہرحال یہ حدیث قرار وطمانینت کے وجوب پر دلالت کر رہی ہے اور اس جیسی حدیث سے وجوب ہی ثابت ہوسکتا ہے نہ کہ فرضیت۔ واللہ تعالیٰ اعلم (اس حدیث کی مزید تشریح پیچھے گذر چکی ہے)

باب النهی عن نقرة الغراب

نقرۃ الغراب سے ممانعت کا بیان

اخبرنا محمد بن عبدالله بن عبدالحکم عن شعیب عن اللیث قال حدثنا خالد عن ابن ابی هلال عن جعفر بن عبدالله ان تمیم بن محمود اخبره ان عبدالرحمن بن شبل اخبره ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی عن ثلاث عن نقرة الغراب وافتراش السبع وان یوطن الرجل المقام للصلاة کما یوطن البعیر.

حضرت عبدالرحمٰن بن شبل ؓ نے تمیم بن محمود کو اس حدیث کے متعلق خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے تین چیزوں سے منع فرمایا کوے کی طرح ٹھونگ مارنے سے اور درندے کی طرح بچھانے سے اور یہ کہ آدمی مسجد میں نماز کے لئے کوئی خاص جگہ مقرر کرلے جیسا کہ اونٹ مقرر کرلیتا ہے۔

تشریح: نقرۃ الغراب سے منع فرمایا نقرۃ الغراب کوے کے دانہ چگنے کو کہتے ہیں جب کوا دانہ چگتا ہے اس وقت یہی کیفیت ہوتی ہے کہ جلدی جلدی اپنی چونچ زمین پر مارتا ہے اور بدون قرار واطمینان کے جلدی جلدی اٹھالیتا ہے تو ارشاد مبارکہ میں ایسی ہیئت اور حرکت نماز میں اختیار کرنے سے منع فرمایا جو سراسر روح صلوٰۃ کے منافی ہے بلکہ خاطر جمع سے سجدہ کرے حتی کہ بدن کے تمام جوڑ اپنی اپنی جگہ ٹھہر جائیں اور افتراش سبع سے منع فرمایا یعنی سجدہ کے وقت دونوں ہاتھوں کو زمین پر بچھانا جیسا کہ درندے ہاتھ بچھا کر بیٹھتے ہیں اس سے منع فرمایا اور مسجد میں نماز کے لئے ایک خاص جگہ مقرر کرنے سے منع فرمایا جیسے اونٹ آرام کی جگہ میں سے اپنے لئے ایک نرم ہموار جگہ بیٹھنے کی مقرر کرلیتا ہے علامہ ابن حجرؒ نے کہا کہ اس کی ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ مکان مخصوص کا انتخاب شہرۃ وریاء ونام ونمود اور عادات کی پابندی اور حظوظ نفسانی اور شہوات کی طرف لے جاتا ہے اور یہ ساری چیزیں آفات ہیں لہٰذا حتی الامکان ان آفات مہلکہ میں مبتلا کرنے والے طریقہ سے اجتناب کرنا چاہیے۔

ابن ہمامؒ نے نہایہ میں حلوانی سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انہوں نے صوم کی بحث میں ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہے کہ مسجد میں کوئی خاص مکان نماز کے لئے بنالینا مکروہ ہے اس لئے کہ اس میں عبادت عادت ہوجاتی ہے اور اس جگہ کے علاوہ دوسری جگہ میں عبادت بھاری ہوتی ہے اور عبادت جب عادت ہو تو اس کا علاج یہ ہے کہ اس کو ترک کردے اسی لئے صوم الابد یعنی ہمیشہ کا روزہ مکروہ ہے پس کیا حال ہے اس شخص کا جو غرض فاسد کے واسطے مسجد میں کوئی جگہ مقرر کرلے۔ (مرقات: ۳۲۶/۲)

بہر حال حدیث باب میں ان وجوہ مذکورہ کی بناء پر مسجد میں سے کوئی خاص جگہ کا انتخاب کرنے کی ممانعت فرمائی گئی لہٰذا مصلی کو اس سے بچنا چاہئے مگر واضح رہے کہ یہ ممانعت مذکورہ اس صورت میں ہے جبکہ اسی مخصوص جگہ پر ہمیشہ نماز پڑھنے کا التزام کرلے اور جب کوئی دوسرا شخص اس جگہ پر پہلے پہونچ جائے اور بیٹھنے کا ارادہ کرے تو اس سے مزاحمت کرے اور اس کو اس کے حق سے محروم کرکے خود بیٹھ جائے ورنہ جو شخص مسجد میں پہلے آجائے اور حصول فضیلت کی غرض سے مثلاً امام کے پیچھے بالکل امام کے قریب کھڑے ہونے کے لئے ہمیشہ اسی جگہ کا انتخاب کرلے اور اتفاق سے اگر قوم میں سے کوئی اور آدمی اس مخصوص جگہ پر پہلے پہونچ جائے تو اس سے نہ مزاحمت کرتا ہے اور نہ اس کو اسی جگہ سے اٹھادیتا ہے تو اس صورت میں مسجد کی جگہوں میں سے کسی ایک جگہ کا نماز کے لئے مقرر کرلینا اس ممانعت میں داخل نہ ہوگا۔ (بذل المجهود)

باب النهى عن كف الشعر فى السجود

سجدے میں بالوں کے جمع کرنے کی ممانعت

اخبرنا حميد بن مسعدة البصرى عن يزيد وهو ابن زريع قال حدثنا شعبة وروح يعنى ابن القاسم

عـن عمرو بن دينار عن طاؤس عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال امرت ان اسجد على سبعة ولا اكف شعراً ولا ثوباً.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات اعضاء پر سجدہ کروں اور یہ کہ نہ بالوں کو جمع کروں اور نہ کپڑے کو سمیٹوں۔

تشریح : حدیث باب کے اول حصہ کی تشریح ہو چکی ہے اب رہا نماز میں جمع شعر کا مسئلہ کہ بالوں کو پگڑی کے نیچے چپکا دینا یا بالوں کو جمع کر کے ڈورے سے باندھ دینا یا گوند سے جما دینا تو حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے چنانچہ اسی حدیث کی بناء پر فقہاء کف شعر کو مکروہ فرماتے ہیں بلکہ بال کھلے چھوڑ دے تا کہ اعضاء کے ساتھ بال بھی سجدہ کریں ابن رسلان نے کہا کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کف شعر نماز کی حالت میں ممنوع ہے اسی کے داودی قائل ہیں مگر قاضی عیاض نے اس کو مسترد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ قول مسلک جمہور کے خلاف ہے کیوں کہ جمہور علماء ہر صورت میں کف شعر کو مصلی کے لئے مکروہ فرماتے ہیں خواہ نماز کی حالت میں ہو یا نماز میں داخل ہونے سے پہلے ہو اور ممانعت کف شعر کی وجہ یہ ہے کہ نماز میں کف شعر کا فعل عبادت کے معاملہ میں ایک طرح کے تکبر پر دلالت کرتا ہے علاوہ اس کے کف شعر سے اس لئے منع کیا گیا ہے تا کہ اصل متبوع کے ساتھ یعنی سر کے ساتھ تابع یعنی بالوں کے بھی سجدہ کرنے پر جو اجر وثواب مرتب ہوتا ہے اس میں سے نماز کا ثواب کم نہ ہو معلوم ہوا کہ جمع شعر کے فعل سے بقدر اس کے ثواب کم ہو جائے گا لیکن بہر صورت نماز نہ فاسد ہونے پر حافظ ابن حجرؒ کے قول کے مطابق تمام فقہاء کا اتفاق ہے البتہ حسن بصریؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ کف شعر سے نماز فاسد ہو جاتی ہے لہٰذا نماز کو لوٹا کر پڑھنا واجب ہے۔(کوکب دری : ۱/۱۳۵)

باب مثل الذى يصلى ورأسه معقوص

جو شخص سر کے بالوں کو گوند وغیرہ سے چمٹا کر نماز پڑھتا ہے اس کی مثال کا بیان

اخبـرنـا عـمـرو بـن سـواد بن الاسود بن عمرو السرحي من ولد عبدالله بن سعد بن ابى سرح قال انبـانـا ابن وهب قال انبانا عمرو بن الحارث ان بكيراً حدثه ان كريبا مولى ابن عباس حدثه عن عبدالله بن عبـاس انـه رأى عبـدالله بـن الحارث يصلى ورأسه معقوص من ورائه فقام فجعل يحله فلما انصرف اقبل الـى ابـن عبـاس فـقـال مالـك ورأسى قال انى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول انما مثل هذا مثل الذى يصلى وهو مكتوف.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن حارث کو اس حال میں نماز پڑھتے دیکھا کہ پیچھے کی طرف سے ان کے سر کے بال گوندھے ہوئے تھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے پھر بالوں کو کھولنے لگے جب

عبداللہ بن حارث نماز سے فارغ ہوئے تو ابن عباس ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے آپ کو میرے سر سے کیا دشمنی ہے حضرت ابن عباس ﷺ نے فرمایا بیشک میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص پیٹھ کے پیچھے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے نماز پڑھ رہا ہو۔

تشریح :ارشاد مبارکہ ''انما مثل هذا الخ'' کے تحت علامہ سندھیؒ نے لکھا ہے کہ اس کلام سے حضور ﷺ کا مقصود یہ تھا کہ جس کے بال کھلے ہوئے ہوں سجدہ کے وقت اس کے بال بھی زمین پر ہوتے ہیں گویا بالوں نے بھی سجدہ کیا لہٰذا اس فعل پر اس کو ثواب ملے گا اور معقوص کے بال زمین پر نہیں ہوتے لہٰذا وہ شخص مکتوف کے مشابہ ہے مکتوف وہ شخص ہے جس کے دونوں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے بندھے ہوئے ہوں ایسی حالت میں اس کے ہاتھ سجدے میں زمین سے نہیں لگ سکتے ایسا ہی معقوص کا حال ہے۔(فی هامشه علی النسائی: ۱/۱۲۵)

باب النهی عن كف الثياب فی السجود

سجدہ کے وقت کپڑے کو سمیٹنے سے منع کیا گیا ہے

اخبرنا محمد بن منصور المکی عن سفیان عن عمرو عن طاؤس عن ابن عباس قال امر النبی صلی اللہ علیه وسلم ان یسجد علی سبعة اعظم ونهی ان یکف الشعر والثیاب.

حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کو سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور حضور ﷺ نے منع فرمایا بالوں کو جمع کرنے سے اور کپڑے کو سمیٹنے سے۔

تشریح :سجدے میں جاتے وقت کپڑے کو سمیٹ لینا تا کہ غبار آلودہ نہ ہوں اس سے بھی منع فرمایا اسی حدیث کی بناء پر فقہاء کف ثیاب کو مکروہ فرماتے ہیں وجہ ممانعت یہی ہے کہ اس طرح کے فعل سے تکبر کا اظہار ہوتا ہے جو شان عبادت کے خلاف ہے اور خشوع وخضوع کے منافی ہے اس غیر مناسب فعل سے مصلی کے اجر معہود سے ثواب کم ہو جائے گا لہٰذا کپڑوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیں تا کہ اصل متبوع کے ساتھ کپڑوں کے سجدہ کرنے پر بھی جس قدر ثواب ہوتا ہے اس میں سے کم نہ ہو جائے کیوں کہ لفظ حدیث سے جو کامل اجر وثواب نماز کا مفہوم ہوتا ہے وہ اعضاء سبعہ مع تابع کے سجدہ کرنے پر موقوف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب السجود على الثياب

کپڑوں پر سجدہ کرنے کا بیان

اخبرنا سوید بن نصر قال انبانا عبداللہ بن المبارک عن خالد بن عبدالرحمن هو السلمی قال حدثنی غالب القطان عن بکر بن عبداللہ المزنی عن انس قال کنا اذا صلینا خلف رسول اللہ صلی اللہ

علیه وسلم بالظهائر سجدنا علی ثیابنا اتقاء الحر.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے جب دو پہر کو نماز پڑھتے تو گرمی سے بچنے کے لئے ہم اپنے کپڑوں پر سجدہ کرتے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مسجد کا فرش گرم ہو جس کی وجہ سے مصلی زمین پر پیشانی ٹیک نہیں سکتا اس لئے زمین کی حرارت سے پیشانی بچانے کو اپنے پہنے ہوئے کپڑے کے فاضل یعنی زائد کپڑے پر سجدہ کرے تو اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں یہی قول جمہور علماء کا ہے کیوں کہ سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حائل بالکل مانع نہیں سجود سے۔

(کذافی هامش النسائی وفتح القدیر)

باب الامر باتمام السجود

سجدہ نماز کا خوب اچھی طرح ادا کرنے کا حکم دینے کا بیان

اخبرنا اسحق بن ابرهیم قال انبانا عبدة عن سعید عن قتادة عن انس عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اتموا الرکوع والسجود فوالله انی لاراکم من خلف ظهری فی رکوعکم وسجودکم.

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم نماز کا رکوع اور سجدہ پورا کیا کرو پس اللہ کی قسم بیشک میں تم کو تمہارے رکوع اور سجدے میں اپنی پشت کی طرف سے دیکھتا ہوں۔

تشریح: اس حدیث میں جس اتمام رکوع وسجود کا حکم دیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ تعدیل وطمانینت کے ساتھ رکوع اور سجدہ کرے حتی کہ بدن کے تمام جوڑ اپنی جگہ قرار پکڑ جائیں پھر اقامت رکوع وسجود اور تقصیر سے باز رہنے کی ترغیب فرمائی اور عدم اہتمام پر تنبیہ فرمائی کیوں کہ نماز میں لوگوں کی کوتاہی اور بے پرواہی رسول اکرم ﷺ سے مخفی نہ رہتی چنانچہ فرمایا ''**انی لا راکم من خلف ظهری الخ**'' اس ارشاد مبارکہ کے تحت ترجمان السنہ: ۱/۴۳۶ پر تفصیل سے بحث کی احقر بطور اختصار کچھ نقل کرتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی مادیت اس قدر مصفی اور مزکی ہوتی ہے کہ فرشتوں کا تجرد (غیر جسمانی وجود) ان کے سامنے شرما جاتا ہے یہ رؤیت جس کی اطلاع دی ہے اس عالم کی رؤیت ہے حضور ﷺ کی چشم دور بین اس عالم سے گزر کر کبھی جنت و دوزخ کا بھی مشاہدہ کر لیتی تھی حضور تو حضور ہی ہیں آپ ﷺ کے صحابہ تک جنگ کے موقع پر کبھی کبھی ملائکہ کو دیکھ لیا کرتے تھے کسی صحابی کو خدا کا فرشتہ سلام کرتا اور وہ اس کی آواز سن لیتا تھا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مقام نہاوند کی جنگ مدینہ میں بیٹھ کر دیکھتے تھے اور آپ کی یا ساریۃ الجبل کی آواز آپ کا جرنیل نہاوند میں سن لیتا تھا اس دور میں تو ریڈیو کی ایجاد نے صوت یعنی آواز کا مسئلہ تو حل کر دیا ہے اگر ذرا سی وسعت دے کر بصر کے متعلق بھی سائنس کے دعوی دار اس حقیقت کو تسلیم کر لیں تو پھر جھگڑا ہی ختم اب بھی خورد بین اور دور بین کے ذریعہ سے ہم جن چیزوں کا مشاہدہ کر لیتے ہیں عام آنکھیں ان کا مشاہدہ نہیں کر سکتیں خورد بین سے

بیماریوں کے جراثیم چلتے پھرتے نظر آتے ہیں دوربین کے ذریعہ سینکڑوں میل کا فاصلہ کس طرح کف دست معلوم ہونے لگتا ہے اب اگر انبیاء علیہم السلام اپنی ایسی حدت نظر سے جوان کو من جانب اللہ مرحمت ہوتی ہے کسی بلند عالم کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ہمیں اس کا بھی انکار نہیں کرنا چاہئے اور یہ سمجھنا چاہئے کہ بیماری کے باریک جراثیم کی طرح ان کے دیکھنے کا ہمارے پاس کوئی آلہ نہیں ہے اگر فرض کرلو کہ وہ حدت نظر ہمیں بھی عطاء ہوجاتی تو ہم بھی خوردبین کے بغیر ان جراثیم کا مشاہدہ کرسکتے یہاں انکار یا تاویل کرنا دونوں طریقے غلط ہیں انکار تو اس لئے جو خود دیکھتا ہے نہ دیکھنے والے کو اس کے مشاہدہ کے رد کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں اسے اپنی قصور نظر کا اعتراف کرنا چاہئے نہ کہ ایک طاقتور نظر والے کی رؤیت کا انکار اسی لئے ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنا سلام کہلوایا تو آپ نے جواب دے کر حضور ﷺ سے عرض کیا "تری مالا نری" یعنی آپ تو ان کو دیکھ رہے ہیں ہم نہیں دیکھتے گویا اپنی قصور نظر کا اعتراف کیا اور حضور ﷺ کے مشاہدہ کی تصدیق کی بہرحال جب عام طور پر نظروں میں قوت بصر کے لحاظ سے تفاوت ہوتا ہے تو اگر انبیاء علیہم السلام کی نظر عام نظروں سے کچھ اور تیز مان لی جائے تو اس کے انکار کی کیا وجہ ہوسکتی ہے اور تاویل کرنا اس لئے غلط ہے جو شخص خود دیکھتا ہے اور وہی الفاظ استعمال کرتا ہے جو صرف دیکھنے کے لئے مستعمل ہیں اور اس کے خلاف کوئی ادنی اشارہ تک نہیں کرتا اور نہ صرف وہ خود دیکھتا ہے بلکہ اپنے متعلق یہی عقیدہ رکھتا ہے اور دوسروں کو باور کرانا چاہتا ہے کہ وہ درحقیقت دیکھتا ہے تو ان کو کشف والہام پر محمول کرنا یقیناً غلط ہے بلکہ ایک واقعہ کا انکار ہے اسی مغالطہ میں بعض لوگوں نے حدیث باب میں بیان کردہ واقعہ کو صرف کشف کہہ دیا ہے جو خلاف حقیقت ہے اس تفصیل مذکور کی تائید علامہ عسقلانی کے قول سے ہوتی ہے علامہ موصوف کہتے ہیں کہ اس حدیث میں حضور ﷺ نے جس مشاہدہ کی اطلاع دی اسی کے متعلق قول صحیح اور راجح یہی ہے کہ وہ اپنے ظاہر پر محمول ہے اور حضور ﷺ کا یہ مشاہدہ حاسہ بصر کے ذریعہ سے حقیقی مشاہدہ تھا جو خرق عادۃ کے طور پر آپ کے ساتھ مخصوص تھا لہٰذا حضور ﷺ اپنی پشت کی طرف سے مقتدیوں کے حالات کو حاسہ بصر کے ذریعہ سے بغیر مقابلہ اور قرب کے دیکھتے تھے۔ (مرقات: ۲/۳۰۹)

باب النهى عن القراءة فى السجود

سجدے میں قرأت کی ممانعت کا بیان

اخبرنا ابوداؤد سليمان بن سيف قال حدثنا ابوعلي الحنفي وعثمان بن عمر قال ابوعلي حدثنا وقال عثمان انبانا داؤد بن قيس عن ابراهيم بن عبدالله بن حنين عن ابيه عن ابن عباس عن علي بن ابي طالب رضي الله عنه قال نهاني حبي صلى الله عليه وسلم عن ثلاث لا اقول نهى الناس نهاني عن تختم الذهب وعن لبس القسي وعن المعصفر المفدمة ولااقرأ ساجداً ولا راكعاً.

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میرے دوست (حضور) ﷺ نے مجھے تین چیزوں سے

منع فرمایااور میں یہ نہیں کہتاہوں کہ لوگوں کوان سے منع فرمایا مجھے حضور ﷺ نے سونے کی انگوٹھی استعمال کرنے سے اور ریشمی بیل بوٹے والے کپڑے پہننے سے اور کسم سے رنگے ہوئے گہرے سرخ کپڑے پہننے سے منع فرمایااوراس سے بھی منع فرمایا کہ میں بحالت سجدہ اور رکوع قرأت کروں۔

اخبرنا احمد بن عمروبن السرح قال انبانا ابن وهب عن یونس ح والحارث بن مسکین قرأة علیه وانا اسمع عن ابن وهب عن یونس عن ابن شهاب قال اخبرنی ابراهیم بن عبدالله ان اباه حدثه انه سمع علیا قال نهانی رسول الله صلی الله علیه وسل ان اقرأ راکعا اوساجداً.

ابراہیم کے والدعبداللہ نے ابراہیم سے بروایت حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرعلی رضی اللہ عنہ سے سناوہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھےاس بات سے منع فرمایا کہ میں بحالت رکوع وسجودقرأت پڑھوں۔

یہ حدیث باب اوراس کی تشریح پیچھے گذر چکی ہے۔

باب الامر بالاجتهاد فی الدعاء فی السجود

اس امر کے بیان میں کہ سجدے کی حالت میں خوب دعا کیا کرو

اخبرنا علی بن حجر المروزی قال انبانا اسماعیل هو ابن جعفر قال حدثنا سلیمان بن سحیم عن ابراهیم بن عبدالله بن معبد بن عباس عن ابیه عن عبدالله بن عباس قال کشف رسول الله صلی الله علیه وسلم الستر ورأسه معصوب فی مرضه الذی مات فیه فقال اللهم قد بلغت ثلاث مرات انه لم یبق من مبشرات النبوة الا الرؤیا الصالحة یراها العبد اوتری له الا وانی قد نهیت عن القرأة فی الرکوع والسجود فاذا رکعتم فعظموا ربکم واذا سجدتم فاجتهدوا فی الدعاء فانه قمن ان یستجاب لکم.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس مرض کی حالت میں جس میں آپ کی وفات ہوگئی پردہ کھولا اس حال میں کہ آپ کے سرمبارک پر(درد کی وجہ سے) پٹی بندھی ہوئی تھی پس آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشادفرمایا اے اللہ بیشک میں نے دین کے احکام کو پہنچادیا اب نبوۃ کی مبشرات میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی مگررویائے صالحہ جس کو بندہ دیکھتا ہے یااس کے واسطے دکھلایا جاتا ہے سن لو بیشک مجھے رکوع وسجود کی حالت میں قرأت قرآن سے منع کیا گیا ہے پس جب تم رکوع کروتو اپنے رب کی عظمت و بزرگی بیان کرواور جب سجدہ کروتو خوب دعا کرو کیوں کہ سجدہ کی حالت اس قابل ہے کہ تمہارے واسطے دعاءقبول کی جائے۔

تشریح : یہ حدیث مع ترجمہ وتشریح کے پیچھے عنوان تعظیم الرب فی الرکوع کے ذیل میں گذر چکی ہے البتہ یہاں ایک اہم بات یہ عرض کرنی ہے کہ رویائے صالحہ نبوۃ کے حقیقی لحاظ سے اجزاء نہیں ہیں کیوں کہ نبوت کسی ایسی حقیقت مرکبہ کا نام نہیں

جس کا تجزیہ وتحلیل ممکن ہو وہ ایک منصب ہے جو صرف خدائی اصطفاء اور اجتباء پر موقوف ہے ہاں اس کے کچھ لوازم اور خصائص ہیں جو اس کی ماہیت کا جزء نہیں ان خصائص کو مجازاً اجزاء کہہ دیا جاتا ہے اس بناء پر سچا پکا خواب دیکھنے کی وجہ سے کسی کو ہرگز ہرگز نبی نہیں کہا جا سکتا۔

باب الدعاء فی السجود

سجدے میں دعاء کا بیان

اخبرنا هناد بن السری عن ابی الاحوص عن سعید بن مسروق عن سلمة بن کهیل عن ابی رشدین وهو کریب عن ابن عباس قال بت عند خالتی میمونة بنت الحارث وبات رسول الله صلی الله علیه وسلم عندها فرأیته قام لحاجته فاتی القربة فحل شنا قها ثم توضاء وضوء بین الوضؤین ثم اتی فراشه فنام ثم قام قومة اخری فاتی القربة فحل شناقها ثم توضأ وضوء هو الوضوء ثم قام یصلی وکان یقول فی سجوده اللهم اجعل فی قلبی نورا واجعل فی سمعی نورا واجعل فی بصری نورا واجعل من تحتی نورا واجعل من فوقی نورا وعن یمینی نوراً وعن یساری نورا واجعل امامی نوراً واجعل خلفی نوراً واعظم لی نوراً ثم نام حتی نفخ فاتاه بلال فایقظ للصلاة.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے پاس رات گزاری اور اسی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ان کی نوبت میں) ان کے پاس تھے پس میں نے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ اپنی حاجت کے لئے کھڑے ہوئے پھر مشک کے پاس تشریف لے گئے اور اس کا تسمہ کھولا پھر وضوء کیا دو وضوؤں کے بیچ کے درجہ کا پھر اپنے بستر پر تشریف لائے اور سو گئے پھر کھڑے ہوئے دوسری مرتبہ اور مشک کے پاس تشریف لے گئے اور اس کی ڈوری کھولی پھر اسی طریقہ سے وضو کیا جیسا کہ پہلی مرتبہ کیا تھا پھر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی اور اپنے سجدے میں پڑھتے تھے ''**اللهم اجعل فی قلبی نوراً**'' تا آخر یاالٰہی میرے قلب میں نور پیدا فرمادے اور میرے کانوں میں نور پیدا فرمادے اور میری آنکھوں میں نور پیدا فرمادے اور میرے نیچے نور پیدا فرمادے اور میرے اوپر نور پیدا فرمادے اور میرے دائیں نور پیدا فرمادے اور میرے بائیں نور پیدا فرمادے اور میرے سامنے نور پیدا فرمادے اور میرے پیچھے نور پیدا فرمادے اور میرا نور بڑا کردے پھر سو گئے حتی کہ خراٹے لینے لگے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت بلال رضی اللہ عنہ آ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے لئے جگایا۔

تشریح: اسی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وضو کیا اس کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ''**ثم توضاء وضوءً بین الوضوئین**'' یعنی نہ پانی بہت استعمال کیا کہ حد اسراف کو پہونچے اور نہ کم ڈالا کہ اعضاء تر نہ ہوں بلکہ وضو معتدل کیا جو بہتر وضوء ہے اور بعضوں نے کہا کہ اس وضوء میں اعضاء وضو کو دو دو مرتبہ دھویا اسی کو راوی نے بیچ کے درجہ کا وضوء کہہ دیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

تہجد کی نماز پڑھی اور سجدے کی حالت میں یہی دعاء پڑھتے تھے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نقل کی پس امت کو تعلیم دینے کی غرض سے حضور ﷺ نے دعاء مذکور اسی رات سجدے کی حالت میں پڑھی۔

نوع آخر

سجدے کی حالت میں ایک اور قسم کی دعاء پڑھنے کا بیان

اخبرنا سوید بن نصر قال انبانا عبداللہ عن سفیان عن منصور عن ابی الضحی عن مسروق عن عائشة قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی رکوعه وسجوده سبحانک اللھم ربنا وبحمدک اللھم اغفرلی یتأول القرآن.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع اور سجود کی حالت میں یہ دعاء پڑھتے ''**سبحانک اللھم ربنا وبحمدک اللھم اغفرلی**'' قرآن کے مطابق اس کو پڑھتے تھے۔

تشریح: اس دعاء کو قرآن پاک کا مصداق بتلاتے تھے ''**یتاول القرآن**'' کا یہی مفہوم ہے قرآن پاک میں ہے ''**اذا جاء نصر اللہ والفتح الخ**'' تو اس سورۃ میں تین چیزوں کا حکم ہے تسبیح وتحمید اور استغفار وہی تین چیزیں اس دعاء کے اندر ہیں تو بمقتضی آیت کے اس دعاء کو رکوع اور سجود میں پڑھتے تھے۔

نوع آخر

ایک اور قسم کی دعاء پڑھنے کا بیان

اخبرنا محمود بن غیلان حدثنا وکیع عن سفیان عن منصور عن ابی الضحی عن مسروق عن عائشة قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی رکوعه وسجوده سبحانک اللھم ربنا وبحمدک اللھم اغفرلی یتأول القرآن.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع اور سجود میں پڑھتے ''**سبحانک اللھم ربنا الخ**'' اس کو قرآن پاک کی آیت ''**فسبح بحمد ربک واستغفره**'' کا مصداق بتلاتے تھے۔

آیت میں استغفار سے پہلے حمد اور حمد سے پہلے تسبیح کو ذکر کیا کیوں کہ طریقہ نزول یہی ہونا چاہئے (اول عالی شان ذات خدا کی تسبیح اس کے بعد نعمت کا شکر پھر اپنی لغزشوں کے لئے استغفار) دعاء کا یہی مسنون طریقہ ہے لیکن امت کے لئے استغفار سے پہلے درود ضروری ہے تا کہ دعائے مغفرت قبول ہو جائے۔

نوح آخر

ایک اور قسم کی دعاء کا بیان

اخبرنا محمد بن قدامة قال حدثنا جریر عن منصور عن هلال بن یساف قال قالت عائشة رضی

الله عنها فقدت رسول الله صلی الله علیه وسلم من مضجعه فجعلت التمسه وظننت انه اتی بعض جواریه فوقعت یدی علیه وهو ساجد وهو یقول اللهم اغفرلی مااسررت وما اعلنت.

حضرت عائشہ ﷞ فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے بچھونے پر نہ پایا پس میں آپ ﷺ کو ٹٹولنے لگی اور میں نے گمان کیا کہ شاید آپ کسی بیوی کے پاس گئے ہوں پس میرا ہاتھ آپ ﷺ کے بدن پر پڑا اور آپ ﷺ سجدے میں یہ دعاء پڑھ رہے تھے ''اللهم اغفرلی مااسررت وما اعلنت'' یاالٰہی مغفرت فرما میرے وہ گناہ جو میں نے پوشیدہ کئے اور وہ گناہ جو میں نے علانیہ کئے۔

اخبرنا محمد بن المثنی قال حدثنا محمد قال حدثنا شعبة عن منصور عن هلال بن یساف عن عائشة رضی الله عنها قالت فقدت رسول الله صلی الله علیه وسلم فظننت انه اتی بعض جواریه فطلبته فاذا هو ساجدیقول رب اغفرلی مااسررت وما اعلنت.

حضرت عائشہ ﷞ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے اپنے بستر پر نہ پایا پس میں نے گمان کیا کہ آپ کسی بیوی کے پاس گئے ہوں گے پس میں نے آپ ﷺ کو (مسجد میں) تلاش کیا تو اس حالت میں دیکھا کہ آپ سجدے میں یہ دعاء پڑھ رہے تھے ''اللهم اغفرلی الخ''۔

نوع آخر

ایک اور قسم کی دعاء کا بیان

اخبرنا عمرو بن علی قال حدثنا عبدالرحمن هو ابن مهدی قال حدثنا عبدالعزیز بن ابی سلمة قال حدثنی عمی الماجشون بن ابی سلمة عن عبدالرحمن الاعرج عن عبیدالله بن ابی رافع عن علی ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان اذا سجد یقول اللهم لک سجدت ولک اسلمت وبک آمنت سجدوجهی للذی خلقه وصوره فاحسن صورته وشق سمعه وبصره تبارک الله احسن الخالقین.

حضرت علی ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے تو یہ دعاء پڑھتے ''اللهم لک سجدت الخ'' یاالٰہی میں نے تیرے ہی لئے سجدہ کیا اور تیرے ہی لئے فرمان بردار ہوا اور تیرے ساتھ ایمان لایا سجدہ کیا میرے چہرے نے اس ذات کے واسطے جس نے اس کو پیدا کیا اور اس کی بہت اچھی صورت بنائی اور اس کے کان کھولے اور اس کی آنکھیں کھولیں اللہ بہت بابرکت ہے اور بہتر پیدا کرنے والا ہے۔

نوع آخر

ایک اور قسم کی دعاء کا بیان

اخبرنا یحییٰ بن عثمان قال انبانا ابوحیوة قال حدثنا شعیب بن ابی حمزة عن محمد بن المنکدر عن جابر بن عبدالله عن النبی صلی الله علیه وسلم کان یقول فی سجوده اللهم لک سجدت وبک آمنت ولک اسلمت وانت ربی سجد وجهی للذی خلقه وصوره وشق سمعه وبصره تبارک الله احسن الخالقین.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ سجدے میں کہتے تھے "اللهم لک سجدت الخ" یاالٰہی میں نے تیرے ہی واسطے سجدہ کیا اور تجھ ہی پر ایمان لایا اور تیرے ہی لئے تابعدار ہوا اور تو میرا رب ہے سجدہ کیا میرے چہرہ نے اس ذات کے واسطے جس نے اس کو پیدا کیا اور اس کی صورت بنائی اور اس کے کان اور اس کی آنکھیں کھولیں اللہ بہت بابرکت ہے اور سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے۔

نوع آخر

ایک اور قسم کی دعاء کا بیان

اخبرنا یحیی بن عثمان قال انبانا ابن حمیر قال حدثنا شعیب بن ابی حمزة عن محمد بن المنکدر وذکر آخر قبله عن عبدالرحمن بن هرمز الاعرج عن محمد بن سلمة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان اذا قام من الیل یصلی تطوعا قال اذا سجد اللهم لک سجدت وبک آمنت ولک اسلمت اللهم انت ربی سجدوجهی للذی خلقه وصوره وشق سمعه وبصره تبارک الله احسن الخالقین.

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو نوافل پڑھتے تو سجدے میں یہ دعاء پڑھتے "اللهم لک سجدت الخ"۔

نوع آخر

ایک اور قسم کی دعاء کا بیان

اخبرنا سوار بن عبدالله بن سوار القاضی ومحمد بن بشار عن عبدالوهاب قال حدثنا خالد عن ابی العالیة عن عائشة ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یقول فی سجود القرآن باللیل سجد وجهی للذی خلقه وشق سمعه وبصره بحوله وقوته .

• حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ رات کوسجدۂ قرآن میں پڑھتے تھے "سجد وجھی للذی خلقه الخ" سجدہ کیا میرے چہرہ نے اس ذات کے واسطے جس نے اس کو پیدا کیا اور اس کے کان بنائے اور اس کی آنکھیں اپنی قوت اور قدرت کے ساتھ۔ چونکہ حضرت عائشہ ؓ نے یہ دعا حضور ﷺ سے رات کو سنی تھی اس لئے بیان میں رات کی طرف منسوب کیا ورنہ پڑھنا اس دعاء کا حضور ﷺ سے مطلق سجدۂ تلاوت میں بدون قید رات کے بھی ثابت ہے۔

نوع آخر

ایک اور قسم کی دعاء کا بیان

اخبرنا اسحق بن ابراهيم قال انبانا جرير عن يحيى بن سعيد عن محمد بن ابراهيم عن عائشة قالت فقدت رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات ليلة فوجدته وهو ساجد وصدور قدميه نحو القبلة فسمعته يقول اعوذ برضاک من سخطک واعوذ بمعافاتک من عقوبتک واعوذ بک منک لا احصى ثناء عليک انت كما اثنيت على نفسک.

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک رات میں نے اپنے بستر پر نہ پایا پس میں نے آپ ﷺ کو (مسجد میں) سجدے کی حالت میں پایا آپ کے دونوں قدموں کی انگلیاں قبلہ کی طرف تھیں پس میں نے سنا کہ آپ ﷺ سجدے میں یہ دعاء پڑھ رہے تھے "اعوذ برضاک من سخطک الخ" میں پناہ چاہتا ہوں آپ کی رضا کے ذریعہ آپ کی ناراضگی سے اور آپ کے عفو درگزر کے ذریعہ آپ کے عذاب سے پناہ چاہتا ہوں اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں آپ ہی سے میں آپ کی شایان شان تعریف نہیں کر سکتا آپ ویسے ہی ہیں جیسے آپ نے خود اپنی تعریف فرمائی۔

نوع آخر

ایک اور طرح کی دعاء کا بیان

اخبرنا ابراهيم بن الحسن المصيصى المقسمى قال حدثنا حجاج عن ابن جريج عن عطاء قال اخبرنى ابن ابى مليكة عن عائشة قالت فقدت رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات ليلة فظننت انه ذهب الى بعض نسائه فتحسسته فاذا هو راكع او ساجد يقول سبحانک اللهم وبحمدک لا اله الا انت فقالت بابى انت وامى انى لفى شان وانک لفى آخر.

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہ پایا پس مجھے خیال ہوا کہ کہیں آپ کسی بیوی کے پاس تو چلے نہیں گئے پس میں ٹٹولنے لگی تو اس حالت میں پایا کہ آپ رکوع میں تھے یا سجدہ میں اور یہ دعاء پڑھ رہے تھے

"سبحانک اللھم وبحمدک لاالہ الا انت "حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں بے شک میں اپنے انداز وخیال میں تھی اور آپ دوسری شان میں۔

نوع آخر

ایک اور طرح کی دعاء کا بیان

اخبرنا ھارون بن عبداللہ قال حدثنا الحسن بن سوار قال حدثنا لیث بن سعد عن معاویة بن صالح عن عمروبن قیس الکندی انه سمع عاصم بن حمید یقول سمعت عوف بن مالک یقول قمت مع النبی صلی اللہ علیه وسلم فبدأ فاستاک وتوضأ ثم قام فصلی فبدأ فاستفتح من البقرة لایمر بآیة رحمه الا وقف وسأل ولایمر بآیة عذاب الا وقف یتعوذ ثم رکع فمکث راکعا بقدر قیامه یقول فی رکوعه سبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریاء والعظمة ثم سجد بقدر رکوعه یقول فی سجوده سبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریاء والعظمة ثم قرأ آل عمران ثم سورة ثم سورةفعل مثل ذلک.

حضرت عوف بن مالک ؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھڑا ہوا پہلے آپ ﷺ نے مسواک کی اور وضو کیا پھر نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوگئے (تہجد کی نماز) اور قرأت سورۃ بقرہ سے شروع کی نہیں گزرتے کسی آیت رحمت پر مگر وہاں ٹھہر جاتے پھر سوال کرتے اور نہیں گزرتے آیت عذاب پر مگر اس کے پاس ٹھہر جاتے پھر پناہ مانگتے رکوع کرتے اور قریب قیام کے رکوع میں ٹھہرتے اور رکوع میں یہ دعا پڑھتے "سبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریاء والعظمة" پھر سجدہ کرتے بقدر رکوع کے اور سجدے میں پڑھتے "سبحان ذی الجبروت الخ " پھر دوسری رکعت میں سورۃ آل عمران پڑھی پھر آخری دونوں رکعتوں میں سے ہر ایک رکعت میں ایک ایک سورۃ پڑھی اسی طرح کرتے جیسے پہلی رکعتوں میں کئے ہیں۔

نوع آخر

ایک اور طرح کی دعاء کا بیان

اخبرنا اسحق بن ابراھیم قال انبانا جریر عن الاعمش عن سعد بن عبیدة عن المستورد بن الاحنف عن صلة بن زفر عن حذیفة قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ذات لیلة فاستفتح بسورة البقرة فقرأ بمائة آیة لم یرکع فمضی قلت یختمها فی الرکعتین فمضی قلت یختمها ثم یرکع فمضی حتی قرأ سورة النساء ثم قرأ سورة آل عمران ثم رکع نحوا من قیامه یقول فی رکوعه سبحان ربی العظیم سبحان ربی العظیم سبحان ربی العظیم ثم رفع رأسه فقال سمع اللہ لمن حمده ربنالک

الحمد وأطال القيام ثم سجد فأطال السجود يقول في سجوده سبحان ربي الاعلى سبحان ربي الاعلى سبحان ربي الاعلى لايمر بآية تخويف او تعظيم لله عزوجل الاذكره.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک رات کونماز پڑھی اسی نماز میں آپ ﷺ نے سورۃ البقرۃ شروع کی اس میں سے سوآیات پڑھیں رکوع نہیں کیا قرأت جاری رکھی میں نے کہا اس کو دو رکعتوں میں ختم کریں گے پس قرأت کرتے رہے میں نے کہا اس کوختم کر کے پھر رکوع کریں گے پس آگے سے پڑھتے رہے حتی کہ سورۃ النساء پڑھ لی پھر سورۃ آل عمران پھر رکوع کیا بقدر اپنے قیام کے پڑھتے رہے رکوع میں ''**سبحان ربي العظيم سبحان ربي العظيم سبحان ربي العظيم**'' پھر اپنا سر اٹھایا ''**سمع الله لمن حمده**'' کہہ کر اور ''**ربنا لك الحمد**'' کہا اور طویل قیام کیا پھر سجدہ کیا اور طویل سجدہ کیا سجدہ میں پڑھتے رہے ''**سبحان ربي الاعلى سبحان ربي الاعلى سبحان ربي الاعلى**'' جب کسی آیت تخویف پر یا ایسی آیت پر جو اللہ عزوجل کی تعظیم پر دلالت کرتی ہے گزرتے تو اس کا ذکر فرماتے آیت تخویف پر اللہ کی پناہ مانگتے اور آیت تعظیم پر اس کی عظمت کو بیان کرتے۔

نوع آخر

ایک اور قسم کی دعاء کا بیان

اخبرنا بندار محمد بن بشار قال حدثنا يحيى بن سعيد القطان وابن ابي عدي عن شعبة قالا حدثنا سعيد عن قتادة عن مطرف عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في ركوعه وسجوده سبوح قدوس رب الملائكة والروح.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رکوع میں اور سجود میں ''**سبوح قدوس رب الملائكة والروح**'' پڑھتے تھے بہت شان وشوکت والا ہے بہت پاک ہے پروردگار ہے فرشتوں کا اور روح کا یعنی جبرئیل علیہ السلام کا۔

عدد التسبيح في السجود

سجدے میں تسبیح کی تعداد کا بیان

اخبرنا محمد بن رافع قال حدثنا عبدالله بن ابراهيم بن عمر بن كيسان قال حدثني ابي عن وهب بن مانوس قال سمعت سعيد بن جبير قال سمعت انس بن مالك يقول مارأيت احداً أشبه صلاة بصلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم من هذا الفتى يعني عمر بن عبدالعزيز فحزرنا في ركوعه عشر تسبيحات وفي سجوده عشر تسبيحات.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو ایسی نماز پڑھتے نہیں دیکھا کہ اس کی نماز رسول اللہ ﷺ کی نماز سے بہت زیادہ ملتی جلتی ہو سوائے اس جوان یعنی عمر بن عبدالعزیز کے پس ہم نے اندازہ کیا کہ وہ اپنے رکوع میں تسبیحات دس مرتبہ کہتے ہوں گے اور سجدے میں دس مرتبہ۔

تشریح: اسی حدیث میں تسبیح سے مراد تسبیح معروف یعنی "سبحان ربی العظیم" اور "سبحان ربی الاعلی" ہے مظاہر حق میں لکھا ہے کہ جتنی دیر میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ رکوع یا سجدہ کرتے اتنی دیر میں ہم (حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہ) دس تسبیحات پڑھ لیتے تھے تو ممکن ہے وہ بھی دس مرتبہ پڑھتے ہوں گے یا کم یا زیادہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب الرخصة فی ترک الذکر فی السجود

سجدے میں ترک ذکر کی رخصت کا بیان

اخبرنا محمد بن عبدالله بن يزيد المقرئ ابويحيى بمكة وهو بصرى قال حدثنا ابى قال حدثنا همام قال حدثنا اسحق بن عبدالله بن ابى طلحة ان على بن يحيى بن خلاد بن مالك بن رافع بن مالك حدثه عن ابيه عن عمه رفاعة بن رافع قال بينما رسول الله صلى الله عليه وسلم جالس ونحن حوله اذ دخل رجل فاتى القبلة فصلى فلما قضى صلاته جاء فسلم على رسول الله صلى الله عليه وسلم وعلى القوم فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم وعليك اذهب فصل فانك لم تصل فذهب فصلى فجعل رسول الله صلى الله عليه وسلم يرمق صلاته ولا يدرى ما يعيب منها فلما قضى صلاته جاء فسلم على رسول الله صلى الله عليه وسلم وعلى القوم فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم وعليك اذهب فصل فانك لم تصل فاعادها مرتين اوثلاثا فقال الرجل يا رسول الله ماعبت من صلاتى فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انها لم تتم صلاة احدكم حتى يسبغ الوضوء كما امره الله عزوجل فيغسل وجهه ويديه الى المرفقين ويمسح برأسه ورجليه الى الكعبين ثم يكبر الله عزوجل ويحمده ويمجده قال همام وسمعته يقول ويحمد الله ويمجده ويكبره قال فكلاهما قد سمعته يقول قال ويقرأ ماتيسر من القرآن مماعلمه الله واذن له فيه ثم يكبر ويركع حتى تطمئن مفاصله وتسترخى ثم يقول سمع الله لمن حمده ثم يستوى قائما حتى يقيم صلبه ثم يكبر ويسجد حتى يمكن وجهه وقد سمعته يقول جبهته حتى تطمئن مفاصله وتسترخى ويكبر فيرفع حتى يستوى قاعدا على مقعدته ويقيم صلبه ثم يكبر فيسجد حتى يمكن وجهه ويسترخى فاذا لم يفعل هكذا لم تتم صلاته.

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور ہم آپ ﷺ کے پاس تھے اچانک ایک

آدمی داخل ہوا اور قبلہ کے سامنے کھڑا ہوا پھر نماز پڑھی اور جب نماز سے فارغ ہوا تو حضور ﷺ کے پاس آیا پھر رسول اللہ ﷺ اور قوم کو سلام کیا تو اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وعلیک اور تجھ پر سلام ہے واپس جاؤ پھر نماز پڑھو کیوں کہ تم نے نماز نہیں پڑھی پھر وہ گیا اور نماز پڑھی رسول اللہ ﷺ اس کی نماز کی طرف دیکھتے رہے اور وہ شخص اس نقصان کو نہ جانتا تھا جو اس کی نماز کو عیب دار بنا رہا ہے پھر جب اپنی نماز پوری کی تو حضور ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ پر سلام عرض کیا اور قوم پر بھی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا وعلیک اور تجھ پر سلام ہے جاؤ دوبارہ نماز پڑھو کیوں کہ تم نے نماز نہیں پڑھی پس حضور ﷺ نے نماز کو دو مرتبہ یا تین مرتبہ لوٹا کر پڑھنے کو فرمایا تو اس آدمی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ نے میری نماز میں کونسا عیب دیکھا ہے اس کے سوال پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا درحقیقت بات یہ ہے کہ تم میں سے کسی کی نماز مکمل نماز نہ ہوگی جب تک کہ کامل وضو نہ کرے جیسا کہ اللہ عزوجل نے حکم فرمایا ہے پس اپنے چہرے کو دھولے اور دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک اور اپنے سر کا مسح کرے اور دونوں پیروں کو ٹخنوں تک دھولے پھر تکبیر کہے کہ اللہ عزوجل کی بڑائی بیان کرے اور اس کی تعریف کرے اور اس کی شان وشوکت بیان کرے (ہمام کہتے ہیں اور میں نے اسحاق بن عبداللہ سے سنا وہ کہتے تھے "ویحمد اللہ ویمجدہ ویکبرہ" ہمام کہتے ہیں کہ میں نے دونوں طرح کے الفاظ اسحاقؒ سے کہتے ہوئے سنے) پھر قرأت کرے قرآن سے جو اس کو آسان ہو پھر تکبیر کہے پھر رکوع کرے حتی کہ اس کے تمام جوڑ مطمئن ہو جائیں پھر کہے "سمع اللہ لمن حمدہ" پھر سیدھا کھڑا ہو جائے یہاں تک کہ اپنی پیٹھ کو کھڑا کرے پھر تکبیر کہے اور سجدہ کرے یہاں تک کہ اپنے چہرہ کو زمین پر ٹھہرائے اور ہمام کہتے ہیں کہ میں نے اسحاق بن عبداللہ کو کہتے ہوئے سنا کہ اپنی پیشانی کو ٹکائے حتی کہ اس کے تمام جوڑ اپنی جگہ پر قرار پکڑ جائیں پس اگر اپنی تمام نماز میں ایسا ہی نہ کیا تو اس کی نماز کامل نہ ہوئی۔

تشریح: اس حدیث سے امام نسائیؒ جو مسئلہ ثابت کر رہے ہیں یعنی سجدے کی حالت میں ترک تسبیح کا جواز اس پر حدیث باب صراحت کے ساتھ دلالت کر رہی ہے کیوں کہ اگر سجدے میں تسبیحات ضرورۃ کے درجہ کی ہوتیں تو ان کی تعلیم پر بھی توجہ فرماتے جیسے رکوع وسجود میں تعدیل وطمانینت کی تعلیم دی اس لئے کہ وہ ضروری چیز ہے حتی کہ اس کے ترک سے اعادہ صلوٰۃ واجب ہے تو اس سے معلوم ہوگیا کہ بقدر تسبیح کے سجدے میں اعتدال واطمینان کر لینا واجب ہے لیکن تسبیحات واجب نہیں ہاں سنت ہیں لہٰذا اگر بقدر تین مرتبہ تسبیح کے سجدے میں ٹھہرا مگر زبان سے تسبیح نہیں کہی تو ترک سنت سے کراہت ہوگی مگر اعادہ صلوٰۃ واجب نہ ہوگا باقی تشریح پیچھے گزر چکی ہے دوسرا مسئلہ جواب سلام کے متعلق راوی نے یوں بیان کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس آدمی کے سلام کے جواب میں صرف وعلیک فرمایا یعنی تجھ پر سلام ہے حالانکہ بعض روایات میں وعلیک السلام آیا ہے تو یہاں بعض راویوں نے اختصار سے کام لیا ہے کہ صرف وعلیک پر اکتفاء کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اقرب مایکون العبد من اللہ عزوجل

اس بات کے بیان میں کہ بندہ اللہ عزوجل سے کس وقت زیادہ قریب ہوتا ہے

اخبرنا محمد بن سلمة قال حدثنا ابن وهب عن عمرو یعنی ابن الحارث عن عمارة بن غزیة عن سمی انه سمع اباصالح عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اقرب مایکون العبد من ربه عزوجل وهو ساجدفاکثروا الدعاء.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بندہ سجدے کی حالت میں اپنے پروردگار عزوجل سے بہت ہی مقام قرب حاصل کر لیتا ہے تم اس حالت میں خوب دعا مانگا کرو۔

تشریح: ترکیب کے لحاظ سے اقرب ما یکون مبتداء ہے اور چونکہ حال یعنی وھو ساجد خبر کے قائم مقام ہے اس لئے اس کو عبارت سے گرادیا گیا اب یہ کلام اہل محاورہ کے قول احب ما یکون الامیر وھو قائم کی طرح ہو گیا اور اس سے ان لوگوں کا قول غلط ہونا واضح ہو گیا جو وھو ساجد میں واو کو زائد مان کر ساجد کو اقرب کی خبر قرار دیتے ہیں اور پوری تحقیق کلام کی یہ ہے کہ ما یکون میں ما مصدریہ اور اس کے بعد جو فعل یکون ہے وہ مصدر کے معنی میں ہے اور مصدر بمعنی جمع ہے اب تقدیر کلام یہ ہوگی اقرب اکوان العبد من ربہ حاصل اذا کان وھو ساجد پھر خبر کو یعنی حاصل کو گرادیا گیا کیونکہ متعلقات ظروف کا حذف مشہور بات ہے پھر ظرف یعنی اذا کان کو حذف کر دیا گیا کیوں کہ اس پر حال دلالت کر رہا ہے کیوں کہ حال وقت اور زمان پر دلالت کرتا ہے پس حال ظرف پر دلالت کر رہا ہے اور ظرف خبر پر لہٰذا حال خبر پر دلالت کر رہا ہے کیوں کہ ضابطہ ہے ان الدال علی الدال علی الشئی دال علی ذلک الشئی علاوہ اس کے لوگوں نے کلام کی ترکیب اور طرح سے بھی بیان کی مگر ہم نے بخوف طوالت اسے ترک کر دیا اب رہا یہ سوال کہ سجدے کی حالت میں بندہ اپنے رب سے بہت زیادہ قریب کیوں ہوتا ہے اس کی وجہ علامہ عینیؒ نے یہ بیان کی ہے کہ سجدے کی حالت انتہائی تذلل اور اپنی عبودیۃ کے اعتراف اور اپنے رب کی ربوبیۃ کے اعتراف پر دلالت کرتی ہے اس لئے اس حالت میں اجابت دعا کی بہت زیادہ امید ہوتی ہے۔ (**امانی الاحبار: ۳/ ۲۷۰ بحوالہ نخب الافکار لعلامۃ العینیؒ**)

قاضی عیاضؒ نے کہا کہ اپنے رب کی رحمت اور اس کے فضل کی لحاظ سے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے۔ علامہ شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں لکھا ہے کہ نماز کے احوال یا نماز کے علاوہ دوسرے احوال کی بہ نسبت سجدے میں اقرب اس وجہ سے ہوتا ہے کہ بندہ بقدر دور رہنے اپنے نفس سے اپنے رب سے قرب حاصل کر لیتا ہے اور سجدے کی حالت از حد تواضع اور ترک تکبر اور کسر نفس کی حالت ہے کیون کہ نفس آدمی کو ذلت و خواری پر آمادہ نہیں کرتا اور نہ عاجزی وانکساری و تواضع سے راضی ہوتا ہے بلکہ ان چیزوں کے برخلاف امور سے راضی ہوتا ہے پس جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو درحقیقت اپنے نفس کی مخالفت کی اور اس کے تقاضوں سے پرہیز کیا اور جب اپنے نفس سے کنارہ کشی اختیار کی تو اپنے رب سے قریب ہو گیا۔

اورعلامہ سندھیؒ نے نسائی کے حاشیہ پرلکھا ہے کہ بعض علماء نے وجہ اقربیت یہ بیان کی ہے کہ بندہ سجدے میں دعا کرنے والا ہے کیوں کہ اس کو دعاء کا حکم دیا گیا ہے اور اللہ جل شانہ قریب ہے سوال کرنے والوں سے چنانچہ اس کا ارشاد ہے ''و اذا سألک عبادی عنی الخ ''اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو میں قریب ہی ہوں منظور کرلیتا ہوں عرضی درخواست کرنے والے کی جبکہ میرے حضور میں درخواست کرے نیز سجود اول عبادۃ ہے کہ اللہ جل شانہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد اس کا حکم دیا ہے لہٰذا اس کے ساتھ تقرب حاصل کرنے والا اقرب ہوتا ہے نیز سب سے پہلا گناہ جس کے ساتھ ابلیس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تھی وہ انکار سجدہ ہے لہٰذا سجود میں ابلیس کی پرزور مخالفت ہوتی ہے اس واسطے اقرب ہوتا ہے۔

علامہ قرطبیؒ نے کہا کہ بندہ سجود میں بلحاظ رتبہ وکرامت اللہ رب العزت سے اقرب ہوتا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ مکان اور زمان سے منزہ ہے بہرحال حدیث باب کی یہ تمام توجیہات جو شراح حدیث نے اپنی اپنی فراست اور بصیرت کی روشنی میں کی ہیں ان کو صاحب الامانی الاحبار نے نقل کیا ہے وہاں اور بھی کچھ اقوال ابن العربی وغیرہ کے نقل کئے ہیں۔(۲۷۰/۳)

فضل السجود

سجدے کی فضیلت کا بیان

اخبرنا هشام بن عمار عن هقل بن زياد الدمشقی قال حدثنا الاوزاعی قال حدثنا يحيى بن ابی كثير عن ابی سلمة بن عبدالرحمن قال حدثنی ربيعة بن كعب الاسلمی قال كنت اتی رسول الله صلی الله عليه وسلم بوضوئه وبحاجته فقال سلنی قلت مرا فقتک فی الجنة قال او غير ذلک قلت هو ذاک قال فاعنی علی نفسک بكثرة السجود.

حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وضو کا پانی اور مسواک وغیرہ پیش کرتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مانگ مجھ سے (یعنی دنیا وآخرت کی خیر میں سے جو چاہو مانگو) میں نے عرض کیا بہشت میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی کی طلب ہے یا اس کے علاوہ کی میں نے عرض کیا میرا مطلب وہی ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس مقصد کی تحصیل میں کثرۃ سجود کے ساتھ میری مدد کرو۔

تشریح: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کی خدمت سے خوش ہوکر فرمایا کہ مانگ جو کچھ مانگنا چاہتے ہو حضرت ربیعہ کے بلند حوصلہ اور ہمت کو شاباش ہو انہوں نے جو سوال کیا ہے اس قدر عالی شان سوال عالی ہمت ہی کرسکتا ہے عرض کیا کہ بہشت میں آپ کی رفاقت کا خواستگار ہوں تا کہ آپ کے دیدار سے لطف اندوز ہوسکوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور امتحان آیا اپنے عظیم الشان مطلوب پر ثابت اور اس میں مخلص ہیں یا نہیں ان سے فرمایا ''او غير ذلک ''واو کو زبر کے ساتھ بھی پڑھ سکتے

ہیں اور سکون کے ساتھ بھی کیا اسی کے ساتھ اس کے غیر کی بھی درخواست کرتے ہو یا فقط اسی کا سوال کرتے ہو سکون کے ساتھ پڑھنے کی صورت میں یہ مطلب ہوگا کہ رفاقت کا سوال کرتے ہو یا علاوہ اس کے کسی اور چیز کا سبحان اللہ خود ان کا قول عزم مصمم کا پتا دے رہا ہے عرض کیا ''ھو ذاک ''یعنی میرا مسئول بس رفاقت فی الجنۃ ہے اور کچھ نہیں معلوم ہوا کہ وہ طالب صادق اور مخلص ہیں پھر حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اس میں کثرۃ سجود کے ذریعہ میرے ساتھ تعاون کرو اس ارشاد مبارکہ سے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اے ربیعہ تو نے جو سوال کیا وہ سب سے بڑا دشمن اپنے نفس کی سرکوبی کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا لہٰذا کثرۃ سجود کے عمل کی بدولت اپنے نفس کی اصلاح اور سرکوبی سے اپنے آپ کو اس مطلوب کا قابل بناؤ اور میں بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تجھے اپنے مطلوب کو پہنچادے۔(مرقات: ۳۲۳/۲)

باب ثواب من سجد للہ عزوجل سجدۃ

جو شخص اللہ عزوجل کے واسطے ایک سجدہ کرے اس کے ثواب کا بیان

اخبرنا ابوعمار الحسین بن حریث قال انبانا الولید بن مسلم قال حدثنا الاوزاعی قال حدثنی الولید بن ھشام المعیطی قال حدثنی معدان بن طلحۃ الیعمری قال لقیت ثوبان مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت دلنی علی عمل ینفعنی اویدخلنی الجنۃ فسکت عنی ملیا ثم التفت الی فقال علیک بالسجود فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من عبد یسجد للہ سجدۃ الا رفعہ اللہ عزوجل بھا درجۃ وحط عنہ بھا خطیئۃ قال معدان ثم لقیت ابا الدرداء فسالتہ عما سألت عنہ ثوبان فقال لی علیک بالسجود فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول مامن عبدیسجد للہ سجدۃ الا رفعہ اللہ بھادرجۃ وحط عنہ بھا خطیئۃ.

حضرت معدان بن طلحہ یعمری کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام ثوبان سے ملاقات کی پھر عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتلادو جو فائدہ پہنچائے یا مجھے جنت میں داخل کرے وہ کچھ دیر خاموش رہے پھر میری طرف التفات کیا اور کہنے لگے کثرۃ سجود کا پابند ہوجا کیوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ایک سجدہ کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس سجدہ کی بدولت ایک درجہ بلند کرتا ہے اور ایک گناہ مٹادیتا ہے معدان کہتے ہیں پھر نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور ان سے بھی اسی عمل کے متعلق پوچھا جو ثوبان سے معلوم کیا تھا تو انہوں نے بھی مجھ سے فرمایا کہ کثرۃ سجود کو اپنے ذمہ لازم پکڑ اس لئے کہ بیشک میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جب کوئی بندہ اللہ کے واسطے ایک سجدہ کرتا ہے تو اس کی بدولت اللہ تعالیٰ ایک درجہ بلند کرتا ہے اور ایک گناہ مٹادیتا ہے۔

باب موضع السجود

موضع سجود کی فضیلت کا بیان

اخبرنا محمد بن سلمان لوین بالمصیصة عن حماد بن زید عن معمر والنعمان بن راشد عن الزهری عن عطاء بن یزید قال کنت جالسا الیٰ ابی هریرة وابی سعید فحدث احدهما حدیث الشفاعة والآخر منصت قال فتأتی الملائکة فتشفع وتشفع الرسل وذکر الصراط قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فاکون اول من یجیز فاذافرغ الله عزوجل من القضاء بین خلقه واخرج من النار من یرید ان یخرج امرالله الملائکة والرسل ان تشفع فیعرفون بعلاماتهم ان النار تاکل کل شئی من ابن آدم الاموضع السجود فیصب علیهم من ماء الجنة فینبتون کما تنبت الحبة فی حمیل السیل.

حضرت عطاء بن یزید سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا ان میں سے ایک نے حدیث شفاعت بیان کی اور دوسرے خاموش سنتے رہے کہتے ہیں فرشتے (دربار الٰہی میں) آویں گے اور سفارش کریں گے اور پیغمبر سفارش کریں گے اور پل صراط ذکر کیا کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے میں پل صراط سے پار ہو جاؤں گا پس جب اللہ عزوجل اپنی مخلوق کے فیصلے سے فارغ ہو جائیں گے اور جن لوگوں کو آگ سے نکالنا چاہیں گے نکالیں گے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں اور پیغمبروں کو فرمائیں گے تم سفارش کرو تو وہ ان لوگوں کی علامتوں سے پہچان لیں گے کہ آگ اولاد آدم کی ہر چیز کو کھا جائے گی مگر موضع سجود کو پھر ان پر آب حیات ڈالا جاوے گا پس وہ سرسبز و شاداب ہوں گے جیسا کہ سیلاب کے کوڑے کرکٹ میں گھاس کا دانہ اگتا ہے۔

امام نوویؒ نے کہا کہ اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ آگ دوزخ کی ان تمام اعضاء کو نہیں کھا سکے گی جن سے سجدہ کرتے ہیں کہ وہ سات ہیں ان کا بیان پیچھے گزر چکا ہے۔

باب هل یجوز ان تکون سجدة اطول من سجدة

اس بات کے بیان میں کہ کیا ایک سجدہ کا دوسرے سجدے سے زیادہ طویل ہونا جائز ہے

اخبرنا عبدالرحمن بن محمد بن سلام قال حدثنا یزید بن هارون قال انبانا جریربن حازم قال حدثنا محمد بن ابی یعقوب البصری عن عبدالله بن شداد عن ابیه قال خرج علینا رسول الله صلی الله علیه وسلم فی احدی صلاتی العشاء وهو حامل حسنا او حسینا فتقدم رسول الله صلی الله علیه وسلم فوضعه ثم کبر للصلاة فصلی فسجد بین ظهرانی صلاته سجدة اطالها قال ابی فرفعت رأسی واذا الصبی

علی ظهر رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو ساجد فرجعت الی سجودی فلما قضی رسول الله صلی الله علیه وسلم الصلاة قال الناس یارسول الله انک سجدت بین ظهرانی صلاتک سجدة اطلتها حتی ظننا انه قد حدث أمر أو انه یوحی الیک قال کل ذالک لم یکن ولکن ابنی ارتحلنی فکرهت ان اعجله حتی یقضی حاجته.

حضرت شداد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کی دونمازوں میں سے ایک نماز میں تشریف لائے اوراس حالت میں تشریف لائے کہ حسن رضی اللہ عنہ یا حسین رضی اللہ عنہ کو اٹھائے ہوئے تھے نبی ﷺ مصلی کی طرف بڑھے تو حسن یا حسین رضی اللہ عنہ کو اتار دیا پھر نماز کے لئے تکبیر کہی اور نماز شروع کی تو اس نماز کے دوران ایک طویل سجدہ کیا عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ وہ بچہ رسول اللہ ﷺ کی پیٹھ پر بیٹھا ہوا تھا جبکہ آپ ﷺ سجدے میں تھے پھر میں اپنے سجدے کی طرف لوٹ گیا پھر جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوگئے تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے دوران صلوٰۃ ایک سجدہ اتنا طویل کیا حتی کہ ہمیں خیال ہوا کہ کوئی حادثہ (موت یا مرض) پیش آیا ہوگا یا آپ ﷺ پر وحی نازل ہورہی ہوگی آپ ﷺ نے فرمایا تم نے جو خیال کیا واقعی ایسی کوئی بات نہیں دراصل بات یہ ہے کہ میرا یہ بیٹا مجھے مثل سواری کے بنالیا ہے اس لئے میں نے اچھا نہیں سمجھا کہ اس کو جلدی اتار دوں حتی کہ وہ اپنی آرزو پوری کرلے۔

اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ ایک سجدے کا دوسرے کے مقابلہ میں طویل ہونا کوئی حرج نہیں۔

باب التکبیر عند الرفع من السجود

سجدے سے سر اٹھاتے وقت تکبیر کہنے کا بیان

اخبرنا اسحق بن ابراهیم قال انبانا الفضل بن دکین ویحیی بن آدم قالا حدثنا زهیر عن ابی اسحق عن عبدالرحمن بن الاسود عن ابیه وعلقمة عن عبدالله قال رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یکبر فی کل خفض ورفع وقیام وقعود ویسلم عن یمینه وعن شماله السلام علیکم ورحمة الله حتی یری بیاض خده قال ورأیت ابابکر وعمر رضی الله عنهما یفعلان ذالک.

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ ہر جھکاؤ اور اٹھاؤ اور قیام اور قعود میں تکبیر کہتے تھے اور دائیں اور بائیں سلام پھیرتے وقت السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے تھے حتی کہ آپ ﷺ کے رخسارہ کی سفیدی دیکھی جاتی تھی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

باب رفع اليدين عند الرفع من السجدة الاولى

اول سجدہ سے سر اٹھاتے وقت دونوں ہاتھ اٹھانے کا بیان

اخبرنا محمد بن المثنى قال حدثنا معاذ بن هشام قال حدثنى ابى عن قتادة عن نصر بن عاصم عن مالك بن حويرث ان النبى صلى الله عليه وسلم كان اذا دخل فى الصلاة رفع يديه واذا ركع فعل مثل ذالك واذا رفع رأسه من الركوع فعل مثل ذالك واذارفع رأسه من السجود فعل مثل ذالك كله يعنى رفع يديه.

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک نبی ﷺ جب نماز میں داخل ہوتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت اور جب رکوع کرتے تو اسی طرح کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اسی طرح کرتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو اسی طرح کرتے یعنی دونوں ہاتھ اٹھاتے۔

ترک ذالک بين السجدتين

دو سجدوں کے درمیان رفع یدین نہ کرنے کا بیان

اخبرنا اسحق بن ابراهيم عن سفيان عن الزهرى عن سالم عن ابيه قال كان النبى صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلاة كبر ورفع يديه واذا ركع وبعد الركوع ولايرفع بين السجدتين.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اللہ اکبر کہتے اور دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع کرتے اور رکوع کے بعد اور دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین نہ کرتے۔

رفع یدین کے متعلق مفصل بحث پیچھے گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ کیجئے۔

باب الدعاء بين السجدتين

دو سجدوں کے بیچ میں دعاء کا بیان

اخبرنا محمد بن عبدالاعلى قال حدثنا خالد حدثنا شعبة عن عمروبن مرة عن ابى حمزة سمعه يحدث عن رجل من عبس عن حذيفة انه انتهى الى النبى صلى الله عليه وسلم فقام الى جنبه فقال الله اكبر ذوالملكوت والجبروت والكبرياء والعظمة ثم قرأ بالبقرة ثم ركع فكان ركوعه نحوا من قيامه فقال فى ركوعه سبحان ربى العظيم سبحان ربى العظيم وقال حين رفع رأسه لربى الحمد لربى الحمد وكان يقول فى سجوده سبحان ربى الاعلى سبحان ربى الاعلى وكان يقول بين السجدتين رب اغفرلى

رب اغفرلی.

حضرت حذیفہ ؓ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے پہلو میں کھڑے ہو گئے (رات کی نماز میں) تو حضور ﷺ نے (بعد نیت کے) پڑھا "الله اکبر ذوالملکوت والجبروت والکبریاء والعظمة" پھر سورة بقرہ پڑھی پھر رکوع کیا آپ کا رکوع قریب قریب قیام کے تھا رکوع میں "سبحان ربی العظیم سبحان ربی العظیم" پڑھا اور جس وقت سر اٹھایا تو "لربی الحمد لربی الحمد" پڑھا سب تعریف میرے رب ہی کے لئے ہے سب تعریف میرے رب ہی کے لئے ہے اور اپنے سجدے میں کہتے تھے "سبحان ربی الاعلی سبحان ربی الاعلی" اور دونوں سجدوں کے درمیان پڑھتے تھے یعنی جلسہ میں "رب اغفرلی رب اغفرلی" اے رب مجھے بخش دے اے رب مجھے بخش دے۔

باب رفع الیدین بین السجدتین تلقاء الوجه

دونوں سجدوں کے درمیان چہرہ کی جانب دونوں ہاتھ اٹھانے کا بیان

اخبرنا موسی بن عبدالله بن موسی البصری قال حدثنا النضر بن کثیر ابوسهل الازدی قال صلی الی جنبی عبدالله بن طاؤس بمنیً فی مسجد الخیف فکان اذا سجد السجدة الاولی فرفع رأسه منها رفع یدیه تلقاء وجهه فانکرت انا ذالک فقلت لوهیب بن خالد ان هٰذا یصنع شیئا لم اراحداً یصنعه فقاله وهیب تصنع شیئا لم نراحد ایصنعه فقال عبدالله بن طاؤس رأیت ابی یصنعه وقال ابی رأیت ابن عباس یصنعه وقال عبدالله بن عباس رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یصنعه.

نضر بن کثیر ابوسہل ازدی کہتے ہیں کہ منیٰ کی مسجد خیف میں عبداللہ بن طاؤس نے میرے پہلو میں نماز پڑھی جب وہ پہلا سجدہ کرتے اور سجدہ سے اپنا سر اٹھاتے تو اپنے چہرہ کی جانب دونوں ہاتھ اٹھاتے پس میں نے اس کا انکار کیا پھر میں نے وہیب بن خالد سے کہا کہ یہ شخص نماز میں ایسا کام کرتا ہے جو ہم نے کسی کو کرتے نہیں دیکھا تو وہیب نے عبداللہ سے کہا تم ایسا کام کرتے ہو یعنی پہلے سجدے سے سر اٹھانے کے بعد رفع یدین کرتے ہو جو میں نے کسی کو کرتے نہیں دیکھا پس عبداللہ بن طاؤس نے کہا کہ میں نے اپنے باپ کو اسی طرح کرتے دیکھا اور میرے باپ نے کہا کہ میں نے ابن عباس ؓ کو اسی طرح کرتے دیکھا اور عبداللہ بن عباس ؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا۔

تشریح: اس حدیث کا مدار نضر بن کثیر پر ہے اور وہ ضعیف ہے۔ (کما فی التقریب) اور میزان میں ابن حبانؒ نے فرمایا کہ وہ ثقات کی طرف نسبت کر کے موضوع احادیث نقل کرتا تھا لہٰذا اس کی حدیث سے بین السجدتین چہرہ کی جانب رفع یدین پر استدلال نہیں ہوسکتا۔

باب كيف الجلوس بين السجدتين

دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی کیفیت کا بیان

اخبرنا عبدالرحمن بن ابراهيم دحيم قال حدثنا مروان بن معاوية قال حدثنا عبيدالله بن عبدالله بن الاصم قال حدثني يزيد بن الاصم عن ميمونة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سجد خوى بيديه حتى يرى وضح ابطيه من ورائه واذا قعد اطمأن على فخذه اليسرىٰ.

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے تو دونوں ہاتھوں کو زمین سے اور دونوں بازو کو اپنے پہلو سے دور رکھتے حتی کہ دونوں بغل کی سفیدی دیکھی جاتی تھی آپ کے پیچھے سے اور جب بیٹھتے تو بائیں ران پر اطمینان سے بیٹھتے۔

قدر الجلوس بين السجدتين

دونوں سجدوں کے درمیان مقدار جلوس کا بیان

اخبرنا عبيدالله بن سعيد ابو قدامة قال حدثنا يحيى عن شعبة قال حدثني الحكم عن ابن ابي ليلى عن البراء قال كان صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم ركوعه وسجوده وقيامه بعد مايرفع رأسه من الركوع وبين السجدتين قريبا من السواء .

حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز اور آپ ﷺ کا رکوع اور سجدہ اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد قیام اور آپ ﷺ کا دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا یہ ساری چیزیں تقریباً برابر ہوتی تھیں۔

حدیث کی تشریح پیچھے گزر چکی ہے۔

باب التكبير للسجود

سجدے کے واسطے تکبیر کہنے کا بیان

اخبرنا قتيبة قال حدثنا ابو الاحوص عن ابي اسحق عن عبدالرحمن بن الاسود عن الاسود وعلقمة عن عبدالله قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكبر في كل رفع ووضع وقيام وقعود وابوبكر وعمر وعثمان رضى الله عنهم .

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تکبیر کہتے تھے ہر اٹھاؤ اور جھکاؤ میں اور قیام اور قعود میں اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تکبیر کہتے تھے۔

اخبرنا محمد بن رافع قال حدثنا حجين وهو ابن المثنى قال حدثنا ليث عن عقيل عن ابن شهاب

قال اخبرنی ابوبکر بن عبدالرحمن بن الحارث بن ھشام انه سمع اباهريرة يقول كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قام الى الصلاة يكبر حين يقوم ثم يكبر حين يركع ثم يقول سمع الله لمن حمده حين يرفع صلبه من الركعة ثم يقول وهو قائم ربنا لك الحمد ثم يكبر حين يهوى ساجدا ثم يكبر حين يرفع رأسه ثم يكبر حين يسجد ثم يكبر حين يرفع رأسه ثم يفعل ذالک فی الصلاة كلها حتى يقضيها ويكبرحين يقوم من الثنتين بعد الجلوس.

حضرت ابوہریرہ ﷺ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت نماز کے ارادہ سے کھڑے ہوتے تو تکبیر تحریمہ کہتے پھر تکبیر کہتے جس وقت رکوع کرتے پھر جس وقت رکوع سے اٹھتے تو کہتے ''**سمع الله لمن حمده**'' پھر کہتے کھڑے کی حالت میں ''**ربنا لک الحمد**'' پھر تکبیر کہتے جس وقت جھکتے سجدے کے واسطے پھر تکبیر کہتے جس وقت اپنا سر اٹھاتے پھر تکبیر کہتے جب سجدہ کرتے پھر تکبیر کہتے جب اپنا سر اٹھاتے پھر تمام نماز میں اسی طرح کرتے تھے حتی کہ نماز کو پورا کرتے اور تکبیر کہتے جس وقت دو رکعت پر جلوس کے بعد تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے۔

تشریح: ابن قدامہؒ نے المغنی میں لکھا ہے کہ اکثر اہل علم کا مسلک یہ ہے کہ تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جاوے اور ہر خفض اور رفع میں تکبیر کہے ان اہل علم میں سے حضرت ابن مسعود و ابن عمر و جابر و ابو ہریرہ اور قیس بن عباد وغیرہم کا یہی مسلک ہے ﷺ۔قاضی عیاضؒ نے کہا کہ یہ امر یعنی ہر خفض اور رفع میں تکبیرات ثابت ہیں حضور ﷺ کے فعل سے اور اس کی سنیت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے اسی طرح علامہ نوویؒ اور امام بغویؒ وغیرہما نے بھی تکبیرات انتقالیہ کی سنیت پر امت کا اجماع نقل کیا ہے البتہ سلف میں سے کچھ حضرات کا مسلک یہی تھا کہ وہ نماز میں رفع کے وقت تکبیر کہتے مگر خفض کے وقت تکبیر نہ کہتے تھے ان کے مسلک کی بناء حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی کی حدیث ہے جو طحاوی وغیرہ میں موجود ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی ''**فكان لايتم التكبير**'' کہ حضور ﷺ جھکتے وقت تکبیر نہ کہتے تھے یہی مطلب امام طحاویؒ کے طرز عنوان اور اس کے تحت اسی حدیث کو پیش کرنے سے واضح ہوتا ہے چنانچہ علامہ عینیؒ کہتے ہیں کہ امام طحاویؒ کے قائم کردہ باب اور اس کے ماتحت اس حدیث عبدالرحمٰن بن ابزی کو لانے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کلام مذکور کا معنی یہ ہے ''**كان لايكبر اذا خفض كما هو مصرح فی رواية ابن عبدالبرؒ**'' بہر حال اس حدیث کی بناء پر علامہ عینیؒ کی تصریح کے مطابق حضرت عمر بن عبدالعزیز اور محمد بن سیرین وغیرہما اسی طرح امراء بنی امیہ نماز میں خفض کی حالت میں تکبیر نہ کہتے تھے اس کا جواب جمہور علماء کی طرف سے یہ دیا جاتا ہے کہ احادیث کثیرہ جو طرق متواترہ سے مروی ہیں اور زیادہ ظاہر ہیں عبدالرحمٰن بن ابزی کی حدیث سے ان سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ ہر خفض اور رفع کے وقت تکبیر کہتے تھے۔علامہ شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں لکھا ہے کہ خفض اور رفع کے وقت تکبیر کے بارے میں احادیث کثیرہ مروی ہیں اور وہ سب صحیح ہیں دوسرے یہ کہ وہ احادیث عند الرفع والخفض تکبیر کو ثابت کرنے والی ہیں اور زیادۃ پر مشتمل ہیں لہٰذا ان کا مقابلہ عبدالرحمٰن بن ابزی کی حدیث نہیں کر سکتی۔

علاوہ اس کے ایک اور جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ عبدالرحمٰن ابزی کی حدیث ضعیف ہے اور بالفرض اگر صحیح بھی قرار دیا جائے تو جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے حضور ﷺ نے تکبیر کہی ہو مگر عبدالرحمٰن ابزی رضی اللہ عنہ نے نہ سنی ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کبھی بیان جواز کے لئے چھوڑ دی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب الاستواء للجلوس عند الرفع من السجدتين

جس وقت دونوں سجدوں سے سر اٹھائے تو سیدھا بیٹھ جانے کا بیان

اخبرنا زياد بن ايوب قال حدثنا اسماعيل قال حدثنا ايوب عن ابى قلابة قال جاء نا ابو سليمان مالک بن الحويرث الى مسجدنا فقال اريد ان اريكم كيف رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى قال فقعد فى الركعة الاولى حين رفع رأسه من السجدة الاخرة.

حضرت ابوقلابہ کہتے ہیں کہ ابوسلیمان مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہماری مسجد میں آئے اور کہنے لگے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کس طرح نماز پڑھتے دیکھا وہ تم کو دکھلانا چاہتا ہوں ابوقلابہؒ کہتے ہیں کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ پہلی رکعت میں بیٹھ گئے جس وقت دوسرے سجدے سے اپنا سر اٹھایا۔

اخبرنا على بن حجر قال انبانا هشيم عن خالد عن ابى قلابة عن مالک ابن الحويرث قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى فاذا كان فى وتر من صلاته لم ينهض حتى يستوى جالسا.

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا جب آپ ﷺ طاق رکعت میں ہوتے تو کھڑے نہ ہوتے یہاں تک کہ سیدھے بیٹھ جاتے۔

تشریح :اس باب سے امام نسائی کا مقصد جلسۂ استراحت کو ثابت کرنا ہے باب کے تحت کی حدیث سے اس کا ثبوت ہوتا ہے کہ پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدے سے سر اٹھانے کے بعد حضور ﷺ بیٹھتے پھر کھڑے ہوتے تھے اس کو شافعیہ جلسہ استراحت کا کہتے ہیں چنانچہ امام شافعیؒ اس حدیث سے استدلال کر کے جلسۂ استراحت کو مستحب کہتے ہیں اس کے برعکس امام مالک واوزاعی وثوری اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جلسۂ استراحت نہ کرے بلکہ سیدھا کھڑا ہونا افضل ہے اور امام احمدؒ بھی قول مشہور کے مطابق ان حضرات کے ساتھ ہیں ان ائمہ کا استدلال حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہے اس میں آیا ہے ''ان النبى صلى الله عليه وسلم كان ينهض فى الصلوٰة على صدور قدميه'' کہ حضور ﷺ نماز میں پنجوں کے بل کھڑے ہوجاتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ سیدھے کھڑے ہوجاتے تھے جلسۂ استراحت کا نہ کرتے تھے لیکن اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس کی سند میں خالد بن ایاس راوی کے بارے میں کلام ہے کہ آخر عمر میں ان کے حفظ میں تغیر آ گیا تھا چنانچہ امام ترمذی روایت حدیث کے بعد فرماتے ہیں کہ وہ محدثین کے یہاں ضعیف ہے اس کا جواب یہ اعتراض نقل کرنے کے

بعد شیخ ابن ہمامؒ نے یہ دیا ہے کہ امام ترمذیؒ نے روایت حدیث کے بعد فرمایا کہ اہل علم کا اسی پر عمل ہے یعنی جلسہ استراحت کا نہ کرے تو ان کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر چہ خاص اسی طریق کو ضعیف قرار دیا ہے اس کے باوجود حدیث صحیح الاصل ہے نیز جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کے تعامل سے اس حدیث کی تائید ہوتی ہے چنانچہ ابن ابی شیبہؒ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نماز میں اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہو جاتے تھے اور بالکل نہیں بیٹھتے اور اسی طرح کا معمول حضرت علی وابن عمر وابن الزبیر اور عمر رضی اللہ عنہم کا بھی تھا چنانچہ شعبیؒ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنے پنجوں کے بل کھڑے ہو جاتے تھے اور نعمان بن ابی عیاشؒ کہتے ہیں کہ میں نے بہت سارے اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا کہ جب پہلی رکعت یا تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے ان میں سے کوئی سر اٹھاتا تو سیدھا کھڑا ہو جاتا بالکل نہیں بیٹھتا اور عبدالرزاق نے بھی اس کو حضرت ابن مسعود وابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے اور بیہقی نے عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت کی ہے کہ میں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ بغیر بیٹھے اپنے پنجوں کے بل کھڑے ہو جاتے تھے۔

پس ان روایات سے واضح ہو گیا کہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم جو حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کے بہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مقرب اور ملازم صحبت تھے وہ سب اسی کے خلاف پر متفق ہیں جو حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے لہٰذا جمہور صحابہ جس چیز پر متفق ہیں اسی کو تقدیم وترجیح ہوگی اور اسی وجہ سے تمام اہل علم کا عمل اسی پر رہا ہے جیسا کہ امام ترمذیؒ نے اس کی تصریح کی ہے اب رہا حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث باب کا جواب تو جمہور کی طرف سے اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے وہ حالت کبر یعنی بڑھاپا اور ضرورت پر محمول ہے اسی لئے ایک حدیث میں حضور کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے "لاتبادرونی فی رکوع ولاسجود الخ (رواه ابو داؤد) "اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری عمر میں تبدن (جسم کا بھاری ہونا) عارض ہوا تھا تو ہو سکتا ہے حدیث باب میں نقل کردہ واقعہ اسی زمانہ کا ہو ورنہ اگر یہ جلسۂ خفیف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی فعل ہوتا تو صحابہ کرام میں سے جن حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا پورا نقشہ بیان کیا ان میں سے ہر ایک ناقل اس کو بھی ضرور بیان کرتا اور ہرگز صحابہ کرام اسے نہ چھوڑتے یا بیان جواز پر محمول ہے بہرحال اس تاویل وتوجیہ سے دونوں طرح کی روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے چنانچہ ابن قدامہؒ حدیث باب کو عذر پر محمول کرنے کے بعد فرماتے ہیں" وهذا فيه جمع بين الاخبار وتوسط بين القولين "۔ (فتح القدير : ۱/ ۲۱۷ ومعارف السنن)

باب الاعتماد على الارض عند النهوض

کھڑے ہوتے وقت زمین پر ٹیک لگانے کا بیان

اخبرنا محمد بن بشار قال حدثنا عبدالوهاب قال حدثنا خالد عن ابی قلابة قال كان ما ک بن

الحویرث یاتینا فیقول الااحدثکم عن صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیصلی فی غیر وقت الصلاۃ فاذا رفع رأسہ من السجدۃ الثانیۃ فی اول الرکعۃ استوی قاعدا ثم قام فاعتمد علی الارض۔

حضرت ابوقلابہ کہتے ہیں کہ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آتے تھے اور ہم سے کہتے کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز کی کیفیت نہ بتلادوں پھر نماز کے غیر وقت میں نماز شروع کرتے جب پہلی رکعت میں دوسرے سجدے سے سر اٹھاتے تو سیدھے بیٹھ جاتے پھر زمین پر ٹیک دے کر کھڑے ہو جاتے۔

تشریح: اس حدیث سے جلسۂ استراحت کے بعد زمین پر ٹیک دے کر کھڑے ہونے کا ثبوت ہوتا ہے شافعیہ اس کے قائل ہیں استدلال اسی حدیث سے کرتے ہیں لیکن ابوداؤد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کی ممانعت فرمائی ''انہ نھی صلی اللہ علیہ وسلم ان یعتمد الرجل علی یدیہ اذا نھض فی الصلاۃ'' کہ حضور ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ آدمی ٹیک لگائے دونوں ہاتھوں پر جبکہ نماز میں اٹھے نیز حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے ''انہ صلی اللہ علیہ وسلم اذانھض اعتمد علی فخذیہ'' کہ حضور ﷺ جب اٹھتے تو دونوں ران پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے اب ان روایات میں تطبیق دینا ضروری ہے کہ جلسہ استراحت کا اور اعتماد علی الارض جو حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے وہ حالت عذر پر محمول ہے اس لئے یہ سنن مقصودہ میں سے نہیں ''والسنۃ مافعلہ قصد الا مافعلہ بسبب آخر'' سنت یہ ہے کہ سجدے سے سر اٹھا کر ہاتھ گھٹنوں پر رکھے اور پنجوں کے بل سیدھا کھڑا ہو جاوے یہی جمہور علماء کا مسلک ہے۔(فتح القدیر)

باب رفع الیدین عن الارض قبل الرکبتین

گھٹنوں سے پہلے زمین سے دونوں ہاتھوں کو اٹھانے کا بیان

اخبرنا اسحق بن منصور قال انبانا یزید بن ھارون قال انبانا شریک عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل بن حجر قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سجد وضع رکبتیہ قبل یدیہ واذا نھض رفع یدیہ قبل رکبتیہ قال ابوعبدالرحمن لم یقل ھذا عن شریک غیر یزید بن ھارون واللہ تعالٰی اعلم۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ سجدہ کرتے گھٹنوں کو دونوں ہاتھوں سے پہلے رکھتے اور جب اٹھتے تو دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے۔ ابوعبدالرحمٰن یعنی امام نسائی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو شریک سے سوائے یزید بن ہارون کے اور کسی نے روایت نہیں کیا۔

تشریح: اس حدیث سے مسلک حنفیہ کی پوری تائید ہوتی ہے حنفیہ کا مسلک یہی ہے جو اس حدیث میں راوی نے آنحضرت ﷺ کے سجدے کیفیت بیان کی ہے لیکن اس حدیث پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس کی سند میں شریک القاضی ہیں اور وہ قوی نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ امام مسلمؒ نے ان کی روایت کو اپنی کتاب میں درج کیا ہے لہٰذا یہ حدیث شرط امام مسلم کے

مطابق صحیح ہے علاوہ اس کے اس حدیث کے دو طریق اور بھی ہیں ان دونوں سے اس کا تدارک ہو جاتا ہے یہ دو طریق علامہ بنوریؒ نے معارف السنن: ۳/ ۲۷ پر نقل کئے ہیں ایک تو ہمام کی روایت ہے عاصم بن کلیب سے جیسا کہ امام ترمذیؒ نے اپنے کلام **وروی همام عن عاصم هذا مرسلا ولم يذكر فيه** وائل بن حجر ﷺ سے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور حدیث مرسل ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت ہے تو اگر چہ شافعیہ کے لئے مفید نہیں حنفیہ کے لئے ہر حال میں مفید ہے دوسرے ہمام کی روایت ہے محمد بن حجادہ سے وہ عبدالجبار بن وائل سے وہ اپنے والد سے موصولاً یعنی عبدالجبار نے بطور موصول اپنے والد سے اس حدیث کو روایت کیا ہے حالانکہ ان کا سماع اپنے والد سے نہیں لہٰذا حدیث منقطع ہے لیکن انقطاع اس لئے مضر نہیں کہ اس مرسل سے اس کو تقویت مل رہی ہے علاوہ اس کے عبدالجبار کی روایت اپنے والد سے بظاہر اپنے بھائی علقمہ کے واسطہ سے ہے جیسا کہ ابوداؤد کی روایت جو رفع یدین کے بارے میں ہے اس پر دلالت کرتی ہے لہٰذا اس جیسی حدیث منقطع حدیث متصل کے حکم میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب التكبير للنهوض

اٹھنے کے وقت تکبیر کہنے کا بیان

اخبرنا قتيبة بن سعيد عن مالك عن ابن شهاب عن ابي سلمة ان اباهريرة كان يصلي بهم فيكبر كلما خفض ورفع فاذا انصرف قال والله اني لاشبهكم صلاة برسول الله صلى الله عليه وسلم .

ابوسلمہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ ﷺ ان کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پس تکبیر کہتے تھے جب کہ جھکتے اور اٹھتے پھر جب نماز سے فارغ ہو جاتے تو فرماتے اللہ کی قسم بے شک میں بنسبت تمہارے نماز پڑھنے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بہت مشابہ ہوں۔

اخبرنا نصر بن علي وسوار بن عبدالله سوار قالا حدثنا عبدالاعلى عن معمر عن الزهري عن ابي بكر بن عبدالرحمن وعن ابي سلمة بن عبدالرحمن انهما صليا خلف ابي هريرة رضي الله عنه فلما ركع كبر فلما رفع رأسه قال سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد ثم سجد وكبر ورفع رأسه وكبر ثم كبر حين قام من الركعة ثم قال والذي نفسي بيده اني لاقربكم شبها برسول الله صلى الله عليه وسلم مازالت هذه صلاته حتى فارق الدنيا واللفظ لسوار .

ابوبکر بن عبدالرحمٰن اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ ان دونوں نے حضرت ابو ہریرہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی جب رکوع کیا تکبیر کہی جب اپنا سر اٹھایا ''**سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد**'' کہا پھر سجدہ کیا اور تکبیر کہی اور سجدے سے سر اٹھایا تو تکبیر کہی پھر تکبیر کہی جس وقت کھڑے ہوئے رکعت سے پھر فرمایا اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے

بیشک میں تمہارے مقابلہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے طرز پر نماز پڑھنے میں آپ ﷺ سے بہت قریب ہوں آپ ﷺ ہمیشہ اسی انداز سے نماز پڑھتے تھے یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ حضور ﷺ نماز کی ہر رکعت میں تکبیرات انتقالیہ ترک نہ فرماتے تھے۔

باب کیف الجلوس للتشهد الاول

اول تشہد کے واسطے کس طرح بیٹھنا چاہئے اس کا بیان

اخبرنا قتيبة بن سعيد قال حدثنا الليث عن يحيى عن القاسم بن محمد عن عبدالله بن عبدالله بن عمر عن ابيه انه قال ان من سنة الصلاة ان تضجع رجلك اليسرى وتنصب اليمنى.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بیشک سنت صلوٰۃ سے ہے یہ کہ بچھائے تو اپنا بایاں پاؤں اور کھڑا رکھے دایاں پاؤں۔

تشریح: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ لفظ ''ان من سنة الصلوٰة الخ'' مرفوع کے حکم میں ہے اور حدیث میں قعدۂ اولیٰ اور قعدۂ آخیرہ کی کوئی قید نہیں لہٰذا دونوں قعدوں کو شامل ہے اور یہ حدیث مجمل ہے اس میں صرف اتنا ہے کہ بائیں پیر کو بچھائے اور دائیں کو کھڑا کرلے اس کے بعد کیا کرے کیا بائیں پاؤں پر بیٹھے یا کولے پر اس کا کوئی بیان نہیں لیکن اس باب کے ساتھ ہی متصل باب کے تحت کی روایت نے واضح کر دیا کہ بائیں پاؤں پر بیٹھے بہر حال حضرت عبداللہ بن عمر کی اس حدیث قولی سے ثابت ہوتا ہے کہ تشہد میں سنت یہی ہے کہ دائیں پاؤں کو کھڑا کرلے اور بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھ جائے یہی حنفیہ کا مسلک ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک دونوں قعدوں میں تورک سنت ہے اور تورک یہ ہے کہ دائیں پاؤں کو کھڑا کرلے اور بائیں پاؤں کو دائیں جانب نکال دے پھر بائیں چوتڑ پر بیٹھ جائے اور امام شافعیؒ کے نزدیک جس تشہد کے بعد سلام ہو اس میں کولہے پر بیٹھنا اور جس تشہد کے بعد سلام نہ ہو اس میں افتراش سنت ہے اور حنابلہ کے نزدیک کما فی المغنی ونیل المآرب جس نماز میں دو تشہد ہوں اس میں صرف قعدہ اخیرہ میں تورک سنت ہے ورنہ افتراش سنت ہے۔

باب الاستقبال باطراف اصابع القدم القبلة عند القعود للتشهد

تشہد کے واسطے بیٹھنے کے وقت قدم کے اطراف اصابع کو قبلہ کی طرف متوجہ کرنے کا بیان

اخبرنا الربيع بن سليمان بن داؤد قال حدثنا اسحق بن بكر بن مضر قال حدثنى ابى عن عمرو بن الحارث عن يحيىٰ ان القاسم حدثه عن عبدالله وهو ابن عبدالله بن عمر عن ابيه قال من سنة الصلاة ان تنصب القدم اليمنى واستقباله باصابعها القبلة والجلوس على اليسرى.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سنت سے ہے دائیں قدم کو کھڑا کر لینا اور اس کو اپنی انگلیوں کے ساتھ قبلہ کی طرف متوجہ کرنا اور بائیں پاؤں پر بیٹھنا۔

باب موضع الیدین عند الجلوس للتشهد الاول

اول تشہد کے واسطے بیٹھنے کے وقت دونوں ہاتھوں کو کس جگہ پر رکھا جائے اس کا بیان

اخبرنا محمد بن عبدالله بن يزيد المقرئ قال حدثنا سفيان قال حدثنا عاصم بن كليب عن ابيه عن وائل بن حجر قال اتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فرأيته يرفع يديه اذا افتتح الصلاة حتى يحاذي منكبيه واذا اراد ان يركع واذا جلس في الركعتين اضجع اليسرى ونصب اليمنى ووضع يده اليمنى على فخذه اليمنى ونصب اصبعه للدعاء ووضع يده اليسرى على فخذه اليسرى قال ثم اتيتهم من قابل فرايتهم يرفعون ايديهم في البرانس.

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا پس میں نے دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع فرماتے تو دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھاتے اور جب رکوع کا ارادہ فرماتے اور جب دو رکعت میں بیٹھتے بائیں پاؤں کو بچھاتے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھتے اور دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھتے اور اشارہ کے وقت اپنی انگلی کو اٹھاتے اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھتے وہ کہتے ہیں پھر میں ان کے پاس آئندہ سال (سردی کے موسم میں) حاضر ہوا تو دیکھا صحابہ کرام اپنے کپڑوں کے اندر سے اپنے ہاتھوں کو اٹھا رہے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب تشہد کے واسطے بیٹھتے تو دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر رکھنا یعنی تقسیم کے طور پر مستحب ہے ہاتھوں سے گھٹنے نہ پکڑے یہی اصح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب موضع البصر في التشهد

تشہد میں نگاہ کہاں رکھنی چاہئے اس کا بیان

اخبرنا علي بن حجر قال حدثنا اسماعيل وهو ابن جعفر عن مسلم بن ابي مريم عن علي بن عبدالرحمن المعافري عن عبدالله بن عمر انه رأى رجلا يحرك الحصى بيده وهو في الصلاة فلما انصرف قال له عبدالله لاتحرك الحصى وانت في الصلاة فان ذالك من الشيطان ولكن اصنع كما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصنع قال وكيف كان يصنع قال فوضع يده اليمنى على فخذه اليمنى واشار باصبعه التي تلي الابهام في القبلة ورمى ببصره اليها او نحوها ثم قال هكذا رأيت رسول

الله صلى الله عليه وسلم يصنع.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ نماز میں اپنے ہاتھ سے کنکری کو ہلا رہا ہے پھر جب وہ نماز سے فارغ ہو گیا تو اس سے حضرت عبداللہ نے فرمایا کنکری کو مت ہلاؤ جب کہ تم نماز میں ہو کیوں کہ یہ فعل شیطان کی طرف سے ہے لیکن وہی کر جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے اس آدمی نے کہا رسول اللہ ﷺ کس طرح کرتے تھے راوی کہتے ہیں حضرت عبداللہ نے اپنے دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھا اور اپنی انگلی سے اشارہ کیا جو انگوٹھے سے متصل ہے اور اپنی نظر اسی انگلی پر رکھی پھر فرمایا اسی طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا۔

باب الاشارة بالاصبع فی التشهد الاول

اول تشہد میں انگلی کے ساتھ اشارہ کرنے کا بیان

اخبرنا زكريا بن يحيى السجزى يعرف بخياط السنة نزل بدمشق احد الثقات قال حدثنا الحسن بن عيسى قال انبانا ابن المبارك قال حدثنا مخرمة بن بكير قال انبانا عامر بن عبدالله بن الزبير عن ابيه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا جلس فى الثنتين اوفى الاربع يضع يديه على ركبتيه ثم اشار باصبعه.

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ دو یا چار رکعت میں بیٹھتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھتے پھر اپنی انگلی سے اشارہ کرتے۔

تشریح: تشہد میں اشارہ بالسبابہ کرنا حضور ﷺ کا حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اور بہت سی صحیح احادیث میں مروی ہے جن کی بناء پر جمہور محدثین اور فقہاء کا اتفاق ہے کہ انگوٹھے سے متصل جو انگلی ہے اس سے اشارہ کرنا سنت ہے اور امام نووی وابن رشد اور ابن قدامہ کے قول کے مطابق ائمہ ثلاثہ اشارہ بالمسبحہ کے استحباب پر متفق ہیں اور ہمارے ائمہ ثلاثہ سے بھی یہی منقول ہے چنانچہ امام محمد نے مؤطا میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے "**قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا جلس فى الصلوٰة وضع كفه اليمنى على فخذه اليمنى وقبض اصابعه كلها واشار باصبعه التى تلى الابهام ووضع كفه اليسرى على فخذه اليسرى ثم قال وبصنيع رسول الله صلى الله عليه وسلم نأخذ وهو قول ابى حنيفة**" نیز امام محمد نے کتاب المسبحہ میں فرمایا "**كما فى البدائع وغيره حدثنا عن النبى صلى الله عليه وسلم انه كان يشير باصبعه فيفعل مثل مافعل النبى صلى الله عليه وسلم ويصنع ماصنعه وهو قول ابى حنيفة وقولنا وبه قال ابويوسف ذكره فى الاملاء كمافى النخب وغيره**" اس تصریح کے بعد کسی قسم کے تردد کی گنجائش نہیں رہی ہمارے ائمہ ثلاثہ بھی کہتے

ہیں کہ اشارہ بالسبابہ سنت ہے البتہ بعض متاخرین اس مسئلہ میں حد اعتدال سے گزر گئے وہ کہتے ہیں ہم نے اشارہ کو اس لئے چھوڑ دیا ہے کہ وہ رافضیوں کے شعائر میں سے ہے ان کے اس کلام کو مشائخ کرام نے بالکل کمزور قرار دیا ہے کیوں کہ جب احادیث صحیحہ سے اشارہ کی مسنونیت ثابت ہوتی ہے تو پھر اس طرح کے حیلہ و بہانہ سے تارکین سنت کا کیا علاج ہے بہت سی سنتیں رافضی کرتے ہیں تو کیا ان کو بھی اس حیلہ و بہانہ سے چھوڑ دیں گے اشارہ بالسبابہ کو رافضیوں کے شعائر میں سے قرار دینا بالکل بے اصل اور روایت و درایت دونوں کے خلاف ہے۔(امانی الاخبار : ۸۵/۴)

کیف التشهد الاول

تشہد اول کس طرح ہے

اخبرنا يعقوب بن ابراهيم الدورقي عن الاشجعي عن سفيان عن ابی اسحق عن الاسود عن عبدالله قال علمنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نقول اذا جلسنا فی الركعتين التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك ايها النبی ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله.

حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تعلیم فرمائی کہ جب ہم دو رکعت پر بیٹھیں تو یہ تشہد پڑھیں "التحيات لله والصلوات " آخر تک۔

اخبرنا محمد بن المثنى قال حدثنا محمد قال حدثنا شعبة قال سمعت ابا اسحق يحدث عن ابی الاحوص عن عبدالله قال كنا لا ندری ما نقول فی كل ركعتين غير ان نسبح ونكبر ونحمد ربنا وان محمدا صلى الله عليه وسلم علم فواتح الخير وخواتمه فقال اذا قعدتم فی كل ركعتين فقولوا التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك ايها النبی ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبده ورسوله وليتخير احدكم من الدعاء اعجبه اليه فليدع الله عزوجل.

حضرت عبداللہ ﷺ کہتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے تھے ہر دو رکعت پر کیا پڑھیں بجز اس کے ہم "سبحان الله " کہتے تھے اور "الله اكبر " کہتے تھے اور ہمارے رب کی حمد کرتے تھے اور بے شک محمد ﷺ کو خیر و برکت والے بہترین جامع کلمات سکھلائے گئے پس آپ نے فرمایا جب تم ہر دو رکعت پر بیٹھو تو پڑھا کرو "التحيات لله والصلوات " آخر تک (اس میں تعلیم تشہد کے بعد) حضور ﷺ کا یہ ارشاد بھی مروی ہے "وليتخير احدكم الخ "یعنی تشہد اور درود کے بعد ہر شخص تم میں سے ایسی دعا اختیار کرے جو اس کو پسند ہو پس اس سے دعاء کرلے۔

اخبرنا قتيبة قال حدثنا عبثر عن الاعمش عن ابی اسحق عن ابی الاحوص عن عبدالله قال علمنا رسول الله صلی الله علیه وسلم التشهد فی الصلاة والتشهدفی الحاجة فاما التشهد فی الصلاة التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليک ايها النبی ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله الی آخر التشهد .

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تشہد صلوٰۃ اور تشہد حاجت کی تعلیم فرمائی تشہد صلوٰۃ یہ ہے ''التحيات لله والصلوات الخ''۔

اخبرنا اسحق بن ابراهيم قال حدثنا يحيى وهو ابن آدم قال سمعت سفيان يتشهد بهذا فی المكتوبة والتطوع ويقول حدثنا ابو اسحق عن ابی الاحوص عن عبدالله عن النبی صلی الله علیه وسلم ح وحدثنا منصور وحماد عن ابی وائل عن عبدالله عن النبی صلی الله علیه وسلم .

یحییٰ بن آدم کہتے ہیں کہ میں نے سفیان سے سنا کہ وہ فرائض اور نوافل میں اسی تشہد کو پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم سے بیان کیا ابواسحٰق نے وہ ابوالاحوص سے وہ عبداللہ ﷛ سے وہ نبی ﷺ سے کہ آپ ﷺ نے ہمیں تعلیم فرمائی کہ ہم ان الفاظ میں تشہد پڑھیں۔

اخبرنا احمد بن عمرو بن السرح قال حدثنا ابن وهب قال اخبرنی عمروبن الحارث ان زيد ابن ابی انيسة الجزری حدثه ان اباسحق حدثه عن الاسود وعلقمه عن عبدالله بن مسعود قال كنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم لانعلم شيئا فقال لنا رسول الله صلی الله علیه وسلم فقولوا فی كل جلسة التحيات للهوالصلوات والطيبات السلام عليک ايها النبی ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله.

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے ہم کچھ نہیں جانتے تھے پس ہم سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پڑھا کرو ہر جلسہ میں ''التحيات لله والصلوات والطيبات'' تا آخر۔

اخبرنی محمد بن جبلة الرافقی قال حدثنا العلا بن هلال قال حدثنا عبيدالله وهو ابن عمر وعن زيد بن ابی انيسة عن حماد عن ابراهيم عن علقمة بن قيس عن عبدالله قال كنا لاندری مانقول اذا صلينا فعلمنا نبی الله صلی الله علیه وسلم جوامع الكلم فقال لنا فقولوا التحيات لله والصلوات والطيبا ت السلام عليک ايها النبی ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عبادالله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد عبده ورسوله قال عبيدالله قال زيد عن حماد عن ابراهيم عن علقمة قال لقد رأيت ابن مسعود يعلمنا هؤلاء الكلمات كما يعلمنا القرآن.

حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہتے ہیں جب ہم نماز پڑھتے تو نہیں جانتے تھے ہم کیا پڑھیں تو اللہ کے نبی ﷺ نے ہمیں جوامع الکلمات سکھلائے ہم سے فرمایا پڑھا کرو "التحیات للہ و الصلوات " آخر تک راوی حدیث عبید اللہ بواسطہ زید عن حماد عن ابراہیم عن علقمہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ ہمیں ان کلمات کو سکھلاتے تھے جیسے ہمیں قرآن سکھلاتے تھے۔

اخبرنی عبدالرحمن بن خالد الرقی قال حدثنا حارث بن عطیة و کان من زهاد الناس عن هشام عن حماد عن ابراهیم عن علقمة عن ابن مسعود قال کنا اذا صلینا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم نقول السلام علی الله السلام علی جبریل علیه السلام علی میکائیل فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم لاتقولوا السلام علی فان الله هو السلام ولکن قولوا التحیات لله والصلوات والطیبات السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشریک له واشهد ان محمدا عبده ورسوله.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تو ہم کہتے یعنی پہلے مشروع ہونے تشہد کے "السلام علی اللہ " آخر تک سلام ہے اللہ پر سلام ہے جبرئیل علیہ السلام پر سلام ہے میکائیل علیہ السلام پر پس رسول اللہ نے فرمایا نہ کہو السلام علی اللہ اس لئے کہ اللہ خود ہی سلام ہے (یعنی سلامتی بذات خود اس کے لئے ثابت ہے اور اسی سے ہے اور دعا کرنی سلامتی کے ساتھ اس کے لئے مناسب ہے جس کو احتیاج ہو اور اندیشہ ہو نقصان کا) لیکن تم پڑھا کرو "التحیات للہ " آخر تک۔

اخبرنا اسماعیل بن مسعود قال حد ثنا خالد قال حد ثنا هشام هو الدستوائی عن حما دعن ابی وائل عن ابن مسعود قال کنا نصلی مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فنقول السلام علی الله السلام جبریل السلام علی میکائیل فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تقولوا السلام علی الله فان الله هو السلام ولکن قولوا التحیات لله والصلوات والطیبات السلام علیک ایها البنی ورحمته الله وبرکاته السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے اور کہتے تھے "السلام علی اللہ السلام علی جبریل السلام علی میکائیل "پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہ کہو "السلام علی اللہ "اس لئے کہ اللہ بذات خود سلام ہے (اس کے اسماء میں سے ایک اسم ہے) لیکن تم پڑھا کرو "التحیات للہ " آخر تک۔

اخبرنا بشر بن خالد العسکری قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبة عن سلیمان ومنصور وحماد ومغیرة وابی هاشم عن ابی وائل عن عبدالله ان النبی صلی الله علیه وسلم قال فی التشهد التحیات لله والصلوات والطیبات السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته السلام علینا وعلی عبادالله

الصالحین اشهد ان لاالٰہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ قال ابوعبدالرحمن ابوھاشم غریب.

حضرت عبداللہ روایت کرتے ہیں نبی ﷺ سے آپ ﷺ نے تشہد کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا ''التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد عبدہ ورسولہ ''۔

اخبرنا اسحق بن ابراھیم قال انبانا الفضل بن دکین قال حدثنا سیف المکی قال سمعت مجاھدا یقول حدثنی ابومعمر قال سمعت عبداللہ یقول علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التشہد کما یعلمنا السورۃ من القرآن وکفہ بین یدیہ التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ رسولہ .

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تشہد کی تعلیم اس طرح فرمائی جیسے ہمیں قرآن کی سورۃ سکھلاتے تھے یعنی حرف بحرف تصحیح کے ساتھ بدون کمی بیشی کے اس طریقہ سے تعلیم فرمائی کہ میری ہتھیلی آپ ﷺ کے دونوں مبارک ہاتھوں کے درمیان تھی اور وہ یہ ہے ''التحیات للہ والصلوات الخ''۔

تشریح: یہ تشہد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہے اور تشہد ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نام سے معروف ہے اور بیس (۲۰) سے زائد طریقوں سے نقل کیا گیا ہے اور خود امام نسائیؒ نے اس کو دس طریقوں سے بیان کیا ہے اور علاوہ اس تشہد ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تشہد کے اور کلمات بھی صحابہ کرام کی ایک جماعت نے جیسے حضرت عمر وابن عباس وجابر اور ابی موسیٰ رضی اللہ عنہم وغیرہم نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کئے ہیں ان میں سے جو تشہد بھی پڑھ لیا جائے درست ہے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے فرمایا کہ کلمات تشہد مختلف آئے ہیں ان میں سب سے زیادہ صحیح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تشہد ہے پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تشہد یہ الفاظ تشہد حروف قرآن کی طرح ہیں ''کلھا شاف کاف'' کہ قعدہ میں جو بھی پڑھ لیا جائے کافی وشافی ہے البتہ افضلیت میں اختلاف ہے چنانچہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں ''والظاھر ان الخلاف فی الافضل والجواز بالکل'' (مرقات: ۲/۳۳۲)

لیکن حنفیہ اور حنابلہ نے کما فی المغنی: ۱/۵۷۷ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تشہد کو ترجیح دی ہے امام مالکؒ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے تشہد کو ترجیح دی ہے وہ یہ ہے ''التحیات للہ الزاکیات للہ الطیبات الصلوات للہ الخ'' باقی حصہ مثل تشہد ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہے امام شافعیؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے تشہد کو ترجیح دی ہے جو اگلے عنوان کے ذیل میں مذکور ہے۔

تشہد ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وجوہ ترجیح

ایک تو اس وجہ سے کہ باتفاق محدثین یہ حدیث اس باب میں سب سے زیادہ صحیح ہے چنانچہ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں ''وھو اصح حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی التشہد الخ'' حتی کہ بزارؒ نے فرمایا کہ تشہد کے سلسلہ میں حدیث ابن

مسعود ﷺ اصح الاسانید ہے اور رجال کے اعتبار سے اس کے رجال سب سے زیادہ مشہور ہیں اس بناء پر اس سے زیادہ مضبوط حدیث کا مجھے علم نہیں علاوہ اس کے زہری وابن المدینی وابن المنذر راور خطابی وغیرہم نے اس کی تصریح کی ہے کہ ائمہ صحاح ستہ سب اس تشہد کی روایت میں لفظاً و معنیً متفق ہیں اور یہ بہت نادر بات ہے اور اعلیٰ درجہ کی صحیح وہ حدیث ہے جس پر امام بخاریؒ و مسلم متفق ہوں اگر چہ اصل معنی میں اتفاق ہو نہ لفظ میں تو پھر یہ درجہ کس قدر اعلیٰ ہو گیا کہ اس کے لفظ پر دونوں امام متفق ہیں بلکہ سب متفق ہیں اور تشہد ابن عباس ﷺ امام مسلمؒ کے افراد میں شمار کیا گیا ہے تیسری اس وجہ سے کہ اس تشہد کو حضور ﷺ نے ''اخذ بالید '' کر کے جو قرینہ ہے غایت اہتمام اور تاکید کا سکھلایا ہے اور اسی طرح صورت تعلیم کو تبرکاً باقی رکھتے ہوئے اخذ بالید کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ تک پہونچا ہے چوتھی اس وجہ سے کہ اس تشہد میں صیغۂ امر وارد ہوا ہے یعنی ''**فقولوا یا فلیقل یاقولوا** ''اور کم تر مرتبہ صیغہ امر کا استحباب ہے یعنی صیغہ امر سے وجوب ثابت ہوتا ہے اور وجوب نہیں تو یہاں ادنی درجہ مستحب ہے وہ ضرور ثابت ہوگا اور ابن عباس ﷺ کی تشہد میں امر مذکور نہیں ہے تو جس میں حکم ہے وہی اختیار کرنا افضل ہوگا پانچویں اس وجہ سے کہ اس میں الف ولام ہے یعنی تمام روایات میں السلام ہے جو استغراق کے واسطے ہے اور اس میں واؤ کی زیادتی ہے یعنی الصلوات اور الطیبات میں اور وہ تجدید کلام کے لئے آتا ہے لہٰذا ہر ایک کلمہ علیحدہ علیحدہ ثناء پر دلالت کر رہا ہے جیسے قسم میں کہا واللہ الرحمٰن الرحیم تو یہ ایک قسم ہے اور اگر کہا واللہ والرحمٰن والرحیم تو یہ تین قسم ہوئیں چھٹی وجہ ترجیح یہ ہے کہ اس تشہد پر اکثر صحابہ وتابعین ومحدثین نے عمل کیا ہے چنانچہ امام ترمذیؒ نے فرمایا ''**والعمل علیه عند اکثر اهل العلم من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم ومن بعدهم من التابعین الخ** ''بہرحال تشہد ابن مسعود ﷺ کی وجوہ ترجیح میں سے چند وجوہ ہدایہ وفتح القدیر اور معارف السنن سے یہاں نقل کی ہیں علاوہ ان کے اور بھی وجوہ ترجیح معارف السنن میں نقل کی ہیں اور علامہ عینیؒ نے دس سے زائد بیان کی ہیں جس کا شوق ہو وہاں دیکھ لے۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ استاد فرماتے تھے کہ ایسی چیزیں جو تعامل کی ہیں اور جانبین میں روایات ہوں تو وجہ افضیلت کے لئے صرف یہ کافی ہے کہ جس مجتہد کا سلسلہ فقہ جس صحابی تک پہنچتا ہے اسی کو اختیار کرنا چاہئے شاگرد جس استاد کے ساتھ زیادہ ملازمت رکھتا ہے اسی کا طور وطریق حاصل کرتا ہے امام اعظمؒ کی فقہ حضرت ابن مسعود ﷺ اور حضرت علی ﷺ کی طرف منتہی ہوتی ہے عراق میں چھ سو صحابہ داخل ہوئے ہیں اور زیادہ مدار فقہ انہی دونوں حضرات پر ہے لہٰذا تشہد ابن مسعود ﷺ کو اختیار کیا اور امام شافعیؒ کی فقہ حضرت ابن عباس ﷺ پر منتہی ہوتی ہے لہٰذا تشہد ابن عباس ﷺ کو اختیار کیا۔

یہاں دو دوسری بحث یہ ہے کہ تشہد ابن مسعود ﷺ میں خطاب کا لفظ ہے یعنی ''**السلام علیک ایها النبی** '' حالانکہ حضرت ابن مسعود ﷺ کی حدیث کے بعض طرق میں آیا ہے کہ حضور کے زمانے میں صحابہ کرام اور خود ابن مسعود ﷺ لفظ خطاب کے ساتھ پڑھتے تھے اور بعد وفات کے لفظ غائب کے ساتھ یعنی ''**السلام علی النبی** '' پڑھتے تھے۔

(کمافی فتح الباری بسند قوی)

اس لئے بعض علماء اہل سنت نے کہا کہ بعد وفات کے خطاب نہیں ہوسکتا کیوں کہ حضور حاضر وناظر نہیں لیکن یہ ضابطہ غلط

ہے کیوں کہ لسان عرب میں تصور مخاطب کے وقت الفاظ خطاب کا استعمال ہوتا ہے جیسا کہ میت کے لئے واجبلاہ ویازیداہ کہا جاتا ہے اس بناء پر خطاب کا دارمدار صرف حیات پر نہ ہوگا اب یہاں اول تو حضور ﷺ بعد وفات بھی زندہ ہیں خطاب کے لئے صرف حضور ﷺ کا تصور اور اس کا یقین کرنا کہ صلوٰۃ وسلام بواسطہ یا بلاواسطہ پہونچتا ہے کافی ہے جیسے ہم کسی کو خط لکھتے ہیں تو خطاب اس طرح کرتے ہیں جیسے سامنے کرتے ہیں صرف اس خیال سے کہ خط ضرور وہاں تک پہنچ جائے گا اسی طرح یہاں بعد وفات لفظ خطاب کے استعمال کے متعلق سمجھ لیں۔

دوم یہ کہ حضور ﷺ کی حیاۃ میں بھی تشہد جہراً نہ تھا بلکہ سراً تھا نیز جو لوگ حضور ﷺ سے اور آپ ﷺ کی مسجد سے دور تھے اور دوسری مسجد میں نماز پڑھتے تھے وہ لوگ خطاب کا لفظ استعمال کرتے تھے تو سامنے ہونا نہ ہونا اور قبل وفات اور بعد وفات دونوں برابر ہیں لہٰذا بعض علماء کے قول مذکور کی بناء غلط ہے البتہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ شاید صاحب نظر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی فراست سے یہ سمجھا ہو کہ آگے چل کر فساد پھیلنے والا ہے ممکن ہے کوئی احمق اس سے حجت پکڑنے لگے کہ آنحضرت ﷺ دور سے سلام کو سنتے ہیں اور مسلم علیہ وفات کے بعد اپنے مبارک اور مقدس وجود کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں جیسا کہ ہمارے اس دور میں بہت سے اہل بدعت کا خیال ہے اس لئے اس کا سد باب کرنے کے لئے بعض صحابہ نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد غائب کا لفظ اختیار کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ تفریق جو بعض روایات سے معلوم ہوتی ہے کہ زمانہ رسالت میں ''السلام علیک ایھا النبی ''اور بعد وفات ''السلام علی النبی '' کہتے تھے صحابہ کرام میں عام نہ تھی اس کی دلیل یہ ہے کہ عمل وتوارث اس پر جاری نہیں ہوا یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد لوگوں کو تشہد کی تعلیم لفظ خطاب کے ساتھ دی اور امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے منبر پر صحابہ اور تابعین کے مجمع میں لوگوں کو تشہد کی تعلیم دی اور اس میں خطاب کا صیغہ تھا اور توارث اس جیسے امور میں قوی حجت ہے اس بات پر کہ خطاب کا لفظ صحابہ وتابعین میں معروف اور مشہور معمول بہ تھا۔ (فتح الملھم)

التحیات عبادات قولیہ اور الصلوات عبادات بدنیہ اور الطیبات عبادات مالیہ کو کہتے ہیں درحقیقت مصلی باری تعالیٰ کی بارگاہ میں نذر پیش کر رہا ہے اور نذر وہاں کی عبادات رب العزت ہیں اور عبادات منحصر ہیں تین میں لہٰذا انہیں بیان فرمایا۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

''السلام علیک ایھا النبی ''پر غیر مسلم نے اعتراض کیا ہے کہ نماز تو اللہ کی ہے اور سلام علی النبی توحید کے منافی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عین توحید ہے کیوں کہ صورت خبر کی ہے لیکن معنی انشاء کے ہیں گویا کہ ہم محسن اعظم کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں یہاں تک پہونچایا ہے مگر بظاہر وہم تھا اس لئے فوراً اشھد الخ سے توحید لگا دی اور آگے عبدہ ورسولہ سے بتلا دیا کہ وہ عبد ہیں معبود نہیں۔

علامہ سہیلیؒ نے روض الانف میں ذکر کیا ہے نیز ملا علی قاریؒ نے بھی مرقات میں بحوالہ ابن الملکؒ نقل کیا ہے کہ واقعہ معراج میں باری تعالیٰ سے جب قرب حاصل ہوا تو حضور ﷺ نے عرض کیا''التحیات للہ والصلوات والطیبات ''ادھر سے ارشاد ہوا''السلام علیک ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ ''اس کے جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا''السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین ''تو اسی موقع پر جبرئیل علیہ السلام نے پڑھا''اشھد ان لاالہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ ''علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس کی سند نظر سے نہیں گزری لیکن موضوع بھی نہیں کہہ سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نوع آخر من التشھد

تشہد کی ایک اور قسم کا بیان

اخبرنا عبیداللہ بن سعید ابوقدامة السرخسی قال حدثنا یحیی بن سعید قال حدثنا ھشام قال حدثنی قتادة عن یونس بن جبیر عن حطان بن عبداللہ ان الاشعری قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبنا فعلمنا سنتنا وبین لنا صلاتنا فقال اقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قال ولاالضالین فقولوا آمین یجبکم اللہ واذا کبر الامام ورکع فکبروا وارکعوا فان الامام یرکع قبلکم ویرفع قبلکم قال نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتلک بتلک واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا لک الحمد یسمع اللہ لکم فان اللہ عزوجل قال علی لسان نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع اللہ لمن حمدہ ثم اذا کبر الامام وسجد فکبروا واسجدوا فان الامام یسجد قبلکم ویرفع قبلکم قال نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتلک بتلک فاذا کان عندالقعدة فلیکن من اول قول احدکم ان یقول التحیات الطیبات الصلوات للہ السلام علیک ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ .

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں وعظ ونصیحت کی باتیں فرمائیں اور ہمیں سنت کی تعلیم فرمائی اور نماز کا بیان تفصیل سے فرمایا کہ تم اپنی صفوں کو درست کیا کرو پھر چاہئے کہ تم میں سے ایک آدمی امامت کرے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب'' ولا الضالین '' کہے تم آمین کہو اللہ تمہاری دعا قبول کرے گا اور جب امام تکبیر کہے اور رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہو اور رکوع کرو امام تم سے پہلے رکوع کرتا ہے اور تم سے پہلے اٹھتا ہے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا امام کا وہ لحظہ تمہارے اس لحظہ کے بدلہ میں ہے اور جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تم ربنا لک الحمد کہو اللہ تمہاری حمد سنتا ہے اس لئے کہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی ﷺ کی زبانی فرمایا سمع اللہ لمن حمدہ پھر جس وقت امام اللہ اکبر کہے اور سجدہ کرے تم بھی اللہ اکبر کہو اور سجدہ کرو امام تم

سے پہلے سجدہ کرتا ہے اور تم سے پہلے اٹھتا ہے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا امام کی سبقت کا وہ عمل تمہارے اس کے بعد اٹھنے کے بدلہ میں ہے اور قعدہ میں تم میں سے ہر شخص کا اول قول یہ ہونا چاہئے "التحیات الطیبات الصلوات للہ الخ"۔

نوع آخر من التشهد

تشہد کی ایک اور قسم کا بیان

اخبرنا ابوالاشعث احمد بن المقدام العجلی البصری قال حدثنا المعتمر قال سمعت ابی یحدث عن قتادة عن ابی غلاب وھو یونس بن جبیر عن حطان بن عبداللہ انھم صلوا مع ابی موسیٰ فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال اذا کان عند القعدة فلیکن من اول قول احدکم التحیات للہ الطیبات الصلوات للہ السلام علیک ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاته السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشھد ان لا اله الا اللہ وحده لاشریک له واشھد ان محمداً عبده ورسوله.

حطان بن عبداللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نماز پڑھی حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷛ کے ساتھ تو حضرت ابوموسیٰ ﷛ نے فرمایا بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس وقت تشہد پڑھنے کو بیٹھے تو تم میں سے ہر آدمی کو یہ تشہد پڑھنا چاہئے "التحیات للہ الطیبات الصلوات للہ" آخر تک۔

نوع آخر من التشهد

تشہد کی ایک اور قسم کا بیان

اخبرنا قتیبة قال حدثنا اللیث بن سعد عن ابی الزبیر عن سعید بن جبیر وطاؤس عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یعلمنا التشھد کما یعلمنا القرآن وکان یقول التحیات المبارکات الصلوات الطیبات للہ سلام علیک ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاته سلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشھد ان لااله الا اللہ واشھد ان محمداً عبده ورسوله.

حضرت ابن عباس ﷛ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تشہد سکھلاتے جیسے ہمیں قرآن سکھلاتے تھے اور آپ ﷺ پڑھتے تھے "التحیات المبارکات" آخر تک۔

نوع آخر من التشهد

تشہد کی ایک اور قسم

اخبرنا محمد بن عبدالاعلی قال حدثنا المعتمر قال سمعت ایمن وھو ابن نابل یقول حدثنی

ابو الزبیر عن جابر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمنا التشہد کما یعلمنا السورة من القرآن بسم اللہ وباللہ التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ اسال اللہ الجنة واعوذ باللہ من النار.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تشہد سکھلاتے جیسے ہمیں قرآن کی سورۃ سکھلاتے تھے یعنی ''بسم اللہ وباللہ التحیات للہ'' آخر تک۔

باب التخفیف فی التشہد الاول

اول تشہد میں تخفیف کا بیان

اخبرنا الھیثم بن ایوب الطالقانی قال حدثنا ابراھیم بن سعید بن عبدالرحمن بن عوف قال حدثنا ابی عن ابی عبیدة بن عبداللہ بن مسعود عن ابیہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الرکعتین کانہ علی الرضف قلت حتی یقوم قال ذالک یرید.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ پہلی دو رکعتوں میں یعنی پہلے قعدے میں گویا گرم پتھر کے اوپر بیٹھے ہوں ہیثم بن ایوب کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد ابراہیم سے پوچھا کہ اسی لئے حضور ﷺ جلد کھڑے ہو جاتے تھے انہوں نے جواب دیا کہ اپنے اس کلام سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہی مراد تھی۔

تشریح: علامہ سندھیؒ کہتے ہیں کہ ''حتی یقوم'' میں حتی بقرینہ جواب ''ذلک یرید'' تعلیل کے لئے ہے اگر حتی کو غایت کے لئے کہا جائے تو سوال کے جواب میں ''ذالک یرید'' کہنا مناسب نہ ہوگا ''کانہ علی الرضف'' سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اشارہ تخفیف تشہد کی طرف تھا لہٰذا یہ حدیث واضح طور پر بتلا رہی ہے کہ حضور ﷺ چار رکعت اور تین رکعت والی نماز میں پہلے قعدہ میں زیادہ دیر تک نہ بیٹھتے درود اور دعا نہ پڑھتے تشہد پڑھتے ہی کھڑے ہو جاتے تھے جیسے کوئی رضف یعنی گرم پتھر پر زیادہ دیر بیٹھ نہیں سکتا جلد اٹھ کھڑا ہو جاتا ہے۔(حاشیة السندھی علی النسائی ومظاھر حق)

باب ترک التشہد الاول

بھولے سے تشہد اول ترک کر دینے کا بیان

اخبرنی یحیی بن حبیب بن عربی البصری قال حدثنا حماد بن زید عن یحیی عن عبدالرحمن الاعرج عن ابن بحینة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی فقام فی الشفع الذی کان یرید ان یجلس فیہ

فمضی فی صلاته حتی اذا کان فی آخر صلاته سجد سجدتین قبل ان یسلم ثم سلم.

حضرت ابن بحینہ ﷺ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے نماز پڑھی آپ ﷺ اس شفع میں کھڑے ہو گئے جس میں آپ ﷺ بیٹھنے کا ارادہ رکھتے اپنی نماز کو جاری رکھا حتی کہ جب آخری صلوٰۃ میں بیٹھے تو سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کئے پھر سلام پھیرا۔

اخبرنا ابو داؤد سلیمان بن سیف قال حدثنا وھب بن جریر قال حدثنا شعبة عن یحیی بن سعید عن عبدالرحمن الاعرج عن ابن بحینة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی فقام فی الرکعتین فسبحوا فمضی فلما فرغ من صلاته سجد سجدتین ثم سلم.

ابن بحینہ ﷺ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے نماز پڑھی دو رکعتوں میں کھڑے ہو گئے لوگوں نے ''**سبحان اللہ**'' کہا آپ ﷺ نے نماز کو پورا کیا جب نماز سے فارغ ہوئے تو دو سجدے کئے پھر سلام پھیرا۔

سجدہ سہو کا کیا حکم ہے بعد سلام ہے یا قبل سلام اس کی بحث آگے آرہی ہے ترک تشہد کا یہ واقعہ ظہر کی نماز میں پیش آیا تھا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اول تشہد ترک ہو جانے سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔

کتاب السهو

التكبير اذا قام من الركعتين

جب دو رکعتوں سے کھڑا ہو تکبیر کہنے کا بیان

اخبرنا قتيبة بن سعيد قال حدثنا ابوعوانة عن عبدالرحمن بن الاصم قال سئل انس بن مالک عن التكبير فى الصلاة فقال يكبر اذا ركع واذا سجد واذا رفع رأسه من السجود واذا قام من الركعتين فقال حطيم عمن تحفظ هذا فقال عن النبى صلى الله عليه وسلم وابى بكر وعمر رضى الله عنهما ثم سكت فقال له حطيم وعثمان قال وعثمان.

عبدالرحمٰن بن اصم سے روایت ہے کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے تکبیر فی الصلوٰۃ کے بارے میں سوال کیا گیا آپ نے جواب دیا تکبیر کہے جب رکوع کرے اور سجدہ کرے اور جب سر اٹھائے سجدے سے اور جب کھڑا ہو دو رکعتوں سے حطیم نے عرض کیا یہ حدیث آپ کس سے محفوظ رکھتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے بھی پھر خاموش رہے پس حطیم نے ان سے پوچھا اور عثمان سے بھی انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی۔

اخبرنا عمرو بن على قال حدثنا يحيى بن سعيد قال حدثنا حماد بن زيد قال حدثنا غيلان بن جرير عن مطرف بن عبدالله قال صلى على بن ابى طالب فكان يكبر فى كل خفض ورفع يتم التكبير فقال عمران بن حصين لقد ذكرنى هذا صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم.

مطرف بن عبداللہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی آپ ہر جھکاؤ اور اٹھاؤ میں تکبیر کہتے تھے اور تکبیر پوری کہتے تھے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیشک انہوں نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یاد دلائی۔

تشریح :بنوامیہ کے حکام نے خفض میں تکبیرات کو چھوڑ دیا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقصود اس سنت کا احیاء ہوگا اتمام تکبیر کی صورت یہ ہے کہ تکبیر قیام سے شروع کرے اور جب تک رکوع اور سجود میں پہنچے اس پورے انتقال میں تکبیر کہتا رہے دوم یہ کہ تکبیر پوری کہے اسے کاٹے نہیں کہ کچھ کہے اور کچھ چھوڑ دے۔

باب رفع اليدين للقيام الى الركعتين الاخريين

آخری دو رکعتوں کی طرف قیام کے وقت رفع یدین کا بیان

اخبرنا يعقوب بن ابراهيم الدورقى ومحمد بن بشار واللفظ له قالا حدثنا يحيى بن سعيد قال

حدثنا عبدالحمید بن جعفر قال حدثنی محمد بن عمرو بن عطاء عن ابی حمید الساعدی قال سمعته یحدث قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام من السجدتین کبر ورفع یدیه حتی یحاذی بهما منکبیه کما صنع حین افتتح الصلاۃ۔

حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت آخری دورکعتوں سے اٹھتے تو تکبیر کہتے اور دونوں ہاتھ اٹھاتے حتی کہ دونوں کندھوں کے برابر کرتے جیسا کہ نماز شروع کرتے وقت اٹھاتے۔

باب رفع الیدین للقیام الی الرکعتین الاخریین حذوالمنکبین

آخری دورکعتوں کی طرف قیام کے وقت دونوں ہاتھوں کو دونوں کندھوں کے برابر اٹھانے کا بیان

اخبرنا محمد بن عبدالاعلی الصنعانی قال حدثنا المعتمر قال سمعت عبیداللہ وهو ابن عمر عن ابن شهاب عن سالم عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه کان یرفع یدیه اذا دخل فی الصلاۃ واذا اراد ان یرکع واذا رفع رأسه من الرکوع واذا قام من الرکعتین یرفع یدیه کذالک حذو المنکبین۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اور جب دورکعتوں سے کھڑے ہوتے تو اسی طرح دونوں کندھوں کے برابر دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے۔

باب رفع الیدین وحمداللہ والثناء علیه فی الصلاۃ

نماز میں دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر اللہ کی حمد وثناء کرنے کا بیان

اخبرنامحمد بن عبداللہ بن بزیع قال حدثنا عبدالاعلی بن عبدالاعلی قال حدثنا عبیداللہ وهو ابن عمر عن ابی حازم عن سهل بن سعد قال انطلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلح بین بنی عمرو بن عوف فحضرت الصلاۃ فجاء المؤذن الی ابی بکر فامره ان یجمع الناس ویؤمهم فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخرق الصفوف حتی قام فی الصف المقدم وصفح الناس بابی بکر لیؤذنوه برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان ابوبکر لا یلتفت فی الصلاۃ فلما اکثر واعلم انه قد نا بهم شئی فی صلاتهم فالتفت فاذا هو برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فأومااليه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای کما انت فرفع ابوبکر یدیه فحمداللہ واثنی علیه لقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم رجع القهقری وتقدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلما انصرف قال لابی بکر مامنعک اذا ومأت الیک ان تصلی

فقال ابوبكر رضى الله عنه ما كان ينبغى لابن ابى قحافة ان يؤم رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قال للناس مابالكم صفحتم انما التصفيح للنساء ثم قال اذا نابكم شئى فى صلاتكم فسبحوا.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بنی عمرو بن عوف کے پاس تشریف لیے گئے تا کہ ان میں صلح کرادیں ادھر مسجد نبوی میں نماز کا وقت ہو گیا مؤذن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے فرمایا کہ آپ لوگوں کو جمع کر کے ان کی امامت فرمائیں پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آپ صفوں سے عبور کرتے ہوئے اگلی صف میں کھڑے ہو گئے لوگوں نے تالیاں بجا کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے تشریف لانے کی اطلاع دی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں ادھر ادھر التفات نہ فرماتے جب لوگوں نے بہت زیادہ تالیاں بجائیں تو سمجھ گئے کہ نماز میں ضرور کوئی چیز پیش آ گئی پھر التفات کیا تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں رسول اللہ ﷺ نے اشارہ سے ان کو بتلا دیا کہ اپنی جگہ پر قائم رہو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں ہاتھ اٹھائے اور رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد پر اللہ کی حمد وثناء کی پھر پیچھے کی طرف ہٹ گئے اور آگے بڑھے رسول اللہ ﷺ پھر نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب میں نے تمہاری طرف اشارہ کیا تو پھر کون عذر نماز پڑھانے سے مانع تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ابن ابی قحافہ کے واسطے مناسب نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی امامت کرے پھر حضور ﷺ نے فرمایا لوگوں سے کیا بات ہے کہ تم تالیاں بجاتے ہو تالی بجانا عورتوں کے واسطے ہے پھر فرمایا جب تمہیں نماز میں کوئی بات پیش آوے تو ''سبحان الله'' کہا کرو۔

امام نسائی نے ترجمہ میں ''وحمدالله والثناء عليه'' کا لفظ بڑھا کر اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اس موقع پر رفع یدین سے ہر جھکاؤ اور اٹھاؤ کا رفع یدین مراد نہیں جس کا ذکر روایات سابقہ میں آیا ہے بلکہ نبی کریم ﷺ کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم دینے سے ان کو جو امتیازی مقام اور شرف حاصل ہوا اس کا شکریہ ادا کرنے کے واسطے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی۔

باب السلام بالايدى فى الصلوٰة

نماز میں ہاتھوں سے سلام کرنے کا بیان

اخبرنا قتيبة بن سعيد قال حدثنا عبثر عن الاعمش عن المسيب بن رافع عن تميم بن طرفة عن جابر بن سمرة قال خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ونحن رافعوا يدينا فى الصلاة فقال مابالهم رافعين ايديهم فى الصلاة كانها اذناب الخيل الشمس اسكنوا فى الصلاة.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اس حال میں ہم اپنے ہاتھوں کو نماز میں سلام کے ساتھ اٹھانے والے ہیں یعنی دائیں وبائیں سلام کے وقت اپنے ہاتھوں سے اشارہ کر رہے تھے حضور ﷺ نے

فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو نماز میں اپنے ہاتھوں کو تیز گھوڑوں کے دموں کی طرح اٹھاتے ہیں نماز میں سکون اختیار کرو۔

اخبرنا احمد بن سلیمان قال حدثنا یحیی بن آدم عن مسعر عن عبیداللہ بن القبطیة عن جابر بن سمرة قال کنا نصلی خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنسلم بایدینا فقال مابال ہؤلآء یسلمون بایدیھم کانھا اذناب خیل شمس اما یکفی احدھم ان یضع یدہ علی فخذہ ثم یقول السلام علیکم السلام علیکم.

حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے پس ہم اپنے ہاتھوں سے سلام کرتے تھے حضور ﷺ نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے اپنے ہاتھوں سے سلام کرتے ہیں گویا ان کے ہاتھ سرکش گھوڑے کی دم کی طرح ہیں کیا ان کے لئے یہ کافی نہیں کہ اپنے ہاتھ کو ران پر رکھے پھر السلام علیکم السلام علیکم کہے۔

تشریح :علامہ ابن ہمام کہتے ہیں کہ عموم لفظ کا اعتبار ہے خصوص مورد کا اعتبار نہیں تو انکار بار بار ہاتھ اٹھانے کا ہے اس لئے ترک رفع یدین کا مسئلہ بھی اس حدیث کے تحت میں آجائے گا مزید بحث اس حدیث کے متعلق پیچھے رفع یدین کے باب میں دلائل حنفیہ کے بیان کے تحت گزر چکی ہے۔

باب رد السلام بالاشارة فی الصلاة

نماز میں اشارہ سے سلام کے جواب دینے کا بیان

اخبرنا قتیبة بن سعید قال حدثنا اللیث عن بکیر عن نابل صاحب العباء عن ابن عمر عن صھیب صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مررت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یصلی فسلمت علیہ فرد علی اشارة ولااعلم الاانہ قال باصبعہ.

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے مشہور صحابی ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے گزرا اس وقت آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا آپ ﷺ نے اشارہ سے جواب دیا لیث کہتے ہیں کہ مجھے یہی یاد پڑتا ہے کہ میرے شیخ بکیر نے لفظ ''باصبعہ'' کہا یعنی انگلی کے اشارہ سے جواب دیا۔

اخبرنا محمد بن منصور المکی قال حدثنا سفیان عن زید بن اسلم قال قال ابن عمر دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قباء لیصلی فیہ فدخل علیہ رجال یسلمون علیہ فسالت صھیبا وکان معہ کیف کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصنع اذا سلم علیہ قال کان یشیر بیدہ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ مسجد قباء میں نماز پڑھنے کی غرض سے داخل ہوئے تو چند آدمی حضور ﷺ کی

خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ کو سلام کرنے لگے میں نے صہیب سے پوچھا اور صہیب رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ تھے نبی ﷺ کس طرح جواب دیتے تھے جبکہ آپ ﷺ کو سلام کیا گیا تھا صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے (یعنی ہاتھ کے اشارہ سے جواب دیا)۔

اخبرنا محمد بن بشار قال حدثنا وهب یعنی ابن جریر قال حدثنا ابی عن قیس بن سعد عن عطاء عن محمد بن علی عن محمد بن علی عن عمار بن یاسر انه سلم علی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وهو یصلی فرد علیه.

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا جب کہ حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے تو حضور ﷺ نے سلام کا جواب دیا۔

اخبرنا قتیبة قال حدثنا اللیث عن ابی الزبیر عن جابر قال بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لحاجة ثم ادرکته وهو یصلی فسلمت علیه فاشار الی فلما فرغ دعانی فقال انک سلمت علیّ آنفا وانا اصلی وانما هو موجه یومئذ الی المشرق.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے کسی ضروری کام کے لئے بھیجا پھر میں نے آپ ﷺ کو اس حالت میں پایا کہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے اشارہ سے جواب دیا پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو مجھ کو بلایا اور فرمایا بیشک تم نے ابھی مجھ کو سلام کیا حالانکہ میں نماز پڑھ رہا تھا حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس روز جب حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے آپ ﷺ کا چہرہ مبارک مشرق کی طرف تھا (معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ سواری کے جانور پر سوار تھے)۔

اخبرنا محمد بن هاشم البعلبکی قال حدثنا محمد بن شعیب بن شابور عن عمرو بن الحارث قال اخبرنی ابو الزبیر عن جابر قال بعثنی النبی صلی اللہ علیه وسلم فاتیته وهو یسیر مشرقا او مغربا فسلمت علیه فاشار بیده ثم سلمت علیه فاشار بیده فانصرفت فنادانی یاجابر فنادانی الناس یاجابر فاتیته فقلت یا رسول اللہ انی سلمت علیک فلم ترد علی قال انی کنت اصلی.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ مجھ کو نبی ﷺ نے کسی کام کے واسطے بھیجا پس میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ حضور ﷺ جانب مشرق یا جانب مغرب تشریف لے جا رہے تھے میں نے حضور ﷺ کو سلام کیا حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا پھر سلام کیا تو حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا پس میں واپس ہونے لگا تو حضور ﷺ نے مجھے بلایا اے جابر ادھر آؤ اور لوگوں نے بھی بلایا میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا آپ نے جواب نہیں دیا یعنی لفظ کے ساتھ حضور ﷺ نے فرمایا بیشک میں نماز پڑھ رہا تھا۔

تشریح: ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں اشارہ سے سلام کے جواب دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اس

پر چاروں اماموں کا اتفاق ہے ہاں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کراہت کے ساتھ جائز ہے دوسرے ائمہ کے نزدیک نماز میں اشارہ سے سلام کا جواب دینا بدون کراہت کے جائز ہے لیکن زبان سے سلام کا جواب نہ دے کیوں کہ یہ کلام ہے اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

کوکب دری: ۱۶۶ پر باب ماجاء فی الاشارۃ فی الصلوٰۃ کے تحت فرمایا کہ نماز میں اشارہ سے سلام کے جواب دینے سے نہ فرض باطل ہوگا اور نہ نفل لیکن فرض میں مکروہ ہے نفل میں مکروہ نہیں اور نبی کریم ﷺ کا اشارہ سے جواب دینا جیسا کہ حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے جواز کی تعلیم دینے کے لئے تھا اور آخر عمر تک اس پر دوام فرمایا تا کہ منسوخ ہونے کا گمان پیدا نہ ہو۔

النهی عن المسح الحصی فی الصلٰوة

نماز میں کنکریوں کو مسح کرنے سے ممانعت کا بیان

اخبرنا قتيبة بن سعيد والحسين بن حريث واللفظ له عن سفيان عن الزهرى عن ابى الاحوص عن ابى ذر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قام احدكم فى الصلاة فلايمسح الحصى فان الرحمة تواجهه.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں داخل ہو جائے تو کنکری کو برابر نہ کرے اس لئے کہ رحمت اس کے سامنے ہوتی ہے۔

تشریح : مطلب حدیث کا یہ ہے کہ جب آدمی نماز شروع کرتا ہے تو اس پر رحمت نازل ہوتی ہے اور رحمت اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے لہٰذا ایسے مبارک وقت میں خشوع وخضوع کے منافی فعل کنکری کو برابر کرنے یا صاف کرنے میں مشغول ہو کر خود کو اس نعمت اور رحمت سے محروم رکھنا کسی عقلمند کے لئے بالکل موزوں ومناسب نہیں لیکن ضرورت کی صورت میں مثلاً جبکہ مصلی کو سجدہ کرنا ممکن نہ ہو یعنی کنکریوں پر سجدہ کرنے سے تکلیف ہو تو ایک مرتبہ برابر کر سکتا ہے بعض روایات میں آیا ہے کہ مت مسح کر کنکری کو جبکہ تو نماز میں ہو پھر اگر ضرور کرنے ہی والا ہے تو ایک بار۔ (رواه البخاری ومسلم وغيرهما)

معلوم ہوا کہ مجبوری اور ضرورت کی حالت میں ایک دفعہ کنکریوں کو برابر کرنا جائز ہے ورنہ مکروہ ہے۔

باب الرخصة فيه مرة

ایک مرتبہ برابر کر دینا جائز ہے

اخبرنا سويد بن نصر قال انبانا عبدالله بن المبارك عن الاوزاعى عن يحيى بن ابى كثير قال حدثنى ابو سلمة بن عبد الرحمن قال حدثنى معيقيب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان كنت

لابد فا علافمرة.

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں مجھ سے معیقیب بن ابی فاطمہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگرتو ضرور کرنے ہی والا ہے تو ایک مرتبہ یعنی ایک مرتبہ کنکریوں کو برابر کرنے کی اجازت ہے۔

تشریح: علامہ سندھی نے لکھا ہے کہ ''ان کنت الخ'' اول حدیث کا ٹکڑا ہے اور متعلق ہے مسح حصی کے ساتھ ورنہ صرف اتنا حصہ حدیث کا جو باب کے تحت نقل کیا گیا ہے تعین فعل پر دلالت نہیں کرتا۔ اول حصہ حدیث کا امام ابوداؤدؒ نے روایت کیا ہے ان کے الفاظ یہ ہیں ''**عن معیقیب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لاتمسح وانت تصلی فان کنت لابد فاعلافواحدة**'' اس سے واضح ہوگیا کہ ''ان کنت الخ'' کا تعلق مسح حصی کے ساتھ ہے۔

(کما قال علامة السندھی)

اور مسح حصی سے مراد تسویۃ الحصی ہے یعنی محل سجود کو درست کرنے کے لئے کنکریوں کو برابر کرنا بہر حال حدیث باب سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کنکریوں پر سجدہ کرنا ممکن نہ ہو تو قابل سجدہ بنانے کے لئے مسح حصی بلا کراہت جائز ہے اور بدون ضرورت کے مکروہ ہے کوکب دری میں ہے کہ بعض روایات میں مرتین کا لفظ آیا ہے بہر حال لفظ خواہ مفرد کا ہو یا تثنیہ کا عدد مقصود نہیں اور نہ اس پر رخصت موقوف ہے بلکہ رخصت کا دارومدار ضرورت پر ہے اگر ایک بار کے مسح سے محل سجدہ کی اصلاح ہوگئی تو دوسری بار سے احتیاط کرے ورنہ دوسری بار کی اجازت ہے۔

النهی عن رفع البصر الی السماء فی الصلاة

نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھانے کی ممانعت کا بیان

اخبرنا عبیداللہ بن سعید وشعیب بن یوسف عن یحیی وھو ابن سعید القطان عن ابی عروبة عن قتادة عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مابال اقوام یرفعون ابصارھم الی السماء فی صلاتھم فاشتد قولہ فی ذالک حتی قال لینتھن عن ذالک اولتخطفن ابصارھم.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں کو کیا ہوگیا کہ وہ نماز میں آسمان کی طرف اپنی نگاہیں اٹھاتے ہیں اس پر آپ ﷺ نے سخت وعید سنائی حتی کہ فرمایا لوگ اپنی نگاہیں اٹھانے سے باز رہیں ورنہ انؔ کی نگاہیں چھین لی جائیں گی۔

اخبرنا سوید بن نصر قال انبانا عبداللہ عن یونس عن ابن شھاب عن عبیداللہ بن عبداللہ ان رجلا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدثہ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا کان احدکم فی الصلاة فلایرفع بصرہ الی السماء ان یلتمع بصرہ.

حضرت عبیداللہ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ کے اصحاب میں سے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کوئی آدمی نماز میں ہوتو اپنی نگاہ آسمان کی طرف نہ اٹھائے تا کہ اس کی آنکھ اچکی نہ جائے۔

تشریح :ان روایات سے نماز کی حالت میں آسمان کی طرف رفع بصر کی ممانعت ثابت ہوتی ہے قاضی عیاضؒ نے کہا کہ نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھانے سے قبلہ سے ایک طرح کا اعراض اور ہیئت صلوٰۃ سے خروج لازم آتا ہے لہٰذا مکروہ ہے ابن بطالؒ نے کہا کہ نماز میں رفع بصر کی کراہت پر سب علماء کا اتفاق ہے اور خارج نماز میں دعا کے وقت آسمان کی طرف نگاہ اٹھانے میں اختلاف ہے قاضی شریح وغیرہ اس کو بھی مکروہ کہتے ہیں اور اکثر علماء اس کو جائز کہتے ہیں کیوں کہ آسمان دعاء کا قبلہ ہے جیسے کعبہ نماز کا قبلہ ہے۔(فتح الملهم)

باب التشديد فى الالتفات فى الصلاة

نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے پر وعید کا بیان

اخبرنا سويد بن نصر قال انبانا عبدالله بن المبارك عن يونس عن الزهرى قال سمعت ابا الاحوص يحدثنا فى مجلس سعيد بن المسيب وابن المسيب جالس انه سمع ابا ذر يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لايزال الله عزوجل مقبلا على العبد فى صلاته مالم يلتفت فاذا صرف وجهه انصرف عنه.

حضرت ابوذر ﷺ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بندہ جب نماز کی حالت میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر برابر متوجہ رہتا ہے جب تک کہ اِدھر اُدھر نہیں دیکھتا اور جب اپنے چہرہ کو اِدھر اُدھر پھیر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی توجہ اس سے پھیر لیتا ہے۔

اخبرنا عمروبن على قال حدثنا عبدالرحمن قال حدثنا زائدة عن اشعث بن ابى الشعثاء عن ابيه عن مسروق عن عائشة رضى الله عنها قالت سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الالتفات فى الصلاة فقال اختلاس يختلسه الشيطان من الصلاة.

حضرت عائشہ ﷺ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے التفات فی الصلوٰۃ کو پوچھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اچک لینا ہے شیطان اس کو بندے کی نماز میں سے اچک لیتا ہے۔

یعنی شیطان اس فعل التفات پر آمادہ کرتا ہے تو التفات کرنے سے شیطان بندے کی نماز سے اس کا کمال اچک لیتا ہے اس حدیث کو ابوالاحوص نے بھی مثل زائدہ کے روایت کیا ہے۔

اخبرنا عمرو بن علی قال حدثنا عبدالرحمن قال حدثنا ابو الاحوص عن اشعث عن ابیه عن مسروق عن عائشة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمثله.

ابوالاحوص نے بھی اشعث سے وہ اپنے والد سے وہ مسروق سے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث زائدہ کی طرح روایت کی ہے۔

اخبرنا عمرو بن علی قال حدثنا عبدالرحمن قال حدثنا حدثنا اسرائیل عن اشعث بن ابی الشعثاء عن ابی عطیة عن مسروق عن عائشة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمثله.

اسرائیل نے بھی اس حدیث مذکور کو اشعث بن ابی الشعثاء سے وہ ابی عطیہ سے وہ مسروق سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مثل ابوالاحوص کے روایت کی ہے۔

اخبرنا ھلال بن العلاء بن ھلال قال حدثنا المعافی بن سلیمان قال حدثنا القاسم وھو ابن معن عن الاعمش عن عمارة عن ابی عطیة قال قالت عائشة ان الالتفات فی الصلاۃ اختلاس یختلسه الشیطان من الصلاۃ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بیشک نماز میں التفات جھپٹا مار کر چھین لے جانا ہے شیطان اس کو بندے کی نماز سے چھین لیتا ہے۔

تشریح : حدیث باب سے معلوم ہوا کہ جب تک آدمی نماز میں ہے وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ برابر رحمت اور توجہ کے ساتھ اس پر متوجہ رہتا ہے بشرطیکہ ادھر ادھر مڑ کر نہ دیکھے اور جب مصلی بے اعتنائی کرتے ہوئے ادھر ادھر التفات کرتا ہے تو اللہ جل شانہٗ اپنی خصوصی توجہ اس سے پھیر لیتا ہے التفات فی الصلوٰۃ کی تین قسمیں ہیں اور ہر ایک کا حکم الگ الگ ہے ایک تو چہرہ موڑ کر ادھر ادھر دیکھنا یہ تو باتفاق اہل علم مکروہ ہے جس پر حدیث باب میں وعید آئی ہے کہ اللہ جل شانہ اپنی خصوصی توجہ پھیر لیتا ہے دوسری قسم آنکھوں کے گوشہ سے دائیں بائیں دیکھنا اس میں کوئی قباحت نہیں کیوں کہ ابن ماجہ وابن حبان وغیرہما کی روایات میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنے اصحاب کو گوشہ چشم سے ملاحظہ فرمایا کرتے تھے۔ تیسری التفات اس طرح کرنا کہ سینہ قبلہ رخ سے پھر گیا تو اس کی نماز بالاتفاق باطل ہوگئی۔

باب الرخصة فی الالتفات فی الصلوٰۃ یمینا وشمالا

نماز میں دائیں بائیں التفات جائز ہونے کا بیان

اخبرنا قتیبة قال حدثنا اللیث عن ابی الزبیر عن جابر انه قال اشتکی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فصلینا وراءه وھو قاعدا وابوبکر یکبر یسمع الناس تکبیرہ فالتفت الینا فرآنا قیاما فاشار الینا

فقعدنافصلينا بصلاته قعودا فلماسلم قال ان كنتم آنفاً تفعلون فعل فارس والروم يقومون على ملوكهم وهم قعود فلاتفعلوا ائتموا بائمتكم ان صلى قائما فصلوا قياما وان صلى قاعدا فصلوا قعوداً.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی حالانکہ آپ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ تکبیر کہتے سناتے تھے لوگوں کو حضور ﷺ کی تکبیر پس حضور ﷺ نے ہماری طرف التفات کیا تو ہم کو کھڑا دیکھا پس ہماری طرف اشارہ کیا تو ہم بیٹھ گئے پھر ہم بیٹھ کر آپ ﷺ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی جب سلام پھیرا تو فرمایا تم ابھی وہ فعل کر رہے ہو جو فارس اور روم والے کرتے ہیں یہ لوگ اپنے بادشاہوں کے روبرو کھڑے رہتے ہیں جبکہ وہ بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں تم ایسا نہ کرو تم اپنے اماموں کی اقتداء کرو اگر وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھیں تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور اگر بیٹھ کر نماز پڑھیں تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔

اخبرنا ابوعمار الحسين بن حريث قال حدثنا الفضل بن موسى عن عبدالله بن سعيد عن ابى هند عن ثور بن زيد عن عكرمة عن ابن عباس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يلتفت فى صلاته يمينا وشمالا ولايلوى عنقه خلف ظهره.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی نماز میں دائیں بائیں التفات کرتے تھے مگر گردن موڑ کر اپنی پشت کی طرف نہ دیکھتے۔

تشریح: حدیث پاک کے الفاظ ''فالتفت الینا'' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ سے بدون موڑنے گردن کے التفات کا جواز ثابت ہوتا ہے کہ اگر مصلی نے اپنی آنکھوں کے گوشہ سے دائیں بائیں نظر کی بغیر اپنی گردن پھیرنے کے تو اس میں کوئی حرج نہیں بہرحال احادیث سابقہ میں چونکہ التفات سے منع کیا گیا ہے اور اس پر وعید آئی ہے اس لئے اس باب کے تحت یہ حدیث لاکر امام نسائی نے بتلا دیا ہے کہ ایک التفات وہ ہے جس کے جواز میں کوئی کلام نہیں کیوں کہ اس کا جواز حضور ﷺ کے فعل سے ثابت ہو رہا ہے اور حضور ﷺ کا یہ التفات وملاحظہ بیان جواز کے لئے تھا اور اس پر آپ کو واجب کا ثواب ملتا تھا۔ (قالہ ابن حجرؒ) کیوں کہ حضور ﷺ کے ذمہ حد جواز کے درجہ کی چیزوں کا بیان واجب تھا خاص طور سے اطلاق نہی کے بعد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب قتل الحية والعقرب فى الصلاة

نماز میں بچھو اور سانپ مار ڈالنے کا بیان

اخبرنا قتيبة بن سعيد عن سفيان ويزيد وهو ابن زريع عن معمر عن يحيى بن ابى كثير عن ضمضم هوابن جوس عن ابى هريرة قال امر سول الله صلى الله عليه وسلم بقتل الاسودين فى الصلاة.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سانپ اور بچھو کو مارڈالنے کا حکم فرمایا۔

اخبرنا محمد بن رافع قال حدثنا سليمان بن داؤد ابوداؤد قال حدثنا هشام وهو ابن ابى عبدالله عن معمر عن يحيى عن ضمضم عن ابى هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم امر بقتل الاسودين فى الصلاة.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں اسودین یعنی سانپ اور بچھو کو ماردینے کا حکم فرمایا۔

تشریح: لفظ اسود ہر اس چیز کو بولا جاتا ہے جس میں سواد ہو وہ چیز کسی بھی جنس سے ہو پھر اس سانپ کو اسود کہا جانے لگا جس پر سیاہی کا غلبہ ہو لہٰذا جب لفظ اسود مطلق بولا جائے اور سانپ کو مقید نہ کیا جائے تو اس سے سیاہ رنگ کا سانپ سمجھا جاتا ہے اور حدیث میں سانپ اور بچھو کو اسودین بطور تغلیب فرمایا کیوں کہ سواد عقرب کی صفات سے نہیں اور نہ اسود عقرب کے اسماء سے ہے سیاہ سانپ کو عقرب پر غلبہ دیکر اسودین فرمایا اس حدیث کی بناء پر جمہور علماء کہتے ہیں کہ نماز میں سانپ بچھو کا قتل جائز ہے اب رہی یہ بات کہ نماز فاسد ہوگی یا نہیں اس میں کچھ تفصیل ہے چنانچہ بدائع میں ہے کہ نماز میں سانپ اور بچھو کو مارڈالنے سے نماز فاسد نہ ہوگی اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اقتلوا الاسودين الخ '' کہ ماردو سانپ بچھو کو نماز میں نیز ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ ایک بچھو نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈسا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جوتے سے اس کو ماردیا جس سے واضح ہوتا ہے کہ اس طرح کا فعل نماز میں مکروہ نہیں کیوں کہ اگر مکروہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز ایسا فعل نہ کرتے خاص طور سے نماز میں نیز اس وجہ سے بھی مارنا جائز ہے کہ نمازی ایسی صورت میں دفع اذیت کے لئے اس کے قتل پر مجبور ہے لیکن فقہاء کہتے ہیں کہ قتل کی اجازت اس صورت میں ہے جبکہ ایک ہی چوٹ سے مارنا ممکن ہو جیسا کہ حدیث مذکور میں آیا ہے کہ جس بچھو نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈسا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایک ہی ضرب سے ماردیا تھا لیکن اگر زیادہ ضربات سے مارے یا اس کو قتل کرنے کے لئے چل کر گیا تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ یہ عمل کثیر ہے جو اعمال صلوٰۃ میں سے نہیں بہرحال جمہور علماء ان میں سے حنفیہ اور شافعیہ بھی ہیں سانپ بچھو کے قتل کو عمل قلیل کے ساتھ مقید کرتے ہیں کہ ایک دو ضرب سے ان کا مارنا جائز ہے اور ابن العربیؒ نے کہا کہ سانپ بچھو کو مارڈالنا جائز ہے جبکہ ان سے اپنے نفس پر خوف ہو یا وہ مصلی کے قریب آرہے ہوں اور ماردینا بدون عمل کثیر کے ممکن ہو پس اگر ان سے خوف ہو اور وہ دور ہوں اور عمل کثیر سے ان کو ماردیا تو نماز فاسد ہو جائے گی از سرِ نو ادا کرے۔

(کوکب دری : ۱۷۱، ۱۷۲)

حمل الصبايا فى الصلاة ووضعهن فى الصلاة

نماز میں بچی کو اٹھانا اور اس کو اتاردینا

اخبرنا قتيبة قال حدثنا مالك عن عامر بن عبدالله بن الزبير عن عمرو بن سليم عن ابى قتادة ان

رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یصلی وهو حامل امامة فاذا سجد وضعها واذا قام رفعها.

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے تھے حالانکہ امامہ بنت ابوالعاص رضی اللہ عنہا کو کندھے پر اٹھائے رکھتے جب سجدہ کرتے اس کو زمین پر رکھ دیتے اور جب اٹھتے تو اس کو اٹھا لیتے۔

اخبرنا قتیبة قال حدثنا سفیان عن عثمان بن ابی سلمان عن عامر بن عبدالله بن الزبیر عن عمرو بن سلیم عن ابی قتادة قال رأیت النبی صلی الله علیه وسلم یؤم الناس وهو حامل امامة بنت ابی العاص علی عاتقه فاذا رکع وضعها فاذا فرغ من سجوده اعادها.

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ لوگوں کی امامت کرتے حالانکہ امامہ بنت ابی العاص کو اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے تھے جب رکوع کرتے اس کو رکھ دیتے اور جب سجدے سے فارغ ہوتے تو اس کو اٹھا لیتے۔

تشریح: یہاں پر شبہ یہ ہے کہ اس طرح کا اٹھانا اور اتارنا فعل کثیر ہوا اور اگر قلیل بھی ہو مکروہ ضرور ہوگا اس کے جواب میں علامہ خطابیؒ کہتے ہیں کہ اعادہ اور رفع کی نسبت حضور ﷺ کی طرف مجازاً ہے کیوں کہ حضور ﷺ کا امامہ کو اٹھانا قصداً نہ تھا بلکہ نہایت الفت کی وجہ سے اپنی عادت کے مطابق خود ہی نماز میں بھی آن کر حضور ﷺ سے چمٹ جاتی تھی اور حضور ﷺ کے کندھے پر بیٹھ جاتی تھی اور حضور ﷺ اس کو نہیں روکتے تھے لہٰذا یہاں پر بظاہر جو شبہ پیدا ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ نے نماز کی حالت میں عمل کثیر کیا ہے وہ درست نہیں۔ (مرقات: ۳/۸ مختصراً)

اور اکثر اہل علم نے حدیث باب کو اس پر محمول کیا ہے کہ امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا کو اٹھانے اور اتارنے کا عمل مسلسل اور متصل نہ تھا کیوں کہ حضور ﷺ کی نماز کے ارکان میں طمانیت موجود تھی لہٰذا اس رفع اور وضع کو فعل کثیر نہیں کہا جا سکتا عمل کثیر وہ ہے جو مسلسل ہو اور یہ فعل ایسا نہ تھا بعض مالکیہ نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور بعضوں نے کہا کہ شاید یہ چیز حضور ﷺ کے ساتھ مخصوص ہو مگر علامہ نوویؒ نے ان اقوال کو غیر صحیح اور باطل قرار دیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ فعل بیان جواز کے لئے کیا تھا جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

باب المشی امام القبلة خطی یسیرة

نماز میں قبلہ کے سامنے چند قدم چلنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی

اخبرنا اسحق بن ابراهیم قال حدثنا حاتم بن وردان قال حدثنا بردبن سنان ابوالعلاء عن الزهری عن عروة عن عائشة رضی الله عنها قالت استفتحت الباب ورسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی تطوعا والباب علی القبلة فمشی عن یمینه او عن یساره ففتح الباب ثم رجع الی مصلاه.

حضرت عائشہ ﷺ سے روایت ہے کہتی ہیں کہ میں نے دروازہ کھٹکٹایا دروازہ بند تھا اس وقت رسول اللہ ﷺ نفل نماز میں مشغول تھے اور دروازہ قبلہ کی جانب تھا تو حضور ﷺ نے دائیں طرف سے یا بائیں طرف سے چل کر دروازہ کھول دیا پھر واپس اپنے مصلی پر کھڑے ہو گئے۔

تشریح: یہ ایک واقعہ جزئیہ ہے کہ حضور ﷺ تہجد پڑھ رہے تھے حجرہ کا دروازہ بند تھا حضرت عائشہ ﷺ کے آنے پر دروازہ کھول دیا پھر الٹے پاؤں چل کر اپنی جائے نماز پر کھڑے ہو گئے تا کہ استقبال قبلہ برقرار رہے اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کی وجہ سے مشی قلیل سے نماز فاسد نہیں ہوتی (علماء نے لکھا ہے کہ حجرہ تنگ تھا دروازہ تک ایک دو قدم سے زیادہ چلنا نہ پڑتا) کیوں کہ نظر کرنے والا بناء کی صورت ملاحظہ کر کے قطعی یقین نہیں کر سکتا یہ شخص نماز میں نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بعض سلف کہتے ہیں کہ یہ روایت اور اس قسم کی دوسری روایت جیسے اوپر والی روایت اس زمانہ کی ہے جب کہ نماز میں بات چیت اور اس قسم کے حرکات ممنوع قرار نہیں پائے تھے۔

باب التصفيق فی الصلاة

نماز میں تالی بجانے کا بیان

اخبرنا قتيبة ومحمد بن المثنى واللفظ له قال حدثنا سفيان عن الزهرى عن ابى سلمة عن ابى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم قال التسبيح للرجال والتصفيق للنساء زاد ابن المثنى فى الصلاة.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تسبیح یعنی سبحان اللہ کہنا مردوں کے واسطے ہے اور تالی بجانا عورتوں کے واسطے ہے ابن المثنی کی روایت میں فی الصلوٰۃ کی زیادتی ہے یعنی نماز میں۔

اخبرنا محمد بن سلمة قال حدثنا ابن وهب عن يونس عن ابن شهاب قال اخبرنى سعيد بن المسيب وابوسلمة بن عبدالرحمن انهما سمعا اباهريرة يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التسبيح للرجال والتصفيق للنساء.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ کہتے تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سبحان اللہ کہنا مردوں کے واسطے ہے اور تالی بجانا عورتوں کے واسطے ہے۔

اس کی تشریح پیچھے گزر چکی ہے۔

باب التسبيح فی الصلوٰة

نماز میں سبحان اللہ کہنے کا بیان

اخبرنا قتيبة قال حدثنا الفضيل بن عياض عن الاعمش ح وانبانا سويد بن نصر قال انبانا عبدالله

عن سليمان عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم التسبيح للرجال والتصفيق للنساء.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز میں سبحان اللہ کہنا مردوں کے واسطے ہے اور تالی بجانا عورتوں کے واسطے ہے۔

اخبرنا عبيدالله بن سعيد حدثنا يحيی بن سعيد عن عوف قال حدثنی محمد عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال التسبيح للرجال والتصفيق للنساء.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ تسبیح مردوں کے واسطے ہے اور تالی بجانا عورتوں کے واسطے ہے۔

التنحنح فی الصلاة

نماز میں کھنکھارنا

اخبرنا محمد بن قدامة قال حدثنا جرير عن المغيرة عن الحارث العكلی عن ابی زرعة بن عمرو بن جرير قال حدثنا عبدالله بن نجیّ عن علی قال كان لی من رسول الله صلی الله عليه وسلم ساعة آتيه فيها فاذا اتيته استاذنت ان وجدته يصلی فتنحنح دخلت وان وجدته فارغاً اذن لی.

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک خاص وقت تھا میں اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اجازت مانگتا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے پاتا پس آپ کھنکھارتے تو میں داخل ہوتا اور اگر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فارغ پاتا تو مجھے گھر کے اندر آنے کی اجازت دیدیتے۔

اخبرنی محمد بن عبيد قال حدثنا ابن عياش عن مغيرة عن الحارث العكلی عن ابن نجيی قال قال علی كان لی من رسول الله صلی الله عليه وسلم مدخلان مدخل بالليل ومدخل بالنهار فكنت اذا دخلت بالليل تنحنح لی.

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ملاقات کے دو وقت تھے ایک تو رات کو ملنے کا دوسرا دن میں ملنے کا جب میں رات کو اندر داخل ہونے کا ارادہ کرتا تو آپ میرے واسطے کھنکھارتے۔

اخبرنا القاسم بن زكريا بن دينار قال حدثنا ابو اسامة قال حدثنی شرحبيل يعنی ابن مدرک قال حدثنی عبدالله بن نجی عن ابيه قال قال لی علی كانت لی منزلة من رسول الله صلی الله عليه وسلم لم تكن لاحد من الخلائق فكنت آتيه كل سحر فاقول السلام عليک يانبی الله فان تنحنح انصرفت الی اهلی والا دخلت عليه.

حضرت علی ﷺ کہتے ہیں کہ میرے واسطے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے وہ مقام تھا جومخلوق میں سے کسی کے واسطے نہ تھا پس میں آپ ﷺ کی خدمت میں ہرصبح کو حاضر ہوتا پھر کہتا ''السلام علیک یانبی اللہ''پس اگر کھنکھارتے تو میں اپنے گھر والے کی طرف لوٹ جاتا ورنہ آپ کے پاس چلا جاتا۔

تشریح: بلاغرض صحیح نماز میں کھنکھارنا مکروہ ہے اور ضرورت کے وقت کوئی حرج نہیں حدیث باب کا تعلق اس صورۃ ثانیہ سے ہے یہاں حدیث میں تعارض ہے پہلی روایت ''اذن فی الدخول ''پر دلالت کر رہی ہے اور آخری روایت عدم اذن پر اس کا کیا جواب ہے اس اشکال کے جواب میں علامہ سندھیؒ کہتے ہیں کہ بعض نسخوں میں بجائے'' تنحنح '' کے ''سبح '' ہے اور یہی لفظ مابعد کی روایت کے قرینہ سے زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کیوں کہ مابعد کی روایت ''فان تنحنح انصرفت الخ '' کھنکھارنا عدم اذن کی علامت بتلا رہی ہے اس وجہ سے سبح والی روایت قابل ترجیح ہے نیز ممکن ہے کہ کھنکھارنے کے دو طریقے ہوں ایک اجازت پر دلالت کرتا ہو دوسرا عدم اجازت پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فی هامشه علی النسائی : ۱/۱۳۵)

باب البكاء فى الصلاة

نماز میں رونے کا بیان

اخبرنا سويد بن نصر قال انبانا عبدالله عن حماد بن سلمة عن ثابت البنانى عن مطرف عن ابيه قال اتيت النبى صلى الله عليه وسلم وهو يصلى ولجوفه ازيز كأزيز المرجل يعنى يبكى.

مطرف اپنے والد سے بیان کرتے ہیں ان کے والد عبداللہ بن شخیر ﷺ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس حالت میں آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے تو حضور ﷺ کے سینہ مبارک سے گریہ وزاری کی وجہ سے آواز اس طرح گونج رہی تھی جیسا کہ دیگ کے اندر سے جوش مارنے کے وقت آواز پیدا ہوتی ہے۔

تشریح: یہ واقعہ رونے کا نفل نماز میں پیش آیا تھا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر رونے میں بغیر آواز کے آنسو جاری ہو جائے تو فقہاء کہتے ہیں مفسد صلوٰۃ نہیں واضح رہے کہ جن قلوب پر خوفِ الٰہی کا یہ عالم ہو تو کیسے ممکن ہے کہ ان سے کسی چھوٹی سی معصیت کا صدور بھی ہو جائے۔

باب لعن ابليس والتعوذ بالله منه فى الصلاة

نماز میں ابلیس پر لعنت کرنا اور اس سے اللہ کی پناہ چاہنے کا بیان

اخبرنا محمد بن سلمة عن ابن وهب عن معاوية بن صالح قال حدثنى ربيعة بن يزيد عن ابى

ادریس الخولانی عن ابی الدرداء قال قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فسمعناہ یقول اعوذ باللہ منک ثم قال العنک بلعنۃ اللہ ثلاثا وبسط یدہ کانہ یتناول شیئا فلما فرغ من الصلاۃ قلنا یارسول اللہ قد سمعناک تقول فی الصلاۃ شیأ لم نسمعک تقولہ قبل ذالک ورأیناک بسطت یدک قال ان عدو اللہ ابلیس جاء بشھاب من نار لیجعلہ فی وجھی فقلت اعوذ باللہ منک ثلاث مرات ثم قلت العنک بلعنۃ اللہ فلم یستأخر ثلاث مرات ثم اردت ان آخذہ واللہ لولادعوۃ اخینا سلیمان لا صبح موثقا بھا یلعب بہ ولدان اھل المدینۃ.

حضرت ابوالدرداء ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے پس میں نے آپ ﷺ سے یہ کہتے سنا اللہ کی پناہ چاہتا ہوں تجھ سے پھر فرمایا تجھ پر اللہ کی لعنت ہو تین بار فرمایا اور اپنے ہاتھ کو بڑھایا گویا کسی چیز کو پکڑ رہے ہیں جب نماز سے فارغ ہوئے ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ہم نے نماز میں آپ سے ایک کلمہ کہتے سنا جو اس سے پہلے کبھی نہیں سنا اور ہم نے دیکھا کہ آپ اپنا ہاتھ بڑھا رہے تھے فرمایا بیشک اللہ کا دشمن ابلیس آگ کا شعلہ لایا تا کہ اس کو میرے چہرے پر ڈالے پس میں نے کہا تین بار پناہ مانگتا ہوں اللہ کی تجھ سے پھر میں نے تین مرتبہ کہا لعنت کرتا ہوں تجھ پر اللہ کی لعنت کے ساتھ پھر بھی وہ نہ ہٹا پھر میں نے ارادہ کیا اس کو پکڑلوں قسم ہے اللہ کی اگر ہمارے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا نہ ہوتی تو البتہ شیطان صبح کرتا بندھا ہوا یعنی ستون مسجد سے بندھا ہوا صبح کرتا اس کے ساتھ اہل مدینہ کے لڑکے کھیلتے۔

تشریح: علامہ نوویؒ نے کہا کہ ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ صیغہ خطاب کے ساتھ اپنے غیر کے لئے دعاء کرنے سے نماز باطل ہوجاتی ہے جیسے کسی چھینکنے والے سے رحمک اللہ یا یرحمک اللہ کہا یا کسی نمازی کو سلام کیا اس کے جواب میں وعلیک السلام کہا تو نماز باطل ہوجاتی ہے لہٰذا یہ حدیث جس میں ابلیس پر صیغہ خطاب کے ساتھ بددعاء کرنے کا ذکر ہے تحریم کلام سے قبل پر محمول ہے یا یوں کہا جائے کہ دلیل جواز نبی ﷺ کا عمل ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے اور دلیل ممانعت حضور ﷺ کا قول ہے چنانچہ فرمایا "**ان ھذہ الصلوۃ لایصلح فیھا شئی من کلام الناس الخ**" اور تعارض کے وقت دلیل قولی زیادہ قوی ہوتی ہے عملی سے کما ہو مقرر فی الاصول اور بعضوں نے کہا کہ یہ چیز حضور ﷺ کی خصوصیات میں سے تھی حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ "**العنک بلعنۃ اللہ**" میں اللہ تعالیٰ سے تجھ پر ایسی لعنت مسلط کردینے کا سوال کرتا ہوں کہ جس سے بڑھ کر کوئی لعنت نہ ہو تو میرے سامنے سے دور ہوجا یا بوجہ دور کردینے تجھ کو اللہ تعالیٰ کے کہنے کے باوجود ابلیس نہ ہٹا پھر میں نے ارادہ کیا کہ ابلیس کو پکڑلوں اور مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون سے باندھ دوں مگر ایک خاص بات مانع تھی اس لئے ارادہ ترک کردیا اور وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا تھی "**رب ھب لی ملکاً لاینبغی لاحدٍ من بعدی**" اس سے واضح ہوگیا کہ انبیاء علیہم السلام میں وہ اخوۃ نبوت ہوتی ہے کہ ان میں ہر ایک دوسرے کے لئے ہمہ تن قابل احترام ہوتا ہے اس لئے کوئی نبی دوسرے نبی کے احترام کے خلاف ایک قدم بھی اٹھانا برداشت نہیں کرسکتا۔

الكلام فى الصلوٰة

نماز میں کلام کرنا کیسا ہے اس کا بیان

اخبرنا كثير بن عبيدقال حدثنا محمد بن حرب عن الزبيدى عن الزهرى عن ابى سلمة ان اباهريرة قال قام رسول الله صلى الله عليه وسلم الى الصلاة وقمنا معه فقال اعرابى وهو فى الصلاة اللهم ارحمنى ومحمداً ولاترحم معنا احدا فلما سلم رسول الله صلى الله عليه وسلم قال للاعرابى لقد تحجرت واسعا يريد رحمة الله عزوجل.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہو گئے ایک اعرابی نے کہا اس وقت وہ نماز میں تھے یا الٰہی رحم کر مجھ پر اور محمد پر (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم مت کر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوئے اس اعرابی سے فرمایا تو نے اللہ عزوجل کی وسیع رحمت کو تنگ کر دیا۔

اخبرنا عبدالله بن محمد بن عبدالرحمن الزهرى قال حدثنا سفيان قال احفظه من الزهرى قال اخبرنى سعيد عن ابى هريرة ان اعرابياً دخل المسجد فصلى ركعتين ثم قال اللهم ارحمنى ومحمدا ولاترحم معنا احدا فقال رسول الله صل الله عليه وسلم لقد تحجرت واسعا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بدو مسجد میں داخل ہوا پس دو رکعتیں پڑھیں پھر کہا یا الٰہی مجھ پر رحم کر اور محمد پر (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم مت کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک تو نے وسیع رحمت کو تنگ کر دیا۔

اخبرنا اسحق بن منصور قال حدثنا محمد بن يوسف قال حدثنا الاوزعى قال حدثنى يحيى بن ابى كثير عن هلال بن ابى ميمونة قال حدثنى عطاء بن يسار عن معاوية بن الحكم السلمى قال قلت يارسول الله انا حديث عهد بجاهلية فجاء الله بالاسلام وان رجالا منا يتطيرون قال ذالک شئى يجدونه فى صدورهم فلا يصدنهم ورجال منا ياتون الكهان قال فلا تاتو هم قال يارسول الله ورجال منايخطون قال كان نبى من الانبياء يخط فمن وافق خطه فذاک قال وبينا انا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الصلاة اذا عطس رجل من القوم فقلت يرحمک الله فحدقنى القوم بابصارهم فقلت واثكل امياه مالكم تنظرون الى قال فضرب القوم بايديهم على افخاذهم فلما رأيتهم يسكتونى لكنى سكت فلما انصرف رسول الله صلى الله عليه وسلم دعانى بابى وامى هو ماضربنى ولا كهرنى ولاسبنى مارايت معلما قبله ولابعده احسن تعليما منه قال ان صلاتنا هذا لايصلح فيها شئى من كلام الناس انما هو التسبيح والتكبير و تلاوة القرآن قال ثم اطلعت الى غنيمة لى ترعا ها جاريةلى فى قبل احد والجوانية وانى اطلعت فوجدت الذئب قد ذهب منها بشاة وانا رجل من بنى آدم اسف كما يأسفون فصككتها صكة ثم

انصرف الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرته فعظم ذالک علی فقلت یارسول اللہ افلا اعتقها قال ادعها فقال لها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم این اللہ عزوجل قالت فی السماء قال فمن انا قالت انت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انها مؤمنة فاعتقها.

حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ بیشک میں نومسلم ہوں اللہ نے ہم کو اسلام عطاء فرمایا اور بیشک ہم میں سے کچھ لوگ فال بدلتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایک چیز ہے جو اپنے دلوں میں بلا اختیار پاتے ہیں یعنی وہم ہے پس نہ باز رکھے ان کو یعنی کام سے باز نہ رہیں اس وہم کا شکار ہو کر اور کچھ لوگ ہم میں سے کاہنوں کے پاس جاتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے پاس مت جاؤ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ہم میں سے کچھ لوگ خط کھینچتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء میں سے ایک نبی تھے وہ خط کھینچتے تھے پس جس کا خط اس نبی کے خط کے مطابق ہو تو درست ہوگا (مگر یہ خبر کیسے ہو) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا جبکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں تھا اچانک قوم میں سے ایک شخص نے چھینکا میں نے کہا یرحمک اللہ پس لوگ مجھے گھورنے لگے میں نے کہا یعنی دل میں افسوس تمہیں کیا ہوگیا کہ مجھے گھور گھور سے دیکھتے ہو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا پس لوگ اپنے ہاتھوں کو اپنی رانوں پر مارنے لگے جب میں نے ان کو دیکھا کہ وہ مجھ کو چپ کرانا چاہتے ہیں (تو میں ان سے لڑنے کا ارادہ کرلیا بوجہ نہ معلوم ہونے برائی اس فعل کے جو میں نے کیا) لیکن میں چپ ہوگیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تو مجھے بلایا قربان ہو میرا باپ اور میری ماں ان پر نہ مارا مجھ کو نہ ڈانٹا اور نہ برا بھلا کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ایسے سکھلانے والے کو نہیں دیکھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت اچھا ہو تعلیم دینے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک ہماری اس نماز میں سوائے تسبیح اور تکبیر اور تلاوت قرآن کے لوگوں کی باتوں سے کوئی چیز درست نہیں حضرت معاویہ بن حکم کہتے ہیں کہ میری ایک لونڈی میری کچھ بکریاں جبل احد اور جوانیہ کے آس پاس چراتی تھی (جوانیہ جبل احد کے قریب ایک جگہ کا نام ہے) میں نے ان کی طرف دیکھا تو ریوڑ میں سے ایک بکری کو بھیڑیا لے جاتے ہوئے دیکھا اور میں بھی آدم کی اولاد میں سے ایک انسان غم وغصہ کرتا ہوں جیسا اور لوگ کرتے ہیں پس میں نے اس لونڈی کو طمانچہ مار دیا پھر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کی خبر دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے بڑا گناہ کیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو پھر کیا اس کو آزاد نہ کردوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو بلاؤ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لونڈی سے دریافت فرمایا اللہ عزوجل کہاں ہے اس نے جواب دیا آسمان پر پھر فرمایا میں کون ہوں اس نے کہا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک یہ لونڈی ایمان والی ہے اس کو آزاد کردو۔

اخبرنا اسماعیل بن مسعود قال حدثنا یحیی بن سعید قال حدثنا اسماعیل بن ابی خالد قال حدثنی الحارث بن شبیل عن ابی عمرو الشیبانی عن زید بن ارقم قال کان الرجل یکلم صاحبه فی الصلاة فی الحاجة علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی نزلت هذه الایت حافظوا علی

الصلوات والصلاة الوسطی وقوموا للہ قانتین فامرنا باالسکوت.

حضرت زید بن ارقم ﷺ کہتے ہیں کہ ہم میں سے بعض آدمی اپنے ساتھی سے نماز میں ضرورۃ کے وقت میں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بات چیت کرتا تھا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوگئی ''**حافظوا علی الصلوات**'' آخر تک پس ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اخبرنا محمد بن عبداللہ بن عمار قال حدثنا ابن ابی غنیۃ واسمہ یحیی بن عبدالملک والقاسم بن یزید الجرمی عن سفیان عن الزبیر بن عدی عن کلثوم عن عبداللہ بن مسعود وھذا حدیث القاسم قال کنت آتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یصلی فاسلم علیہ فیرد علی فاتیتہ فسلمت علیہ وھو یصلی فلم یرد علی فلما سلم اشار الی القوم فقال ان اللہ عزوجل یعنی احدث فی الصلاۃ ان لا تکلموا الا بذکراللہ ومایبنغی لکم وان تقوموا للہ قانتین.

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ سے روایت ہے ابن مسعود ﷺ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اس وقت آپ ﷺ نماز میں ہوتے تھے پس میں آپ ﷺ پر سلام کرتا آپ ﷺ سلام کا جواب دیتے پھر میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کو سلام کیا اس وقت آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے تو اس مرتبہ آپ ﷺ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا پھر جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا قوم کی طرف اشارہ فرمایا پھر فرمایا بیشک اللہ عزوجل نے نماز کے بارہ میں تازہ حکم نازل کیا ہے کہ تم نماز میں بات چیت مت کرو سوائے ذکر اللہ کے اور سوائے ذکر خدا کے کوئی اور کلام تمہارے لئے بالکل مناسب نہیں اور یہ کہ اللہ کے سامنے مؤدب کھڑے رہا کرو۔

اخبرنا الحسن بن حریث قال حدثنا سفیان عن عاصم عن ابی وائل عن ابن مسعود قال کنا نسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیرد علینا السلام حتی قدمنا من ارض الحبشۃ فسلمت علیہ فلم یرد علی فاخذنی ماقرب ومابعد فجلست حتی اذا قضی الصلاۃ قال ان اللہ عزوجل یحدث من امرہ مایشاء وانہ قد احدث من امرہ ان لایتکلم فی الصلاۃ.

حضرت ابن مسعود ﷺ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ پر سلام کرتے تھے اور آپ ہمارے سلام کا جواب دیتے تھے یہاں تک کہ ہم حبشہ کی سرزمین سے آگئے میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا آپ ﷺ نے جواب نہیں دیا پس حضور ﷺ کے جواب سلام نہ دینے کی وجہ سے مجھے سابقہ پریشانیوں اور اس نئی پریشانی نے گھیر لیا میں بیٹھ گیا یہاں تک کہ حضور ﷺ نماز پڑھ چکے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ اپنے حکم میں سے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ نے ایک نئی چیز کا حکم دیا کہ نماز میں بات چیت نہ کی جائے۔

تشریح: شروع اسلام میں نماز میں کلام کرنا جائز تھا بعض آدمی اپنے پاس والے سے بات چیت کر لیتا تھا اور بعض

آدمی اپنے بھائی کو کسی ضروری کام کے لئے کہہ دیتا تھا یہاں تک کہ آیت کریمہ ''وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ '' نازل ہوئی اور کھڑے ہوا کرو اللہ کے سامنے عاجز بنے ہوئے اور قانتین کی تفسیر حدیث میں خاموشی کے ساتھ آئی ہے اس آیت سے نماز میں ہر طرح کی باتیں کرنے کی ممانعت ہوئی چنانچہ عنوان کے تحت میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث جس کو ائمہ ستہ وغیرہم نے روایت کیا ہے اس سے نماز میں ہر قسم کا کلام حرام ہونا ثابت ہوتا ہے حتی کہ نماز کی حالت میں کسی چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہنا اور سلام کا جواب زبان سے دینا کلام الناس سے شمار کیا گیا ہے اس پر حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث دلالت کر رہی ہے لہٰذا اس سے نماز فاسد ہو جائے گی البتہ عنوان کے ذیل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس بدوی کا جو کلام نقل کیا ہے یعنی ''اللھم ارحمنی ومحمدا ولا ترحم معنا احداً'' وہ کلام الناس سے نہیں ہاں دعا ہے لیکن چونکہ ایسی دعاء نامناسب تھی اس لئے مصنف رحمہ اللہ نے اس کو بھی عنوان کے تحت بیان کر دیا۔ (کذا قال علامة السندھی رحمہ اللہ)

سوال یہ ہے کہ اس بدوی نے دعاء میں تنگ حوصلہ سے کیوں کام لیا دراصل بات یہ ہے کہ وہ شخص ایک ان پڑھ نو مسلم تھا بھلا اس کی سمجھ میں رحمت خداوندی کی وسعت کا تصور کہاں آسکتا تھا یہی اس کے بڑے خلوص کی بات تھی کہ اس نے رحمت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شرکت گوارہ کر لی مگر اس سے زیادہ شرکت وہ برداشت نہ کر سکا کہ اس بیچارہ کے گمان کے مطابق شرکاء کی تعداد جتنی بڑھتی جائیگی اس کا حصہ اتنا ہی گھٹتا جائے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھبرا مت رحمت خداوندی تو اس قدر وسیع ہے کہ ساری خلقت پر چھا جائے پھر بھی تنگ نہ ہو تو ہی اسے تنگ سمجھ رہا ہے ان الفاظ میں قرآنی لفظ وسعت رحمتی کی طرف اشارہ تھا۔

(ترجمان السنة)

مایفعل من قام من اثنتین ناسیا ولم یتشھد

جو شخص بھولے سے دو رکعت کے بعد بغیر تشہد پڑھے کھڑا ہو جائے اسے کیا کرنا چاہئے

اخبرنا قتیبة بن سعید عن مالک عن ابن شھاب عن عبدالرحمن الاعرج عن عبداللہ بن بحینة قال صلی لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکعتین ثم قام فلم یجلس فقام الناس معه فلما قضی صلاته ونظرنا تسلیمه کبر فسجد سجدتین وھو جالس قبل التسلیم ثم سلم.

حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں پھر آپ نہیں بیٹھے کھڑے ہو گئے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے پھر جب نماز پڑھ چکے اور ہم آپ کے سلام پھیرنے کے منتظر تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جلوس کی حالت میں سلام پھیرنے سے پہلے تکبیر کہی پھر دو سجدے کئے پھر آپ نے سلام پھیرا۔

اخبرنا قتیبة قال حدثنا اللیث عن یحیی بن سعید عن عبدالرحمن بن ھرمز عن عبداللہ بن بحینة عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انه قام فی الصلاة وعلیه جلوس فسجد سجدتین وھو جالس قبل

التسلیم .

حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نماز میں کھڑے ہو گئے جبکہ آپ کو بیٹھنا چاہئے تھا یعنی قعدہ اولیٰ میں نہیں بیٹھے کھڑے ہو گئے پھر قعود کی حالت میں سالم پھیرنے سے پہلے دو سجدے کئے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں سہو ونسیان حضور ﷺ کو بھی ہوتا تھا تا کہ لوگ مسائل اس کے سیکھیں چنانچہ اگر کسی کو نماز میں یہی صورت پیش آ گئی ہو جو حدیث میں بیان کی گئی تو سجدے سہو کے کرے امام شافعیؒ کے نزدیک سلام سے پہلے کرے حدیث باب سے ان کے مسلک کی تائید ہوتی ہے حنفیہ کا مسلک اس کے برعکس ہے تفصیل اسکی آگے آ رہی ہے۔

مایفعل من سلم من رکعتین ناسیا وتکلم

جو شخص بھولے سے دو رکعت کے بعد سلام پھیر دے اور کلام کرے تو ایسی صورت میں اسے کیا کرنا چاہئے

اخبرنا حميد بن مسعدة قال حدثنا يزيد وهو ابن زريع قال حدثنا ابن عون عن محمد بن سيرين قال قال ابوهريرة صلي بنا النبي صلى الله عليه وسلم احدى صلاتي العشي قال قال ابوهريرة ولكني نسيت قال فصلى بنا ركعتين ثم سلم فانطلق الى خشبة معروضة فى المسجد فقال بيده عليها كانه غضبان وخرجت السرعان من ابواب المسجد فقالوا قصرت الصلاة وفى القوم ابوبكر وعمر رضى الله عنهما فهاباه ان يكلماه وفى القوم رجل فى يده طول قال كان يسمى ذاليدين فقال يارسول الله انسيت ام قصرت الصلاة قال لم انس ولم تقصر الصلاة قال وقال اكما قال ذواليدين قالوا نعم فجاء فصلى مثل سجوده او اطول ثم رفع رأسه وكبر ثم كبر سجد مثل سجوده او اطول ثم رفع رأسه ثم كبر.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو نماز پڑھائی بعد زوال کے دو نمازوں میں سے ایک نماز یعنی ظہر یا عصر ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس نماز کی تصریح کی تھی لیکن میں بھول گیا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمارے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں پھر سلام پھیرا (یعنی تیسری رکعت کے لئے نہ اٹھے) پھر اس لکڑی کے پاس تشریف لے گئے جو مسجد میں پڑی ہوئی تھی پھر اس پر سہارا لگائے ہوئے بیٹھ گئے گویا غصے میں تھے اور جلد باز لوگ مسجد کے دروازوں میں سے نکل گئے صحابہ نے عرض کیا کیا نماز میں کمی آ گئی یعنی چار سے دو ہی ہو گئیں اور قوم میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے دونوں اس کے متعلق حضور ﷺ سے گفتگو کرنے سے ڈر گئے اور قوم میں ایک شخص تھا اس کے دونوں ہاتھ طویل تھے اس لئے اس کو ذوالیدین کہا جاتا تھا اس نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ بھول گئے یا نماز کم ہو گئی حضور ﷺ نے فرمایا نہ بھولا اور نہ کم ہوئی نماز پھر فرمایا کیا ذوالیدین جیسا کہتا ہے ایسا ہی واقع ہوا صحابہ کرام نے عرض کیا جی ہاں پھر حضور ﷺ آگے

بڑھے اور نماز پڑھی جو چھوڑ دی تھی پھر سلام پھیرا پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا مثل پہلے سجدوں کے یا اس سے زیادہ دراز پھر اپنا سر اٹھایا اور تکبیر کہی پھر تکبیر کہی پھر سجدہ کیا مثل پہلے سجدوں کے یا اس سے زیادہ طویل پھر اپنا سر اٹھایا پھر تکبیر کہی۔

اخبرنا محمد بن سلمة قال حدثنا ابن القاسم عن مالک قال حدثني ايوب عن محمد بن سيرين عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم انصرف من اثنتين فقال له ذواليدين اقصرت الصلاة ام نسيت يارسول الله فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اصدق ذو اليدين فقال الناس نعم فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى اثنتين ثم سلم ثم كبر فسجد مثل سجوده او اطول ثم رفع رأسه ثم سجد مثل سجوده او اطول ثم رفع.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو ذوالیدین نے آپ ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا آپ بھول گئے یا نماز میں کمی آ گئی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا ذوالیدین سچ کہتا ہے لوگوں نے کہا جی ہاں پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور دو رکعتیں پڑھیں پھر سلام پھیرا پھر تکبیر کہی پھر سجدہ کیا مثل پہلے سجدوں کے یعنی اس سجدے میں بھی اتنی دیر ٹھہرے جتنی دیر فرض کے سجدے میں ٹھہرے تھے یا اس سے زیادہ طویل پھر اپنا سر اٹھایا پھر سجدہ کیا مثل پہلے سجدوں کے یا اس سے زیادہ طویل پھر اپنا سر اٹھایا۔

اخبرنا قتيبة عن مالک عن داؤد بن الحصين عن ابي سفيان مولى ابن ابي احمد انه قال سمعت اباهريرة يقول صلى لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاة العصر فسلم في ركعتين فقام ذو اليدين فقال اقصرت الصلاة يارسول الله ام نسيت فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل ذالک لم يكن فقال قد كان بعض ذالک يا رسول الله فاقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم على الناس فقال اصدق ذواليدين فقالوا نعم فاتم رسول الله صلى الله عليه وسلم مابقي من الصلاة ثم سجد سجدتين وهو جالس بعد التسليم .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی تو آپ ﷺ نے دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو ذوالیدین کھڑے ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ کیا نماز کم ہو گئی یا آپ بھول گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان میں سے کچھ بھی نہیں ہوا ذوالیدین نے کہا یا رسول اللہ کچھ تو ہوا ہے پھر رسول اللہ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا ذوالیدین سچ کہتا ہے لوگوں نے کہا جی ہاں پھر رسول اللہ ﷺ نے بقیہ نماز پوری کی پھر دو سجدے کئے سلام پھیرنے کے بعد۔

اخبرنا سليمان بن عبدالله قال حدثني بهز بن اسد قال حدثنا شعبة عن سعد بن ابراهيم انه سمع ابا سلمة يحدث عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى صلاة الظهر ركعتين ثم سلم فقالوا اقصرت الصلاة فقام وصلى ركعتين ثم سلم ثم سجد سجدتين.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی دو رکعتیں پڑھیں پھر آپ ﷺ نے سلام پھیر دیا لوگوں نے کہا کیا نماز کم کردی گئی پھر کھڑے ہوئے اور دو رکعتیں پڑھیں پھر سلام پھیرا پھر دو سجدے کئے۔

اخبرنا عیسی بن حماد قال حدثنا اللیث عن یزید بن ابی حبیب عن عمران بن ابی انس عن ابی سلمة عن ابی ھریرة ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم صلی یوما فسلم فی رکعتین ثم انصرف فادرکه ذوالشمالین فقال یارسول اللہ انقصت الصلاۃ ام نسیت فقال لم تنقص الصلاۃ ولم انس قال بلی والذی بعثک بالحق قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اصدق ذوالیدین قالوا نعم فصلی بالناس رکعتین.

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن نماز پڑھی آپ ﷺ نے دو رکعت پر سلام پھیرا پھر جانے لگے تو ذوالشمالین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یارسول اللہ کیا نماز کم کردی گئی یا آپ بھول گئے حضور ﷺ نے فرمایا نہ کم کی گئی اور نہ میں بھولا ہوں ذوالشمالین نے کہا کیوں نہیں اس معبود کی قسم جس نے آپ ﷺ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے کچھ تو ضرور ہوا ہوگا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا ذوالیدین سچ کہتا ہے لوگوں نے کہا جی ہاں پھر حضور ﷺ نے لوگوں کو دو رکعتیں پڑھائیں۔

اخبرنا ھارون بن موسیٰ الفروی قال حدثنی ابوضمرة عن یونس عن ابن شھاب قال اخبرنی ابوسلمة عن ابی ھریرة قال نسی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فسلم فی سجدتین فقال له ذوالشمالین اقصرت الصلاۃ ام نسیت یارسول اللہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اصدق ذوالیدین قالوا نعم فقام رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فاتم الصلاۃ.

حضرت ابوہریرہ ﷺ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بھول گئے آپ ﷺ نے دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو ذوالشمالین نے آپ ﷺ سے کہا یارسول اللہ کیا نماز کم کردی گئی یا آپ بھول گئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا ذوالیدین سچ کہتا ہے لوگوں نے کہا جی ہاں پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور نماز کو پورا کیا۔

اخبرنا محمد بن رافع قال حدثنا عبدالرزاق قال انبانا معمر عن الزھری عن ابی سلمة بن عبدالرحمن وابی بکر بن سلیمان بن ابی حثمة عن ابی ھریرة قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الظھر او العصر فسلم فی رکعتین وانصرف فقال له ذوالشمالین بن عمرو انقصت الصلاۃ ام نسیت قال النبی صلی اللہ علیه وسلم مایقول ذو الیدین فقالوا صدق یانبی اللہ فاتم بھم الرکعتین اللتین نقص.

حضرت ابوہریرہ ﷺ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھی آپ ﷺ نے دو رکعت پر سلام پھیر دیا اور جانے لگے تو آپ ﷺ سے ذوالشمالین نے کہا کیا نماز کم کردی گئی یا آپ بھول گئے نبی ﷺ نے فرمایا کیا کہتا ہے ذوالیدین لوگوں نے عرض کیا وہ سچ کہتا ہے اے اللہ کے نبی پھر آپ نے لوگوں کے ساتھ وہ چھوڑی ہوئی دو رکعتیں پوری کیں۔

اخبرنا ابو داؤد قال حدثنا یعقوب قال حدثنا ابی عن صالح عن ابن شهاب ان ابابکر بن سلیمان بن ابی حثمة اخبره انه بلغه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم صلی رکعتین فقال له ذو الشمالین نحوه قال ابن شهاب اخبرنی هذا الخبر سعید بن المسیب عن ابی هریرة قال واخبرنیه ابوسلمة بن عبدالرحمن وابوبکر بن عبدالرحمن بن الحارث وعبیدالله بن عبدالله .

ابن شہاب زہریؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمہ نے بیان کیا کہ ان کو یعنی ابوبکرؒ کو اس واقعہ کی اطلاع پہنچی ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں پھر آپ سے ذوالشمالین نے عرض کیا الخ راوی حدیث نے مانند حدیث معمرؒ کے واقعہ بیان کیا۔

تشریح :عنوان کے تحت روایت کردہ حدیثوں میں کلام فی الصلوٰۃ کا ذکر آیا ہے اس لئے کہ ذوالیدین اور حضور ﷺ کے درمیان جو کلام ہوا وہ نماز کے دوران ہوا اس کے باوجود حضور ﷺ نے نماز ازسرِنو نہیں پڑھائی بلکہ سابقہ رکعتوں پر بناء فرمائی اس لئے یہ ایک اختلافی مسئلہ بن گیا کہ نماز میں اگر بات چیت کرے تو اس کا کیا حکم شرعی ہے یہاں اس کی وضاحت ضروری ہے امام شافعیؒ نے کلام خطا ونسیان کو مستثنیٰ کیا ہے یعنی اگر ایک شخص خطاء سے یہ سمجھے کہ نماز پوری کر چکا ہوں اور واقع میں نماز باقی ہے اور یہ سمجھ کر کلام کیا تو یہ کلام ان کے نزدیک مفسد صلاۃ نہیں امام مالکؒ اور امام احمدؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔

(کما صرح به النوویؒ)

ہاں امام شافعیؒ وغیرہ کے یہاں عمداً کلام سے نماز فاسد ہو جاتی ہے امام اوزاعیؒ کا قول یہ ہے کہ خاطی یا ناسی سے بحث نہیں جو کلام اصلاح صلوٰۃ کے لئے ہو وہ جائز ہے اگر چہ عمداً کیا جائے امام مالکؒ سے ایک روایت مثل قول امام اوزاعیؒ کے ہے امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ نماز میں بولنے سے خواہ عمداً ہو یا نسیان سے یا سہو سے خواہ اصلاح صلوٰۃ کی غرض سے ہو یا اصلاح کی غرض سے نہ ہو خواہ کلام تھوڑا ہو یا بہت بہرصورت نماز فاسد ہو جاتی ہے اور ایک روایت میں امام احمدؒ کا بھی یہی قول ہے۔

امام شافعیؒ وغیرہ اپنے مسلک پر حضرت ذوالیدین کی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جو باب کے تحت مذکور ہے امام شافعیؒ فرماتے ہیں یہاں نماز کے درمیان میں کلام ہوا اور یہ قصہ نماز میں کلام منسوخ ہونے کے بعد ہوا ہے اور یہاں کلام نسیان سے ہوا یعنی حضور ﷺ نے یہ سمجھ کر گفتگو کی تھی کہ نماز پوری کر چکا ہوں اور واقع میں نماز باقی ہے اور حضرت ذوالیدین خطاء سے یہ سمجھے دو رکعتیں منسوخ ہو چکی ہیں اب ہم نماز میں نہیں نماز سے فارغ ہو چکے ہیں اس لئے کلام کیا لہٰذا نماز فاسد نہیں ہوئی۔ اور امام اوزاعیؒ بھی اسی حدیث کو اپنے قول کی دلیل میں پیش کرتے ہیں کہ یہاں جو کلام ہوا خواہ ذوالیدین نے کیا یا حضور ﷺ نے یا قوم نے وہ سب اصلاح صلوٰۃ کے لئے تھا لہٰذا نماز فاسد نہیں ہوئی۔ امام ابوحنیفہؒ وغیرہ انہی احادیث سے استدلال کرتے ہیں جو اوپر کے عنوان الکلام فی الصلوٰۃ کے ذیل میں حضرت معاویۃ بن حکم سلمی اور حضرت زید بن ارقم اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ان روایات سے کلام کسی قسم کا ہو خطاء سے ہو یا نسیان سے ہو یا عمداً ہو اصلاح صلوٰۃ کی

غرض سے ہو یا کسی اور کے لئے بلاشبہ مفسد نماز ہونا ثابت ہوتا ہے اب سب کلام جو واقع ہوئے نسخ سے پہلے کے ہیں کیوں کہ تاریخ معلوم نہیں اور اصول ہے کہ جب ایک مسئلے میں نسخ واقع ہو چکا ہو تو جتنے جزئی واقعات اس نسخ کے خلاف ہوں گے ان کو قبل پر رکھیں گے جبکہ تاریخ غیر معلوم ہو اور یہاں ایسا ہی ہے اس پر شافعیہ کہتے ہیں کہ ناقل واقعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خود حضرت ذوالیدین کے واقعہ میں موجود تھے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ۷ھ میں اسلام لائے لہٰذا یہ واقعہ ۷ھ کے بعد ہی کا ہو سکتا ہے اس سے پہلے کا نہیں ہو سکتا کیوں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "صلی بنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم" اور بعض طرق میں "صلی لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کے الفاظ مروی ہیں تو اس سے ظاہر ہوا کہ یہ نسخ کلام کے بہت مدت بعد کا قصہ ہے کیوں کہ کلام شروع ہجرت میں قبل واقعہ بدر منسوخ ہو چکا ہے لہٰذا حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ وغیرہ کی احادیث اس واقعہ ذوالیدین کے لئے ناسخ نہیں ہو سکتیں حنفیہ اس واقعہ کو قبل واقعہ بدر کا کہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ذوالیدین غزوہ بدر میں شہید ہو چکے شافعیہ نے کہا کہ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ "صلی بنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ" کیسے کہہ رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ ذوالیدین شہید نہیں ہوئے بلکہ شہید ذوالشمالین ہوئے حنفیہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں ایک ہیں اور جب ایک ہی ہیں تو ضرور شہید ہو چکے اس کے لئے قرینہ یہ ہے کہ نسائی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں زہریؒ نے دونوں لقب جمع کر دیئے ہیں (عنوان کے تحت کی ساتویں حدیث اور چھٹی میں) اور ذوالشمالین کے بیان کے ساتھ ہی ان کو ابن عمرو بھی کہا گیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ذوالیدین وہی ذوالشمالین دونوں ایک ہی ہیں اس پر بعض شافعیہ نے یہ اشکال کیا ہے کہ امام زہریؒ ذوالشمالین کے ذکر میں متفرد ہیں لیکن درحقیقت یہ اعتراض غیر معقول ہے کیوں کہ خود نسائی میں ہے عمران بن انس نے امام زہری کی متابعت کی ہے چنانچہ عنوان کے تحت میں پانچویں حدیث جو عیسیٰ بن حماد کے طریق سے مروی ہے اس میں عمران بن ابی انس نے امام زہری کے موافق روایت کی اس کی سند کے بارے میں علامہ ابن الترکمانیؒ نے الجوہر النقی میں لکھا ہے "ھذا سند صحیح علی شرط مسلم" کہ اس حدیث کی سند شرط امام مسلم کے مطابق صحیح ہے نیز اس متابعت کو امام طحاویؒ نے معانی الآثار میں ربیع المؤذن کے طریق سے روایت کیا ہے اس کی سند بھی صحیح ہے اس سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ذوالیدین اور ذوالشمالین ایک ہی شخص کے دو لقب ہیں اور یہ غزوہ بدر میں شہید ہو چکے تھے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس قصہ سہو میں حاضر نہ تھے اب رہی یہ بات کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ جو "صلی بنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کہہ رہے ہیں جس سے بظاہر ان کا اس واقعہ میں موجود ہونا معلوم ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو بات اپنے ہم جنس کے ساتھ واقع ہوتی ہے اس کو اپنی طرف منسوب کرنا زبان کا محاورہ ہے تو یہاں بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسی کے موافق کہا ہو تو ان کی مراد یہ ہے کہ ہم یعنی اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو باعتبار جماعت مسلمین کے یہ کلام استعمال کیا جیسے حدیث نزال بن سبرہؓ میں ہے "قال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا وایاکم کنا ندعی بنی عبد مناف الخ" دیکھئے حضرت نزال نے کہا کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حالانکہ نزال نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا بھی نہیں پس مراد یہ کہ ہماری قوم کو کہا اسی طرح طاؤسؒ کا قول

ہے کہ ''قدم علینا معاذ بن جبل فلم یأخذ من الخضر وات شیئا ''اس کلام سے ان کی مراد یہ ہے کہ ہمارے ملک پر امیر ہو کر آئے تو ساگ ترکاریوں سے کچھ زکوۃ نہیں لی اس لئے کہ طاؤس تو پیدا بھی نہ ہوئے ہوں گے جب حضرت معاذ ﷺ کو آنحضرت ﷺ نے یمن پر بھیجا تھا۔ اور بھی ایسی بہت سی مثالیں صاحب معارف السنن نے پیش کی ہیں جن میں روایت کرنے والے خود قصہ کے وقت حاضر نہ تھے مگر وہ جمع متکلم کا صیغہ استعمال کرتے ہیں جس سے مراد جماعت مسلمین ہوتی ہے یہی صورت حضرت ابو ہریرہ ﷺ کی ذوالیدین والی روایت میں بھی ہوئی ہے لہٰذا حضرت معاویہ بن حکم سلمی ﷺ اور حضرت زید بن ارقم ﷺ وغیرہما کی احادیث مذکورہ حضرت ابو ہریرہ ﷺ کی اس حدیث کے لئے جس میں ذوالیدین کا قصہ مذکور ہے ناسخ بن سکتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بعض حضرات نے اس حدیث کے جواب میں دوسرا راستہ اختیار کیا ہے جیسے شیخ ابو بکر جصاصؒ نے جو بہت بڑے محدث و مفسر و امام ہیں احکام القرآن میں آیت مبارکہ ''وقوموا للہ قانتین'' کے تحت میں ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا ہے اس کو علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے نقل کیا ہے اور خوب عمدہ طرز سے نقل کیا ہے جس نے شیخ موصوف کا استدلال مزید طاقتور بنا دیا علامہ عثمانی کہتے ہیں کہ شیخ موصوف کی تقریر سے پہلے یہ مقدمہ سمجھ لیں کہ حدیث ذوالیدین میں جو کلام ہوا یہاں کئی جگہ کلام ہوا اول ذوالیدین نے کہا یا رسول اللہ ''اقصرت الصلوٰۃ ام نسیت'' یہ کیا سمجھ کر کہا تو شوافع کہتے ہیں کہ یہ سمجھ کر کہا کہ دو رکعت کا نسخ ہو چکا ہے اور سمجھے کہ ہم نماز سے فارغ ہو چکے ہیں اس لئے کلام کیا چنانچہ یہی تقریر کتاب الام میں کی گئی ہے لیکن یہ سوال اقصرت الصلوٰۃ بتلاتا ہے کہ ذوالیدین کو تردد ہے ورنہ سوال کیسا تو متردد اگر کلام کرے تو امام شافعیؒ کے نزدیک بھی یہ کلام خاطی کا نہیں ہے اور اگر تسلیم کر لیں کہ اس کو یقین تھا قصر کا تو آگے حضور ﷺ فرماتے ہیں ''لم تقصر ولم انس'' تو حضور ﷺ کا کلام بیشک خاطی کا ہے اس کے بعد ذوالیدین کہتے ہیں ''بلی قد نسیت یا رسول اللہ'' یہ کلام خاطی کا ہے یا ناسی کا یا عامد کا حافظ ابن حجرؒ وغیرہ نے بہت کوشش کی کہ اس کا جواب دیں مگر ''بلی قد نسیت یا رسول اللہ'' کا جواب نہ دے سکے کیوں کہ یہ کلام عامد کا ہے اس کے بعد حضور ﷺ نے پوچھا ''اصدق ذوالیدین قالوا نعم'' تو اب کلام صحابہ بلا احتمال عامد کا کلام ہے کیوں کہ حضور ﷺ نے جب فرمایا ''لم تقصر'' تو سب نے سمجھ لیا کہ قصر تو ہے نہیں ہاں اب نسیان متعین ہے اس کا کچھ جواب دیا ہے کہ ابوداؤد میں روایت ہے ''فاومؤا ای نعم'' اس سے معلوم ہوا کہ جیسا کہ شافعیہ کہتے ہیں کہ اشارہ سے بتایا زبان سے کچھ نہیں بولے مگر ایک روایت میں آیا ہے ''فقالوا نعم'' اور ایک اور روایت میں آیا ہے ''فقالوا صدق یا نبی اللہ'' تو ''قالوا نعم'' کو چھوڑ کر ''فاومؤا'' کو لے لیا کیوں صاحب یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ قول بھی ہوا ہو اور اشارہ بھی تو جب ایک روایت میں اشارہ ہے اور سب میں قول تو قول کو کیوں نہیں لیتے اچھا بقول آپ کے صحابہ کا کلام اشارہ سے تھا مگر ذوالیدین کے کلام کا جواب اب تک کسی کتاب میں نہیں دیکھا تو اس تفصیل کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ واقعہ دونوں مسلکوں میں سے (ایک امام شافعیؒ کا مسلک دوسرے امام اوزاعی کا) امام اوزاعی کے مسلک پر درست ہو سکتا ہے اور یہی متعین ہے امام شافعی

کے مسلک کے لئے کوئی صورت نہیں اب مسلک امام اوزاعی کے مطابق یہ کلام فی الصلوٰۃ بعد نسخ کلام کے ہے اور اصلاح صلوٰۃ کے لئے اس وقت تک کلام جائز رہا لیکن کیا یہ حصہ ہمیشہ باقی رہا یا یہ بھی منسوخ ہوگیا اس کے لئے امام ابوبکر رازی حنفیؒ کی تقریر نقل کرتا ہوں امام موصوف کہتے ہیں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "من نابه فی صلوته شئی فلیقل سبحان الله انما التصفیق للنساء والتسبیح للرجال" نیز سفیانؒ نے زہریؒ سے وہ ابوسلمہؒ سے وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا "التسبیح للرجال والتصفیق للنساء" یعنی اگر نماز میں کوئی بات پیش آوے تو مرد سبحان اللہ کہہ دے اور عورت دائیں ہاتھ کو بائیں کی پشت پر مارے تا کہ امام متنبہ ہوجائے تو ان روایات میں جبکہ نماز میں کوئی واقعہ پیش آئے لوگوں کو نماز میں کلام کرنے سے حضور ﷺ نے منع فرمایا اور تسبیح کا حکم دیا اب جس وقت ذوالیدین کا قصہ پیش آیا تھا اس وقت یہ حکم ہو چکا تھا یا نہیں اگر ہو چکا تھا تو کیا سارے صحابہ کرام تارک عمل تھے کہ کسی نے بھی بذریعہ تسبیح مطلع نہیں کیا اور نہ حضور ﷺ نے صحابہ کے ترک تسبیح پر کوئی انکار کیا اس کی کیا وجہ ہے معلوم ہوا کہ پہلے حکم نہیں ہوا ذوالیدین کا قصہ صحابہ کو تسبیح کی تعلیم دینے سے پہلے کا قصہ ہے کیوں کہ اگر اس واقعہ سے پہلے تسبیح کا ضابطہ مشروع ہو چکا تھا تو صحابہ ضرور تسبیح کے ذریعہ حضور ﷺ کو مطلع کرتے حضور ﷺ کی ہدایت کی مخالفت کر کے دوسری چیز ہرگز اختیار نہ کرتے اور اگر اس حال میں صحابہ کرام نے تسبیح مامور بہ کو ترک کر کے کلام ممنوع کو اختیار کیا تھا تو اس پر حضور ﷺ ضرور انکار فرماتے لیکن اس موقع پر صحابہ کی بات چیت پر کوئی انکار نہیں فرمایا لہذا یقینی طور پر قلب گواہی دیتا ہے کہ ذوالیدین کا قصہ کلام ممنوع ہونے سے پہلے کا تھا اس وقت تک "من نابه فی صلوته شئی الخ" میں جس حکم کی تعلیم دی وہ مشروع نہیں ہوا تھا پس چونکہ اس وقت تک صحابہ کرام کو اطلاع کا طریقہ معلوم نہ تھا اس لئے مضطرب تھے کہ جب سلام پھیریں تو عرض کریں کہ یا قصر ہے یا نسیان تو کلام اصلاح صلوٰۃ کے لئے ہے لیکن بقاء کہاں رہا جب کہ حضور ﷺ نے تدبیر بتلا دی اس ارشاد مبارکہ میں جو اوپر مذکور ہوا تو اب اصلاح صلوٰۃ کے لئے کلام کی طرف کیا احتیاج رہی لیکن کوئی کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ تسبیح کا حکم قصۂ ذی الیدین سے پہلے ہو چکا تھا لیکن اس کے باوجود ممکن ہے کہ تسبیح کے ذریعہ حضور ﷺ کو اس لئے مطلع نہ کیا ہو کہ صحابہ کرام سمجھے ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ پر فرائض نازل ہوتے رہتے ہیں ایک فرض کے بعد دوسرا فرض دوسرے کے بعد تیسرا اسی طرح نازل ہوتے رہتے ہیں جو فرض نہ تھا وہ آپ پر فرض کر دیتے ہیں اور تخفیف کر دیتے ہیں بعض فرض کو کبھی کبھی نماز کے دوران نسخ ہوتا تھا جیسے تحویل قبلہ نماز کے دوران واقع ہوئی اس لئے حدیث میں جو حضور ﷺ نے فرمایا "من نابه فی صلوته شئی الخ" وہ حکم حضور ﷺ کے لئے نہیں دیگر اماموں کے لئے ہے اس لئے بے ادبی سمجھے کہ ذوالیدین کے قصہ میں تسبیح کے ذریعہ حضور ﷺ کو تنبیہ کریں اس لئے سکوت کیا کہیں ایسا نہ ہو ہم تو یہ سمجھیں کہ حضور ﷺ کو سہو ہوا اور وہاں حکم ہی بدل چکا ہو بہر حال یہاں یہ شبہ بیشک موجود ہے لہذا جب تک ایسی چیز سامنے نہ آجائے کہ حضور ﷺ بھی اسی میں شامل رہیں اس وقت تک امام جصاصؒ کی تقریر مذکور درست نہ ہوگی تو اس بارے میں علامہ عثمانیؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ

جب یہ تمام واقعہ ہو چکا تو حضور ﷺ نے بعد نماز فرمایا "لو حدث فی الصلوٰة شئی انبأتکم به ولکن انا بشرا نسی کما تنسون فاذا نسیت فذکرونی الحدیث رواه الشیخان" نیز ایک حدیث مصنف عبدالرزاق کی ہے جو کنز العمال میں ان الفاظ کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "خرج النبی صلی الله علیه وسلم یوما الی المسجد فقال این الفتی الدوسی فقیل هو ذاک یارسول الله یوعک فی آخر المسجد فاتانی النبی صلی الله علیه وسلم فمسح علی رأسی وقال لی معروفاً ثم اقبل علی الناس فقال ان انا سهوت فی صلوٰة فلیسبح الرجال ولتصفق النساء" تو ان روایات میں حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سمجھا دیا کہ تم اپنی طرف سے احتمال شریعت مت نکالو اور اس کا خیال مت کرو کہ تغیر حکم ہوا اسے تو میں خود بیان کر دوں گا بلکہ جب میں بھول جاؤں تو تم تسبیح کے ذریعہ تذکیر و تنبیہ کرو کیوں کہ میں بھی بشر ہوں جیسے تم بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں تو اس حدیث میں عام ضابطہ بیان فرما دیا کہ مثل دیگر ائمہ کے مجھے بھی تذکیر کرو جب کہ میں بھول جاؤں تو اس ارشاد کے بعد صحابہ کرام کو معلوم ہو گیا کہ حضور ﷺ اس حکم سے جو حدیث "من نابه فی صلوٰته شئی الخ" میں بیان فرمایا مستثنیٰ نہیں اب میرا سوال یہ ہے کہ ذوالیدین کا قصہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور سے پہلے کا ہے یا بعد کا اگر پہلے کا ہے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیثوں سے اس کا نسخ ہو گیا اور اگر یہ حدیثیں پہلے کی ہیں اور ذوالیدین کا قصہ بعد کا ہے تو پھر تمام صحابہ پر الزام ہے کہ حضور ﷺ کے اس حکم کے بعد تمام صحابہ خاموش ہیں اور کوئی تسبیح اور تصفیق نہیں کرتے حضور ﷺ اپنے لئے حکم دیں کہ اگر میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد کرا دیا کرو اور صحابہ تنبیہ و تذکیر نہیں کرتے تو خلاف حکم نبوی ہے جس کا صحابہ کرام سے تصور تک نہیں ہو سکتا یہ تقریر سوائے امام جصاص کے اور کسی حنفی نے پیش نہیں کی شاید اسی شبہ کی وجہ سے چھوڑا ہو لیکن علامہ عثمانیؒ نے شیخ جصاص کی تقریر کو جس عمدہ انداز سے بیان کیا ہے اس سے ان شبہات کا قلع قمع ہو گیا۔

جامع کہتا ہے کہ حضرت ذوالیدین کے اس واقعہ کے جواب میں سب سے بہتر تقریر یہی ہے جو علامہ عثمانیؒ نے شیخ ابو بکر جصاصؒ کے حوالہ سے مع اپنی طرف سے اضافہ کے نفیس انداز سے بیان کی ہے۔

ذکر الاختلاف علی ابی هریرة فی السجدتین

قصہ ذی الیدین میں سہو کے دو سجدے کے بارے میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والوں میں جو اختلاف ہے اس کا بیان

اخبرنا محمد بن عبدالله بن عبدالحکم قال حدثنا شعیب قال انبانا اللیث عن عقیل قال حدثنی ابن شهاب عن سعید وابی سلمة وابی بکر بن عبدالرحمن وابن ابی حثمة عن ابی هریرة انه قال لم یسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم یومئذٍ قبل السلام ولا بعده.

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قصہ ذوالیدین کے وقت نہ سلام سے پہلے سجدے کئے اور نہ سلام کے بعد۔

اخبرنا عمرو بن سواد بن الاسود بن عمرو قال حدثنا عبدالله بن وهب قال انبانا الليث بن سعد عن يزيد بن ابی حبيب عن جعفر بن ربيعة عن عراک بن مالک عن ابی هريرة ان رسول الله صلی الله عليه وسلم سجد يوم ذی اليدين سجدتين بعد السلام .

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے قصہ ذی الیدین کے وقت سلام کے بعد دو سجدے کئے۔

اخبرنا عمرو بن سواد بن الاسود قال اخبرنا ابن وهب قال انبانا عمرو بن الحارث قال حدثنا قتادة عن محمد سيرين عن ابی هريرة عن رسول الله صلی الله عليه وسلم بمثله.

محمد بن سیرینؒ نے بھی حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے وہ رسول اللہ ﷺ سے مثل حدیث عراک بن مالک کے روایت کی ہے۔

اخبرنا عمرو بن عثمان بن سعيد بن كثير بن دينار قال حدثنا بقية قال حدثنا شعبة قال وحدثنی ابن عون وخالد الحذاء عن ابن سيرين عن ابی هريرة ان النبی صلی الله عليه وسلم سجد فی وهمه بعد التسليم.

حضرت ابن سیرینؒ حضرت ابو ہریرہ ﷛ کی روایت سے بیان کرتے ہیں کہ بیشک نبی ﷺ نے اپنے سہو میں سلام کے بعد سجدے کئے۔

اخبرنا محمد بن يحيیٰ بن عبدالله النيسابوری قال حدثنا محمد بن عبدالله الانصاری قال اخبرنی اشعث عن محمد بن سيرين عن خالد الحذاء عن ابی قلابة عن ابی المهلب عن عمران بن حصين ان النبی صلی الله عليه وسلم صلی بهم فسها فسجد سجدتين ثم سلم.

حضرت عمران بن حصین ﷛ سے روایت ہے کہ بیشک نبی ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی آپ بھول گئے پس دو سجدے کئے پھر آپ ﷺ نے سلام پھیرا۔

اخبرنا ابو الاشعث عن يزيد بن زريع قال حدثنا خالد الحذاء عن ابی قلابة عن ابی المهلب عن عمران بن حصين قال سلم رسول الله صلی الله عليه وسلم فی ثلاث ركعات من العصر فدخل منزله فقام اليه رجل يقال له الخرباق فقال يعنی نقصت الصلاة يارسول الله فخرج مغضبا يجر رداءه فقال اصدق قالوا نعم فقال فصلی تلک الركعة ثم سلم ثم سجد سجدتيها ثم سلم.

حضرت عمران حصین ﷛ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کی تین رکعتوں میں سلام پھیرا پھر اپنے گھر میں داخل

ہوئے ایک آدمی آپ ﷺ کے پاس گیا اسے خرباق کہا جاتا تھا اس نے کہا یا رسول اللہ کیا نماز کم ہوگئی پھر آپ ﷺ غصے میں اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے نکلے اور لوگوں سے پوچھا کیا یہ سچ کہتا ہے لوگوں نے کہا ہاں پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور وہ رکعت پڑھی پھر سلام پھیرا پھر دو سجدے کئے سہو کے پھر سلام پھیرا۔

تشریح: اس واقعہ ذی الیدین کے وقت بقیہ نماز تمام کرنے کے بعد حضور ﷺ نے سجدہ سہو کیا یا نہیں اس میں اختلاف ہے ابن شہاب زہریؒ نے بواسطہ سعیدؒ وابی سلمہؒ وابی بکر بن عبدالرحمٰن وابن ابی حثمہؒ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے سجدہ نہیں کیا اس کے برخلاف عراک بن مالکؒ اور محمد بن سیرینؒ وغیرہما حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس واقعہ میں سہو کے دو سجدے کئے نیز ابوالمہلبؒ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ حضور ﷺ نے سجدۂ سہو فرمایا اب تعارض ہو گیا اس کا جواب علامہ سندھیؒ نے یہ دیا ہے کہ چونکہ عنوان کے تحت صحیح روایت میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے سجدہ سہو کیا لہٰذا ابن شہاب زہری کی یہ روایت اس سلام پر محمول ہے جو حضور ﷺ نے نسیان سے وسط صلوٰۃ میں پھیر دیا تھا اسی سلام سے پہلے اور بعد اس سلام کے سجدہ نہیں کیا اس طرح سے روایات میں تطبیق دی جاسکتی ہے یہ اس صورت میں ہے کہ جبکہ ابن شہاب زہری کی روایت کو درست مان لیا جائے بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ روایت صحیح نہیں چنانچہ علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے تو معلوم نہیں کہ اہل علم میں سے کسی نے امام ابن شہاب زہری کی روایت پر اعتماد کیا ہو جو انہوں نے حدیث ذی الیدین کے قصہ میں بیان کیا ہے کہ ''لم یسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یومئذ قبل السلام ولا بعدہ'' کیوں کہ ان سے خاص اس روایت سے متعلق ایسا اضطراب واقع ہوا ہے کہ اس کی وجہ سے اہل علم نے اس کو چھوڑ دیا ابن شہاب زہری اگرچہ فن حدیث میں امام عظیم ہیں لیکن غلطی سے کوئی انسان پاک نہیں ''وکل احد یؤخذ من قولہ ویترک الا النبی صلی اللہ علیہ وسلم''۔ (کذا فی الحاشیۃ)

باب اتمام المصلی علی ماذکر اذا شک

جس وقت مصلی کو شک ہو تو اپنی یاد کے مطابق نماز تمام کرنے کا بیان

اخبرنا یحیی بن حبیب عن عربی قال حدثنا خالد عن ابن عجلان عن زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن ابی سعید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا شک احدکم فی صلاتہ فلیلغ الشک ولیبن علی الیقین فاذا استیقن بالتمام فلیسجد سجدتین وھو قاعدفان کان صلی خمسا شفعتا لہ صلاتہ وان

صلی اربعاً کانتا ترغیماً للشیطان.

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں شک کرے تو شک کو دور کرے اور یقین پر بناء کرے پھر جب یقین ہو تمام ہونے کا تو بیٹھے کی حالت میں دو سجدے کرے پھر اگر اس نے پانچ رکعتیں پڑھیں تو یہ دونوں سجدے اس کی نماز کو جفت کر دیں گے اور اگر چار رکعتیں پڑھیں تو یہ دونوں سجدے شیطان کے واسطے باعث ذلت ہوں گے۔

اخبرنا محمد بن رافع قال حدثنا حجین بن المثنی قال حدثنا عبدالعزیز وھو ابن ابی سلمة عن زید ابن اسلم عن عطاء بن یسار عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال اذا لم یدراحدکم صلی ثلاثا او اربعا فلیصل رکعة ثم یسجد بعد ذالک سجدتین وھو جالس فان کان صلی خمسا شفعتا له صلاته وان صلی اربعا کانتا ترغیما للشیطان.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی آدمی نہ جانے کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی یا چار رکعتیں تو ایک رکعت اور پڑھ لیا کرے پھر بحالت قعود دو سجدے کرے پس اگر اس نے پانچ رکعتیں پڑھیں تو یہ دونوں سجدے اس کی نماز کی جفت کر دیں گے اور اگر چار پڑھیں تو یہ دونوں سجدے شیطان کے واسطے باعث ذلت ہوں گے۔

تشریح :اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کو نماز میں شک پیدا ہو جائے تو یقین پر بناء کرے مثلاً شک ہو کہ تین رکعت پڑھی یا چار تو تین ٹھہراوے اور اس پر بناء کرے پھر سہو کے دو سجدے کر لے اس کے بعد "**فان کان صلی خمساً الخ**" میں سہو کے دونوں سجدوں کا فائدہ بیان فرمایا کہ اگر اس نے نماز پڑھی پانچ رکعت یعنی شک ہوا کہ تین پڑھی یا چار اور بناء رکھے تین پر اور واقع میں چار پڑھی تھیں تو جب کہ ایک رکعت اور پڑھی تو پانچ رکعت ہوئیں اب یہ دو سجدے سہو کے جو گویا ایک رکعت کے ہیں اس کی نماز کو شفع بنا دیں گے یعنی چھ رکعتوں کے حکم میں کر دیں گے اور اگر اس نے پوری چار رکعتیں پڑھیں بغیر نقصان اور زیادہ کے جیسا کہ واقع میں تین رکعتیں تھیں تو بناء تین پر رکھ کر ایک رکعت اور پڑھی تو چار رکعتیں تمام ہوئیں تو یہ دو سجدے سہو کے شیطان کے لئے باعث ذلت وخواری ہوں گے یعنی اگر چہ اس صورت میں سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں ہے جیسے پہلی صورت میں تھی لیکن سہو کے دو سجدوں کا فائدہ اور اس کی علت ترغیم شیطان ہے یعنی شیطان کو غصہ دلانا اور ذلیل کرنا ہے کیوں کہ اس ملعون نے سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا بہر حال ظاہر حدیث اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ شک کی صورت میں بناء یقین یعنی اقل پر کرے نماز کا اعادہ نہ کرے اور نہ تحری کے ساتھ عمل کرے یہی قول ائمہ ثلاثہ کا ہے انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے اور کہتے ہیں کہ ہر اس رکعت پر تشہد پڑھے جس کے بارے میں یہ خیال ہو کہ اس میں قعدہ اخیرہ ہو سکتا ہے۔ (**معارف السنن بحوالہ عمدة القاری. ومظاہر حق**) حنفیہ کے یہاں اس مسئلہ میں کچھ تفصیل ہے جو اگلے عنوان کے تحت آ رہی ہے۔

باب التحری

تحری یعنی ٹھیک بات معلوم کرنے تک کے لئے غوروخوض کرنے کا بیان

اخبرنا محمد بن رافع قال حدثنا یحیی بن آدم قال حدثنا مفضل وھو ابن مھلھل عن منصور عن ابراھیم عن علقمة عن عبداللہ یرفع الی النبی صلی اللہ علیه وسلم قال اذا شک احدکم فی صلاته فلیتحر الذی یری انه الصواب فیتمه ثم یعنی یسجد سجدتین ولم افھم بعض حروفه کمااردت.

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور بقول علقمہؒ وہ اس حدیث کو نبی ﷺ تک پہنچاتے تھے (یعنی حدیث مرفوع ہے) آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی آدمی اپنی نماز میں شک کرے تو وہ ٹھیک بات کے لئے تحری کرے پھر اسی پر بقیہ نماز کو پورا کرے اس کے بعد دو سجدے کرے۔

اخبرنا محمد بن عبداللہ بن المبارک المخرمی قال حدثنا وکیع عن مسعر عن منصور عن ابراھیم عن علقمة عن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا شک احدکم فی صلاته فلیتحر ویسجد سجدتین بعد ما یفرغ .

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی شخص اپنی نماز میں شک کرے تو تحری کرے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد سہو کے دو سجدے کرے۔

اخبرنا سوید بن نصر قال انبانا عبداللہ عن مسعر عن منصور عن ابراھیم عن علقمة عن عبداللہ قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فزاد اونقص فلما سلم قلنا یارسول اللہ ھل حدث فی الصلاۃ شئی قال لو حدث فی الصلاۃ شئی انباتکموہ ولکنی انما انا بشر انسی کما تنسون فایکم ماشک فی صلاته فلینظر احری ذالک الی الصواب فلیتم علیه ثم لیسلم ولیسجد سجدتین.

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی پس زیادہ پڑھی یا کم پڑھی جب آپ سلام پھیرے تو ہم نے پوچھا یارسول اللہ کیا نماز میں کوئی نئی بات پیش آگئی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر نماز میں کوئی نئی بات پیش آتی تو میں اس سے تم کو مطلع کرتا لیکن بات یہ ہے کہ میں بھی بشر ہوں جیسے تم بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں جس وقت تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں شک کرے تو وہ ٹھیک بات کے لئے غوروفکر کرے پھر اسی پر بقیہ نماز کو تمام کرے پھر سلام پھیرے اور دو سجدے کرے۔

اخبرنا الحسن بن اسماعیل بن سلیمان المجالدی قال حدثنا الفضیل یعنی ابن عیاض عن منصور عن ابراھیم عن علقمة عن عبداللہ قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم صلاۃ فزاد فیھا اونقص فلما سلم قلنا یانبی اللہ ھل حدث فی الصلاۃ شئی قال وما ذاک فذکرنا له الذی فعل فثنی رجله فاستقبل القبلة

فسجد سجدتی السهو ثم اقبل علینا بوجهه فقال لو حدث فی الصلاة شئی لانبأتکم به ثم قال انما انا بشر انسی کما تنسون فایکم شک فی صلاته شیئا فلیتحر الذی یری انه صواب ثم یسلم ثم یسجد سجدتی السهو.

حضرت عبداللہ ﷺ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی پس اس میں زیادتی یا کمی کی جب سلام پھیرا ہم نے عرض کیا اے اللہ کے نبی کیا نماز میں کوئی نئی بات پیدا ہوگئی حضور ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے ہم نے آپ ﷺ سے وہ بات ذکر کی جو آپ ﷺ نے کی پس آپ ﷺ نے فوراً اپنے دونوں پیروں کو موڑا یعنی بیٹھے جس طرح تشہد کے لئے بیٹھا جاتا ہے اور قبلہ کی طرف منہ کیا پھر سہو کے دو سجدے کئے پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے پھر فرمایا اگر نماز میں کوئی نئی بات پیدا ہوتی تو میں تمہیں بتلا دیتا پھر فرمایا کہ میں بھی بشر ہوں بھولتا ہوں جیسے تم بھولتے ہو پس جو کوئی تم میں سے اپنی نماز میں شک کرے تو وہ ٹھیک بات کے لئے تحری کرے پھر سلام پھیرے پھر سہو کے دو سجدے کرے۔

اخبرنا اسماعیل بن مسعود قال حدثنا خالد بن الحارث عن شعبة قال کتب الی منصور وقرأته علیه وسمعته یحدث رجلا عن ابراهیم عن علقمة عن عبدالله ان رسول الله صلی الله علیه وسلم صلی صلاة الظهر ثم اقبل علیهم بوجهه فقالوا احدث فی الصلاة حدث قال وما ذاک فاخبروه بصنیعه فثنی رجله واستقبل القبلة فسجد سجدتین ثم سلم ثم اقبل علیهم بوجهه فقال انما انا بشر انسی کما تنسون فاذا نسیت فذکرونی وقال لو کان حدث فی الصلاة حدث انبأتکم به وقال اذا اوهم احدکم فی صلاته فلیتحر اقرب ذالک من الصواب ثم لیتم علیه ثم یسجد سجدتین.

حضرت عبداللہ ﷺ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے لوگوں نے عرض کیا کہ کیا نماز میں کوئی نئی چیز پیش آ گئی حضور ﷺ نے فرمایا وہ کیا چیز ہے لوگوں نے آپ ﷺ کو اس عمل کی اطلاع دی جو آپ ﷺ نے نماز میں کیا پھر آپ ﷺ اپنے پاؤں کو موڑ کر قبلہ رخ ہوئے پھر دو سجدے کئے پھر سلام پھیرا پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میں بھی بشر ہوں بھولتا ہوں جیسے تم بھولتے ہو جب میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد دلایا کرو اور فرمایا کہ اگر نماز میں کوئی نئی چیز پیش آتی تو میں اس کے متعلق تمہیں بتلا دیتا اور فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو اپنی نماز میں تردد ہو تو ٹھیک بات معلوم کرنے کے لئے تحری کرے پھر اسی پر نماز کو تمام کرے پھر دو سجدے کرے۔

اخبرنا سوید بن نصر قال انبانا عبدالله عن شعبة عن الحکم قال سمعت اباوائل یقول قال عبدالله من اوهم فی صلاته فلیتحر الصواب ثم یسجد سجدتین بعد مایفرغ وهو جالس.

حضرت عبداللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی نماز کو بھول جائے تو ٹھیک بات کے لئے تحری کرے پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد جلوس کی حالت میں دو سجدے کرے۔

اخبرنا سوید بن نصر قال انبانا عبداللہ عن مسعر عن الحکم عن ابی وائل عن عبداللہ قال من شک اواوھم فلیتحر الصواب ثم لیسجد سجدتین.

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ جوشخص اپنی نماز میں شک کرے تو وہ ٹھیک بات کے لئے تحری کرے پھر دوسجدے سہو کے کرے۔

اخبرنا سوید بن نصر قال انبانا عبداللہ عن ابن عون عن ابراھیم قال کانوا یقولون اذا اوھم یتحری الصواب ثم یسجد سجدتین.

حضرت ابراہیمؒ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کہتے تھے جس وقت شک میں ڈال دیا جائے تو ٹھیک بات کے لئے تحری کرے پھر دوسجدے کرے۔

اخبرنا سوید بن نصر قال انبانا عبداللہ عن ابن جریج قال قال عبداللہ بن مسافع عن عقبۃ بن محمد بن الحارث عن عبداللہ بن جعفر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من شک فی صلاتہ فلیسجد سجدتین بعد مایسلم.

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جوشخص اپنی نماز میں شک کرے تو وہ سلام پھیرنے کے بعد دوسجدے کرے۔

اخبرنا محمد بن ھاشم انبانا الولید انبانا ابن جریج عن عبداللہ بن مسافع عن عقبۃ بن محمد بن الحارث عن عبداللہ بن جعفر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من شک فی صلاتہ فلیسجد سجدتین بعد التسلیم.

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جوشخص اپنی نماز میں شک کرے تو چاہئے کہ وہ سلام پھیرنے کے بعد دوسجدے کرے۔

اخبرنا محمد بن اسماعیل بن ابراھیم قال حدثنا حجاج قال ابن جریج اخبرنی عبداللہ بن مسافع ان مصعب بن شیبۃ اخبرہ عن عقبۃ بن محمد بن الحارث عن عبداللہ بن جعفر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من شک فی صلاتہ فلیسجد سجدتین بعد ما یسلم.

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جوشخص اپنی نماز میں شک کرے وہ دوسجدے کرے سلام پھیرنے کے بعد۔

اخبرنا ھارون بن عبداللہ قال حدثنا حجاج وروح ھو ابن عبادۃ عن ابن جریج قال اخبرنی عبداللہ بن مسافع ان مصعب بن شیبۃ اخبرہ عن عقبۃ بن محمد بن الحارث عن عبداللہ بن جعفر ان رسول اللہ

صلى الله عليه وسلم قال من شک فی صلاته فليسجد سجدتين قال حجاج بعد مايسلم وقال روح وهو جالس.

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی نماز میں شک کرے وہ دو سجدے کرے حدیث کا راوی حجاج کہتے ہیں کہ سلام پھیرنے کے بعد اور راوی حدیث روح کہتے ہیں بحالت قعود۔

اخبرنا قتيبة عن مالک عن ابن شهاب عن ابی سلمة عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان احدكم اذا قام يصلی جاء ه الشيطان فلبس عليه صلاته حتى لايدری كم صلى فاذا وجد احدكم ذالک فليسجد سجدتين وهو جالس.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جب نماز کے ارادہ سے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے پاس شیطان آتا ہے پس وہ اس کی نماز میں گڑبڑ کر دیتا ہے حتی کہ وہ نہیں جانتا کہ کتنی نماز پڑھی تو جس وقت تم میں سے کوئی اس کو پاوے تو دو سجدے کرے اس حالت میں کہ وہ بیٹھا ہو۔

اخبرنا بشر بن هلال قال حدثنا عبد الوارث عن هشام الدستوائی عن يحيى بن ابی كثير عن ابی سلمة عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا نودی للصلاة ادبر الشيطان له ضراط فاذا قضى التثويب اقبل حتى يخطر بين المرء وقلبه حتى لايدری كم صلى فاذا رأى احدكم ذالک فليسجد سجدتين.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کہ نماز کے واسطے اذان دی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا پیٹھ دے کر بھاگتا ہے پھر جب تکبیر ہو چکتی ہے تو وہ آتا ہے اور آدمی اور اس کے دل کے درمیان وسوسے ڈالتا ہے حتی کہ نمازی نہیں جانتا کہ کتنی نماز پڑھی پس جس وقت تم میں سے کوئی اس میں مبتلا ہو تو دو سجدے کرے۔

تشریح: نماز میں شک کی صورت میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تفصیل یہ ہے کہ اگر یہ شک نمازی کو پہلی دفعہ میں پیش آیا ہے تو اس صورت میں حکم یہ ہے کہ وہ نئے سرے سے نماز پڑھے اس قول کی دلیل میں صاحب ہدایہؒ نے یہ حدیث مرفوع پیش کی ہے "**اذا شک احدکم فی صلاته انه کم صلی فليستقبل الصلوة**" کہ جب تم میں کوئی اپنی نماز میں یہ شک کرے کہ اس نے کتنی نماز پڑھی تو نماز کو از سر نو پڑھے۔ اس حدیث کے متعلق علامہ زیلعیؒ نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے یعنی کتب حدیث میں نہیں پائی جاتی تو اگرچہ اس لفظ کے ساتھ حدیث غریب ہے لیکن معنی اس کے ثابت ہیں چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ایسے شخص کے حق میں جو نہ جانے کہ تین رکعتیں پڑھیں یا چار کہتے تھے کہ وہ نماز کا اعادہ کرے اگر ٹھیک یاد نہ ہو نیز ابن سیرینؒ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب میں شک کرتا ہوں کہ میں نے کتنی نماز پڑھی تو اعادہ کر لیتا ہوں اور مثل اس کے آثار سعید بن جبیرؒ اور ابن الحنفیہؒ اور شریح

وغیرہم سے مروی ہیں تو ان آثار سے اس حدیث کے مضمون کو تائید وتقویت ملتی ہے اور اگر مصلی کو یہ شک اکثر پیش آتا ہو تو اس صورت میں تحری یعنی غور وفکر کرے اور تحری میں جس طرف غلبۂ ظن ہو جائے اسی پر عمل کرے مثلاً تین چار رکعت میں شک ہو اور تحری سے تین معلوم ہوئیں تو ایک رکعت پڑھ کر قعدۂ اخیرہ کرے گویا وہ بغیر شک کے پڑھتا ہے اس قول کی دلیل میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کی جاتی ہے اس حدیث کے الفاظ ''فلیتحر الذی یری انه الصواب فیه '' اور '' فلینظر احری ذالک الی الصواب '' میں تحری کا حکم صریح ہے اور اگر تحری میں کس طرف غلبۂ ظن نہ ہو اور تحری کرنے سے اس کا دل کسی بات پر قائم نہ ہو تو اقل پر بناء کرے اور ہر اس رکعت پر قعدہ کرے جس کے بارے میں یہ خیال ہو کہ یہ آخری رکعت ہے تا کہ فرض قعدہ اخیرہ کا چھوڑنے والا نہ ہو اور سہو کے دو سجدے کرے (یہ تیسری صورت ہے) اس قول کی دلیل حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو عنوان سابق کے تحت مذکور ہے غرض کہ بحث کا حاصل یہ ہے کہ اس طرح سے امام ابو حنیفہؒ نے تینوں قسم کی روایات پر عمل کیا ہے اور ہر حدیث کو ایک مخصوص حالت پر محمول کیا ہے اس طرح سے تمام احادیث میں مطابقت ہو جاتی ہے بخلاف مسلک امام شافعیؒ وغیرہ کے جس کے بیان پچھلے عنوان کے تحت ہو چکا ہے اس باب میں انہوں نے صرف اقل پر بناء والی حدیث کو جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اختیار کر لیا باقی حدیثوں کو ترک کر دیا۔

(هدایه وفتح القدیر ومظاهر حق)

باب مایفعل من صلی خمسا

جو شخص پانچ رکعت پڑھے اس کو کیا کرنا چاہئے اس کا بیان

اخبرنا محمد بن المثنی ومحمد بن بشار واللفظ لابن المثنی قالا حدثنا یحیی عن شعبة عن الحکم عن ابراهیم عن علقمة عن عبدالله قال صلی النبی صلی الله علیه وسلم الظهر خمسا فقیل له ازید فی الصلاة قال وما ذاک قالوا صلیت خمسا فثنی رجله وسجد سجدتین.

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی پانچ رکعت پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کیا نماز میں زیادتی کی گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں صحابہ کرام نے عرض کیا آپ نے پانچ رکعت پڑھی پھر تشہد کی ہیئت پر بیٹھے اور سہو کے دو سجدے کیے۔

اخبرنا عبدة بن عبدالرحیم قال انبانا ابن شمیل قال انبانا شعبة عن الحکم ومغیرة عن ابراهیم عن علقمة عن عبدالله عن النبی صلی الله علیه وسلم انه صلی بهم الظهر خمسا فقالوا انک صلیت خمسا فسجد سجدتین بعد ما سلم وهو جالس.

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی پانچ رکعت پڑھی صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض

کیا کہ آپ نے پانچ رکعت پڑھی پھر حضور ﷺ نے بیٹھے کی حالت میں سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کئے۔

اخبرنا محمد بن رافع قال حدثني يحيى بن آدم قال حدثنا مفضل بن مهلهل عن الحسن بن عبيدالله عن ابراهيم بن سويد قال صلى علقمة خمسا فقيل له فقال مافعلت قلت برأسي بلى قال وانت يااعور فقلت نعم فسجد سجدتين ثم حدثنا عن عبدالله عن النبى صلى الله عليه وسلم انه صلى خمسا فوشوش القوم بعضهم الى بعض فقالوا له ازيد فى الصلاة قال لافاخبروه فثنى رجله فسجد سجدتين ثم قال انا بشر انسى كما تنسون.

حضرت ابرہیم بن سویدؒ کہتے ہیں کہ علقمہؒ نے پانچ رکعت پڑھی ان سے کہا گیا کہ آپ نے پانچ رکعت پڑھی انہوں نے اپنے گمان کے موافق کہا نہیں ابراہیم کہتے ہیں میں نے اپنے سر کے اشارہ سے کہا پانچ رکعت پڑھی علقمہ نے کہا اے اعور کیا تو گواہی دیتا ہے اس پر میں نے کہا جی ہاں پھر حضرت علقمہ نے دو سجدے کئے پھر ہم سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ واقعہ بیان کیا کہ نبی ﷺ نے پانچ رکعت پڑھی پس لوگوں نے ایک دوسرے سے کانا پھوسی کی پھر حضور ﷺ سے پوچھا کیا نماز میں زیادتی کی گئی حضور ﷺ نے فرمایا نہیں پھر لوگوں نے اس کی خبر دی پھر حضور ﷺ اپنے پاؤں کو موڑ کر بیٹھے اور دو سجدے کئے پھر فرمایا بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ میں بھی بشر ہوں بھولتا ہوں جیسے تم بھولتے ہو۔

اخبرنا سويد ابن نصر قال انبانا عبدالله عن مالك بن مغول قال سمعت الشعبى يقول سها علقمة بن قيس فى صلاته فذكروا له بعد ماتكلم فقال اكذلك يااعور قال نعم فحل حبوته ثم سجد سجدتى السهو وقال هكذا فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم قال وسمعت الحكم يقول كان علقمة صلى خمسا.

مالک بن مغولؒ کہتے ہیں کہ میں نے شعبیؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ علقمہ بن قیسؒ اپنی نماز کو بھول گیا لوگوں نے ان سے اس کا ذکر بعد ان کے کلام کرنے کے کیا تو انہوں نے کہا اے اعور کیا ایسا ہے اعور نے کہا جی ہاں پھر سہو کے دو سجدے کئے اور کہا اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا مالک بن مغولؒ کہتے ہیں اور میں نے حکم بن عتیبہؒ کو کہتے سنا کہ علقمہؒ نے پانچ رکعتیں پڑھی تھیں۔

اخبرنا سويد بن نصر قال انبانا عبدالله عن سفيان عن الحسن بن عبيدالله عن ابراهيم ان علقمة صلى خمسا فلما سلم قال ابراهيم بن سويد يا ابا شبل صليت خمسافقال اكذالك يا اعور فسجد سجدتى السهو ثم قال هكذا فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم .

حضرت ابرہیمؒ سے روایت ہے کہ بیشک علقمہؒ نے پانچ رکعتیں پڑھی تھیں جب سلام پھیرا تو ابراہیم بن سوید نے کہا اے ابوشبل (یہ کنیت ہے علقمہ کی) آپ نے پانچ رکعتیں پڑھیں علقمہ نے کہا اے اعور کیا ایسا ہے پھر سہو کے دو سجدے کئے پھر کہا اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا۔

اخبرنا سوید بن نصر قال انبانا عبدالله عن ابی بکر النهشلی عن عبدالرحمن بن الاسود عن ابیه عن عبدالله ان رسول الله صلی الله علیه وسلم صلی احدی صلاتی العشی خمسا فقیل له ازید فی الصلاة قال وماذاک قالوا صلیت خمسا قال انما انا بشر انسی کما تنسون واذکر کما تذکرون فسجد سجدتین ثم انفتل.

حضرت عبداللہ ﷺ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے بعد زوال آفتاب کی دونمازوں میں سے ایک نماز میں پانچ رکعتیں پڑھیں حضور ﷺ سے پوچھا گیا کیا نماز میں زیادتی کی گئی حضور ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے لوگوں نے عرض کیا آپ نے پانچ رکعتیں پڑھیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں بھی بشر ہوں بھولتا ہوں جیسے تم بھولتے ہو اور یاد رکھتا ہوں جیسے تم یاد رکھتے ہو پھر دو سجدے کئے پھر واپس تشریف لے گئے۔

تشریح: مسئلہ کلام فی الصلوٰۃ کی تحقیق پیچھے گزر چکی ہے یہاں دوسرا مسئلہ بیان کر رہے ہیں کہ اگر کسی نے سہو سے نماز پانچ رکعتیں پڑھیں اور چوتھی رکعت پر قعدہ اخیرہ نہ کیا ہو تو اس میں اختلاف ہے علامہ نوویؒ کی تصریح کے مطابق امام مالکؒ وامام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک اس صورت میں فاسد نہ ہوگی سجد سہو کافی ہے ان حضرات کا استدلال ظاہر حدیث باب سے ہے۔ **(کما قاله النووی)**

چنانچہ اس حدیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے ظہر کی پانچ رکعت پڑھی اور سجدۂ سہو پر اکتفاء فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ اس صورت میں سجدۂ سہو کرنے سے فرض باطل نہ ہوگا ادا ہو جائے گا۔ حنفیہ کے نزدیک اس صورت مذکورہ میں تفصیل یہ ہے کہ اگر قعدہ اخیرہ سے سہو کیا اور پانچویں رکعت کو سیدھا کھڑا ہو گیا تو جب تک پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو قعدہ کی طرف پھر آوے کیوں کہ قعدہ کی طرف پھرنے میں اس کی نماز کی اصلاح ہے اور اصلاح اس سے ممکن ہے اس لئے کہ پوری رکعت سے کم تو چھوڑنے کا محل ہے اور سہو کا سجدہ کرے اور اگر اس نے پانچویں رکعت کا سجدہ کیا تو اس کا فرض باطل ہو گیا اور اس کی نماز بدل کر نفل ہوگئی اب اس کے لئے مناسب ہے کہ ان پانچویں رکعت کے ساتھ چھٹی رکعت ملاوے تاکہ چھ رکعتیں نفل کی ہو جائیں واضح رہے کہ یہ نفل ہو جانا امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور اگر چوتھی رکعت پر قعدہ کر لیا پھر پانچویں رکعت کو سلام سے پہلے کھڑا ہو گیا تو قعدہ کی طرف رجوع کرے جب تک کہ پانچویں رکعت کا سجدہ نہیں کیا ہو اور سلام پھیرے اور سجدہ سہو کرے اور اگر اس نے پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو پھر پانچویں رکعت کے ساتھ ایک رکعت اور ملائے اس صورت میں اس کا فرض پورا ہو چکا کیوں کہ باقی تو صرف لفظ سلام تھا جو کہ واجب ہے بہر حال کوئی رکن اور فرض نہیں چھوٹا لہٰذا نماز فرض تمام ہوگئی صرف ایک واجب باقی رہا جس کا تکملہ سجدۂ سہو ہے۔ (ہدایہ: جلدا)

حدیث باب سے استدلال کا جواب

امام شافعیؒ وغیرہ نے اس حدیث ابن مسعود ﷺ سے جو استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اس شخص کی نماز

فاسد نہ ہونے پر دلالت نہیں کرتی جس نے بھولے سے پانچ رکعت پڑھی اور چار رکعت کے بعد قعدہ نہیں کیا سیدھا پانچویں رکعت کو کھڑا ہو گیا کیوں کہ حدیث چوتھی رکعت کے بعد حضور ﷺ کے قعود سے ساکت ہے تو حدیث میں اس کا عدم ذکر عدم فساد پر دلالت نہیں کرتا بلکہ حضور ﷺ کے فعل کو اس پر حمل کرنا زیادہ مناسب ہے جو اقرب الی الصواب اور متفق علیہ ہے کہ حضور ﷺ چوتھی رکعت پر بقدر تشہد بیٹھے تھے دلیل اس کی راوی کا یہ قول ہے ''صلی الظهر خمساً'' کہ حضور ﷺ نے ظہر کی پانچ رکعت پڑھی اور ظہر تمام ارکان صلوٰۃ کے مجموعہ کو کہتے ہیں اور ارکان صلوٰۃ میں سے قعدہ اخیرہ بھی ہے اس کے ترک کی صورت میں ''صلی الظهر خمساً'' کہنا کیسے صحیح ہوگا معلوم ہوا کہ حضور ﷺ بقدر تشہد قعدہ فرمایا تھا پھر اس گمان سے پانچویں رکعت کو کھڑے ہو گئے کہ شاید یہ تیسری رکعت ہو۔(فتح القدير . بذل المجهود)

نیز حدیث باب میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے سہو کے دو سجدے کئے اور سجدۂ سہو اس نقصان کو پورا کرنے کے لئے مشروع ہے جو واجبات میں واقع ہوتا ہے اس بات پر حنفیہ اور شافعیہ سب متفق ہیں اس بناء پر اگر ارکان صلوٰۃ کے اندر نقصان داخل ہو گیا تو سجدۂ سہو سے جبر نقصان نہیں ہوسکتا اسی لئے حضور ﷺ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں جو پیچھے گزر چکی ہے شک کی صورت میں کہ تین پڑھیں یا چار اقل پر بناء کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ ارکان صلوٰۃ میں نقصان واقع نہ ہو کیوں کہ اگر ارکان کے اندر نقصان ہو جائے تو اس کا تدارک سہو کے دو سجدے سے نہیں ہوسکتا اس بناء پر چوتھی رکعت قعدہ کرنے اور نہ کرنے کے درمیان فرق ضروری ہے۔(کوکب دری :۱۷۳)

لیکن اس تاویل مذکور پر کہ حضور ﷺ چوتھی رکعت پر بقدر تشہد بیٹھے تھے یہ اعتراض ہوتا ہے کہ طبرانیؒ کا لفظ اس تاویل کو مسترد کر دیتا ہے اس لفظ کو صاحب معارف السنن نے بحوالہ عمدۃ القاری :۳/۴۹۴ پر نقل کیا ہے الفاظ اس کے یہ ہیں ''فنقص فی الرابعة ولم يجلس حتى صلى الخامسة'' اس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ چوتھی رکعت پر بیٹھے نہ تھے اس کا جواب علامہ بنوریؒ نے اپنے شیخ کے حوالہ سے یہ دیا ہے کہ طبرانی کے اس لفظ کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضور ﷺ سلام کے لئے نہ بیٹھے تھے بلکہ بقدر تشہد قعدہ فرما کر پانچویں رکعت کے لئے کھڑے ہو گئے اور کبھی کبھار تغیر ہیئت پر نقص کا اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ یہاں ہوا۔

باب مايفعل من نسى شيئا من صلاته

جو شخص اپنی نماز سے کچھ بھول جائے اسے کیا کرنا چاہئے

اخبرنا الربيع بن سليمان قال حدثنا شعيب بن الليث قال حدثنا الليث عن محمد بن عجلان عن محمد بن يوسف مولى عثمان عن ابيه يوسف ان معاوية صلى امامهم فقام في الصلاة وعليه جلوس فسبح الناس فتم على قيامه ثم سجد سجدتين وهو جالس بعد ان اتم الصلاة ثم قعد على المنبر فقال انى

سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من نسی شیئا من صلاته فلیسجد مثل هاتین السجدتین.

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے وہ نماز میں کھڑے ہوگئے حالانکہ ان پر بیٹھنا ضرور تھا لوگوں نے تسبیح کہی پھر بھی وہ سیدھے کھڑے ہوگئے پھر نماز کو تمام کرنے کے بعد بحالت قعود سہو کے دو سجدے کئے پھر منبر پر بیٹھے اور فرمایا کہ بیشک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص اپنی نماز میں سے کچھ بھول جائے تو وہ سجدۂ سہو کرے مثل ان دو سجدوں کے۔

تشریح: ارشاد نبوی "من نسی شیئا فی صلاته الخ" کے تحت علامہ سندھیؒ نے لکھا ہے کہ بظاہر اس سے عام بات ثابت ہوتی ہے مگر اس کا عموم غیر ارکان کے ساتھ مخصوص ہے کیوں کہ علماء کے نزدیک سجدۂ سہو رکن صلوٰۃ سے کافی نہیں ہوتا ہے اور اس حدیث سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا استدلال یا تو اس بناء پر ہے کہ ان کو معلوم تھا کہ جلوس اول رکن نہیں یا اس بناء پر ہے کہ انہوں نے ظاہر عموم پر اعتماد کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب التكبير فی سجدتی السهو

سہو کے دو سجدوں میں تکبیر کہنے کا بیان

اخبرنا احمد بن عمرو بن السرح قال انبانا ابن وهب قال اخبرنی عمرو بن یونس واللیث ان ابن شهاب اخبرهم عن عبدالرحمن الاعرج ان عبدالله بن بحینة حدثه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قام فی الثنتین من الظهر فلم یجلس فلما قضی صلاته سجد سجدتین کبر فی کل سجدة وهو جالس قبل ان یسلم وسجد هما الناس معه مکان مانسی من الجلوس.

حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن اعرج سے یہ حدیث بیان کی کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی دو رکعت پر کھڑے ہوگئے نہیں بیٹھے یعنی قعدۂ اولیٰ کے لئے پھر جب نماز پوری کر چکے تو اس جلوس کے بدلہ میں جو بھول گئے تھے سلام پھیرنے سے پہلے بحالت جلوس دو سجدے کئے ہر سجدے میں تکبیر کہی اور لوگوں نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو سجدے کئے۔

باب صفة الجلوس فی الرکعة التی تقضی فیها الصلاة

جس رکعت میں نماز پوری ہو جاتی ہے اس میں بیٹھنے کی کیفیت کا بیان

اخبرنا یعقوب بن ابراهیم الدورقی ومحمد بن بشار بندار واللفظ له قالا حدثنا یحیی بن سعید قال حدثنا عبدالحمید بن جعفر قال حدثنی محمد بن عمرو بن عطاء عن ابی حمید الساعدی قال کان النبی صلی الله علیه وسلم اذا کان فی الرکعتین اللتین تنقضی فیهما الصلاة أخر رجله الیسری وقعد

علی شقه متورکا ثم سلم.

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان دورکعتوں پر ہوتے جن کے بعد نماز تمام ہوجاتی ہے تو اپنا بایاں پاؤں نکال دیتے اور بائیں جانب کے کولہے پر بیٹھتے پھر سلام پھیرتے۔

اخبرنا قتیبة قال حدثنی سفیان عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر قال رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یرفع یدیه اذا افتتح الصلاة واذا رکع واذا رفع رأسه من الرکوع واذا جلس اضجع الیسری ونصب الیمنی ووضع یده الیسری علی فخذه الیسری ویده الیمنی علی فخذه الیمنی وعقد ثنتین الوسطی والابهام واشار.

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جس وقت آپ نماز شروع فرماتے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے (دونوں ہاتھ اٹھاتے) اور جب بیٹھتے تو بایاں پاؤں بچھاتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر اور دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھتے اور درمیانی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ کرتے اور اشارہ کرتے یعنی شہادت کی انگلی سے۔

تشریح: جلوس کی دو کیفیتیں ثابت ہیں ایک افتراش یعنی بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جانا اور دایاں پاؤں کھڑا کر لینا دوسرے تورک یعنی قعدہ میں بائیں کولہے پر بیٹھ جانا اور اپنے دونوں پاؤں دائیں جانب نکال دینا ان دونوں صورتوں میں سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قعدہ اولیٰ اور اخیرہ میں افتراش افضل ہے آپ کا استدلال حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہے جو باب کے تحت روایت کی ہے امام شافعیؒ کے نزدیک جس تشہد کے بعد سلام ہو اس میں تورک افضل ہے اور جس تشہد کے بعد سلام نہ ہو اس میں افتراش افضل ہے ان کا استدلال اسی حدیث سے ہے جو باب کے تحت حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے امام مالکؒ کے نزدیک قعدہ اولیٰ اور قعدہ اخیرہ دونوں میں تورک افضل ہے امام احمدؒ کے نزدیک دونوں قعدوں میں سے صرف قعدہ اخیرہ میں تورک افضل ہے حنفیہ تورک والی حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ وہ عذر پر محمول ہے یا بیان جواز پر۔

(مرقات وکوکب دری)

باب موضع الذراعین

دونوں ہاتھ کو کہاں رکھا جائے اس کا بیان

اخبرنا محمد بن علی بن میمون الرقی قال حدثنا محمد وهو ابن یوسف الفریابی قال حدثنا سفیان عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر انه رأی النبی صلی الله علیه وسلم جلس فی الصلاة فافترش رجله الیسری ووضع ذراعیه علی فخذیه واشار بالسبابة یدعوبها.

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں اس ہیئت پر بیٹھے ہوئے دیکھا کہ اپنے بائیں پاؤں کو بچھایا اور دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر رکھا اور سبابہ سے اشارہ کیا یعنی کلمہ شہادت پڑھتے وقت شہادۃ کی انگلی سے وحدانیت حق کی طرف اشارہ کیا۔

اشارہ بالسبابہ کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

موضع المرفقين

دونوں کہنیوں کو کس جگہ رکھنا چاہئے اس کا بیان

اخبرنا اسماعيل بن مسعود قال انبانا بشر بن المفضل قال حدثنا عاصم بن كليب عن ابيه عن وائل بن حجر قال قلت لانظرن الى صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف يصلى فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم فاستقبل القبلة فرفع يديه حتى حاذتا اذنيه ثم اخذ شماله بيمينه فلما اراد ان يركع رفعهما مثل ذالك ووضع يديه على ركبتيه فلما رفع رأسه من الركوع رفعهما مثل ذالك فلماسجد وضع رأسه بذالك المنزل من يديه ثم جلس فافترش رجله اليسرى ووضع يده اليسرى على فخذه اليسرى وحد مرفقه الايمن على فخذه اليمنى وقبض ثنتين وحلق ورأيته يقول هكذا واشار بشر بالسبابة من اليمنى وحلق الابهام والوسطى.

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل ہی دل میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نماز پڑھتے ہیں اس کو میں ضرور دیکھتا رہوں گا آپ قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوئے دونوں ہاتھ کانوں کے برابر اٹھائے پھر بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیا جس وقت رکوع کا ارادہ فرمایا تو دونوں ہاتھ دونوں کانوں کے برابر اٹھائے اور دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر رکھے پھر جب رکوع سے سر اٹھایا تو دونوں ہاتھ دونوں کانوں کے برابر اٹھائے اور جس وقت سجدہ کیا تو اپنا سر دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھا پھر اپنا بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھا اور دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر اور دونوں چھوٹی انگلیاں بند کیں اور درمیانی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ کیا اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح اشارہ کرتے دیکھا راوی حدیث بشر بن مفضل نے بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر دائیں ہاتھ کی سبابہ سے اشارہ کر کے دکھایا۔

باب موضع الكفين

دونوں ہتھیلیاں کس جگہ پر رکھی جائیں اس کا بیان

اخبرنا محمد بن منصور قال حدثنا سفيان قال حدثنا يحيى بن سعيد عن مسلم بن ابى مريم شيخ

من اهل المدينة ثم لقيت الشيخ فقال سمعت علی بن عبدالرحمن يقول صليت الی جنب ابن عمر فقلبت الحصی فقال لی ابن عمر لاتقلب الحصی فان تقليب الحصی من الشيطان وافعل كما رأيت رسول الله صلی الله عليه وسلم يفعل قلت وكيف رأيت رسول الله صلی الله عليه وسلم يفعل قال هكذا ونصب اليمنی واضجع اليسری ووضع يده اليمنی علی فخذه اليمنی ويده اليسری علی فخذه اليسری واشار بالسبابة.

حضرت مسلم بن ابی مریم کہتے ہیں میں نے علی بن عبدالرحمٰن سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں نماز پڑھی تو میں کنکریوں کو پلٹا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کنکریوں کو الٹ پلٹ مت کر کیوں کہ کنکریوں کا الٹ پلٹ کرنا شیطان کی طرف سے ہے ویسا ہی کر جیسا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا میں نے عرض کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو کس طرح کرتے دیکھا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس طرح کہ دائیں پاؤں کو کھڑا کیا اور بائیں پاؤں کو بچھایا اور دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر اور بائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھا اور سبابہ سے اشارہ کیا۔

باب قبض الاصابع من اليد اليمنی دون السبابة

بیان میں اس بات کے کہ سبابہ کے علاوہ دائیں ہاتھ کی تمام انگلیوں کو بند کرنا

اخبرنا قتيبة بن سعيد عن مالك عن مسلم بن ابی مريم عن علی بن عبدالرحمن قال رأنی ابن عمر وانا اعبث بالحصی فی الصلاة فلما انصرف نهانی وقال اصنع كما كان رسول الله صلی الله عليه وسلم يصنع قلت وكيف كان يصنع قال كان اذا جلس فی الصلاة وضع كفه اليمنی علی فخذه وقبض يعنی اصابعه كلها واشار باصبعه التی تلی الابهام ووضع كفه اليسری علی فخذه اليسری.

حضرت علی بن عبدالرحمٰنؒ کہتے ہیں کہ مجھے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس حالت میں دیکھ لیا جب کہ میں نماز میں کنکریوں سے کھیل رہا تھا جب نماز سے فارغ ہوئے تو مجھے منع کیا اور فرمایا ویسا ہی کرنا جس طرح رسول اللہ ﷺ کرتے تھے میں نے پوچھا حضور ﷺ کس طرح کرتے تھے انہوں نے جواب دیا جب نماز میں بیٹھتے تو دائیں ہتھیلی کو ران پر رکھتے اور سب انگلیوں کو بند کر لیتے اور انگوٹھے سے جو انگلی ملی ہوئی ہے اس سے اشارہ کرتے اور بائیں ہتھیلی کو بائیں ران پر رکھتے۔

تشریح: دائیں ہتھیلی کا ران پر رکھنا انگلیاں قبض کرنے یعنی مٹھی باندھنے کے ساتھ متحقق نہیں ہوسکتا تو مراد واللہ تعالیٰ اعلم یہ ہوگی کہ پہلے کھلی انگلیاں رکھتے پھر اشارہ کے وقت بند کر لیتے اور یہی امام محمدؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے نقل کیا۔

باب قبض الثنتين من اصابع اليد اليمنى وعقد الوسطى والابهام منها

دائیں ہاتھ کی انگلیوں میں سے دو کو بند کرنے اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنا لینے کا بیان

اخبرنا سويد بن نصر قال انبانا عبدالله بن المبارك عن زائدة قال حدثنا عاصم بن كليب قال حدثني ابي ان وائل بن حجر قال قلت لانظرن الى صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف يصلي فنظرت اليه فوصف قال ثم قعد وافترش رجله اليسرى ووضع كفه اليسرى على فخذه وركبته اليسرى وجعل حد مرفقه الايمن على فخذه اليمنى ثم قبض اثنتين من اصابعه وحلق حلقة ثم رفع اصبعه فرأيته يحركها يدعو بها مختصر.

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح نماز پڑھتے ہیں آپ ﷺ کی نماز کو ضرور دیکھوں گا پس آپ ﷺ کو دیکھتا گیا کلیب کہتے ہیں وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے کیفیت نماز بیان کی وہ کہتے ہیں پھر حضور ﷺ بیٹھے اپنے بائیں پاؤں کو بچھایا اور بائیں ہتھیلی کو اپنی بائیں ران اور گھٹنے پر رکھا اور دائیں کہنی کے آخری حصہ کو اپنی دائیں ران پر رکھا پھر اپنی انگلیوں میں سے دو انگلیاں بند کیں اور حلقہ بنا لیا یعنی درمیانی انگلی اور انگوٹھے سے پھر اپنی انگلی اٹھائی یعنی شہادۃ کی انگلی سے اشارہ فرمایا میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ اس انگلی کو حرکت دیتے تھے۔

"**مختصر اى هذا الحديث مختصر**" یعنی یہ حدیث مختصر ہے اس میں پوری کیفیت صلوٰۃ کا بیان نہیں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی مفصل حدیث میں انہوں نے پوری صفت صلوٰۃ بیان کی ہے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اشارہ کے وقت کلمہ کی انگلی اٹھانے کے بعد اسے حرکت دیتے تھے لیکن حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے "**ولا يحركها**" کہ حضور ﷺ انگلی کو حرکت نہ دیتے تھے دونوں میں جمع کی صورت یہ ہے کہ کبھی حرکت دیتے اور کبھی نہ دیتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ایک اور جواب اس کا پیچھے دیا جا چکا ہے وہاں ملاحظہ کیجئے۔

باب بسط اليسرى على الركبة

بائیں ہاتھ کو گھٹنے پر بند کر کے نہیں کھلا رکھنے کا بیان

اخبرنا محمد بن رافع قال حدثنا عبدالرزاق قال حدثنا معمر عن عبيدالله عن نافع عن ابن عمران رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا جلس فى الصلاة وضع يديه على ركبتيه ورفع اصبعه التى تلى

الابهام فدعا بها ویده الیسری علی رکبته باسطها علیها.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ جس وقت نماز میں بیٹھتے تو دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھتے اوراشارہ کے وقت اپنی اس انگلی کواٹھاتے جوانگوٹھے سے ملی ہوئی ہے اور بائیں ہاتھ کو اپنے گھٹنے پر کھلا ہوا رکھتے۔

اخبرنا ایوب بن محمد الوزان قال حدثنا حجاج قال ابن جریج اخبرنی زیاد عن محمد بن عجلان عن عامر بن عبداللہ بن الزبیر عن عبداللہ بن الزبیر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یشیر باصبعه اذا دعا ولایحرکها قال ابن جریج وزاد عمرو قال اخبرنی عامر بن عبداللہ بن الزبیر عن ابیه انه رأی النبی صلی اللہ علیه وسلم یدعو کذالک ویتحامل بیده الیسری علی رجله الیسری.

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ اپنی انگلی سے اشارہ کرتے تھے جس وقت قعدہ میں کلمۂ شہادت پڑھتے اور انگلی کو حرکت نہ دیتے تھے۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ عمرو یعنی عمرو بن دینار نے عامر بن عبداللہ بن الزبیر عن ابیہ کی روایت سے اتنا حصہ زیادہ بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو اسی طرح بغیر تحریک کے اشارہ کرتے دیکھا اور رکھتے اپنے بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر کھلا ہوا۔

باب الاشارة بالاصبع فی التشهد

تشہد کے وقت انگلی سے اشارہ کرنے کا بیان

اخبرنی محمد بن عبداللہ بن عمار الموصلی عن المعافی عن عصام بن قدامة عن مالک وهو ابن نمیر الخزاعی عن ابیه قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم واضعا یده الیمنی علی فخذه الیمنی فی الصلاة ویشیر باصبعه.

حضرت نمیر الخزاعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھے ہوئے تھے اور اپنی انگلی سے اشارہ کرتے۔

باب النهی عن الاشارة باصبعین وبایّ اصبع یشیر

اس بات کے بیان میں کہ دوانگلیوں سے اشارہ کی ممانعت اور کس انگلی سے اشارہ کرنا چاہئے

اخبرنا محمد بن بشار قال حدثنا صفوان عن عیسی قال حدثنا ابن عجلان عن القعقاع عن ابی صالح عن ابی هریرة ان رجلا کان یدعو باصبعیه فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم احّد احّد.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص دوانگلیوں سے اشارہ کرتا تھا پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک انگلی

سے اشارہ کرایک انگلی سے اشارہ کر۔

اخبرنامحمد بن عبدالله بن المبارک المخرمی قال حدثنا ابو معاوية قال حدثنا الاعمش عن ابی صالح عن سعد قال مرّ علی رسول الله صلی الله علیه وسلم وانا ادعو باصابعی فقال احّد احّدواشار بالسبابة.

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری طرف سے رسول اللہ ﷺ گزرے جبکہ میں اپنی انگلیوں سے اشارہ کرر ہاتھا آپ ﷺ نے فرمایا اشارہ ایک انگلی سے کراشارہ ایک انگلی سے کراوراس ارشاد کے وقت سبابہ کے ساتھ اشارہ فرمایا۔

تشریح: اس رجل سے مراد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ صحابی ہیں جیسا کہ اس عنوان کے ذیل میں دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شہادۃ کی دونوں انگلیوں سے تشہد پڑھنے کے وقت اشارہ کرر ہے تھے اسے حضور ﷺ نے دیکھ لیا اسی وقت ہدایت فرمادی کہ اشارہ ایک انگلی کے ساتھ کر اشارہ ایک انگلی کے ساتھ کر کیوں کہ تم اپنے فعل اشارہ سے جس کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہو وہ تو بس ایک ہی ہستی ہے۔

باب احناء السبابة فی الاشارة

اشارہ میں سبابہ کو جھکانے کا بیان

اخبرنی احمد بن یحیی الصوفی قال حدثنا ابو نعیم قال حدثنا عصام بن قدامة الجدلی قال حدثنی مالک بن نمیر الخزاعی من اهل البصرة ان اباه حدثه انه رأی رسول الله صلی الله علیه وسلم قاعدا فی الصلاة واضعاذراعه الیمنی علی فخذه الیمنی رافعا اصبعه السبابة قداحناها شیئا وهو یدعو.

عصام بن قدامہ الجدلیؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے مالک بن نمیر الخزاعی نے جو اہل بصرہ میں سے تھے بیان کیا اور ان سے ان کے والد نے یہ حدیث بیان کی کہ انہوں نے یعنی حضرت نمیر الخزاعی رضی اللہ عنہ نے رسول ﷺ کو نماز میں بیٹھے ہوئے دیکھا کہ آپ دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھا اس حالت میں شہادت کی انگلی کو اٹھا کر اور تھوڑا سا جھکائے رکھ کر اس سے اشارہ کرر ہے تھے۔

تشریح: فقہا نے لکھا ہے کہ نفی یعنی لا الہ پر شہادۃ کی انگلی کھڑی کرنے اور اثبات یعنی الا اللہ کے وقت جھکاوے تا کہ اٹھانا نفی کے لئے اور جھکانا اثبات کے لئے ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

موضع البصر عند الاشارة وتحريک السبابة

اشارہ کے وقت مقام نظر اور تحریک سبابہ کا بیان

اخبرنا یعقوب بن ابراهیم قال حدثنا یحیی عن ابن عجلان عن عامر بن عبدالله بن الزبیر عن ابیه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان اذا قعد فی التشهد وضع کفه الیسری علی فخذه الیسری واشار

بالسبابة لایجاوز بصره اشارته.

عامر بن عبداللہ بن الزبیرؒ اپنے والد حضرت عبداللہ بن الزبیر ﷛ سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ ﷺ جب تشہد میں بیٹھتے تو اپنی بائیں ہتھیلی کو بائیں ران پر رکھتے اور سبابہ سے اشارہ کرتے اس حال میں آپ کی نظر اشارہ سے تجاوز نہ کرتی یعنی جس انگلی سے اشارہ کرتے نظر اس انگلی ہی پر رکھتے اور طرف نہ دیکھتے (تاکہ توحید کا مضمون دل میں حاضر رہے اور خضوع وخشوع قائم رہے۔(مظاہر حق)

باب النهى عن رفع البصر الى السماء عند الدعاء فى الصلاة

نماز میں دعاء کے وقت آسمان کی طرف نظر اٹھانے کی ممانعت کا بیان

اخبرنا احمد بن عمرو بن السرح عن ابن وهب قال اخبرنى الليث عن جعفر بن ربيعة عن الاعرج عن ابى هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لينتهين اقوام عن رفع ابصارهم عند الدعاء فى الصلاة الى السماء اولتخطفن ابصارهم.

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ نماز میں دعاء کے وقت آسمان کی طرف اپنی نگاہیں اٹھانے سے باز رہیں ورنہ ان کی نگاہیں سلب کر لی جائینگی یعنی اللہ تعالیٰ ان کی آنکھیں سلب کرلیں گے۔

تشریح: حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ امام بخاریؒ نے روایت کی ہے ''مابال اقوام يرفعون ابصارهم الى السماء فى صلاتهم '' لوگوں کو کیا ہوگیا کہ وہ نماز میں اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں پھر اس پر حضور ﷺ نے وعید کے سخت الفاظ فرمائے حتی کہ فرمایا ''لينتهين عن ذالك اولتخطفن ابصارهم '' اور بعض روایات میں آیا ہے کہ حضور ﷺ اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھاتے جب یہ آیت نازل ہوئی '' والذين هم فى صلاتهم خاشعون '' تو حضور ﷺ نے اپنا سر مبارک پست کرلیا پھر نہ اٹھاتے اور دعاء کے وقت رفع البصر الی السماء سے ممانعت کا سبب یہ ہے کہ اس فعل سے یہ تصور پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اوپر مکان معین ہے حالانکہ وہ مکانیت سے پاک ہے۔(مرقات ۳/۷)

باب ایجاب التشهد

اثبات تشہد کا بیان

اخبرنا سعيد بن عبدالرحمن ابوعبيدالله المخزومى قال حدثنا سفيان عن الاعمش ومنصور عن شقيق بن سلمة عن ابن مسعود قال كنا نقول فى الصلاة قبل ان يفرض التشهد السلام على الله السلام على جبريل وميكائيل فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاتقولوا هكذا فان الله عزوجل هو السلام

ولٰکن قولوا التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھاالنبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین اشھدان لاالہ الااللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تشہد مشروع ہونے سے پہلے ہم نماز میں کہتے تھے ''السلام علی اللہ السلام علی جبرئیل ومکائیل ''تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس طرح مت کہو کیوں کہ بیشک اللہ عزوجل خود ہی سلام ہے (یعنی السلام اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے جس کے معنی ہیں کہ وہ تمام نقائص یا شریک سے سالم اور پاک ہے تو سلامتی اس کے لئے بذات خود ثابت ہے اور اسی سے ہے) لیکن کہو ''التحیات للہ'' الی آخر۔

تعلیم التشھد کتعلیم السورۃ من القرآن

تشہد کا تعلیم دینا مثل تعلیم دینے سورۃ قرآن کے

اخبرنا احمد بن سلیمان قال حدثنا یحیی بن آدم قال حدثنا عبدالرحمن بن حمید قال حدثنا ابوالزبیر عن طاؤس عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمنا التشھد کما یعلمنا السورۃ من القرآن.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تشہد کی تعلیم اس طرح دیتے تھے جیسے ہمیں قرآن کی سورۃ کی تعلیم دیتے تھے۔ چونکہ نماز بلحاظ اجر یا بلحاظ کمال تشہد پر موقوف ہے اس لئے کمال اہتمام کے ساتھ مثل سورۃ قرآن کے تشہد کی تعلیم دیتے تھے۔

باب کیف التشھد

بیان میں اس بات کے کہ تشہد کس طرح ہے

اخبرنا قتیبۃ قال حدثنا الفضیل وھو ابن عیاض عن الاعمش عن شقیق عن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عزوجل ھو السلام فاذا قعد احدکم فلیقل التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشھدان لااله الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ ثم لیتخیر بعد ذالک من الکلام ماشاء.

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل خود سلام ہے جب تم میں سے کوئی بیٹھے تو یہ کلمات پڑھے ''التحیات للہ والصلوات'' سے ''عبدہ ورسولہ'' تک پھر اس کے بعد کلام ماثور میں سے جو چاہے اختیار کرلے یعنی حضور ﷺ سے جو دعائیں منقول ہیں ان میں سے کوئی دعاء پڑھ لے۔

نوع آخر من التشهد

ایک اور قسم کا تشہد

اخبرنامحمد بن بشار قال حدثنا یحیی بن سعید عن هشام عن قتادة ح وانبانا محمد بن المثنی قال حدثنا یحیی قال حدثنا هشام قال حدثنا قتادة عن یونس بن جبیر عن حطان بن عبدالله ان الاشعری قال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم خطبنا فعلمنا سنتنا وبین لنا صلاتنا فقال اذا قمتم الی الصلاة فاقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قال ولا الضالین فقولوا آمین یجبکم الله ثم اذا کبر ورکع فکبروا وارکعوا فان الامام یرکع قبلکم ویرفع قبلکم قال نبی الله صلی الله علیه وسلم فتلک بتلک واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لک الحمد فان الله عزوجل قال علی لسان نبیه صلی الله علیه وسلم سمع الله لمن حمده ثم اذا کبر وسجد فکبروا واسجدوا فان الامام یسجد قبلکم ویرفع قبلکم قال نبی الله صلی الله علیه وسلم فتلک بتلک واذا کان عند القعدة فلیکن من قول احدکم ان یقول التحیات الطیبات الصلوات لله السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین اشهدان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبده ورسوله .

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے ہم سے خطاب فرمایا اور ہمیں سنت یعنی احکام شریعت اور نماز کی تعلیم فرمائی پس حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ تو صفیں سیدھی کرلیا کرو پھر تم میں سے ایک آدمی امام بن جائے وہ جب تکبر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ ''ولا الضالین'' کہے تم آمین کہو تمہاری دعا اللہ تعالیٰ قبول کریں گے پھر جب وہ تکبیر کہے اور رکوع کرے تم بھی تکبیر کہو اور رکوع کرو امام تم سے پہلے رکوع کرتا ہے اور تم سے پہلے رکوع سے سر اٹھاتا ہے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا یہ اس کے بدلہ میں ہے (یعنی امام کا وہ لحظہ جس میں وہ تم سے پہلے رکوع میں جاتا ہے اس کا تدارک تمہارے اس لحظہ سے ہو جاتا ہے جس میں تم اس کے بعد رکوع سے اٹھتے ہو) اور جب امام ''سمع الله لمن حمده'' کہے تم ''اللهم ربنا لک الحمد'' کہو بیشک اللہ عزوجل نے اپنے نبی ﷺ کی زبانی فرمایا'' سمع الله لمن حمده'' کہ اللہ نے اس شخص کی تعریف سن لی جس نے اس کی تعریف کی پھر جب تکبیر کہے اور سجدہ کرے تم بھی تکبیر کہو اور سجدہ کرو امام تم سے پہلے سجدہ کرتا ہے اور تم سے پہلے سر اٹھاتا ہے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ اس کے بدلہ میں ہے (اس ارشاد کا مفہوم وہی ہے جو اوپر بتایا) اور جب تشہد کے لئے بیٹھے تو یہ کلمات پڑھے ''التحیات الطیبات الخ''

نوع آخر

ایک اور تشہد کا بیان

اخبرنا عمرو بن علی قال حدثنا ابو عاصم قال حدثنا ایمن بن نابل قال حدثنا ابو الزبیر عن جابر بن عبداللہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمنا التشہد کما یعلمنا السورۃ من القرآن بسم اللہ وباللہ التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین اشہد ان لاالہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ وأسال اللہ الجنۃ واعوذ بہ من النار قال ابو عبدالرحمن لانعلم احدًا تابع ایمن بن نابل علی ھٰذہ الروایۃ وایمن عندنا لابأس بہ والحدیث خطأ وباللہ التوفیق.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تشہد سکھاتے جیسے ہمیں قرآن کی سورۃ سکھاتے تھے چنانچہ اس تشہد کی تعلیم فرمائی ''بسم اللہ وباللہ التحیات الخ''۔

تشریح: ''قال ابو عبدالرحمن لانعلم احدا الخ'' اس حدیث کے بارے میں امام نسائیؒ کہتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے اس روایت میں ایمن بن نابل کی کسی نے متابعت کی ہو اور ہمارے نزدیک ایمن بن نابل میں کوئی برائی نہیں البتہ ان کی یہ حدیث صحیح نہیں۔ (وباللہ التوفیق)

امام نسائیؒ نے راوی حدیث ایمن بن نابل کی جس غلطی کی طرف اشارہ کیا ہے اس کی شارحین حدیث کے کلام سے دو وجہ معلوم ہوتی ہیں ایک تو یہ ہے کہ ''بسم اللہ وباللہ'' کی زیادتی کو خطاء قرار دے رہے ہیں جو صرف ایمن بن نابل نے اس تشہد کے شروع میں بیان کی ہے اس پر کسی محدث نے اس کی متابعت نہیں کی اور جتنے تشہدات احادیث صحیحہ ومرفوعہ سے ثابت ہیں ان میں سے کسی کے شروع میں اس زیادتی کا ذکر نہیں لہٰذا یہ زیادۃ جو اس تشہد کے شروع میں نقل کی ہے درست نہیں اور اس کے عدم اعتبار پر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع جو تشہد کے بارے میں آئی ہے دلالت کر رہی ہے چنانچہ ان کی حدیث مرفوع میں آیا ہے ''فاذا قعد احدکم فلیکن اول قولہ التحیات للہ الحدیث'' یہ حدیث اوپر کے عنوان کے تحت مذکور ہے جس سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ تشہد کے شروع میں تسمیہ کی زیادۃ صحیح نہیں اس کی تائید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہما کے انکار سے ہوتی ہے کہ جو شخص ''التحیات للہ'' پر زیادتی کرتا اس پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہما انکار فرماتے تھے بہر حال جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اول تشہد میں تسمیہ سنت تشہد میں سے نہیں چنانچہ علامہ نوویؒ نے الاذکار میں لکھا ہے کہ ائمہ حدیث میں سے امام بخاریؒ اور نسائیؒ وغیرہما نے فرمایا کہ تشہد کے شروع میں زیادۃ تسمیہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں لہٰذا ہمارے جمہور اصحاب کہتے ہیں کہ اول تشہد میں تسمیہ مستحب نہیں ہے دوسرے یہ کہ

ایمن بن نابلؒ نے اسناد میں بھی خطا کی ہے کہ صرف انہوں نے حدیث کو بواسطہ ابی الزبیر حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حالانکہ بواسطہ ابی الزبیر حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرنا صحیح نہیں یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ وغیرہ حفاظ حدیث نے فرمایا ''انہ اخطأ فی اسنادہ وان الصواب روایة ابی الزبیر عن طاؤس وغیرہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قالہ الحافظ فی الفتح ''اور حافظ ابن حجرؒ نے التلخیص میں لکھا ہے کہ اس حدیث کے رجال ثقات ہیں مگر ایمن بن نابل نے اس کی اسناد میں خطاء کی ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ لیث نے اس کی مخالفت کی ہے اور لیث ابوالزبیر سے روایت کرنے والوں میں سب سے زیادہ ثقہ ہیں اور وہ عن جابر نہیں کہتے بلکہ کہتے ہیں ''عن ابی الزبیر عن طاؤس وسعید عن ابن عباس'' اور بیہقیؒ کہتے ہیں کہ ''عن ابی الزبیر عن جابر'' میں ایمن بن نابل منفرد ہیں اور صحیح اسناد وہ ہے جو لیث نے ''عن ابی الزبیر عن سعید بن جبیر وطاؤس عن ابن عباس'' نقل کی ہے اور اسی طرح اس کو عبدالرحمٰن بن حمید الرواسی نے ابوالزبیر سے مثل لیث کے نقل کیا ہے۔

باب السلام علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنے کا بیان

اخبرنا عبد الوهاب بن عبدالحكم الوراق قال حدثنا معاذ بن معاذ عن سفيان بن سعيد ح واخبرنا محمود بن غيلان قال حدثنا وكيع وعبدالرزاق عن سفيان عن عبدالله بن السائب عن زاذان عن عبدالله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان لله ملائكة سياحين في الارض يبلغوني من امتي السلام.

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں گشت کرتے رہتے ہیں وہ میری امت کی طرف سے مجھ کو سلام پہنچاتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث میں فرمایا کہ فرشتے امت کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صلاۃ وسلام پہنچاتے ہیں یہ ان لوگوں کے لئے مخصوص ہے جو روضۂ اطہر سے دور ہیں لیکن جو شخص روضۂ اطہر کے پاس جا کر صلوٰۃ وسلام بھیجتا ہے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلا واسطہ سنتے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام عنصری کو قبر کے اندر ایک امتیازی شرف وخصوصیت حاصل ہے وہ زمین کے تخریبی اثرات سے بالکل محفوظ رہتے ہیں لہٰذا ان کی موت کو بالکل عام انسانوں جیسی موت سمجھنا محدثین علماء کے خلاف ہے کیوں کہ حدیث میں ان کے غسل ان کے دفن ان کی نماز ان کے ترکہ اور ان کی بیویوں سے حرمت نکاح کے مسائل صاف صاف موجود ہیں تو ان کے حق میں بالکل عام موت کا عقیدہ رکھنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے وہ عام انسانوں کی بہ نسبت مرنے کے بعد بھی ایک ممتاز برزخی حیات کے ساتھ زندہ ہیں یہی اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

فضل التسليم على النبى صلى الله عليه وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی فضیلت کا بیان

اخبرنا اسحق بن منصور الكوسج قال انبانا عفان قال حدثنا حماد قال حدثنا ثابت قال قدم علينا سليمان مولى الحسن بن على زمن الحجاج فحدثنا عن عبدالله بن ابى طلحة عن ابيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم جاء ذات يوم والبشر فى وجهه فقلنا انا لنرى البشر فى وجهك فقال انه اتانى الملك فقال يا محمد ان ربك يقول اما يرضيك انه لا يصلى عليك احد الا صليت عليه عشرا ولا يسلم عليك احد الا سلمت عليه عشراً.

حضرت ابوطلحہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز تشریف لائے اور آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر خوشی محسوس ہوتی تھی ہم نے عرض کیا کہ ہم آپ کے چہرۂ مبارک پر خوشی دیکھ رہے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا بیشک میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور کہا اے محمد بیشک آپ کا پروردگار فرماتا ہے کہ کیا تم اس بات پر خوش نہ ہو گے کہ جو کوئی آپ پر درود بھیجے اس پر دس رحمت بھیجوں اور جو کوئی آپ پر سلام بھیجے اس پر دس بار سلامتی بھیجوں۔

تشریح :درحقیقت اس بشارۃ سے حضور ﷺ کا خوش ہونا اپنی امت کوثواب حاصل ہونے کی وجہ سے تھا کہ آپ ﷺ کی نہایت غرض اور خواہش امت کے واسطے طلب خیر کی تھی اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور ﷺ کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا ''بشر امتک انه من صلى عليك صلاة الخ '' اے نبی ﷺ اپنی امت کو بشارت دیجئے کہ جو شخص آپ پر ایک بار درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھے گا اور دس گناہیں بخش دے گا اور اس کے واسطے دس درجات بلند کرے گا۔ (مرقات: ۲/۳۴۳)

باب التمجيد والصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم فى الصلاة

نماز میں دعاء سے پہلے اللہ کی تعریف اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا بیان

اخبرنا محمد بن سلمة قال حدثنا ابن وهب عن ابى هانئ ان ابا على الجنبى حدثه انه سمع فضالة بن عبيد يقول سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلا يدعو فى صلاته لم يمجد الله ولم يصل على النبى صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم عجلت ايها المصلى ثم علمهم رسول الله صلى الله عليه وسلم وسمع رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلا يصلى فمجد الله وحمده وصلى على النبى صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ادع تجب وسل تعط.

حضرت فضالہ بن عبید ﷛ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی سے نماز میں دعا کرتے سنا مگر اس نے نہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور نہ رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے مصلی تو نے دعا مانگنے میں جلد بازی کی پھر اس کو اور دوسرے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ نے دعاء کا ادب سکھایا راوی کا بیان ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک اور آدمی سے دعاء کرتے سنا کہ اس نے نماز پڑھی اس کے بعد اللہ کی حمد وثناء کی اور نبی ﷺ پر درود بھیجا پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے مصلی اب دعا کر تیری دعا قبول ہوگی اور سوال کر تیری مانگی ہوئی چیز تجھے دیدی جائے گی۔

تشریح :اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آداب دعا کی رعایت کے ساتھ جو دعا مانگی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے آداب دعا یہ ہے کہ دعا سے پہلے قعدہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرے اور حضور ﷺ پر درود بھیجے اس اول شخص نے بدون آداب کی رعایت کے دعا مانگی اس کے اس عمل کو حضور ﷺ نے پسند نہیں فرمایا اس لئے حضور ﷺ نے اس سے فرمایا ''عَجلتَ'' کہ تو نے ترتیب دعا کو ترک کر دیا اور وسیلہ سے پہلے سوال پیش کیا بعد ازاں اس کو آداب دعاء کی تعلیم دی راوی کہتا ہے کہ ایک اور شخص آیا اس نے نماز پڑھی پھر قعدہ میں اللہ کی حمد وثناء کی اور نبی ﷺ پر درود بھیجا اس کے عمل کو حضور ﷺ نے پسند فرمایا کیوں کہ دعاء میں اس نے جلد بازی سے کام نہیں لیا پھر حضور ﷺ نے اس سے فرمایا اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگو عطاء کی جائے گی۔

باب الامر بالصلاة على النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر امر بالصلاۃ کا بیان

اخبرنا محمد بن سلمة والحارث بن مسكين قراءة عليه وانا اسمع واللفظ له عن ابن القاسم قال حدثنی مالک عن نعیم بن عبدالله المجمر ان محمد بن عبدالله بن زيد الانصاری وعبدالله بن زيد الذی أری النداء بالصلاة اخبره عن ابی مسعود الانصاری انه قال اتانا رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مجلس سعد بن عبادة فقال له بشير بن سعد امرنا الله عزوجل ان نصلی علیک یا رسول الله فکیف نصلی علیک فسکت رسول الله صلی الله علیه وسلم حتی تمنینا انه لم یسأله ثم قال قولوا اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی آل ابراهیم وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی آل ابراهیم فی العالمین انک حمید مجید والسلام کما علمتم.

حضرت ابو مسعود انصاری ﷛ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس سعد بن عبادہ ﷛ کی مجلس میں تشریف لائے آپ سے بشیر بن سعد ﷛ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں اللہ نے آپ ﷺ پر درود پڑھنے کا حکم دیا ہم آپ ﷺ پر درود کس طرح پڑھیں پس رسول اللہ ﷺ خاموش رہے حتی کہ ہم نے کہا کاش یہ بات آپ ﷺ سے دریافت نہ کرتے تو اچھا ہوتا

پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہو ''اللھم صل علی محمد الخ'' اور سلام کا طریقہ وہ ہے جو تم کو معلوم ہو چکا ہے یعنی تشہد میں۔

تشریح: حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے جو عرض کیا کہ اللہ نے ہمیں آپ ﷺ پر درود پڑھنے کا حکم دیا ہے ہم کس طرح درود پڑھیں درود پڑھنے کا یہ حکم اس آیت میں دیا گیا ہے ''یآایھا الذی امنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما'' اس سوال کا جواب فوراً نہ دینے بلکہ حضور ﷺ کے سکوت پر حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ خود اپنے سوال پر نادم ہو کر کہنے لگے کاش ہم دریافت نہ کرتے غالباً انہوں نے یہی سمجھا ہو کہ حضور ﷺ کا سکوت جواب سے اعراض ہے یا شاید جواب مشکل ہو یا مصلحت کے خلاف ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (قاله علامة السندهیؒ)

بہرحال کچھ دیر سکوت کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا پڑھا کرو ''اللھم صلی علی محمد الخ''۔

باب کیف الصلوٰة علی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم

اس بات کے بیان میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کس طرح بھیجا جائے

اخبرنا زیاد بن یحیی قال حدثنا عبدالوهاب بن عبدالمجید قال حدثنا هشام بن حسان عن محمد عن عبدالرحمن بن بشر عن ابی مسعود الانصاری قال قیل للنبی صلی الله علیه وسلم امرنا ان نصلی علیک ونسلم اما السلام فقد عرفناه فکیف نصلی علیک قال قولوا اللهم صلی علی محمد کما صلیت علی آل ابراهیم اللهم بارک علی محمد کما بارکت علی آل ابراهیم .

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم آپ ﷺ پر درود اور سلام بھیجیں سلام کا طریقہ تو ہم کو معلوم ہے (کہ التحیات میں ''السلام علیک ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاته'' پڑھا ہی جاتا ہے) مگر ہم آپ ﷺ پر درود کس طرح پڑھیں حضور ﷺ نے فرمایا پڑھا کرو ''اللھم صل علی محمد الخ''۔

تشریح: نماز کے اندر تشہد کے بعد درود پڑھنے پر تمام امت مسلمہ کا اتفاق ہے البتہ واجب اور سنت ہونے میں اختلاف ہے اکثر علماء کا قول ہے کہ درود پڑھنا سنت ہے اور حنفیہ کا بھی یہی قول ہے ان کا استدلال حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہے ''اذا قلت هذا او فعلت فقد تمت صلاتک ان شئت ان تقوم فقم وان شئت ان تقعد فاقعد'' یہ جملہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول بھی ہو سکتا ہے اور قول مرفوع بھی ہو سکتا ہے اکثر محدثین نے مثلاً علامہ زین الدین عراقیؒ اور ابن ہمام وغیرہما نے موقوف ہونے کو ترجیح دی اور بعض محدثین نے حدیث مرفوع ہونے کو ترجیح دی بہرحال حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کی تقدیر پر بھی وہ مرفوع کے حکم میں ہے اب اس حدیث میں حضور ﷺ کے ارشاد ''قولوا التحیات لله الخ'' یعنی پڑھا کرو ''التحیات لله'' سے ''عبده ورسوله'' تک کے بعد فرمایا کہ جب تو نے اس کو پڑھا یا یہ کیا

یعنی بقدر قرأۃ تشہد قعدہ کیا تو تیری نماز پوری ہوگئی تو اس حدیث میں تمام صلوٰۃ کو دو چیزوں میں سے ایک کے ساتھ مربوط فرمایا ہے اب اگر کسی نے ان دونوں کے علاوہ تیسری چیز یعنی درود کے ساتھ تمام صلوٰۃ کو معلق کیا تو اس نے نص کی مخالفت کی بہرحال اس سے معلوم ہوا کہ تشہد کے بعد درود واجب نہیں ورنہ قیام کی اجازت نہ ہوتی حالانکہ الفاظ حدیث ''ان شئت ان تقوم فقم '' سے قیام کی اجازت ثابت ہورہی ہے امام شافعیؒ کے نزدیک تشہد اور درود دونوں فرض ہیں انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ''کنا نقول قبل ان یفرض علینا التشہد السلام علی اللہ السلام علی جبریل ومیکائیل فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قولوا التحیات الخ ''اور اسی حدیث میں یہ جملہ بھی فرمایا ''اذا قلت ھذا اوفعلت ھذا فقد تمت صلاتک الخ ''۔(رواہ ابو داؤد وغیرھم)

تو امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں فرض کا اطلاق تشہد پر کیا گیا ہے اور حضور ﷺ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''قل التحیات للہ الخ ''اور امر وجوب کے لئے ہے اور تمام صلوٰۃ کو تشہد کے ساتھ معلق فرمایا ہے لہٰذا بدون اس کے نماز پوری نہ ہوگی اور درود کا فرض ہونا تو اس پر استدلال اللہ تعالیٰ کے قول صلوا علیہ سے کیا ہے صیغہ امر ہے اور امر وجوب کے لئے ہے اور اس آیت میں جس درود کا حکم دیا گیا ہے اس سے مراد نماز کے اندر درود پڑھنا ہے نہ کہ خارج صلوٰۃ میں لہٰذا تشہد کے بعد نماز کے اندر درود واجب ہے امام شافعیؒ کے اس استدلال کا جواب حنفیہ یہ دیتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تمام صلوٰۃ کو دو چیزوں میں سے ایک کے ساتھ مقید کیا گیا ہے اور سب کا اس پر اتفاق ہے کہ تمام صلوٰۃ قعدہ پر موقوف ہے اگر اس کو ترک کردے تو نماز درست نہ ہوگی لہٰذا دوسری چیز یعنی قراۃ تشہد پر موقوف نہ ہوگا تاکہ حدیث میں جو اختیار کیا گیا ہے وہ ثابت رہے کیوں کہ دو چیزوں میں اختیار دینے کا حاصل یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک بجالاوے اب اگر تمام صلاۃ کو قعدہ اور قرأۃ تشہد دونوں پر موقوف رکھا جائے تو پھر اختیار کہاں باقی رہا دونوں پر موقوف ٹھہرانا اس اختیار کی مخالفت ہے جو حدیث سے معلوم ہوتا ہے علاوہ اس کے خبر واحد سے قطعی فرض ثابت نہیں ہوسکتا مگر واجب تو حنفیہ وجوب تشہد کے قائل ہیں اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے لفظ ''ان یفرض الخ '' سے استدلال کا جواب یہ ہے کہ یہاں فرض کے معنی تقدیر کے ہیں تو مطلب یہ ہوگا کہ تشہد مقدر اور مقرر ہونے سے پہلے ہم ''السلام علی اللہ الخ '' کہتے تھے اور حدیث میں امر کا صیغہ جو وارد ہوا یعنی ''قل التحیات للہ ''میں وہ علی سبیل التعلیم وارد ہوا ہے لہٰذا وہ فرضیت کا فائدہ نہیں دیتا اور اس سے فرضیت پر استدلال نہیں ہوسکتا اب رہا درود کا مسئلہ قرآن پاک کی آیت ''صلوا علیہ وسلموا علیہ تسلیماً '' سے استدلال کرتے ہوئے امام شافعیؒ کا یہ فرمانا کہ اس آیت میں جس درود کا حکم دیا گیا ہے اس سے مراد نماز کے اندر درود پڑھنا ہے اور امر کا مقتضی وجوب ہے لہٰذا تشہد کے بعد درود پڑھنا واجب قرار پایا نماز سے باہر نہیں اس کو حنفیہ تسلیم نہیں کرتے کیوں کہ درود پڑھنا حضور ﷺ پر نماز سے باہر واجب ہے یا تو تمام عمر میں ایک بار واجب ہے جیسا کہ کرخیؒ نے کہا یا ہر بار واجب ہے جبکہ حضور ﷺ کا ذکر کیا جائے جیسا کہ امام طحاویؒ نے اختیار کیا ہے غرض کہ آیت کے امر سے درود ایک بار پڑھنے سے حکم فرض ادا ہوجاتا ہے نماز کے اندر پڑھے

یا نماز سے باہر کیوں کہ امر تکرار کو نہیں چاہتا اور آیت مذکورہ یقینی طور پر درود کا نماز ہی کے اندر ہونے پر دلالت نہیں کرتی امام شافعیؒ التحیات کے بعد درود واجب ہونے پر حضرت ابن مسعود ﷺ اور ابن ماجہ کی حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں حدیث ابن مسعود ﷺ کے یہ الفاظ ہیں ''من صلی صلاة لم یصل علی فیھا وعلی اھل بیتی لم تقبل منه ''ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں ''لاصلاة لمن لاوضوء له ولاوضوء لمن لم یذکر اسم الله علیه ولا صلاة لمن لم یصل علی النبی صلی الله علیه وسلم ولا صلاة لمن لم یحب الانصار ''جمہور ائمہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود ﷺ کی حدیث کا مدار جابر جعفی پر ہے اور وہ ضعیف ہیں علاوہ اس کے اس حدیث کے راویوں میں اختلاف پایا جاتا ہے بعض نے اس کو بطور مرفوع اور بعض نے بطور موقوف روایت کیا ہے لہٰذا اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں اور ابن ماجہ کی روایت کو تمام محدثین نے ضعیف بتایا ہے ابن حبانؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے استدلال درست نہیں اور بالفرض اس کو صحیح مان بھی لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے نماز کے اندر تشہد کے بعد درود نہیں پڑھا اس کی نماز کامل نماز نہ ہوگی یا جس نے تمام عمر میں نبی کریم ﷺ پر ایک مرتبہ بھی درود نہیں پڑھا ایسے شخص کی نماز نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بہرحال اس مسئلہ میں امام شافعیؒ کا مسلک جمہور علماء کے برعکس ہے اسی وجہ سے قاضی عیاض نے کہا کہ امام شافعیؒ اپنے اس قول میں کہ نماز میں تشہد کے بعد درود فرض ہے جس نے درود نہ پڑھا اس کی نماز فاسد ہے متفرد ہیں ان سے پہلے کوئی اس کا قائل نہیں تھا اور نہ اس میں کوئی ایسی حدیث ہے جس کی اتباع واجب ہو اور اس قول پر ایک جماعت نے حرف گیری کی جن میں طبریؒ اور قشیریؒ ہیں اور علامہ خطابیؒ علماء شافعیہ سے خود مخالف ہیں چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں امام شافعیؒ کا کوئی مقتدا مجھے نہیں معلوم ہوا اور جو تشہدات حضرت ابن مسعود و ابن عباس و ابو ہریرہ و جابر و ابوسعید و ابوموسیٰ اور ابن الزبیر ﷺ سے مروی ہیں کسی میں درود کا فرض ہونا مذکور نہیں۔ (فتح القدیر : ۱/ ۲۲۳)

نوع آخر

ایک اور درود کا بیان

اخبرنا القاسم بن زکریا بن دینار من کتابه قال حدثنا حسین بن علی عن زائدة عن سلیمان عن عمرو بن مرة عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن کعب بن عجرة قال قلنا یارسول الله السلام علیک قد عرفناه فکیف الصلاة قال قولوا اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کماصلیت علی آل ابراھیم انک حمید مجید اللھم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی آل ابراھیم انک حمید مجید قال ابن ابی لیلیٰ ونحن نقول وعلینا معھم قال ابوعبدالرحمن حدثنا به من کتابه وھذا خطأ.

حضرت کعب بن عجرۃ ﷺ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ﷺ پر سلام بھیجنے کا طریقہ ہم کو معلوم

ہو چکا ہے مگر درود کس طرح بھیجیں حضور ﷺ نے فرمایا پڑھا کرو" اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد الخ"۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ ہم "وعلینا معھم" بھی کہتے تھے۔ "قال ابوعبدالرحمن الخ" امام نسائیؒ کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ قاسم نے اپنی کتاب سے یہی حدیث سند مذکور سے ہم سے بیان کی اور یہ سند مذکور خطاء ہے۔(وجہ خطاء آگے بیان کریں گے)

اخبرنا القاسم بن زکریا قال حدثنا حسین عن زائدة عن سلیمان عن الحکم عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن کعب ابن عجرة قال قلنا یارسول الله السلام علیک قد عرفناه فکیف الصلاة علیک قال قولوا اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراهیم وعلی آل ابراهیم انک حمید مجید وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراهیم وعلی آل ابراهیم انک حمید مجید .قال عبدالرحمن ونحن نقول وعلینا معهم .قال ابوعبدالرحمن وهٰذا اولیٰ بالصواب من الذی قبله ولانعلم احدا قال فیه عمروبن مرة غیر هٰذا والله تعالیٰ اعلم.

حضرت کعب بن عجرۃ ﷺ کہتے ہیں ہم نے عرض کیا یارسول اللہ آپ ﷺ پر سلام کا طریقہ تو ہم کو معلوم ہے پس آپ ﷺ پر درود بھیجنے کا کیا طریقہ ہے آپ ﷺ نے فرمایا پڑھا کرو" اللھم صل علی محمد الخ" عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں اور ہم یہ لفظ بھی کہتے تھے" وعلینا معھم"۔

"قال ابوعبدالرحمن الخ" یعنی امام نسائی کہتے ہیں سند سابق کے مقابلہ میں یہی سند صحیح ہے جس میں حکم عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ہے اور ہم کسی کو نہیں جانتے کہ اس نے اس حدیث کی سند میں عمرو بن مرۃ عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کہا ہو سوائے قاسم کے انہوں نے اول سند میں عمرو بن مرۃ کا ذکر کیا ہے اور سند ثانی میں حکم کا اور صحیح حکم ہی ہے جیسا کہ اگلی حدیث میں سوید بن نصر نے حکم عن ابن ابی لیلیٰ کے طریق سے روایت کیا ہے۔

اخبرنا سوید بن نصر قال حدثنا عبدالله عن شعبة عن الحکم عن ابن ابی لیلیٰ قال قال لی کعب بن عجرة الا اهدی لک هدیة قلنا یا رسول الله قد عرفنا کیف السلام علیک فکیف نصلی علیک قال قولوا اللهم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی آل ابراهیم انک حمید مجید اللهم بارک علی محمد و آل محمد کما بارکت علی آل ابراهیم انک حمید مجید.

حضرت ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ کعب بن عجرۃ ﷺ نے مجھ سے کہا کیا میں تمہیں ایک تحفہ نہ دوں ہم نے عرض کیا یارسول اللہ آپ ﷺ پر سلام کا طریقہ تو معلوم ہے مگر ہم آپ ﷺ پر درود کس طرح بھیجیں آپ ﷺ نے فرمایا کہو" اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد الخ"۔

نوع آخر

ایک اور درود کا بیان

اخبرنا اسحاق بن ابراھیم قال انبانا محمد بن بشر قال حدثنا مجمع بن یحیی عن عثمان بن موھب عن موسیٰ بن طلحۃ عن ابیہ قال قلنا یارسول اللہ کیف الصلاۃ علیک قال قولوا اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وآل ابراھیم انک حمید مجید وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وآل ابراھیم انک حمید مجید۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا کیا طریقہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پڑھا کرو "**اللھم صل علی محمد الخ**"۔

اخبرنا عبیداللہ بن سعد بن ابراھیم بن سعد قال حدثنا عمی قال حدثنا شریک عن عثمان بن موھب عن موسیٰ بن طلحۃ عن ابیہ ان رجلا اتی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال کیف نصلی علیک یا نبی اللہ قال قولوا اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم انک حمید مجید وبارک علی محمد وعلی آل محمد کمابارکت علی ابراھیم انک حمید مجید۔

حضرت موسیٰ نے اپنے والد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے نبی ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کس طرح بھیجیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پڑھا کرو "**اللھم صل علی محمد الخ**"۔

اخبرنا سعید بن یحیی بن سعید الاموی فی حدیثہ عن ابیہ عن عثمان بن حکیم عن خالد بن سلمۃ عن موسیٰ بن طلحۃ قال سألت زید بن خارجۃ قال انا سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال صلوا علی واجتھدوا فی الدعاء وقولوا اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد۔

موسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں کہ میں نے زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درود پڑھو مجھ پر پھر اچھی طرح سے دعاء مانگو اور پڑھا کرو "**اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد**"۔

نوع آخر

ایک اور درود کا بیان

اخبرنا قتیبۃ قال حدثنا بکر وھو ابن مضر عن ابن الھاد عن عبداللہ بن خباب عن ابی سعید

الخدری قال قلنا یا رسول اللہ ھذا التسلیم علیک قد عرفناہ فکیف الصلاۃ علیک قال قولوا اللھم صل علی محمد عبدک ورسولک کما صلیت علی ابراھیم وبارک علی محمد وآل محمد کما بارکت علی ابراھیم.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ آپ ﷺ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہم کو معلوم ہے مگر آپ ﷺ پر درود بھیجنے کا کیا طریقہ ہے حضور ﷺ نے فرمایا پڑھا کرو ''اللھم صلی علی محمد عبدک ورسولک الخ''۔

نوع آخر

ایک اور درود کا بیان

اخبرنا قتیبۃ بن سعید عن مالک والحارث بن مسکین قراءۃ علیہ وانا اسمع عن ابن القاسم قال حدثنی مالک عن عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمروبن حزم عن ابیہ عن عمروبن سلیم الزرقی قال اخبرنی ابوحمید الساعدی انھم قالوا یارسول اللہ کیف نصلی علیک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قولوا اللھم صل علی محمد وازواجہ وذریاتہ و فی حدیث الحارث کما صلیت علی آل ابراھیم وبارک علی محمد وازواجہ و ذریاتہ قالا جمیعا کما بارکت علی آل ابراھیم انک حمید مجید . قال ابوعبدالرحمن انبانا قتیبۃ بھذا الحدیث مرتین ولعلہ ان یکون قد سقط علیہ منہ سطر.

عمرو بن سلیم زرقی کہتے ہیں کہ حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ ہم آپ ﷺ پر درود کس طرح بھیجیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پڑھا کرو ''اللھم صل علی محمد وازواجہ وذریاتہ'' اور حارث بن مسکین کی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں ''کما صلیت علی آل ابراھیم الخ'' پھر دونوں کہتے ہیں (یعنی قتیبہ اور حارث) ''کما بارکت علی آل ابراھیم انک حمید مجید''۔

''قال ابوعبدالرحمن الخ'' یعنی امام نسائی کہتے ہیں کہ قتیبہ نے ہم سے یہ حدیث دو مرتبہ بیان کی اور شاید اس کی کتابت کے وقت میں ان سے ایک سطر سہواً ساقط ہوگئی ہو کیوں کہ انہوں نے کما صلیت سے وذریاتہ تک بیان نہیں کیا مگر اس کو حارث بن مسکین نے بیان کیا ہے۔

تشریح: جب دوسرے سال ہجرت کے ماہ شعبان میں آیت مبارکہ'' ن اللہ وملائکتہ یصلون الخ'' نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ سے درود بھیجنے کی کیفیت معلوم کی سلام بھیجنے کی کیفیت اس لئے دریافت نہیں کی کہ ان کو سلام بھیجنے کا طریقہ معلوم تھا کیوں کہ التحیات میں پہلے سکھایا جا چکا تھا کہ ''السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

''کہا جائے مگر ان کو صلاۃ یعنی درود بھیجنے کا طریقہ معلوم نہ تھا اس لئے اس کی کیفیت کے بارے میں سوال کیا تو حضور ﷺ نے اس کی تعلیم فرمائی کہ پڑھا کرو''**اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد الخ** ''اور یہ درود نماز میں التحیات کے بعد جمہور علماء کے نزدیک سنت ہے جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے ان روایات مذکورہ میں درود کے متعدد الفاظ آئے ہیں ہر ایک جائز ہے اور ہر اس صیغہ سے صلاۃ وسلام کے حکم کی تعمیل ہوسکتی ہے جس میں صلاۃ وسلام کے الفاظ ہوں اور یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ الفاظ حضور ﷺ سے بعینہ منقول بھی ہوں بلکہ جس عبارت سے بھی صلاۃ وسلام کے الفاظ ادا کئے جائیں اس حکم کی تعمیل اور درود شریف کا ثواب حاصل ہو جاتا ہے مگر یہ ظاہر ہے کہ جو الفاظ خود حضور ﷺ سے منقول ہیں وہ زیادہ بابرکت اور زیادہ ثواب کے موجب ہیں۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

آیت مبارکہ میں بندوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ خود نبی ﷺ پر صلاۃ بھیجیں یعنی سب بندے حضور ﷺ کے لئے رحمت خاصہ کی دعا کریں جس کو ہمارے محاورے میں درود کہتے ہیں مگر طریقہ یہ بتلایا کہ کہو''**اللھم صل علی محمد الخ** ''یاالٰہی محمد (ﷺ) پر رحمت بھیج تو بندے خود صلاۃ بھیجنے کے بجائے اللہ تعالیٰ سے اس کا سوال کرتے ہیں حالانکہ مامور بالصلوٰۃ بندے ہی ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ کا حق عظمت جوامت کے ذمہ ہے اس کا حضور ﷺ کی شانِ عالی کے مطابق پورا پورا ادا کرنا کسی کے بس میں نہیں اس لئے امت پر یہ لازم کیا گیا کہ اللہ جل شانہ سے دعاء کریں تو درحقیقت صلاۃ بھیجنے والے اللہ تعالیٰ ہیں اور اس کی نسبت بندے کی طرف بطور مجاز ہے۔(بحر الرائق: ۱/ ۳۴۸)

تشبیہ پر اشکال اور اس کا جواب

یہاں درود کی تعلیم میں تشبیہ مذکور ہے (کما صلیت میں کاف تشبیہ کے لئے ہے) یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام شرف وکمال میں حضور ﷺ سے افضل ہیں کیوں کہ یہ ثابت شدہ بات ہے کہ مشبہ سے مشبہ بہ افضل واکمل ہوتا ہے اور مشبہ کا درجہ کم ہوتا ہے حالانکہ واقعہ اس کے برعکس ہے کیوں کہ حضور ﷺ تن تنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے آل سے افضل ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ کما صلیت سے مقصود اصل صلاۃ میں تشبیہ دینا ہے نہ کہ قدر صلاۃ میں مماثل کرنا مقصود ہے جیسا کہ باری تعالیٰ کے قول''**کتب علیکم الصیام کما کتب الخ** ''میں کما کتب سے نفس وجوب میں تشبیہ دینا مراد ہے اور کیفیت اور تعداد ایام وغیرہ کے اندر مماثل کرنا مقصود نہیں یا یہ کہ کما صلیت میں تشبیہ آل محمد کی طرف راجع ہے پس''**اللھم صل علی محمد** ''کا تشبیہ سے کوئی تعلق نہیں یا یہ کہ اس تشبیہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضور ﷺ سے افضل ہونا لازم نہیں آتا بلکہ تشبیہ کبھی مثل اور اس سے بھی ادنیٰ چیز کے ساتھ دی جاتی ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے''**مثل نورہ کمشکاۃ الایۃ** ''حالانکہ چراغوں کے نور کو اللہ جل شانہ کے نور کے ساتھ کیا مناسبت اسی طرح یہاں زیر بحث مسئلہ میں سمجھ لیں۔قاضی عیاضؒ نے کہا تمام اقوال میں زیادہ ظاہر یہ قول ہے کہ ہمارے نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے اس صلاۃ کا سوال اپنے لئے اور اپنے اہل بیت

کے لئے اس لئے فرمایا تھا کہ سب پر نعمت کی تکمیل ہو جائے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اوران کے اہل بیت پر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت کی تکمیل فرمائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (مرقات وبحر الرائق)

باب الفضل فی الصلاة علی النبی صلی الله علیه وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی فضیلت کا بیان

اخبرنا سوید بن نصر قال حدثنا عبدالله یعنی ابن المبارک قال انبانا حماد بن سلمة عن ثابت عن سلیمان مولی الحسن بن علی عن عبدالله بن ابی طلحة عن ابیه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم جاء ذات یوم والبشریری فی وجهه فقال انه جاء نی جبریل صلی الله علیه وسلم فقال اما یرضیک یا محمد ان لا یصلی علیک احد من امتک الا صلیت علیه عشرا ولا یسلم علیک احد من امتک الا سلمت علیه عشراً.

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن تشریف لائے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر خوشی کے آثار نمایاں تھے فرمایا کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا تم اس بات پر خوش نہ ہوگے کہ تمہاری امت میں سے جو کوئی تم پر درود بھیجے گا میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا اور تمہاری امت میں سے جو کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجے گا میں اس پر دس سلامتی نازل کروں گا۔

اخبرنا علی بن حجر قال حدثنا اسماعیل بن جعفر عن العلاء عن ابیه عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال من صلی علی واحدة صلی علیه عشراً.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھے گا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔

اخبرنا اسحق بن منصور قال حدثنا محمد بن یوسف قال حدثنا یونس بن ابی اسحق عن برید بن ابی مریم قال حدثنا انس بن مالک قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من صلی علی صلاة واحدة صلی الله علیه عشر صلوات وحطت عنه عشر خطیئات ورفعت له عشر درجات.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھے گا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور دس خطائیں معاف کردے گا اور دس درجات اس کے لئے بلند کرے گا۔

تشریح: درود پڑھنے والے کو نفع اس وجہ سے ملتا ہے کہ اس نے امتثال امر الٰہی کا کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حق تعظیم ادا کیا جس کا بیان ان روایات میں آیا ہے علاوہ ان روایات کے اور بھی بہت سی احادیث ہیں جو اس پر شاہد ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے فوائد اور ثمرات بیشمار ہیں دنیا اور آخرت میں۔

باب تخییر الدعاء بعد الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کے بعد دعاء اختیار کرنے کا بیان

اخبرنا یعقوب بن ابراھیم الدورقی وعمروبن علی واللفظ له قالا حدثنا یحیی قال حدثناسلیمان الاعمش قال حدثنی شقیق عن عبداللہ قال کنا اذا جلسنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی الصلاۃ قلنا السلام علی اللہ من عبادہ السلام علی فلان وفلان فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لاتقولوا السلام علی اللہ فان اللہ ھو السلام ولکن اذا جلس احدکم فلیقل التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاته السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین فانکم اذا قلتم ذالک اصابت کل عبد صالح فی السماء والارض اشھد ان لا الہ الااللہ واشھد ان محمد عبدہ ورسوله ثم لیتخیر من الدعاء بعد اعجبه الیه یدعوبه.

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں بیٹھتے تو ہم یہ الفاظ کہتے ''السلام علی اللہ عن عباداللہ السلام علی فلان وفلان ''پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مت کہو''السلام علی اللہ '' کیوں کہ اللہ بذات خود سلام ہے لیکن جب تم میں سے کوئی بیٹھے تو یہ کلمات پڑھے''التحیات للہ والصلوات والطیبات الخ ''پس جب تم اس کو پڑھو گے تو اس کا ثواب یا اس کی برکت ہر نیک بندے کو پہنچتی ہے جو آسمان اور زمین میں ہیں پھر اختیار کرے مصلی دعاء میں سے جو اس کو زیادہ پسند ہو اور اس کے ساتھ دعاء مانگے۔

تشریح :یعنی ادعیہ ماثورہ میں سے کوئی دعاء درود کے بعد پڑھے دعائیں تو حدیث اور آثار میں بہت آئی ہیں مختلف الفاظ کے ساتھ ان میں سے ایک دعاء یہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تعلیم فرمائی''اللھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیراً '' آخر تک اس کا پڑھنا درود کے بعد افضل ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ دعاء ہے''اللھم انی اسألک من الخیر کله ما علمت منه ومالم اعلم واعوذبک من الشر کله ماعلمت منه ومالم اعلم '' غرض کہ ادعیہ ماثورہ میں جو دعا پسند ہو اسے پڑھ لیا کرے مگر افضل وہ دعاء ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تعلیم فرمائی۔

الذکر بعد التشھد

تشہد کے بعد ذکر کا بیان

اخبرنا عبید بن وکیع بن الجراح اخو سفیان بن وکیع قال حدثنا ابی عن عکرمة بن عمار عن اسحق بن عبداللہ بن ابی طلحة عن انس بن مالک قال جاء ت امّ سلیم الی النبی صلی اللہ علیه وسلم

فقالت یارسول اللہ علمنی کلمات ادعوبھن فی صلاتی قال سبحی اللہ عشرا واحمدیہ عشرا وکبریہ عشرا ثم سلیہ حاجتک یقل نعم نعم.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کچھ کلمات بتلا دیجئے کہ ان کے ذریعہ سے میں اپنی نماز میں دعاء کروں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس بار سبحان اللہ پڑھ اور دس بار الحمد للہ اور دس بار اللہ اکبر پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طلب کے جواب میں فرما رہے تھے ہاں ہاں یعنی میں نے تیرا مطلوب تجھ کو دیدیا اور وہ یہی کلمات ہیں ان کو پڑھا کرو۔

باب الدعاء بعد الذکر

ذکر کے بعد دعاء کا بیان

اخبرنا قتیبة قال حدثنا خلف بن خلیفة عن حفص بن اخی انس عن انس بن مالک قال کنت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالسایعنی ورجل قائم یصلی فلما رکع وسجد وتشھد دعا فقال فی دعائہ اللھم انی اسألک بان لک الحمد لااله الا انت المنان بدیع السماوات والارض یاذالجلال والاکرام یاحی یا قیوم انی اسألک فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صحابہ تدرون بم دعا قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال والذی نفسی بیدہ لقد دعا اللہ باسمہ العظیم الذی اذا دعی بہ اجاب واذا سئل بہ اعطی.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور ایک آدمی کھڑا ہو کر نماز پڑھ رہا تھا اس نے رکوع کیا اور سجدہ کیا اور تشہد پڑھا پھر دعا مانگی پس اپنی دعا میں کہا "اللھم انی اسئلک الخ" یا الٰہی بیشک میں تجھ سے سوال کرتا ہوں بوسیلہ اس کے کہ تمام حمد وثناء تیرے ہی لئے ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں احسان کرنے والا آسمانوں اور زمین کا خالق ہے اے عظمت اور بخشش والا اے زندہ اے ہمیشہ قائم رہنے والا بیشک میں تم سے سوال کرتا ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ اس نے کس کے ساتھ دعاء کی صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کو معلوم ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے البتہ اس نے اللہ تعالیٰ کے عظیم نام کے ساتھ دعاء مانگی ایسا نام جب اس کے ساتھ مانگا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعاء قبول کرتا ہے اور جب اس کے ساتھ سوال کیا جائے تو عطا فرماتا ہے۔

اس شخص نے اپنی دعاء میں مسئول کا ذکر نہیں کیا صرف ان اوصاف کا ذکر کیا ہے جن کی بدولت اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگی تھی کہ اللہ تعالیٰ محمود ہے سوائے اس کے کوئی معبود نہیں وغیرہ وغیرہ۔

اخبرنا عمرو بن یزید ابوبرید البصری عن عبدالصمد بن عبدالوارث قال حدثنا ابی قال حدثنا حسین المعلم عن ابن بریدة قال حدثنی حنظلة بن علی ان محجن بن الادرع حدثه ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل المسجد اذا رجل قد قضی صلاته وھو یتشھد فقال اللھم انی اسألک یا اللہ بانک الواحد الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفواً احد ان تغفرلی ذنوبی انک انت الغفور الرحیم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد غفرله ثلاثا.

حضرت محجن بن ادرع نے حنظلہ بن علی سے یہ حدیث بیان کی کہ بیشک رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے اس وقت ایک آدمی نے اپنی نماز کو پورا کیا اور وہ تشہد پڑھ رہا تھا اس کے بعد یہ دعا پڑھی ''اللھم انی اسألک الخ '' یاالٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں اے اللہ تو میرے گناہوں کو معاف کردے بوسیلہ اس کے کہ تو ہے بے مثل اکیلا بے نیاز جو کہ نہ جنا اور نہ جنا گیا اور ہے ہی نہیں اس کا کوئی ہمسر اگر تو میرے گناہوں کو درگذر کردے (محض تیری مہربانی) بے شک تو مغفرت کرنے والا ہے اور مہربانی کرنے والا ہے نبی ﷺ نے فرمایا اس کی مغفرت کی گئی یہ بات تین بار فرمائی۔

نوع آخر من الدعاء

ایک اور دعاء کا بیان

اخبرنا قتیبة بن سعید قال حدثنا اللیث عن یزید بن ابی حبیب عن ابی الخیر عن عبداللہ بن عمرو عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنھما انه قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علمنی دعاء ادعوبه فی صلاتی قال قل اللھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا ولایغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرة من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم.

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا مجھے کوئی ایسی دعاء سکھلا دیجئے کہ میں اس کے ساتھ اپنی نماز میں دعا کروں یعنی بعد تشہد اور درود کے حضور ﷺ نے فرمایا پڑھا کرو ''اللھم انی ظلمت نفسی الخ '' اے اللہ میں نے اپنے نفس پر بہت ظلم کیا اور اس میں شک نہیں کہ تیرے سوا گناہوں کو کوئی بخش نہیں سکتا پس تو اپنے فضل سے مجھ کو بخش دے اور مجھ پر رحم فرما بیشک تو ہی بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔

نوع آخر من الدعاء

ایک اور دعاء کا بیان

اخبرنا یونس بن عبدالاعلی قال حدثنا ابن وھب قال سمعت حیوة یحدث عن عقبة بن مسلم عن

ابی عبدالرحمن الحبلی عن الصنابحی عن معاذ بن جبل قال اخذ بیدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی لاحبک یا معاذ فقلت وانا احبک یارسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا تدع ان تقول فی کل صلاۃ رب اعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک۔

حضرت معاذ بن جبل ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ سے فرمایا اے معاذ مجھے تجھ سے محبت ہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے بھی آپ سے محبت ہے پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد اللہ تعالیٰ سے یہ دعاء کیا کرو اور کبھی اسے نہ چھوڑو "رب اعنی علی ذکرک الخ" اے میرے رب میری مدد فرما اور مجھے توفیق دے اپنے ذکر کی اور اپنے شکر کی اور اپنی اچھی عبادت کی۔

نوع آخر من الدعاء

ایک اور دعاء کا بیان

اخبرنا ابوداؤد قال حدثنا سلیمان بن حرب قال حدثنا حماد بن سلمة عن سعید الجریری عن ابی العلاء عن شداد بن اوس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی صلاتہ اللھم انی اسئلک الثبات فی الامر والعزیمة فی الرشد وأسالک شکر نعمتک وحسن عبادتک وأسالک قلبا سلیما ولسانا صادقاً وأسالک من خیر ماتعلم واعوبک من شرما تعلم واستغفرک لما تعلم۔

حضرت شداد بن اوس ﷺ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ اپنی نماز میں کہتے تھے "اللھم انی اسألک الثبات فی الامر الخ" یاالٰہی میں تجھ سے دین کے معاملہ میں ثابت قدمی اور ہدایت پر پختگی مانگتا ہوں اور تجھ سے مانگتا ہوں تیری نعمت کا شکر اور تیری اچھی عبادت (یعنی تجھ سے اس کی توفیق مانگتا ہوں کہ تیری نعمت کو اطاعت میں صرف کروں اور تیری عبادت کو اس کے ارکان وشرائط کے ساتھ ادا کروں) اور تجھ سے قلب سلیم مانگتا ہوں (یعنی ایسا قلب جو برے عقیدوں سے پاک ہو اور ماسوی اللہ سے خالی ہو) اور سچی زبان مانگتا ہوں (یعنی ایسی زبان جو حق بات بولتی ہو) اور تجھ سے ہر وہ اچھی چیز مانگتا ہوں جس کو تو جانتا ہے اور تیری پناہ چاہتا ہوں ہر اس برائی سے جس کو تو جانتا ہے اور تجھ سے بخشش مانگتا ہوں ان گناہوں کے واسطے جن کو تو جانتا ہے۔

یہ دعاء حضور ﷺ نے تعلیم امت کے لئے کی ہے کہ تم یوں دعاء کیا کرو ورنہ حضور ﷺ کو تمام کمالات حاصل تھے اور ہر طرح کی برائیوں سے محفوظ تھے۔

نوع آخر

ایک اور دعاء کا بیان

اخبرنا یحیی بن حبیب بن عربی قال حدثنا حماد قال حدثنا عطاء بن السائب عن ابیه قال صلی بنا عمار بن یاسر صلاۃ فاوجزفیها فقال له بعض القوم لقد خففت او اوجزت الصلاة فقال اما علی ذلک فقد دعوت فیها بدعوات سمعتهن من رسول الله صلی الله علیه وسلم فلما قام تبعه رجل من القوم هو ابی غیر انه کنی عن نفسه فسأله عن الدعاء ثم جاء فاخبربه القوم اللهم بعلمک الغیب وقدرتک علی الخلق احینی ما علمت الحیاة خیر الی وتوفنی اذا علمت الوفاة خیر الی اللهم وأسالک خشیتک فی الغیب والشهادة وأسالک کلمة الحق فی الرضا والغضب وأسالک القصد فی الفقر والغنی وأسالک نعیما لاینفد وأسالک قرة عین لاتنقطع وأسالک الرضاء بعد القضاء وأسالک برد العیش بعد الموت وأسالک لذة النظر الی وجهک والشوق الی لقائک فی غیر ضراء مضرة ولافتنة مضلة اللهم زینا بزینة الایمان واجعلنا هداة مهتدین.

عطاء بن سائب نے اپنے والد کی روایت سے بیان کیا ہے ان کے والد کہتے ہیں کہ ہم کو عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے ایک نماز پڑھائی اس نماز میں قرأت وغیرہ لمبی نہ پڑھیں مختصر پڑھیں قوم میں سے کسی نے کہا آپ نے ہلکی اور مختصر نماز پڑھی حضرت عمار نے کہا ہاں باوجود اس کے میں نے اس نماز میں وہ دعائیں پڑھیں (یعنی قعدے اور سجدے میں) جن کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اس کے بعد جب کھڑے ہوئے تو قوم میں سے ایک آدمی حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے ساتھ چلنے لگا (یہ آدمی کون تھا) اس کے متعلق عطاء کہتے ہیں کہ وہ شخص میرا باپ سائب تھا مگر اس نے یوں نہ کہا کہ میں عمار رضی اللہ عنہ کے ساتھ گیا بلکہ کہا کہ قوم میں سے ایک شخص عمار رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل پڑا تو گویا سائب نے تبعہ رجل سے اپنے نفس کی طرف اشارہ کیا ہے پس اس نے یعنی سائب نے پوچھا حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے دعا کے متعلق تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے دعا بتادی وہ شخص آیا اور قوم کو اس کی خبر دی ''**اللهم بعلمک الغیب الخ**'' یا الٰہی تیرے علم غیب اور تیری مخلوق پر قدرت کی بدولت زندہ رکھ مجھ کو جب تک کہ آپ کے علم میں زندگانی میرے لئے بہتر ہو اور موت دے مجھ کو جبکہ آپ کے علم میں موت میرے لئے بہتر ہو یا الٰہی اور مانگتا ہوں تجھ سے ظاہر و باطن میں تیرا خوف اور تجھ سے مانگتا ہوں خوشی میں اور خفگی میں کلمۂ حق کہنا اور تجھ سے مانگتا ہوں حالت محتاجی اور تو انگری میں میانہ روی اور تجھ سے مانگتا ہوں ایسی نعمت جو ختم نہ ہو یعنی نعمتیں جنت کی اور تجھ سے مانگتا ہوں آنکھ کی ٹھنڈک جو نہ منقطع ہو (یعنی جن چیزوں سے کامل لذت پاتا ہے اور قلوب کو سکون ہوتا ہے طاعات وعبادات ان کی توفیق مانگتا ہوں) اور تجھ سے مانگتا ہوں رضا بعد قضاء کے اور تجھ سے مانگتا ہوں ٹھنڈک زندگی کی بعد موت کے (یعنی راحت ہمیشہ کی عالم برزخ اور قیامت میں) اور تجھ

سے مانگتا ہوں تیرے دیدار کی لذت یعنی آخرت میں اور تجھ سے ملنے کا ایسا شوق مانگتا ہوں جو راہ ادب اور رعایت احکام پر میری استقامت میں نقصان نہ کرے اور نہ گمراہ کرنے والی آزمائش میں ڈالے یا الٰہی ہم کو زینت ایمان کے ساتھ زینت دے اور ہم کو راہ راست دکھانے والے اور راہ راست پر چلنے والے بنادے۔

اخبرنا عبیداللہ بن سعد بن ابراهیم بن سعد قال حدثنی عمی قال حدثنا شریک عن ابی هاشم الواسطی عن ابی مجلز عن قیس بن عباد قال صلی عمار بن یاسر بالقوم صلاۃ اخفها فکانهم انکروها فقال الم اتم الرکوع والسجود قالوا بلی قال اما انی دعوت فیها بدعاء کان النبی صلی اللہ علیه وسلم یدعوبه اللهم بعلمک الغیب وقدرتک علی الخلق احینی ماعلمت الحیاۃ خیرالی وتوفنی اذا علمت الوفاۃ خیراً لی وأسالک خشیتک فی الغیب والشهادۃ وکلمة الاخلاص فی الرضا والغضب واسألک نعیما لاینفد وقرۃ عین لاتنقطع وأسالک الرضاء بالقضاء وبرد العیش بعد الموت ولذۃ النظر الی وجهک والشوق الی لقائک واعوذ بک من ضراء مضرۃ وفتنة مضلة اللهم زینا بزینة الایمان واجعلنا هداۃ مهتدین.

قیس بن عباد کہتے ہیں کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے قوم کو ایک نماز پڑھائی اور مختصر نماز پڑھائی لوگوں نے اس نماز کو پسند نہیں کیا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا میں نے رکوع اور سجدہ پورا نہیں کیا لوگوں نے کہا ہاں حضرت عمار نے کہا سن لو بیشک میں نے نماز میں ایسے کلمات کے ساتھ دعاء کی جن کے ساتھ نبی ﷺ دعا فرماتے تھے وہ کلمات یہ ہیں ''**اللهم بعلمک الغیب الخ**''۔

باب التعوذ فی الصلاۃ

نماز میں پناہ چاہنے کا بیان

اخبرنا اسحق بن ابراهیم قال حدثنا جریر عن منصور عن هلال بن یساف عن فروۃ بن نوفل قال قلت لعائشة حدثیني بشئی کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یدعوبه فی صلاته فقالت نعم کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول اللهم انی اعوذبک من شر ما عملت ومن شرمالم اعمل.

فروۃ بن نوفل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ آپ مجھے کوئی ایسی چیز بتائیں جس کے ساتھ نماز میں رسول اللہ ﷺ دعا فرماتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہاں رسول اللہ ﷺ پڑھتے تھے ''**اللهم انی اعوذبک الخ**'' یا الٰہی میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس کام کی برائی سے جو میں نے کیا (یعنی ان پر عذاب نہ ہو اور بخشے جائیں) اور اس کام کی برائی سے جو میں نے نہیں کیا، یعنی بوجہ چھوڑ دینے برے کاموں کے عجب نہ کروں بلکہ محض تیرے فضل سے جانوں۔

نوع آخر

ایک اور دعاء کا بیان

اخبرنا محمد بن بشار عن محمد قال حدثنا شعبة عن اشعث عن ابیه عن مسروق عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن عذاب القبر فقال نعم عذاب القبر حق قالت عائشة فما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی صلاۃ بعد الا تعوذ من عذاب القبر.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کے متعلق دریافت کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں عذابِ قبر حق ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس سوال کے بعد میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول دیکھا کہ جب آپ کوئی نماز پڑھتے تو اس کے اندر عذاب قبر سے پناہ مانگتے۔

اخبرنا عمرو بن عثمان قال حدثنا ابی عن شعیب عن الزھری قال اخبرنی عروۃ بن الزبیر ان عائشة اخبرته ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یدعو فی الصلاۃ اللھم انی اعوذ بک من عذاب القبر واعوذبک من فتنة المسیح الدجال واعوذبک من فتنة المحیا والممات اللھم انی اعوذ بک من الماثم والمغرم فقال له قائل ما اکثر ما تستعیذ من المغرم فقال ان الرجل اذا غرم حدث فکذب ووعد فاخلف.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یہ دعاء مانگتے تھے (یعنی آخر میں سلام سے پہلے) ''اللھم انی اعوذبک الخ'' یاالٰہی میں آپ کے ساتھ عذاب قبر سے پناہ چاہتا ہوں اور مسیح دجال کے فتنہ سے پناہ چاہتا ہوں اور حیات اور موت کے فتنہ سے پناہ چاہتا ہوں اے اللہ میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں گناہ سے اور (بلاوجہ) تاوان بھگتنے سے پس کسی کہنے والا نے بطور تعجب آپ سے کہا (وہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں) آپ کس قدر قرض سے پناہ مانگتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمی قرض دار ہوتا ہے اور وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کرتا ہے تو خلاف وعدہ کرتا ہے۔

اخبرنی محمد بن عبداللہ بن عمار الموصلی عن المعافی عن الاوزاعی ح وانبانا علی بن خشرم عن عیسیٰ بن یونس واللفظ له عن الاوزاعی عن حسان بن عطیة عن محمد بن ابی عائشة قال سمعت اباھریرۃ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تشھد احدکم فلیتعوذ باللہ من اربع من عذاب جھنم وعذاب القبر وفتنة المحیا والممات ومن شر المسیح الدجال ثم یدعو لنفسه بمابداله.

محمد بن ابی عائشہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت تم

میں سے کوئی تشہد سے فارغ ہوتو اللہ کے ساتھ چار چیزوں سے پناہ پکڑے عذاب دوزخ اور عذاب قبر سے اور حیات اور موت کے فتنہ سے اور مسیح دجال کی برائی سے پھر اپنے واسطے جو کچھ مانگنا چاہے مانگے۔

تشریح :حضرت عائشہ ﷞ جو فرما رہی ہیں کہ جس روز میں نے عذاب قبر کا حال پوچھا اس کے بعد سے حضور ﷺ کا یہی معمول رہا کہ ہر نماز کے اندر عذاب قبر سے پناہ مانگتے ممکن ہے اسی روز حضور ﷺ کے پاس وحی آئی ہو اس میں عذاب قبر کی خبر دی گئی ہو اور اس دن سے عذاب قبر سے پناہ مانگنے کو اپنا معمول بنالیا یا حضور ﷺ کو پہلے ہی سے معلوم ہو اور چپکے پناہ بھی چاہتے ہوں مگر حضرت عائشہ ﷞ کو خبر نہ ہو اور بعد سوال کے کبھی کبھار جہر سے مانگتے ہوں تنبیہ کے لئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (مظاهر حق وحاشية النسائی)

نوع آخر من الذكر بعد التشهد

تشہد کے بعد ایک اور ذکر کا بیان

اخبرنا عمرو بن علی قال حدثنا یحیی عن جعفر بن محمد عن ابیه عن جابر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یقول فی صلاته بعد التشهد احسن الکلام کلام الله واحسن الهدی هدی محمد صلی الله علیه وسلم.

حضرت جابر ﷛ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ اپنی نماز میں تشہد کے بعد کہتے ”احسن الکلام الخ“ بہترین کلاموں کا کلام اللہ کا ہے اور بہترین طریقوں کا طریقہ محمد ﷺ کا ہے۔

باب تطفیف الصلاة

تخفیف صلاۃ کا بیان

اخبرنا احمد بن سلیمان قال حدثنا یحیی بن آدم قال حدثنا مالک وهو ابن مغول عن طلحة بن مصرف عن زید بن وهب عن حذیفة انه رای رجلا یصلی فطفف فقال له حذیفة منذکم تصلی هذه الصلاة قال منذ اربعین عاما قال ما صلیت منذ اربعین سنة ولومت وانت تصلی هذه الصلاة لمت علی غیر فطرة محمد صلی الله علیه وسلم ثم قال ان الرجل لیخفف ویتم ویحسن.

حضرت حذیفہ ﷛ سے روایت ہے انہوں نے ایک آدمی کو نماز پڑھتے دیکھا اس نے نماز میں کوتاہی کی یعنی رکوع اور سجدہ اچھی طرح ادا نہیں کیا حضرت حذیفہ ﷛ نے اس سے پوچھا کب سے تم ایسی نماز پڑھ رہے ہو اس نے کہا چالیس سال سے حضرت حذیفہ ﷛ نے کہا چالیس سال سے تم نے نماز نہیں پڑھی یعنی کامل نماز نہیں پڑھی اور اگر تم ایسی ہی نماز پڑھتے رہو

گے اوراس حالت میں مرد گےتو تم محمد ﷺ کے طریقہ کے سوا کسی اور طریقہ پر مرو گے حضرت حذیفہ ﷺ کہتے ہیں کہ اس کے بعد وہ آدمی مختصر قرأت کے ساتھ ہلکی نماز پڑھتا تھا اور تعدیل ارکان کے ساتھ نماز کو پورا کرتا تھا اور سنن وآداب کی رعایت کے ساتھ اچھی نماز پڑھتا تھا۔

تشریح :اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں تعدیل ارکان بہت ضروری چیز ہے قرآن پاک مں ہے''واقیموا الصلاۃ''تو لفظ اقامت میں تمام اشیاء کی رعایت ماخوذ ہے اور تعدیل وطمانینت کا کوئی درجہ نہ ہو تو پھر اقامت کیسی جب طمانینت نہیں ہوئی تو وہاں اقامت صلوٰۃ نہیں بولتے حدیث باب میں حضرت حذیفہ ﷺ جس شخص کا حال بیان کر رہے ہیں وہ نماز کے اندر کوتاہی کرتا تھا تعدیل وطمانینت کے ساتھ رکوع وسجدہ نہ کرتا تھا اس بناء پر حضرت حذیفہ ﷺ نے فرمایا''ماصلیت منذ اربعین سنة ای صلاۃ کاملة''کہ تو نے چالیس سال سے کامل نماز نہیں پڑھی اگر تو اسی حالت میں مرے تو غیر فطرۃ پر مرے گا فطرۃ بمعنی سنت ہے اور اگر فطرۃ کو اپنے ہی معنی میں رکھیں تو بھی فطرۃ صحیحہ اس کی مقتضی ہے کہ اللہ کے دربار میں طمانینت ہونی چاہئے۔علامہ خطابیؒ نے کہا کہ اس کلام سے حضرت حذیفہ ﷺ کا مقصد یہ نہیں کہ تو دین سے خارج ہو گیا تیری موت غیر دین پر ہوگی بلکہ مقصد ان کا''ولومت وانت تصلی الخ''کلام سے اس شخص کی بے احتیاطی اور فعل ناشائستہ پر اس کو زجر وتوبیخ کرنا تھا تاکہ وہ مستقبل میں اس طرح کی حرکت سے باز رہے اور علامہ تیمیؒ نے کہا کہ یہاں نماز کو فطرۃ سے تعبیر کیا گیا ہے کیوں کہ نماز ایمان کے حلقوں میں سب سے زیادہ مضبوط حلقہ ہے اس تاویل پر مطلب یہ ہوگا کہ اگر تجھے ایسی نماز پڑھتے رہنے کی حالت میں موت آجائے تو غیر صلاۃ کی حالت پر مرے گا۔

باب اقل ما یجزی من عمل الصلاۃ

کم سے کم جس عمل سے نماز جائز ہو جاتی ہے اس کا بیان

اخبرنا قتیبة قال حدثنا اللیث عن ابن عجلان عن علی وھو ابن یحیی عن ابیه عن عم له بدری انه حدثه ان رجلا دخل المسجد فصلی ورسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یرمقه ونحن لانشعر فلما فرغ اقبل فسلم علی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقال ارجع فصل فانک لم تصل فرجع فصلی ثم اقبل الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقال ارجع فصل فانک لم تصل مرتین او ثلاثا فقال له الرجل والذی اکرمک یا رسول اللہ لقد جھدت فعلمنی فقال اذا قمت ترید الصلاۃ فتوضأ فاحسن وضوء ک ثم استقبل القبلة فکبر ثم اقرأ ثم ارکع فاطمئن راکعا ثم ارفع حتی تعتدل قائما ثم اسجد حتی تطمئن ساجداً ثم ارفع حتی تطمئن قاعداً ثم اسجد حتی تطمئن ساجداً ثم ارفع ثم افعل کذالک حتی تفرغ من صلاتک.

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز کو دیکھتے جاتے تھے اور ہم اس کو نہ جانتے تھے جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر جا کر نماز پڑھ کیوں کہ تو نے نماز نہیں پڑھی پس اس نے پھر نماز پڑھی پھر آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر جا کر نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی یہ ارشاد دو بار یا تین بار فرمایا اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اس خدا کی قسم جس نے آپ کو عظمت و بزرگی عطا فرمائی البتہ میں نے بہت کوشش و محنت کی آپ مجھے سکھلا دیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو نماز کا ارادہ کرے تو خوب اچھی طرح وضو کر پھر قبلہ رخ کھڑا ہو پھر تکبیر کہہ پھر قرأت پڑھ پھر رکوع کر یہاں تک کہ بحالت رکوع مطمئن ہو پھر سر اٹھا یہاں تک کہ بحالت قیام مطمئن ہو پھر سجدہ کر یہاں تک کہ بحالت سجدہ مطمئن ہو پھر سر اٹھا حتی کہ بحالت قعدہ مطمئن ہو پھر سجدہ کر حتی کہ بحالت سجدہ مطمئن ہو پھر سجدہ سے سر اٹھا پھر ایسا ہی اپنی تمام نماز میں کر یہاں تک کہ تو اپنی نماز سے فارغ ہو جائے۔

اخبرنا سوید بن نصر قال انبانا عبداللہ بن المبارک عن داؤد بن قیس قال حدثنی علی بن یحیی بن خلاد بن رافع بن مالک الانصاری قال حدثنی ابی عن عم له بدری قال کنت مع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم جالسا فی المسجد فدخل رجل فصلی رکعتین ثم جاء فسلم علی النبی صلی اللہ علیه وسلم وقد کان النبی صلی اللہ علیه وسلم یرمقه فی صلاته فرد علیه السلام ثم قال له ارجع فصل فانک لم تصل فرجع فصلی ثم جاء فسلم علی النبی صلی اللہ علیه وسلم فرد علیه السلام ثم قال ارجع فصل فانک لم تصل حتی کان عند الثالثة او الرابعة فقال والذی انزل علیک الکتاب لقد جهدت وحرصت فارنی وعلمنی قال اذا اردت ان تصلی فتوضأ فاحسن وضوء ک ثم استقبل القبلة فکبر ثم اقرأ ثم ارکع حتی تطمئن راکعا ثم ارفع حتی تعتدل قائما ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تطمئن قاعدا ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع فاذا اتممت صلاتک علی هذا فقد تمت وما انتقصت من هذا فانما تنقصه من صلاتک.

حضرت رفاعہ بن رافع بدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھا ہوا تھا ایک آدمی مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھی پھر آ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو اس کی نماز کی حالت میں دیکھتے جاتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سلام کا جواب دیا پھر فرمایا واپس جا کر نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی اس نے دوبارہ نماز پڑھی پھر حاضر خدمت ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا پھر اس کو فرمایا واپس جا کر نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ تیسری یا چوتھی بار میں اس نے عرض کیا اس خدا کی قسم جس نے آپ پر کتاب نازل کی البتہ میں نے بڑی کوشش اور محنت اور حرص کی آپ مجھے نماز سکھلا دیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو خوب اچھی طرح وضو کر پھر قبلہ

کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو پھر تکبیر کہہ پھر قرأت پڑھ پھر رکوع کر یہاں تک کہ تو رکوع کی حالت میں مطمئن ہو پھر سر اٹھا یہاں تک کہ تو سیدھا کھڑا ہو پھر سجدہ کر حتی کہ سجدہ کی حالت میں تو مطمئن ہو پھر سر اٹھا حتی کہ بیٹھنے میں تو مطمئن ہو پھر سجدہ کر حتی کہ سجدہ کی حالت میں تو مطمئن ہو پھر سر اٹھا پس جب تو نے اس طریقہ کے مطابق اپنی نماز پوری کی تو تیری نماز پوری ہوگئی اور جو کچھ تو نے اس سے کم کیا اس حد تک تو اپنی نماز میں سے کم کرتا ہے۔

اخبرنا محمد بن بشار قال حدثنا یحیی عن سعید عن قتادة عن زرارة بن اوفی عن سعد بن هشام قال قلت یا ام المؤمنین انبئینی عن وتر رسول الله صلی الله علیه وسلم قالت کنانعدله سواکه وطهوره فیبعثه الله لما شاء ان یبعثه من الیل فیتسوک ویتوضأ ویصلی ثمان رکعات لایجلس فیهن الا عند الثامنة فیجلس فیذکر الله عزوجل ویدعو ثم یسلم تسلیما یسمعنا.

سعد بن ہشام کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے مسلمانوں کی ماں مجھے رسول اللہ ﷺ کے وتر سے خبر دیجئے (یعنی وقت اور کیفیت اور عدد رکعات سے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں تیار رکھتی حضور ﷺ کے واسطے آپ ﷺ کی مسواک اور پانی وضوء کا پس رات کو جس وقت اللہ حضور ﷺ کو اٹھانا چاہتا اس وقت حضور ﷺ کو اٹھاتا پس مسواک کرتے اور وضو کرتے اور آٹھ رکعتیں پڑھتے ان میں نہ بیٹھتے مگر آٹھویں رکعت میں بیٹھتے پس اللہ عزوجل کو یاد کرتے اور دعا مانگتے یعنی التحیات پڑھتے پھر سلام پھیرتے کہ ہم کو سناتے یعنی بڑی آواز کے ساتھ سلام پھیرتے جو ہم سن لیتے۔

باب السلام

سلام کا بیان

اخبرنا محمد بن اسماعیل بن ابراهیم قال حدثنا سلیمان یعنی ابن داؤد الهاشمی قال حدثنا ابراهیم وهو ابن سعد قال حدثنی عبدالله بن جعفر وهو ابن المسور المخرمی عن اسماعیل بن محمد قال حدثنی عامر بن سعد عن ابیه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یسلم عن یمینه وعن یساره.

اسماعیل بن محمدؒ کہتے ہیں کہ عامر بن سعدؒ نے بواسطہ اپنے والد سعد رضی اللہ عنہ کے ہم سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرتے تھے۔

اخبرنا اسحق بن ابراهیم قال انبانا ابوعامر العقدی قال حدثنا عبدالله بن جعفر المخرمی عن اسماعیل بن محمد بن سعد عن عامر بن سعد عن سعد قال کنت اری رسول الله صلی الله علیه وسلم یسلم عن یمینه وعن یساره حتی یری بیاض خده قال ابوعبدالرحمن عبدالله بن جعفر هذا لیس به بأس وعبدالله بن جعفر بن نجیح والدعلی بن المدینی متروک الحدیث.

حضرت سعد ﷺ کہتے ہیں کہ میں دیکھتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرتے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے رخسار مبارک کی سفیدی دکھلائی دیتی۔

"قال ابو عبدالرحمن "فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں جو عبداللہ بن جعفر المخرمی ہے اس کے اندر کوئی خرابی نہیں یعنی معتبر ہے اور عبداللہ بن جعفر بن نجیح جو والد ہے علی بن المدینی کا وہ متروک الحدیث ہے۔

باب موضع اليدين عند السلام

سلام کے وقت دونوں ہاتھوں کے مقام کا بیان

اخبرنا عمرو بن علي قال حدثنا ابو نعيم عن مسعر عن عبيدالله بن القبطية قال سمعت جابر بن سمرة يقول كنا اذا صلينا خلف النبي صلى الله عليه وسلم قلنا السلام عليكم السلام عليكم واشار مسعر بيده عن يمينه وعن شماله فقال مابال هؤلآء الذين يرمون بايديهم كانها اذناب الخيل الشمس اما يكفي ان يضع يده على فخذه ثم يسلم على اخيه عن يمينه وعن شماله.

عبیداللہ بن قبطیہؒ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن سمرہ ﷺ سے سنا کہ جب ہم نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہم یوں کہتے "السلام علیکم السلام علیکم "اور راوی حدیث مسعرؒ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے دکھایا دائیں جانب اور بائیں جانب پس حضور ﷺ نے (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) فرمایا ان لوگوں کو کیا ہو گیا سلام پھیرتے وقت اپنے ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہیں جیسے سرکش گھوڑے بار بار اپنے دموں کو حرکت دیتے ہیں کیا یہ عمل کافی نہیں کہ اپنے ہاتھ کو اپنی ران پر رکھے پھر دائیں اور بائیں اپنے بھائی پر سلام کرے۔

تشریح: عبیداللہ بن قبطیہؒ کوفی صحیح مسلم وابوداؤد اور نسائی کے راویوں میں سے ہیں اور تابعی ہیں ان کو ابن معینؒ اور عجلیؒ وغیرہما نے ثقات میں سے شمار کیا ہے وہ بواسطہ حضرت جابر بن سمرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام ﷺ جب حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تو تسلیم کے وقت دائیں اور بائیں اپنے ہاتھوں سے اشارہ کرتے تو چونکہ سلام پھیرتے وقت دائیں بائیں بار بار ہاتھ اٹھانا مطلوب نہیں بلکہ سکون مطلوب ہے اس لئے اس پر انکار کرتے ہوئے فرمایا "مابال هؤلآء الذين الخ "تو تشبیہ تیز طرار گھوڑے سے اس میں دی کہ جس طرح تیز گھوڑا بار بار دم ہلاتا ہے تم بھی تسلیم کے وقت ایسے ہی کرتے ہو اس کے بعد طریقۂ مسنون کی تعلیم دی کہ تم میں سے ہر شخص سلام پھیرتے وقت اپنے ہاتھ کو ران پر رکھے پھر دائیں بائیں اپنے بھائی پر سلام کرے یعنی سلام پھیرنے میں نماز کے آپس میں ایک دوسرے کی نیت کریں دائیں طرف میں دائیں والوں کی اور بائیں طرف میں بائیں والوں کی نیت کرے اس حدیث سے مسلک جمہور کی تائید ہوتی ہے کہ جس طرح امام پر دو سلام واجب ہیں ایک دائیں طرف دوسرا بائیں طرف اسی طرح مقتدی پر بھی دو سلام واجب ہیں۔

كيف السلام على اليمين

اس بات کے بیان میں کہ دائیں طرف سلام کس طرح کرنا چاہئے

اخبرنا محمد بن المثنى قال حدثنا معاذ بن معاذ قال حدثنا زهير عن ابی اسحق عن عبدالرحمن بن الاسود عن الاسود وعلقمة عن عبدالله قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يكبر في كل خفض ورفع وقيام وقعود ويسلم عن يمينه وعن شماله السلام عليكم ورحمة الله السلام عليكم ورحمة الله حتى يرى بياض خده ورأيت ابابكر وعمر رضى الله عنهما يفعلان ذالک.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ہر جھکاؤ اور اٹھاؤ اور قیام اور قعود میں تکبیر کہتے دیکھا اور دائیں اور بائیں اس طرح سے سلام پھیرتے دیکھا "السلام علیکم ورحمة الله السلام علیکم ورحمة الله" حتی کہ آپ کے رخسارہ مبارک کی سفیدی دیکھی جاتی اور میں نے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو بھی اسی طرح کرتے دیکھا۔

اخبرنا الحسن بن محمد الزعفرانی عن حجاج قال قال ابن جريج انبأنا عمرو بن يحيى عن محمد بن يحيى بن حبان عن عمه واسع بن حبان انه سأل عبدالله بن عمر عن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال كان يقول الله اكبر كلما وضع الله اكبر كلما رفع ثم يقول السلام عليكم ورحمة الله عن يمينه السلام عليكم ورحمة الله عن يساره .

حضرت واسع بن حبانؒ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی نماز کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ جس وقت حضور ﷺ جھکتے "اللہ اکبر" کہتے اور جس وقت اٹھتے اللہ اکبر کہتے پھر دائیں طرف السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے اور بائیں طرف السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے۔

كيف السلام على الشمال

بائیں طرف سلام کی کیفیت کا بیان

اخبرنا قتيبة قال حدثنا عبدالعزيز يعنى الدراوردى عن عمرو بن يحيى عن محمد بن يحيى بن حبان عن عمه واسع بن حبان قال قلت لابن عمر اخبرني عن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف كانت قال فذكر التكبير قال يعنى وذكر كلمة معناها وذكر السلام عليكم ورحمة الله عن يمينه السلام عليكم عن يساره.

واسع بن حبانؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کی نماز کے بارے میں بتائیں کہ

آپ ﷺ کی نماز کس طرح تھی واسع بن حبان کہتے ہیں ابن عمر رضی اللہ عنہ نے تکبیر کا ذکر کیا (یعنی ہر اٹھاؤ اور جھکاؤ میں تکبیر کہتے) اور بتایا کہ سلام پھیرتے دائیں طرف السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور بائیں طرف السلام علیکم اور بائیں السلام علیکم ورحمۃ السلام علیکم ورحمۃ۔

اخبرنا زید بن اخزم عن ابن داؤد یعنی عبداللہ بن داؤد الخریبی عن علی بن صالح عن ابی اسحق عن ابی الاحوص عن عبداللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کانی انظر الی بیاض خدہ عن یمینہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وعن یسارہ السلام غلیکم ورحمۃ اللہ .

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس وقت نبی ﷺ دائیں طرف سلام پھیرتے تو کہتے السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور جس وقت بائیں طرف سلام پھیرتے تو کہتے السلام علیکم ورحمۃ اللہ گویا میں آپ ﷺ کے رخسارہ مبارک کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔

اخبرنا محمد بن آدم عن عمر بن عبیدعن ابی اسحق عن ابی الاحوص عن عبداللہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسلم عن یمینہ حتی یبدو بیاض خدہ وعن یسارہ حتی یبدو بیاض خدہ.

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دائیں طرف سلام پھیرتے حتی کہ آپ ﷺ کے رخسارہ کی سفیدی ظاہر ہوتی اور بائیں طرف سلام پھیرتے حتی کہ آپ کے رخسارہ مبارک کی سفیدی ظاہر ہوتی۔

اخبرنا عمرو بن علی قال حدثنا عبدالرحمن عن سفیان عن ابی اسحق عن ابی الاحوص عن عبداللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه کان یسلم عن یمینه وعن یسارہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ حتی یری بیاض خدہ من ھٰھنا وبیاض خدہ من ھٰھنا.

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرتے تھے السلام علیکم ورحمۃ اللہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ حتی کہ آپ ﷺ کے رخسارہ مبارکہ کی سفیدی دیکھی جاتی تھی اس جگہ سے اور اس جگہ سے یعنی حضور ﷺ کے دائیں اور بائیں طرف والے رخسارہ مبارک کی سفیدی دیکھ لیتے تھے۔

اخبرنا ابراھیم بن یعقوب قال حدثنا علی بن الحسین بن شقیق قال انبانا الحسین بن واقد قال حدثنا ابو اسحق عن علقمۃ والاسود وابی الاحوص قالوا حدثنا عبداللہ بن مسعود ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یسلم عن یمینه السلام علیکم ورحمۃ اللہ حتی یری بیاض خدہ الایمن وعن یسارہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ حتی یری بیاض خدہ الایسر.

حضرت علقمہؒ اور اسودؒ اور ابوالاحوصؒ کہتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ بیشک رسول اللہ ﷺ دائیں طرف سلام پھیرتے تھے السلام علیکم ورحمۃ اللہ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دائیں رخسارہ مبارک کی سفیدی دیکھی جاتی تھی اور بائیں طرف سلام پھیرتے تھے السلام علیکم ورحمۃ اللہ یہاں تک کہ بائیں رخسارے کی سفیدی دیکھی جاتی تھی۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ و امام احمدؒ و امام شافعیؒ اور جمہور علماء دو سلاموں کے قائل ہیں ایک دائیں جانب دوسرا بائیں جانب ان کا استدلال حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہے حدیث باب واضح طور پر بتا رہی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ سلام پھیرتے تو دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرتے تھے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ دونوں تسلیم میں چہرے کو خوب اچھی طرح پھیرتے چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سلام پھیرنے کی کیفیت بتاتے ہیں کہ جس وقت حضور ﷺ دائیں جانب سلام پھیرتے تو آپ ﷺ کے رخسارہ کی سفیدی معلوم ہوتی تھی اور جس وقت بائیں جانب سلام پھیرتے تو آپ ﷺ کے رخسارہ مبارک کی سفیدی معلوم ہوتی تھی تو ظاہر بات ہے کہ رخسارہ کی سفیدی کا دیکھا جانا اس صورت میں ممکن ہے جبکہ حضور ﷺ تسلیم کے وقت چہرے کو خوب اچھی طرح پھیرتے ہوں ہمارے اس قول کی تائید البدائع کی عبارت سے ہوتی ہے اس میں ہے ''ومن سنن التسليم ان يبالغ في تحويل الوجه في التسليمتين الخ'' کہ دونوں سلام میں چہرے کو خوب اچھی طرح پھیرنا سنت سلام سے ہے۔

امام مالکؒ کا مسلک

امام مالکؒ اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ایک ہی سلام ہے جس کی کیفیت یہ ہے کہ امام صرف ایک دفعہ اپنے سامنے کی طرف منہ اٹھا کر سلام کرے اس کے بعد تھوڑا سا دائیں طرف مائل کرے امام مالکؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو امام ترمذیؒ نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے ''ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يسلم تسليمة واحدة تلقاء وجهه يميل الى الشق الايمن شيئاً'' کہ رسول اللہ ﷺ سامنے کی طرف ایک ہی سلام پھیرتے تھے اس حال میں تھوڑا سا دائیں طرف کو پھیر لیتے تو اس حدیث سے ایک ہی سلام کا ثبوت ہوتا ہے جمہور علماء اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اس حدیث کی اسناد میں زہیر بن محمد ہے ان کے بارے میں امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ان سے اہل شام منکر احادیث نقل کرتے ہیں اور یہ حدیث بھی ان سے اہل شام ہی نے روایت کی ہے یعنی ان سے عمرو بن ابی سلمہ نے روایت کی ہے اور وہ اہل شام سے کیوں کہ وہ دمشقی ہے لہٰذا اس سے استدلال درست نہیں اور صاحب الاستذکار نے کہا کہ لوگوں نے اس حدیث کے بارے میں ابن معینؒ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ عمرو بن ابی سلمہ اور زہیر بن محمد دونوں ضعیف ہیں لہٰذا ان کی حدیث نا قابل حجت ہے۔(**الجوهر النقی**)

اور علامہ نوویؒ نے خلاصہ میں لکھا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور حاکم کا صحیح کہنا قبول نہیں اور ایک ہی سلام کے بارے میں حضور ﷺ سے کچھ ثابت نہیں۔(**كما في نصب الرايه**)

علامہ عینیؒ کا جواب

علامہ موصوف نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پیچھے عورتوں کی صف میں کھڑی ہوتی تھیں تو ہوسکتا ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے ایک ہی سلام سنا ہو اور دوسرا نہ سنا ہو اور مردوں کو حال زیادہ معلوم اسی لئے حضرت ابن

مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ اکابر صحابہ نے حضور ﷺ سے دو سلام نقل کئے ہیں غالباً پچیس (۲۵) صحابہ کرام نے حضور ﷺ سے دو سلام نقل کئے ہیں لہٰذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ کی حدیث کو ترجیح دی جائے گی۔

امام مالکؒ کی دوسری دلیل جو اول کے مقابلہ میں مضبوط ہے سنن نسائی میں سعد بن ہشام کی روایت ہے جو اوپر کے عنوان کے تحت گزر چکی ہے اس حدیث میں سعد بن ہشام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں ''ثم یسلم تسلیما یسمعنا ''اور بعینہ یہی الفاظ امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں باب الصلوٰۃ اللیل کے ذیل میں پوری حدیث بیان کرنے کے بعد نقل کئے ہیں اور امام احمدؒ کی روایت میں ''ثم یسلم تسلیمة واحدة السلام علیکم یرفع بها صوته حتی یوقظنا '' کے الفاظ آئے ہیں۔(کما فی المنتقی)

اسی طرح امام ابوداؤدؒ نے بھی سعید بن ابی عروبہ کے طریق سے ''ویسلم تسلیمة یسمعنا ''کے الفاظ روایت کئے ہیں اور بہز بن حکیم عن زرارۃ کے طریق سے اسی صلوٰۃ اللیل کے قصہ میں بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ الفاظ روایت کئے ہیں ''ویسلم تسلیمة واحدة شدیدة یکاد یوقظ اهل البیت من شدة التسلیمة ''تو بظاہر ان روایات سے امام مالکؒ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے اس کے جواب میں جمہور علماء کہتے ہیں کہ امام احمدؒ نے حدیث کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ حضور ﷺ اہل بیت کو ایک سلام سناتے تھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں دوسرے سلام کے ترک پر کوئی دلیل نہیں اور جن راویوں نے ''ثم یسلم تسلیما یسمعنا ''روایت کیا ہے اس میں مالکیہ کے لئے کوئی حجت نہیں کیوں کہ وہ ایک سلام پر بھی واقع ہوتا ہے اور دو سلام پر بھی اور السعایہ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کا جواب مواہب وغیرہ کے مطابق یہ دیا گیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ان احادیث متواترہ کے مخالف ہے جو دو سلام پر دلالت کرتی ہیں اور جن لوگوں نے حضور ﷺ سے دو سلام نقل کئے ہیں انہوں نے فرض کا بھی مشاہدہ کیا ہے اور نفل کا بھی اور یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نماز تہجد کے بارے میں ہے باوجود اس کے یہ حدیث ایک ہی سلام پر بس کرنے کے ثبوت میں صریح بھی نہیں بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے صرف اس بات کی خبر دی کہ حضور ﷺ ایک سلام اس انداز سے فرماتے کہ اس کے ذریعہ اہل بیت کو جگا دیتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوسرے سلام کی نفی نہیں کی اور ان کی خاموشی ایک بڑی جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زبانی یاد پر کہ جس جماعت نے دوسرے سلام کو محفوظ رکھا ہے مقدم نہیں ہو سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (امانی الاحبار: ۴/۱۵۴، ۱۵۵)

باب السلام بالیدین

دونوں ہاتھ سے سلام کرنے کا بیان

اخبرنا احمد بن سلیمان قال حدثنا عبیداللہ بن موسیٰ قال حدثنا اسرائیل عن فرات القزاز عن عبیداللہ وهو ابن القبطیة عن جابر بن سمرة قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فکنا اذا سلمنا

قلنا بایدینا السلام علیکم السلام علیکم قال فنظر الینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ماشأنکم تشیر ون بایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اذا سلم احدکم فلیلتفت الی صاحبہ ولا یومئی بیدہ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی پس جب ہم سلام پھیرتے یعنی نماز سے فارغ ہونے کے وقت تو ہم اپنے ہاتھوں سے اشارہ کرتے السلام علیکم السلام علیکم کے ساتھ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف دیکھا پھر فرمایا تمہارا کیا حال ہے کہ تم اپنے ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہو گویا وہ تیز اور سرکش گھوڑے کی دم ہیں جب تم میں سے کوئی سلام کرے تو (چہرے کو دائیں بائیں پھیر کر) اپنے ساتھی کی طرف التفات کرے اور اپنے ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔

تسلیم الماموم حین یسلم الاما م

مقتدی کا سلام کرنا جس وقت امام سلام کرے

اخبرنا سوید بن نصر قال انبانا عبداللہ بن المبارک عن معمر عن الزھری اخبرہ قال اخبرنی محمود بن الربیع قال سمعت عتبان بن مالک یقول کنت اصلی بقومی بنی سالم فاتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت انی قد انکرت بصری وان السیول تحول بینی وبین مسجد قومی فلو ددت انک جئت فصلیت فی بیتی مکانا اتخذہ مسجدا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم سافعل ان شاء اللہ فغدا علیّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر رضی اللہ عنہ معہ بعد ما اشتدالنھار فاستأذن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فأذنت لہ فلم یجلس حتی قال این تحب ان اصلی من بیتک فاشرت لہ الی المکان الذی احب ان یصلی فیہ فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصففنا خلفہ ثم سلم وسلمنا حین سلم.

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں محلہ بنی سالم میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا تھا ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری نظر کمزور ہوگئی میرے اور قوم کی مسجد کے درمیان سیلاب (بارش کے ایام میں) مانع ہوتا ہے لہٰذا میری خواہش یہ ہے کہ آپ میرے گھر میں تشریف لائیں اور ایک جگہ پر نماز پڑھیں میں اس جگہ کو جائے نماز بنالوں گا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان شاء اللہ عنقریب کروں گا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ہمراہ بعد بلند ہونے سورج کے میرے گھر تشریف لائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت طلب کی میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بیٹھے کھڑے کھڑے فرمایا تیرے گھر میں کس جگہ پر نماز پڑھنے کو تو پسند کرتا ہے میں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کو پسند کرتا ہوں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہوئے پھر سلام پھیرا اور ہم نے بھی سلام پھیرا جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا۔

باب السجود بعد الفراغ من الصلٰوۃ

نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ کرنے کا بیان

اخبرنا سلیمان بن داؤد بن حماد بن سعد عن ابن وھب قال اخبرنی ابن ابی ذئب وعمرو بن الحارث ویونس بن یزید ان ابن شھاب اخبرھم عن عروۃ قالت عائشة کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی فیما بین ان یفرغ من صلاۃ العشاء الی الفجر احدی عشرۃ رکعة ویوتر بواحدۃ ویسجد سجدۃ قدر ما یقرأ احدکم خمسین آیة قبل ان یرفع رأسه وبعضھم یزید علی بعض فی الحدیث مختصر.

عروہؒ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء سے فارغ ہونے اور فجر تک کے درمیان گیارہ رکعتیں پڑھتے اور وتر کرتے ایک رکعت کے ساتھ اور طویل سجدہ کرتے بقدر اس کے کہ تم میں سے کوئی پچاس آیات پڑھ سکتا قبل اس کے کہ آپ اپنا سر سجدہ سے اٹھائیں سلیمان بن داؤد کہتے ہیں کہ بعض راویوں نے بعض سے زیادہ بیان کیا ہے یعنی حدیث کو کسی نے پورا بیان کیا ہے اور کسی نے اختصار کے ساتھ اور یہ حدیث بھی مختصر ہے مصنفؒ نے یہاں پوری حدیث نقل نہیں کی۔

تشریح: مصنفؒ نے جو باب قائم کیا ہے اور اس کے لئے جو روایت پیش کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک "ویسجد سجدۃ" میں سجدہ سے مراد سجدۂ صلٰوۃ نہیں بلکہ تمام نماز سے فارغ ہونے کے بعد ایک سجدہ کرتے جو بہت طویل ہوتا اور وہ مصنفؒ کے خیال کے مطابق سجدۂ شکر لیکن زیادہ ظاہر اور راجح یہی ہے کہ اس سے مراد سجدۂ صلاۃ ہے کہ ان رکعات کے سجدوں میں سے ہر سجدہ اس قدر طویل ہوتا کہ اس دوران میں بقول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک آدمی پچاس آیتیں پڑھ سکتا تھا بہر حال مقصود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ ہے کہ ان رکعات کے سجدوں میں سے ہر سجدہ بہت طویل ہوتا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (کذا فی ھامش النسائی لعلامة السندھیؒ)

باب سجدتی السھو بعد السلام والکلام

سلام اور کلام کے بعد سجدۂ سہو کا بیان

اخبرنا محمد بن آدم عن حفص عن الاعمش عن ابراھیم عن علقمة عن عبدالله ان النبی صلی الله علیه وسلم سلم ثم تکلم ثم سجد سجدتی السھو.

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا پھر بات چیت کی پھر سہو کے دو سجدے کئے۔

السلام بعد سجدتی السهو

سہو کے دوسجدے کے بعد سلام کا بیان

اخبرنا سوید بن نصر عن عبدالله بن المبارک عن عکرمة بن عمار قال حدثنا ضمضم بن جوس عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم سلم ثم سجد سجدتی السهو وهو جالس ثم سلم قال ذکره فی حدیث ذی الیدین.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرا پھر سہو کے دو سجدے کئے قعدہ کی حالت میں پھر سلام پھیرا۔

راوی حدیث ضمضم بن جوسؒ کہتے ہیں کہ اس کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث ذی الیدین میں بیان کیا ہے۔

اخبرنا یحیی بن حبیب بن عربی قال حدثنا حماد قال حدثنا خالد عن ابی قلابة عن ابی المهلب عن عمران بن حصین ان النبی صلی الله علیه وسلم صلی ثلاثا ثم سلم فقال الخرباق انک صلیت ثلاثا فصلی بهم الرکعة الباقیة ثم سلم ثم سجد سجدتی السهو ثم سلم.

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے نماز تین رکعت پڑھی پھر سلام پھیر دیا پس خرباق نے کہا بے شک آپ نے تین رکعات پڑھی پھر حضور ﷺ نے لوگوں کو باقی رکعت پڑھائی پھر سلام پھیرا پھر سہو کے دو سجدے کئے پھر سلام پھیرا۔

تشریح :عمدۃ القاری میں جمہور ائمہ کا یہ مسلک بیان کیا ہے کہ سجدۂ سہو کے بعد تشہد بھی پڑھنا چاہئے اور سلام بھی پھیرنا چاہئے مگر حضرت انس رضی اللہ عنہ وحسن بصریؒ وعطاءؒ اور طاؤسؒ کا قول یہ ہے کہ سجدۂ سہو کے بعد نہ تشہد پڑھا جائے گا اور نہ سلام جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک سجدہ سہو کے بعد نماز خود بخود تمام ہو جائے گی لیکن امام مصنفؒ کے قائم کردہ عنوان اور اس کے تحت جو روایات لائے ہیں اس سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ میں جمہور علماء کی موافقت کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

دوسرا مسئلہ حدیث باب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلام کر کے سجدۂ سہو کرے حدیث باب کے علاوہ اور حدیث بھی ہے چنانچہ ترمذی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ظہر کی نماز پانچ رکعت پڑھی کسی نے عرض کیا کیا نماز میں زیادتی کی گئی حضور ﷺ نے فرمایا کیا سب صحابہ کرام نے عرض کیا آپ نے نماز پانچ رکعت پڑھی اسی روایت میں ہے "**فسجد سجدتین بعد مایسلم**" کہ حضور ﷺ نے سلام کے بعد دو سجدے کئے نیز صحیح مسلم وابوداؤد ونسائی بلکہ صحاح ستہ کی تمام کتابوں میں حدیث ذوالیدی رضی اللہ عنہ مروی ہے اس میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے دونوں رکعتیں

پڑھیں پھر سلام کیا پھر تکبیر کہی پھر سجدہ سہو کیا نیز حدیث قولی میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے" **لکل سھو سجدتان بعد السلام** " کہ ہر سہو کے لئے دو سجدے بعد سلام کے ہیں بہر حال ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ سجدۂ سہو سلام کے بعد کرنا چاہئے تو ان احادیث سے مسلک حنفیہ کی تائید ہوتی ہے کیوں کہ حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ زیادتی ونقصان ہر صورت میں سلام کر کے سجدہ سہو کرے۔

مسلک امام شافعیؒ وغیرہ

امام شافعیؒ کے نزدیک ہر صورت میں سجدہ سہوہ پہلے سلام کے کرے اور امام مالکؒ کے نزدیک نقصان کی صورت میں سجدہ سہو قبل سلام کرے اور زیادتی کا سہو ہو تو بعد سلام کرے اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ جن صورتوں میں حضور ﷺ نے سجدہ سہو سلام کے پہلے کیا ہے وہاں پہلے سلام کرے اور جن صورتوں میں بعد سلام کے کیا ہے وہاں بعد سلام کرے امام شافعیؒ وغیرہ نے اپنے مسلک پر حضرت عبداللہ ابن بحینہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی آپ پہلی دو رکعتوں میں کھڑے ہو گئے یعنی قعدہ اولیٰ کے لئے نہیں بیٹھے لوگ بھی کھڑے ہو گئے حتی کہ جب نماز پڑھ چکے اور لوگ اخیر قعدہ میں منتظر سلام تھے کہ آپ ﷺ نے تکبیر کہی پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کئے پھر سلام پھیرا۔

حنفیہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس حدیث میں قبل سلام سجدہ سہو کرنے کے سلسلہ میں جو فعل نقل کیا گیا ہے وہ بیان جواز پر محمول ہے ہم اس کا انکار نہیں کرتے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ سجدۂ سہو سلام کے بعد ہو وجہ اولویت یہ ہے کہ حضور ﷺ کے فعل کی دونوں روایتیں متعارض ہیں اب حضور ﷺ کے قول سے استدلال بلا معارضہ رہے گا کیوں کہ اس کا کوئی معارض نہیں وہ معارض سے سالم ہے اور حضور ﷺ کا وہ قول بروایت حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا" **لکل سھو سجدتان بعد السلام** "ہر سہو کے لئے دو سجدے بعد سلام ہیں۔ (**رواہ ابو داؤد وابن ماجہ**)

تو جس طرح دو نص کتاب میں تعارض کی صورت میں سنت کی طرف اور سنت میں معارضہ کے وقت قیاس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اسی طرح یہاں فعلی احادیث میں تعارض کی وجہ سے حنفیہ نے مابعد متعارضین یعنی حدیث قولی کی طرف رجوع کیا ہے اور اسی بناء پر حضور ﷺ کے دو فعلوں میں سے ایک فعل کو یعنی سجدۂ سہو بعد سلام ہونے کو ترجیح دی اور اسی کو افضل قرار دیا گو جائز دونوں ہیں مگر اس تقریر مذکور کی بناء پر بعد سلام افضل ہے اس سے احادیث فعلیہ اور قولی میں تطبیق ہو جاتی ہے بخلاف اس مسلک کے جس کو امام شافعیؒ وغیرہ نے اختیار کیا ہے ان کے پاس صرف فعلی حدیث ہے اور وہ بھی بہت کم اتنی نہیں جتنی بعد سلام سجدۂ سہو کے بارے میں وارد ہوئی ہیں اور حدیث قولی تو ان کے پاس ہے نہیں لہٰذا حنفیہ کی دلیل ہی ثبوت کے لحاظ سے زیادہ راجح ہے اگر کوئی کہے کہ جس طرح فعل کی دونوں روایتیں متعارض ہیں اسی طرح قولی روایات بھی متعارض ہیں کیوں کہ صحیح میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے" **اذا شک احدکم فی صلاتہ فلم یدر کم صلی ثلاثا او اربعاً الخ** "اس کے آخر میں ہے پھر قبل سلام کے دو سجدے کرے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کلام تو علی الاطلاق سجدۂ سہو میں ہے

جس میں کوئی دلیل قولی حضرت ثوبان ﷺ کی حدیث سے معارض نہیں اور یہ حدیث حضرت ابوسعید خدری ﷺ کی یا اس جیسی دوسری روایات قولیہ خاص طور سے شک کے بارے میں وارد ہوئی ہیں اس وقت ہماری بحث اس کے بارے میں نہیں بلکہ زیر بحث مسئلہ کے بارے میں ہے علاوہ اس کے شک کی صورت میں بھی احادیث قولیہ متعارض ہیں چنانچہ معارض اس کی حدیث مرفوع عبداللہ بن جعفر ﷺ کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو نماز میں شک کرے وہ بعد سلام کے دو سجدے کرے۔(**رواہ ابو داؤد والنسائی وغیرھما**)

اور بخاری میں حضرت ابن مسعود ﷺ کی حدیث مرفوع ہے جس کے آخر میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد دلایا کرو اور جب کوئی تم میں سے اپنی نماز میں شک کرے تو ٹھیک بات کے لئے تحری کرے پھر اسی پر نماز تمام کرے پھر سلام پھیر کر دو سجدے کرے۔

ابن ہمامؒ نے کہا کہ قولی معارضہ ان احادیث شک میں ہے اور سہو کی حدیث ثوبان ﷺ بلا معارضہ ثابت ہے لہٰذا اسی کی بناء پر افضل یہ کہ سجدہ سہو بعد سلام ہو اس حدیث پر بیہقی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کا مدار اسماعیل بن عیاش پر ہے وہ ضعیف ہے اس اعتراض کا ابن ہمام نے یہ جواب دیا ہے کہ ہم اس کو مطلقاً تسلیم نہیں کرتے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ائمہ جرح وتعدیل نے ان کی توثیق کی ہے چنانچہ ابن معینؒ نے ثقہ قرار دیا ہے اور ابوزرعہؒ نے کہا کہ شام میں اوزاعیؒ اور سعید بن عبدالعزیزؒ کے بعد اسماعیل بن عیاشؒ سے بڑھ کر کوئی حافظ نہ تھا اور ابن معینؒ کے قول "**عن الشامیین حدیثه صحیح الخ**" سے واضح ہوتا ہے کہ ابن عیاش کی روایات اہل شام سے صحیح ہیں اور یہ حدیث ثوبان ﷺ اہل شام سے روایت کی ہے انہوں نے اس کو عبیداللہ بن عبید الکلاعی سے روایت کیا ہے جو اہل شام سے ہیں دحیم اور ابن معینؒ نے اس کی توثیق کی ہے لہٰذا یہ حدیث مقبول ہے۔(**ھدایہ وفتح القدیر**)

علاوہ اس کے حدیث ثوبان ﷺ کا اعتبار ابوداؤدؒ کے سکوت سے ہوتا ہے چنانچہ علامہ ابن الترکمانیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث ثوبان ﷺ کو امام ابوداؤد نے روایت کرنے کے بعد سکوت کیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ حدیث کم از کم درجۂ حسن میں ہوگی حیرت کی بات ہے کہ بیہقی نے باب ترک الوضوء من الدم کے تحت لکھا ہے وماروی ابن عیاش عن الشامیین صحیح کہ ابن عیاش نے اہل شام سے جو حدیث روایت کی ہے وہ صحیح ہے تو پھر خبر نہیں اس حدیث کی اسناد میں ضعف کہاں سے آ گیا کہ وہ اس حدیث کو ضعیف قرار دے رہے ہیں۔(**الجوھر النقی**)

جلسة الامام بين التسليم والانصراف

تسلیم اور انصراف کے درمیان امام کا بیٹھنا

اخبرنا احمد بن سليمان قال حدثنا عمرو بن عون قال حدثنا ابو عوانة عن هلال عن عبدالرحمن

بن ابی لیلیٰ عن البراء بن عازب قال رمقت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی صلاته فوجدت قیامه ورکعته واعتداله بعد الرکعة فسجدته فجلسته بین السجدتین فسجدته فجلسته بین التسلیم والانصراف قریبا من السواء.

حضرت براء بن عازب ﷺ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا آپ ﷺ کا قیام اور رکوع اور بعد رکوع آپ ﷺ کا اعتدال اور آپ ﷺ کا سجدہ اور دوسجدوں کے درمیان آپ ﷺ کا جلسہ اور آپ ﷺ کا سجدہ اور آپ ﷺ کا جلسہ درمیان تسلیم اور انصراف کے یہ سب امور تقریباً برابر ہوتے تھے۔

اخبرنا محمد بن سلمة قال حدثنا ابن وهب عن یونس قال ابن شهاب اخبرتنی هند بنت الحارث الفراسیة ان ام سلمة اخبرتها ان النساء فی عهد رسو ل اللہ صلی اللہ علیه وسلم کن اذا سلمن من الصلاة قمن وثبت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ومن صلی من الرجال ماشاء اللہ فاذا قام رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قام الرجال.

حضرت ام سلمہ ﷺ نے ہند بنت حارث فراسیہ کو اس بات کی اطلاع دی کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جب عورتیں نماز سے سلام پھیرتیں تو اپنے گھروں کی طرف چلی جاتیں اور رسول اللہ ﷺ اور جولوگ حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے سب اپنی اپنی جگہوں پر جتنی دیر تک اللہ کو منظور ہوتا اتنی دیر تک بیٹھے رہتے پھر جب رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوتے تو لوگ بھی کھڑے ہوتے۔

تشریح: حضور ﷺ سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو کر کچھ دیر اس لئے بیٹھ جاتے تا کہ عورتیں مسجد سے نکلتے وقت اور راستے میں مردوں کی مزاحمت سے محفوظ رہیں نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ امام کے لئے مناسب ہے کہ مقتدیوں کے احوال کی رعایت کرے اور مقتدی کے لئے مناسب ہے کہ امام کے کھڑے ہونے سے پہلے خود کھڑے نہ ہوجائیں نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ راستے میں مردوں اور عورتوں کا ساتھ چلنا منع ہے کیوں کہ اس سے فتنے کا اندیشہ ہے۔

(کذا فی المجمع وبذل الجمهود)

باب الانحراف بعد التسلیم

سلام پھیرنے کے بعد قبلہ کی طرف سے مڑ جانے کا بیان

اخبرنا یعقوب بن ابراهیم قال حدثنا یحیی عن سفیان قال حدثنی یعلی بن عطاء عن جابر بن یزید بن الاسود عن ابیه انه صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم صلاة الصبح فلما صلی انحرف.

جابر بن یزید بن اسودؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی جب

حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو جانب قبلہ سے پھر گئے (اور قوم کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے)۔

یعنی سلام پھیرنے کے بعد جانب قبلہ سے مڑ کر قوم کی طرف متوجہ ہو گئے یا انحراف سے مراد یہ ہے کہ اپنے گھر کی طرف چلے گئے لیکن قول اول زیادہ راجح ہے۔ (کذا قال علامة السندھیؒ)

التكبير بعد تسليم الامام

امام کے سلام پھیرنے کے بعد اللہ اکبر کہنا

اخبرنا بشر بن خالد العسكرى قال حدثنا يحيى بن آدم عن سفيان بن عيينه عن عمرو بن دينار عن ابى معبد عن ابن عباس قال انما كنت اعلم انقضاء صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم بالتكبير.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کا ختم ہونا اللہ اکبر کہنے کے ساتھ پہنچانتا تھا۔

تشریح: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول کی مراد بیان کرنے میں شارحین کے اقوال مختلف ہیں حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ یہاں مراد تکبیر سے مطلق ذکر ہے جیسا کہ بخاری و مسلم میں خود ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں رفع صوت بالذکر تھا جس وقت لوگ فرض نماز سے فارغ ہو جاتے تو معلوم ہوا کہ اس حدیث میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مراد تکبیر سے مطلق ذکر ہے اور حضور ﷺ کا بلند آواز کے ساتھ پڑھنا جیسا کہ حدیث باب سے معلوم ہوتا ہے وہ تعلیم کی غرض سے تھا چنانچہ امام شافعیؒ نے اسی پر حمل کیا ہے کہ آپ ﷺ کا جہر سے پڑھنا مقتدیوں کے تعلیم کی خاطر سے تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

علامہ طیبیؒ نے کہا شاید ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اپنے اس قول سے ان کی مراد یہی ہو کہ جو تکبیر میں رسول اللہ ﷺ سے سنتا تھا اس کے ذریعہ سے آپ کی نماز کی ہر ہیئت تمام ہونے کو پہچان لیتا تھا لیکن یہ تاویل دوسری روایت کے پیش نظر غیر موزوں و مناسب ہے سید جمال الدینؒ نے فرمایا کہ اس حدیث میں ابن عباس رضی اللہ عنہ جو کچھ فرما رہے ہیں کہ میں تکبیر سے حضور ﷺ کی نماز تمام ہونے کو پہچان لیتا تھا اس سے شاید ان کا یہ مطلب ہو کہ تکبیر آلہ ہے اس کے ذریعہ سے نماز کے اندر افعال امام کی شناخت ہوتی ہے لہٰذا اسی کے ذریعہ سے امام کے نماز سے فارغ ہونے کی شناخت بھی ہو سکتی ہے اور بعضوں نے کہا کہ تکبیر سے مراد وہ تکبیر ہے جو حضور ﷺ کے زمانے میں بعد نماز ایک بار یا تین بار اللہ اکبر کہتے تھے۔ (مرقات: ٢/٣٥٧)

وہاں کچھ اور اقوال بھی نقل کئے ہیں جس کا جی چاہے دیکھ لے۔

باب الامر بقراءة المعوذات بعد التسليم من الصلاة

نماز سے سلام پھیرنے کے بعد معوذات پڑھنے کا حکم دینا

اخبرنا محمد بن سلمة قال حدثنا ابن وهب عن الليث عن حنين بن ابى حكيم عن على بن رباح

عن عقبة بن عامر قال امرنی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان اقرأ المعوذات فی دبر کل صلاۃ.

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ پڑھوں میں معوذات کو ہر نماز کے بعد۔

تشریح: معوذات وہ سورتیں ہیں جن کے سرے پر اعوذ کا لفظ ہے یعنی ''قل اعوذ برب الناس'' اور ''قل اعوذ برب الفلق'' اور جمع کا لفظ اس لئے لائے کہ اقل جمع دو ہیں اور بعضوں نے کہا کہ سورۃ الاخلاص اور سورۃ الکافرون بھی معوذات میں داخل ہیں تغلیباً یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کو غلبہ دے کر کل کو معوذات سے تعبیر کیا ہے اگر چہ ان دونوں میں اعوذ کا لفظ نہیں ہے تو اس قول پر یہ چار سورتیں ہر نماز کے بعد پڑھنے کو فرمایا۔ (مرقات و مظاہر حق)

باب الاستغفار بعد التسلیم

سلام پھیرنے کے بعد استغفار کا بیان

اخبرنا محمود بن خالد قال حدثنا الولید عن ابی عمرو الاوزاعی قال حدثنی شداد ابو عمار ان ابا اسماء الرحبی حدثه انه سمع ثوبان مولی رسول الله صلی الله علیه وسلم یحدث ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان اذا انصرف من صلاته استغفر ثلاثا وقال اللهم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا لجلال والاکرام.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت اپنی نماز سے سلام پھیرتے تو تین مرتبہ استغفار کرتے یعنی تین بار استغفر اللہ کہتے اور کہتے ''اللھم انت السلام الخ'' یا الٰہی تو ہے سلام یعنی ہر طرح کے عیب سے سالم اور پاک صاف اور تجھی سے ہے سلامتی تو بابرکت ہے اے بزرگی اور بخشش والے۔

الذکر بعد الاستغفار

استغفار کے بعد ذکر کا بیان

اخبرنا محمد بن عبدالاعلی ومحمد بن ابراهیم بن صدران عن خالد قال حدثنا شعبة عن عاصم عن عبدالله بن الحارث عن عائشة رضی الله عنها ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان اذا سلم قال اللهم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذا لجلال والاکرام.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو اس کے بعد کہتے ''اللھم انت السلام الخ''۔

باب التهلیل بعد التسلیم

سلام پھیرنے کے بعد ''لآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه'' پڑھنے کا بیان

اخبرنا محمد بن شجاع المروزی قال حدثنا اسماعیل بن علیة عن الحجاج بن ابی عثمان قال

حدثنی ابوالزبیر قال سمعت عبداللہ بن الزبیر یحدث علی ھذا المنبر وھو یقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم یقول لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئ قدیر لاحول ولاقوۃ الا باللہ لاالہ الا اللہ لا نعبد الا ایاہ اھل النعمۃ والفضل والثناء الحسن لا الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون۔

ابوالزبیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن الزبیر ﷺ سے اسی منبر پر بیان کرتے سنا کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ سلام پھیرتے تو اس کے بعد کہتے ''لآالٰہ الا اللہ وحدہٗ الخ''۔

عدد التھلیل والذکر بعد التسلیم

تسلیم کے بعد ذکر اور تہلیل کی تعداد کا بیان

اخبرنا اسحق بن ابراھیم قال حدثنا عبدۃ قال حدثنا ھشام بن عروۃ عن ابی الزبیر قال کان عبداللہ بن الزبیر یھلل فی دبر الصلاۃ یقول لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئ قدیر لاالہ الا اللہ ولانعبد الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الہ الااللہ مخلصین لہ الدین ولوکرہ الکافرون ثم یقول ابن الزبیر کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یھلل بھن فی دبر الصلاۃ۔

ابوالزبیرؒ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن الزبیر ﷺ نماز کے بعد ''لآالٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ الخ ''پڑھتے تھے پھر ابن الزبیر کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ان کلمات کو نماز کے بعد پڑھتے تھے۔

نوع آخر من القول عند انقضاء الصلاۃ

نماز کے تمام ہونے کے وقت ایک اور دعاء پڑھنے کا بیان

اخبرنا محمد بن منصور عن سفیان قال سمعتہ من عبدۃ بن ابی لبابۃ وسمعتہ من عبدالملک بن اعین کلاھما سمعہ من وراد کاتب المغیرۃ بن شعبۃ قال کتب معاویۃ الی المغیرۃ بن شعبۃ اخبرنی بشئ سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قضی الصلاۃ قال لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئ قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولاینفع ذاالجد منک الجد۔

حضرت مغیر بن شعبہ ﷺ کے کاتب وراد کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ ﷺ نے مغیرہ بن شعبہ ﷺ کو لکھا کہ مجھے کوئی

ایسی چیز بتاؤ جوتم نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے حضرت مغیرہ نے اس کے جواب میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت نماز سے فارغ ہوجاتے تو یہ دعا پڑھتے ''لآاله الا الله وحده لاشريک له '' تا آخر۔

اخبرنی محمد بن قدامة قال حدثنا جرير عن منصور عن المسيب ابی العلاء عن وراد قال كتب المغيرة بن شعبة الى معاوية ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول دبر الصلاة اذا سلم لااله الا الله وحده لاشريک لـه لـه الملک وله الحمد وهو على كل شئى قدير اللهم لامانع لما اعطيت ولامعطى لما منعت ولا ينفع ذا الجد منک الجد.

وراد سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مغیر بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لکھا کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد جس وقت سلام پھیرتے یہ دعا پڑھتے ''لااله الا الله وحده لاشريک له له الملک وله الحمد وهو على كل شئى قدير اللهم لامانع لما اعطيت ولامعطى لما منعت ولا ينفع ذا الجد منک الجد''۔

كم مرة يقول ذالک

یہ دعاء کتنی بار پڑھتے

اخبرنا الحسن بن اسماعيل المجالدی قال انبانا هشيم قال انبانا المغيرة وذكر آخر ح وانبانا يعقوب بن ابراهيم قال حدثنا هشيم قال انبانا غير واحد منهم المغيرة عن الشعبى عن وراد كاتب المغيرة ان معاوية كتب الى المغيرة ان اكتب الى بحديث سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم فكتب اليه المغيرة انى سمعته يقول عند انصرافه من الصلاة لااله الا الله وحده لاشريک له له الملک وله الحمد وهو على كل شئى قدير ثلاث مرات.

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے کاتب وراد سے روایت ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے مغیرہ رضی اللہ عنہ کے پاس لکھا کہ میرے پاس کوئی ایسی حدیث لکھ کر بھیج دو جو تم نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے پس مغیرہ رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لکھا بیشک میں نے حضور ﷺ سے پڑھتے سنا جبکہ آپ ﷺ سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوتے ''لااله الا الله وحده لاشريک لـه لـه الملک وله الحمد وهو على كل شئى قدير '' اس کو تین بار پڑھتے۔

نوع آخر من الذكر بعد التسليم

سلام پھیرنے کے بعد ایک اور ذکر پڑھنے کا بیان

اخبرنا محمدبن اسحق الصاغانی قال حدثنا ابوسلمة الخزاعی منصور بن سلمة قال حدثنا خلاد

بن سلیمان قال ابوسلمة وكان من الخائفين عن خالد بن ابی عمران عن عروة عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا جلس مجلسا اوصلی تكلم بكلمات فسألته عائشة عن الكلمات فقال ان تكلم بخير كان طابعا عليهن الى يوم القيامة وان تكلم بغير ذالک کان کفارة له سبحانک اللهم وبحمدک استغفرک واتوب اليک.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی جگہ بیٹھتے یا نماز پڑھتے تو کچھ کلمات پڑھتے (یعنی مجلس سے اٹھنے کے وقت اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد) پس میں نے ان کلمات کے بارے میں حضور ﷺ سے پوچھا یعنی فائدہ ان کا پوچھا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر اچھی بات بولی جائے (یعنی پہلے ان کلمات کے) تو یہ کلمات قیامت تک اس پر مہر ہوں گے (یعنی قیامت تک وہ کلام نیک محفوظ رہے گا ثواب اس کا ضائع نہ ہوگا) اور اگر اس مجلس میں کوئی فضول اور بری بات کہی جائے تو یہ کلمات اس کے لئے باعث مغفرت ہوں گے وہ کلمات یہ ہیں ''سبحانک اللھم وبحمدک '' آخر تک اے اللہ میں تیری حمد کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتا ہوں کوئی معبود نہیں سوائے تیرے میں اپنے گناہوں کی تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں۔

نوع آخر من الذكر والدعاء بعد التسليم

تسلیم کے بعد ایک اور ذکر اور دعاء کا بیان

اخبرنا احمد بن سليمان قال حدثنا يعلى قال حدثنا قدامة عن جسرة قالت حدثتنی عائشة رضی الله عنها قالت دخلت على امرأة من اليهود فقالت ان عذاب القبر من البول فقلت كذبت فقالت بلى انا لنقرض منه الجلد والثوب فخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم الى الصلاة وقد ارتفعت اصواتنا فقال ماهذافاخبرته بما قالت فقال صدقت فما صلى بعد يومئذٍ صلاة الا قال فی دبر الصلاة رب جبريل وميكائيل واسرافيل اعذنی من حر النار وعذاب القبر.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک یہودیہ عورت میرے پاس آئی اس نے کہا بیشک عذاب قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تو جھوٹ بولتی ہے اس عورت نے کہا ہاں ہم پیشاب لگنے سے اپنے چمڑے اور کپڑے کو کاٹ دیتے ہیں رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے تشریف لے گئے یکایک ہماری گریہ وزاری کی آواز بلند ہوگئی حضور ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے میں نے اس یہودیہ عورت کی بات عرض کی حضور ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا پس اس دن کے بعد سے جب حضور ﷺ نماز پڑھتے تو ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے ''رب جبريل وميكائيل واسرافيل اعذنی من حر النار وعذاب القبر ''۔

نوع آخر من الدعاء عند الانصراف من الصلاة

نماز سے فارغ ہونے کے بعد ایک اور دعاء پڑھنے کا بیان

اخبرنا عمرو بن سواد بن الاسود بن عمرو قال حدثنا ابن وهب قال اخبرنی حفص بن میسرة عن موسی بن عقبة عن عطاء بن ابی مروان عن ابیه ان کعبا حلف له بالله الذی فلق البحر لموسیٰ انا لنجد فی التوراة ان داؤد نبی الله صلی الله علیه وسلم کان اذا انصرف من صلاته قال اللهم اصلح لی دینی الذی جعلته لی عصمة و اصلح لی دنیای التی جعلت فیها معاشی اللهم انی اعوذ برضاک من سخطک و اعوذ بعفوک من نقمتک و اعوذ بک منک لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد قال وحدثنی کعب ان صهیبا حدثه ان محمداً صلی الله علیه وسلم کان یقولهن عند انصرافه من صلاته.

حضرت کعب احبار نے ابی مروان سے اس طرح کی قسم کھا کر کہ اس خدا کی قسم جس نے موسیٰ ﷺ کے لئے دریا کو پھاڑا عرض کیا کہ بیشک ہم توراۃ میں پاتے ہیں کہ اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام جس وقت اپنی نماز سے فارغ ہوجاتے تو یہ دعا پڑھتے ''اللھم اصلح لی دینی '' آخر تک یا الٰہی میرے دین کی اصلاح فرما جس دین کو تو نے میرے لئے دنیا و آخرت کی آفتوں اور پریشانیوں سے حفاظت کا ذریعہ بنایا ہے اور میرے واسطے میری دنیا کی اصلاح فرما جس کو تو نے میری زندگی گذارنے کا ذریعہ بنایا یا الٰہی میں تیری رضا کے ذریعہ تیری ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں اور تیرے عفو درگزر کے ذریعہ تیرے عذاب سے پناہ چاہتا ہوں اور تیرے ساتھ پناہ چاہتا ہوں تیرے عذاب سے جو کچھ تو دے اس کا کوئی روکنے والا نہیں اور جو کچھ تو روکے اس کا کوئی دینے والا نہیں اور کسی مال دار کو تیرے عذاب سے اس کی مالداری نہیں بچا سکتی۔

ابی مروان کہتے ہیں اور مجھ سے کعب احبار نے بیان کیا کہ صہیب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ محمد ﷺ ان کلمات کو اپنی نماز سے فارغ ہونے کے بعد پڑھتے تھے (حضرت کعب احبارؓ بڑے عقلمند اور علماء یہود میں سے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں ایمان لائے انہوں نے اس طرح کی قسم کھا کر دعاء مذکور ابی مروان سے بیان کی)۔

باب التعوذ فی دبر الصلاة

نماز کے بعد پناہ چاہنے کا بیان

اخبرنا عمرو بن علی قال حدثنا یحیی عن عثمان الشحام عن مسلم بن ابی بکرة قال کان ابی یقول فی دبر الصلاة اللهم انی اعوذ بک من الکفر و الفقر و عذاب القبر فکنت اقولهن فقال ابی ای بنی

عمن اخذت هٰذا قلت عنک قال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یقولهن فی دبر الصلاۃ.

مسلمؒ کہتے ہیں کہ میرے والد ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے "**اللهم انی اعوذبک من الکفر والفقر وعذاب القبر**" پس میں بھی اس کو پڑھا کرتا تھا میرے والد نے پوچھا اے بیٹا تو نے یہ ذکر کس سے سیکھا میں نے عرض کیا آپ سے فرمایا بیشک رسول اللہ ﷺ ان کلمات کو نماز کے بعد پڑھتے تھے۔

عدد التسبیح بعد التسلیم

سلام پھیرنے کے بعد تسبیح کی تعداد کا بیان

اخبرنا یحیی بن حبیب بن عربی قال حدثنا حماد عن عطاء بن السائب عن ابیه عن عبدالله بن عمرو قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم خلتان لایحصیهما رجل مسلم الا دخل الجنة وهما یسیر ومن یعمل بهما قلیل قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الصلوات الخمس یسبح احدکم فی دبر کل صلاۃ عشرا ویحمد عشرا ویکبر عشرا فهی خمسون ومائة فی اللسان والف وخمسمائة فی المیزان وأنا رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یعقد هن بیده واذا أوی احدکم الی فراشه اومضجعه سبح ثلاثا وثلاثین وحمد ثلاثا وثلاثین وکبر اربعا وثلاثین فهی مائة علی اللسان والف فی المیزان قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فایکم یعمل فی کل یوم ولیلة الفین وخمسمائة سیئة قیل یارسول الله وکیف لا یحصیهما فقال ان الشیطان یاتی احدکم وهو فی صلاته فیقول اذکر کذا اذکر کذا ویاتیه عند منامه فینیمه.

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے دو چیزیں ایسی ہیں کہ نہیں مداومت کرتا ان پر کوئی مسلمان مرد مگر بہشت میں داخل ہوتا ہے اور وہ دونوں چیزیں آسان ہیں مگران پر عمل کرنے والے یعنی مداومت کرنے والے کم ہیں حضرت عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فرض نمازیں پانچ ہیں ہر فرض نماز کے بعد سبحان اللہ دس بار پڑھے اور الحمدللہ دس بار اور اللہ اکبر دس بار پڑھے پس یہ زبان پر ڈیڑھ سو ہیں اور میزان اعمال میں ڈیڑھ ہزار ہیں (بحساب جزاء **حسنة عشرة امثالها** کے) حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ان تسبیحات کو اپنے ہاتھ سے گنتے تھے یعنی انگلیوں پر دوسری چیز یہ ہے کہ جب تم میں سے کوئی آدمی اپنے بستر یا خوابگاہ پر لیٹنے کو جاوے تو تینتیس (٣٣) بار سبحان اللہ اور الحمدللہ تینتیس (٣٣) بار اور اللہ اکبر چونتیس (٣٤) بار پڑھے پس یہ سو بار ہیں زبان پر اور میزان اعمال میں ہزار ہیں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کون شب وروز میں اڑھائی ہزار برائیاں کرتا ہوگا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیوں بندۂ مسلم ان دونوں چیزوں کا اہتمام اوران پر مداومت نہ کرے گا جبکہ اتنا ثواب

ہوتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ شیطان اس حال میں تمہارے پاس آتا ہے کہ تم اپنی نماز میں ہوتے ہو پھر شیطان کہتا ہے یاد کر فلانی چیز یاد کر فلانی چیز (حتی کہ شیطان نماز کے بعد اس ذکر سے غافل کر دیتا ہے تو شاید بندۂ مسلم سے ان کلمات پر مداومت نہ ہو) اور شیطان اسکی خوابگاہ میں آتا ہے اس کو سلا دیتا ہے (یعنی امور دنیا کی سوچ اور تشویش میں ڈال کر اس طرح سلاتا ہے حتی کہ اس ذکر کی طرف توجہ تک نہیں جاتی اس سے غافل ہو کر سو جاتا ہے)۔

نوع آخر من عدد التسبيح

ایک اور تسبیح کی تعداد کا بیان

اخبرنا محمد بن اسماعيل بن سمرة عن اسباط قال حدثنا عمرو بن قيس عن الحكم عن عبدالرحمن بن ابی ليلی عن كعب بن عجرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم معقبات لايخيب قائلهن يسبح الله فی دبر كل صلاة ثلاثا وثلاثين ويحمده ثلا ثا وثلاثين ويكبره اربعا وثلاثين.

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کتنے الفاظ ہیں انہیں ہر فرض نماز کے بعد پڑھنے والا ثواب سے محروم نہیں جاتا تینتیس (۳۳) بار سبحان اللہ تینتیس (۳۳) بار الحمد للہ اور چونتیس (۳۴) بار اللہ اکبر۔

بعض محدثین نے اس حدیث کو موقوف قرار دیا ہے مگر علامہ نووی کہتے ہیں کہ ان کا یہ قول صحیح نہیں بلکہ مرفوع ہونا ہی صحیح ہے امام بخاری وغیرہ حفاظ حدیث کے قول کے مطابق رفع مقدم ہے وقف پر اگر چہ موقوفا روایت کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہو کیوں کہ رفع زیادۃ ثقہ راوی کی ہے لہٰذا اس کا قبول کرنا واجب ہے۔

نوع آخر من عدد التسبيح

ایک اور عدد تسبیح کا بیان

اخبرنا موسیٰ بن حزام الترمذی قال حدثنا يحيى بن آدم عن ابن ادريس عن هشام بن حسان عن محمد بن سيرين عن كثير بن افلح عن زيد بن ثابت قال أمروا ان يسبحوا دبر كل صلاة ثلاثا وثلاثين ويحمدوا ثلاثا وثلاثين ويكبروا اربعا وثلاثين فاتی رجل من الانصار فی منامه فقيل له امركم رسول الله صلى الله عليه وسلم ان تسبحوا دبر كل صلاة ثلاثا وثلاثين وتحمدوا ثلاثاوثلاثين وتكبروا اربعا وثلاثين قال نعم قال فاجعلوا خمسا وعشرين واجعلوا فيها التهليل فلما اصبح اتی النبی صلى الله عليه وسلم فذكر ذالک له فقال اجعلوها كذالک.

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ ہر نماز کے بعد تینتیس (۳۳) بار سبحان اللہ اور تینتیس

(۳۳) بار الحمدللہ اور چونتیس (۳۴) بار اللہ اکبر پڑھا کریں پس ایک انصاری شخص نے خواب میں دیکھا کوئی کہنے والا اس سے کہتا ہے کہ تعلیم دی ہے تم کو رسول اللہ ﷺ نے یہ کہ ہر نماز کے پیچھے پڑھا کرو تینتیس (۳۳) بار سبحان اللہ تینتیس (۳۳) بار الحمدللہ اور چونتیس (۳۴) بار اللہ اکبر اس انصاری نے کہا ہاں اس کہنے والا نے یعنی فرشتے نے کہا کہ ہر ایک کلمہ کو پچیس بار کرلو اور اس میں پچیس بار ''لا الــــہ الا اللہ'' کا اضافہ کرلو (تا کہ گنتی سو کی پوری ہو جائے) جب صبح ہوئی وہ انصاری شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا پھر حضور ﷺ سے اس کا ذکر کیا حضور ﷺ نے فرمایا اسی طرح کرلو۔

اخبرنا عبیداللہ بن عبدالکریم ابوزرعة الرازی حدثنا احمد بن عبداللہ بن یونس قال حدثنی علی بن الفضیل بن عیاض عن عبدالعزیز ابن ابی رواد عن نافع عن ابن عمران رجلا رأی فیما یری النائم قیل له بای شئی أمرکم نبیکم صلی اللہ علیه وسلم قال امرنا ان نسبح ثلاثا وثلاثین ونحمد ثلاثا وثلاثین ونکبر اربعا وثلاثین فتلک مائة قال سبحوا خمسا وعشرین واحمدوا خمسا وعشرین وکبروا خمسا وعشرین وهللوا خمسا وعشرین فتلک مائة فلما اصبح ذکر ذالک للنبی صلی اللہ علیه وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم افعلوا کما قال الانصاری.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے خواب دیکھا کوئی کہنے والا اس سے کہتا ہے کہ تمہارے نبی ﷺ نے تم کو کس چیز کی تعلیم دی اس شخص نے کہا ہمیں اس بات کی تعلیم دی کہ ہم پڑھا کریں تینتیس بار سبحان اللہ اور تینتیس بار الحمدللہ اور چونتیس بار اللہ اکبر یہ سب مل کر سو ہیں اس کہنے والے نے کہا سبحان اللہ پچیس بار پڑھا کرو الحمدللہ پچیس بار پڑھا کرو اور اللہ اکبر پچیس بار پڑھ لیا کرو اور لا الہ الا اللہ پچیس بار پڑھ لیا کرو یہ سب مل کر سو ہیں جب صبح ہوئی تو اس شخص نے اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسی طرح کرلیا کرو جیسا کہ انصاری کہتا ہے۔

تشریح: غیر نبی کا خواب حجت نہیں ہوتا لیکن اس واقعہ مذکورہ میں جب اس انصاری شخص نے خواب بیان کیا تو حضور ﷺ نے اس سے انکار نہیں فرمایا بلکہ اس کی تقریر فرمائی اور اس طرح سے پڑھنے کی اجازت دی تو گویا حضور ﷺ کی تقریر اور اجازت سے اس طریقۂ مذکورہ کے مطابق پڑھنے کا جواز بھی ثابت ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نوع آخر من عدد التسبیح

ایک اور طرح کی تسبیح کا بیان

اخبرنا محمد بن بشار قال حدثنا محمد قال حدثنا شعبة عن محمد بن عبدالرحمن مولی آل طلحة قال سمعت کریبا عن ابن عباس عن جویریة بنت الحارث ان النبی صلی اللہ علیه وسلم مر علیها وهی فی المسجد تدعو ثم مر بها قریبا من نصف النهار فقال لها مازلت علی حالک قالت نعم قال الا

اعلمک یعنی کلمات تقولینهن سبحان الله عدد خلقه سبحان الله عدد خلقه سبحان الله عدد خلقه سبحان الله رضا نفسه سبحان الله رضا نفسه سبحان الله رضا نفسه سبحان الله زنة عرشه سبحان الله زنة عرشه سبحان الله زنة عرشه سبحان الله مداد کلماته سبحان الله مداد کلماته سبحان الله مداد کلماته .

حضرت جویریہ بنت حارث ﷺ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ان کے پاس سے گزرے (صبح کی نماز کے وقت) اس وقت وہ مسجد میں دعا میں مشغول تھیں پھر حضور ﷺ ان کے پاس سے قریب وقت دوپہر کے گزرے حضور ﷺ نے ان سے فرمایا اب تک تم اس حالت پر ہو انہوں نے کہا جی ہاں حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں تم کو چند ایسے کلمات نہ سکھلا دوں (جو اس سب سے افضل ہیں جو تم نے صبح سے پڑھا ہے) ان کلمات کو تم پڑھا کرو' **سبحان الله عدد خلقه سبحان الله عدد خلقه سبحان الله عدد خلقه** '' آخر تک پاکی بیان کرتی ہوں اللہ کی بقدر اس کی مخلوقات کے پاکی بیان کرتی ہوں اللہ کی بقدر اس کی مخلوقات کے پاکی بیان کرتی ہوں اللہ کی بقدر اس کی مخلوقات کے پاکی بیان کرتی ہوں اللہ کی بقدر اس کی مرضی اور خوشنودی کے پاکی بیان کرتی ہوں اللہ کی بقدر وزن اس کے عرش کے پاکی بیان کرتی ہوں اللہ کی اس کے کلمات کی تعداد کے مطابق۔

ان کلمات کے ساتھ تسبیح افضل ہونے کا سبب یہ ہے کہ اس میں اللہ جل شانہ کی حمد وثناء کے شمار سے عجز کا اظہار ہے جو کمال ہے عبدیت کا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نوع آخر

ایک اور تسبیح کا بیان

اخبرنا علی بن حجر قال حدثنا عتاب هو ابن بشیر عن خصیف عن عکرمة ومجاهد عن ابن عباس قال جاء الفقراء الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالوا یا رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الاغنیاء یصلون کما نصلی ویصومون کما نصوم ولهم اموال یتصدقون بها ویعتقون فقال النبی صلی الله علیه وسلم اذا صلیتم فقولوا سبحان الله ثلاثا وثلاثین والحمدلله ثلاثا وثلاثین والله اکبر ثلاثا وثلاثین ولا اله الا الله عشرا فانکم تدرکون بذالک من سبقکم وتسبقون من بعدکم.

حضرت ابن عباس ﷺ کہتے ہیں کہ محتاج لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ مالدار لوگ نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں اور وہ روزہ رکھتے ہیں جیسے ہم روزہ رکھتے ہیں اور ان کے پاس اموال ہیں صدقہ دیتے ہیں اور غلام آزاد کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا جس وقت تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو پڑھا کرو سبحان اللہ تینتیس (۳۳) بار اور الحمدللہ تینتیس (۳۳) بار اور اللہ اکبر تینتیس (۳۳) بار اور لا الہ الا اللہ دس بار پس تم اس کی بدولت ان لوگوں کے درجات کو پہنچ جاؤ گے جو تم سے بڑھ گئے ہیں (یعنی پہلے تمہارے اسلام لائے ہیں) اور بڑھ جاؤ گے تم ان لوگوں پر کہ

پیچھے تمہارے ہیں (یعنی ایمان میں)۔

نوع آخر

ایک اور تسبیح کا بیان

اخبرنا احمد بن حفص بن عبدالله النیسابوری قال حدثنی ابی قال حدثنی ابراهیم یعنی ابن طهمان عن الحجاج بن الحجاج عن ابی الزبیر عن ابی علقمة عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من سبح فی دبر صلاة الغداة مائة تسبیحة وهلل مائة تهلیلة غفرت له ذنوبه ولو كانت مثل زبد البحر.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص صبح کی نماز کے بعد سو بار سبحان اللہ پڑھے اور سو بار لا الہ اللہ پڑھے اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اگر چہ وہ گناہ دریا کی جھاگ کے برابر ہوں۔

باب عقد التسبیح

انگلیوں پر تسبیح شمار کرنے کا بیان

اخبرنا محمد بن عبدالاعلی الصنعانی والحسین بن محمد الزارع واللفظ له قالا حدثنا عثام بن علی قال حدثنا الاعمش عن عطاء بن السائب عن ابیه عن عبدالله بن عمرو قال رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یعقد التسبیح.

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو انگلیوں پر تسبیح پڑھتے دیکھا۔

تسبیح کو انگلیوں پر ہی پڑھنا افضل ہے اور گٹھلیوں وغیرہ پر بھی جائز ہے کیوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کھجور کی گٹھلیوں پر بھی پڑھنا ثابت ہوا ہے لہٰذا جو لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں ان کا قول غیر معقول ہے۔

باب ترک مسح الجبهة بعد التسلیم

سلام پھیرنے کے بعد پیشانی صاف نہ کرنے کا بیان

اخبرنا قتیبة بن سعید قال حدثنا بكر وهو ابن مضر عن ابن الهاد عن محمد بن ابراهیم عن ابی سلمة بن عبدالرحمن عن ابی سعید الخدری قال كان رسول الله صلی الله علیه وسلم یجاور فی العشر الذی فی وسط الشهر فاذا كان من حین یمضی عشرون لیلة ویستقبل احدی وعشرین یرجع الی مسكنه ویرجع من كان یجاور معه ثم انه اقام فی شهر جاور فیه تلك اللیلة التی كان یرجع فیها فخطب الناس

فأمرهم بماشاء الله ثم قال انی کنت اجاورهذه العشر ثم بدالی ان اجاور هذه العشر الاواخر فمن کان اعتکف معی فلیثبت فی معتکفه وقد رأیت هذه اللیلة فأنسیتها فالتمسوها فی العشر الاواخر فی کل وتر وقد رأیتنی اسجد فی ماء وطین قال ابو سعید مطرنا لیلة احدی وعشرین فوکف المسجد فی مصلی رسول الله صلی الله علیه وسلم فنظرت الیه وقد انصرف من صلاة الصبح ووجهه مبتل طینا وماء.

حضرت ابوسعید خدری ﷺ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ماہ رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے پھر اس وقت اپنے گھر کی طرف تشریف لے جاتے جب کہ بیسویں رات گزر جاتی اور اکیسویں شب آتی اور وہ لوگ بھی واپس ہو جاتے جو آپ ﷺ کے ساتھ اعتکاف کرتے تھے پھر حضور ﷺ اس رات میں ٹھہر گئے جس میں آپ ﷺ واپس گھر کی طرف تشریف لے جاتے تھے جبکہ آئندہ سال آپ ﷺ نے اعتکاف فرمایا پھر لوگوں سے خطاب فرمایا اور لوگوں کو احکام دین کی تعلیم فرمائی جو کچھ اللہ کو منظور ہوا پھر فرمایا کہ میں اس درمیانی عشرہ کا اعتکاف کرتا تھا پھر میرے واسطے ظاہر ہوا کہ میں اخیر عشرہ کا اعتکاف کروں جو لوگ میرے ساتھ اعتکاف کر رہے ہیں ان کو اپنے اعتکاف کی جگہ میں ثابت رہنا چاہئے اور بیشک یہ رات (یعنی شب قدر) مجھے دکھلا دی گئی تھی پھر بھلا دی گئی پس تم اس رات کو عشرۂ اخیرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو اور میں نے اپنے آپ کو دیکھا (یعنی خواب میں) کہ سجدہ کر رہا ہوں پانی اور کیچڑ میں حضرت ابوسعید ﷺ کہتے ہیں کہ اکیسویں شب کو بارش ہوئی پس مسجد کی چھت رسول اللہ ﷺ کے مصلّی پر ٹپکی جب آپ ﷺ صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے آپ ﷺ کے چہرے یعنی پیشانی اور ناک پر کیچڑ کا اثر دیکھا۔

تشریح: "فمطرنا لیلة احدی وعشرین" پر علامہ سندھیؒ نے لکھا ہے کہ اس سال شب قدر اکیسویں شب تھی کیوں کہ حضور ﷺ نے اپنے ارشاد "وقد رأیتنی اسجد فی ماء وطین" میں شب قدر کی جو علامت بیان فرمائی وہ بالکل سچ تھی کہ حضور ﷺ نے اپنے خواب میں دیکھا تھا کہ میں کیچڑ اور پانی میں سجدہ کر رہا ہوں شب قدر کی صبح کو تو اس خواب والی رات بارش ہوئی مسجد چھپر کی تھی وہ ٹپکی اور حضرت ابوسعید خدری ﷺ نے صبح کی نماز کے بعد حضور ﷺ کی پیشانی پر اکیس کی صبح کو کیچڑ کا اثر دیکھا تو اس علامت سے معلوم ہوا کہ اس سال شب قدر اکیسویں شب تھی اور چونکہ حضور ﷺ نے کیچڑ کا اثر سلام پھیرنے کے بعد اپنی پیشانی سے صاف نہیں کیا اس لئے وہ پیشانی پر باقی رہا اسی کے اثبات کے لئے امام نسائیؒ نے یہ عنوان قائم کیا پھر اس کے تحت یہ حدیث پیش کی۔

باب قعود الامام فی مصلاه بعد التسلیم

سلام پھیرنے کے بعد امام کا اپنے مصلے پر بیٹھ جانا

اخبرنا قتیبة بن سعید قال حدثنا ابو الاحوص عن سماک عن جابر بن سمرة قال کان رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی الفجر قعد فی مصلاہ حتی تطلع الشمس.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت فجر کی نماز سے فارغ ہو جاتے تو اپنے مصلے پر آفتاب طلوع ہونے تک بیٹھے رہتے۔

اخبرنا احمد بن سلیمان قال حدثنا یحیی بن آدم قال حدثنا زھیر وذکر آخر عن سماک بن حرب قال قلت لجابر بن سمرۃ کنت تجالس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی الفجر جلس فی مصلاہ حتی تطلع الشمس فیتحدث اصحابہ یذکرون حدیث الجاھلیۃ وینشدون ویضحکون ویتبسم صلی اللہ علیہ وسلم.

سماک بن حرب کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھتے تھے تو انہوں نے کہا جی ہاں رسول اللہ ﷺ جس وقت فجر کی نماز سے فارغ ہو جاتے تو آفتاب طلوع ہونے تک مصلیٰ پر بیٹھے رہتے پس اپنے اصحاب سے بات چیت فرماتے صحابہ کرام دور جاہلیت کے واقعات بیان کرتے اور شعر پڑھتے اور ہنستے تھے اور حضور ﷺ مسکراتے تھے۔

تشریح :اس حدیث باب کے برخلاف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سلام پھیرنے کے بعد نہیں بیٹھتے مگر اتنا کہ جس میں ''**اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا لجلال والاکرام**'' پڑھ لیتے تو بظاہر تضاد ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس پر حمل کیا جائے کہ حضور ﷺ استقبال قبلہ کی ہیئت پر نہیں بیٹھتے مگر اس قدر کہ جس میں یہ دعاء مذکور پڑھ لیتے یا اس پر حمل کیا جائے کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں سلام کے بعد نہیں بیٹھتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (**کذا فی ھامش النسائی لعلامۃ السندھی : ۱/۱۵۲**)

بہرحال جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں مثلاً صبح اور عصر کے بعد اس دعاء کے پڑھنے کی مقدار سے زیادہ حضور ﷺ کا بیٹھنا حدیث سے ثابت ہے اور صبح اور عصر کی نماز کے بعد طلوع اور غروب آفتاب تک ذکر کے استحباب اور اس کی فضیلت پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث جو ابوداؤد میں موجود ہے واضح طور پر دلالت کرتی ہے اس حدیث کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں ''**لان اقعد مع قوم یذکرون اللہ الخ**'' ایک اور مسئلہ حدیث باب سے معلوم ہوا جو اشعار جہاد کے باب سے ہوں ہزلیات نہ ہوں نیز آواز بہت بلند نہ کرے تو ایسے اشعار کا مسجد میں پڑھنا جائز ہے کیوں کہ ایسے اشعار ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق کفار کے قلوب میں تیر سے زیادہ زخم کرنے والے ہیں اس لئے یہ عبادت ہے صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے اشعار مسجد میں پڑھتے تھے۔

باب الانصراف من الصلاۃ

نماز سے پھر جانے کا بیان

اخبرنا قتیبۃ بن سعید قال حدثنا ابوعوانۃ عن السدی قال سألت انس بن مالک کیف انصرف اذا

صليت عن يميني اوعن يساری قال اما انا فاكثر مارأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ينصرف عن يمينه.

سدی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا جس وقت میں نماز سے فارغ ہو جاؤں تو کس طرح پھروں اپنی دائیں طرف سے یا بائیں طرف سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں نے بسا اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی دائیں طرف سے پھرتے دیکھا۔

اخبرنا ابوحفص عمروبن علی قال حدثنا یحیی قال حدثنا الاعمش عن عمارة عن الاسود قال قال عبدالله لا يجعلن احدكم للشيطان من نفسه جزء ايرى ان حتما عليه ان لاينصرف الا عن يمينه لقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اكثر انصرافه عن يساره.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں سے شیطان کے واسطے حصہ نہ مقرر کرے اس طرح سے کہ ہمیشہ دائیں طرف سے پھرنے کو اپنے اوپر لازم کر لے البتہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اکثر اپنے بائیں طرف سے پھرتے تھے۔

اخبرنا اسحق بن ابراهيم قال انبانا بقية قال حدثنا الزبيدی ان مكحولاً حدثه ان مسروق بن الاجدع حدثه عن عائشة قالت رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يشرب قائما وقاعدا ويصلى حافيا ومنتعلا وينصرف عن يمينه وعن شماله.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی پیتے تھے کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور نماز پڑھتے تھے ننگے پاؤں اور جوتے سمیت بھی اور پھرتے تھے (نماز سے) اپنی دائیں طرف سے بھی اور بائیں طرف سے بھی۔

تشریح: حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کوئی تعارض نہیں حاصل دونوں کا یہ ہے کہ کبھی کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہونے کے بعد دائیں طرف سے پھرتے تھے اور کبھی کبھی بائیں طرف سے جس سے معلوم ہوا کہ دونوں فعل جائز ہیں البتہ دائیں طرف سے پھرنا افضل ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی حدیث میں اس امر کو غلط اور مقصد شریعت کے خلاف قرار دیا ہے کہ دائیں طرف سے پھرنے کو واجب اعتقاد کیا جائے اور ہمیشہ ادھر سے پھرنا اختیار کرے اس سے معلوم ہوا کہ غیر لازم اشیاء جن کا شارع علیہ السلام نے التزام نہیں فرمایا التزام کرنا بدعت مذمومہ اور ناپسندیدہ ہے بہر حال امام کو جس طرف حاجت ہو اس طرف سے چلا جائے اور ظاہر یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حاجت غالباً دخول فی البیت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرہ شریف بائیں طرف تھا اس لئے کہ اکثر بائیں طرف سے پھرتے تھے تا کہ گھر میں داخل ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر ٹھہرنا ہے تو دو صورتیں ہیں قوم سے اگر خطاب ہے تو مواجہۃ یعنی مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھے عموماً حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے یہی منقول ہے لیکن اگر اذکار کے لئے ہے تو ہر طرح بیٹھ سکتا ہے خواہ دائیں طرف منہ کر کے بیٹھے یا بائیں طرف یا قوم کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ سکتا ہے۔

باب الوقت الذی ینصرف فیه النساء من الصلاة

اس وقت کے بیان میں جس میں عورتیں نماز سے لوٹ جاتی ہیں

اخبرنا علی بن خشرم قال انبانا عیسٰی بن یونس عن الاوزاعی عن الزهری عن عروة عن عائشة قالت کان النساء یصلین مع رسول الله صلی الله علیه وسلم الفجر فکان اذا سلم انصرفن متلفعات بمروطهن فلا یعرفن من الغلس.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھتیں جب حضور ﷺ سلام پھیرتے تو اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی لوٹ جاتیں اور بوجہ اندھیرے کے وہ پہچانی نہ جاتی تھیں۔

تشریح: جن عورتوں نے حضور ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی تھی وہ نماز سے فارغ ہو کر جب واپس ہوتیں تو اندھیرے کی وجہ سے انہیں پہچانا نہ جاتا تھا معلوم ہوا کہ فجر کی نماز غلس میں پڑھی جاتی تھی یہی مسلک امام شافعیؒ وغیرہ کا ہے ان کے نزدیک غلس میں افضل ہے اور استدلال اسی حدیث سے کرتے ہیں اور حنفیہ کے نزدیک اسفار میں افضل ہے حنفیہ کا استدلال قولی حدیث سے ہے الفاظ اس کے یہ ہیں "**اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر**" اس میں اسفار فجر کا حکم دیا مع بیان اس کے کہ اس میں ثواب زیادہ ہے یہ حدیث ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے الفاظ مختلفہ کے ساتھ مروی ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے لہٰذا اس حدیث کی صحت پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا تو اس سے بلا شبہ اسفار کا ثبوت ہوتا ہے بلکہ اس پر اجماع صحابہ کا پتہ چلتا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم نخعیؒ تابعی کہتے ہیں "**ما اجتمع اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم علی شیء ما اجتمعوا علی التنویر**" یعنی اصحاب رسول اللہ ﷺ جس طرح تنویر یعنی اسفار بالفجر پر متفق ہوئے اسی طرح کسی چیز پر متفق نہیں ہوئے۔

اس کی اسناد صحیح ہے اس کو ابن ابی شیبہؒ اور طحاویؒ نے روایت کیا ہے غرض کہ قولی حدیث سے اسفار کا حکم اور اس پر اثر ابراہیم نخعیؒ سے اجماع صحابہ کا پتہ چلتا ہے اس بناء پر حنفیہ اسفار کو افضل کہتے ہیں اس حدیث باب سے استدلال کا جواب یہ ہے کہ "**من الغلس**" کا لفظ مدرج ہے حدیث کا لفظ نہیں لہٰذا اس پر مدار استدلال نہیں ہو سکتا اس بات کی طرف ابن ماجہ کی روایت اشارہ کر رہی ہے ابن ماجہ میں ہے "**ومایعرفهن احدتعنی من الغلس وهٰذا اللفظ یشیر الی الادراج**" مزید تفصیل عنوان "**التغلیس فی الحضر**" کے تحت گزر چکی ہے۔

باب النهی عن مبادرة الامام بالانصراف من الصلاة

نماز سے پھرنے میں امام سے سبقت کی ممانعت کا بیان

اخبرنا علی بن حجر قال حدثنا علی بن مسهر عن المختار بن فلفل عن انس بن مالک قال صلی بنا رسول الله صلی الله علیه وسلم ذات یوم ثم اقبل علینا بوجهه فقال انی امامکم فلاتبادرونی بالرکوع ولا بالسجود ولا بالقیام ولا بالانصراف فانی اراکم من امامی ومن خلفی ثم قال والذی نفسی بیده لورأیتم مارایت لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیراً قلنا مارأیت یارسول الله قال رأیت الجنة والنار.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے پھر فرمایا میں تمہارا امام ہوں تم مجھ سے سبقت نہ کرو رکوع میں اور نہ سجدے میں اور نہ قیام میں اور نہ پھرنے میں یعنی نماز سے فارغ ہونے میں کیوں کہ میں تم کو آگے سے اور پیچھے سے دیکھتا ہوں اس کے بعد فرمایا اس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تم دیکھتے اس چیز کو جو میں دیکھتا ہوں تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے ہم نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کیا دیکھتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت اور دوزخ۔

''انصراف من الصلوٰة''میں مبادرة سے مراد یہ ہے کہ امام کے خروج اور سلام سے پہلے مقتدی نماز سے نکل جاویں اور سلام پھیر لیں حدیث باب میں اسی سے منع کیا گیا ہے اور یہی توجیہ حدیث کی بہ نسبت اور تاویل کے سیاق وسباق کے لحاظ سے اوفق بلفظ حدیث ہے۔(بذل المجھود)

ملاعلی قاریؒ کہتے ہیں کہ اس کے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ امام کے سلام سے پہلے مسبوق اٹھ کھڑے ہو جائے اور یہ ہمارے نزدیک حرام ہے اس کو نقل کرنے کے بعد صاحب بذلؒ فرماتے ہیں''وھذا ایضاً بعید عن اللفظ'' کہ یہ تاویل بھی مقتضائے حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے موزوں ومناسب نہیں۔

باب ثواب من صلی مع الامام حتی ینصرف

اس بات کے بیان میں کہ جو شخص امام کے ساتھ نماز پڑھے حتی کہ وہ نماز سے فارغ ہو جائے اس کو کتنا ثواب ملے گا

اخبرنا اسماعیل بن مسعود قال حدثنا بشر وهو ابن المفضل قال حدثنا داؤد بن ابی هند عن الولید بن عبدالرحمن عن جبیر بن نفیر عن ابی ذر قال صمنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم رمضان فلم یقم بنا النبی صلی الله علیه وسلم حتی بقی سبع من الشهر فقام بنا حتی ذهب نحو من ثلث اللیل ثم کانت سادسة فلم یقم بنا فلما کانت الخامسة قام بنا حتی ذهب نحو من شطر اللیل قلنا یارسول الله

لو نفلتنا قیام هذه اللیلة قال ان الرجل اذا صلی مع الامام حتی ینصرف حسب له قیام لیلة قال ثم کانت الرابعة فلم یقم بنا فلما بقی ثلث من الشهر ارسل الی بناته ونسائه وحشد الناس فقام بنا حتی خشینا ان یفوتنا الفلاح ثم لم یقم بنا شیئا من الشهر قال داؤد قلت ما الفلاح قال السحور.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے تو نبی ﷺ نے ہمارے ساتھ قیام نہیں کیا (یعنی رمضان کی راتوں میں سوائے فرض کے کوئی نماز نہیں پڑھی) یہاں تک کہ مہینے کی سات راتیں باقی رہیں پس ہمارے ساتھ قیام کیا (یعنی تیئسویں رات میں) یہاں تک کہ تقریباً تہائی رات گزر گئی پھر جبکہ باقی رہیں چھ راتیں (یعنی چوبیسویں رات ہوئی) تو ہمارے ساتھ قیام نہ کیا پھر جب پانچ راتیں رہیں تو ہمارے ساتھ قیام کیا یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی ہم نے عرض کیا یارسول اللہ کاش اس رات کا قیام ہماری رعایت سے زیادہ کرتے (یعنی تمام رات قیام کرتے تو بہتر ہوتا) حضور ﷺ نے فرمایا کہ آدمی جس وقت امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے یعنی فرض یہاں تک کہ امام فارغ ہوتا ہے تو اس کے لئے قیام رات کا گنا جاتا ہے (یعنی اس کے لئے قیام رات کا ثواب بوجہ پڑھنے عشاء اور فجر کے جماعت سے حاصل ہوتا ہے) پھر جبکہ چار راتیں رہیں تو ہمارے ساتھ قیام نہ کیا پھر جبکہ مہینے کی تین راتیں باقی رہیں (یعنی ستائیسویں رات ہوئی) تو حضور ﷺ نے اپنی بیٹیوں اور عورتوں اور لوگوں کو جمع فرمایا پھر ہمارے ساتھ قیام کیا یہاں تک کہ ہم کو اندیشہ ہوگیا کہ کہیں ہم سے فلاح فوت نہ ہو جائے پھر ہمارے ساتھ قیام نہیں کیا باقی مہینے میں راوی حدیث داؤد کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا فلاح کیا ہے تو ولید بن عبدالرحمٰنؒ نے جواب دیا سحری کے وقت کھانا پینا۔

تشریح: ملا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ ظاہر یہی ہے کہ جو شخص عشاء اور صبح کا فرض امام کے ساتھ پڑھے گا اس کے لئے قیام رات کا ثواب حاصل ہوتا ہے کیوں کہ اس صورت میں یہی فضیلت حاصل ہونے کے بارے میں حدیث وارد ہوئی ہے اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تفاوت قیام کا ان راتوں میں باعتبار فضیلت کے یعنی بعض راتوں کی فضیلت کم تھی کم قیام کیا اور بعض کی فضیلت زیادہ تھی اس میں قیام زیادہ کیا حتی کہ ستائیسویں شب تمام رات قیام کیا کیوں کہ اکثر علماء کے نزدیک شب قدر وہی ہے اسی لئے اس رات میں حضور ﷺ نے اپنے اہل وعیال اور لوگوں کو جمع فرمایا۔ (مرقات ومظاہر حق)

باب الرخصة للامام فی تخطی رقاب الناس

امام کے لئے لوگوں کی گردنوں پر سے گزر جانے کی اجازت کا بیان

اخبرنا احمد بن بکار الحرانی قال حدثنا بشر بن السری عن عمرو بن سعید بن ابی حسین النوفلی عن ابن ابی ملیکة عن عقبة بن الحارث قال صلیت مع النبی صلی الله علیه وسلم العصر بالمدینة ثم انصرف یتخطی رقاب الناس سریعا حتی تعجب الناس لسرعته فتبعه بعض اصحابه فدخل علی بعض

ازواجه ثم خرج فقال انی ذکرت وانا فی العصر شیئا من تبر کان عندنا فکرهت ان یبیت عندنا فامرت بقسمته.

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں عصر کی نماز پڑھی پھر آپ سلام پھیر کر لوگوں کی گردنوں پر سے گزرتے ہوئے جلدی جلدی (حجرہ کی طرف) تشریف لے گئے حتی کہ لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تیز رفتاری سے تعجب ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگ گئے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی بیوی کے حجرہ میں داخل ہوئے پھر باہر تشریف لائے اور فرمایا ہمارے گھر میں سونے کی ایک ڈلی رکھی ہوئی تھی وہ مجھے یاد آ گئی جبکہ میں عصر کی نماز میں تھا اس لئے میں نے اس کو پسند نہیں کیا کہ وہ سونا بدون تقسیم کے ہمارے پاس رات گزرنے تک پڑا رہے اس لئے میں اس کو تقسیم کر دینے کا حکم دے کر آیا ہوں۔

تشریح: تخطی رقاب یعنی لوگوں کی گردنوں پر سے گزرنا ممنوع ہے مگر حدیث باب سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کے لئے اجازت ہے اور امام نسائیؒ کا میلان ورجحان یہی معلوم ہوتا ہے تو مصنفؒ عنوان کے ذیل میں حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی حدیث لا کر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ غیر جمعہ میں تخطی ضرورۃ کی وجہ سے امام کے لئے جائز ہے کما یدل علیہ حدیث الباب لہٰذا یہ حدیث اس حدیث سے معارض نہ ہوگی جو صلاۃ جمعہ میں تخطی رقات کی کراہت پر دلالت کرتی ہے۔ علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ نماز سے غیر متعلقہ چیز نماز میں یاد آ جانے سے نماز باطل نہیں ہوتی اور نہ خشوع صلاۃ کے منافی ہے۔

باب اذا قیل للرجل هل صلیت هل یقول لا

باب جب آدمی سے پوچھا جائے کیا تم نے نماز پڑھی تو کیا وہ لا کہہ سکتا ہے

اخبرنا اسماعیل بن مسعود ومحمد بن عبدالاعلی قال حدثنا خالد وهو ابن الحارث عن هشام عن یحیی بن ابی کثیر عن ابی سلمة بن عبدالرحمن عن جابر بن عبدالله ان عمر ابن الخطاب یوم الخندق بعد ماغربت الشمس جعل یسب کفار قریش وقال یارسول الله ماکدت ان اصلی حتی کادت الشمس تغرب فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم فوالله ماصلیتها فنزلنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم الی بطحان فتوضأ للصلاة وتوضأنا لها فصلی العصر بعد ماغربت الشمس ثم صلی بعدها المغرب.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ غزوۂ خندق کے روز آفتاب غروب ہونے کے بعد کفار قریش کو برا بھلا کہنے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ لگتا نہ تھا کہ میں عصر کی نماز پڑھ سکوں حتی کہ آفتاب غروب ہونے لگا (تب عصر کی نماز پڑھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم میں نے عصر کی نماز نہیں پڑھی پس ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

بطحان میں اترے (بطحان مدینہ میں ایک وادی کا نام ہے) پھر حضور ﷺ نے نماز کے لئے وضوء کیا اور ہم نے بھی وضوء کیا پھر حضور ﷺ نے آفتاب غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز پڑھی پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔

تشریح: یعمری نے کہا کہ لفظ ''کاد'' افعال مقاربہ سے ہے چنانچہ اگر کوئی بولے ''کاد زید یقوم'' تو اس سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ زید قریب قیام ہے مگر قیام اب تک وجود میں نہ آیا اور جب یہ بات ہے کہ لفظ کاد مقاربۃ پر دلا کرتا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول ''ما کدت ان نصلی الخ'' کا مطلب یہ ہوگا کہ انہوں نے عصر کی نماز قریب غروب آفتاب پڑھ لی کیوں کہ لفظ کاد اگر نفی میں آئے تو اثبات کا فائدہ دیتا ہے اور اگر اثبات میں آئے تو نفی کا فائدہ دے گا لہٰذا نفی صلاۃ اثبات صلاۃ کو چاہتی ہے اور اثبات غروب نفی غروب کو چاہتا ہے تو حاصل اس کا یہ نکلا کہ غروب ثابت نہیں ہوا بلکہ اس سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قریب غروب نماز پڑھ لی اس سے عصر الیوم کے مسئلہ کے لئے ماخذ مل گیا اور مسلک حنفیہ کی اس سے تائید ہوتی ہے حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی نے عصر نہیں پڑھی یہاں تک کہ غروب کا وقت ہوگیا تو اسی روز کی عصر وہ پڑھ لے۔

یہاں پر ایک اشکال ہے اس کو حافظ ابن حجرؒ نے نقل کیا ہے فرماتے ہیں اگر کوئی یہ کہے کہ ظاہر تو یہی ہے کہ غزوۂ خندق کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ تھے لہٰذا یہ کس طرح ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھ لی اور حضور ﷺ اور بقیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہ پڑھی اس کا جواب حافظ ابن حجرؒ نے یہ دیا ہے کہ ممکن ہے کہ مشرکوں کے ساتھ جنگ غروب آفتاب کے قریب واقع ہوئی ہو اور اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ باوضو ہوں اس لئے فوراً نماز پڑھ لی پھر حضور ﷺ کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہو کر اپنے اس فعل کی اطلاع دی جب کہ نبی کریم ﷺ نماز کی تیاری فرما رہے تھے لہٰذا خبر دینے کے ساتھ ہی حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم وضو کے لئے کھڑے ہوگئے پھر نماز ادا فرمائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اب رہی یہ بات کہ حضور ﷺ نے قسم کے ساتھ کیوں فرمایا کہ میں نے عصر کی نماز نہیں پڑھی اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کلام سے محسوس فرمالیا کہ تاخیر عصر غروب آفتاب تک ان پر نہایت گراں ہوئی اس لئے ان کے قلب کو مطمئن اور تسلی دینے کے لئے قسم کھا کر فرمایا ''فواللہ ماصلیتھا'' کہ اللہ کی قسم مجھے تو عصر پڑھنے کا اب تک موقع نہیں ملا بہرحال اس سے معلوم ہوا کہ بغیر استحلاف یعنی قسم دینے کے قسم کھانا جائز ہے بلکہ مستحب ہے جبکہ اس حلف میں تاکید امر زیادہ طمانینت وغیرہ کی مصلحت مدنظر ہو۔ (فتح الملھم: ٢/٢٠٥)

آخر کتاب التشھد والسلام والسھو

تم المجلد الثانی بعون اللہ تعالیٰ ویتلوہ المجلد الثالث ان شاء اللہ تعالیٰ

قد افلح من تزکی

تسہیل
تربیت السالک

شیخ و مُرید کے آداب آدابِ طریقت، نسبتِ ولایت کے حصول کا طریقہ اور علامات، ذکر و اشغال کے طریقے، مراقبات کی ضرورت و افادیت۔

اِصطلاحات تصوف کے معانی کے اشاریہ کے ساتھ

حال و مقام، صحو و سکر فنا و بقاء، عروج و نزول ذکر کے انوار و امثال قبض و بسط کی کیفیات مختلف تجلیات کی تحقیق۔

سالک کیلئے اِس کتاب کا مُطالعہ بہت ضروری ھے

راہِ سلوک میں سالک کو پیش آنے والے احوال کی حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے قلم سے گراں قدر تحقیقات کا مجموعہ

تالیف:

حکیم الامت مجددِ الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ

صاحب تسہیل

حضرت مولانا ارشاد احمد فاروقی

اُستاذ مدرسہ بابُ الاسلام مسجد برنس روڈ کراچی

ناشر

زمزم پبلشرز

نزد مقدس مسجد اُردو بازار کراچی

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:
من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين. متفق عليه

هداية الساري
إلى
دراسة البخاري

مقدمة شرح صحيح البخاري

الجزء الأول والثاني

للعلامة المحقق المحدث مولانا إمداد الحق
السلهتي . البنغلاديشي

زمزم پبلشرز

اَثمارُ الہِدایَۃ

علیٰ الہِدایَۃ

سنہ ۵۱۱ھ - سنہ ۵۹۳ھ

اَحَادیث کا عظِیم ذخیرہ

شارح

مولانا ثمِیر الدّین قاسِمی صاحب دامت برکاتہم

ہِدایہ اَوّلَین کی مُکمّل شرح پانچ جِلدوں میں

جس میں ہر ہر مسئلے کو انتہائی آسان انداز میں کئی طریقوں سے سمجھایا گیا ہے، اور تمام مسائل و اَحادیث کی مکمل تحقیق کی گئی ہے۔ ایسی کامل شرح جس کے بعد مزید کسی شرح کی تشنگی باقی نہیں رہتی۔

ناشر

زمزم پبلشرز